

تجارب السَّنة

عربی ۲ اردو

دورِ حاضر کی ضرورتوں کے مطابق اہم تشریحات
اور قدیم و جدید مباحث کے ہمراہ مستند کتابوں کے
احادیثِ نبویہ کا جامع انتخاب

<http://islamicbookslibrary.wordpress.com/>

تالیف

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجرِ مدنی قدس سرہ
استاذِ احادیث دارِ العلوم دیوبند و رفیقِ ندوۃ المصنفین دہلی

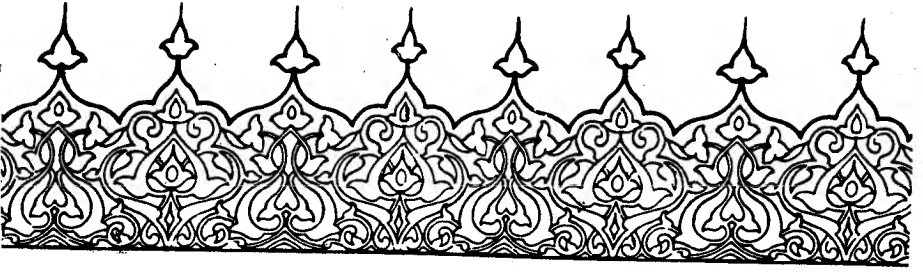


إِذَا رَأَى الْإِسْلَامَ

۱۹۰ انارکلی لاہور

۲۲۳۹۹۱ — ۲۲۳۴۱۲ — ۳۵۳۲۵۵

فکس: ۰۹۲ — ۰۴۲ — ۲۲۳۴۸۵



ترجمانِ اُستہ

عربی۔ اردو

جلد دوم

دو حاضر کی ضرورتوں کے مطابق جدید عنوان اور تسلیم مباحث کے ہمراہ
احادیث طیبہ کا جامع و مستند غنیہ اُستان مجلہ

زبدۃ المشائخ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاراجہ فی قدس سرہ
استاذ الحدیث و العلوم دیوبند و مفتی نذیر اللہ المصطفیٰ دہلی



ادارۃ اشاعت و پبلشرز، بک سٹورز، ایکسپورٹرز

☆ مکتبہ رشیدیہ، مال روڈ، لاہور	☆ ۱۹۰۰، نادری، لاہور، پاکستان	☆ مکتبہ رشیدیہ، مال روڈ، لاہور
فون: ۶۲۲۳۳۱۲ - ۶۲۲۳۳۱۳	فون: ۶۲۳۲۵۵ - ۶۲۳۲۹۹۱	فون: ۶۲۲۳۳۱۲ - ۶۲۲۳۳۱۳

اِنْتِسَاب

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد انور شاہ قدس
سیرۃ کی عشق نبوی اور خدمت حدیث میں ڈوبی ہوئی رُوح کے
نام جن کے فیضِ صحبت سے رفقاءِ ندوۃ المصنفین اس مدت
گرامی کے لائق ہوئے۔

ندوۃ المصنفین

فہرست مضامین ترجمان الشہ جلد دوم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۲	رضاء و تسلیم کے سرچشمہ کا نام ہے	۱	ایمان کا تعلق غیب کے ساتھ جتنا گہرا ہوتا ہے اتنا ہی فضیلت کا موجب ہے۔
۷۳	اپنی مرضی کے خلاف فیصلوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی شان رضائی چند مثالیں	۲	غیر مستدل اور غیر مددک کا فرق
۷۴	شہادتین کے معنی یہ ہیں کہ قلب میں اللہ کے سوا رب اور اسلام کے سوا دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور رسول کی تلاش باقی نہ رہے۔	۱۳	یقین اور اعتقاد جازم ایمان کی روح ہے
۸۰	خوشی اور غم اور انسان کے دوسرے فطری تاثرات اس کی شان رضاء و تسلیم کے منافی نہیں	۱۴	میں یقین کا مرتبہ علم یقین سے اونچا ہے
۸۱	ایمان دراصل قلبی اعتقاد کا نام ہے۔ فرائض و اعمال ایمان کے اجزاء نہیں ہیں	۱۵	رب العزت کی بے نیازی اور قدرت علی الاطلاق کی بنا پر
۹۳	جنت اور دوزخ کی تقسیم شرک و ایمان پر دائر ہے صرف اچھے بُرے اعمال پر نہیں۔	۲۱	خطرہ رفتی طور پر پیدا ہوتا ہے یقین کے منافی نہیں ہے۔
۹۷	جس کے قلب میں نور ایمان کا ایک ذرہ ہوگا وہ بھی (بالآخر) دوزخ سے نکال لیا جائیگا۔	۲۵	مومن کا قلب جب تک نور ایمان و یقین سے سوزا ہوا ہے اس سے مصیبت کا صدور نہیں ہوتا۔
۹۸	جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بحال رکھے	۲۸	جس کی موت ایمان و یقین پر آجائے وہ یقیناً جنتی ہوتا ہے۔
۱۰۳	ہر حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنا کہ وہ بچا ہوا ہے اور کسی عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگا	۳۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے یقین کی چند مثالیں۔
۱۰۴	جو شخص فرائض و اعمال ادا نہیں کرتا وہ حرام سے بری نہیں اگرچہ توحید و رسالت کا معترف ہو۔	۳۳	تمام مسلمان اصل اعتقادات کے لحاظ سے برابر ہیں
۱۰۵	جو اسلام کے کسی حصہ کو ترک کرتا ہے اس کا اسلام ناقص ہو جاتا ہے۔	۳۴	ان میں جو فرق ہے وہ صرف ان کے مراتب یقین میں تفاوت کی وجہ سے ہے۔
۱۰۷	جنت دین کی وقتی تاخیر یا صرف تلاوت قرآن کرنے سے واجب نہیں ہوتی اس کے لیے تمام احکام اسلامی پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔	۳۵	خدا تعالیٰ کی توحید و رسولوں کی رسالت ان کی زندگی کا اعتقاد اور جنت و دوزخ کے وجود کو تسلیم کرنا جزا ایمان ہے اس کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا
۱۱۰	پہلے مراہط پر لوگوں کی رفتار دنیا میں ان کے اعمال کی شدت و ضعف کے مطابق ہوتی۔	۴۱	ایمان دین کی تمام باتوں کی تصدیق کرنے کا نام ہے جس نے شائع اسلام ادا کر لیا اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہو گیا۔
۱۱۲	گناہ کرنے سے اسلام اسی طرح پڑنا ہو جاتا ہے جیسے کپڑا آستین سے لٹکنا۔	۴۹	اسلام کے کسی ایک قطعی فرض کا منکر اسلام کا ہی منکر شمار ہوتا ہے۔
۱۱۳	گناہ گیارہ گناہوں کے ایک سے کسی ایک تک ہوتا ہے۔	۶۱	ایمان قلب کا ایک اختیاری عمل ہے صرف علم کا مرتبہ نہیں۔
		۶۲	ایمان صرف تصدیق و اقرار کا نام نہیں۔ دین اسلام میں داخل ہو جانے اور اس کے تمام احکام کی بجا آوری کا نام ہے۔
		۶۵	ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ پر

ہونے کی بھی نوبت آجاتی ہے۔
 اگر سبقت لسان سے مگر کفر زبان سے نکل جائے
 تو اس سے کفر حائل نہیں ہوتا
 کسی گناہ کی وجہ سے مسلمان کو کافر نہیں کہنا
 چاہیے۔
 خود کشی کرنے والا کافر نہیں۔
 اللہ تعالیٰ کی معصتوں پر اجالی ایمان کا فی ہر
 عقائد کے مسائل میں جب کہیں انھیں پیش
 آجائے تو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں صواب ہو اس
 پر اجالی ایمان لانا کافی ہے۔
 اسلامی احکام ظاہری حالات پر نافذ ہونگے اور
 اندونی حالات کا حساب خدائے تعالیٰ کے حوالے
 رہیگا۔
 خرقہ فاسد لگا کر بھی اسلام صحیح ہو سکتا ہے
 عقائد کا ایمان صحیح ہے اور اس پر دلائل سیکھنا واجب
 نہیں۔
 جان بچانے کے خوف سے اسلام لانا بھی معتبر
 ہو جاتا ہے۔
 جیسا کہ اہل صحت اسلام کے منافی نہیں بشرطیکہ
 طلب اپنے اختیار سے اسلام کا حلقہ بگوش ہو جائے
 قیدی کا اسلام بھی معتبر ہے اگر اس کو قید سے راد کیا
 جائیگا۔
 خوف کی حالت میں اپنا ایمان پوشیدہ رکھنا درست ہے
 اگر کوئی کوئی اسلامی شعار راد کر کے اپنا مسلمان ہونا
 ظاہر کر دے تو اس کا اسلام معتبر ہو جائیگا خواہ وہ نبی
 سے کچھ دگے۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اسلام لانا
 کے لیے مجبور نہیں کیا۔
 ضعیف الایمان شخص کی دجوئی اور مدد کرنی چاہیے
 وہ چیدہ چیدہ اعمال جن کا اسلام سے اس طرح
 چھوٹ چھوٹ کر نکلن ضروری ہوتا ہے جس طرح سبز
 درخت سے شاخوں کا ان میں ایک عمل راستہ سے
 کسی تکلیف وہ چیز کا ہوا دینا بھی ہے اور یہ ان میں سب
 سے گھٹیا درجہ کا عمل ہے۔

کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ دینا۔
 واقفیت کی قید کے بغیر عام طور پر ایک دوسرے کو
 سلام کرنا اور محتاجوں کو کھانا کھلانا
 شرم دینا کرنا۔
 غیرت
 خدائے تعالیٰ اس کے رسول اور عام مسلمانوں کے حق
 میں مجسم خیر خواہی ہیں جانا۔
 خیر خواہی کرنے میں اپنے اور بیگانے کا امتیاز نہ رکھنا
 دینا۔
 محبت کا نہا اور اس کا لحاظ پاس رکھنا
 گاہ بگاہ ترک زینت
 اچھا طور و طریق، متانت اور میا نہ روی۔
 حلم و بردباری
 ایمان اور اسلام کی چند نشانیاں
 اس بات کا یقین ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات
 پاک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے
 تمام اعمال کا رُخ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی
 طرف پلٹ جانا۔
 امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوئی دقیقہ
 فروگذاشت نہ کرنا
 جن باتوں کا ٹھیک حکم معلوم نہ ہو ان کو ترک
 کر دینا۔
 نیک بات پر دل کا مطمئن ہو جانا اور گناہ میں
 غفلت کا باقی رہنا۔
 جس جانب میں تردد ہو اسے چھوڑ دینا اور جس
 میں تردد نہ ہو اسے اختیار کر لینا۔
 حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے بعض
 حلال کو بھی ترک دینا۔
 نیکی سے خوش ہونا اور بدی سے غمگین ہونا۔
 احکام اسلامی کے لیے قلب میں کشادگی پیدا ہونا
 نازوں کے لیے سجد کی پابندی۔
 طہارت کی نگہداشت
 دین کی حفاظت کی خاطر غفلتوں سے بچنے پھرنا
 مومن کی صفات

۲۳۰	سودمند ہیں؟ غیر اللہ کی عبادت کرنی شرک ہے اگر یہ عقیدہ ہیں نفع و نقصان کا مالک خدا تعالیٰ کی ذات ہی کو تصور کرتا ہو۔	۲۳۱	اعتقاد اور پوشیداری سادگی اور شرافت دانائی اور مردم شناسی مومن جس میں ہوتا
۲۳۶	اللہ تعالیٰ کی ذات پر چر کرنے والا کوئی نہیں اور نہ کوئی بڑے سے بڑا کام اس کے نزدیک بڑا ہے۔	۲۳۸	نرم مزاجی اور ہر دہلویزی صاف سینہ ہونا۔
۲۳۸	بندہ کو چاہیے کہ وہ اپنی سب مرادیں اللہ تعالیٰ سے مانگے۔	۲۳۹	مسلمانوں کی تکلیف کا اپنی تکلیف کی برابر احساس کرنا میں ہوں سے ڈرنا۔
۲۳۳	مسلمانوں کے قلب پر ایک اللہ تعالیٰ کی حالت کا نقش ہو جانا توحید کا سب سے بلند مقام ہے کسی مخلوق کے متعلق ظاہری ہیبت سے بڑھ کر حقیقی تاثیر کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔	۲۴۰	اپنی عزت نفس کی حفاظت کرنا۔ ہمیشہ توبہ کرتے رہنا۔
۲۳۵	غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کرنا کفر ہے، غیر اللہ کے نام کی قسم کھانی ایک قسم کا شرک ہے مسلمان کو سخت وسعت کتنا حق کی بات ہو اور اس سے جگ کرنا کفر کی حرکت ہے۔	۲۴۱	احکام اسلامی کا اس طرح پابند رہنا جیسے گھوڑا ٹپنے کھونٹے کا۔
۲۳۶	تصور رکھنی اللہ تعالیٰ کی صنعت خالقیت کی تعالیٰ ہے۔	۲۴۲	از سر تا قدم خیر خواہی اور نفع نفس بن جانا ہر حالت میں خدا سے تعالیٰ کا شکر گزار رہنا
۲۳۸	قرآن کی آیتوں میں باہم اختلاف پیدا کرنا کفر کی بات ہے۔	۲۴۳	نرم دلی پاکیزہ زبان ہونا
۲۴۱	ریا کاری بھی ایک قسم کا خفی شرک ہے غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی ممانعت بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنے اور ان پر چراغ جلائے کی ممانعت	۲۴۴	راست گو، امانت دار اور وفا شعار ہونا مجبوری میں توبہ کر لینا جھوٹ سے بچنے کا ایک صحیح طریقہ ہے۔
۲۴۲	گھر سے اور پتھروں کی تعمیر پر چادریں ڈالنے کی ممانعت کفار کی عبادتوں کے اوقات میں ناز پر مٹھنی غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سلنے رکھنے کی ممانعت	۲۴۵	اچانک قتل کرنے سے بچنا۔ مومن مرد کا مومن بی بی سے بغض نہ کرنا کسی مسلمان کو ہنس مذاق میں بھی پریشان نہ کرنا مسلمانوں کے حقوق مسلمانوں کا اکرام
۲۴۳	تاہم غلام آزاد کو لے کر ممانعت کیونکہ اس میں غلام کی مالکیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت کا شبہ پڑتا ہے۔	۲۴۶	شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام شرک انسان کی فطرت نہیں۔ شرک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدتر جرم ہے شرک و کفر کی ملاوٹ کے ساتھ ایمان بھی سود مند نہیں
۲۴۴		۲۴۷	مشرک کے حق میں شفاعت قبول نہیں کافروں کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے اسلام قبول کرنے کے بعد کیا زاد کفر کی نیکیاں بھی قبول ہو سکتی ہیں؟
۲۴۵		۲۴۸	اگر کافر اسلام ڈلائے تو کیا اس کی نیکیاں
۲۴۶		۲۴۹	

۳۶۹	کسی ہزار تقضا کر دینا کفر ہے۔	۳۶۹	ایک قسم کا شرک ہو
۳۷۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں ایسی سہولت آمیزیاں کرنے کی ممانعت جیسی نصائے نے حضرت عیسیٰؑ کی شان میں کیں	۳۷۰	کافروں کی چھوڑتی شیطان کا کام ہیں
۳۷۱	اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے ہندو کی مشیت کچھ نہیں۔	۳۷۱	نبی کے علم کو خدائے تعالیٰ کے غیر متناہی علم سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔
۳۷۲	خدا اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا اسلامی ادب کے خلاف ہے۔	۳۷۲	کسی کی طرف غیب دانی کی نسبت نہیں کرنی چاہیے
۳۷۳	آقا کو اپنے غلام کو عبد کہنے کی ممانعت شہنشاہ نام رکھنے کی ممانعت ابو الحکم کینت رکھنے کی ممانعت	۳۷۳	خلاف شرع امور میں غیر اللہ کی اطاعت کرنی بھی شرک کی ایک قسم ہے
۳۷۴	مومن کو چاہیے کہ وہ زائد کفر کی عادتوں سے دور رہے اگرچہ وہ کفر کی حد تک نہ ہوں۔	۳۷۴	استیصالی حرکت کے متعلق سلف کا اہتمام۔
۳۷۵	اپنے والد کے باپ بولے سے انکار کرنا اور غلام کا اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جانا کفر کے ہم پل ہے۔	۳۷۵	لحاق اور اس کی قسمیں۔
۳۷۶	یوں کہنا مومن کی شان کے خلاف ہے کہ اگر غلام کام نہ کروں تو میں مسلمان نہیں	۳۷۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے منافقوں کا کچھ تذکرہ
۳۷۷	جو مسلمان بھائی پر ہے بات حق و کفر کی تہمت لگاتا ہے وہ لوٹ کر اسی پر پڑتی ہے۔	۳۷۷	علی نقان
۳۷۸	تادیل یا تادافعی سے کسی کو کافر کہنا کفر نہیں۔	۳۷۸	لحاق کے طبع
۳۷۹	شراب نوشی کی عادت نہایت پرستی کے برابر ہے	۳۷۹	سائق کی صفیں
۳۸۰	شرک اور مسلمان کے مابین قاتل کی مقرریت نہ ہوگی۔	۳۸۰	لحاق کی نشانیاں
۳۸۱	مومن کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ مشرکین کی جماعت میں شامل رہ کر ان کی کثرت اور تقویت کا باعث بنے۔	۳۸۱	دروغ گوئی
۳۸۲	پردہ خالی کا عقیدہ رکھنا اور کابین کی تصدیق کرنا	۳۸۲	وعدہ ظانی
		۳۸۳	وادی مجکرا
		۳۸۴	عائدوں میں کابلی قندہ سی
		۳۸۵	لحاق کے چند اسباب
		۳۸۶	لحاق سے ملحدہ ہونا
		۳۸۷	عاقبت کی عقیم کرنا
		۳۸۸	لحاق سے پناہ مانگنے کی چند ممانعتیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کہ ترجمان السنہ جلد اول طبع ہو کر شائقین تک پہنچ گئی اور اب جلد ثانی پیش کی جا رہی ہے۔ جلد اول طباعت کے جن دشوار گزار مراحل سے گزری تھی یہ ہے کہ ان میں ہر مرحلہ ناقابل عبور تھا، لیکن اسے قدرت کا ایک کرشمہ ہی کہنا چاہیے کہ بالآخر وہ تمام مرحلے طے ہو گئے اور ارشادات نبوت کا یہ عظیم الشان ذخیرہ عالم خیال سے نکل کر مصنفہ شہود پر آگیا۔ والحمد للہ حد اکثر طبیباً مبارکافہ۔

مؤلف کو جلد اول کی تالیف کے وقت یہ شکایت تھی کہ اس اچھوتے اور اہم موضوع پر قلم اٹھانے کے لیے اس کو سالوں کی بجائے چند مہینے اور چند مہینوں کی بجائے چند ہفتے اور چند ہفتوں کی بجائے چند برسوں کی بجائے سیرت کی سیرت اس کی ذہنی مرہل بھی طے کرنے نہیں پاتا تھا کہ دنیا قلم پر آجائے کا تقاضا ہو جاتا تھا اور کاتب کا تہہ لگتا ہے ایک لیجائے تھے مگر جب دوسری جلد کی تالیف کی نوبت آئی تو ان گزشتہ ایام ہی پر حسرت ہوتی تھی کہ اس گزشتہ ایام کے سکون و طمانیت کی وہ ساعتیں پھر عود کر آئیں وہ حوادث و انقلابات کے اس مہیب سمندر میں بہا جا رہا تھا جس کی طوفان خیز موجوں میں اطمینان و سکون کا تو ذکر ہی کیا موت و حیات کا یہ لگنا بھی مشکل تھا۔ لیکن اس سرسنگی و فراموشی کے عالم میں بھی اگر کوئی شے فراموش نہیں ہو سکتی تو وہ جلد ثانی کی تالیف کا خیال تھا۔ اب مؤلف کے پاس نقد المصنفین کی لائبریری کے علی ذخائر تو کجا نام کے لیے ایک کتاب بھی نہیں تھی، مشورہ کے لیے علماء کی مجلسیں تو کہاں تیسرے ہوئیں کسی عالم کی ایک صحبت بھی غنما ہو گئی تھی اور مددگار سکون اور جمعیت خاطر کا تو کہیں دور دور بھی پتہ نہیں تھا۔ ایک ایک حدیث کے لیے اس کو قرن اول کی طرح میلوں مارا مارا پھرنا پڑتا تھا پھر جب ہزار مشکل کوئی حدیث کہیں اس کے ہاتھ لگ جاتی تو طبیعت کی در ماندگی کے بڑھنے سے جالب رہے بیٹھتی تھی اور اگر کسی وقت طبیعت ذرا بیدار ہوتی تو جن مآخذ کا وہ سہارا نکلتی وہ بکیر معدوم نظر آتے تھے۔ ان سب مشکلات سے بڑھ کر یہ مشکل تھی کہ جلد ثانی کے تشریحی نوٹ اگر علمی لحاظ سے جلد اول کے ہموزن نہ رہتے تو دونوں جلدوں کا توازن فوت ہوتا تھا۔ بہر حال سنہ ۱۳۴۷ھ کے ان ہی تاریخی ہنگاموں سرسبکیوں اور معذوریوں میں یہ جلد بھی تالیف ہو گئی اور یہ خیال کر کے کہ اگر تخمین صورت و سیرت کی خاطر کسی دوسری فرصت کا انتظار کیا گیا تو معلوم نہیں آئندہ حالات اور کہہ کر لیجائیں، اس جلد کو

اسی حالت میں یہ کہہ کر قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

علی آنتی راجن پان آخیل للہوی وَاَخْلَصَ مِنْهُ لَا عَظَمَ وَلَا لَیَا

”ترجمان السنہ کے عنوانات اور جمع احادیث میں جو اسلوب جدید اختیار کیا گیا ہے چونکہ وہ اس خدمت کا ایک بڑا اہم حصہ ہے اس لیے اس کے متعلق کچھ گزارش کر دینی ضروری ہے۔ عام ناظرین کے پیش نظر جو چیز سبکی وہ صرف اس کے تشریحی نوٹ یا زیادہ سے زیادہ اس کے تراجم کی سطح ہوگی لیکن اس کے عنوانات کی گہرائی، ان کا باہم ربط، اس کے تراجم کی خصوصیات اور خالی الذہن انسان کو ان سے جو اسلامی تربیت حاصل ہو سکتی ہے اس کا احساس خال خال ہی کسی کو ہوگا۔ رہی وہ کاوش جو احادیث کی جمع و ترتیب کے سلسلہ میں اٹھائی گئی ہے اس کا اندازہ بجز ان چند علماء کے جو کتب حدیث کے ذخراخانہ میں اپنی راتوں کی فیند تلف کرنے کے عادی بن چکے ہیں اور کس کو ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت کے اظہار میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ ترجمان السنہ کی کتاب الایمان کی تسوید میں کسی ایک یا چند کتب کی صرف کتاب الایمان کا مطالعہ قطعاً کافی نہیں ہو سکا بلکہ اس کے ایک ایک عنوان کے لیے احادیث کے مختلف ابواب کے دفاتر لٹے گئے ہیں۔ پھر اس وسیع سمندر کی تہ میں جو جو موتی غیر مرتب بکھرے نظر آئے ان کو جن جن بہتر سے بہتر موقع پر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر حدیث نمبر ۳۰ دیگر کتب یا آثار میں صرف دسویں کے عام عنوان کے نیچے ملتی ہے لیکن ترجمان السنہ جلد اول میں اس کو آپ کی ضرورت ایک اہم عنوان کے تحت رکھ دیا گیا ہے، اسی طرح صفحہ ۳۳۲ تک جنہی حدیثیں ذکر کی گئی ہیں پہلے آپ ان کو ایک بار دیگر کتب حدیث میں دیکھ جائیے کہ کن ابواب اور عنوانات کے تحت ہیں پھر ترجمان السنہ میں ان کے عنوانات ملاحظہ فرمائیے ہولف کی کاوش کا اندازہ ہو جائیگا۔ کتاب التوحید کے بعد رسالت و نبوت کا اہم باب سامنے آتا ہے اس سلسلہ میں حدیث (۹۳) کا مضمون پہلے بغور ملاحظہ کیجیے، آپ کو یقین ہو جائیگا کہ رسولوں کی ذات سے والہانہ عقیدت رکھنے والوں کے لیے مال و دولت میں کوئی حصہ نہیں ہے، یہ تصور حقیقت کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی درست ہو لیکن موجودہ مداخلہ کے لیے جتنا دشمناناک ہو سکتا ہے ظاہر ہے۔ مولف نے اس موقع پر سوال کی جوابدہی سے قبل پورا وقت اس پر صرف کیا ہے کہ سب سے پہلے صاحب شریعت کے فشاء کا پتہ لگایا جائے اس کے بعد اصل مسئلہ کی جانب توجہ کی جائے۔ اس مرحلے پر نہ معلوم کتنی درد سہی اور کاوش کے بد نسیم الرایض میں چند کلمات نظر پڑ گئے جن سے حدیث کا اصل مفہوم روشن ہو گیا۔ پھر دیکھا تو شبہ کا کوئی محل ہی باقی نہ رہا تھا۔ اس تمام مضمون کو پہلے ایک مختصر عنوان میں سمیٹ دیا گیا ہے پھر تشریحی نوٹ میں اس کی وضاحت

کردی گئی ہو۔

اسی ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ تعارف کا ذکر آگیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس سلسلہ کا سب سے اہم تعارف آپ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ صرف رسالت و نبوت کا تصور گوانیا رسالتین پر ایمان لانے کے لیے کافی ہو لیکن آپ کے حق میں یہ تصویر یقیناً ایک ناقص تصور ہے آپ کا کامل تصور اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک رسالت کے ساتھ آپ کے خاتم النبیین ہونے کا تصور بھی نہ کیا جائے۔ اسی لیے قرآن کریم نے سورہ احزاب کی آیہ **وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ** میں حضورؐ کے تعارف کے لیے رسول اللہ کے ساتھ خاتم النبیین ہونا بھی نمایاں طور پر ذکر کیا ہے۔ گو یہ حدیث میں سے کسی کا نبی والدہ ہونا اگرچہ علم شان رسالت کے منافی نہ ہو لیکن خاص آپ کی شان کے منافی ہے کیونکہ آپ صرف اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں۔ یہ باب اگر کتب احادیث میں آپ کو جتنا مختصر کیا ترجمان السنہ میں وقتی تقاضوں کے لحاظ سے اسی قدر مفصل نظر آئے گا صرف اس ایک باب میں ہمیں جدید مآخذ کا نام کیے گئے ہیں پہلے اس مضمون کی جتنی حدیثیں کتب تفاسیر و احادیث میں مختلف مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں ان کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے پھر معنایں کے لحاظ سے ان کو جدا جدا عنوانات کے تحت تقسیم کر دیا گیا ہے اور کوشش صرف اس باب کو پھیلانے کی نہیں کی گئی بلکہ ان تمام نقوش و عنوانات کو ابھارنے کی گئی ہے جو گذشتہ دو میں غیر ضروری ہونے کی وجہ سے دبے ہوئے تھے اور درحقیقت اس سلسلہ کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے تھے۔ پھر تشریحی نوٹوں میں اس کی ضروری وضاحت بھی کر دی گئی ہے، خاتمہ پر جو مقالہ سپرد قلم کیا گیا ہے وہ خواہ اس موضوع کی خوش کن تعبیرات سے لبریز نہ ہو لیکن اس راہ میں شکوک و شبہات کا جو کتنا بھی کسی کے قلب میں چھب سکتا تھا اس کے نکالنے کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے غائبانہ تعارف کے سلسلہ میں ان صفات کا ذکر بھی آگیا ہے جو تورات و انجیل میں مذکور تھیں اور خوش قسمتی سے ان کا تذکرہ حدیثوں میں بھی آگیا تھا۔ چونکہ ترجمان السنہ کا موضوع مستند احادیث کا مجموعہ پیش کرنا ہے اس لیے ان احادیث کا جمع کرنا بھی ناگزیر طور پر اس کے موضوع میں داخل ہو گیا ہے۔ یہاں اصل مقصد یہود و نصاریٰ کو خطاب کرنا نہیں کہ جو رسول پر ایمان ہی سے بے بہرہ ہوں وہ اس کے کلام سے کیا مستفید ہو سکتے ہیں ہمارے مخاطب وہ اصحاب ہیں جو احادیث کے مطالعہ کا شغف تو رکھتے ہیں لیکن سودا فاق سے ان کے پاس ان کے حسب مذاق اردو زبان میں کوئی کتاب نہیں۔ ترجمان السنہ کے صفحہ ۵۰ پر اس کے متعلق پوری وضاحت

کردی گئی ہے۔

اسی سلسلہ میں علم النبی کے عنوان کے تحت آپ کو دو حدیثیں پیش پہلی حدیث: انا اعلمکم باللہ اور دوسری حدیث: انتم اعلمہ باموردنیا کہ: آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ کلمات کی روشنی میں عنوان بالا کا فیصلہ پورے اعتدال کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ یہ دو حدیثیں کتب حدیث میں جن جن عنوانات کے تحت ہیں ان کے بالمقابل ہماری ضرورت کے لحاظ سے عنوان مذکور کہیں زیادہ اہم و پھر یہ دو حدیثیں دیگر کتب میں سیکڑوں صفحات کے فاصلہ پر رکھی ہوئی ہیں اور ترجمان السنہ میں پہلو بہ پہلو رکھی ہوئی نظر آئیں گی اس طرح کار کے محور سے اول ملام بخاری ہیں۔ ان کے بعد حدیثی صنائع میں توان کی نقالی بھلا کون کر سکتا تھا ہاں ان کی کتاب کے صرف خارجی نقش و نگار کی نقالی کی ہم نے بھی کوشش کی پر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے مقبولان بارگاہ کی اس نقالی میں برکت و اخلاص مرحمت فرمائے۔ آمین۔

حق تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول کے محقر تعارف کے بعد ان پر ایمان لانے کے ابواب شروع کیے گئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے فضائل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس باب کے اکثر عنوانات گو خود احادیث ہی کے محقر ٹکڑے ہیں مگر ترجمان السنہ میں ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ ایک جگہ جمع کر کے بشکل عنوانات روشن کر دیا گیا ہے تاکہ ان کے مطالعہ کرنے والوں میں ایمان کی ایک نئی روح پیدا ہو جائے۔ حدیث نمبر ۲۰ پر جو عنوان قائم کیا گیا ہے وہ علم کا ایک جدید اور مستقل باب ہے یعنی ایک نئی پر دس کو نہ ثواب ملتا تو اسلام میں ایک مشہور ضابطہ ہے لیکن اس کے بعد سات سو گونہ تک ثواب ملنے کا ذکر بھی حدیثوں میں آتا ہے۔ ہمیشہ خیال یہی رہا کہ سات سو گونہ اور اس سے زیادہ ثواب ملنے کا شاید کوئی ضابطہ نہ ہو گا یہ صرف اہم للاہمین کی رحمت بے پایاں کے تحت ہے وہ جسے جتنا چاہے عطا فرما دے۔ لیکن جب حافظ ابن رجب حنبلی کی کتاب نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ سات سو گونہ اور اس سے زیادہ... تضاعیف کا ثواب بھی شریعت میں ایک بہت مقول ضابطہ کے تحت ہے۔ ترجمان السنہ میں اس کی طرف پہلے ایک محقر عنوان میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نوٹ میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔ اس کی قدر لیے ہی ہر شخص فرما سکتے ہیں جن کے قلوب میں خوش اعتقادی کی دنیا سے نکل کر علی میدان میں قدم رکھنے کا جذبہ ہو یا جن کے دماغ میں علمی لحاظ سے اس بارے میں کبھی کوئی الجھن پیش آئی ہو۔

اسی طرح ارکان اسلام میں باہم ربط کا عنوان بھی ایک اہم عنوان ہے جس پر ترجمان السنہ جلد اول کے آخر میں اور اس جلد میں بھی ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے۔ مضمون کی اہمیت ان مقامات کے مطالعہ کے

بعد ہی واضح ہوگی۔

ابواب الایمان کی تکمیل کے بعد کتب احادیث کی ترتیب کے بالکل برخلاف اشراک بائند اور نفاق کے ابواب ذکر کیے گئے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں ان ابواب کی پوری وضاحت کیے بغیر کتاب الایمان کی جتنی بھی تفصیل کی جائے ناقص رہتی ہے۔ اس کے شروع میں بھی ایک متوسط مقالہ لکھ دیا گیا ہے، اس ترتیب سے مؤلف کا مقصد یہ ہے کہ جب تک پہلے خدائے وحدہ لا شریک لہ اور اس کے رسول پاک کا اس طرح تعارف اور ایمان کے یہ مراحل طے نہ کر لیے جائیں اور شرک و نفاق کی ہر آلودگی سے اس کو کیسر پاک و صاف نہ کر لیا جائے ایمان کامل نصیب نہیں ہو سکتا۔

دائیں ایمان پر جب کبھی معصیت کا دلغ لگ جاتا ہے تو دماغی لحاظ سے ایک بڑی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے وہ کبھی تو اس کو اعتزال کی طرف لیجاتی ہے اور کبھی ارجار کی طرف کھینچتی ہے۔ حدیث بھی اس بارے میں دونوں طرح کی ملتی ہیں، کہیں ادنیٰ فروگزاشت سے ایمان کی نفی معلوم ہوتی ہے اور کہیں شراب نوشی جیسی معصیت کے بعد بھی مغفرت کی بشارت سے محرومی معلوم نہیں ہوتی۔ مؤلف نے ان دونوں قسموں کا توازن قائم رکھنے کے لیے مختلف عنوانات قائم کر دیے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کامل ہے تو مہربانہ مقام جو معمولی معصیت کی ٹھیس بھی برداشت نہیں کرتا شراب نوشی تو کجا۔ لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ اسلام میں انسان کی فطری کمزوری کے لیے کوئی پناہ نہیں ہے۔ وہ ہر وقت اس کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اس کا قلب جذبات و فدا داری اور معصیت پر ندامت سے معمور رہے، اسی کے ساتھ وہ برابر اس کی توبہ دیتا ہے کہ انسان صرف اغماض و تساہل کی زندگی بسر کرنے کا عادی نہ بنے بلکہ اس مقام رفیع تک رسائی کی سعی کرتا رہے جہاں پہنچ کر ادنیٰ سی فروگزاشت بھی اس کو بصورت نفاق نظر آنے لگے۔ اس کے بعد تقدیر کا اہم مسئلہ شروع ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ ہر دور میں معرکہ الارامائل میں سب سے زیادہ لاغیل سمجھا گیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، اس کے باوجود ہر زمانے میں اس پر علماء و فضلاء نے خام فرسائی کی ہے۔ احقر نے بھی کبھی فرصتوں کے دنوں میں اس پر دو مقالے لکھے تھے اور خیال

۱۔ اکثر برصغیر کے مسافر میں ترجمان السنہ پر رپو کر تے ہوئے ایک حدیث کے عنوان پر غفلت کے ساتھ اختلاف رائے ظاہر کیا گیا ہے۔ اختلاف رائے ہر عالم کا حق ہے، لیکن اس کا بھی تحمل ہونا چاہیے۔ حدیث ۹۱۲ پر احقر نے ایک شخص کی شراب نوشی پر معصیت کا لفظ اطلاق کر دیا ہے۔ فاضل معاصر نے معصیت کے بجائے اس کو لم میں داخل فرمایا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ جس امر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دو مرتبہ حد شرعی قائم ہو چکی ہو کیا اس کو کبھی معصیت کی تعریف سے خارج کیا جاسکتا ہے اور پھر کیا وہ ترجمہ جو اس حد پر امام بخاری کی جانب سے ترجمان السنہ میں نقل کیا گیا ہے اس پر کتاب لم پر قائم کیا جاسکتا ہے؟

یہ تھا کہ علماء کے گزشتہ مضامین کے ساتھ ان کی حیثیت پیوند کی ضرورت ہوگی مگر افسوس اور صد افسوس کہ اس فتنہ میں وہ بھی ضائع ہو گئے۔ اس متابعِ علمی کے ضیاع کا جتنا صدمہ ہو سکتا ہے وہ ہوا اور زیادہ افسوس اس کا ہے کہ اب اس مکمل تصویر کا ایک نقش بھی ذہن میں نہیں رہا کہ کسی ناقص صورت ہی میں اس کو ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جاتا۔ اب نہ وہ فرصت ہے، نہ وہ طبیعت کی تازگی، نہ وہ علمی ذخائر بلکہ وہ بہت شکن در ماندگی محیط ہے جو کسی علمی سرمایہ گم کو نیوالے کو ہوا کرتی ہے۔ با اس ہر کتاب کی تکمیل کے تقاضا مہمیز کا کام کرتے رہے اور اس لیے ایک شکستہ طبیعت میں جتنی سکت بانی تھی اس کو پھر اٹھنا پڑا اور بڑی جانفشانی کے بعد اس مضمون کی احادیث جمع کرنے کی جو خدمت رہ گئی تھی اس کو مکمل کر کے وقتی استحصال کے لحاظ سے ایک مقالہ یہاں پھر مدیہ ناظرین کو دیا گیا ہے۔ اس باب کی حدیثیں بھی احادیث کے تمام متفرق ابواب سے جمع کی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ کتاب النکاح اور کتاب العتاق سے۔ آپ کو تعجب ہو گا کہ ان ابواب میں تقدیر کے مسئلہ کی حدیثیں کہاں طے کی گئیں اور بہت بیش بہا ملیں۔ خوش نصیبی سے اس وقت ہمارے پاس مصطفیٰ صبری کا رسالہ موقف البشر موجود تھا۔ اس باب میں یہ رسالہ جملہ گزشتہ تصانیف سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس کو بار بار مطالعہ کر کے خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ان مباحث کے بعد ارادہ تھا کہ عالم ارواح برزخ اور آخرت پر بحث کی جائے جس کے سمن میں ملائکہ اور شیاطین اور دونوں جنت وغیرہ کے مباحث بھی آ جاتے ہیں۔ اور اس طرح کتاب الایمان میں امانت بائدہ کی مشہور ترتیب محفوظ رہے لیکن بعض وقتی مسائل کے لحاظ سے شاید یہ ترتیب ترک کرنی پڑے اس لیے ابھی نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ جلد کس ترتیب سے سامنے آئے گی۔

یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ تیسری جلد میں تشریحی نوٹوں کا یہ اسلوب غالباً باقی نہ رہ سکے، وقت کی نزاکت کتاب کے جلد از جلد مکمل کر دینے کی متقاضی ہے اور تفصیلات میں جانا فرصت چاہتا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ پہلے جدید عنوانات کے تحت حدیثوں، ان کے ترجموں اور صرف مختصر نوٹوں پر گفتگو کی جائے۔ اس کے بعد پھر قدرت جس کو منتخب فرمائے وہ اس مواد کو پھیلا کر پوری تفصیلات کے ساتھ پیش کر دے۔ اس کا رد و دولت امت۔ کنوں تا کرار سد۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

بند محمد بکر عالم عفا اللہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الایمان کلاماً از حدیث علاقۃ بالغیب کا ان افضل ایمان کا تعلق غیب کے ساتھ جتنا گہرا ہوتا ہے فیضیت کا موجب

امام راغب غیب کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں والغیب فی قوله تعالیٰ یؤمنون بالغیب ما لا یتبع تحت المحاسن ولا تقتضی بلاءة العقل وإنما یعلم بخبر الانبیاء علیہم السلام غیب کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ آیتہ یؤمنون بالغیب میں غیب کا اطلاق ان چیزوں پر کیا گیا ہے جو انسانی حواس کے ادراک سے بالاتر ہیں۔ اور عقل بھی بدرہی طور پر ان کا تقاضہ نہیں کرتی وہ صرف انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے معلوم ہوئی ہیں۔ ذیل کی آیتوں میں غیب کے بھی معنی مراد ہیں۔

آسمانوں اور زمین کی غیب کی باتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

(۱) واللہ غیب السموات والارض۔

کیا اسے غیب کی باتوں کی خبر لگ گئی ہے۔

(۲) اطلعم الغیب

اللہ تعالیٰ اپنی غیب کی باتوں پر کسی کو قابو نہیں دیتا۔

(۳) لا ینظر علی غیب احد

غیب کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

(۴) لا یعلم الغیب الا اللہ

بجلا تم اس قابل کب ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی غیب کی

(۵) وما کان اللہ لیطلعکم

باتوں کی بلا واسطہ خبر دے

علی الغیب۔

اللہ تعالیٰ کو غیب کی تمام باتوں کا پورا پورا علم ہے۔

(۶) علام الغیوب

غیب کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں

(۷) وعنده مفاتیح الغیب لا یعلمها

اس نے غیب کا علم بھی صرف اسی کو ہے۔

الاہو۔

(۸) وكونت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير اگر میں غیب کی سب باتیں جانتا تو ساری بھلائیاں اپنے
وہاں مسخفتی السوء۔ لئے جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھے چھو بھی نہ سکتی۔

(حالانکہ میری زندگی شاہد ہے کہ نہ خیر کے تمام خزانے میرے ہاتھ میں ہیں اور نہ میں حوادث عالم
سے مستثنیٰ ہوں)۔

یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ خدا پرست اور مادہ پرست۔ مادہ پرست تمام
عالم کو صرف اپنے دائرہ محسوسات میں محدود تصور کرتا ہے اس کے نزدیک کسی اور عالم بالا کا تصور صرف
ایک وہم پرستی یا مذہبی خوش اعتقادی سے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے وہ دعوت انبیاء علیہم السلام میں جب
کسی مادہ محسوسات عالم کا تذکرہ سنتا ہے تو مباحثہ اس کا استخراج لانے کو تیار ہو جاتا ہے اس کے نزدیک
جب عالم غیب کی کوئی حقیقت ہی نہیں تو اس پر ایمان لانا بھی بے معنی ہے وہ اس ایمان کی حقیقت
صرف ایک جہل یا جبری انقیاد سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک ایسے ایمان سے نہ تو نفس انسانی میں کوئی
ارتقاء یا تحریک ابھر سکتی ہے اور نہ اس میں اعمال صالحہ اور ملکات حسنہ کا کوئی ذوق پیدا ہو سکتا ہے۔

دوسری قسم خدا پرستوں کی ہے ان کے نزدیک موجودات کو دائرہ محسوسات میں محدود سمجھنا ہی ایک بنیادی غلطی
ہے جب عالم محسوسات میں بھی بہت سی چیزوں کا یقین نہیں صرف مؤرخین اور جغرافیہ کی بیانات ہی پر
کرتا پڑتا ہے اور صرف اس بنا پر ایمان سے انکار کر دینا صحیح نہیں ہوتا کہ ہم نے مجسم خدا ان کو نہیں دیکھا تو پھر ان
مادہ محسوسات عالم کا انکار کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جن کو اگر ہم نے نہیں دیکھا لیکن انبیاء علیہم السلام کی آنکھوں
نے ہم سے زیادہ تحقیق کے ساتھ ان کو دیکھا اور ان کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ عالم غیب
کے غیر محسوس ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ صرف ہمارے ضعیف حواس کے دسترس سے باہر ہوتا ہے نہ یہ کہ
تحت الحس آنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے خدا پرست جماعت انبیاء علیہم السلام کی فہم و فراست
اور ان کی صداقت و امانت کے اعتبار پر عالم غیب پر ایمان لے آنا عین تقاضائے عقل سمجھتی ہے اور
یہی تصدیق کا ذمہ ان کے ایمان کی ساری قیمت ہوتی ہے۔ اگر غیب پر یہ اذعان و اطمینان حاصل نہ ہو
تو ان کا ایمان بے قیمت ہو۔

غیر معقول اور غیر مدبر کا فرق | مادہ پرستوں کو یہاں ایک بڑا مغالطہ یہ لگ گیا ہے کہ وہ غیر معقول اور
غیر مدبر میں فرق نہیں کرتے عالم غیب غیر مدبر کو تو ہے مگر غیر معقول
نہیں۔ غیر معقول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عقل انسانی اس کو محال سمجھتی ہو یا اس کی تکذیب کرتی ہو۔ اب آپ
غور کیجئے کہ ایمان کے اجزاء کیا ہیں اور ان میں کون سا جزا یہ ہے جس کو محال اور خلاف عقل کہا جاسکتا ہو

کیا ایک خالق کا وجود، کیا رسول کی رسالت، کیا خدا کی کتابیں، اس کے فرشتے، اس کی تقدیر اور ثواب و عذاب کے لئے دائمی مستقر۔ فرمائے کہ غیب کے اجزاء ان کے سوا اور کیا ہیں۔ پھر ان باتوں میں کون سی بات ایسی ہے جو عقل کے نزدیک محال ہے۔ اس پر حقائق ان حواس خمسہ کے احساس سے بالاتر ضرور ہیں مگر کیا یہ بات کوئی اصول موضوعہ میں داخل ہے کہ جرات ہمارے ادراک یا مشاہدہ سے بالاتر ہو اس کو تسلیم نہ کیا جائے۔ دریاں حالیہ ہمارے آلات ادراک سے زیادہ قابل وثوق آلات اس کا ادراک کر رہے ہوں۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ فان الانبياء عليهم السلام يخبرون الناس بما تقتصر عقولهم عن معرفته لا بما يعرفون انه مستنعم فيخبرونهم بمحادثات العقول لا بمحالات العقول۔ (الجواب للشيخ ۱۵ ص ۳۷۷)

اب رہا یہ سوال کہ اس بے دلیل بافیاد کا اثر نفس انسانی پر کچھ ہوتا ہے یا نہیں تو اس کا فیصلہ صحابہ کے وہ انقلابی کارنامے کریں گے جن کو تاریخ نے ارتقاء انسانی کی اساس و بنیاد قرار دیا ہے۔ ارتقائی زندگی کی جو مسافت ماہ پرستوں نے کبھی سالوں میں طے کی تھی وہ ان خدا پرستوں نے چند لمحات میں طے کر ڈالی ہے اسی لئے قرآن کریم نے صحابہ کرام کا ایمان بالغیب کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی عملی زندگی کا نقشہ بھی کھینچنا ضروری سمجھا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کا ایمان بالغیب ایسا ایمان نہیں تھا جس کی سطح پر عمل صالح کا کوئی بلبلہ بھی اتنا نظر نہ آتا۔ بلکہ وہ ایک ایسا طوفان خیر سمندر تھا جس میں اقامت صلوة، ایثار و کفۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کی موجوں کا ہنگامہ چھا ہوا تھا۔

الذين يؤمنون بالغيب ويقيمون
الصلوة ومما رزقناهم
ينفقون۔
جو لوگ یقین رکھتے ہیں بے دیکھی باتوں پر اور نماز قائم
کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیدیا ہے اس میں سے
کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھی خرچہ کرتے ہیں۔

اقامت صلوة سے ان کی بنی عبادت کے کمال کی طرف اشارہ تھا اور انفاق فی سبیل اللہ سے ان کی مالی قربانی کی طرف جس ایمان کے نتیجہ میں نفس انسانی میں جانی و مالی قربانی کی پاسبی پید ہو جائے اس کو بے اثر اور خشک ایمان کیسے کہا جاسکتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو دو قسم کے علوم لیکر تشریف لاتے ہیں ایک وہ جو صرف ان کی ضمانت و صداقت کے اعتماد پر ہے چمن و چرا تسلیم کر لئے جائیں وہ سراسر معقول ہی معقول ہوتے ہیں اگرچہ عقل انسانی بدیہی طور پر ان کا ادراک نہ کر سکے دوسرے علوم وہ ہوتے ہیں جو ہمارے ادراک و احاطہ عقل میں بھی داخل ہیں۔ ان میں اجتہاد و استنباط کی بڑی حد تک اجازت دی جاتی ہے بلکہ اس پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی زندگی کا لائحہ عمل حسب ضرورت خود پھیلائیں۔ قرآن کریم نے

گذشتہ اقوام کے تذکرے اور تاریخ کے عبرت آموز واقعات اسی لئے بار بار دہرائے ہیں تاکہ انھیں پڑھ کر آئندہ زندگی میں پوری بصیرت کے ساتھ چلنے کا سلیقہ آجائے۔ دین کے اس حصہ پر غور و خوض کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس حصہ کی معقولیت اور گہرائی کا اندازہ لگانے کے بعد اس کے دوسرے حصہ کی معقولیت کا یقین خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے حکمت و مشابہات کی تقسیم بھی اسی اصول پر قائم کی ہے اور انہیں فی العلم کی ہی علامت مقرر کی ہے کہ جب وہ آیات مشابہات پر گزریں تو (ان کی مرادیں معلوم کرنے کی بجائے) ان کے سامنے عجز و اعتراف کا سر جھکا دیں اور اس کا نام جہل اور جود نہیں رکھا بلکہ رُسخ فی العلم رکھا ہے اس کے برخلاف ان کی مرادوں کے درپے ہونے کا نام علم اور تحقیق نہیں رکھا بلکہ زینج اور فطرت کی کجی قرار دیا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت آپ احادیث نبویہ پڑھتے جائیے اور عالم غیب کے مباحث کو انبیا علیہم السلام کے اعتماد و ثوق پر تسلیم کرتے چلے جائیے۔ ہذا صراط مستقیم فاتبعوه۔

یہ بات قابل یادداشت ہے کہ ایمان کی تمام روح صفت یقین ہے اور یقین اسی وقت قابل تعریف ہو سکتا ہے جبکہ عالم غیب پر ہو ورنہ اپنے مشاہدہ پر یقین کرنا بدیہی بات ہے۔ اسی لئے فرمایا ولعلہم الله من ینصرون و یصلون بالغیب۔ یعنی دیکھنا تو یہ ہے کہ خدا اور رسول کے دین کی تائید دین دیکھے کون کون کرنا ہو۔ خدا کے مقدس فرشتے عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں اگر وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے تو ان کا کمال کیا ہے۔ کمال یہ ہے کہ عالم غیب کا ذرہ ذرہ تحت الحجاب ہو اس پر اس کی تائید و نصرت میں وہ سرگرم ہو جو عین مشاہدہ میں ہوتی ہیں۔ وہ ایمان جو ملائکہ اللہ کے لئے بھی قابل رشک ہے ان کا ایمان ایمان بالغیب نہیں یہ ایمان ہمارا نصیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تکلیفات شرعیہ کا بار ڈالنے کے لئے قدرت نے اپنے اور انسان کے درمیان ایک حجاب غیب ڈال دیا ہے جس کے بعد جنت و عذراخ اور خدا کے فرشتے تو درکنار خود خالق کا بدیہی وجود بھی عالم غیب میں شامل ہو کر رہ گیا ہے۔ قیامت میں یہ حجاب غیب اٹھا دیا جائے گا اور اسی لئے تکلیفات شرعیہ کا دائرہ بھی ختم ہو جائے گا نہ عالم کے وجود سے قبل انسان مکلف تھا نہ عالم کی فنا کے بعد مکلف رہے گا۔ دائرہ تکلیف صرف غیب کی تاریکی تک محدود ہے۔ اسی عارضی حجاب نے عالم غیب کو نظری بنا رکھا ہے ورنہ جو آج نظری ہے وہ کل یقینی تھا اور قیامت کے بعد پھر یقینی بن جائے گا موجودہ تردد و انکار جو کچھ بھی ہے وہ صرف اس حجاب غیب کا ثمرہ ہے۔ انبیا علیہم السلام صبر فرمائیں اس لئے آتے ہیں کہ جو کچھ اس حجاب غیب کے ماوراء ہے اس کو بتا دیں۔ اسی لئے ان کی حیثیت صرف ایک مبلغ اور تذکر کی ہوتی ہے۔ نہ غیب کے علوم حاصل کرنے میں وہ خود داغ سوزی کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں پھر جو علوم از خود قدرت ان پر فائض کر دیتی ہیں ان کو وہ کسی بخل کے بغیر سب کو

سکھا دیتے ہیں وما هو علی الغیب بضنین۔ جو دلائل کی پر خارا دہی میں گرفتار ہے وہ بحث زیادہ کرتا ہے اور عمل کم کر دیا مشقت سفر زیادہ اٹھاتا ہے اور منزل کم طے کرتا ہے۔ پھر یہ بھی ٹھیک معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا رُخ صبح مقصد کی طرف بھی ہوتا ہے یا نہیں اسلام نے مختصر عمر میں آخرت کی طویل منزل طے کرنے کے لئے یہ تعلیم دی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اعتماد پر وقت کی تمام فرصت عمل میں صرف کر ڈالے۔

یہ بھی زیر نظر رہنا چاہئے کہ اس عنوان کے تحت احادیث کا منشا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے ہوئے بغیر ایمان لانے والوں کی بہت بڑی فضیلت مذکور ہے یہی ہے کہ اس جماعت کے لئے رسول کی ذات اقدس بھی گویا عالم غیب ہی میں شامل ہو گئی ہے۔ اور اس حیثیت سے ان کا ایمان اور غیب و رغیب بن گیا ہے اس کو جزئی فضیلت کا صرف ایک اسلوب بیان سمجھنا چاہئے۔ ورنہ در اہل رسول کی ذات کسی حال میں بھی عالم غیب میں شمار نہیں ہوتی وہ قطعی طور پر عالم محسوسات میں داخل ہوتی ہے۔ البتہ اس کی رسالت ہر حالت میں عالم غیب کا ایک آبدار گہر ہوتی ہے جس پر ایمان لانے میں رسول کی شخصیت بلا شبہ بڑی حد تک معین ہوتی ہے چنانکہ اس کی وفات کے بعد یہ مساعرت باقی نہیں رہتی اور صرف عالم غیب کا حصہ بنی اس کی رسالت باقی رہ جاتی ہے اس لئے اس پر ایمان لانا اس جزئی فضیلت کا موجب بن جاتا ہے اور اسی معنی سے رسول پر ایمان کو ایمان بالغیب کہہ دیا جاتا ہے۔

(۲۵۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «طُوبَى لِمَنْ

أَمِنَ بِي وَطُوبَى لِمَنْ أَمِنَ بِي وَلَمْ يَرِنِ سَهْمَ مَرَاتٍ» (رواه احمد و ذكره السيوطي في الجامع الصغير ورفعه له بالصحة ونقل العنيزي عن شيخه تصحيحه - واورد الحافظ السيوطي جميع طرقه في الجامع الصغير ورفعه لها بالتحسن

(۲۵۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ لَنَا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ جُلُوسًا فَنَدَى كَرَسَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْبَعُونَا بِهِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ إِنَّ أَمْرًا مَخْفِيًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲۵۲) انس بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو تو ایک بار مبارکباد اور جس نے مجھے نہیں دیکھا اور بھرا ایمان لایا اس کو بار بار مبارکباد۔ احمد

(۲۵۳) عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ان کے فضائل کا تذکرہ چھڑ گیا اس پر عبداللہ بن مسعود نے فرمایا آنحضرت کی

عمر تیرہ سال اول ۳۶۲ و ۳۶۳ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد ثانی کے شروع میں حدیثوں کے نمبروں میں ۱۰۰ عدد بڑھا دیا گیا ہے اور بجائے ۲۵۱ کے اس کو ۲۵۲ سے شروع کیا گیا ہے۔

(۲۵۲) مسند ابوداؤد طحاوی میں یہ حدیث حضرت ابن عمر سے بھی منقول ہے اس کی ابتداء میں اتنا قصہ اور مذکور ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بڑی حسرت کے انداز میں عرض کیا کہ آپ لوگوں نے تو اپنی ان آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دئے ان کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ اس پر اس شخص نے کہا مبارک ہو اس پر حضرت ابن عمر نے فرمایا تو ایسے آپ بھی مجھ سے ایک ایسی حدیث سن لیجئے جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے اس کے بعد حضرت انس کی اسی حدیث کا مضمون ذکر کیا صرف اتنا فرق ہے کہ اس کے آخر میں سات مرآت کی بجائے ثلاث مرآت کا لفظ ہے۔ (دیکھو درختہ نور ج ۱ ص ۲۶)

(۲۵۰) اس میں کیا شبہ ہے کہ صحابہ کرام اپنی سابقیت، دین کی ہدایت نصرت اور شاہدہ و مغازی میں ہمہراستہ کی وہ مثال دنیا میں قائم کر گئے ہیں کہ اب ان کے مقابلہ میں تمام امت میں سے کسی کا کوئی عمل بھی قابل ذکر نہیں ہو سکتا اس لئے ان کے فضائل کا تذکرہ باطل بر محل اور بجا تاہن حضرت ابن مسعود چونکہ اس مقدس جماعت کے خود بھی ایک ممتاز فرد تھے ان کی شان تواضع نے اپنے من پر اپنی قرین سنی گوارا کی اور آئندہ امت کے لئے بھی ایک ایسی امتیازی فضیلت ذکر کر دی جس سے پیش: منے لگا کہ میدان فضیلت میں اگر وہ صحابہ سے پیش پیش نہیں تو ان سے بہت پیچھے بھی نہیں۔ ایمان بالانبياء کی جو صفت یہاں ذکر کی گئی ہے صحابہ کرام اس میں بھی بقیہ امت سے پیش تھے لیکن رسول کی ہر اہم صفت و صفا شخصیت چونکہ ان صفات امت کے سامنے نہ ہوگی اس لئے اس بزرگ: میں کو ان کے دل

كَانَ يَبْغِي الْعَيْنَ وَالْأَنفَ لَا إِلَهَ غَيْرُهُ مَا آمَنَ أَحَدٌ قَطُّ بِمَا أَنَا أَفْضَلُ مِنْ إِيْمَانٍ بِغَيْبٍ ثُمَّ قَرَأَ
(الْعَمَلُ ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا يَرَىٰ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْتُونَ بِالْغَيْبِ إِلَى قَوْلِهِ الْمَطْعُونُ)
هَكَذَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ وَالْحَاكِمُ فِي مُسْتَدْرَكِهِ مِنْ طَرَفٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا التَّفْسِيرِ
وَقَالَ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ -

(۲۵۴) عَنْ أَبِي نُجَيْمٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ رَجُلٍ مِنَ الصَّحَابَةِ حَدَّثَنَا حَدِيثًا
مَوْعُظَةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ أَحَدًا كُنْتُ حَدِيثًا جَدًّا أَنْتَدَّ بَيْنَا مَعَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ أَحَدٌ
خَيْرٌ مِنَّا أَسْلَمْنَا مَعَكَ وَجَاهَدْنَا مَعَكَ قَالَ لَعَنَ قَوْمٌ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِ كُنْتُ يُؤْمِنُونَ بِي وَلَكِنْ
يَرَوْنِي - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَخَرَجَ طَرَفًا كَثِيرًا مِنْ كَثِيرٍ وَخَرَجَهُ الْحَاكِمُ وَمُجْمَعُهُ

صداقت ہر اس شخص کے سامنے جس نے آپ کو دیکھا تھا بالکل صاف اور عیاں تھی۔ اس ذات کی قسم
جس کے سوا خدا کوئی نہیں۔ کوئی شخص ایمان نہیں لایا جس کا ایمان بن دیکھے ایمان سے افضل ہو،
پھر اس کے ثبوت میں انھوں نے یہ آیت پڑھی (الحدیث کتاب ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں،
مقیوں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں) (حاکم ابن کثیر)
(۲۵۴) ابو میرز بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ابو جہر سے
کہا آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہو۔ انھوں نے
فرمایا بہت اچھا لو میں تم سے ایک بہت عمدہ حدیث یہ ان کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ ہم نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا کھا یا اس وقت ابو عبیدہ بن الجراح بھی ہمارے ہمراہ تھے۔
انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم سے بھی کوئی اور قوم بہتر ہو سکتی ہے۔ ہم آپ پر ایمان لائے
ہم نے آپ کے ساتھ جہاد کئے۔ آپ نے فرمایا ہاں ایک قوم ہوگی جو تمہارے بعد میں آئے گی
وہ بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لے آئے گی۔ احمد۔ حاکم۔ ابن کثیر۔

بڑھانے کا ایک موصوفہ داتا اعلیٰ تھا۔

در نمودن بے بینہ یہ مکالمہ حادث بن قیس اور ابن مسعود کے دربان ذکر کیلئے ہے۔ دیکھو ج ۱ ص ۲۶۔

(۲۵۵) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ أَنِّي أَخِي إِخْوَانِي قَالَ فَقَالَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ إِخْوَانُكَ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَ لَكِنَّ إِخْوَانِي الَّذِينَ آمَنُوا بِي وَلَمْ يَرَوْنِي - (رواه احمد ورمز لما السيوطي بالصحة وقال العزري في شرحه واصله حسن -

(۲۵۶) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا تَأْسُ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوْمَ أَحَدُهُمْ كَوَرَّ أُنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ (رواه مسلم)

(۲۵۷) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲۵۵) انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمنا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملتا۔ صحابہ نے عرض کیا ہم بھی تو آپ کے (خادم اور) اسلامی بھائی ہیں آپ نے فرمایا تم تو میرے صحابہ ہو اور بھائی وہ لوگ ہیں جو دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔ (احمد)

(۲۵۶) ابوبررہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے افراد تو وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ اپنا گھر بار اور مال سب قربان کر کے کسی طرح مجھ کو دیکھ پاتے۔ (مسلم)

(۲۵۷) ابو عبد الرحمن جنی روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے

(۲۵۵) یعنی نہیں تو اخوت کے ساتھ میری محبت کا شرف بھی حاصل ہے اور اس وقت بھائی سے میری مراد وہ لوگ ہیں جو مجھ پر آئندہ ایمان لائیں گے انہیں رشتہ ایمانی کی وجہ سے صرف اخوت تو حاصل ہوگی مگر شرف محبت نصیب نہ ہوگا۔

(۲۵۶) رحمۃ اللعالمین کی یہ صرف ایک قدر دانی اور بہت افزائی کی بات تھی کہ آپ نے آنے والی امت کے لئے بھی ایک سامان تسلی چھوڑ دیا ہے اور یہ کہ اگر وہ آپ کے شرف دیدار سے محروم ہو گئی تو غم نہ کھائے اہل شرافت سے وہ بھی محروم نہیں ہے شرافت کا اصل رشتہ محبت و ایمان ہے۔ شرافت دیدار بھی اسی وقت شرافت شمار ہوتی ہے جبکہ اسی رشتہ ایمانی کے ساتھ جو اسی رشتہ سے صحابہ نے میدان فضائل جیتے اور اسی رشتہ سے آئندہ امت بھی فضائل و کمالات کے بڑے بڑے میدان جیت سکتی ہے۔ یہ رشتہ صحابہ کو تو دیکھ کر حاصل ہوا اور بیشک ان کا ایک بڑا کمال تھا لیکن ایک حیثیت سے یہ کمال بھی کچھ کم نہیں کہ دیکھے بغیر وہی جذبہ جاں نثاری، اسی نمونہ کے ایثار و قربانی کا ذوق ان کو حاصل ہو چکا جو دیکھنے والوں کو حاصل تھا۔ اگر اس قسم کی بہت افزائی کے کلمات احادیث میں نہ آتے تو آجواں امت کے لئے یہ بڑے اضطراب و بے چینی کا موجب بن جاتا۔

طَلَعُوا لَيْلًا فَلَمَّا رَأَوْا مَا قَالُوا كَيْدُ بَنِي إِدْرِيسَ حَتَّى أَتَاهُ فُلَاذَارِجَالٌ مِنْ مَذْحِجٍ قَالَ
فَدَنَا إِلَيْكَ أَحَدٌ هُمَا لِبَيْعَةٍ قَالَ فَلَمَّا أَخَذَ بِيَدِهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ مَنْ رَأَاكَ فَأَمَرَ
بِكَ وَصَدَّقَكَ وَاتَّبَعَكَ مَا ذَاكَ قَالَ طُوبَى لَهُ قَالَ فَسَمِعَ عَلَى يَدِهِ فَأَنْصَرَفَ ثُمَّ أَقْبَلَ
الْآخَرَ حَتَّى أَخَذَ بِيَدِهِ لِبَيْعَةٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ مَنْ أَمَرَ بِكَ وَصَدَّقَكَ وَاتَّبَعَكَ
وَلَمْ يَرَاكَ قَالَ طُوبَى لَهُ ثُمَّ طُوبَى لَهُ ثُمَّ طُوبَى لَهُ قَالَ فَسَمِعَ عَلَى يَدِهِ فَأَنْصَرَفَ - (رواه احمد
والدولابي والبخارى ورجالهم من رجال الصحيح)

(۲۵۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَيُّ الْخَلْقِ أَعْجَبُ إِلَيْكُمْ أَيْمَانًا قَالُوا الْمَلَائِكَةُ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالُوا

کہ دوسرا (سامنے سے آتے) نظر آئے۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا یہ دونوں کدہ کے باشندے اور مذحج
قبیلہ کے لوگ معلوم ہوتے ہیں جب وہ آگئے تو اس قبیلہ کے کئی آدمی اور تھے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں ایک
شخص بیعت کے لئے آپ کے قریب آیا جب اس نے آپ کا دست مبارک ہاتھ میں لیا تو بولا یا رسول اللہ
جس نے آپ کی زیارت کی آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کا اتباع بھی کیا فرمائیے اس کو کیا ملے گا۔ آپ نے
فرمایا اس کے لئے مبارک ہو۔ یہ سن کر تبرکاً اس نے آپ کے دست مبارک ہاتھ پھیرا اور بیعت کر کے چلا گیا
پھر دوسرا آگے بڑھا اس نے بھی بیعت کے لئے آپ کا ہاتھ میں لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ جس نے
آپ کو نہیں دیکھا اور آپ پر ایمان لے آیا، آپ کی تصدیق کی اور آپ کا اتباع بھی کیا فرمائیے اس کو کیا ملے گا
آپ نے فرمایا اس کو مبارک ہو، مبارک ہو، مبارک ہو (تین بار مبارک باد دی) اس نے بھی آپ کے دست
مبارک پر ہاتھ پھیرا اور بیعت کر کے چلا گیا۔ (احمد)

(۲۵۸) عمرو بن شعیب اپنے والدہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تمہارے نزدیک ایمان کے لحاظ سے کس کا ایمان زیادہ قابلِ تعجب ہے انہوں نے عرض کیا فرشتوں
کا آپ نے فرمایا کیوں انہیں کیا ہوا کہ وہ ایمان نہ لائیں جبکہ وہ اپنے پروردگار کے حضور ہی میں ہر وقت

(۲۵۸) یہاں آئندہ امت کے ایمان کو قابلِ تعجب کہا گیا ہے افضل نہیں کہا گیا اور جہاں افضل کہہ دیا گیا ہو
وہاں بھی اسی تعجب کا اظہار منظور ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے اور تم لوگ اگر ایمان رکھتے ہو تو اس کے
اسباب بھی ان کے اور تمہارے سامنے موجود ہیں فرشتے تو براہِ راست بارگاہِ احدیت کا شاہدہ کرتے ہیں ان کا ایمان تو
ایمان بالغیب ہی نہیں انبیاء علیہم السلام کا ایمان اگرچہ ایمان بالغیب ہے مگر ان کی شغل و مری خود قدرتِ برہی ہے

قَالَتَيْنِ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ قَالُوا فَخُفُّوا قَالُوا وَمَا لَكُمْ
لَا تُؤْمِنُونَ وَأَنَا بَيْنَ أَعْيُنِكُمْ قَالُوا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِلَاحُ أَجْعَبُ
الْمَخْلُوقِ إِلَى تَأْيِيمَانَا الْقَوْمُ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِ كُمْ يَحْدِثُ فِي صَفَحَاتِهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُونَ بِمَا فِيهَا. قَالَ
ابو حاتم الرازي في المغيرة بن قيس البصري وهو من كبار الحديث قال الحافظ ابن كثير ولكن قد روى ابو حاتم
في مسنده وابن مردويه في تفسيره والحاكم في مستدرک من حديث محمد بن ابي حميد وفيضعف عن
زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال الحاکم معجم الاستاذ اولم يهزجها
وقد روى نحوه عن انس بن مالك مرفوعا والله تعالى اعلم ۱۱، الذہبی محمد بن ابي حميد ضحوة۔

حاضر ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا تو پھر خدا کے نبیوں کا آپ نے فرمایا وہ کیوں ایمان نہ لائیں جبکہ خدا کی
وحی ان پہاڑ ترقی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اچھا تو پھر ہمارا۔ آپ نے فرمایا تم کیوں ایمان نہ لاؤ جبکہ میرا
تہا اسے درمیان موجود ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن لو میرے نزدیک تو سب
سے زیادہ قابلِ تعجب ایمان ان لوگوں کا ہے جو تمہارے بعد آئیں گے ان کو صرف چند اوراق ملیں گے
اس میں ایک مقدس کتاب ہوگی وہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا پائیں گے اس پہ ایمان لے آئیں گے۔ (ابن کثیر)

ان کا تعلق عالم غیب سے اگرچہ ہیں پر وہ ہو کر میرا براہ راست ہوتا ہے تہا لامعا مل بھی صاف ہے یعنی عالم غیب اگرچہ بلاوا
تہا کی آنکھوں کے سامنے نہ ہو مگر میں عالم غیب کا بلا واسطہ ترجمان تو تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہوں۔ مجھے دیکھ کر
عالم غیب کا یقین اپنے معنی شہادت سے بڑھ کر حاصل کر سکتے ہو لیکن صرف وہ امت جس کو نہ عالم غیب کا شائدہ حاصل ہوگا
اور شان کی آنکھوں کے سامنے میری بصیرت افزا رہتی ہوگی۔ ایک خدا تعالیٰ کی مقدس کتاب ہوگی اور اس کے رسول کے کچھ مختل احوال
پہلو ہوں گے وہ ان کی کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے ان کا ایمان اگرچہ نامساعدت اسباب کی وجہ سے اس درجہ پہنچے ہو لیکن قابلِ تعجب ضرور
ہوگا فضیلت کی کو تمہیں حاصل ہو لیکن ایک جہت سے فضیلت جزئیہ کے خدا وہ بھی رہیں گے اور اس پر اسے رحمت عالمین کی
ساری کی ساری امت قابلِ غبطہ بن جائے گی۔ کوئی کسی جہت سے اور کوئی کسی جہت سے اس لئے حدیث میں ارشاد ہے، میری
امت کی مثال بارش کی سی ہے جس کے متعلق یہ کہنا مشکل ہوتا ہے کہ اس کا پہلا حصہ بہتر تھا یا آخر۔

یہ حدیث طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کی ہے اس کے خروار میں یہ قصہ بھی منقول ہے کہ ایک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا پانی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں پھر آپ نے پوچھا اچھا کوئی شک ہے لوگ مشک لے آئے اور آپ کے سامنے
رکھ دی۔ آپ نے اس پر اپنا دست مبارک رکھا اور اپنی اٹھیاں پھیلا دیں۔ ان کے دھیرے سے پانی اس طرح پھوٹ کر بہنے لگا جیسا حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے ذریعے سے ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا بلال آواز دیکھ لوگ دھڑک رہے۔ اور لوگ تو دھڑک رہے تھے
مگر حضرت ابن مسعود تھے کہ ان کو اس پانی سے پینے کی فکر لگ رہی تھی جب سب لوگ دھڑکے تو آپ نے ان کو منع کی
ناز پر حاتم اور اس کے بعد اپنے صحابہ سے وہ سوال کیا جو یہاں مذکور ہے۔ (در مشودہ ۱۵ ص ۲۶)

(۲۵۹) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَبْرِ بْنِ نَفْعٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَلَسْنَا إِلَى الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ
يَوْمًا فَتَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالَ طُوبَى لِمَا تَبَيَّنَ الْعَبَيْنِ الثَّانِ رَأَى تَارِسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ
لَوْ جَدَّ نَاثَرًا رَأَى نَاثَرًا أَيْتَ وَتَوَحَّدَ كَمَا تَشْهَدُ فَاسْتَغْضِبَ فَجَعَلَتْ أَعْجَبَ، مَا قَالَ إِلَّا خَيْرًا،
ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا يَهْوِلُ الرَّجُلَ عَلَى أَنْ يَتَمَتَّى مُحَضَّرًا غَيْبُ اللَّهِ عَنْهُ لَوْ يَدْرِي لَوْ شَهِدَهُ
كَيْفَ يَكُونُ فِيهِمَا اللَّهُ لَقَدْ حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْوَامٌ أَكْبَهَهُمُ اللَّهُ عَلَى مَا خَرَجَ مِنْهُمْ
فِي جَهَنَّمَ لَمْ يُجِيبُوهُ وَلَمْ يَصِدِّقُوهُ أَوْ لَا تَحْمَدُونَ الشَّهَادَةَ أَطْرَجَكُمْ لَا تَعْرِفُونَ إِلَّا رَبَّكُمْ مُصْطَفَيْنَ
يَمْلَأُكُمْ بِهِمْ نَبِيَّكُمْ قَدْ كُفِّيتُمْ الْبَلَاءَ بِغَيْرِكُمْ وَاللَّهُ لَقَدْ بَعَثَ اللَّهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
أَشَدِّ حَالٍ بَعَثَ عَلَيْهِمَا نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فِي فِتْنَةٍ وَجَاهِلِيَّةٍ مَا يَرُونَ أَنَّ دِينَنَا أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ
الْأَوْثَانِ فَجَاءَ بِغَيْرِ قَالٍ فَرَفَقَ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَفَرَقَ بَيْنَ الْوَالِدِ وَقَوْلِهِمْ حَقٌّ إِنْ كَانَ

(۲۵۹) عبد الرحمن بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا ایک دن ہم مقداد بن الاسود
کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص ان کے پاس سے گذرا اور (انہیں دیکھ کر) بولا یہ دو آنکھیں مبارک ہوں
جنہوں نے خدا کے رسول کی نیابت کی ہے۔ خدا کی قسم میں تمنا ہوتی ہے کہ جو نظارہ آپ نے دیکھا ہم
بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور جن مقامات میں آپ نے شرکت کی ہم بھی شرکت کرتے رہ سکیں مقدار غصہ
میں بھر گئے مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اس بچارے نے کوئی بری بات تو کہی نہ تھی اچھی ہی بات کہی تھی (پھر انہیں
غصہ کیوں آیا) اس کے بعد اس کی طرف متوجہ ہو کر بولے اس شخص کو کیا داعیہ پیش آیا کہ یہ ایسے زمانہ میں مروج
ہونے کی تمنا کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا نہیں کیا۔ کیا خبر اگر وہ اس زمانہ میں ہوتا تو اس کے
صبر و استقلال کا حال کیا ہوتا۔ خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کو
اللہ تعالیٰ نے منہ کے بل روزخ میں گرا دیا ہے اس لئے کہ انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور آپ کی
تصدیق نہیں کی تم ایسے زمانہ میں اپنے ہونے کی تمنایں تو کرتے ہو اور اس پر خدا کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اس نے
تمہیں ایسے زمانہ میں پیدا کیا ہے جبکہ ہوش سنبھالتے ہی تم نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا اور جو دین تمہارا
نبی نے کرایا اس کی تصدیق کی (یعنی اسلام پر ہی پیدا ہوئے) اس راہ کی مصیبتیں دوسروں نے اٹھائیں اور تم
ان سے محفوظ رہے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ فقرت و کفر کے ان سخت سے

(۲۵۹) مٹ کا حامل یہ ہے کہ ہر شخص کو صحابیت کی تمنا کرنا آداب دعا سے تمنا کرنا ہے بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے عہد مبارک میں فضائل و کمالات کے بڑے سے بڑے خزانے لئے جارہے تھے مگر ان کے لئے اتنی ہی بڑی قربانیاں بھی دیکھ کر

الرَّجُلُ لَبْرَىٰ وَالِدَاهُ وَوَلَدَهُ وَآخَاهُ كَأَنَّمَا وَقَدْ فَخَّمَ اللَّهُ فُغْلَ قَلْبِهِ لِلْإِيمَانِ يَعْلَمُ أَنَّ ثَمْرَانِ هَلَكَ
دَخَلَ النَّارَ فَلَا تَوَقُّعَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ حَبِيبَهُ فِي النَّارِ وَأَنَّهُمَا الْبَقِيَّةُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (الَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا خَيْرًا مَّا عَيْنِينَ) (رواه احمد ذكره المحافظ ابن كثير في تفسيره ولا نساه صحيح)
(۱۶۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسْتَوِي بِفَرَسَةٍ إِذْ أَخْبِي قَرْنُهَا فَقَالَتْ لَنَا لَمْ
نُخْلِقْ لِهَذَا لَمَّا خُلِقْنَا يَجْرِي اثْنَا أَكْوَاعٍ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللَّهِ بِفَرَسَةٍ تَكَلِّمُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

سخت حالات میں بھیجا ہے جن میں آپ سے پیشتر اپنے نبیوں میں کسی نبی کو نہیں بھیجا وہ ایسا زمانہ تھا جبکہ
لوگوں کے نزدیک بت پرستی سے بہتر کوئی دین نہ تھا اس وقت آپ ایک ایسی کتاب لیکر آئے جس نے حق و باطل
کو بھی جدا کر دیا مگر بیٹا اور اس کے باپ کے درمیان بھی جدائی کا باعث بھی وہی کتاب بنی۔ یہاں تک کہ ایک
شخص جس کے دل کا قتل اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے لئے کھول دیا تھا اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتا تھا کہ وہ
خود تو مسلمان ہے اور اس کا باپ بیٹا اور بھائی کا کافر ہیں۔ اسے یقین تھا کہ اگر وہ اسی حالت پر رہ گئے تو دوزخ
میں جائیں گے پھر اس یقین کے بعد کہ اس کے یہ پیارے پیارے عزیز دوزخ میں جائیں گے اس کی آنکھیں
بھلا کیسے ٹھنڈی رہ سکتی تھیں۔ یہی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں ارشاد فرمائی ہے۔ (جو لوگ یہ دعا
مانگتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہماری بیبیوں اور اولاد کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرما دے) (احمد)
(۲۶۰) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص بیل لئے جا رہا تھا جب ٹھک گیا تو بیل پر سوار ہو گیا
(قدرت نے اس بیل کو گوبائی عطا کر دی) اور وہ بولا سواری کے لئے تو ہم پیدا نہیں کئے گئے ہم تو صرف
زمین میں کھیتی کے کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں لوگوں نے یہ قصہ سن کر اندر تو تعجب کہا سبحان اللہ بیل باتیں کرتا ہے

تھیں۔ العطا یا علیٰ من البلیا۔ اگر وہ فضائل و کمالات ان کے حصہ میں آئے تو وہ ایثار و قربانیاں بھی ان ہی کو دینی پڑیں۔ اب
بعد کی امت کے دلوں میں ان کمالات کی بوس تو اُفتی ہے مگر ان قربانیوں کے لئے آمادگی بھی ہے وہ وہ دوا یک ایسا
تارک دور تھا کہ ایک شخص صحابیت کا فخر بھی حاصل کر سکتا تھا اور ذرا سی لغزش سے رسول کے دشمنوں کی فہرست میں بھی
شمار ہو سکتا تھا۔ قرآن کریم کا دور نزول اپنی آنکھوں سے دیکھنا بیشک بڑی نعمت تھی لیکن دوسری طرف یہ بھی دیکھنا پڑتا
تھا کہ اس کے نزول کے بعد آپس کے رشتے نلتے ٹوٹ رہے ہیں باپ بیٹے سے خاوند بی بی سے جدا ہو رہا ہے اس تارک دور
کی بجائے جس کو آسانی کے ساتھ ایمان نصیب ہو گیا اس کو شکر کرنا چاہئے اور اس دور کی تناء کرنی چاہئے جس میں فضائل
کے ساتھ بہت سے خطرات بھی تھے۔ یہ رضا بقضاکر منزل ہے جو پہنچ جائے وہی ان رموز کو جان سکتا ہے۔ ابتداء عشق
کے سوز و گداز دیکھنے والے بھلا اسے کب آشنا ہو سکتے ہیں۔

(۲۶۰) جو انات کا اپنی زبان میں کلام کرتا تو معروف و مشہور بات ہے لیکن ایسی زبان میں کلام کرنا جو انسانوں کے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِ أَذْمِنُ بِهِ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمْ أَثَمٌ وَقَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ فِي غَيْمٍ
لَهُ فِي عَدَا الذِّئْبِ عَلَى شَاوٍ مِنْهَا فَأَخَذَهَا فَادْرَكَهَا صَاحِبُهَا فَاسْتَنْقَذَهَا فَقَالَ لَهُ
الذِّئْبُ فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبْعِ يَوْمَ لَا رَاغِيَ لَهَا غَيْرِي فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللَّهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ
فَقَالَ أَذْمِنُ بِهِ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمْ أَثَمٌ - (متفق عليه)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ابوبکر و عمر بھی حالانکہ وہ اس وقت
وہاں موجود بھی نہ تھے اس کے بعد ایک اور شخص کا قصہ بیان کیا جو اپنی بکریوں میں تھا کہ ان میں سے ایک
بکری پر بھڑیے نے حملہ کیا اور اس کو دبا لیا۔ مالک نے اس کا بیچھا کیا اور اپنی بکری کو اس سے جھڑایا۔ بھڑیا
بولا، اچھا دیکھیں گا بھلا اس دن اسے کون چھڑانے آتا ہے جس دن صرف ریزندوں ہی کا راج ہوگا اور سولے
میرے کوئی اور اس کا چرانے والا نہ ہوگا (یہ عالم کی ویرانی کے زمانہ کا قصہ ہے) اس پر لوگوں نے ہر تعجب
سے کہا سبحان اللہ، بھڑیا اور باتیں کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں
اور ابوبکر و عمر بھی حالانکہ اس وقت وہ مجلس میں موجود نہ تھے۔ (متفق علیہ)

دریان مستعل ہو۔ سروسٹ ہمارے حواس کے ادراک سے باہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان خود بھی اس کی تصدیق
فرمائی اور ابوبکر و عمر کی غیبت میں ان کی جانب سے بھی اس کی تصدیق فرمادی۔ گویا آپ کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ جس امر کی
تصدیق آپ فرمائیں پھر وہ غراہ کتنا ہی بعید از عقل کیوں نہ ہو اس کی تصدیق میں یہ جاننا شرعی کوئی حرج نہ دہانیں کریں گے
ایک بل کلام کر لینا عقل کے نزدیک کوئی محال امر نہیں صرف عام عادت کے خلاف بات ضرور ہے۔ قیامت کے قبل
عالم غیب سے پردہ اٹھے گا زمانہ جتنا قریب آتا جائے گا اسی قسم کی بہت سی اور خلاف عادت باتیں ظاہر ہوتی چلی جائیں گی
حتیٰ کہ حدیثوں میں موجود ہے کہ آدمی کے کوڑے کا پھندا اس سے باتیں کرے گا اس نطق کی حقیقت کیا ہوگی ابھی اس پر
بحث کرنا قبل از وقت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قدرت ان میں وقتی اور جزئی شعور پیدا کرے اور ہو سکتا ہے کہ کسی شعور کے بغیر
ان میں کوئی طور پر نطق عطا فرما دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خدا انسان اپنی ترقی کر جائے کہ پیام کی جس گفتگو کو آج وہ بے معنی
سمجھتا ہے کل ان کے صافی سمجھنے پر قادر ہو جائے۔ نباتات بہت دنوں تک غیری روح سمجھے گئے لیکن اب ان کا شمار ذی شعور
میں ہو گیا ہے۔ ان کی غذا اور صحت و مرض کے مفصل حالات بھی دریافت ہو چکے ہیں تم اپنی بہت محدود معلومات کی بنا پر حیران
کے کلام سے ابھی سے انکار کرنے میں جلدی نہ کرو، شاید وہ زمانہ آجائے کہ اس کا بھی تم کو اقرار کر لینا پڑے۔

سبحان اللہ! شیخین کا ایمان اور عالم غیب پر ان کا یقین کتنا مستحکم و مضبوط تھا کہ جو بات ہم ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں
خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف سے اس کے ماننے کی ضمانت کر لیتے ہیں۔ اندازہ کرو کہ جب ان معمولی غریبہ
ان کا ایمان یہ ہو اور عالم غیب پر ایمان کس درجہ قوی ہوگا۔

ایمان کی حقیقت اور اس کی قیمت یہی ہے کہ نبی کی زبان سے جو کلمہ بھی نکلے ابھی وہ پورا نہ ہو کہ ایک امتی کا قلب
اور اس کی زبان دونوں اس کی تصدیق کرنے کے لئے مضطر ہو جائیں۔

(۲۶۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُسْرِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى أَصْبَحَ يَقْعُدُ النَّاسُ بِذَلِكَ فَارْتَدَّ نَاسٌ مِمَّنْ كَانُوا بِهِمْ وَصَدَّقُوا وَسَعَوْا بِهِ إِلَيْكَ إِلَى أَبِي تَكْرِشْتٍ فَقَالُوا هَلْ لَكَ إِلَى صَاحِبِكَ بِزَعْمِهِ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلَى مَيْمَنِ الْمَقْدِسِ قَالَ لَوْ قَالَ ذَلِكَ لَقَدْ صَدَّقَ قَالُوا أَوْ تَصَدَّقُ أَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلَى مَيْمَنِ الْمَقْدِسِ وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ قَالَ إِنِّي أَصَدِّقُهُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذَلِكَ أَصَدِّقُهُ فِي خَبَرِ السَّمَاءِ فِي غَدٍّ وَفَوْادٍ وَرَوْحَةٍ فَلَيْلَةَ لَيْلَتِي أَبُو تَكْرِشْتٍ الصِّدِّيقُ - (رواه الحاكم)

اليقين الايمان كله

(۲۶۲) عَنْ أَبِي تَكْرِشْتٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا عَامَ أَوَّلِ

(۲۶۱) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب شب میں آپ کے مسجد اقصیٰ تک سفر کا واقعہ پیش آیا (یعنی قصہ معراج) تو اس پر صبح کو لوگوں کے درمیان بڑی چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور بعض ایمان کے کمزور لوگ جو پہلے آپ کی تصدیق کر چکے تھے مرتد بھی ہو گئے اور یہ قصہ لیکر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ آپ نے اپنے نبی کی بات بھی سنی ان کا گمان ہے کہ وہ آج کی شب بیت المقدس کی سیر کر آئے ہیں۔ ابو بکرؓ نے جواب دیا اگر وہ یہ کہتے ہیں تو بلاشبہ شک کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کیا ان کی اس بات کی بھی آپ تصدیق کر لیں گے کہ وہ ایک ہی شب میں بیت المقدس جا کر صبح سے پہلے پہلے واپس بھی آ گئے۔ ابو بکرؓ نے فرمایا میں تو اس سے بھی کہیں بڑھ کر بعید باتوں میں ان کی تصدیق کر چکا ہوں۔ میں آسمان کی خبروں کی بات ان کی تصدیق کرتا ہوں کہ وہ صبح و شام ان کے پاس آتی ہیں (حالانکہ آسمانوں کی مسافت تو بیت المقدس کی مسافت سے کہیں زیادہ ہے) اسی بات پر ان کا لقب صدیق پڑ گیا تھا۔ (حاکم)

یقین اور اعتقاد جازم ایمان کی روح ہے۔

(۲۶۲) حضرت ابو بکر صدیقؓ نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال بعد ایک تفسیر

(۲۶۱) قرآن کریم میں منعم علیہم کے چار گروہ قرار دیے گئے ہیں سب سے پہلے مبین ہر صدیقین اس کے بعد شہداء و صالحین۔ صدیق کی فطرت کو نبی کی فطرت سے اتنی مناسبت ہوتی ہے کہ اس کو نبی کی خبروں کی تصدیق میں ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی تردد نہیں گذرتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت کی چمک اٹھنے کے بعد تو سب ہی نے آپ کی تصدیق کی لیکن ابو بکرؓ وہ تھے جن کو اس کی صداقت میں بوقت طلوع بھی کوئی ادنیٰ تردد نہ تھا۔ حضرت بعد صاحبؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ صدیق اکبرؓ کی وجہ فضیلت ان کے کثرت مناقب نہیں بلکہ سبقت ایمان (باقی حاشیہ بر مطبوعہ آئندہ)

عَلَى الْمُنْبَرِ ثُمَّ كَبَّرَ وَقَالَ سَلُّوا الْعَقُودَ وَالْعَافِيَةَ فَإِنَّ أَحَدًا لَمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْعَافِيَةِ۔ (رواہ احمد والترمذی قال المذہبی من روایۃ عبد اللہ بن محمد بن عقیل وقال حسن) ورواہ النسائی واحمد من طرق واحد اسانیدہ صحیحہ وقد روى السيوطی الحسنہ۔

(۲۶۳) عَنْ تَمِيمٍ وَبِهِ شُعَيْبٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوَّلُ

فرماتے ہوئے کہا کہ اس سے پہلے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے ہمارے سامنے کھڑے ہوئے تو یہ کہہ کر ابوبکرؓ زار و قطار رو پڑے (پھر کیا کہ) آپ نے ارشاد فرمایا تھا اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی اور اپنے لئے عافیت طلب کیا کرو کیونکہ ایمان و یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کسی کو کوئی نعمت نصیب نہیں ہوئی۔ (احمد۔ نسائی۔ ترمذی)

(۲۶۳) عمرو بن شعيب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور دین کے لئے اقدیمت اتفاق اسوائ اور اولیت بذل نفس ہر قابلی حد تحقیق ہے۔ (مکتوبات جلد سوم مکتوب ۱۴)

(۲۶۲) یقین اور اعتقاد و جازم ایمان کی روح ہے خدا تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں وہ سب اس بدلت یقین سے کم تر ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقلد مروی ہے: "الیقین الايمان كذا" یقین ہی ایمان کی روح ہے۔ یہی جتنی نے کتاب الزہد میں ان الفاظ کو مرفوعاً ہی نقل کیا ہے مگر غلطاً یہی جہش نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت حضرت ابن مسعودؓ کی یہ دعا منقول ہے: "اللہم زدنا ایماناً و یقیناً و فقہاً۔" اے اللہ ہمارے دل میں ایمان، یقین اور ہم میں دین کی سمجھ بوجھ دے۔ جامع ترمذی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات میں مذکور ہے۔ "واقم لئامن الیقین ما تھون بہ علینا مصائب الدنیا۔" اے اللہ ہمارے حصہ میں آتا یقین لگا دے کہ اس کی وجہ سے ہمیں دنیا کی مصیبتیں جیلا آسان ہو جائے یہاں یقین جیسی نعمت کو کسی مفید کرنے کی حقیقت سفیان ثوری کے اس مقلد سے ظاہر ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں لو ان الیقین وقع فی القلب کما ینبغی لطار اشتیاقاً الی المحبت و هوہا بمن النار (فقہ الباری ۵ ص ۴۱) اگر یقین پوری حقیقت کے ساتھ دل میں سما جائے تو جنت کے اشتیاق اور دوزخ کے خوف کے واسطے دل ارٹنے لگے اسی کی طرف حضرت غطفانیؒ کی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مسند رک حاکم میں سورہ المذکر کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ زہد بن ابی ادنیٰ نے ایک بار یہ آیت پڑھی "فاذا نقر فی المناقر" (جب صر صرہ نکا جائے گا تو یہ دن کافروں کے اہل بڑا سخت ہو گا) اسی اور ہوش ہو کر گر گئے اور وفات پا گئے بڑا رتبہ پایا لیکن اگر جیتے اور خدا کی جاودت اور کرتے تو اور مراتب طے کرتے آپ نے دیکھا کہ یقین جب حد سے بڑھنے لگتا ہے تو اس کا نتیجہ اس شکل میں بھی نکل سکتا ہے۔

(۲۶۳) حضرت شاہ ولی اللہؒ مراتب اسان پر بحث کرتے ہوئے عقل و نفس اور قلب کی فکارت کی تحقیق یہ لکھتے ہیں کہ جب انسان کے یہ جواہر لطیف اپنے اصل خواص سے محروم ہو کر عالم غیب کی سر میں مستغرق ہو جاتے ہیں تو یہی ان کی فائدہ بخشی جاتی ہے۔ (پس فائدہ ہونے والے درحقیقت یہ جواہر خود نہیں ہوتے بلکہ ان کے خصال و رخصاں ہوتے ہیں۔ یہی معنی ان کے

صَلَّاحٌ هَذِهِ وَالْأَمَّةُ الْيَقِينُ وَالْثَّاهِدُ وَأَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْأَمَلُ (رواه البيهقي في شعب الایمان)

فرمایا ہے اس امت کی سب سے پہلی اصلاح دولت یقین کی وجہ سے ہوئی ہے اور اس کی سب سے پہلی بربادی بخل اور دعا زامیدوں کی بدولت ہوگی۔ (شعب الایمان)

قار کے سمجھنے چاہئیں اور اس عقل کا اہل خاصہ تصدیق شک، توہم، اسباب کی تلاش اور طلب نافع، دفع مضار پر غور و غوض کرنا ہے۔ جب انسانی قلب و جوارح آداب الہیہ کی زیر تربیت ہندب ہوتے جاتے ہیں تو ان میں آثار عروجیہ اس طرح پھوٹنے لگتے ہیں جس طرح لڑکے مارے درخت میں پتیاں اب اس کا رخ عالم مادیت کی بجائے عالم قدس کی طرف بدل جاتا ہے، اسباب بے حقیقت بن جاتے ہیں، منفعت و مضرت کا سوال نظروں سے ساقط ہونے لگتا ہے اور حقائق شرعیہ اور غیب کا یقین اپنی آنکھوں کے مشاہدات سے بڑھ کر نصیب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ سے دریافت کیا ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تم تاؤ تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا مجھے عرضِ رحمن کا ایسا یقین حاصل ہے جیسا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ (خلاصہ حجۃ اللہ)

امام شمرانی لکھتے ہیں المؤمن الكامل من صداد الغیب عنده كائنه اذلة في عدم الرب (المراۃ ج ۲ ص ۲۵۰) مومن کامل وہ ہے جس کے نزدیک عالم غیب یقین میں عالم شہادت کی برابر ہو جائے۔ یہ دولت یقین جس کے ہاتھ آگئی اس کی عقل کامل ہوگئی اور جس کی عقل کامل ہوگئی اس کے لئے نفس و قلب کے تکمیل کی منزل بھی دور نہیں رہی، اس کے تمام مراتب احسان طے ہونے کا وقت بھی قریب آپہنچا وہ قریب ہے کہ اب انسان کامل کے لقب سے نوازا یا جائے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسی منصب یقین کو ذیل کے شعر میں کیا خوب ادا کیا ہے

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شعریں

جو ہر ذوق یقین پیدا تو کرت جاتی ہیں زنجیریں

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دلائل کی بنیاد یقین کی تعمیر کرنا ایمان کی صفت نہیں۔ ایمان کی صفت یہ ہے کہ یقین کی بنیاد پر دلائل کی تعمیر کی جائے۔ جب کسی حقیقت تک یقین کے ساتھ رسائی ہو جاتی ہے تو ہر دلائل کا راستہ خود بخود مختصر ہو جاتا ہے کیونکہ یہی دلائل کا مقصد تھا اور جب یہ مقصد بلا تعب حاصل ہو گیا تو اب دلائل کا مشغلہ مفت ایک سرگردانی ہے لیکن اگر یقین تک رسائی حاصل نہیں ہے تو اب دلائل کے واسطے سے یقین حاصل کرنا ایک امید مہوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں نظریات کا کوئی اختلاف نظر نہیں آتا، انھیں حقیقت کا پورا علم ہوتا ہے اور کسی شے کی حقیقت ہمیشہ ایک ہی ہوتی ہے اور اہل نظر کے نظریات میں کہیں اتفاق نظر نہیں آتا۔ نبی کہتا ہے

تخالفت الناس حتی لا اتفاق لہم الا علی شجب والمختلف فی الشجب

حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

جنگ ہفتاد و دو دولت ہر را بازنہ

چو نہ دیدند حقیقت روا فناء زدن

شیخ عبد الوہاب شمرانی لکھتے ہیں کہ نور ایمان کی دو قسمیں ہیں۔

القسم الاول من امن من نظر باستدلال و دلائل

فہذا الاولیٰ شہادت ایمانہ للعدوانہ مع الدلیل

القسم الثانی من امن من نظر بحدیث و روایات

فہذا الثانی شہادت ایمانہ للعدوانہ مع الدلیل

عین الیقین امر فوق علم الیقین

(۲۶۴) عَنْ أَنَسٍ مَّرِيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ

عین الیقین کا مرتبہ علم الیقین کے مرتبہ کا درجہ

(۲۶۴) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ومثل هذا لا يخالط
بشاشة نور إيمان القلوب لانه لا ينظر إلا
من خلف حجاب دليل ولكن دليل من ادلة الحق
النظر الا وهو معرض لمحصل الدخول في
القدوم وليد حين فلهذا كان لا يمكن حجب
البرهان ان يخالط الايمان بشاشة قلبه
للحجاب الذي بينه وبينه

ساتھ ساتھ گونا گوتا رہتا ہے (جس طرف کی دلیل واضح ہو سکے)
اس قسم کے نزدیک تردید کی دلوں میں اتار نہیں کرتی۔ کیونکہ
اس کی بصیرت ہمیشہ دلیل ہی کے ہم پہنچ رہی ہے اور
دلیل کوئی بھی ہوا یہی نہیں ہو سکتی جس میں شبہ پیدا ہو سکا
خلو نہ ہو خواہ اب نہ ہی کچھ مدت کے بعد ہی ہی وجہ ہے
کہ داخل پرست کا ایمان کبھی خطرات سے بے خطر نہیں
ہو سکتا۔

والقسم الثاني من كان برهانه حين حصول الايمان
في قلبه لا مخرجه من دونه وهذا هو الايمان الذي يخالط
بشاشة القلوب لا يتصرف في حجب حجبك لان
الشك لا يبعد حجباً بل هو فلان محله الدليل وما
ثم دليل فاقم ما يرد عليه الدخول ولا الشك.

(دوسری قسم) کا ایمان اس شخص کے لیے جو صرف براہت پر
مبنی ہو یہ ایمان ہے جس کی تردید کی دلوں میں سما
جاتی ہے اس شخص کے حق میں شک و شبہ کا تصور ہی
نہیں کیا جا سکتا کیونکہ شک دلیل میں ہوا کرتا ہے جہاں
دلیل ہی نہیں وہاں شک کا وجود ہی نہیں۔

(اليواقيت والجواهر ۲۵ ص ۲۵۵-)

(۲۶۴) موت و خلوص کی داستانوں کو پڑھنے اور سننے کے لئے روزِ محبت سے کچھ آشنائی ہی دے گا کہ یہ لذتِ محبت و کبیر
بیگانہ نہیں کیا جانے اور کیا سمجھے۔ یہاں کوئی بے غش جبہ رب ارفی کے ایک اندازِ ناز کا سوال سنتا ہے تو اس کو اسرارِ غلت کی
روشنی میں سمجھنے کی بجائے عام انسانوں کے سوالات کی سطح پر سمجھتا ہے اور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف شک و تردید
کی نسبت کرنے کے لئے آمادہ ہوتا ہے اگر وہ اس پر غلت کی روشنی میں غور کرے تو اس کو معلوم ہو جائے کہ یہاں شک و تردید کا کوئی موقع و
محل ہی نہ تھا بلکہ اذعان و ایتقان کے اس جبلِ عظیم پر جب محبت و غلت کی کیفیت اور ہوائیں چلی شروع ہوئیں تو اس فضا
میں ناز و نیاز کا ایک سماخو بخود پیدا ہو گیا اور اسی فضا و ناز میں حضرت خلیل کی زبان اسرارِ اجارہ کا شامہ کرنے کیلئے
بیاضہ متحرک ہو گئی قصہ بہت طویل ہو گیا مگر شاید یہ قصہ کسی خلیل کو اپنی غلت کی گہرائی معلوم کرنے کے سوا اور کچھ منظور
نہ تھا اور حرقہ غلت پہنانے والے نے یہ قدر شای فرمائی کہ صرف ان کے اطمینان خاطر کے لئے اپنی صفتِ اجارہ کا
ناز نہیں ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ ان ہی نزاکتوں اور کچھ فہمیوں کے پیش نظر قرآن کریم نے از خود اولم تو من کا
سوال اٹھا دیا تھا اور خود حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی زبانی یہ بات صاف کر دی تھی کہ ان کے سوال کا منشا

مِنْ لَبْرَاهِمٍ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرْنِي كَيْفَ تُخْرِى الْمَوْتٰى قَالَ اَوْ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَنَ قُلُوْبِي الْحَدِيْث (رواہ مسلم)

سے زیادہ شک کرنے کے مستحق ہیں (اگر ہر سال وہ ازراہ شک کرتے) اسے میرے پورے گار مجھے دکھلا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے ارشاد ہوا اچھا تو کیا نہیں اس پر یقین نہیں، عرض کیا کیوں نہیں ریقین ہوتا تو تجھ سے یہ سوال ہی کیوں کرتا، لیکن مقصد یہ ہے کہ کیفیات احیاء کا مشاہدہ کر کے (میرا دل اور مطمئن ہو جائے۔

صنف یقین و تھابکہ ربط غفلت قحاحس کے بعد ایسے ایسے نازک سوالات کرنے کی گنجائش بھی مل آتی ہے۔ خدا کے اس مقدس رسول کے دامن یقین کو شک و تردید سے پاک و صاف کرنے کا ایک طریقہ تو یہ تھا۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جو حدیث بالا میں اختیار کیا گیا ہے یعنی یہ کہ یہ فیصلہ خدا ان صحابہ کی فہم پر چھوڑ دیا جائے جو آپ کی فیض صحت پر یقین و ایمان کی سوجھ بوجھ میں تھے، اپنے سینوں میں مشاہدہ کر رہے تھے وہ سب میں کہ جب ان کے قلب میں یقین، ایمان کا عالم یہ ہے تو اس شمع فروزاں کے قلب میں ایمان و ایقان کا عالم کیا ہونا چاہئے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خلقت کے رتبہ بلند سے نواز دیا تھا۔ اور اپنے نفس کی کیفیات یقین کے اس معنی مشاہدہ کے بعد ان میں یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال کو شک و تردید سے دھکا بھی کوئی علاقہ نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں طریقے اپنے اپنے انداز میں ان کی طرف سے صفائی پیش کرنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ مگر آپ کی نسبت انہی امتداد انہی تواضع کے مناسب وہی طریقہ تھا جو انصاف و ادب آپ نے بیان اختیار فرمایا یعنی یہ کہ ہم ان کی ندرت و ایمان کے قیاس پر ہیں۔ اگر بالفرض ان سے یہ سوال کسی شک کی بنا پر ضرورتاً تو ہم اس شک کے ان سے زیادہ مختار ہوتے لیکن جب ہمیں کوئی شک و تردید نہیں تو بھلا اس کو حدیث کرنا کیا شک و تردید ہو سکتا ہے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ سوال مذکور کو ایمانیات سے کوئی تعلق ہی نہیں خدا تعالیٰ کی صفت احیاء پر ایمان لانا بیشک ضروری ہے مگر اس کی کیفیات پہلے ایمان لانا ہرگز ضروری نہیں۔ قیامت آئیگی اس پر ایمان لانا بہ شک واجب ہے لیکن وہ کیسے آئے گی اس پہلانا کوئی ضروری امر نہیں۔ اس لحاظ سے جو سوال بیان مذکور ہے وہ جواب سوال کی دردمندی کا محتاج ہی نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ بعض علامہ نے اس اہم واقعہ کو صرف چند طیر کو کافی کوئے اور سخن کر دینے پھر ان کو جمع کر لینے کی ایک سادی تشبیل قرار دیدیا ہے حالانکہ یہ کوئی ایسا عجیب کرشمہ نہیں ہو سکتا جسے دیکھنے کے لئے حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام درخواست کرتے یہ تو دنیا کے ان مذمومہ واقعات میں شامل ہے جنہیں دیکھنے کی ذوق و لب میں کوئی حرکت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ان سے صرف ایک طفل قلبی کے سرا کیفیات احیاء کا کوئی اطمینان غفل مشاہدہ نصیب ہو سکتا ہے اس لئے جو مفسرین کی یہی تفسیر صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ چند مختلف پرزے لیکر پہلے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں پھر ان کو باجم آہستہ آہستہ مختلف مقامات پر ڈالیں اس کے بعد ایک مقام پر علیحدہ ٹکڑے ہرگز آزمائش قہرہ ان کی آنکھوں کے سامنے اپنی اپنی شکل پر علیحدہ علیحدہ مرتب اور زندہ ہو کر چلے آئیں۔ تخیلی و ترکیب کا یہی وہ نقشہ ہو سکتا ہے جس کے دیکھنے کی درخواست کی جا سکتی ہے اور یہی وہ جزئیات کا نظارہ ہو سکتا ہے جس کے بعد علم یقین سے عین یقین تک رسائی باسانی ممکن ہے۔

(باقی حاشیہ بر مطبعہ آئندہ)

(۲۶۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْعَمَانَةِ
لَئِنْ اللَّهُ تَعَالَى خَبَرَ مُوسَى بِمَا صَنَعَتْ قَوْمُهُ فِي الْجَبَلِ فَلَمْ يَلْقَ إِلَّا كَوَاحِشَ فَلَمَّا عَايَنَ مَا صَنَعُوا أَلْقَى
الْأَوَاحِشَ (رواه احمد كما في المشكوة في باب بدء الخلق واخرجه المحاكم في التفسير وروى للذهبي (رغم)

(۲۶۵) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بات کا سنا اورو
آنکھوں سے مشاہدہ کرنا برابر نہیں ہوتا (مشہد ہے شہید کے پورا مانند دیدہ) اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام
کو ان کے قوم کی گوسالہ پرستی کی اطلاع دی تو انھوں نے تورات کی تختیاں (اپنے ہاتھوں سے) نہیں
ڈالیں لیکن جب ان کی کثرت بہشت خود دیکھی تو زمرہ کر کے (اللہ غصہ کے بارے) تختیاں (زمین پر) پٹھ دیں۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اذعان و یقین کی ساری منزلیں طے کرنے کے
بعد بھی غیب کے پر گوشہ میں اطمینان و سکون میرا جانا ضروری امر نہیں ہو سکتا ہے کہ پورا پورا یقین حاصل ہونے کے بعد بھی
غائبات کے کچھ گوشے ایسے تشنہ رہ جائیں جن کے بجھانے کی تلاش نفس انسانی میں باقی رہ جائے۔ چرکہ پر گوشے ایمانیات
کا جزو غائب نہیں ہوتا اس لئے ان کے مشاہدہ کی تیار توفیق نہیں بلکہ مزید تحقیق کی طلب پر مبنی ہوتی ہے۔

یہ بات فراموش نہ کرنی چاہئے کہ حقوق کے حوال اور فک کے سوال میں زمین و آسمان کا فرق ہے ذوق و شوق میں تقاضا
یقین ہے اگر خدا تعالیٰ کے اعجاز پر یقین نہ ہو تو کیفیت اعجاز کے مشاہدہ کا شوق ہی کچھ پیدا ہو۔ اس کو ایک مثال سے یوں
عمل کر لیجئے کہ اگر آپ تو ہر شخص کو یقین حاصل ہے کہ ریڑھ کی جو آواز ہم سنتے ہیں یہ آواز ٹھیک وہی ہوتی ہے جو اس کے اصل
مرکز پر عمل رہی ہے لیکن اس مکمل یقین کے باوجود اگر ہم یہ سوال کریں کہ یہ آواز ذاتی سرعت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ
کیونکر منتقل ہو جاتی ہے تو یہ ہرگز اس کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ میں ریڑھ کے اصل وجود ہی میں کوئی شبہ لاحق ہے بلکہ ہمارا یہ سوال
ہی اس کی دلیل ہو گا کہ میں اس کے وجود کا یقین حاصل ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس کا ہر گوشہ ہمارے سامنے ایسا ہی یقینی
ہو جائے جیسا خود ریڑھ کا وجود۔ یہ سوال تو صرف ایک اعجاز ہوتی ہے مطلق تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال تو
اس سے کہیں بڑھ کر خود بارگاہِ جمال کے بے حجابانہ دیدار کے لئے تمام دہ اندک اظہار الیقین، کون کہہ سکتا ہے کہ محبت و
عشق کے اس مضطربانہ سوال میں شک و تردید کی بوجھ آسکتی ہے بلکہ ہر تراسر یقین ہی اس شوق کا محرک بن رہا تھا۔ ان واقعات سے
یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جتنا تک ایمانیات کی صفوں میں ان پر تو صرف خدا اور اس کے رسول کے بیان پر یقین لے آنا چاہئے ہاں جو گوشے
ایمانیات سے مطلق نہیں ان میں اطمینان کیلئے مشاہدہ کے سوال کی گنجائش ہے۔ لیکن اگر آپ کو ایمانیات کا یقین بھی مشاہدہ
کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو رسول کے بیان پر کوئی اعتقاد ہی نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس رنگ کے
یقین کو ایمان کی صفت نہیں کہا جاسکتا۔

(حاشیہ صفحہ ۲۶۵) یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کے گوسالہ پرستی کا پورا پورا یقین تو موسیٰ الہی
کے ذریعہ پہلے ہی حاصل ہو چکا تھا لیکن وہ خاص تاثرات و کیفیات جو کسی واقعہ کے مشاہدہ سے مطلق ہوتی ہیں ابھی مشاہدہ نے
قبل حاصل نہ تھیں۔ جب وہی خبر مشاہدہ میں آگئی تو اب یہ کیفیات و تاثرات بھی کلفت ابراہیم موسیٰ علیہ السلام غصہ میں بھر گئے
اور غصہ کی حالت میں جو کچھ وہ کر سکتے تھے کر گزرتے۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

(۲۶۶) عَنْ عَدِيٍّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّارَ فَأَخْرَجَ مَنْ وَ
 آشَاخَ ثُمَّ قَالَ ائْتُوا النَّارَ ثُمَّ أَعْرَضَ وَأَشَاخَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ كَأَمَّا يَنْظُرُ إِلَيْهَا فِي رَوَايَةٍ
 فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاخَ بِوَجْهِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ ائْتُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ ثَمَرَةٍ وَفِي رَوَايَةٍ مِنْ سَطَاءِ
 يَنْكُرُ أَنْ تَسْتَبْرَأَ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ ثَمَرَةٍ فَلْيَفْعَلْ - (رواه مسلم)

(۲۶۷) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ عَوْفَ
 بْنَ مَلَالِكٍ فَقَالَ كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

(۲۶۶) عدی بن حاتم بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا اور یہ کہہ کر
 فوراً دوسرے اپنا رخ انور پھیر لیا اس کے بعد فرمایا دوزخ سے بچو۔ پھر اپنا چہرہ مبارک اس طرح پھیرا جس سے
 ہمیں یہ گمان ہوا کہ گویا آپ اُس وقت اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ دوسری روایت میں یہ
 مضمون اس طرح مذکور ہے کہ (دوزخ کا ذکر کر کے) آپ نے اس سے پناہ مانگی اور اپنا چہرہ مبارک اوجھڑے
 پھیر لیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی کیا اس کے بعد فرمایا دوزخ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہو۔ دوسری روایت میں
 یہ مضمون یوں ہے کہ تم میں سے جو شخص بھی کھجور کا ایک ٹکڑا دیکر دوزخ سے بچ سکے وہ ضرور نجات جائے (مسلم)
 (۲۶۷) محمد بن صالح انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عوف بن مالک
 سے ملاقات ہوئی، آپ نے فرمایا عوف بن مالک کہو کیا حال ہے؟ انھوں نے عرض کیا بفضلہ تعالیٰ سچا اور بچکا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اسی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ کو قیاس کرنا چاہئے۔ انھیں بھی اللہ تعالیٰ کی صفت
 احوال پر پورے یقین و اذعان کے باوجود اس کی خصوصی کیفیات کے مشابہہ کی استدعا کی بالکل برہم تھی۔ یہاں شک
 تردد کا دخل سمجھنا روزمرہ کے معمولی حالات سے بھی ناواقف ہے۔ مشاہدہ اور خبر کا فرق فطری ہے اس سے کوئی شخص مستثنیٰ
 نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ ص ۱۱۷)

(حاشیہ صفحہ ۱۷۱) (۲۶۶) یہاں تو دوزخ کے ایک خاص نظارہ کا تذکرہ تھا لیکن انبیاء علیہم السلام کے عام حالات
 احوال کے غم اغماز بیان میں بھی جزم و یقین کی کیفیت اس درجہ نمایاں ہوتی ہے کہ ان کے مخاطبین بھی حسب استعداد اس سے متاثر ہوئے بغیر
 نہیں رہتے۔ وہ عالم غیب کی کسی حقیقت کا جب ذکر کرتے ہیں تو اسی جزم کے ساتھ کرتے ہیں جیسا اپنے مشاہدات کا بلکہ بعض اوقات کسی دواغیر
 کے تحت اس کیفیت میں اس درجہ منجھن نظر آتے ہیں گویا وہ عالم شہد کی مخلوق ہو کر خود عالم غیب کا جز بن گئے ہیں اس لئے اس
 جہان کا تذکرہ اس اغماز سے کرتے ہیں گویا وہ اس وقت اس میں خود موجود ہیں پھر ان کی اس صہل میں جو داخل ہو جاتا ہے وہ بھی علی قدر غیب
 اس نعمت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے ہم انعم لایشق جلیہم انہوں کے حق میں اس قسم کی کیفیات شاید احسان کی تعریف کے ذیل میں
 آجاتی ہوں اسی لئے ہم نے حدیث جبریل کی ذیل میں عرض کیا تھا کہ جس کو ایمان کا مرتبہ احسان نصیب ہو جائے اس کو حقائق غیبیہ
 کا یقین مثل مشاہدات کے حاصل ہو جاتا ہے۔ (۲۶۷ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ قَوْلٍ حَقِيقَةً لَمْ أَحِصْهُ ذَلِكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَطْلَقْتَ لَفْظِي مِنَ الدُّنْيَا وَاسْتَهْمَتَ لَيْلِي وَأَخْلَصْتَ هَوَاجِرِي كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى عَرْشِ رَبِّي وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَرَاوِدُونَ فِيهَا وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغُونَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ أَوَّلَيْتُ كَأَنَّهُمْ رَوَاهُ ابُو بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ كَمَا فِي كِتَابِ الْإِيمَانِ مِنَ الرَّجَّةِ الْمَهْدَاةِ وَاجْمَعُوا مَعَهُ فِي السَّنَةِ ١٠٠٠

اذا نسا فاق في نفس المؤمن من شعوره بالقدرة الالهية غناه الرب لا تعلق في ما هو اثر اليقين

(۲۶۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَصَفَتِ الرِّيحُ قَالَ اللَّهُمَّ

مومن ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قول کی کچھ حقیقت ہوا کرتی ہے تم اپنے اس قول کی حقیقت بتاؤ کیلئے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے آزاد بنا لیا ہے۔ شب کو بیدار رہتا ہوں اور دوسری گریوں میں پیسا سا بسر کرتا ہوں (یعنی غصہ خارج ہوتا ہوں) مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کا عرش اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں (جنت و دوزخ کا اس درجہ یقین ہے) گویا جنت میری آنکھوں کے سامنے ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں اور دوزخی (عذاب میں) جھنجھے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ٹھیک بات پہچان گئے یا یہ فرمایا کہ تم کو صبح بات بتادی گئی تو اسی کیفیت کو قائم رکھنا۔ (ابو بکر بن ابی شیبہ)

رب العزۃ کی بے نیازی اور قدرت علی الاطلاق کی بنا پر جو اضطراب قہری طور پر پیدا ہو جاتا ہو وہ یقین کے منافی نہیں۔

(۲۶۸) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب ہوا تیز چلتی تو آپ بہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تجھ کو

(۲۶۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کی اصل حقیقت صرف جزم و یقین ہے۔ یہی یقین جب تک الفاظ کے قالب میں رہتا ہے ایمان کا وجود لفظی کہلاتا ہے اور جب ترقی کر کے قلب میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کا وجود ذہنی کہلاتا ہے اور جب سرخ کے بعد اس میں کیفیت شہود پیدا کر لیتا ہے تو اس کا وجود خارجی کہلاتا ہے۔ مرتبہ احسان اسی کا نام ہے۔ ناقصی اور کم ہمتی کی وجہ سے اس مرتبہ کو صرف صوفیاء کرام کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔ گویا علما اور عام مومنین کو اس کی طلب کرنا اپنی صدد سے تجاوز کرنا ہے۔ نفوذِ باطن میں ذلک۔ جس کو تم نے صوفیاء کے حصہ میں لگا دیا ہے وہ یقین ایمان ہے اور ہر سلطانِ برحق ہے کہ اس رنگ کے حامل کرنے میں پوری جدوجہد کرے اگر وہ اس ماہ میں قدم نہیں اٹھاتا تو وہ گویا اپنے ناقص ایمان پر راضی ہے۔

إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أَرْسَلْتَ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَ
 شَرِّ مَا أَرْسَلْتَ بِهِ وَإِذَا تَحَيَّيْتُ السَّمَاءَ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَأَقْبَلَ وَأَذْبَرَ وَأَمْطَرَ
 شَرِي عَنْهُ فَتَعَرَّفْتُ خَالِكَ عَائِشَةُ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهَا يَاعَائِشَةُ لِمَا قَالَ قَوْمٌ عَادٍ فَلَمَّا
 رَأَوْهُ عَارِضًا اسْتَقْبَلُوا وَدَعَوْهُمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُنْطَرِفٌ نَادِي مَرَاتِي وَيَقُولُ إِذَا انْطَرَفَ رَمَدٌ (متفق عليه)
 (۲۶۹) عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ خَفَّتِ السَّمَاءُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَا
 يَخْشَى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ فَأَنَّى السَّجْدَ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَمَجْهُودٍ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ
 يَفْعَلُهُ وَقَالَ هَذَا الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللَّهُ لَا تَكُونُ لِمُوتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنْ

اس ہوا کی پھرتی اور جو بہتری اس میں ہوا اور جس بہتری و برکت کے لئے وہ چلائی گئی ہو ان سب کا سوال
 کرتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو شر اس میں ہوا اور جس کے لئے وہ چلائی گئی ہو ان سب سے تیری پناہ لیتا
 ہوں۔ اور جب آسمان پر بادل نظر آتے تو آپ کا رنگ فق پڑ جاتا کبھی باہر تشریف لاتے کبھی امد جاتے کبھی
 اس طرف جاتے کبھی سرف جاتے جب بارش ہونے لگتی تب کہیں جا کر آپ سے یہ اضطراب کی کیفیت دور ہوتی
 حضرت عائشہؓ آپ کے اس اضطراب کو پہچان گئیں اور آپ سے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا اے
 عائشہؓ ڈرتا ہوں کہیں یہ بادل وہی ہے جسے قوم عامہ نے اپنی وادی کی طرف آتے دیکھے تھے اور کہا تھا
 کہ یہ بادل ہمارے لئے بارش لائے ہیں (پھر اس میں عذاب آیا تھا) دوسری روایت میں ہے کہ جب بارش
 برسنے لگتی تو فرماتے یہ خدا کی رحمت ہے۔ (متفق علیہ)

(۲۶۹) ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سورج گھٹ پڑا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھ کھڑے
 ہوئے ڈرتے تھے کہیں قیامت نہ آگئی ہو، مسجد میں تشریف لائے اور اتنے لمبے لمبے قیام، رکوع اور
 سجود کے ساتھ نماز ادا کی کہ میں نے تو اتنے لمبے قیام و رکوع کو کبھی آپ کو نہ دیکھا تھا، نماز سے فراغت
 کے بعد آپ نے فرمایا یہ انقلابات اللہ تعالیٰ کسی کی موت یا حیات کی وجہ پیدا نہیں کرتا بلکہ ان کی وجہ سے

(۲۶۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قدسی جس طرح قیامت کی آمد سے مانتے تھا اسی طرح کسی شب کے
 غیر عذاب استیصال سے بھی مانتے تھا۔ لیکن جب کبھی قدرت کی بے پناہ طاقت سے عالم کے کسی جز میں آپ کو شکست
 و شکست کے آثار نظر آنے لگتے تو عالم غیب کے اس شاہد کرنے والے کی نظروں کے سامنے قدرت علی الاطلاق کی
 ہر آئین سے بالاتر ہونے کا یقین اس جلوہ گر ہو جاتا کہ جس کے بعد بشریت کی ضعیف فطرت کو ان دو متضاد یقینوں
 میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا ایک مشکل ترین مسئلہ بن جاتا تھا کہ جب بارش برس جاتی اور سورج صاف ہو جاتا تو اس
 مشکلف ہو جاتا کہ قدرت نے آپ کے وجود کے امن ہونے میں کسی قید و شرط کو ملحوظ نہیں رکھا تھا اور اس لئے امت کی

يُخَوِّفُ اللَّهُ بِعِبَادَةِ قَاذِرَاتِهِمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَأَرْغَوْا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَإِسْتِغْفَارِهِ (متن علیہ)
 (۲۷۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُمِائَةٌ وَتِسْعَ عَشْرَ رَجُلًا فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 الْقَبْلَةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ يَجْعَلُ يَمْنَةً بَرِيَّةً قَاذِرًا يَدُهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ ابْخِرْ لِي مَا وَعَدْتَ نَبِيَّ اللَّهِ
 إِنَّ عُلَيْتُ هَذِهِ الْعَصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعَذِّبْنِي إِلَّا رِضًا فَإِذَا زَالَ يَمْنَتُ بَرِيَّةً مَا دَا
 يَدُهُ حَتَّى سَقَطَ رِذَاؤُهُ عَنْ مِلْكِيَّةٍ فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ رِذَاؤَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى مَلِكِيَّةٍ ثُمَّ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب اس قسم کے کسی انقلاب کو دیکھا کرو تو اس کی یاد اس کے سامنے
 عجز و نیاز اور اس سے استغفار کرنے کے لئے دوڑ پڑا کرو۔

(۲۷۰) حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو
 مشرکین کی تعداد ایک ہزار اور آپ کے صحابہ کی صرف تین سو انیس تھی یہ دیکھ کر اسی وقت آپ رو بہ قبلہ
 ہو گئے اور آپ نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور چیخ چیخ کر ہاتھ پھیلا پھیلا کر اپنے پروردگار سے یہ دعا مانگنی
 شروع کی اے اللہ تو نے جو وعدہ مجھ سے فرمایا تھا اب وہ پورا کر اے اللہ اگر اسلام کی اس مختصر جماعت کو تو
 ہلاک کر دے گا تو اس زمین پر تیری عبادت اور کون کرے گا۔ آپ برابر ہاتھ پھیلائے ہوئے اسی طرح چیخ
 چیخ کر دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ آپ کے شانوں سے آپ کی چادر نیچے گر پڑی۔ ادھر سے ابو بکرؓ تشریف لائے
 آپ کی چادر اٹھائی اور آپ کے شانوں پر ڈال دی اور پیچھے کی جانب سے آکر آپ کو مٹھ گئے اور عرض

تہا ہی کے خطرہ سے جو بے چینی آپ محسوس کرتے وہ بھی ساتھ ہی رفع ہو جاتی تھی یہ اضطراب کسی تمدن کا ثمرہ نہیں تھا بلکہ ایک
 یقین کے دوسرے یقین کے ساتھ تصادم سے پیدا ہوتا تھا اور جب بصورت تو فیض ظاہر ہو جاتی تھی تو یہ تردد بھی زائل
 ہو جاتا تھا۔

(۲۷۰) حضرت ابو بکر صدیقؓ تو امت کے غم میں آپ کی اس مشقت و بے چینی کو دیکھ دیکھ کر گھلے جا رہے تھے،
 انھیں اس بار کا بھلا کیا اندازہ ہو سکتا تھا جو ایک کمزور جماعت کی فتح و نصرت کے ذمہ دارانہ وعدہ سے آپ محسوس فرما رہے تھے
 ان کے سامنے صرف آپ کے اضطراب و سکون کا ایک مسئلہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اپنی مشقت کے بعد
 اس مختصر جماعت کی فناء و بقاء کا مسئلہ تھا۔ اس لئے پوچھتے کہ کاش کھانے والے کی موجودگی میں بے غم نظر آ رہے تھے اور
 امت کا غم کھانے والا نقشہ جنگ و کھجور مضطرب نظر آ رہا تھا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ کی قدرت اور بے نیازی کا
 اس دور میں یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہر علم میں کسی نہ کسی کوتاہی کی تاویل کا تصور کر سکتے ہیں مگر قدرت علی الاطلاق کے تسلط کسی
 قید و مجر کا تصور نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان کا تردد اباب کی موافقت یا ناموافقیت پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ جو اضطراب و بے چینی
 ان کو لاحق ہوتی ہے وہ صرف حق تعالیٰ کی بے نیازی اور اس کے غیر متناہی شکر کے نظام سے لاحق ہوتی ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ كَفَاكَ مَا شَدَّ تَلَفَ رَبِّكَ فَإِنَّكَ سَيُفْعِلُ لَكَ مَا وَعَدَكَ
فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذْ تَسْتَخِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِئَةِ مِنَ
الْمَلَائِكَةِ مُرَوِّفِينَ مَادَهُ اللَّهُ بِالْمَلَائِكَةِ (سجده مسلم)

کرنے لگے یا رسول اللہ بس اب آپ اپنے رب سے بہت الحاح کے ساتھ دعا مانگ چکے یقین ہے کہ جو
وعدہ اس نے آپ کے ساتھ کیا تھا وہ ضرور پورا کرے گا چنانچہ یہ آیت نازل ہو گئی۔ (اِذْ تَسْتَخِيثُونَ رَبَّكُمْ)

دیکھو جنگ خنین شروع ہو گئی تو اسباب کی ناموافقت سے آپ فدا تشریف ہوئے بلکہ نقشہ جنگ بدلتا گیا۔ رسول خدا
کا عزم و ثبات اس آپ کو اپنی فتح و نصرت کا یقین اتا ہی اور بڑھتا گیا حتیٰ کہ جب اسلامی فوج میں ایسا انتشار پڑ گیا کہ
آپ کے ساتھ قدم جاکر لڑنے والوں کی تعداد بہت ہی مختصر رہ گئی تو خدا کا رسول اب ساری کے بجائے زمین ہاتھ پڑا اللہ
بڑے جزم و یقین کے ساتھ یہ اعلان کرنے لگا۔

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ - اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمَطْلَبِ -

میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں۔ میں وہی عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

سپر جنگو میں شروع ہونے سے قبل آپ کا اضطراب اس بنیاد پر نہ تھا کہ آپ کے صحابہ کی تعداد قلیل تھی بلکہ اس
بنیاد پر تھا کہ اگر قدرت نے ان کی فتح و نصرت میں کہیں کوئی قید و شرط ملحوظ رکھی ہو اور اس لئے آج اسلامی فوج
کو شکست ہو جائے تو نبی کو غم ہے کہ اس کا شتم تو ختم ہو ہی جائے گا لیکن اس سے بڑھ کر یہ کہ پھر عالم کی غایت و غرض
پورا ہونے کی اور صورت کیا ہوگی۔ علمائے کھاسے کہ آپ کے ان دعائیہ فقروں میں ختم نبوت کی طرف بھی اشارہ
نکلتا ہے کیونکہ پہلی آیتیں اگر ہلاک ہو گئیں تو بعد میں دوسرے انبیاء علیہم السلام نے آکر خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے
والوں کی جماعت اللہ بنالی لیکن چونکہ اب وہ نبی آپ کے تھے جس کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں اس لئے اگر اب کی بد
پہلی آیتوں کی طرح یہ امت بھی ختم کر دی گئی تو پھر دوسری عبادت کرنے والی جماعت کا وجود کہاں سے ہوگا۔ اور
چونکہ عالم کی غایت و غرض عبادت ہے اور اس کا پورا ہونا بلاشبہ ضروری ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عجز و زاری کے موقع پر الحاح کرنے کے جتنے پہلو ممکن تھے وہ سب کے سب سامنے رکھے یعنی یہ کہ اول تو
فتح و نصرت کا تیرا وعدہ ہی ہے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ عالم کی غایت و غرض کی تکمیل بھی اس مختصر جماعت کی
بقا پر موقوف ہے۔ یہ ہر دو سبب تیری فتح و نصرت کے نزول کے لئے ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ جب آپ
دعا سے فارغ ہو گئے اور اجابت دعا کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے تو پھر آپ ہی تھے جن پر مسرت و خوشی
کے آثار بھی سب سے زیادہ نمایاں تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ آپ اس درجہ مسرور تھے کہ آپ کی مسرت کے آثار
آپ کی رفتار میں بھی نمایاں ہو رہے تھے۔

المؤمن لا تصد عنه المعصية قلبه متملى بالایمان یقین

(۱۔) عن ابی ہریرۃ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن ولا یسرق السارق حین یسرق وهو مؤمن ولا یشر ب الخمر حین یشر بها وهو مؤمن قال ابن شہاب فلخبرنی عبد الملك بن ابی بکر بن عبد الرحمن ان ابابکر کان یجد ثعمد ہولاء عن ابی ہریرۃ ثم یقول وكان ابو ہریرۃ یلحون بہن ولا یشغب ثعبۃ ذات شرف ینزع الناس إلیہ فیہا أبصارہم حین ینتہبہا وهو مؤمن رماہ البخاری ومسلم فی طریق والتوبۃ معروضۃ بعد

مومن کا قلب جب تک نہ رایان یقین نہ منور ہوتا اس سے معصیت کا صدر نہیں ہوتا

(۲۷۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زنا کرنے والا شخص بحالت زنا مومن نہیں ہوتا اور چھوٹی بحالت چوری مومن نہیں ہوتا اور اسی طرح جب کوئی شراب نوشی کرتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ابو ہریرہ اتنا اور اضافہ کرتے ہیں اور نہ لیسر اس وقت مومن ہوتا ہے جبکہ وہ ایسی بڑی لوٹ میں مشغول ہوتا ہے کہ لوگ (بے بس ہو کر) اسے نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھا کریں (اور اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں) ایک اور طریقے میں مگر توبہ کا دروازہ اس کے بعد بھی کھلا رہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲۷۱ د) معصیت کی حالت میں ایمان کا نور باقی نہیں رہ سکتا۔ اگر یہ نور باقی رہتا تو وہ یہ معصیت ہی کیوں کرتا۔ نور ایمان کا وجود یعنی کہلاتا ہے اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے یہاں غریب معترض یہ کہے کہ اس حالت میں ایمان یعنی تصدیق ہی باقی نہیں رہتی اس لئے انھوں نے مرتکب کبیرہ کو دائرۃ اسلام سے خارج کر ڈالا۔ پھر معلوم نہیں کہ ان بیبیوں حدیثوں کا ان کے پاس جواب کیا ہو گا جن میں امت کے عامیوں کی بخشش تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ انسان جب صرف الفاظ کی شوکت اور اسالیب بیان سے مسائل بنانا شروع کر دیتا ہے تو غلط عقائد کا شکار بن کر رہتا ہے اسی لئے اصولیین نے لکھا ہے کہ جو الفاظ مدح و ذم کے موقع پر متعمل ہوں ان کو مسئلہ کا مدار نہ سمجھنا چاہئے۔ آئینا المشرکون نجس میں بھی مشرکین کے لئے نجاست کا لفظ بسلسلہ مذمت متعمل ہے۔ اس لئے فقہائے صرف اس لفظ کی وجہ سے ان پر نجاست کے تمام مسائل جاری نہیں کئے۔ (دیکھو بدایۃ المجتہد لابن رشد)

(۲۷۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الْعَبْدُ حِينَ بَرَنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِكْرَمَةُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ يُزْعَرُ الْإِيمَانُ مِنْهُ قَالَ هَكَذَا وَتَبَيَّنَ بَيْنَ أَصَابِعِهِمْ أَحْرَجُهَا فَإِنْ تَابَ عَادَ إِلَيْهِ هَكَذَا وَتَبَيَّنَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا يَكُونُ هَذَا مَوْثِقًا نَامًا وَلَا يَكُونُ لَهُ نَوْرًا لِإِيمَانٍ هَذَا الْفِطْرَةُ الْمَخَارِجُ -

(۲۷۲) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ زنا کرتا ہو تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا اور جب چوری میں مشغول ہوتا ہے اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ بھی اس حالت میں مومن نہیں ہوتے اور جب کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرتا ہے تو اس وقت بھی وہ مومن نہیں ہوتا مگر کہتے ہیں میں نے ابن عباس سے پوچھا۔ اس بندہ سے اس کا ایمان کس طرح کمال لیا جاتا ہے انھوں نے اشارہ کر کے دکھایا کہ اس طرح پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالیں پھر ان کو نکال کر علیحدہ کر لیا۔ اگر اس کے بعد توبہ کر لیتا ہے تو وہ پھر اس طرح واپس آ جاتا ہے۔ (یہ کہہ کر) پھر انگلیاں ملا لیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تکاپ معصیت کی حالت میں بندہ مومن کامل نہیں رہتا اور اس کا نور ایمانی نکل جاتا ہے۔

(۲۷۲) امام بخاری نے اپنی تحقیق کو باب الزنا وشراب الخ میں خود ابن عباس سے بھی نقل کیا ہے۔ وعن ابن عباس بنزع عن نورا الايمان في الدنيا۔ حافظ ابن تيمیہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے لڑکوں سے فرمایا کرتے تھے جیسے شادی کی ضرورت ہو مجھ اس کی شادی کروں گی مگر اگر تم میں کوئی زنا کا مرتب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کا نور اس سے چھین لیگا۔ پھر اس کی مرضی ہے خواہ واپس کرے یا نہ کرے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ان معاصی کی حالت میں ایمان اس سے علیحدہ کر لیا جاتا ہے اگر توبہ کرے تو واپس کر دیا جاتا ہے۔ طائوس کہتے ہیں کہ ان حالات میں مومن کا ایمان زائل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں کہ یہ شخص دائرہ ایمانی سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک ایران کا رتبہ اسلام سے بلند تر ہے۔ امام احمد سے بھی یہی منقول ہے اور امام ابو نصر نے ایک بڑی جماعت کا یہی خیال نقل کیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص کامل مومن نہیں رہتا اس کا ایمان ناقص ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ امام زہری سے سوال کیا گیا کہ جب ان حالات میں یہ شخص مومن نہیں تو فرمائیے اسے اور کیا کہیں۔ امام کو یہ سوال ناگوار گزرا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ اگر مومن کہتے اور حدیث کی کوئی تاویل کرتے تو مصلحت کے خلاف ہوتا اور اگر کافر کہتے تو مسئلہ کے خلاف ہوتا۔ سفیان ثوری سے منقول ہے کہ سلف اس قسم کی اہل حدیث کی تلوین کو ناپسند فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ تاویل کرنے سے ان قیمرات کا زور ختم ہو جاتا ہے اور ان معاصی کی اجیت ذہن نشین کرنے کا جو اہل مقصد وہ یکسر فوت ہوتا ہے۔ (کتاب الايمان والوالت ج ۲ ص ۲۱۰ -)

(۲۷۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ وَكَانَ كَالْطَّلَةِ فَإِذَا انْقَلَمَ مِنْهَا رَجَعَ إِلَيْهَا إِيْمَانٌ. (رواه المحاكم في المستدرک ملا قال الذہبی علی شرط الشیخین

(۲۷۴) عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَنَى وَشَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللَّهُ

(۲۷۳) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب بدمعاش نے زنا کر لیا ہے تو ایمان بکل کر اس کے سر پر سائبان کی طرح معلق ہو جاتا ہے۔ جب وہ اس معصیت سے فارغ ہو جاتا ہے تو پھر لوٹ آتا ہے (مستدرک)

(۲۷۴) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے زنا کیا یا

(۲۷۴) حافظ ابن تیمیہؒ نے اس مسئلے کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔ ابو داؤد نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ انکان یقول انما الايمان كقوب احدكم يلبس سمرة ويخلع اخری۔ ایمان کی مثال لباس کی سی ہے کبھی آدمی اسے اوڑھ لیتا ہے کبھی ناردیتا ہے۔ (کتاب الايمان)

(۲۷۴) آپؐ نے دیکھا کہ حدیث مذکور جب تک صحابہ کے ماہرین وارد ہی انھوں نے اس کی تاویل میں بھی ایسا سنوان اختیار کیا جو لفظ حدیث کے زبانی سے زیادہ قریب ہے اور جب وہ ائمہ کے درمیان آگئی تو مسئلہ بگڑ گیا وہ صاف ہو گیا مگر الفاظ حدیث سے استعارہ باقی نہیں رہا۔ حضرت ابوہریرہؓ چاہتے ہیں کہ اس قسم کے عاصی سے ایمان ہی کی نفی کر دیں اور اس لئے فرماتے ہیں کہ اس کا ایمان اس کے قلب سے نکل کر اس کے اوپر سائبان کی طرح معلق ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ جو ان سے افقہ تھے انھوں نے عنوان اگرچہ وہی رکھا مگر بات ذرا اور صاف کر دی اور فرمایا کہ ان عاصی کے رکاب کے وقت میں نہ چھٹنے کے معنی ہے جس کے اس کے قلب سے ایمان بکل نکل جاتا ہے۔ جب آئمہ کا دعویٰ انھوں نے اس تعبیر کو اور صاف کیا اور فرمایا کہ جس ایمان میں نوریانیت نہ ہو وہ ایمان ایک ناقص ایمان ہے اس لئے حدیث میں لفظی کمال ملا ہے اور مطلب ہے کہ یہ عاصی مومن کامل نہیں رہتا اصل بات وہی تھی جو حضرت ابوہریرہؓ کی زبان سے نکلی مگر صفاً نہ نہ نبوت کو بعد موت لیا گیا اسی قدر حدیث کی مراد زیادہ صفائی کے ساتھ سمجھانے کی اہمیت بڑھتی گئی۔ اس بیان سے اصلی طور پر آپؐ کو سمجھ لینا چاہیے کہ حدیث اور فقہ مزاج میں کیا فرق ہوتا ہے۔ محدث مزاج نامکان تعبیر حدیث کے اندر در نہا جاتا ہے بغیر کے پیش نظر یہ رہتا ہے کہ فرض شریعت نامکان زیادہ سے زیادہ واضح ہو جائے۔ الفاظ سے اگر کچھ بعد ہو لے تو ہو جائے مزاجوں کا یہ تفاوت صحابہ کے درمیان میں ملتا ہے مگر انسانی سی بات صاف ہو جاتی تو محدثین اور فقہاء کے درمیان جو اختلافات کی وسیع سطحی حامل ہو گئی ہرگز محال نہ ہوتی۔ امام اعظمؒ سے محدثین کو زیادہ تر زائد اختلافی اسی مزاجی فرق کی بنا پر پیش آئی ہے۔ امام صاحبؒ نے مسئلہ کی چھان بین کے لئے بحثوں میں بڑی وسعت پیدا کر دی اور یہ وسعت محدثین کے لئے ہر موقع پر ایک ہی ناگواری کا موجب بنتی رہی۔ نوبت بایں جا رسید کہ ان ہی فضلی اختلافات نے آئندہ چل کر غریبی تحریک کی شکل اختیار کر لی اور آخر کار اسی پر زوہات کی تعمیر ہوئے گی۔ ولی اللہ المستثنیٰ۔

یہ حدیث جب سائیں صدی میں پہنچی تو حافظ ابن تیمیہؒ نے سلف کے اسی مضمون کو اٹھا کر خدا اور فادی شکل میں اور کہا وہ لکھتے ہیں کہ ایک عاصی کی مثال ایسی ہے جیسی آنکھیں بند کرنے کے بعد ایک بینا کی۔ اگر ایک بینا شخص اپنی

مِنْهُ الْإِيمَانُ لَمَّا تَحْلَمُ الْإِنْسَانُ الْقَيْصُ مِنْ رَأْسِهِ۔ (مرہاۃ الحاکم فی المستدرک ۲۷۰)

من لقی اللہ بالشہادتین غیر شاک فیہا دخل الجنة

(۲۷۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ قَالَ فَقَدْتُ
أَزْوَادَ الْقَوْمِ قَالَ حَتَّى هَمَّ بِبَعْضِ حَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ جَمَعْتَ
مَا بَيْنِي مِنْ أَزْوَادِ الْقَوْمِ فَقَدَعْتُ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَجَاءَ دُوَابُّ الْبَرِّ بِبَرِّهِ وَدُوَابُّ الْبَرِّ
بِقَوْمِهِ قَالَ وَقَالَ تَجَاهِدُوا دُوَابَّ النَّوَاةِ بِنَوَاهِ قُلْتُمْ وَمَا كُنَّا وَابْصُرُوا بِالنَّوَى قَالَ كَانُوا

شراب بی، اللہ تعالیٰ اس کا ایمان اس طرح کمال لیتا ہے جیسا انسان اپنی قمیص سر کی طرف کر آتا لیتا ہے۔
(مستدرک)

جس کی موت یقین پر آجائے وہ یقیناً جنتی ہوتا ہے

(۲۷۵) ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک سفر (غزوہ تبوک) میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ تھے، لوگوں کا زور ادا ختم ہو گیا تھا حتیٰ کہ نوبت اس کی آگئی تھی کہ ان میں کسی کسی نے تو اپنی
ادنیٰ فدیہ کرنے کا بھی ارادہ کر لیا تھا حضرت عمرؓ بولے یا رسول اللہؐ کاش آپ لوگوں کا باقی ماندہ نادراہ
منگا کر ایک جگہ جمع کر لیتے پھر اس میں دعا و برکت فرما دیتے (تو بہتر ہوتا) آپ نے ایسا ہی کیا۔ راوی
کہتا ہے جس کے پاس گہیوں تھے وہ گہیوں لے آیا اور جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجوریں لے آیا،
مجاہد کہتے ہیں جس کے پاس کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں وہ اپنی گٹھلیاں ہی لے آیا۔ میں نے پوچھا بھلا

آنکھیں بند کر لے تو اسے بھی کچھ نظر نہیں آتا اور اس لحاظ سے یہ مینا اور ایک نابینا برابر ہو جاتا ہے نہ یہ دیکھتا ہے نہ وہ۔
لیکن فرق یہ ہے کہ نابینا نور بعصر ہی نہیں رکھتا اور مینا اگرچہ نور تو رکھتا ہے مگر غلاف چشم کی وجہ سے وہ نور کام نہیں
کرتا اس لئے نابینا کی برابر ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مومن کے نور بصیرت پر جب ہیبت کا حجاب پڑ جاتا ہے تو وہ
بھی کافر کی طرح معصیت و طاعت کا فرق نہیں پہچانتا۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ مومن جس حالت میں فنا کر تا رہی
اس کا نور تصدیق جرش ہیبت سے ایسا دم پڑ جاتا ہے کہ اسے بھی معصیت کرنے میں کوئی باگ نہیں رہتا اور
اس تہور و جزات کے عالم میں اس پر مومن کا اطلاق بلا شکل ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر توبہ کر لے تو یہ حجاب ہیبت پھر چاک
ہو جاتا ہے اور نور ایمانی پھر جگمگانے لگتا ہے۔ (دیکھو کتاب الايمان مسئلہ ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰ و ۱۰۰۱ و ۱۰۰۲ و ۱۰۰۳ و ۱۰۰۴ و ۱۰۰۵ و ۱۰۰۶ و ۱۰۰۷ و ۱۰۰۸ و ۱۰۰۹ و ۱۰۱۰ و ۱۰۱۱ و ۱۰۱۲ و ۱۰۱۳ و ۱۰۱۴ و ۱۰۱۵ و ۱۰۱۶ و ۱۰۱۷ و ۱۰۱۸ و ۱۰۱۹ و ۱۰۲۰ و ۱۰۲۱ و ۱۰۲۲ و ۱۰۲۳ و ۱۰۲۴ و ۱۰۲۵ و ۱۰۲۶ و ۱۰۲۷ و ۱۰۲۸ و ۱۰۲۹ و ۱۰۳۰ و ۱۰۳۱ و ۱۰۳۲ و ۱۰۳۳ و ۱۰۳۴ و ۱۰۳۵ و ۱۰۳۶ و ۱۰۳۷ و ۱۰۳۸ و ۱۰۳۹ و ۱۰۴۰ و ۱۰۴۱ و ۱۰۴۲ و ۱۰۴۳ و ۱۰۴۴ و ۱۰۴۵ و ۱۰۴۶ و ۱۰۴۷ و ۱۰۴۸ و ۱۰۴۹ و ۱۰۵۰ و ۱۰۵۱ و ۱۰۵۲ و ۱۰۵۳ و ۱۰۵۴ و ۱۰۵۵ و ۱۰۵۶ و ۱۰۵۷ و ۱۰۵۸ و ۱۰۵۹ و ۱۰۶۰ و ۱۰۶۱ و ۱۰۶۲ و ۱۰۶۳ و ۱۰۶۴ و ۱۰۶۵ و ۱۰۶۶ و ۱۰۶۷ و ۱۰۶۸ و ۱۰۶۹ و ۱۰۷۰ و ۱۰۷۱ و ۱۰۷۲ و ۱۰۷۳ و ۱۰۷۴ و ۱۰۷۵ و ۱۰۷۶ و ۱۰۷۷ و ۱۰۷۸ و ۱۰۷۹ و ۱۰۸۰ و ۱۰۸۱ و ۱۰۸۲ و ۱۰۸۳ و ۱۰۸۴ و ۱۰۸۵ و ۱۰۸۶ و ۱۰۸۷ و ۱۰۸۸ و ۱۰۸۹ و ۱۰۹۰ و ۱۰۹۱ و ۱۰۹۲ و ۱۰۹۳ و ۱۰۹۴ و ۱۰۹۵ و ۱۰۹۶ و ۱۰۹۷ و ۱۰۹۸ و ۱۰۹۹ و ۱۱۰۰ و ۱۱۰۱ و ۱۱۰۲ و ۱۱۰۳ و ۱۱۰۴ و ۱۱۰۵ و ۱۱۰۶ و ۱۱۰۷ و ۱۱۰۸ و ۱۱۰۹ و ۱۱۱۰ و ۱۱۱۱ و ۱۱۱۲ و ۱۱۱۳ و ۱۱۱۴ و ۱۱۱۵ و ۱۱۱۶ و ۱۱۱۷ و ۱۱۱۸ و ۱۱۱۹ و ۱۱۲۰ و ۱۱۲۱ و ۱۱۲۲ و ۱۱۲۳ و ۱۱۲۴ و ۱۱۲۵ و ۱۱۲۶ و ۱۱۲۷ و ۱۱۲۸ و ۱۱۲۹ و ۱۱۳۰ و ۱۱۳۱ و ۱۱۳۲ و ۱۱۳۳ و ۱۱۳۴ و ۱۱۳۵ و ۱۱۳۶ و ۱۱۳۷ و ۱۱۳۸ و ۱۱۳۹ و ۱۱۴۰ و ۱۱۴۱ و ۱۱۴۲ و ۱۱۴۳ و ۱۱۴۴ و ۱۱۴۵ و ۱۱۴۶ و ۱۱۴۷ و ۱۱۴۸ و ۱۱۴۹ و ۱۱۵۰ و ۱۱۵۱ و ۱۱۵۲ و ۱۱۵۳ و ۱۱۵۴ و ۱۱۵۵ و ۱۱۵۶ و ۱۱۵۷ و ۱۱۵۸ و ۱۱۵۹ و ۱۱۶۰ و ۱۱۶۱ و ۱۱۶۲ و ۱۱۶۳ و ۱۱۶۴ و ۱۱۶۵ و ۱۱۶۶ و ۱۱۶۷ و ۱۱۶۸ و ۱۱۶۹ و ۱۱۷۰ و ۱۱۷۱ و ۱۱۷۲ و ۱۱۷۳ و ۱۱۷۴ و ۱۱۷۵ و ۱۱۷۶ و ۱۱۷۷ و ۱۱۷۸ و ۱۱۷۹ و ۱۱۸۰ و ۱۱۸۱ و ۱۱۸۲ و ۱۱۸۳ و ۱۱۸۴ و ۱۱۸۵ و ۱۱۸۶ و ۱۱۸۷ و ۱۱۸۸ و ۱۱۸۹ و ۱۱۹۰ و ۱۱۹۱ و ۱۱۹۲ و ۱۱۹۳ و ۱۱۹۴ و ۱۱۹۵ و ۱۱۹۶ و ۱۱۹۷ و ۱۱۹۸ و ۱۱۹۹ و ۱۲۰۰ و ۱۲۰۱ و ۱۲۰۲ و ۱۲۰۳ و ۱۲۰۴ و ۱۲۰۵ و ۱۲۰۶ و ۱۲۰۷ و ۱۲۰۸ و ۱۲۰۹ و ۱۲۱۰ و ۱۲۱۱ و ۱۲۱۲ و ۱۲۱۳ و ۱۲۱۴ و ۱۲۱۵ و ۱۲۱۶ و ۱۲۱۷ و ۱۲۱۸ و ۱۲۱۹ و ۱۲۲۰ و ۱۲۲۱ و ۱۲۲۲ و ۱۲۲۳ و ۱۲۲۴ و ۱۲۲۵ و ۱۲۲۶ و ۱۲۲۷ و ۱۲۲۸ و ۱۲۲۹ و ۱۲۳۰ و ۱۲۳۱ و ۱۲۳۲ و ۱۲۳۳ و ۱۲۳۴ و ۱۲۳۵ و ۱۲۳۶ و ۱۲۳۷ و ۱۲۳۸ و ۱۲۳۹ و ۱۲۴۰ و ۱۲۴۱ و ۱۲۴۲ و ۱۲۴۳ و ۱۲۴۴ و ۱۲۴۵ و ۱۲۴۶ و ۱۲۴۷ و ۱۲۴۸ و ۱۲۴۹ و ۱۲۵۰ و ۱۲۵۱ و ۱۲۵۲ و ۱۲۵۳ و ۱۲۵۴ و ۱۲۵۵ و ۱۲۵۶ و ۱۲۵۷ و ۱۲۵۸ و ۱۲۵۹ و ۱۲۶۰ و ۱۲۶۱ و ۱۲۶۲ و ۱۲۶۳ و ۱۲۶۴ و ۱۲۶۵ و ۱۲۶۶ و ۱۲۶۷ و ۱۲۶۸ و ۱۲۶۹ و ۱۲۷۰ و ۱۲۷۱ و ۱۲۷۲ و ۱۲۷۳ و ۱۲۷۴ و ۱۲۷۵ و ۱۲۷۶ و ۱۲۷۷ و ۱۲۷۸ و ۱۲۷۹ و ۱۲۸۰ و ۱۲۸۱ و ۱۲۸۲ و ۱۲۸۳ و ۱۲۸۴ و ۱۲۸۵ و ۱۲۸۶ و ۱۲۸۷ و ۱۲۸۸ و ۱۲۸۹ و ۱۲۹۰ و ۱۲۹۱ و ۱۲۹۲ و ۱۲۹۳ و ۱۲۹۴ و ۱۲۹۵ و ۱۲۹۶ و ۱۲۹۷ و ۱۲۹۸ و ۱۲۹۹ و ۱۳۰۰ و ۱۳۰۱ و ۱۳۰۲ و ۱۳۰۳ و ۱۳۰۴ و ۱۳۰۵ و ۱۳۰۶ و ۱۳۰۷ و ۱۳۰۸ و ۱۳۰۹ و ۱۳۱۰ و ۱۳۱۱ و ۱۳۱۲ و ۱۳۱۳ و ۱۳۱۴ و ۱۳۱۵ و ۱۳۱۶ و ۱۳۱۷ و ۱۳۱۸ و ۱۳۱۹ و ۱۳۲۰ و ۱۳۲۱ و ۱۳۲۲ و ۱۳۲۳ و ۱۳۲۴ و ۱۳۲۵ و ۱۳۲۶ و ۱۳۲۷ و ۱۳۲۸ و ۱۳۲۹ و ۱۳۳۰ و ۱۳۳۱ و ۱۳۳۲ و ۱۳۳۳ و ۱۳۳۴ و ۱۳۳۵ و ۱۳۳۶ و ۱۳۳۷ و ۱۳۳۸ و ۱۳۳۹ و ۱۳۴۰ و ۱۳۴۱ و ۱۳۴۲ و ۱۳۴۳ و ۱۳۴۴ و ۱۳۴۵ و ۱۳۴۶ و ۱۳۴۷ و ۱۳۴۸ و ۱۳۴۹ و ۱۳۵۰ و ۱۳۵۱ و ۱۳۵۲ و ۱۳۵۳ و ۱۳۵۴ و ۱۳۵۵ و ۱۳۵۶ و ۱۳۵۷ و ۱۳۵۸ و ۱۳۵۹ و ۱۳۶۰ و ۱۳۶۱ و ۱۳۶۲ و ۱۳۶۳ و ۱۳۶۴ و ۱۳۶۵ و ۱۳۶۶ و ۱۳۶۷ و ۱۳۶۸ و ۱۳۶۹ و ۱۳۷۰ و ۱۳۷۱ و ۱۳۷۲ و ۱۳۷۳ و ۱۳۷۴ و ۱۳۷۵ و ۱۳۷۶ و ۱۳۷۷ و ۱۳۷۸ و ۱۳۷۹ و ۱۳۸۰ و ۱۳۸۱ و ۱۳۸۲ و ۱۳۸۳ و ۱۳۸۴ و ۱۳۸۵ و ۱۳۸۶ و ۱۳۸۷ و ۱۳۸۸ و ۱۳۸۹ و ۱۳۹۰ و ۱۳۹۱ و ۱۳۹۲ و ۱۳۹۳ و ۱۳۹۴ و ۱۳۹۵ و ۱۳۹۶ و ۱۳۹۷ و ۱۳۹۸ و ۱۳۹۹ و ۱۴۰۰ و ۱۴۰۱ و ۱۴۰۲ و ۱۴۰۳ و ۱۴۰۴ و ۱۴۰۵ و ۱۴۰۶ و ۱۴۰۷ و ۱۴۰۸ و ۱۴۰۹ و ۱۴۱۰ و ۱۴۱۱ و ۱۴۱۲ و ۱۴۱۳ و ۱۴۱۴ و ۱۴۱۵ و ۱۴۱۶ و ۱۴۱۷ و ۱۴۱۸ و ۱۴۱۹ و ۱۴۲۰ و ۱۴۲۱ و ۱۴۲۲ و ۱۴۲۳ و ۱۴۲۴ و ۱۴۲۵ و ۱۴

يَمُصُّوْنَہٗ وَيَشْرَبُوْنَ عَلَيْهِ الْمَاءُ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمَا قَالَ حَتَّىٰ مَلَكَ الْقَوْمُ اَرْوَدَهُمَّ قَالَ
فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهُ هِمَا عَبْدًا غَيْرَ
شَاكٍ فِيْهِ مَا لَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (مرہاء مسلم)

(۲۷۶) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ بِكُلِّ بُنَادِيٍّ فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ
مَنْ قَالَ مِثْلَ هٰذَا يَقِيْنًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (اخرجه النسائي والحاكم وابن حبان)

(۲۷۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِئِلَ اَيُّ الْاَعْمَالِ
اَفْضَلُ قَالَ اِيْمَانٌ لَا شَكَّ فِيْهِ وَحَمْدٌ لَا عُلُوْلَ فِيْهِ وَحُجَّةٌ مُّبْرُوْرَةٌ قِيْلَ فَاَيُّ الصَّلٰوةِ
اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقَنُوْتِ (المحدث رواه النسائي)

(۲۷۸) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ

گھٹلیاں ان کے کس کام آتی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ انھیں ہم چوس لیتے اور اس پر پانی پی لیا کرتے
تھے، آپ نے ان میں دعا برکت فرمائی پھر اتنی برکت ہوئی کہ لوگوں نے اپنے اپنے ناشتہ وان بھر لئے
اس کے بعد آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات کی بھی کہ میں
اس کا پیغمبر ہوں۔ جو شخص کسی شک و تردید کے بغیر ان دہاتوں کی گواہی دیتا ہو خدا تعالیٰ کے حضور
میں حاضر ہو گا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

(۲۷۶) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بلال اذان دینے کھڑے ہوئے جب فارغ ہو گئے تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یقین کے ساتھ یہ کلمات کہے وہ یقیناً جنت میں جائیگا ھٰذَا کَلِمَتُہِمْ
(۲۷۷) عبد اللہ بن حبشی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا
علموں میں کون کون سے عمل سب سے بہتر ہیں؟ آپ نے فرمایا ایسا ایمان جس میں خدا شک نہ ہو، ایسا جہاد
جس میں ذرہ برابر خیانت نہ ہو اور ایسا حج جس میں کوئی خجایت نہ کی جائے اس کے بعد اس نے پوچھا
یہ نماز کونسی افضل ہے فرمایا جس میں قیام لیا ہو۔ (نسائی)

(۲۷۸) عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس یقین

(۲۷۸) یہاں علم کے معنی صرف دانش نہیں۔ صرف دانش تو شرعی نظریں کوئی اہمیت رکھتا ہے
اور نہ اس پر دخول جنت کی بشارت مرتب ہے بلکہ معرفت و یقین کے معنی مراد ہیں جیسا کہ اس باب کی دوسری
احادیث سے ظاہر ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ جو اس عقیدہ جازم اور یقیناً کائنات کے ساتھ دنیا سے گزر جائے گا وہ

يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (سواء مسلم)

ذکر ما وقر فی قلوب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقین

(۲۴۹) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُمِّلَ ابْنُ عُمَرَ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُونَ قَالِ نَعَمْ وَالْإِيمَانُ فِي قُلُوبِهِمْ أَعْظَمُ مِنَ الْحَبْلِ وَقَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ أَدْرَكْتَهُمْ يَشْتَدُّونَ بَيْنَ الْأَعْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوا رُحْبَانًا. (رماء فی شرح السنہ)

کے ساتھ مرجائے کہ خدا کوئی نہیں مگر اللہ یقیناً جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے یقین کی چند مثالیں

(۲۴۹) قنادہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہنساکرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا جی ہاں لیکن ان کے دلوں میں ایمان پہاڑوں سے زیادہ بھاری موجود ہوتا تھا۔ (یعنی ان کی ہنسی غفلت کی ہنسی نہ تھی، بلال بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے ان کو (دن میں تو) نشانوں اور بدقوں کے درمیان بھاگتے دوڑتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مذاق بھی کرتے پایا ہے لیکن جب رات آتی تو وہ درویش صفت بن جاتے تھے (یعنی مصلوں پر کھڑے کھڑے راتیں کاٹ دیا کرتے تھے) (شرح السنہ)

ضرورت میں داخل ہو کر رہے گا کیونکہ جنت اور دوزخ کی قسم ایمان و کفر پر لگی ہے، اچھے برے اعمال پر نہیں۔
(۲۴۹) حافظ ابن کثیر نے آیت ولوانا کتبنا علیہم ان اقلوا انفسکم او اخر جوامن حیار کہہ ما فعلوہ الا قلیلا منہم کی تفسیر کے ذیل میں امثل سے نقل کیا ہے کہ آیت مذکورہ سن کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بولے اگر ہمارے بعد اگر ہمیں حکم دیا تو ہم سب جو ہم اس کا امثال کرتے آپ کو اپنے صحابہ کے ان جہاں شمارائے کلمات کی جب اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا لا یجان اثبت فی قلوب اہلہ من الجبال الرامی۔ ایمان داروں کے دلوں میں ایمان بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی زیادہ راسخ ہوتا ہے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ آیت مذکورہ سن کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے یہ حکم دیں تو میں تو اسی وقت اس کی تعمیل کروں۔ حضرت عمرؓ سے بھی اسی کے قریب الفاظ منقول ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات مروی ہیں۔ ان میں امتی لہ جالا الا ایمان اثبت فی قلوبہم من الجبال الرامی۔ میری راست میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں ایمان بڑے بڑے پہاڑوں سے زیادہ مستحکم اور راسخ ہے۔

(۲۸۰) عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِينَ بَلَغَتْ
 الْأُمُّ الْإِبْنِ سَفِيَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَمَرْتَنِي
 أَنْ نَغِيضَهَا الْبَحْرَ لَأَخْضَتْنَاهَا وَلَوْ أَمَرْتَنِي أَنْ نَضْرِبَ الْكِبَاةَ إِلَى بَرْءِ الْغِيَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ
 فَتَدَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوا حَتَّى نَزَلُوا أَبْدَرَ أَهْلَ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا امْضِعْ فُلَانٌ وَيَضِعْ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هَهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ
 أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سواء مسلم)

(۲۸۱) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ شَهِدْتُ مِنَ الْفُتَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَعَهُدًا لِأَنَّ أُلُوَّكَ
 صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عَدِلَ بِهِ أَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ
 وَنَقُولُ لِمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى إِذْ هَبَّ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَايِلَا وَلَكِنَّا نَقَايِلُ عَنْ بَيْنِيكَ وَهَنَ شَالِكُ
 وَيَنْ يَدُكَ وَخَلَقَكَ قَرَأْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَرَقَ وَجَدُّوهُ (سواء البخاری)

(۲۸۰) انش کہتے ہیں کہ جب میں ابوسہان کے لشکر کی خبر ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اس کے متعلق صحابہ پر مشورہ فرمایا۔ سعد بن عبادہ کھڑے ہو کر بولے یا رسول اللہ اس کی قسم جس کے دست قدرت
 میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں یہ حکم دیں کہ ہم اپنے گھوڑے دیہا میں ڈالیں تو ہم اسی ڈال دیں گے اور اگر آپ
 یہ فرمائیں کہ ہم پرک انعام تک اپنے گھوڑے دفن کران کے پتے پانی کر ڈالیں تو ہم یہی کر گزریں گے اس کے
 بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو چلنے کے لئے بلایا لوگ چل پڑے یہاں تک کہ بدر کے
 میدان میں آکر مقیم ہو گئے آپ یہاں زمین پر ہاتھ رکھ رکھ کر بتاتے جاتے تھے کہ یہاں فلاں مشرک
 مقتول ہو کر گرے گا اور یہاں فلاں گرے گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ (سب اسی جگہ مقتول ہوئے اور)
 ان میں کوئی ایسا نہ تھا جو آپ کی مقرر کردہ جگہ سے ذرا کہیں علیحدہ کر رہا ہو۔ (مسلم)

(۲۸۱) ابن مسعود سے روایت فرماتے ہیں کہ میں مقداد بن اسود کی ایک ایسی بات سنی تھی کہ تمام فضائل کمال کے مقابل میں
 مجھے ہٹا ہوتی ہے کاش وہ بات مجھے نصیب ہو جاتی (وہ بات یہ تھی) کہ ایک بار آپ لوگوں کو مشرکین کے مقابلہ کے لئے
 ترغیب دے رہے تھے اس وقت یہی آپ پہنچے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے جو موسیٰ علیہ السلام
 کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ بس تو اتر اتر اتر اور گار جا کر لو (ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں) بلکہ ہم آپ
 کے دائیں بائیں آپ کے سامنے اور آپ کے پیچھے ہر جگہ کریں گے میں نے دیکھا کہ یہ بات سن کر آپ کا رونے اور
 (مارے خوشی کے چلک اٹھا اور مقداد کے اس جواب نے آپ کو خوش کر دیا۔ (بخاری شریف)

(۲۸۲) عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلِّ الشَّيْثَانِ فَقَامَ رَجُلٌ رَكَّ الْهَيْئَةَ فَقَالَ يَا أَبَا مُوسَى أَنْتَ مَهْمَتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَذَا أَقَالَ نَعَمْ فَرَجَعْنَا إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَقْرَأْ عَلَيْكُمْ السَّلَامَ ثُمَّ لَمْ يَجْعَلْ سَمْعَهُمْ فَأَلْفَاهُ ثُمَّ مَشَى بِسَيْفِهِ إِلَى الْعَدُوِّ وَفَضَرَبَ بِهِ حَتَّى قُتِلَ - (رواه مسلم)

(۲۸۳) عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَتَّى سَبَّحُوا الْمَشْرِكَ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ وَجَاءَ الْمَشْرُكُونَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَلَّوْا إِلَى جَنَّةِ عَرَضِهَا السَّمَوَاتِ الْأَرْضِ قَالَ تَحْمِيذُ بَنِي الْحَكَامِ بَنِي نَجْجٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْكُمُكَ عَلَى قَوْلِكَ بَنِي نَجْجٍ قَالَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا رَجَاءَ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِهَا قَالَ فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا قَالَ فَأَخْرَجَهُمْ تَمْرَاتٍ مِنْ قَرْيَةٍ فَعَجَلَ بِأَكْلِ مَعْصُومٍ ثُمَّ قَالَ لَيْنَ أَنَا حَيِّتُ حَتَّى أَكُلَ تَمْرًا إِنِّي لَأَحْيَا حَيَاةَ حُلُولَةٍ قَالَ فَرَمَى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى قُتِلَ - (مسلم)

(۲۸۲) ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ (ابو بکرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا اے ابو موسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے کیا تم نے خود سنا ہے انہوں نے کہا ہاں۔ اس کے بعد وہ اپنے رفقاء کے پاس آیا اور ان سے کہا لو میرا سلام یہ کہہ کر اس نے اپنی تلوار کی میان تو کر ڈال دی اور رنگی (تلوار لیکر دشمن پر حملہ آور ہوا اور وہاں شاک کہ شہید ہو گیا۔) (مسلم)

(۲۸۳) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ جنگ کیلئے نکلے یہاں تک کہ (حیدان جنگ میں) یہ مشرکین سے پہلے جا پہنچے جب مشرکین بھی آگئے تو آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا لو اب اس جنت کیلئے کھڑے ہو جاؤ جس کا عرض زمین اور آسمان کے برابر ہے یہ سن کر عمر بن حارم بولے واہ واہ۔ آپ نے فرمایا تم نے اتنی خوشی کا اظہار کیوں کیا، انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم صرف اس لئے کہ شاید جنت میرے نصیب میں آجائے آپ نے فرمایا (جاؤ) تم جنتی ہو یہ سن کر انہوں نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور ان کے کھانے میں مشغول ہو گئے پھر خود ہی بولے اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا..... کہ ان کھجوروں کو ختم کر لوں تو یہ زندگی تو بڑی لمبی زندگی ہوگی۔ رزوی کہتا ہے یہ کہہ کر جو کھجوریں ان کے پاس تھیں پھینک دیں اور مشرکین سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

(مسلم)

(۲۸۴) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرُمِيتَ إِذْ قُتِلْتَ فَأَيُّنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْفَى مَمَرَاتٍ فِي يَدَيْهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ - (متفق عليه)

المؤمنون في صل الأيمان التفاضل بينهم في مراتب التقوى الباقين

(۲۸۵) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُونَ فِي الدُّنْيَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَجْرَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَأْمَنُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ الَّذِينَ أَشْرَفَ عَلَى طَمَعِهِمْ تَرَكَهُ اللَّهُ عَنَّا وَجَلَّ - (مرآة احمد)

(۲۸۴) جابر سے روایت ہے کہ احد کی جنگ میں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا فرمائیے اگر میں مارا جاؤں تو کہاں جاؤں گا آپ نے فرمایا جنت میں۔ یہ سن کر اس نے اپنے ہاتھ کی کھجوریں بھینک دیں پھر لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ (متفق علیہ)

تمام مسلمان اصل اعتقادات کے لحاظ سے برابر ہیں ان میں جو فرق ہو وہ ضرور ان کے مراتب یقین میں تفاوت کی وجہ سے ہے

(۲۸۵) ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یومنون دنیا میں تین قسم کے ہیں ایک وہ مومن جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا پھر اس میں اس نے فدا شک و تردید نہ کیا اور اپنی جان و مال سے بے دریغ اس کی راہ میں جہاد کیا۔ دوسرا وہ جس کی طرف سے لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں بے خطر رہے تیسرا وہ (جوانی جاں بازی یا اتنی سلامت روی کا ثبوت تو نہ دے سکا لیکن کم از کم یہی کیا کہ جب اس کے سامنے کوئی لالچ کا موقع پیش آیا تو اس نے صرف اللہ کے نام پر اس کو چھوڑ دیا۔ (مسند احمد)

(۲۸۵) مومن میں سب سے بڑی صفت اس کا جزم و یقین ہے اور اسی صفت کے لحاظ سے مومنوں کے مراتب میں تفاوت ہے۔ یقین کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جان بازی کے موقع پر اپنا قدم پیچھے نہ ہٹائے جہاد میں کمزوری یا بانی صفت کی علامت ہے اسی لئے لہر تباہ کے ساتھ جہاد و باموال اللہ و انفسہم کا لفظ رکھا گیا ہے۔ گویا جس نے جان و مال میں سے کسی میں بھی دریغ کیا یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے ایمان و یقین ہی میں پوری کٹنگلی نہیں ہے۔ بقیہ دو مراتب بھی اگرچہ بظاہر عمل سے متعلق ہیں مگر درحقیقت ان کا تعلق بھی انسان کے قلبی یقین ہی کے ساتھ ہے۔

(۲۸۶) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ
كَانَ مِثْلًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوَزِنَتْ ابْنَتُ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحَتْ ابْنَتُ وَوزن أَبُو بَكْرٍ وَخَمَرًا

(۲۸۶) ابو بکرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ایک
خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے اتری اس میں آپ اور ابو بکرؓ تولے گئے تو آپ

(۲۸۶) صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ دارمی حضرت ابوذرؓ سے اسی قسم کا ایک خواب خود صاحب نبوۃؑ کا بھی نقل
کیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ بلحا: مکہ میں دو فرشتے آپ کے پاس آئے ایک تو زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین و آسمان کے
درمیان معلق کھڑا رہا پھر ان کے باہم یہ گفتگو شروع ہو گئی کیا یہ وہی نبی ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا ہاں وہی ہیں۔ اس نے
کہا اچھا تو پھر ان کو ایک شخص کے مقابلہ میں تول کر دیکھو چنانچہ تول تو اس میں ہماری اترا۔ پھر اس نے کہا اچھا ان کو دس شخصوں
کے مقابلہ میں تولو تو وہی میں ہی ہماری اترا۔ پھر اس نے کہا اب سو آدمیوں کے مقابلہ میں تولو تو ان کے مقابلہ میں بھی میں ہی
ہماری رہا۔ پھر اس نے کہا اچھا اب
ہزار کے مقابلہ میں تولو ان کے مقابلہ میں بھی میں ہی ہماری اترا (آپ نے فرمایا کہ) ان کے ہلکے ہونے کی وجہ سے ترازو میری
ان کے بھر کچھ ہلنے کا جو نقشہ اس رت نظر آ رہا تھا اب تک میری نظروں کے سامنے ہے۔ اس پر ایک نے دوسرے سے
کہا سمجھی ان کے مقابلہ میں اگر ساری امت بھی تول ڈالے گی جب بھی ہماری اتریں گے۔

عالم بالا کی اس میزان میں یہ وزن یقین و ایمان ہی کا وزن تھا۔ نبی اس میں سب سے ہماری اترا۔ اس کے بعد پھر
درجہ بدرجہ صدیق و عمر و عثمانؓ ہماری اترتے رہے۔ صلح میزان کی تعمیر آپؐ نے خود بنفس نفیس یہ بیان فرمایا کہ خلفاء ثلاثہؓ کے
بعد خلافت نبوۃؑ کو دو ختم ہو جائے گا اور صرف ملک گیری کا آغاز ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ کا زمانہ اول تو صحابی کتنا پھر
جتنا کہ متاودہ بھی جنگ و جدل کی نذر ہو گیا اور خلفاء ثلاثہؓ کے بعد کا ساہو امن و انصاف پھر نہ لوٹ سکا۔ حضرت علیؓ نے
بعد تو پھر کھلی ہوئی ملک گیری رہ گئی۔ صدق اللہ و رسولہ۔ ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں یہاں ایک مفید مضمون تحریر
فرمایا۔ یہاں اس کو صبر و جہد ہرے ناظرین کرتے ہیں۔

اہل ایمان اور اہل توحید میں تو تمام مسلمان برابر ہیں لیکن
قوت و ضعف کے لحاظ سے ان میں مراتب کا بڑا تفاوت
ہے۔ کیونکہ کفر و ایمان کی مثال ایسی ہے جیسی ایک بیٹا
اور نابالغ کی دیکھ کر دیکھنے والوں کی نظروں میں کتنا اختلاف
ہوتا ہے۔ ایک شخص چوتھے جو صرف رات ہی میں دیکھ
سکتا ہے، دن میں نہیں دیکھ سکتا، ایک دوسرے ہر لمحہ میں
دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ رات، ایک شخص مڑنا دیکھ سکتا ہے
لیکن ایک خط چشمہ کی مدد کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی
کہتا ہے کہ اسے عام عادت سے زیادہ نزدیک فاصلہ سے
دیکھنا پڑتا ہے اور کسی کو عام عادت کے خلاف ذرا دور

(والمؤمنون مستترون) ای متساوون (فی
الایمان) ای علی اصلہ (والتوحید) ای فی نفسہ
وانما آئینہ انما ہما فان الکفر مزم الایمان کا معنی
البصیرۃ لاشک ان البصر لا یختلِفون فی
قوة البصر وضعفہ فہم الاحضض والاعتر
ومن یری الخط الفخین دون الریق
الابزجا جتہ وغوھا ومن یری عن
قرب زائد علی العادة فاخر بعدہ
ومن مہنا قال محمد علی ما تقدم

فَرَحُّكُمْ أَبُو بَكْرٍ وَوُزَنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَحُّكُمْ عُمَرُ ثُمَّ رَفَعَ الْمِيزَانَ فَاسْتَبَاءَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بجاری اترے اس کے بعد ابو بکر و عمرؓ تو لے گئے تو ابو بکرؓ بجاری اترے پھر عمرؓ و عثمانؓ تو لے گئے تو عمرؓ بجاری اترے اس کے بعد وہ ترازو اٹھائی گئی۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ آزرہ خاطر ہوئے

اكثره ان يقول ايماني كما يمان جبريل عليه السلام بل يقول امتي بما امن به جبريل عليه السلام ام

فكان لا يجوز ان يقول احد ايماني كما يمان انبياء - ايهم السلام كما ينبغي ان يقول ايماني كما يمان ابي بكر وعمر واثنا لهما فان تفاوتت في ركعة التوحيد في قولها قلها لا لا الله سبحانه فمن

الناس من نوراني قلبه كالشمس وفهم كالقمر وضعه كالقوب الدري ومنهم كالشمس العظم والشمس كالمراحم الضعيف لقوله عليه الصلوة والسلام فذلك اصح الايمان وقوله عليه الصلوة والسلام المؤمن القوي اهل بي الله من المؤمنين الضعيف والقوة تشمل القوة الظاهرية والعلمية والقوة البليغة

العلمية وهو على منزل هذه الاذواق الدنيا تظهر انوار علومها والهم والوهم في التقي آپ نے اس شخص کے اہل کے متعلق جو بڑی کی اصلاح کر نہیں کرتا مگر

وكما اشتد نور هذه الكلمة وعظمت مرتبتها اس پر قلبی ناگواری محسوس کرتے ہے) فرمایا ہے کہ یہ ایمان کا سب سے کمزور اسق من الشجاعت الشهوات بحسب قوتها رعب ہے اندھیری حدیث میں ہے کہ مضبوط مومن اللہ کو کمزور مومن و

بجست بر اصل الی حال لا یصادف شعبة زبان پہلا ہے مؤثر کن کی یہ قوت صرف اس کی ظاہری قوت کے ساتھ

كالشجرة طلاء بنا ولا حسنة الا امرتها بل قول رجلا مؤمن من فان نور له اظفا شامل ہو لوگوں کے اعمال و ایمان کے انوار میں جو تفاوت دیکھا میں ہے

لمی ومن عرف هذا عرف معق قوله ہی تفاوت ان کے انوار کے باہر آخرت میں رہ گیا ہو ایمانی جتنا تیز اور صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ حرم علی شدید پرتلے اتنا ہی مساوی اور خواہشات نفسانیہ کو زیادہ سوخت

الانوار قال لا لا الله يتيقن بذلك ورج کرنا پہلا پرتلے پہل تک کہ ایک ایسا وقت بھی آجائے جبکہ تمام مساوی

الله وقوله عليه السلام لا يدخل النار من اور قسّم کی خواہشات فنا ہو جاتی ہیں اور چھوڑنا بڑا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا

قال لا اله الا الله وامثال ذلك مما میں کو جلا کر وہ خاکستر نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے سامنے آتش ہمیں بجھے جیسے گئی ہو

اشكل على كثير من الناس حتى ظنوها کہ سے مومن زندہ جلدی ہو گا کہ جو کہ تیرے ایمان کا زور میری بھڑکی ہوئی

يَعْنِي قِسْمَهُ ذَلِكَ فَقَالَ خِلَافَةُ نَبْوَةٍ ثُمَّ يُنْفِئُ اللَّهُ الْمُلُوكَ مِنْ مَشَاءُ (رُحْمَا الترمذی و ابو داؤد)
 (۲۸۷) عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَدْ خَلَّ رَجُلٌ يُصَلِّي قَرَأَ قِرَاءَةً
 أَتَمَّهَا عَلَيْهَا ثُمَّ دَخَلَ آخَرَ قَرَأَ آدَةً مِثْلَ آدَةٍ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا
 جَمِيعًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ هَذَا قَرَأَ آدَةً أَتَمَّهَا عَلَيْهَا

اور فرمایا کہ یہ ترازد خلافت نبوت کی ترازوتھی اس کے بعد در خلافت نبوت تو ختم ہو جائے گا اور ملک گیری
 شروع ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنا ملک حوالہ کر دے گا۔ (ترمذی۔ ابو داؤد)
 (۲۸۷) ابی بن کعب بیان کرنے ہیں کہ میں نے جد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نماز کے لئے
 آیا اور اس نے کچھ نئے طرز سے قرآن کریم پڑھا شروع کیا۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے اس سے بھی علیحدہ
 طرز سے قرأت کی جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے تو سب مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا

بعضہم منسوخ وظنہا
 بعضہم قبل مدحا کا فام
 والنواہی وحملہا بعضہم
 علی نار المشرکین ولولہ
 بعضہم الدخول بالخلود
 فان الشارع لم یجعل
 خلاف حاصل بجز د
 قول اللسن فقط وتامل
 حدیث البطاۃ فان
 من المعلوم ان کل حد
 لمثل هذه البطاۃ
 وکثیر منہم
 یدخل الناس۔
 (شرح فقہ الکبرہ)

بہن کو بھانے دیتے۔ جو شخص یہ مضمون سمجھ لے اسے حسب ذیل حدیثوں کی مرادیں
 سمجھائی آسان ہو جائیگا۔
 استاد دہری ہے۔ جو شخص کہہ لا الہ الا اللہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے پڑتا
 ہے اللہ تعالیٰ اس پر آتش دھندھ و طم کر دیتا ہے۔ — ایک اور حدیث میں ارشاد ہے
 جو شخص لا الہ الا اللہ سول سے کہے وہ آتش دھندھ میں نہیں جلیگا اسی کے ہم سنی یا دوسری حدیثیں
 ہیں جن کا سمجھنا اکثر لوگوں کو دشوار ہو گیا ہے۔ ان حدیثوں کی تفسیر میں نے توضیح ہی کی کہ اگر
 اور کسی نے یہ سمجھا ہے کہ یا رسولی کی تفسیرات کے نزول سے قبل کے ارشادات ہیں۔ اور کسی
 آتش سے خاص نہ آتش مراد ہی جو صرف کفار کے لئے ہوگی اور کسی نے یہ بتا دی کہ ہے کہ
 ان حدیثوں میں یہ شہدہ ہے میں رہنے کی نفی کی گئی ہے۔ مطلقاً داخل کی نفی نہیں۔ واقعہ یہ
 کہ ان تمام حدیثوں میں آتش دھندھ کے حرام ہونے کا حکم صرف کفر و کفر پر ہے نہیں ہے
 بلکہ اسی قیام پائی پر ہے جس کا بیان ابی آپ پر ہے بلکہ میں (اُس حدیث کے مضمون پر
 زور دے کر کہ جس میں آیا ہے کہ ایک شخص کا ایمان نہ تو لا جا بیگا اور اس کے گناہ ہر گز نہ بڑھیں
 مقابلہ میں اس کی نفی کا صرف ایک ہے کہ رکھا جا بیگا اور وہ ایک ہی ہے جس میں سب حقوق خدا پر
 غالب آ جا بیگا (اس پر ہے میں کفر و کفر کا ہوا ہے)۔ بات سب جانتے ہیں کہ کچھ ہر حد کے
 نار اعمال میں موجود ہے اس کا وجہ یہ ہے کہ اگر ایسے ہی ہر حد میں جائیں گے (اس کو معلوم ہوا
 کہ آتش دھندھ کی حرمت کا طرہ صرف اس کلمہ کے تلفظ پر نہیں بلکہ اس قیام پائی پر ہے جو اعمال
 کی آبیاری کے بعد قلب پر میں ہو پڑنا شروع ہو جائے) (شرح فقہ الکبرہ)

(۲۸۷) شہادت کی دینا دلائل کے لشکروں سے کبھی شکست نہیں کھاتی اس لئے آپ نے اس کے شہادت کا علاج پہلے ہی

وَحَلَّ آخِرُ نَفَرٍ أَسْوَى قَرَامٍ وَصَاحِبِهِ فَأَمَّا هَٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَحَسَنَ
شَأْنُهُمَا فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّلَذُّبِ وَلَا أَذْكَتُ فِي النِّجَابِ هَلِيَّةٍ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ عَشِيْتَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفَضْتُ عَرَقًا وَكَانَ مَا أَنْظُرُ إِلَى اللَّهِ
فَمَا قَالَ لِي يَا ابْنُ إِسْرَءِيلَ إِلَىٰ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلَىٰ حَرْفٍ فَرَدَدْتُ الْبَيِّنَ أَنْ هَوْنٌ عَلَىٰ أُمَّتِي
فَرَدَّ إِلَىٰ النَّالِثَةِ أَمْرًا عَلَىٰ سَبْعَتَا حَرْفٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدٍّ وَذِكْلَهَا مَسْئَلَةٌ مَسْأَلَتُهَا لِيْزِيهَا
نَقَلْتُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخْرَجْتُ النَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَىٰ الْخَلْقِ

(یا رسول اللہ) اس شخص نے قرآن شریف کچھ اس انداز میں پڑھا ہے جو مجھے یا نیا معلوم ہوتا ہے دوسرے شخص نے
اس سے بھی الگ طرز میں پڑھا ہے آپ نے ان دونوں کو پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا انہوں نے پھر اسی طرح پڑھ
پڑھ کر سنا دیا آپ نے دونوں کی تحسین فرمادی ہے سن کر میرے قلب میں آپ کی ایسی تکلیب پیدا ہونے لگی کہ
کبھی کفر کے زمانہ میں بھی ایسی پیدا نہ ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے شک و تردید کی اس کیفیت
کو محسوس کیا جو اس وقت مجھ پر چھا گئی تھی تو اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا اس کے اثر سے میں پسینہ پسینہ
ہو گیا اور میرے اذعان و یقین کا یہ عالم ہو گیا کہ مارے خوف کے گویا میں اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں
اس کے بعد آپ نے فرمایا اُئی؟ میرے پاس پہلے ہی وئی آئی تھی کہ قرآن کو صرف ایک ہی طرح پڑھئے۔ میں نے
(امی امت کے خیال سے) درخواست کی کہ میری امت کے لئے کچھ اور سہولت کر دی جائے۔ تیسری بار مجھے یہ
جواب ملا کہ آپ کو سات طریقے تک پڑھنے کی اجازت دیدی گئی اور اتنا ہی نہیں بلکہ آپ کی ہر درخواست کے
بدلہ میں آپ کو ایک ایک دعا کا حق اور دیا جاتا ہے جو چاہئے مانگ لیجئے۔ آپ نے دوبار تو یہی دعا کی کہ اے
اللہ میری امت کو بخش دے اور تیسری دعا اس دن کے لئے اٹھا رکھی ہے جس میں تمام مخلوق کو در شفاعت

دلائل سے نہیں کیا بلکہ اس کے سینہ پر ایک ایسی بصیرت افروز ضرب لگائی کہ اس کا قلب اذعان و یقین سے معمور ہو گیا
اور نسبت احسان نے اس شدت سے ظہور کیا کہ اس کا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا شہادت سب برطرف ہو گئے اور خدا کی ذات
عظیم البرکت کا جلوہ آنکھوں کے سامنے آ گیا جب آپ نے دیکھ لیا کہ اب مرید نے تعدا بھی طرح شایاب ہو گیا ہے اس کا بیان
پھر تازہ ہو گیا ہے اور نور یقین پھر سرسوز اس کے قلب میں بھڑک اٹھا ہے تو اب نہایت راسخ و قہم بھی گل آیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے
شہد کی بنیاد کچھ نہیں صرف حقیقت سے لاعلمی اور بے خبری ہے۔ دونوں قراروں کی تحسین کی وجہ سے نہیں کہ قرآن کی اپنی کوئی حقیقت
ہی نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنی امت کی سہولت کے لئے عمدہ درخواست کی تھی کہ اس کے لئے قنات میں کچھ
توہین کر دی جائے۔ میری یہ درخواست قبول ہو گئی اور قرآن کے مختلف صورتوں سے پڑھنے کی اجازت دیدی گئی۔ لہذا
یہ دونوں قرار میں منزل من اللہ ہیں اور میری تعلیم کردہ ہیں۔

كُلُّهُمْ حَتَّىٰ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (مرآۃ المسلم)

(۲۸۸) عَنْ حَظَلَةَ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَسَدِيِّ قَالَ لَقِيتُ أَبُوبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ بِحَظَلَةَ قُلْتُ نَافِقٌ حَظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا عَزَّوَالُ قُلْتُ تَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُ مَا يَنْتَظِرُ الْوَحْيَ كَمَا تَنْتَظِرُ عَيْنُ فُلَانٍ إِذَا عَمِيَ جَاءَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا أَوْلَادَهُ قَالُوا وَالْحَقِيقَاتُ سُبْحَانَ الْبَرِّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَوَّاسُهُ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا فَأَنْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافِقٌ حَظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

کے لئے) میری ہی تلاش ہوگی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی۔ (مسلم)

(۲۸۸) حظلہ بن ربیع سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت ابو بکرؓ کی مجلس ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا حظلہ! کہہ کیا حال ہے میں نے عرض کیا (حال کیا ہے) میں تو نفاق کی علت میں گرفتار نظر آ رہا ہوں، ابو بکرؓ نے تعجب سے فرمایا سبحان اللہ! کیا بات کہہ رہے ہو میں نے عرض کیا (درست کہہ رہا ہوں کیونکہ) جب ہم آپ کی خدمت میں موجود ہوتے ہیں اود آپ ہمارے سامنے جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں جب تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے گویا ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپ کی خدمت سے علیحدہ ہو کر باہر آتے ہیں تو ہم روئے بے یسیرں، بچوں اور زہریلوں کے قصوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں اود آپ کی تذکیر کا بڑا حصہ فراموش ہو جاتا ہے (انہوں دوسروں کا فرق یہ نفاق ہے) اس پر ابو بکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ بات تو ہمیں بھی پیش آتی ہے اس کے بعد میں اور ابو بکرؓ دونوں آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گئے تو میں نے

(۲۸۸) حضرت حظلہ جس قطبی کیفیت کو یہاں ذکر فرما رہے ہیں شریعت اس کو احسان سے تعبیر کرتی ہے واصل یہ یقین ہی کہ ایک منزل ہے جس کے بعد کوئی اور منزل نہیں۔ اس کے بعد جتنی ترقیات نصیب ہوتی ہیں اسی مرتبہ احسان میں نصیب ہوتی ہیں۔ اسلام یعنی اعمال جو اس سے قلب میں ایمان و تصدیق ابھرتی ہے اور قلب میں جتنی تصدیق ابھرتی جاتی ہے اتنی ہی مرتبہ احسان نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہ اختیاری عمل نہیں بلکہ کیفیات نصیب میں ایک کیفیت ہے اس کے مقدمات و دیگر اختیاری ہو سکتے ہیں یہ نعمت صرف ایک مہربت الہی ہے جو یقین کے عمل قلب ہے اور اختیاری ہے وہ صرف ایک اعتقاد لازم کا نام ہے جس میں کوئی تردد نہ ہو۔ پھر یہ اعتقاد لازم ترقی کر کے مقام احراز تک پہنچ جاتا ہے مگر یہ اختیاری امر نہیں صرف خدا کے دین کی بات ہے جسے چاہے مہربت فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں یہ مقام پہلے ہی قدم پر سر آ جاتا تھا اسی کو حظلہ صحابی نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ جب ہم آپ کی صحبت میں آ جاتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا عالم آخرت تمام کا تمام آنکھوں کے سامنے رکھا ہوا ہے۔ اور جب آپ کی صحبت سے اٹھ آتے ہیں تو پھر قلب کی یہ کیفیت نہیں پاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری یہ کیفیت دائمی بن جائے تو تم اس کو برداشت نہیں کر سکتے نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری بشریت کی تباہی تار تار ہو جائے گی اور تم فرشتوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ شریعت کا مقصد بشریت کی تکمیل ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَاذَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَكُونُ عِنْدَ إِذَا تَذَكَّرْنَا بِالنَّاسِ
وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ فَإِذَا أَخْرَجْنَا مِنْ عِنْدِ إِذَا عَافَيْنَا الْإِثْرَ وَاجِبَ وَالْأَوْلَادَ وَالْعَنِيَّاتِ
لَسِينًا كَثِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ تَذَكَّرْتُمْ وَمُؤْن عَلَى
مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ أَصَاغَتْكُمْ الْمَلَائِكَةُ عَلَى قُرْشِكُمْ وَفِي طَرَفِكُمْ وَلَكِنْ يَاحْتَظِلُهُ
سَاعَةٌ وَسَاعَةٌ تَلْتَمِزُ مَرَاتِ (مسلم - مشكوة)

(۲۸۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عَدَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْنَا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ وَمَاذَا قَالَ الْوَالِغَانِ الْبِغَاقِ قَالَ أَلَسْتُمْ تَتَعَدُّونَ

عرض کیا۔ یا رسول اللہ خطلہ تو منافق ہو گیا۔ آپ نے تعجب سے پوچھا کیا بات پیش آئی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے
جیسا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جب آپ کے پاس سے باہر آ جاتے ہیں تو پھر وہی بیسیوں، بچوں اور
زمینوں کے قصوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور آپ کی تذکیر کا بڑا حصہ بھول جاتے ہیں۔ پس اگر آپ نے فرمایا اس
ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اسی کیفیت پر ہمیشہ قائم رہو جو میری عقل میں ہوتی ہے تو
فرشتے تمہارے بھونوں پر اور راستوں میں کھلم کھلا تم سے مصافحہ کیا کریں لیکن اے خطلہ! گا و چنین
گا و چناں۔ تین بار فرمایا۔ (مسلم)

(۲۸۹) انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ کی خدمت
میں صبح کے وقت حاضر ہوئے اور کہا رب کعبہ کی قسم ہم تو ہلاک ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں
نے عرض کیا دل میں نفاق ہی نفاق نظر آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم کلمہ توحید و رسالت کی دل سے گرا ہی نہیں
دیتے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر یہ نفاق نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ انہوں نے دوبارہ عرض کیا

قلب ماہیت نہیں۔ ہاں رفتہ رفتہ جب انسان کے جسم ناسوتی کے ضعیف تعمیر تجلیات ربانہ کی عادی بن جاتی ہے تو پہلے
جو شخص ایک گھونٹ کی تاب نہ لا سکتا تھا اب وہ غم کے خم چڑھا کر بھی مدھوش نہیں ہوتا۔ خواجہ حافظ نے ان ہی مثال کی
طرف اشارہ فرمایا ہے۔

در بزم دور یک دور قدح در کش و برود
یعنی طبع مدار وصال دوام را
انسانی ترقی کا لازمی غایت و حضور کے اسی غور زنی میں مضرب ہے۔ اگر مسلسل فیبت ہو جائے تو بحر محبت کے نشادوں کی بہت لگتی
ہو جائے اور اگر حضور بے فیبت دائمی بن جائے تو بھی وصل دوام کی وجہ سے حرارت عشق سرد ہو جائے۔ اسی کی طرف
حدیث کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ وکن یا حنظلہ ساعة وساعة۔

الایمان ہوا اعتقادُ توحید اللہ تعالیٰ و تصدیق بالرسالت و ان
 المرسل عباد اللہ وان الجنة حق والنار حق۔ ولایدخل احد الجنة الا بہ
 خدا تعالیٰ کی توحید رسولوں کی رسالت ان کی بندگی کا اعتقاد اور جنت و دوزخ کے وجود کو
 تسلیم کرنا جزا ایمان ہے اس کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا۔

طامع رہے کہ حدیثوں میں ایمان کی تعریف کے بارے میں اجمال و تفصیل کا تصور اس اختلاف نظر آتا ہے
 کہیں اس میں صرف کلمہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور کہیں اس کے ساتھ رسالت کی تصدیق بھی شرط معلوم ہوتی
 ہے اور کہیں ان دونوں کے ساتھ بعض اور اعتقادات بھی شامل نظر آتے ہیں اور کہیں اعتقادات کے ساتھ
 اعمال کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر کہیں صرف اعمال ہی کو ایمان کہہ دیا جاتا ہے لیکن ان تمام صورتوں میں جو
 صورت عام طور پر حدیثوں میں ذکر ہوتی ہے وہ توحید کے ساتھ رسالت کی بھی تصدیق ہے۔ اس عبارتی
 اختلاف کی وجہ سے اعمال کی جزئیہ و عدم جزئیہ میں تو محدثین و فقہاء کے مابین کچھ لفظی سانزاع پیدا
 ہو گیا ہے مگر یہ مسئلہ کسی اختلاف کے بغیر ہمیشہ مسلم چلا آیا ہے کہ ایمان کے لئے خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول
 کی رسالت کی تصدیق دونوں ہی اجزاء لاینفک ہیں۔ اس وقت یہاں ہماری غرض صرف اسی پر کلام کرنا ہے
 کہ شرائعِ سماویہ میں رسولوں پر ایمان لانا بھی ہمیشہ توحید الہی کے برابر کا جز سمجھا گیا ہے۔ آسمانی مذاہب
 میں سے کسی ایک مذہب میں بھی صرف خدا تعالیٰ کی توحید کو مدارِ نجات نہیں سمجھا گیا یہ صورت بالکل جداگانہ
 ہے کہ اگر کوئی زمانہ ایسا گذرا ہو جس میں خدا تعالیٰ کا کوئی رسول ہی موجود نہ ہو یا کوئی ایسا مقام ہو جہاں
 کسی رسول کی آواز ہی نہ پہنچ سکتی ہو تو کیا اس کے لئے بھی رسول پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ ان فرضی
 صورتوں سے گزر کر ہمیں اس وقت اس پر کلام کرنا منظور ہے کہ کسی رسول کی دعوت پہنچ جانے کے بعد
 بھی کیا کوئی شخص ایسا ہو سکتا ہے جو رسول پر ایمان لانے سے مستثنیٰ ہو سکے۔ پورے دُلق کے ساتھ کہا جاسکتا
 ہے کہ قرآن و حدیث کے تواتر سے یہ ثابت ہے کہ رسولوں کی تصدیق نجات ابدی کے لئے ایسی ہی ضروری
 چیز ہے جیسی کہ خدا تعالیٰ کی توحید۔ اس میں کسی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس مضمون پر ایمان بالرسول کے
 عنوان کے تحت ترجمان السنہ جلد اول میں بھی کچھ روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور قیامت کے انکار کو بھی یہی حیثیت حاصل ہے
 یعنی توحید کی طرح ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِهِ وَمَلَائِكَتِهِ
وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلَالًا بَعِيدًا - (نساء)

اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر،
اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر
یقیناً ایک کدوہ جاڑا۔

حضرت مجدد الف ثانیؑ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام عونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خصوصاً، سب اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان رحمت ہیں ان ہی کے طفیل میں عالم کو نجات ابدی نصیب ہوئی
اگر ان کا مبارک وجود نہ ہوتا تو حق تعالیٰ کی ذات اتنی بے نیاز تھی کہ کسی کو اپنی ذات و صفات کی اطلاع
تک نہ دیتی اور نہ کوئی فرد بشر اس کی ذات کو پہچان سکتا۔ اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کسی کو ان
ادامہ نواہی کا مکلف نہ بناتا جن میں سراسر مخلوق ہی کا نفع مضمر تھا اور کسی کو حق تعالیٰ کی صفیات و
نام صفیات کا علم نہ ہوتا پس اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے۔

انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب متفق ہیں اور ان میں ایک متفق علیہ عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ
کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہئے اور ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کو اپنا معبود نہ بنانا چاہئے یہ
سعادت صرف انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان کے سوا اور کسی کو میر نہیں
ہوئی بلکہ یہ حقیقت بخبر انبیاء علیہم السلام کے کسی اور کی زبان سے بھی کہی ادا نہیں ہوئی۔ منکرین نبوت اگر
خدا تعالیٰ کو ایک کہتے ہیں تو یا تو وہ صرف اہل اسلام کی تقلید میں کہتے ہیں اور یا پھر صرف صفت و وجوب میں
اس کو واحد کہتے ہیں استحقاق عبادت میں نہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک حق تعالیٰ کی ذات جس طرح صفت
وجوب میں یکتا و یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح استحقاق عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک
نہیں ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کے معنی بھی باطل معبودوں کی عبادت کی نفی اور معبودِ برحق کا اثبات ہے۔ دوسری
بات جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرے انسانوں کی طرح ایک بشر ہی
تصور کرتے ہیں، صرف ایک اللہ ہی کی ذات کو معبود سمجھتے ہیں اسی کی عبادت کی مخلوق کو دعوت دیتے ہیں
اور حق تعالیٰ کی ذات پاک کو حلول و اتحاد سے منزہ تصور فرماتے ہیں۔ منکرین نبوت کی تعلیم یہ نہیں ان میں بعض
تو یہاں تک تجاوز کر گئے ہیں کہ خود ہی مدعی الوہیت بن گئے ہیں اور اپنی ذات میں حق تعالیٰ کے حلول کے معتقد
ہیں۔ لہذا اپنے نفس پر الوہیت کے اطلاق کرنے میں کوئی باک نہیں کرتے اور اس گمراہی کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کے حق میں کسی بات کی مانست ہی کیا لہذا جودہ کہیں وہ سب درست اور جو کر گذریں وہ سب باج ہے
اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا قدم بندگی کی حدود سے ہی باہر نکل گیا پھر وہ ہر قسم کے بے افعال میں مبتلا
ہوئے اور ان کی وجہ سے دوسروں کے لئے بھی ان افعال کی اباحت کا دروازہ کھل گیا۔

تیسری بات جو انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے ساتھ خاص ہے یہ ہے کہ یہ حضرات ملائکہ معصوم کے نزول کے قابل ہیں ان میں کسی قسم کا لوٹ تسلیم نہیں کرتے اور ان کو امین اور خدا تعالیٰ کی وحی کا حامل سمجھتے ہیں غلام یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام دین کی جو بات فرماتے ہیں وہ حق تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں اور ان کے اجتہاد و احکام بھی وحی سے مؤید ہوتے ہیں۔ بالفرض اگر ان سے کوئی لغزش واقع ہو جاتی ہے تو فوراً وحی الہی اس کا تدارک کر دیتی ہے اس کے برعکس منکرین نبوت کے رؤسا جو کہتے ہیں اپنی جانب سے کہتے ہیں اور اپنی الوہیت کے گمخیز میں سب کو حق تصور کرتے ہیں انصاف کرنا چاہئے کہ مجھلا ایسے بے عقلوں کی باتوں کا کیا اعتبار کرنا چاہئے اور ان کی اتباع کیسے کرنی چاہئے۔ (مکتوب ص ۱۱۱ جلد اول ص ۱۱۱)

حضرت مجدد صاحب کے اس مکتوب سے معلوم ہوا کہ جب یہ کلمہ نفی استحقاق عبادت کے معنی میں صرف انبیاء علیہم السلام کی زبان فیض ترجمان سے شروع ہوتا ہے تو اب اس معنی کے لحاظ سے جو شخص بھی اس کلمہ کو پڑھے گا وہ درحقیقت صرف ان کی اتباع اور ان کی تصدیق کے بعد ہی پڑھے گا اس لئے اس کلمہ کا پڑھنا ہی خود رسالت کی تصدیق کو متضمن ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ کافروں کو براہ راست خدا تعالیٰ کی ذات سے تو عدولت کسی نہیں ہوئی ان کو جو کچھ عداوت تھی وہ رسول کی ذات سے تھی یا اس خدا سے تھی جس کی طرف اس رسول نے ان کو دعوت دی۔ پس انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی توحید کو تسلیم کر لینا یہ درحقیقت ان کی تصدیق ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ یہ سوال محض فرضی ہے کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت انبیاء علیہم السلام کے توسط کے بغیر حاصل ہو جائے تو اس کا علم کیا ہوگا اور اگر تسلیم ہی کر لیا جائے جب بھی اس کا وجود اتنا نادر ہوگا کہ ایسی نادر جزئیات پر حدیثوں کو حل نہیں کیا جاسکتا تاکہ اس میں تاویل کی ضرورت ہو

حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے علاوہ اور بہت سے مقامات پر اس کی تصریح فرمائی ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی حق کا کوئی وجود ہے وہ سب ان حضرات ہی کا طفیل اور ان ہی کے برکات کا بلا واسطہ یا بالواسطہ اثر ہے۔ پس جن کے وجود سے صحیح عقائد دنیا کو پہنچے اگر ان ہی کو درمیان سے علیحدہ کر دیا جائے تو کسی آسانی دین کی بنیاد ہی قائم نہیں رہتی۔ چہ جائے کہ اس سے اس طرح صرف نظر کر لی جائے کہ رسول کی پوری زندگی اہل اس کی پوری تعلیمات کا منکر صرف اپنی مزعوم توحید کی بنا پر نجات پانے کا ستیج ہو۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ توحید کے معنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک سمجھنا نہیں ہے نہ صرف وحدانیت کوئی کمال ہے بلکہ اجمالاً ان تمام صفات کمالیہ کے ساتھ واحد جاننا بھی ضروری ہے جو حق تعالیٰ کی درحقیقت صفات ہیں پھر ان صفات کا اجمالی علم بھی اسی وقت کافی ہو سکتا ہے جبکہ عقیدہ میں شرک کا کوئی ثابہ موجود نہ ہو اگر صفات کے اجمال بلکہ اس کی تفصیلات کے ساتھ کوئی ادنیٰ درجہ کا شرک بھی موجود ہے تو یہ توحید

توحید ہی نہیں کہلائے گی۔ ایمان کے لئے وہ توحید خالص دعا کر رہے جس میں شرک کا کوئی شائبہ نظر نہ آئے یہ توحید صرف انبیاء علیہم السلام کے توسط سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جس طرح خدا تعالیٰ کی توحید صرف زبان سے اس کو ایک کہے کا نام نہیں اسی طرح رسول پر ایمان بھی صرف اس کو ایک سچا انسان مان لینے کا نام نہیں بلکہ اس کو ان تمام عظمتوں کے ساتھ ماننا ضروری ہے جو قرآن کریم نے اس کے لئے لازم قرار دیں۔ اسی طرح ان عقائد سے اپنی نیناری کا اظہار بھی ضروری ہے جو اس کی حدود عظمت سے باہر ہوں اور اسی کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ آپ کی شریعت کو اپنی معاش و معاد کا واحد مستر العمل بنالے۔ ایک نصرانی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لا کر اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا جب تک وہ ان کو خدا تعالیٰ کا ایک بندہ تسلیم نہ کر لے اور آپ کے دین کو مکمل طور پر قبول نہ کر لے۔ پھر جب رسول کی ہستی اس طرح واجب التسلیم ہو جاتی ہے تو بقیہ تمام مغیبات کی تصدیق بھی اسی کی تصدیق کے ضمن میں خود بخود لپٹ جاتی ہے جنت و جہنم، فرشتے، تقدیر اور آخرت کے تمام احوال سب اسی ذیل میں آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر حدیثوں میں صرف شہادتین کے ذکر پر کفایت کر لی گئی ہے اور کہیں ان کے ساتھ اور اعتقادات کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ اب اگر ان کا پیغام رسول ہونا امت کو بذریعہ تواریث ثابت ہو گیا ہے تو امت نے ان کو بھی رسول ہی کے تصدیق کا جزو سمجھ لیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تمام مغیبات پر ایمان، رسول پر ایمان میں درج ہے اور رسول پر ایمان کلام لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے میں درج ہے۔ اس لئے ان حدیثوں کے درمیان اصل معنوں کا کوئی اختلاف نہیں صرف اجمال و تفصیل یا محض ایک اسلوب بیان کا اختلاف ہے اس سے اجماعی عقائد کے خلاف کوئی مویشگافی کرنی تحقیق نہیں بلکہ زندقہ ہے۔

اسی لئے حافظ ابن تیمیہ نے کلمہ طیبہ کی حقیقت کا خلاصہ حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

فدين الاسلام مبنى على صليين من خرج عن واحد منهما فلا عمل له ولا دين ان فجد الله وحده

سہ حافظ ابن تیمیہ کی حسب ذیل تحقیق نہایت قابل قدر ہے وہ فرماتے ہیں:-

وقد بينا في هذا الصالح المسلول ان التوحيد والايمان بالرسول متلازمان وكل امت لا تصدق الرسول فلا حركت الا مشركه وكل مشرك فانه مكذب للرسول فمن دخل في نوع من الشركه الذي نعت عند الرسول فانه منافق لهده مخالف لموجب رساله الله ركنها البر على البكرى (۱۲۶)

ہم نے اپنی کتاب (الصالح المسلول) میں یہ بات واضح طور پر ثابت کر دی ہے کہ توحید اور رسول پر ایمان لانا یہ دونوں باتیں باہم متلازم ہیں جو لوگ رسولوں کی تصدیق نہیں کرتے وہ یقیناً مشرک ہوتے ہیں اور جو مشرک ہیں وہ بلاشبہ رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اس لئے جو شخص مشرک کی کسی نوع میں بھی مبتلا ہو گا وہ ان کا دشمن اور ان کی رسالت منقضی کا مخالف کہلا سکا کیونکہ رسولوں نے شرک کی جملہ اقسام کی ممانعت کی ہے۔ کتاب المدخل البکرى ص ۲۶۶

ولانشوا بشیئا ولی ان نعبده باعتراف بالحوادث البدع وهو حقیقۃ قول لا الہ الا اللہ محمد بن ابی نصرؑ (علیہ السلام)
یعنی دین اسلام کے دواصول ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک کو ترک کر دے نہ اس کا دین معتبر ہے نہ کوئی عمل۔
ایک یہ کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ دوم یہ کہ ہم ان طریقوں سے
اس کی عبادت کریں جو شریعت کے مقرر کردہ ہوں نوابجاد طریقے نہ ہوں۔ یہی کلمہ طیبہ کی اصلی حقیقت ہے۔
عبارت بالا میں حافظ موصوف نے بڑی خوبی سے توحید و رسالت کی روح بتا دی ہے یعنی دعوت انبیاء
علیہم السلام کا اصل مرکز توحید فی العبادۃ ہے، لہذا صرف زبان سے خدا تعالیٰ کو ایک کہہ کر کوئی شخص فرض توحید
سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ دوم رسالت کے تسلیم کرنے کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں ان کے بتائے
ہوئے طریقوں سے سرمو تجاوز نہ کرے۔ گویا اسلام یہ ہے کہ صرف ایک ہی کی عبادت کرے اور وہ بھی صرف
اس طریقے سے کرے جس طرح کہ اس کے رسول نے بتائی ہو۔

یہاں حضرت استاد قدس سرہ نے ایک نہایت لطیف اور اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے وہ فرماتے ہیں
کہ جو حدیثیں اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں ان میں جہاں کہیں صرف کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے وہاں رسالت کا ذکر
جزء مخدوف ہے اور جہاں اس کے ساتھ شہادۃ کا لفظ بھی موجود ہے وہاں رسالت کی شہادت کا ذکر جزء بھی
ضرور موجود ہوتا ہے۔ ان کے سوا جن حدیثوں میں صرف توحید کی شہادت پر نجات کا وعدہ مذکور ہے اول تو وہ
اس درجہ صحیح نہیں ضرور بھی بہت شاذ و نادر ہے۔ اس کا لفظ ہے کہ شہادتین ایمان کے اجزاء ہیں اس کا ایک جزء
دوسرے سے جبراً ہی نہیں سکتا اور کلمہ طیبہ تمام شریعت کا ایک سرنامہ اور اسلام کا گویا ایک کلی عنوان بن گیا ہے۔
لہذا اس سرفی میں مبالغہ مضمون اجمالاً ساما ہوا ہوتا ہے جس کی یہ سرفی قرار دی گئی ہے۔ اس لئے لا الہ الا اللہ کے ساتھ
دوسری شہادۃ کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور ان حدیثوں کی مراد یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ اس کلمہ کے
قائل ہیں یعنی مسلمان، ان کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ اور جہاں شہادت کا لفظ اضافہ ہوا ہے وہاں فاسی
ایک عقیدہ کا بیان کرنا منظور ہوتا ہے جس کی شہادت ایمان کے لئے ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے
چونکہ صرف توحید کی شہادت کافی نہیں اس لئے اس کے ساتھ محمد رسول اللہ کی شہادت کا ذکر جزء بھی
لازمی طور پر مذکور ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر یہ مضمون اراد کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس ایمان کی حقیقت کیا ہے
جس کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا تو اس جگہ توحید و رسالت دونوں اجزاء کی شہادت لازمی طور
پر ذکر ہوتی ہے اور جہاں یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ وہ کونسی جماعت یا کونسا مذہب ہے جس کے لئے جنت
کی بشارت ہے تو اس کو یوں لودا کر دیا جاتا ہے کہ جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہو اور جس کا انتساب اس کلمہ کی
طرف ہو۔ (دیکھو ترجمان السنہ ص ۲۳۵)

(۲۹۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَتَا أَمَّا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَهِدَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَكَتَبَتْهُ لِقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَلَوْحٍ مِنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنْ عَمَلٍ وَفِي رِوَايَةٍ أَدْخَلَهُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْجَنَّةَ مِنْ أَوَّلِهَا الثَّمَرَةِ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ دَخَلَ - (متفق عليه)

(۲۹۱) عبادہ بن صامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ خدا کوئی نہیں مگر اللہ جو تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اس کے بندہ اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کے بندہ، اس کے رسول، اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے حضرت مریمؑ پر القافریا تھا اور اس کی طرف سے بھی ہوئی ایک روح ہیں اور جنت حق ہے جہنم حق ہے تو ان اصولی عقائد کے تسلیم کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کرے گا خواہ اس کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ دوسری روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا (اور اسے اختیار دے گا کہ) روح جنت کے آٹھ دروازوں میں جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (متفق علیہ)

(۲۹۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود ملعون قرار دیتے تھے (دعا لیاہذا بانشہ) اور نصاریٰ خدا کا بیٹا۔ اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ دونوں عقیدے سراسر افراط و تفریط کی راہیں ہیں وہ عہدیت و رسالت کی صفت سے سربموجی متجاوز نہ تھے۔ روح اللہ ان کا صرف ایک لقب تھا۔ نصاریٰ کو یہاں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے جزیت کی نسبت سمجھنے لگے۔ (دعا لیاہذا بانشہ) حالانکہ عرب میں اصناف کی بہت سی قسمیں ہیں، ان میں ایک قسم اصناف تشریف بھی ہے۔ جیسی بیت اللہ میں اس اصناف کا مطلب بھی یہ نہیں کہ اس بیت محترم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کو ممکن کا حقیقہ کوئی علاقہ ہے بلکہ صرف اس کی شرافت کا اظہار مقصود ہے روح اللہ اور کلمۃ اللہ کی اصناف کا مفہوم بھی تشریف سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ یہاں شیخ اکبرؒ نے ایک اور لطیف تحقیق لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یوم یثاق میں تمام اعداء سے عہد لیکر سب کو تو سب اصلاہ آباد میں واپس کر دیا گیا تھا ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی تھا جس میں ان کی کئی تھی اس کو حضرت جبریل علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا تھا تاکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ آئے تو وہ اس امانت اہمہ کو براہ راست حضرت مریمؑ کے حوالہ کر دیں۔ چنانچہ جب ان کی ولادت کا زمانہ آیا تو وہ ایک خوبصورت انسان کی شکل میں متشکل ہوئے اور امانت ان کے حوالہ کر گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح اللہ اور روح منہ ہونے کی حقیقت یہ ہے (دیکھو الہدایت و الجوامع ص ۱۱۸) اسی تحقیق کا ابتدائی حصہ منہ نام احمد میں بھی مذکور ہے اور صاحب شکوۃ نے بھی تقریر کے باب میں اس کو نقل کیا ہے۔

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نجات ابدی کا تمام دار و مدار ایمان و عقائد کی اصلاح پر ہے۔ اس میں کوئی اتنی فروگزاشت بھی قابلِ درگزر نہیں ہو سکتی۔ ہاں اعمال کی ہر کردی قابلِ درگزر ہو سکتی ہے۔ اسلامی تمام عقائد کی روح و حیدر رسالت ہے (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

(الف ۲۹۱) عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ الْقَوْمَ وَهُمْ يَقُولُونَ أَيُّ الْأَهْوَالِ أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيْمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَجَاهِدٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَحُجْرٌ مَبْرُورٌ ثُمَّ مِمَّنْ يَدُ الْوَادِي يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَشْهَدُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدِي وَرَسُولِي مِنْ النَّبِيِّينَ . رواه احمد والطبرانی في الكبير قال الهيثمي ورجال احمد موثقون .

(ب ۲۹۱) يحيى عن عبادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِمْ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَهْلًا لِي تَبْكِي قَوْلَ اللهِ لَوِ اسْتَشْهَدْتُ لَأَكْفِهَنَّكَ لَكَ وَلَئِنْ شَقِيعَتْ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنْ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللهُ مَا مِنْ حَدِيثٍ بَيْنَ سَمْعَتَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(الف ۲۹۱) عبد اللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ دفعہ صحابہ کو آپ سے یہ دریافت کرتے سنا، یا رسول اللہ کون سے عمل افضل ہیں آپ نے فرمایا اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا، اللہ کے لئے جہاد کرنا اور خلیات کے بغیر حج کرنا تنے میں وادی کے ایک آواز سنائی دی کوئی کہنے والا کہتا ہے اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا میں بھی اس کی گواہی دیتا ہوں اور اس کی بھی کہ جو شخص یہ گواہی دے اس نے شرک سے اپنی نیلری کا اظہار کر دیا (ب ۲۹۱) یحیی بیان کرتے ہیں کہ میں عبادۃ بن الصامت کی خدمت میں ایسے وقت پہنچا جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھے۔ ان کو دیکھ کر مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا تمہر و کیوں روتے ہو، اگر تمہارے حق میں مجھ سے شہادت طلب کی گئی تو میں تمہارے لئے شہادت دے دوں گا اور اگر میری سفارش منظور کی گئی تو تمہارا

(بقیہ حاشیہ از سفر گذشتہ) مگر وہ توجہ نہیں جن کو عقیدہ تثلیث کے ساتھ بنایا جا سکے بلکہ وہ توحید میں میں مثال و نظیر کی شرکت کی گنجائش نہ ہو اس لئے مضاعف کر کے اقرار کرنا ہو گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے بلکہ اس کے بندہ تھے اور یہود کو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ ملعون (داعیہ از بائسم) نہیں تھے بلکہ خدا کے مقدس رسول تھے، اگر اللہ بھی تھے اور روح اللہ بھی راوا اعتدال پس ہی ہے اس کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(اس روایت سے معلوم ہو کہ توحید کا اصل رکن شرک سے بیزاری ہے جن عقائد میں شرک کی گہاڑا ہے وہ اسلامی توحید کے منافی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید و رسالت اسلام کے وہ بنیادی اصول ہیں جن کے ماننے سے انبیاء علیہم السلام خود بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ان کے لئے بھی ہر طرح واجب التسلیم ہیں جس طرح ان کی امت کے لئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان صرف ایک علم نہیں بلکہ قلب کا اختیاری عمل ہے جیسا جہاد اور حج جوار سکے عمل ہیں۔

فِيهِ خَيْرٌ لَّا حَدٌّ لِّمَنكُمُوهُ إِلَّا حَدٌّ بَيْنًا وَاحِدًا وَسَوْفَ أَحَدُكُمْ يَكْفُرُ الْيَوْمَ وَقَدْ أَحْبَبْتُ بِنَفْسِي
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ شَهِدَ أَنَّ لَدَالَةَ الْأَلَّهِ وَأَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ (اخرجه مسلم)

(۲۹۲) عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا نَجَاةُ هَذَا الْأَمْرِ الَّذِي
نَحْنُ فِيهِ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ أَنَّ لَدَالَةَ الْأَلَّهِ فَهُوَ لَكَ نَجَاةٌ (اخرجه بولعل والعقلى والداقطنى فى الامداد)

لے ضرور سنارش کروں گا اور اگر کوئی نفع رسائی میرے بس میں ہوگی تو میں ہرگز اس سے بھی سبق نہیں کروں گا۔
اس کے بعد فرمایا بخدا کوئی حد ایسی نہیں جس میں تمہارے لئے کوئی بہتری کی بات ہو اور میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو مگر اس کو میں نے تم سے بیان کر دیا ہے صرف ایک حدیث باقی ہے اور آج جبکہ میل
طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرنے والا ہے اسے بھی تم سے بیان کئے دیتا ہوں۔ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو شخص اس کی گواہی دے کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات
کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے پیغمبر ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر عذاب و دوزخ حرام کر دیگا۔ (مسلم)

(۲۹۲) ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے دین میں مارنجات کیا چیز ہے
فرمایا جو اس بات کی گواہی دے کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ بس یہی اس کے لئے باعث نجات ہے۔

(۲۹۲) سند امام احمد میں اس حدیث کے شروع میں حضرت عثمان کا ایک طویل واقعہ ذکر کیا ہے جس کو صاحب مشکوٰۃ نے
باب الکبار میں نقل کیا ہے حضرت عثمان روایت فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو صحابہ کے دلوں پر غموں
کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور ان کے دلوں میں طرح طرح کے دسوس گزرنے لگے میں بھی ان ہی میں کا ایک فرو تھا میں اسی غم و اندوہ کے
حالی میں بیٹھا ہوا تھا کہ عرض میرے پاس سے گزرے انھوں نے سلام کیا اگر مجھے کچھ خبر نہ ہوئی انھوں نے ابوبکرؓ سے اس بات کی
شکایت کی وہ دونوں مل کر میرے پاس آئے اور سلام کیا ابوبکرؓ بولے آپ نے اپنے بھائی عثمانؓ کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔
میں نے کہا میں نے تو ہرگز نہیں کیا میرے فرمایا خدا کی قسم آپ نے ضرور یہ بے اعتنائی کی ہے۔ انھوں نے فرمایا بخدا مجھے تو اپنے غم میں یہ خبر
نہ ہوئی کہ آپ یہاں سے گزرے تھے اور مجھے سلام کیا تھا۔ ابوبکرؓ نے فرمایا عثمانؓ نے سچ کہا انھیں ایک برس سالہ کی فکر نے ادھر
سے بے خبر نہ کیا تھا۔ میں نے کہا یہی بات تھی۔ انھوں نے فرمایا تو فرمائیے وہ فکر کیا ہے میں نے کہا فکر یہ ہے کہ آپ کی تو وفات ہو گئی
اور ہم آپ سے یہ تحقیق نہ کر سکے کہ دین میں مارنجات کیا چیز ہے۔ ابوبکرؓ بولے میں اس کی تحقیق کر چکا ہوں۔ یہ سن کر میں ان کی تسکین
کیلئے کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا میرے والدین آپ پر قربان ہوں آپ ہی اس تحقیق کے سب سے زیادہ اہل تھے (توتلید)
وہ بات کیا ہے) انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا دین میں مارنجات کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا
جو شخص وہی ایک کھجور جس نے اپنے بچا کے سامنے پیش کیا تھا اور انھوں نے نہ مانا تھا میری جانب سے قبول کر لے گا
تو وہی اس کے لئے نجات کا موجب ہو جائیگا۔

(۲۹۳) زَعَمَ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ عَلَّمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَجَّةً مِنْ دَلْوٍ كَانَتْ مِنْ دَارِهِمْ قَالَ سَمِعْتُ عُبَّانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ قَالَ عَدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنْ يَوَافِيَ عَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ لَا حَرَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ (رواه البخاری)

(۲۹۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَبُوكةَ فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْعَدُوَّ قَدْ حَضَرَ وَمُمْسِيغٌ وَالنَّاسُ جِيَاعٌ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ لَا نَنْحَرُ وَأَوْضَحْنَا أَنْطُوعُهَا النَّاسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَلَّ يَحِيَّ كُلُّ رَجُلٍ يَنْكُرُ مَا فِي رَحْلِهِ وَفِي لَفْظٍ مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلٌ طَعَامٍ فَلْيَحْيِي بِهِ وَبَسَطَ نَظْعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَحْيِي بِالْمِدَى وَالصَّاعِ وَالْكَفِّ وَأَقْلُ فَكَانَ يَحْيِيهِمْ مَا فِي الْجَبَشِ بِضْعًا وَعَشْرِينَ صَاعًا فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنْبِهِ وَدَعَا بِالْبَكْرِ ثُمَّ دَعَا النَّاسَ فَقَالَ يَسْمِعُ اللَّهُ خُذُوا

(۲۹۳) محمد بن ربیع کہتے ہیں کہ مجھے وہ کئی خوب یاد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر کے ڈول سے پانی پی کر میرے منہ پر ڈالی تھی۔ محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبان بن مالک انصاری سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک روز میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جو بندہ ایسا ہوگا کہ اس نے لا الہ الا اللہ صرف اللہ کی رضامندی حاصل کر لے کے لئے کہا ہوگا اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ ضرور حرام کر دے گا۔ (بخاری شریف)

(۲۹۴) عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (زاد راہ کے فقدان کی وجہ سے) ہمیں سخت بھوک کی نوبت آئی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ دشمن سامنے موجود ہے وہ شکم میرے اور ہم لوگ بھوکے۔ انصار نے کہا تو کیا ہم اپنی اونٹیاں ذبح کر کے ان کا گوشت لوگوں کو نہ کھلا دیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ اے کے کجاہ میں جو کچھ ہو، یا یہ فرمایا جس کے پاس کچھ بچا ہوا کھانا ہو وہ میرے پاس لے آئے اور (یہ کہہ کر) آپ نے چمڑے کا ایک دسترخوان بچھایا۔ کوئی ایک مد لایا، کوئی ایک صلع، کوئی اس سے زیادہ اور کوئی اس سے کم۔ اس وقت تمام لشکر میں کھانا کی جو مقدار تھی ہر ایک میں صلع کچھ زیادہ ہوگی آپ کے ایک طرف بیٹھ گئے اور اسیں بکرتے دعافرمانی۔ اس کے بعد لوگوں کو آواز دی اور فرمایا لو! ہم شکر ادا کریں یہ اطمینان کے ساتھ لیتے جاؤ اور لوٹ نہ مجاؤ۔ لوگ اپنے اپنے توشہ دان اور گونوں اور برتنوں میں بھر بھر کر کھانا لگے۔ یہاں تک کہ کسی کو کچھ نہ ملا تو اس نے اپنی آستین ہی کا منہ اندر کر اسی کو بھر لیا۔ یہ تمام لشکر اپنا راشن

وَلَا تَتَّبِعُوا أَجْمَلَ الرَّجُلِ يَأْخُذُ فِي حِرَابِهِ وَفِي عَمَارَتِهِ وَأَخَذَ وَافِي أَوْ عِيَتِهِمْ حَتَّىٰ إِنَّ الرَّجُلَ
لَيُرِيَطُ كَرَّةً فَيَسْبُحُ فَيَمْلَأُهُ فَرَعًا وَالطَّعَامُ مَا هُوَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَمُّهُ
أَنَّ لَكَ لِرَأَاكَ اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ لَا يَأْتِي بِمِثْلِهِ فَمَنْ أَحَبَّ إِلَهُ وَكَاهُ اللَّهُ سَرَّ النَّارِ أَخْرَجَ ابْنَ رَاهِ
وَالْعَدْنِي دَابُولِي وَالْحَاكِمُ وَغَيْرُهُمْ۔

(۲۹۵) عَنْ رِفَاعَةَ النَّخَعِيِّ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّىٰ إِذَا كُنَّا
بِالْكُدَيْيَا وَقَالَ بِقَدِّمُوا فَعَلَّ رِجَالٌ يَسْتَأْذِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ فَيَأْذِنُ لَهُمْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَحَدَّ اللَّهُ وَآثَنَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَكُونُ شَيْءُ الشَّجَرَةِ الَّتِي تَلِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَبْغَضَ إِلَيْهِمْ مِنَ الشَّيْءِ الْأَخَرِ فَلَمْ تَرَعُنْدُ ذَلِكَ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا بَاكِيًا فَقَالَ جُلَّ إِنَّ الَّذِي يَسْتَأْذِنُكَ
بَعْدَ كَسْبِهِ فَحَمْدُ اللَّهِ وَقَالَ جَيْشُنِي أَشْهَدُ عِنْدَ اللَّهِ لَا يَمُوتُ عَبْدًا يَهْدِي أَن لَكَ لِرَأَاكَ اللَّهُ وَأَنِّي
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ وَقَدْ وَعَدَنِي رَبِّي أَن يَدْخُلَ مِنِّي أُمِّي

لے کر فارغ ہو گیا اور وہ کھانا تھا کہ جوں کا توں ہی رکھا ہوا تھا۔ اس عظیم الشان برکت کے ظہور کے بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات کی بھی
کہ میں اس کا رسول ہوں، جو بندہ سچے دل کے ساتھ یہ شہادت دے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ
سے بچالے گا۔ (حاکم)

(۲۹۵) رفاعہ جہنی روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے یہاں تک
کہ جب مقام کدیرا قدیر شک راوی ہے پہنچ گئے تو کچھ لوگ اپنے گھر جانے کے لئے آپ سے اجازت طلب
کرنے لگے آپ ان کو اجازت دیتے رہے اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگوں
کا حال کیا ہو گیا ہے کہ ان کے نزدیک درخت کا وہ رخ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے اس کی
دوسری سمت سے زیادہ محسوس ہوتا ہے آپ کا یہ فرمانا تھا کہ ہم نے لوگوں میں کسی کو نہ دیکھا جو روند رہا ہو ایک
شخص نے کہا یا رسول اللہ اس کے بعد اب جو شخص بھی آپ سے جانے کی اجازت مانگے وہ پرلے درجے کا
بیوقوف ہو گا۔ یہ سن کر آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا میں خدا تعالیٰ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ جو زندہ
بھی ہے دل ہو گواہی دیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات کی کہ میں اس کا رسول ہوں اس کے
بعد اس کو اس شہادت پر جمع طور پر قائم رہنے کی ترغیب ملیگی تو وہ میرا جنت میں چلا جائے گا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ
میرے بعد گارنے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں ستر ہزار افراد کسی حساب و عذاب کے بغیر جنت میں جائیں

سَبْعِينَ أَلْفًا حَسَابٍ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ وَأَنِّي لَا رَجُوانَ لَأَيِّدُ خُلُوعَهَا حَتَّى يَمُوتَ أَنتُمْ وَمَنْ صَلَّمَ مِنْ آبَائِكُمْ وَأَزْوَاجِكُمْ وَذُرِّيَّاتِكُمْ مَسَاكِينَ فِي الْجَنَّةِ -

روعن من طریق ثانی) قَالَ صَدْرُ تَامَرٍ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَلَكَ جَعَلَ النَّاسُ يَسْتَأْذِنُونَكَ كَمَا الْحَدِيثُ قَالَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِمَنْ الَّذِي يَسْتَأْذِنُكَ بَعْدَ هَذِهِ لَسَفِيهِ فِي نَفْسِي ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللَّهَ وَقَالَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ عِنْدَ اللَّهِ وَكَانَ إِذَا حَلَفَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ عَبْدٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ثُمَّ يَسْتَعِذُّ إِلَّا سَلَكَ فِي الْجَنَّةِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ -

(روعن من طریق ثالث) قَالَ أَفْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْكُدَيْمِ أَوْ قَالَ بَعْرَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - رواه احمد والطبرانی والبخاری والباردوی وابن قانع وابن ماجه بعضه قال الهيثمی ورجاله موثقون -

(۲۹۶) عَنْ عُمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَا أَحَدُ تِلْكَ مَا مَيَّ

اور مجھے پوری امید ہے کہ جب تک تم تمہارے باپ تمہاری بیبیاں اور تمہارے بچے جو جو جہان میں ہیں ایک برکتِ جنت میں اپنے اپنے ٹھکانے سے نہ بیٹھ جائیں کوئی امت اس میں داخل نہ ہو سکے گی۔

اس کے دوسرے طریقے میں یہ قصہ اس طرح مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے لوٹ رہے تھے وہی میں لوگ آپ سے گھر جانے کی اجازت طلب کرنے لگے اکوڑیٹ اس میں یہ بھی ہے کہ ابو بکرؓ نے فرمایا میرے خیال میں تو اس کے بعد جو آپ سے جانے کی اجازت مانگے وہ بڑی ہی بیوقوف ہوگا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی اور اچھے کلمات کہے۔ آخر میں فرمایا میں خدا کے سامنے گواہی دیتا ہوں (آپ کی عادت تھی کہ جب آپ قسم کھاتے تو یوں کہتا کرتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے) اللہ کا جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے پھر اسے سلامتی کی توفیق نصیب ہو جائے تو وہ سیدِ حاجت میں جائے گا۔ الحدیث

اس کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تو جب کہ یہ یاعرفہ کے پاس گئے الحدیث (۲۹۶) حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ میں ایک کلمہ ایسا جانتا ہوں جسے اللہ کا کوئی بندہ صدق دل سے نہ کہیگا وہ دونوں پر حرام کر دیا

ہی کَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ الَّتِي أَعَزَّ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ رَهْمَى كَلِمَةُ التَّقْوَى
الَّتِي الْإِخْلَاصِ عَلَيْهِمَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو طَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ۔ (رواہ احمد و لہ شواہد فی الصحاح)

(۲۹۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ
شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ (رواہ احمد قال الہیثمی ورواہ البزار و فیہ انقطاع قال صاحب
التنقیح اخرجہما یضاً ابوداؤد و الدحاکم)

جائے گا۔ حضرت عمرؓ بولے آؤ میں تمہیں بتا دوں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ کلمہ اخلاص ہے جس کے ذریعہ
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کو عزت بخشی ہے اور یہ کلمہ وہی کلمہ تقویٰ
ہے جس کے قبول کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کی وفات کے وقت
منت کرتے رہے۔ وہ کلمہ اس بات کی گواہی ہے کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ۔ (مسند احمد)
(۲۹۷) معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جنت
کی کنجیاں کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے۔ (احمد)

(۲۹۷) یعنی جس طرح برغفل مکان کی ایک خاص کنجی ہوتی ہو اور وہ اپنی اس کنجی کو کھولا ہا سکتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی
جنت کی کنجی بھی ایک خاص کنجی ہے جس کے بغیر وہ کھولی نہیں جائے گی۔ وہ کنجی لا الہ الا اللہ یعنی عہدہ توحید ہے۔
امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کیا کلمہ لا الہ الا اللہ
جنت کی کنجی نہیں (یعنی پھر عمل کی کیا ضرورت ہے) تو انھوں نے فرمایا کیوں نہیں مگر کنجی کے لئے دوزخ بھی ہوتے ہیں
اگر تم ایسی کنجی لیکر آؤ گے جس کے دوزخ نے سالم ہوں تو تمہارے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا ورنہ تو کھولا جائیگا
یہاں وہب بن منبہ نے سائل کو اس کی دماغی ساخت کے مطابق جواب دیدینے کی کوشش کی ہے ورنہ ظاہر ہے
کہ یہ محض ایک خوش اسلوب بیان تھا اس کو مسئلہ کی پوری حقیقت سمجھ لینا غلط ہے۔ لا الہ الا اللہ کے مفہاد سمجھنے
سے آپ کا یہ مطلب تو ضا نہیں کہ اب نجات کے لئے اس کے علاوہ کسی اور امر کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی بلکہ
مطلب یہ تھا کہ اگر عہدہ سے عہدہ اعمال بھی موجود ہوں سخاوت کے دریا بہہ رہے ہوں۔ شجاعت کا ڈنکا
پٹ رہا ہو اور عرب کے مایہ ناز عبادت رچ بھی سالانہ ادا کی جا رہی ہو، جب بھی جنت کا دروازہ نہیں کھل
سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ نہ ہو۔ اس لئے کہ ان اعمال میں سے کوئی عمل بھی اس کی اہل کنجی نہیں۔
خلاصہ یہ ہے کہ جنت کے کھلنے نہ کھلنے کا سوال اسی وقت سامنے آ سکتا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا بتایا ہوا یہ کلمہ ساتھ ہو۔ اگر یہ نہیں تو سب کچھ بھی ہو جب بھی کچھ نہیں اب رہا یہ کہ اس کلمہ کی تاثیر کی تفصیلات
کیا ہیں تو وہ اس جگہ زیر بحث نہیں اس کے بیان کا محل دوسری حدیثیں ہیں۔

(۲۹۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ سَيَخْلُصُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِفِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُشْرِكُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعِينَ بَعْلًا كُلٌّ يَجْعَلُ وَمِثْلَ الْبَصِيرَةِ يَقُولُ أَتَشْكُرُنِي هَذَا شَيْئًا أَظْلَمَ لَكَ كَتَبْتَنِي الْحَافِلُونَ يَقُولُ لَا يَأْرَبُ يَقُولُ أَفَلَاكُ عَذْرَاءُ قَالَ لَا يَأْرَبُ يَقُولُ بَلَىٰ إِنَّ لَكَ عِنْدَ نَاحِسَتِهِ وَلَهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخَرِّجُهُمْ بِطَاقَةٍ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ يَقُولُ أَحْضَرُوا نَفْسَ يَأْرَبُ مَا هَذَا وَالْبَطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السَّجَّالَاتِ يَقُولُ

(۲۹۸) عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوق کے سامنے نکل کر لایگا (اس کی سیاہ کاری کا عالم یہ ہوگا کہ اس کے سامنے (اس کے اعمال کے) ننانوے دفتر پھیلادیں گے ہر دفتر وسعت نظر کی بقدر رہا ہوگا پھر اس سے ارشاد ہوگا ان میں سے کسی بات کا انکار کر سکتے ہو میرے اُن فرشتوں نے جو نیکی بدی لکھنے پر تعینات تھے تم پر کوئی زیادتی تو نہیں کی وہ کہے گا پروردگار نہ تو انکار کر سکتا ہوں اور میرے فرشتوں نے کوئی زیادتی کی ہے ارشاد ہوگا اچھا تو بھرتا ہے پاس ان گناہوں کا کوئی عندہ ہے وہ کہے گا ہمدرد گاہے نہیں۔ اس پر ارشاد ہوگا کیوں نہیں ہمارے یہاں تمہاری ایک بہت بھاری نیکی موجود ہے اور آج تم پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اس کے بعد ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا اس میں کلمہ طیبہ لکھا ہوگا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ارشاد ہوگا جاؤ اس پرچہ کا وزن کر اگر دیکھو وہ عرض کرے گا میرے پروردگار بھلا ان لمبے چوڑے دفتروں کے بالمقابل اس پرچہ کا وزن ہی کیا ہوگا ارشاد ہوگا آج تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا

(۲۹۸) اس حدیث کی شرح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ملاحظی قاری مرقۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ وزن تنہا اسی کلمہ کا ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے پاس کچھ نیکیاں بھی ہوں لیکن اس کی نیکیوں کا پلہ اسی کلمہ کی برکت کی بدولت بھاری ہوا ہو اس لئے ذکر اسی کلمہ کو کیا گیا ہو۔ فقہ الکبر کی شرح میں ان کی حیدائے یہ وہ بھی آپ کے لحاظ سے گزر چکی ہے یعنی یہ وزن صرف اس کلمہ کے لحاظ کا نہیں بلکہ اس کی اس معنی حقیقت کا ہے جس کو ذرے تغیر کیا جاتا ہے اس زندہ کی زبان سے کسی وقت یہ کلمہ شاید اس اخلاص کے ساتھ نکل گیا ہوگا کہ جو اس کا پورا وزن ہے وہ سب کا سب اس کے حصہ میں آگیا ہوگا۔ لا الہ الا اللہ کبھی تو وطن سے اوپر بھی نہیں جاتا اور کبھی ساتوں آسمانوں کو بھاڑ کر عرش عظیم تک جا پہنچتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کا نام اتنا وزنی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز قوی نہیں جاسکتی مگر اس کا وزن اس کی ادائیگی میں خلوص پر معروف ہے۔

حضرت استاد کی یہاں ایک عجیب حقیقت اور بھی تھی وہ فرماتے تھے کہ کلمہ طیبہ از کار میں ایک ذکر بھی ہے۔ ہر سکتا ہے کہ یہ ثواب اس ذکر کا ہو جیسا کہ ملاحظی قاری کی رائے ہے مگر یہی کلمہ ایمان حاصل کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔

إِنَّكَ لَا تَظْلَمُ قَالَ فَنُوحِصُ السَّيِّئَاتِ فِي كَيْفَةٍ وَالْبَيِّنَاتِ فِي كَيْفَةٍ فَطَاشَتِ السَّيِّئَاتُ
وَقُلَّتِ الْبَيِّنَاتُ فَلَا يُقَالُ مَعَ إِنْهُمْ اللَّهُ شَيْءٌ رَسَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۲۹۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسَى
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُهُ بِهِ وَأَدْعُو بِهِ فَقَالَ يَا مُوسَى قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ
يَا رَبِّ كُلَّ عِبَادِكَ يَقُولُ هَذَا لَأَنَّمَا أُرِيدُ شَيْئًا أَخْصِي بِهِ فَقَالَ يَا مُوسَى لَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ
وَعَا مِثْلُ غَيْرِي وَالْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ وَضِعْنَ فِي كَيْفَةٍ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كَيْفَةٍ لَمَّا لَتَّ بِهِنَّ

کہ یہ تمام دفتر ایک پہلو میں رکھ دیے جائیں گے اور ہر چہ دوسرے پہلو میں رکھا جائے گا تو دفاتر کا پہلو
اٹھ جائے گا اور ہر چہ والا پہلو بھاری ہو جائے گا اور اللہ کا نام پاک اتنا وزن ہے کہ اس کے ساتھ کوئی
چیز بھاری نہیں ہر سکتی۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(۲۹۹) ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک بار) موسیٰ علیہ السلام
نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے کوئی ایسا وظیفہ تعلیم فرما دے جس کے ذریعہ میں تجھے یاد کیا کروں اور
تجھے پکارا کروں ارشاد ہوا موسیٰ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔ اسوں نے عرض کیا پروردگار یہ کلمہ تو میرے سارے
ہی بندے پڑھتے ہیں میں تو ایسا کلمہ چاہتا ہوں جو خاص طور پر تجھے ہی تعلیم فرمائے۔ ارشاد ہوا موسیٰ اگر ساتوں
آسمان اور حواس میں آباد ہیں میری ذات کے سوا اور ساتوں زمینیں ایک پہلو میں رکھے جائیں اور لا الہ الا اللہ

یعنی اس کلمہ کو پڑھنے سے ایک کافر مسلمان ہو جاتا ہے پس مومن کے قلب میں یہ کلمہ ایمان بٹاتا ہے اور جب وہ تبرک کئے اس کو
پڑھتا ہے تو یہ اس کا ایک وظیفہ بھی بن جاتا ہے۔ جو سکتے کہ یہاں یہ کلمہ اس شخص کا ایمان ہو اگرچہ بظاہر عشر میں وزن صرف
اعمال کا ہو گا یعنی نیکی اور بدی کا۔ کفر و ایمان غالباً میزان آخرت میں اعمال کے ساتھ تولے نہیں جائیں گے کیونکہ ایمان اگر تو لا
جا سکتا ہے تو کفر کے مقابلہ میں ہی تو لا جا سکتا ہے اور کفر و ایمان کے جمع ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اس لئے جب اعمال کا وزن
خروج ہو گا تو ہر یوں کے مقابلہ میں صرف مومن کی نیکیاں ہی رکھی جائیں گی۔ اس کا ایمان میزان آخرت میں نہ رکھا جائے گا کیونکہ
قباحت خدائے تعالیٰ کے نکتہ نوازی اور شان بے نیاز و دوزخ کے ظہور کا دن ہو گا اس لئے جب اس جہنگار کی بخشش منظور ہو گی
تو محض اپنے لطف و کرم سے اس کا ایمان اس کی نیکیوں کے پہلو میں رکھ دیں گے بلاشبہ ایمان کا وزن اتنا ہی ہے کہ اگر اسے
میزان آخرت میں رکھ دیں تو ہر سیئات کا وزن اس کے مقابلہ میں بڑھ ہے۔ آخر جب کفر کی عمر بھر کی بدیاں اس کلمہ کی بدولت
چشمِ زندہ میں سب عفو ہو جاتی ہیں تو قرآن اسلام کی برائیاں اس کے سامنے جھک کر ٹھہر سکتی ہیں یہ کلمہ ایمانی سب کے
پاس ہے اور سب کے ایمان کا وزن اتنا ہی ہے لیکن یہاں آئینہ فضل نے اس کی بخشش کے لئے اسی کے ایمان کے وزن
کا ایک بہانہ نکال لیا تھا۔

(۲۹۹) اہلِ فہم کئے پکت قابلِ غور ہے کہ آسمانوں اور ان کی آبادیات کے ذکر کے ساتھ تو فیہی یعنی اللہ کی

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ (مرہاہ فی شرح السنۃ)

(۳۰۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا قَلْبًا إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى يُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا جَنَّبَ
الْكِبَايِرُ وَفِي رِوَايَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَيْسَ لَهَا دُونَ اللَّهِ حِجَابٌ حَتَّى تُخْلَصَ إِلَيْهِ
رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب۔ وضعف اسناد الثانیہ

دوسرے پہ میں تو ان سب کے مقابلہ میں لا الہ الا اللہ کا پہلہ ہی بھاری پڑے گا۔ (شرح السنہ)
(۳۰۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا کوئی بندہ
اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لئے آسمان کے دروازے فورا کھول دیے جاتے ہیں
یہاں تک کہ یہ کلمہ عرش تک جا پہنچتا ہے۔ جب تک بندہ کبائر سے اجتناب کرتا ہے اس کلمہ کی پرواز کا
عالم ہی رہتا ہے۔ ترمذی کی دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ اللہ کی ذات پاک اور اس کلمہ
کے درمیان کوئی روک نہیں یہ کلمہ وہیں جا کر پہنچتا ہے۔ مگر اس کی اسناد کو ترمذی نے ضعیف کہا ہے۔

ذات پاک کا استثناء مذکور ہے مگر زمیوں کے ذکر کے ساتھ یہ استثناء مذکور نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی ذات
پاک کا مجازی تصور اگر کیا جاسکتا ہے تو اس کے لئے جہت علویٰ آسمانوں کی ہی جہت موزوں ہے سادہ فطرت
انسان جب تلاشِ ربوبیت کے لئے سرٹھٹاتا ہے تو اس کی نظریں بے اختیار آسمانوں ہی کی طرف اٹھ جاتی ہیں پھر
اس مجاز میں اتنی حقیقت بھی ہے کہ تجلیات الہیہ کی حقیقت آسمانوں میں ہے زمیوں میں نہیں اس لئے اس فطرت کا
محافظ رکھنے ہوئے سموات کے ساتھ اللہ کی ذات پاک کا استثناء من مقتضائے احتیاط ہے اور زمیوں کے تذکرہ
کے ساتھ اس کا تذکرہ بے حاجت چیز ہے۔

(۳۰۰) یہ کلمہ نفی مابوی اللہ کیلئے موضوع ہے اس لئے اس کی نفی کا دامن سارے عالم کو شامل ہونا
چاہئے۔ اگر کہیں عرش پر عرش کی تجلی نہ ہوتی تو یہ کلمہ عرش کو بھی یقیناً پار کر جاتا مگر چونکہ عرش پر الا اللہ کے
اثبات کا کچھ اتہ پتہ ملتا ہے اس لئے اس سرحد تک جا کر اس کی پرواز ختم ہو جاتی ہے یہی مطلب لیس لہا دون اللہ
النجاب کا ہے علماء اس مضمون کو صرف سمجھ لیتے ہیں اور عرفاء اس کا شاہد بھی کر لیتے ہیں ایسا شاہد جس کے
بعد ان کو قسم کھا کر یہ کہنا آسان ہو جاتا ہے

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست

بے نشانیت کرد نام و نشان چیزے نیست

یا ضحیٰ انھوں کی توجہ ہے رہ گئے توجہ وجودی اور توحید شہوری کے جھگڑے تو ان کا یہ عمل نہیں۔ توحید وجودی کے
مذاق والوں کے لئے حضرت مولانا قاسم نانوتوی کا جملہ آپ زرے لکھنے کے قابل ہے وہ فرماتے ہیں وحدت موجود
تو حال ہے اور وحدت وجود حقیقت حال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(۳۰۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَوْلَا إِلَهَ اللَّهِ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ - (رواه الترمذی وابن ماجہ)

(۳۰۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَوْلَا إِلَهَ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ صَدَقَ رَبُّهُ قَالَ لَوْلَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ وَلَوْ قَالَ لَوْلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَخَدَّاهُ لَا شَرِيكَ لَهُ يَقُولُ اللَّهُ لَوْلَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَخَدَّاهُ لَا شَرِيكَ لِي وَإِذَا قَالَ لَوْلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لِلْمَلِكِ وَلَمْ يَحْمَدْ قَالَ لَوْلَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لِلْمَلِكِ وَلِي الْحَمْدُ وَإِذَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ لَوْلَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي وَكَانَ يَقُولُ مَنْ قَالَهَا فِي مَرَضِهِ مَمَرَاتٍ لَمْ تَطْعَمُهُ النَّارُ - (رواه الترمذی وابن ماجہ)

(۳۰۱) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور خدا کو پکارنے کا سب سے افضل کلمہ الحمد للہ ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(۳۰۲) ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ کلمہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کا ہر درد گاراس کی تصدیق فرماتا ہے اور کہتا ہے بیشک خدا میرے سوا کوئی نہیں اور میں سب سے بزرگ ہوں اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ و اللہ لا شریک لہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا کوئی نہیں مگر میں اکیلا میرا کوئی شریک نہیں۔ اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے خدا کوئی نہیں بجز میرے ملک اور تعریف سب میرے لئے ہے اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو ارشاد فرماتا ہے کہ خدا کوئی نہیں میرے سوا اور ہر باتیں دفع کرنے اور بھلائی حاصل کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوا میری مگر آپؐ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنی بیماری میں یہ کلمات پڑھے اور اس کی وفات ہو جائے تو آتش دوزخ ہرگز اس کو نہیں کھا سکتی۔

(۳۰۱) کلمہ طیبہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور اسی لئے اس کی ہر نماز بھی سب اذکار سے بلند ہے۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سبحان اللہ واللہ اکبر الحمد للہ کا دائرہ صرف زمین اور آسمانوں کے درمیان درمیان ہی محدود رہتا ہے اور آسمانوں کو غور ذکر کے عرش تک پہنچ جاتا ہے صرف اسی کلمہ طیبہ کا خاصہ ہے۔ رہا الحمد للہ کا افضل دعا ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا کا لفظ عربی زبان میں ارو کے استعمال سے زائد اگانہ ہے۔ عربی میں دعا کی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے پکارنے کو کہتے ہیں اور اس ذات ہے نبیؐ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے اس کی تعریف سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں اسی لئے سورہ فاتحہ کو الحمد للہ سے شروع کیا گیا ہے۔

(۳۰۳) ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں مشرکین سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور مجھ پر اور اس تمام دین پر ایمان لائیں جو میں لیکر آیا ہوں، جب یہ عہد کر لیں تو اب انھوں نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچا لیا ہاں جو باہر ہیں اسلامی ضابطہ کے ماتحت ہوں گی وہ اب بھی باقی رہے گی اس کے بعد ان کے باطن کا حساب خدا کے حوالہ ہے وہ جانے کہ ان کا اسلام نامائی تھا یا حقیقی۔ (مسلم)

(۳۰۳) اس حدیث کے مختلف الفاظ میں اس کے سب سے پورے الفاظ میں جو ہم نے یہاں نقل کئے۔ بعض الفاظ میں صرف توجہ کا ذکر ہے، بعض میں توحید کے ساتھ رسالت کا بھی ذکر ہے اور بعض میں توحید و رسالت کے ساتھ نماز اور زکوٰۃ کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ سب ایک ہی مقصد کی مختلف تعبیرات ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے تمام دین کو تسلیم نہ کیا جائے ایمان حاصل نہیں ہوتا اب اس حقیقت کی طرف کہیں تو اسلام کے دو مشہور ارکان نماز اور زکوٰۃ ذکر کر کے اشارہ کر دیا گیا ہے کہیں تمام دین کو شہادتین کے ضمن میں لپیٹ دیا گیا ہے اور کہیں یہ دلچسپ کہ صحیح توحید رسول پر ایمان لائے بغیر میری نہیں آگستی صرف کلمہ توحید پر کفایت کر لی گئی ہے اور مدعا ان سب کا وہی ایک بات ہے یعنی آپ کے تمام دین کی تصدیق و تسلیم۔

نسانی کے الفاظ میں یہاں الناس کی بجائے المشرکین کا لفظ ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس حدیث میں جنگ کے ختم کرنے کی صورت صرف دین الہی کی صداقت کا اعتراف قرار دی گئی ہے لیکن اس کا مفہوم جبر و اکراہ نہیں۔ اسلام و کفر و بد باہر کی طاقتیں ہیں جو دنیا میں ہمیشہ نبرد آزما رہی ہیں۔ ان کی باہمی جنگ کبھی اکراہ و جبر کی تعریف میں نہیں آسکتی۔ جبر یہ ہے کہ جب اسلام کو اقتدار حاصل ہو جائے تو وہ بے بس لوگوں کی گردنوں پر تلوار رکھ رکھ کر اسلام لانے کے لئے مجبور کرے۔ ہمارے علم میں اسلام کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں کیا گیا بلکہ عین جنگ کی حالت میں بھی مسلمانوں میں ایسی نکال دہی گئی تھی کہ اگر کفار اسلام قبول کرنا چاہیں تو اپنے دین پہ رہنا چاہیں مصالحت کر کے یا جبر سے ادا کر کے اپنے دین پر قائم رکھے تھے لیکن یہ ظاہر ہے کہ مصالحت اور جزیہ عارضی باتیں ہیں ان کو مقاصد کے درجہ پر نہیں رکھا جاسکتا اس لئے اہل مقصد تو دین الہی کی اشاعت ہی رہے گا۔ اور اس کے ضمنی

(۳۰۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ تَمَسُّ لَا يَقْبَلُ مِنْهُمْ شَيْءٌ دُونَ كَيْ شَهَادَةٍ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِيمَانٌ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْآخِرَةِ وَالْآخِرَةِ وَالْآخِرَةِ بَعْدَ الْمَوْتِ هَذِهِ وَاحِدَةٌ وَالصَّلَاةُ الْخَيْرُ عَمُّهُ الْإِسْلَامُ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ الْإِيمَانَ إِلَّا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ هُمُورٌ مِنَ الذُّنُوبِ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ الْإِيمَانَ وَالصَّلَاةَ إِلَّا بِالصَّلَاةِ مَنْ فَعَلَ هَؤُلَاءِ ثُمَّ جَاءَ رَمَضَانَ فَذَكَرَكَ صِيَامَهُ مَتَّعَهُ اللَّهُ يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ الْإِيمَانَ وَلَا الصَّلَاةَ وَلَا الزَّكَاةَ وَمَنْ فَعَلَ هَؤُلَاءِ الْأَرْبَعُ وَتَيَسَّرَ لَهُ الْحَجُّ وَلَمْ يَحْجَّ وَلَمْ يُزِمَّ مِنْ حَجِّهِ وَلَمْ يَحْجَّ عَنْهُ بَعْضُ أَهْلِهِ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ الْإِيمَانَ وَلَا الصَّلَاةَ وَلَا الزَّكَاةَ وَلَا الصِّيَامَ. (رواه في الحلية. وقد مر نحوه في المجلد الأول من ترجمان السنة ۱۴۵۵)

(۳۰۴) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے (جو سب کی سب ضروری ہیں) ان میں کوئی چیز بھی دوسرے کے بغیر مقبول نہیں۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا معبود کوئی نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، جنت و دوزخ پر یقین رکھنا اور اس پر کہ مرنے کے بعد پھر (حساب و کتاب کے لئے) جی اٹھنا ہے۔ یہ ایک بات ہوئی۔ اور پانچ نمازیں اسلام کا ستون ہیں، اللہ تعالیٰ نماز کے بغیر ایمان بھی قبول نہیں کرے گا۔ زکوٰۃ گناہوں کا کفارہ ہے، زکوٰۃ کے بغیر اللہ تعالیٰ ایمان اور نماز بھی قبول نہیں کرے گا پھر جس نے یہ امکان ادا کر لے اور رمضان شریف کا مہینہ آگیا اور کسی عند کے بغیر جان بوجھ کر اس میں روزہ نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ نہ اس کا ایمان قبول کرے گا اور نہ نماز اور نہ زکوٰۃ۔ اور جس شخص نے یہ چار رکھنا ادا کر لئے اس کے بعد اسے حج کرنے کی بھی وسعت ہوئی پھر اس نے نہ خود حج کیا اور نہ اس کے بعد کسی دوسرے عزیز نے اس کی طرف سے حج کیا تو اس کا ایمان، نماز، زکوٰۃ اور روزہ کچھ قبول نہیں۔ (الحلیہ)

(۳۰۴) یہ حدیث الرتۃ المہدۃ سے نقل کی گئی تھی اس وقت اس کا اصل نسخہ میرے پاس موجود نہیں اس لئے ولہوؤ من حجہ کا ترجمہ نہیں لکھا گیا ممکن ہے کہ اصل لفظ ولہو یا صر یحجہ ہو۔ موجودہ لفظ کا کوئی مفید مطلب اس وقت ذہن میں نہیں آیا علما وغیرہ کریں۔

اس حدیث سے ہمارے عنوان کا مضمون بخوبی واضح ہے اور اس کی اصل روح یہ ہے جو ترجمان السنہ جلد اول ۱۴۵۵ء پر پیر عزوان ارکان اسلام کا باہم ربط بیان کی گئی ہے اس لئے اس کو دوبارہ دیکھ لینا چاہئے۔

من اقام شعائر الله فله ذمته الله وذمته رسول

(۳۰۵) عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَآكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ
(رواه البخاری)

جس نے شعائر اسلام ادا کر لئے اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہو گیا

(۳۰۵) انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہماری طرح نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھالے تو یہ مسلمان وہ ہے کہ اب اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا عہد ہو چکا ہے اس لئے تم (یعنی اس عہد کی رعایت کرو اور) اس کو مت توڑو (بخاری)

(۳۰۵) اسی حدیث کی وجہ سے علم کلام میں یہ عنوان مشہور ہو گیا ہے کہ سب اہل قبلہ مومن ہیں ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔ اس کا مطلب یہ سمجھ لیا جائے کہ عام مسلمانوں کے ساتھ قبلہ و نماز میں شرکت کے بعد ہر کسی شخص پر کسی قسم کے اختلاف سے بھی کفر عائد نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ یہ مسئلہ بہت غور کے قابل تھا کہ ناندوں میں صرف قبلہ کی طرف منہ کر لینا ایسا کونسا مرکزی رکن ہے جس کے بعد عقائد کا ٹھنڈل بھی مضرت رساں نہیں ہوتا اس کے ماسواہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھا لینا تو کوئی خاص عبادت بھی نہیں پھر اس کو اسلامی ارکان میں اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے نیز اہل ذبیحہ مسلم، اقامتِ مصلوۃ یا استقبالِ قبلہ کے درجہ کی چیز بھی نہیں پھر اس کو ان اہم اجزاء کے ساتھ ایک سیاق میں کیوں جمع کر دیا گیا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں اہل کتاب اور اہل اسلام کے باہم جو اعمال مابہ الامتياز اور حد فاصل تھے وہ بھی اعمال تھے کیونکہ تصدیق اگرچہ اہل ایمان ہے لیکن وہ ایک فطری صفت ہے اور اقرار اگرچہ زبان و متعلق ہے مگر وہ بھی وقتی چیز ہے دودنوں میں کھلا ہوا امتیاز ان کے عظیمہ و عظیمہ شعائر کے ذریعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ اسلامی شعائر میں نماز سب سے زیادہ امتیازی عمل ہے اور قبلہ کا معاملہ تو یہود و نصاریٰ کے نزدیک حقانیت مذہب کا معیار تھا حتیٰ کہ ان کے مقابلہ میں قرآن کو یہ تعبیر اختیار کرنی پڑی۔ لیس البران قولوا وجوہ حکمہ قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله والیوم الآخر۔ نیکی اور بھلائی صرف مشرق و مغرب کی جانب منہ کرنے کا نام نہیں اہل نیکی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کا نام ہے۔ معاشرتی لحاظ سے جس امر میں وہ ہم سے کھلا ہوا حقارت کرتے تھے وہ ذبیحہ کا مسئلہ تھا پس اگر عبادات میں وہ ہماری ہی نماز اور ہمارے قبلہ کا اتباع کر رہے ہیں اور معاشرتی لحاظ سے ہم سے اتنے گھر تیار ہو جاتے ہیں کہ ہمارا ذبیحہ کھا لیتے ہیں تو یہ اس بات کی کھلی شہادت ہوگی کہ اب وہ دل سے ہمارا دین قبول کر چکے ہیں اس لئے ان کے ساتھ خدا اور رسول کا عہد ہو جانا چاہئے اب ان کے ساتھ کوئی بد معاملگی درحقیقت خدا اور رسول کے ساتھ بد معاملگی کے مرادف ہوگی۔ لیکن فرض کر لو کہ اگر کسی دور میں کفر کسی اور مذہب کی شکل میں نمودار ہو اس کے مذہبی شعار ان شعاعوں سے مختلف ہوں تو اسی حدیث کے مطابق کیا ان کے لئے ضروری ہوگا (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

(۳۰۶) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا هَذَا صَلُّوا صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبِلُوا قِبْلَتَنَا وَذَبَحُوا ذَبِيحَتَنَا فَقَدْ حَرَمْتُ عَلَيْكَ دِمَاؤَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَسْبُكُمْ عَلَى اللَّهِ (رواه البخاری)

(۳۰۶) انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں مشرکین سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ اس کا اقرار کر لیں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ، جب یہ اقرار کر لیں، ہماری طرح نمازیں پڑھیں، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہماری طرح ذبح کریں (یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر) تو اب ہمارے لئے ان کی جان و مال بھی قابل احترام سمجھی جائے گی ہاں آئین اسلامی کے تحت میں جو مطالبات ہوں گے وہ اب بھی باقی رہیں گے۔ ان کے باطن کا معاملہ خدا کے سپرد۔ (بخاری)

دہیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) کہ وہ اپنی صفائی کے لئے ان مخصوص شعاور کو ترک کر کے ان کے بالمقابل اسلامی شاعر اختیار کریں۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عہدیت کا اقرار جتنا ایک نصرانی کیلئے ضروری ہے اتنا ایک یہودی یا دوسرے غیر مسلم کے لئے ضروری کیوں نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اہل بیت علیہ السلام کا مسئلہ ان ہی کے مذہب کا رکن ہو اس لئے ان کے ایمان پر اس وقت تک اطمینان نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ ان کے بندہ اور رسول ہونے کا کھلا ہوا اعتراف نہ کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث کا تعلق ان اندرونی فرقوں کے ساتھ نہیں جو مدعی اسلام ہوں بلکہ ان کے ساتھ ہے جو اپنا دین چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کریں۔ حدیث یہ کہتی ہے کہ اگر ان کی عملی زندگی پہلی زندگی سے بالکل علیحدہ ہو چکی ہے اور وہ اسلامی شاعر کی اقامت کرنے لگے ہیں تو ان کے اسلام میں شبہ کرنے کی اب کوئی گنجائش نہیں رہی۔ حدیث کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ جو مدعی اسلام یہ تین افعال ادا کر لے وہ پکا مسلمان ہی رہے گا۔ خواہ وہ ہزار قسم کے افعال کفر کرتا رہے۔ آئندہ نوٹ میں حافظ ابن حجر کی عبارت مذکور ہے اس سے بھی ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے۔

(۳۰۶) حافظ ابن حجر ان تین افعال کے تخصیص کی حکمت یہ تحریر فرماتے ہیں۔
 وحکم الاختصاص علی ما ذکرہ من الافعال ان من یقر صوف ان تین افعال کے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اہل کتاب میں بالترجیح من اهل الكتاب وان صلوا واستقبلوا کے اقرار کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتے ہیں استقبالی قبلہ بھی کرتے ہیں وذبوحوا وکھلاصوں مثل صلواتہ لا یستقبلون اور جانور ذبح کر کے بھی کھاتے ہیں مگر ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں قبلتنا ومنہم من یدبح لعلیہ اللہ ومنہم من لا یأکل ذبیحتنا ولہذا قال فی الرایۃ الاخری اور کوئی ان میں غیر اشرار کے نام پر بھی ذبح کرتا ہے۔ نماز اور واکل ذبیحتنا۔ والاطلاع علی حال المرء فی صلواتہ واکلہ یکن بسرعتہ فی اول یوم اطلاع بہ ہوت اور بہت جلد ہو سکتی ہے۔ برخلاف دین کے اور افعال کے۔ (باقی حاشیہ جو صفحہ آئندہ)

من ابی قبول بعض لفرائض فقد ابی الاسلام کله

(۳۰۷) اِنَّ اَبَاهُ رِيَّةَ قَالَ لَمَّا تَوَتَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَعْلِفَ اَبُو بَكْرٍ
وَكَفَرَتْ مَنْ كَفَرَتْ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ يَا اَبَا بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ
وَنَفْسَهُ اِلَّا يَحْقِقَهُ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ قَالَ اَبُو بَكْرٍ وَاللهِ لَا قَاتِلِينَ مِنْ فِرَاقِ بَيْنِ الصَّلَاةِ وَ
الرَّكُوعِ فَإِنَّ الرَّكُوعَ حَقُّ الْمَالِ وَاللهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَّا قَاكَ لَوَا يُوَدُّ وَهَلَّا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسلام کے کسی ایک قطعی فرض کا منکر اسلام کا ہی منکر شمار ہوتا ہے

(۳۰۷) ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور
ان کے بعد ابو بکر خلیفہ ہوئے اور عرب میں جن جن قبائل کو کافر بننا تھا وہ کافروں کے رہنے والے ہو کر رہے
سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا، حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو بکرؓ آپ ان سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں حالانکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ میں اس بات کا حکم دیا گیا ہوں کہ مشرکین سے جنگ جاری رکھوں
یہاں تک کہ وہ یہ اقرار کر لیں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ جو شخص یہ اقرار کر لے تو اس نے اپنی جان والی عجمہ کر
بچا لیا۔ ہاں جو مانہ پر اس اسلامی ضابطہ کے ماتحت ہوگی وہ اب بھی باقی رہے گی۔ یہی بات کہ اس کا اقرار
دل سے تھا یا زبانی اس کا حساب خدا کے سپرد۔ ابو بکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم جو شخص نماز پڑھے گا اور زکوٰۃ
کا انکار کرے گا میں اس کے ساتھ بھی ضرور جنگ کروں گا کیونکہ (جس طرح نماز بدنی عبادت ہے اسی طرح)

(بقیہ ماحشیہ از صفحہ گذشتہ)

وفیر ان امور الناس مہولۃ علی الظاہر
فمن اظهر شعرا للدين اجريت عليه احكام
اهل عالم یظہر منہ خلاف خلاف
فیج الباری ۱۵ ص ۳۹۵
عمدة القاری ۲ ص ۳۹۵ و ۲۹۸

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہو گیا کہ لوگوں کے ساتھ
..... معاملہ ظاہری حالات کے موافق کیا جاتا
ہے جو شخص میں دین کے شاعروں کو علی الاعلان مذاکرہ کرنا
کے ساتھ اسی دین و مذہب والوں کا طعن کیا جائے گا۔
بشرطیکہ اس سے اس کے خلاف کوئی امر سرزد نہ ہو۔

(۳۰۷) تعلیمات اور عزائمات دین میں تفریق کی کوئی گنجائش نہیں ان میں کسی ایک کے منکر کا حکم بھی وہی ہے
جو تمام دین کے منکر کا یہی وجہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ کو منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنے میں کوئی پس و پیش نہ تھا۔ حضرت عمرؓ
کو اجتہاد اس معاملہ میں جو تردد رہا اس کا بنی حضرت اسحاقؓ سرہ کے نزدیک صورت واقعہ کی تفصیل میں اختلاف تھا۔
وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ سب زکوٰۃ صرف ایک بغاوت کا جرم ہے اور حالات کی نزاکت ابھی اس کی مقتضی نہیں ہے کہ

لَعَنَّا لَكُمْهُمْ عَلَى مَنَعِهَا قَالَ عُمَرُو اللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنْ قَدْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي بِكَيْ
لِلْفَتَا لَفَعَرْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ (رماء البخاری)

(۳۰۸) عَنْ دَلِيمِ الْحَمِيرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا يَا رِضْنُ بَارِكَةَ لَعَائِمٍ فِيهَا عَمَلًا شَدِيدًا وَإِنَّا نَتَّخِذُ شَرَابًا

زکوۃ مالی عبادت ہے خدا کی قسم اگر یہ لوگ مجھے ایک بکری کا بچہ بھی دینے سے انکار کر دیں گے جس کو وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اپنا بھی جنگ کروں گا۔ عمر کہتے ہیں خدا کی قسم میں سمجھ گیا
کسان سے جنگ کے معاملہ میں ان کو پورا پورا شرح صدر ہو گیا ہے بالآخر مجھے بھی یقین ہو گیا کہ حق
بات یہی ہے۔ (بخاری شریف)

(۳۰۸) دَلِيمِ عَمِيرِی روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ
ہم سرزمین میں رہتے ہیں اور وہاں سخت سے سخت محنت و مشقت کے کام کاج کرتے ہیں اس لئے ہم گھوڑوں

ہائیں جو جنگ چھیڑ دجائے حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک یہ ارتداد کی دفعہ میں آتا تھا اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ منکر صلوة اور منکر زکوۃ
میں آخر کیا فرق ہے۔ اگر منکر صلوة اور ارتداد کی دفعہ عامہ ہوئی ہے تو منکر زکوۃ پر کس عامہ نہیں ہوتی۔ وہ عبادتِ بدنیہ ہے عبادتِ
حافظ زبیدی تحریر فرماتے ہیں۔ وقد يقال ان حمل تحقيق رد محمد يدل على ذلك في القصة ان بابا بكر لما استشار فيهم قال لهم
يا خليفة رسول الله انهم قوم همومون واما انما همومهم انهم يعني اس اختلاف في وجهه من يبت بغيري كمن يبت بغيري
عمرؓ کے نزدیک ابھی تک ان کا مرتبہ نہ پایا ثابت نہ ہوا تھا جیسا کہ اس قصہ میں ان کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب
حضرت ابو بکرؓ نے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ لیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے خدا کے رسول کے خلیفہ یہ تو مومن
لوگ ہیں صرف اپنا مال دینے سے بخل کرتے ہیں۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک یہ جماعت مومن تھی اور حضرت ابو بکرؓ کو حالات کی تحقیق سے
یہ ثابت ہو چکا تھا کسان کا جرم ارتداد کی حد تک پہنچ چکا ہے عجب بحث و تمحیص کے بعد واقعات و حالات حضرت عمرؓ
کے سامنے بھی اسی درجہ واضح ہو گئے تو انہیں بھی حضرت ابو بکرؓ کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں فہم وفاق
ابا بکر علی قتال أهل الردة ما في الزكوة وكذلك سائر الصحابة من اجل ما في الزكوة (۳۲۲) آخر کار حضرت عمرؓ اور سب صحابہ
نے ان مرتدین سے جنگ کے معاملہ میں حضرت ابو بکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ (منہاج السنہ) حضرت قبیسہؓ فرماتے
میں ہم المرتدون الذین ارتدوا علی عہد ابو بکرؓ فقاتلہم ابو بکرؓ۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ
میں مرتد ہو گئے تھے اور اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے ان سے جنگ کی تھی۔ (بخاری شریف ۵ ص ۲۹۰)

اس بحث سے یہ روشن ہو گیا کہ اسلام کے کسی ایک رکن کا منکر اسلام ہی کا منکر ہے تفصیل کے لئے دیکھئے
رسالہ اکفار الملحدین مصنفہ حضرت استادؒ

(۳۰۸) پہلی حدیث میں حضرت ابو بکرؓ نے مانعین زکوۃ سے جنگ کی تھی اور اس حدیث میں براہ راست

مِنْ هَذَا الْقَعَمِ تَقْوَىٰ بِهِ عَلَىٰ أَعْمَالِنَا وَعَلَىٰ بَرْدِ بِلَادِنَا قَالَ هَلْ يُسِيرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ
فَاتَجَنَّبُوهُ قَالَ قُلْتُ إِنَّ النَّاسَ غَيْرُ تَائِبِينَ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَنْزِلْ كُوفَةُ فَقَاتِلُوهُمْ (رواه ابو داود)
(۳۰۹) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ رَجِئِي يَا لَسَارِي فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُولُونَ فِي هَؤُلَاءِ الْأَسَارِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَهْلِكُ
لَا يَنْفَلِتُ أَحَدٌ مِنْهُمْ وَلَا يَفْدَاهُ وَلَا وَضْرِبْ عَنْقِي فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَهْلِكُ
بْنُ بَيْضَاءَ فَإِنَّهُ سَمِعَهُ يَذْكُرُ الْإِسْلَامَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
فَمَارًا بَيْنِي فِي يَوْمٍ أَخُوْتُ أَنْ تَقَعَ عَلَى حِمَارَةٍ مِنَ السَّمَاءِ مِثْقَى فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ حَتَّى
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَهْلِكُ بْنُ بَيْضَاءَ قَالَ وَنَزَلَ الْقُرْآنُ بِقَوْلِ

کی شراب بنا کر استعمال کر لیتے ہیں تاکہ اس کی مدد سے اپنے ملک کی سرحدی اور اپنے کاموں کی سختی کا مقابلہ
کر سکیں، آپ نے پوچھا کیا یہ شراب نشہ آور ہے میں نے کہا نشہ آور تو ہے فرمایا تو پھر اس کے پاس بھی نہ پہنچو
میں نے عرض کیا لوگ تو اس کو چھوڑ نہیں سکتے۔ فرمایا نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرنا۔ (ابو داؤد)

(۳۰۹) ابن مسعود بیان فرماتے ہیں جب جنگ بدر ہو چکی تو جو قیدی تھے آپ کے سامنے
لائے گئے آپ نے فرمایا بولوان کے بارے میں تم لوگوں کا کیا مشورہ ہے۔ آپ نے فرمایا ان میں فدیہ
یا قتل کے بغیر کسی کو چھوڑنا مناسب نہیں۔ عبداللہ بن مسعود نے عرض کیا ضرر کیا ہے بیٹا کہ اسے شہید کر دیا جائے
کیونکہ میں نے ان سے اسلام کی حقانیت کا ذکر سنا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خاموش ہو رہے۔ مجھے اس دن سے زیادہ کسی دن اس امر کا اتنا خطرہ محسوس نہیں ہوا کہ یہ آسان کوئی چیز ہے جتنا اس دن
میں ہر لہجہاں تک کہ آپ نے اپنی زبان سے فرمادیا اچھا بجز سہل بن بیضاء کے۔ یہ کہتے ہی اس کے

ارشاد نبوی ہے کہ جو لوگ من حیث الجماعت شراب کے متعلق حکم شرعی کی خلاف ورزی کریں وہ بھی قابل جنگ ہیں
اس سے معلوم ہوا کہ کچھ منہ زکوۃ یا اقامت صلوٰۃ، استقبال قبلہ اور اکل ذبیحہ کے خلاف ہی پر موقوف نہیں بلکہ ان کے موجود
ہونے سمیت بھی اگر اسلام کے کسی قطعی فرض کا انکار ہو تو اس کا حکم بھی دی ہے جو ان میں کوئی ایک کے انکار کا۔
یہ خیال بالکل بے بنیاد اور محض اعتقاد ہے کہ استقبال قبلہ کے بعد کوئی سبب کفر بھی موجب کفر نہیں رہتا۔ گویا
کوئی شخص کھلے ہوئے صاحب کفر کے ارتکاب کے بعد بھی دائرۃ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ان
ہر سادہ میں سے کسی ایک میں اختلاف کرنا پھر اسلام سے اختلاف کرنا ہے اسی طرح اس کے کسی اور فرض
قطعی سے اختلاف کرنا بھی اسلام ہی کے اختلاف کے ہم پايہ شمار ہوتا ہے۔ (ایہ اہمیت والو! ہر ج ۲ ص ۲۶۹)

عَمَرَ مَا كَانَ لِيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ لَهُ أَشْرَى حَتَّى يُنْجِنَ فِي الْأَسْرَضِ إِلَى الْآخِرَاتِ (عالمات)

لیس ایمان محض العلم وإنما هو عقد القلب

(۳۱۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِئِلَ أَيْ الْعَمَلِ أَفْضَلُ فَقَالَ
إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ لِيَهْدِيَ سَبِيلَ الشُّوْقِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ فَجَعَلَ يَبْرُورُ بِنَارِ شَرِيفٍ

بعد حضرت مرقی رائے کے موافق قرآن کریم نازل ہو گیا (اور وہ یہ آیت ہے) یہ بات نبی کی شایان شان نہیں کہ وہ
قیدوں کو قبول کرے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی زمین کافروں کے خون سے رنگین نہ کرے (آخر آیت تک) ترقی

ایمان قلب کا ایک اختیاری عمل ہے صرف علم کا مرتبہ نہیں

(۳۱۰) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل
افضل ہے آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا پوچھا گیا کہ پھر کونسا فرمایا اللہ کی راہ
میں جہاد کرنا، پوچھا گیا اس کے بعد فرمایا وہ حج جس میں جنابت نہ کی جائے۔ (بخاری)

(۳۱۰) حدیث مذکور میں سوال تب سے افضل عمل کی بابت ہے اس کے جواب میں آپ نے ایمان کو افضل
اعمال فرمایا ہے معلوم ہوا کہ ایمان علم اور جاننے کا نام نہیں بلکہ عمل کا نام ہے وہ انسان کے باطن کے اختیاری اختیار
کا نام ہے اور احکام اسلامیہ کی پابندی اس انقیاد باطن کی دلیل ہوتی ہے پس ایمان کامل ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و
باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مطیع بن جائے۔ یہ ایمان ابتدا میں فعل اختیاری ہوتا ہے لیکن جب اور
ترقی کرتا ہے تو پھر اختیاری سے غیر اختیاری بن جاتا ہے۔ اس وقت اسے حال سے تعبیر کرتے ہیں اور سرور کے بعد بھی
مقام کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے۔ کیفیت احسان اسی کے ثمرات اور لوازم میں سے ہے اسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حدیث مذکور میں ایمان کو خلیلہ اور اعمال کے ایک عمل ہی قرار دیا ہے۔ صرف علم کا مرتبہ کوئی کمال نہیں اس میں کفار
بھی شریک ہو سکتے ہیں اسی لئے محدثین کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل کے مجموعہ کا نام ہے جس نے ایمان کو علم سمجھا ہے
اس کی مراد بھی وہی علم ہے جس کے ساتھ اختیاری تسلیم بھی موجود ہو۔

ایمان ہو العہد بالترام حاحۃ رسول الاتیاد للدين كله وليس محرم التصديق والاقرار

(۳۱۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا مِنَ النَّصَارَى مُتَّصِفًا بِالْإِنْجِيلِ وَرَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ مُتَّصِفًا بِالتَّوْرَةِ أَوْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ كَرِهَ مَتَّبِعَكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَمَعُ بَنِي مِنْ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ كَرِهَ مَتَّبِعِيَّ فَهُوَ فِي النَّارِ (أخرج الدارقطني في الاثر)

(۳۱۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعِمَّةٍ قُلُ لَوْلَا اللَّهُ أَشْهَدُ لَكَ بِمَا تَوْمُ الْيَمَامَةِ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ يَقُولُونَ إِنَّا حَمَلُ

ایمان ہر تصدیق و اقرار کا نام نہیں ہیں اسلام میں داخل ہوجانے اور اس کے تمام احکام کی بجا آوری کا نام ہے

(۳۱۱) عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا یا رسول اللہ اگر ایک نصرانی شخص انجیل پر تو عمل کرتا ہے اور اسی طرح یہودی اپنی تورات پر تو عمل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان بھی رکھتا ہے مگر اس کے باوجود وہ آپ کے دین کی پیروی نہیں کرتا۔ تو فرمائے اس کا کیا حکم ہو گا آپ نے فرمایا جو نصرانی اور یہودی میری خبر سن پکا پھر میرے دین کی پیروی نہ کرے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ (دارقطنی)

(۳۱۲) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا آپ لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے کہ قیامت کے دن میں آپ کے حق میں اس کی گواہی تو دے سکوں انھوں نے کہا کہ اگر قریش میرے سر پر بدنامی کا دارغ نہ لگاتے کہ میں نے عذاب آخرت پر بے صبری کی وجہ سے

(۳۱۱) اس حدیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف آوری کے بعد تمسک بالانجیل اور تمسک بالتورات بھی نجات کے لئے کافی نہیں۔ اگر ایک یہودی یا ایک نصرانی اللہ اور اپنے رسول پر ایمان رکھتا ہو بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی کر لیتا ہے مگر آپ کے دین کی اتباع کا عہد نہیں کرتا تو اس کا ایمان بھی غیر سہل رہے گا۔ کسی رسول کی تصدیق کے معنی ہی اس کے اتباع کرتی ہیں، اسی لئے یہاں ایمان کو اتباع سے تعبیر کیا گیا ہے کہ تصدیق کی اس حقیقت اتباع کرنی ہے یہ صرف علم کا مرتبہ نہیں۔

(۳۱۲) ابوطالب کی علی تصدیق میں کے شبہ ہو سکتا ہے اور ان کا اقرار بھی ان کے اشارے ظاہر ہے پھر وہ کس بات کا انکار کر رہے تھے؟ صرف آپ کے دین اختیار کرنے کا اور آپ کی اطاعت کرنے کا اور اسی عمل کے فقدان کی وجہ سے جمہور امت نے ان کو مسلمان قرار نہیں دیا۔ قلب جب تک اپنے اختیار سے عہد و وفاداری کیلئے تیار نہیں ہوتا اس کی اضطراری تصدیق کا راز نہیں ہوتی۔

عَلَىٰ ذَٰلِكَ الْحُجْرَةُ لَا قَرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَىٰ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ. (رِوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱۳) وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبَ إِبِلِيَاءَ وَهَرَقَلَ سُفْقًا عَلَىٰ نَصَارَى الْقَلَامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هَرَقَلَ حِينَ قَدِمَ إِبِلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمَ لَحِيثِ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَا قَتَبٍ قَدْ اسْتَنْكَرْنَا هَيْتَاكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ وَكَانَ هَرَقَلَ حَرَّاءَ يَنْظُرُ فِي النُّجُومِ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ نَظَرْتُ فِي النُّجُومِ مَلِكُ الْغَتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَحْتَنِي مِنْ هَذِهِ الْأُمَمَةِ قَالُوا لَيْسَ يَحْتَنِي إِلَّا الْيَهُودُ فَلَا يَمْسُكُ شَأْنُهُمْ وَكَتَبَ إِلَىٰ مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَلْيَقْتُلُوا مَنْ فِيهِمْ مِنَ الْيَهُودِ فَبَيْنَا هُمْ عَلَىٰ أَمْرِهِمْ أَنِي هَرَقَلَ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مُلُوكُ غَتَانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَحْبَرَهُ هَرَقَلَ قَالَ لَأَذْهَبُوا فَانْظُرُوا أَلْحَتَيْنِ هَوَامَ لَا تَنْظُرُ إِلَّا الْبِكْرَةَ فَعَدَوْا أَنَّهُ لِحَتَيْنِ وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَحْتَنِيونَ فَقَالَ هَرَقَلَ هَذَا مُلْكُ هَذِهِ الْأُمَمَةِ قَدْ ظَهَرَ لَمْ يَكْتُبَ هَرَقَلَ إِلَىٰ صَاحِبِ لَهُ

یہ کلمہ بڑھ یا ہے تو میں ضرور (آپ کا حکم مان لیتا اور) آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا (یعنی آپ کے دین میں داخل ہو جاتا) اس پر یہ آیت نازل ہو گئی انک لا تھدی الخ آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دیکتے یہ اللہ کا کام ہے وہی جسے چاہے ہدایت نصیب فرمادے۔ (مسلم شریف)

(۳۱۳) ابن الناطور ایلیاء کا حاکم تھا اور ہر قل مذہبی لحاظ سے شام کا غزنی کا مہاراجا بیان کیا جاتا ہے کہ ہر قل جب ایلیاء میں آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان خاطر اٹھا اس کے بعض خواص نے پوچھا ہم (آج) آپ کی حالت کچھ متغیر دیکھتے ہیں (خیر تو ہے) ابن الناطور کہتا ہے کہ ہر قل کا ہن بھی تھا علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا جب انھوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے آج شب جب ستاروں میں غور کیا تو در حساب سے مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ ختنہ کرنے والا بادشاہ پیدا ہو چکا ہے تو دیکھو اس زمانہ کے لوگوں میں ختنہ کون کرتا ہے لوگوں نے کہا سوا یہود کے ختنہ کوئی نہیں کرتا تو ان کی طرف سے آپ کوئی اندیشہ نہ کریں اور اپنے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں یہ حکم لکھ کر بھیج دیں کہ جتنے یہود وہاں ہیں سب قتل کر دیئے جائیں۔ ابھی وہ اسی مشورہ میں مشغول تھے کہ ہر قل کے سامنے ایک شخص حاضر کیا گیا جسے غتان کے بادشاہ نے بھیجا تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر بیان کرتا تھا۔ ہر قل نے جب اس سے آپ کے متعلق دریافت کیا تو کہا جاؤ تحقیق کرو کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہیں یا نہیں۔ لوگوں نے

بِرُؤْيَا وَكَانَ نَظِيرُهُ فِي الْعِلْمِ وَسَأَرَهُ قُلُوبُ إِلَى حِمِّصَ فَلَمْ يَرَمْ حِمِّصَ حَتَّى آتَا هُوَ
كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهِ يُؤَافِقُ رَأَى هِرَقْلَ عَلَى الْحُرُوفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ نَبِيُّ
فَأَذَنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّومِ فِي دَسَكْرَةِ لَدُنْ حِمِّصَ لَدَا أَمْرًا بِأَوَائِهَا فَعَلَقَتْ لُحْمًا طَلَمَ فَقَالَ يَا
مُعْتَصِرَ الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرَّشْدِ وَأَنْ يَثْبُتَ مُلْكُكُمْ قُبَّابِغُوا هَذَا النَّبِيَّ فَخَاصُوا حِمِّصَ
تَحْمِلُ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوهُ قَدْ عَلِقَتْ فَلَمَّا رَأَى هِرَقْلُ لُحْمًا هَمَّ وَأَسْرَمَ مِنَ الْأَوَائِدِ
قَالَ رُدُّوهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ إِنِّي قُلْتُ مَقَالِي إِنْهَا أَخْبَرْتُمْ بِهَا شَيْئًا تَكْمُرُ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُمْ
فَتَجِدُوا لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ فَكَانَ ذَلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ - (بہارِ شریف)

تحقیق کی تو کہا کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہیں۔ پھر ہرقل نے اس سے عرب کے متعلق پوچھا اس نے کہا وہ ختنہ
کرتے ہیں۔ ہرقل نے کہا تو اس دور کے لوگوں کے بادشاہ ہی ہیں جو ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد
ہرقل نے رومیہ میں اپنے ایک دوست کو یہ باجرا لکھ بھیجا وہ بھی علم و فضل میں ہرقل ہی کے
نکر کا تھا یہ لکھ کر ہرقل حمص کی طرف چلا گیا ابھی حمص سے باہر نہیں جانے پایا تھا کہ اس کے
دوست کا جواب آگیا۔ اس نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بارے میں ہرقل کی رائے کی
موافقت کی اور اس کی بھی کہ آپ واقعی نبی ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے دم کے سرداروں کو اپنے محل
میں جو حمص میں تھا (جمع ہونے کے لئے) طلب کیا اور حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر لئے جائیں وہ
(حسب الحکم) بند کر دیئے گئے اس کے بعد ہرقل (محل سے) باہر آیا اور یہ تقریر کی اے دم کے
باشندو! کیا ہدایت اور کامیابی میں تم بھی اپنا کچھ حصہ لگانا چاہتے ہو، کیا تمہیں یہ منظور ہے کہ تمہاری
سلطنت قائم رہے اگر ہے تو اس نبی کی بیعت کر لو (یہ سنتے ہی) وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح
دروازوں کی طرف بھاگ پڑے (دیکھا تو) دروازے بند تھے۔ بالآخر ہرقل نے جب داسد (ج) ان کی نفرت
دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا (تو مجبوراً اپنا رنگ بدلا) اور کہا کہ انہیں میرے پاس
واپس بلاؤ۔ (جب وہ حاضر ہو گئے) تو کہا میں نے یہ بات جوابی کہی تھی صرف تمہارے عقیدہ کی
مضبوطی کے امتحان کے لئے کہی تھی وہ مجھے ثابت ہو گئی اس پر لوگوں نے اسے سجدہ کیا اور اس کو
خوش ہو گئے۔ ہرقل کا آخری عقیدہ یہ رہا۔

(۳۱۲) عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَالٍ قَالَ قَالَ يَهُودِيٌّ لِرَاصِحِهِ إِذْ هَبَّ بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ لَكَانَ لَكَ أَرْبَعُ أَعْيُنٍ فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشِيرُ لَوْ يَا اللَّهَ شَيْئًا وَلَا تَسْرُقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْسُوا يَدِي إِلَى دِي سُلْطَانٍ لِيُقْتَلَ وَلَا تَسْخَرُوا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْنَبُوا الْحَصَنَ وَلَا تَوَلُّوا الْبَغْيَ أَرْبَعًا يَوْمَ الرَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةٌ الْيَهُودُ لَا تَعْتَدُوا فِي السَّبَبِ قَالَ لَقَبَلَا يَدِيَّ وَرَجَلِيَّ وَقَالَ انْشَهُدُ إِنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكَ

(۳۱۲) صفوان بن عسال مرادی بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے رفیق سے کہا ہمیں اس نبی کے پاس پہنچو ہم اون سے اس آیت کی مراد دریافت کریں گے ولقد آتينا موسىٰ ايمًا وہ بولا یا غضب نہ کرنا انھیں نبی نہ کہتا مگر کہیں انھوں نے ہماری زبان سے نبی کا لفظ سن لیا تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ یہ مشورہ کر کے دونوں آپ کی خدمت میں آئے اور ان آیات کے متعلق آپ سے پوچھا، آپ نے فرمایا وہ احکام یہ ہیں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھیرا، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، کسی محرم جان کو قتل نہ کرو، مضافاً میں، جادو نہ چلاؤ، سورد نہ کھاؤ، کسی بے گناہ کو کسی صاحب اقتدار کے پاس پکڑ کر نہ بجاؤ تاکہ وہ اسے مار ڈالے، کسی پاکباز عورت پر تہمت نہ لگاؤ اور جہاد میں پشت نہ پھیرو، اور اسے یہود خاص تہاکر لئے یہ حکم اور ہے کہ شنبہ کے دن شکار کیلئے کے بارے میں اپنی شریعت سے تجاوز نہ کرو۔ یہ جوابات سن کر دونوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ خدا تعالیٰ کے

(۳۱۳) حافظ ابن کثیرؒ سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے وہ وحدیث مشکل وعبد اللہ بن مسلمہ حفظہ غنی وقد تكلما فيه۔ اس حدیث کے معنوں میں کچھ سمجھاؤ ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم میں توسیع آیات و مجازات مراد ہیں۔ اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مصداق احکام ہیں وہ بھی بجائے نوکے پر اس دس ذکر کئے گئے ہیں۔ حافظ موصوفؒ اپنی جانب سے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن سلمہ ہیں ان کے حفاظ میں کچھ خامی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ ان کو صحیح الفاظ کے بیان کرنے میں کچھ التباس پڑ گیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل تذکرہ تورات کے وصایا عشرہ کے متعلق فرمایا ہر آدمی اس کی بجائے انھیں تسع آیات کا مبالغہ لگ گیا ہو۔

حافظ ابن قیمؒ نے دونوں کے آمیز کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ومن تأمل ما في السبع والاحبار الثابتة من شهادة كثير من اهل الكتاب والمسلمين له صلى الله عليه وسلم بالرسالة انه صادق فلم تدخلهم هذه الشهادة في الاسلام علم ان الاسلام امر بام ذلك وان ليس هو المعرفة فقط ولا المعرفة والافتقار فقط بل المعرفة والافتقار والانقياد والتزام طاعته ودينه وظاهره وباطنه۔ (زاد المعاد ج ۲ ص ۵۵) یعنی جو شخص سیرت کے صحیح واقعات اور شرکین اور اہل کتاب کی ان شہادتوں پر غور کرے گا جو معنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی مستثنیٰ دی ہیں اہل اس کے باوجود ان کو مسلمان

أَنْ تَشْعُرَنِي قَالَا إِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهُ أَنْ لَا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِي نَبِيٌّ وَلَا تَخَافَتَا
إِنْ شِئْنَا أَنْ يَفْتُلَنَا الْيَهُودُ رِجَاهُ أَحْمَدُ التِّرْمِذِيُّ (ابوداؤد والنسائي)

(۳۱۵) عَنْ الْحَارِثِ بْنِ ضَرَّارٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ قَدِمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَدَعَانِي إِلَى الْإِسْلَامِ فَقَدْ خَلْتُ فِيهِ وَأَقْرَبْتُ بِهِ وَدَعَانِي إِلَى الزَّكَاةِ فَأَقْرَبْتُ بِهَا وَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرْجِعْ إِلَى قَوْمِي فَأَدْعُوهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَدَّاءَ الزَّكَاةِ فَمِنَ اسْتِجَابِ لِي جَمَعْتُ
زَكَاةً فَزَمِلْتُ إِلَى يَارَسُولَ اللَّهِ رَسُولًا ابْنًا وَفُتْ كَذَا وَكَذَا إِلَيَّ نَيْكَ بِمَا جَمَعْتُ مِنَ الزَّكَاةِ
فَلَمَّا جَمَعْتُ الْحَارِثُ الزَّكَاةَ مِنْ اسْتِجَابِ لِي وَبَلَغَ الْإِبْرَانُ الَّذِي أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبْعَثَ إِلَيَّ ابْنًا حَبَسَ الرَّسُولُ فَلَمَّا بَاتَ فَظَنَّ الْحَارِثُ أَنْ قَدْ حَدَّثَ

نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو بھرمیری اتباع کیوں نہیں کرتے اس کے جواب میں انھوں نے یہ جھوٹا بہانہ بنا دیا
اور کہا اس لئے کہ داؤد علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ ان کی نسل میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی نبی ہوتا رہے گا اگر تم آپ
کی تابعداری قبول کر لیں تو اس کا خوف ہو کہ یہود کہیں ہمیں مار نہ ڈالیں۔ (احمد ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

(۳۱۵) حارث بن مزاحم خُزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ میں نے آپ کی دعوت اسلام قبول کر لی اور اسلام میں داخل
ہو گیا پھر آپ نے مجھے زکوٰۃ دینے کے لئے فرمایا میں نے اس کا بھی اقرار کر لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں واپس
جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور ان سے زکوٰۃ دینے کے لئے کہتا ہوں پھر جو شخص ان میں میری
دعوت قبول کرے گا میں اس کی زکوٰۃ جمع رکھوں گا آپ میرے پاس اپنا کوئی قاصد فلاں فلاں وقت پر
بجھادی تاکہ جو زکوٰۃ میں جمع کر لوں وہ آپ کی خدمت میں پہنچا دے۔ حارث جب ان لوگوں سے زکوٰۃ
وصول کر کے جمع کر چکے جنھوں نے دعوت اسلام قبول کر لی تھی اور وہ مقرر کردہ وقت بھی آگیا جس میں میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قاصد بھیجے گا ارادہ فرمایا تھا تو اس وقت مقرر پر آپ کا قاصد نہ پہنچا۔ حارث کو
یہ خطرہ ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ان سے کوئی ناگوارائی تو پیش نہ آگئی ہو (جس کی بنا پر آپ نے اپنا قاصد)

نہیں بھیجا گیا وہ یہ بات بخوبی سمجھ جائے گا کہ اسلام تصدیق کے ساتھ ادب کی چیز کا نام ہے۔ صرف رسول کی معرفت یا اس کی صداقت
کے اقرار کر لینے کا نام نہیں بلکہ اہل ایمان یہ ہے کہ اپنے ظاہر و باطن سے آپ کے دین میں داخل ہونے کا عہد کرے۔ ورنہ بہت
سے اہل کتاب نے آپ کی تصدیق کی ہے آپ کی رسالت کا اقرار بھی کیا ہے مگر آپ کا دین اسلام قبول نہیں کیا۔ اسی نکتہ کی
بناہمان کو مسلمان نہیں کہا گیا۔ (ذوالمعارج ص ۳۵۵)

فِيهِ مَخْطُومٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَدْ عَاسِرَوَاتِ قَوْمِهِ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ وَقَّتَ لِي وَقْتًا يُرْسِلُ إِلَيَّ رَسُولُهُ لِيَقْبِضَ مَا كَانَ عِنْدِي مِنَ الزَّكَاةِ وَلَيْسَ مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُلْفُ وَلَا أَرَى حَبْسَ رَسُولٍ إِلَّا مِنْ مَخْطُومَةٍ كَانَتْ قَائِلُطِقُولًا
فَنَاقَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَحَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلِيدَ
بْنَ عَقْبَةَ إِلَى الْحَارِثِ لِيَقْبِضَ مَا كَانَ عِنْدَهُ مِمَّا جَمَعَ مِنَ الزَّكَاةِ فَلَمَّا أَنْ سَارَ الْوَلِيدُ حَتَّى
بَلَغَ بَعْضَ الطَّرِيقِ قَرَى قَرْجَةً فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ
الْحَارِثَ مَنَعَنِي مِنَ الزَّكَاةِ وَأَرَادَ قِتْلِي فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُعْثَ
إِلَى الْحَارِثِ وَأَقْبَلَ الْحَارِثُ بِأَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا اسْتَقْبَلَ الْبُعْثَ وَفَصَلَ مِنَ الْمَدِينَةِ
لَقِيَهُمُ الْحَارِثُ فَقَالُوا هَذَا الْحَارِثُ فَلَمَّا غَشِيَهُمْ قَالَ لَهُمْ إِيَّايَ مَنْ بُعِثْتُمْ قَالُوا إِلَيْكَ

نہ بھیجا ہوں اس لئے انہوں نے اپنی قوم کے چند سربرآوردہ اشخاص کو بلایا اور ان سے کہا کہ آپ نے میرے
پاس اپنا قاصد بھیجنے کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا تھا تاکہ زکوٰۃ کا جو مال میرے پاس جمع ہو جائے وہ
وصول کر لے۔ (مگر قاصد وقت مقرر پر نہیں آیا اور) وعدہ خلافی تو آپ کی ذات سے غیر ممکن ہے اس لئے
ہو نہ ہو میرا خیال یہی ہے کہ آپ نے اپنا قاصد کسی ناگواری کی وجہ سے ارسال نہیں فرمایا ہے چلو ہم سب
آپ کی خدمت میں چلیں۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو حارث کے پاس روانہ کر دیا تھا
تاکہ وہ ان کے پاس سے جمع شدہ زکوٰۃ وصول کر لیں جب ولید روانہ ہو گئے اور ایک راستہ پر پہنچے تو ان کو کچھ
خطرہ محسوس ہوا اور ڈر کر وہ واپس لوٹ گئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے یا رسول حارث نے
مجھے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور میرے قتل کا بھی ارادہ کیا۔ آپ نے حارث سے انتقام کے لئے ایک
شکر روانہ فرمایا ادھر حارث اپنی جماعت کو لئے ہوئے مدینہ روانہ ہو چکے تھے جب اس لشکر سے ان کا
آشنا سامنا ہوا تو انہوں نے پوچھا تم لوگ کن کے مقابلہ کے لئے بھیجے گئے ہو انہوں نے جواب دیا

(۳۱۵) اس حدیث میں "دخلت فی الاسلام" کے صاف الفاظ موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے

کہ اسلام صرف تصدیق کرنے کا نام نہیں بلکہ دراصل دین میں داخل ہو جانے کا نام ہے اور کسی دین میں داخل ہونے
کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کے احکام کی پابندی کا عہد بھی کیا جائے اس لئے اسلام میں داخلہ کا مطلب یہی ہو گا کہ
اس کے جملہ احکام کی پابندی کا عہد کیا جائے جو شخص حقانیت اسلام کا اقرار تو کرتا ہے مگر اس کے احکام کی

قَالَ وَلَمْ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَيْكَ الْوَلِيدَ بْنِ عُقْبَةَ فَمَرَّ عَمَّ
 أَنْتَ مَنَعْتَ الزَّكَاةَ وَأَرَدْتَ قَتْلَهُ قَالَ وَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَتَحَقُّ
 مَا رَأَيْتَ بَشَّةً وَلَا أَتَانِي فَلَمَّا دَخَلَ الْحَارِثُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 مَنَعْتَ الزَّكَاةَ وَأَرَدْتَ قَتْلَ رَسُولِي قَالَ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِأَتَحَقُّ مَا رَأَيْتَ وَلَا رَأَيْتَ وَمَا
 أَقْبَلْتُ إِلَّا حِينَ اخْتَبَسَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَشْيَةً أَنْ يَمْلُكُونَ
 كَانَتْ مَسْخُطَةً مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ فَتَزَكَّيْتُ الْخَجْرَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ جَاءَكُمْ
 فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِمِثْلِهِ (إلى هذا المكان فضلاً من الله ونعمة
 والله عليه حكيم) - (رواه احمد)

آپ ہی کے لئے۔ یہ بولے آخر کیوں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی وصولیابی
 کیلئے ولید کو تمہارے پاس بھیجا تھا ان کا بیان یہ ہے کہ تم نے ان کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور
 رائے ان کے قتل کرنے کا بھی ارادہ کیا ہے انھوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا
 رسول بنا کر بھیجا ہے میں نے تو ان کو دیکھا بھی نہیں اور وہ تو میرے پاس تک نہیں آئے۔ جب حارث آپ کی
 خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا، حارث کہو تم نے زکوٰۃ دینے سے کیوں انکار کیا اور میرے قاصد کے
 قتل کا بھی ارادہ کیا انھوں نے عرض کیا اس کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے، میں نے تو ان کو اور انھوں
 نے مجھ کو دیکھا تک نہیں اور میں (انتظار کر کے) اس وقت چلا ہوں جب آپ کا قاصد میرے پاس نہیں آیا
 اور مجھے یہ ڈر ہوا کہ مجھ سے خدا اور اس کا رسول کہیں تاراض تو نہیں ہو گئے۔ اسی پر سورۃ حجرات غافل
 ہو گئی۔ یا ایہا الذین آمنوا اللہ مسلماً تو اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اچھی طرح اس کی
 تحقیق کر لیا کرو یا نہ ہو کہ نادانی سے تم کسی قوم پر چڑھ جاؤ مہم (مسند احمد)

بجاء آدمی کا عہد نہیں کرتا وہ اسلام کا حلقہ گروش شمار نہیں ہو سکتا۔ اسی نکتہ کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 تصدیق کرنے والے بہت سے اشخاص سمان شمار نہیں کئے گئے۔ حضرت ابوطالب کے حسب ذیل شعر کا مطلب
 بھی یہی تھا۔

لولا الملامة او حذار مسبة لوجدتني سمحا بذالك مبيها

اگر مخالفین کی ملامت یا ان کے برا بھلا کہنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ مجھے دیکھ لیتے کہ میں آپ کے دین میں
 بڑی مسرت اور فراخ دلی کے ساتھ داخل ہو جاتا۔

الایمان هو الرضا بكل ما قضی به النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۱۶) عَنْ عُمَرَ وَذِي الرِّبَازِ أَنَّهُ حَدَّثَنَا أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِي شَرَاهِجٍ مِنَ الْحَرَّةِ يَشْفِي بِهَا النَّحْلَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَغْنِ يَا زُبَيْرُ فَأَمَرَ بِالْمَعْرُوفِ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى جَارِكَ قَالَ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ كَانَ ابْنُ عُمَيْتِكَ فَتَلَوْنَ وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اسْتَغْنِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدِيدِ وَاسْتَوْعَى لَهُ حَقَّهُ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَأَشْوَارُ هَذِهِ الْآيَةُ أَنْزَلْتَ فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَيْكَ لَا تَوْتَمَوْدَ حَتَّى يَحْكُمُوا فَمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ - (سماه البخاری)

(۳۱۷) عَنْ خُفْرَةَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى لِلْمَعْتِقِ عَلَى

ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ پر رضا و تسلیم کے سر جھکا دینے کا نام ہے

(۳۱۶) عروہ بن زبیر بیان فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے ایک سنگستان کی نالی کے بارے میں زبیر کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ اس نالی سے کھجوروں کے بلغ کی آبپاشی کی جاتی تھی آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ زبیر پہلے تم آبپاشی کرو پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی جانے دو اس فیصلہ میں آپ نے دونوں کی بھلائی مد نظر رکھی تھی۔ اس پر انصاری بولا (جی ہاں) زبیر آپ کے چچا زاد بھائی لگتے ہیں اسی لئے آپ نے ان کے دل لگتا فیصلہ کیا ہے یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا زبیر تو اب تم اپنے باغ کو پانی دو اور جب تک پانی دونوں تک پہنچ جائے مت چھوڑو۔ اس فیصلہ میں آپ نے زبیر کا پورا پورا حق دلوایا اور پچھلے فیصلہ میں آپ نے دونوں جانہوں کی رعایت فرمائی تھی) زبیر کہتے ہیں یہ آیت اسی قصہ میں نازل ہوئی تھی فلا وربك اني ترے پروردگار کی قسم ہے یہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپس کے ہر معاملہ میں آپ ہی کو فیصلہ نہ بنائیں پھر اس پر فراخ دلی کے ساتھ راضی بھی نہ ہو جائیں - (بخاری مشریت)

(۳۱۷) ضمرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص اپنا جھگڑا لیکر

(۳۱۸) حافظ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے اس واقعہ کو ایک درندہ کے ساتھ بھی روایت کیا ہے اس کی اسناد میں ابن ابی لہیعہ اور اس کو مرسل ضعیف قرار دیا ہے اس کے بعد حافظ ابواحق کی سند سے ایک دوسرے طریقہ پیش کیا جس میں ابن ابی لہیعہ نہیں ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کامل جس طرح صرف ایک علم نہیں اسی طرح صرف التزام طاعت بھی نہیں بلکہ اسی جان سپردگی کا نام ہے جس کے بعد اپنی خواہشات کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے۔ خدا تعالیٰ کو جانا، اس کو ماننا اس کے

الْبَطْلُ فَقَالَ الْمُقْضِي عَلَيْهِ لَا أَرْضَى فَقَالَ صَاحِبُهُ فَمَا تُرِيدُ قَالَ أَنْ تَذْهَبَ إِلَى ابْنِ بَكْرِ
الْصِّدِّيقِ فَتَذْهَبَا إِلَيْهِ فَقَالَ الَّذِي تَقْضِي لَهُ قَدْ اخْتَصَمْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى
فِي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنْتُمَا عَالِي مَا قَضَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى صَاحِبُهُ أَنْ يَرْضَى فَقَالَ
نَأْيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الْمُقْضِي لَهُ قَدْ اخْتَصَمْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى
لِي عَلَيْهِ فَأَبَى أَنْ يَرْضَى فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ كَذَلِكَ قَدْ خَلَّ عُمَرُ مَنَزِلَهُ وَخَرَجَ
وَالسَّيْفُ فِي يَدِهِ وَقَدْ سَلَّ فَضْرَبَ بِرَأْسِ الَّذِي أَبَى أَنْ يَرْضَى فَتَقَلَّه. فَاَنْزَلَ اللَّهُ
فَلَا وَرَبَّكَ لَا يَوْمُنُونَ الْآيَةَ - (تفسير ابن کثیر)

(۳۱۸) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَدُلَّكَ عَلَى كَلِمَةٍ

لئے آپ نے جو سچا تھا اس کے حق میں فیصلہ صادر فرما دیا جس شخص کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ بولا کہ میں تو اس فیصلہ
پر راضی نہیں ہوتا اس کے رفیق نے کہا تو اب اور کیا چاہتے ہو اس نے کہا آؤ ابو بکر صدیق کے پاس چلیں دونوں وفا
ہو گئے اور جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے رونداد مقدمہ بیان کی کہ ہم اپنا جھگڑا رسول کو خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے تھے آپ نے میرے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے (یہ اس پر راضی نہیں ہوتا) ابو بکر
نے (رونداد مقدمہ سے بغیر کیا) تمہارا فیصلہ وہی رہے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں اس کے
بعد بھی اس کے رفیق نے رضامندی سے انکار کیا اور کہا اچھا عمر بن الخطاب کے پاس چلیں جس شخص
کے حق میں فیصلہ ہو چکا تھا اس نے کہا کہ ہم اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر حاضر
ہوئے تھے آپ نے میرے حق میں فیصلہ صادر کر دیا تھا مگر یہ اس پر راضی نہیں ہوتا۔ عمر بن الخطاب
نے اس سے دریافت کیا، کیا واقعہ اسی طرح ہے اس نے کہا اسی طرح ہے۔ یہ سن کر وہ اندر تشریف
لے گئے اور ہاتھ میں تلوار کھینچے ہوئے باہر تشریف لائے اور جو شخص آپ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا تھا
اس کا سراٹا دیا۔ اس پر یہ آیت اتر آئی فَلَا وَرَبَّكَ لَا يَوْمُنُونَ الْآیَةَ (تفسیر ابن کثیر)

(۳۱۸) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسے کلمہ

ایک ایک حکم کو ماننا اور بالآخر اس کے تمام فیصلوں کے سامنے اس طرح اعتراف تسلیم کا سر جھکانا کہ روح کا کالی سرد اور
نفس کی پوری سرت اسی میں منحصر ہو جائے۔ یہ ہے ایمان کا کمال۔
ہر مگر اختصار ہی باید کرد ہر کار ازین دو کار ہی باید کرد یا تن برضاد دوستی باید کرد یا قطع نظر از باری باید کرد
(۳۱۸) اسلام کے ایک معنی تو عام ہیں اور دوسرے معنی خاص ہیں جس کا مخاطب آیت ذیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام

مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَثْرِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى أَسْلَمَ عَبْدِي
وَأَسْتَسْلِمَ۔ (رحمہ اللہ) البیہقی فی الدعوات الکبیرۃ (۷۲) (عن ابن عمر)

ذکر ہجاء فی رضاء اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باقتضائہم وعلیہم

۳۱۹ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ تَقَاعَضَى ابْنُ أَبِي حَذْرَةَ بَنَّا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمُتَعَجِدِ

کی اطلاع نہ دوں جو اس خزانہ میں کلبے جو عرش کے نیچے ہے وہ کلمہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے (برائیوں کے
چھوڑنے کی طاقت اور مصلحتوں کے حاصل کرنے کی قوت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے وابستہ ہے۔
رہنہ جب یہ کلمہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اب میرا بندہ مسلمان ہو گیا اور پورا مسلمان ہو گیا۔

اپنی مرضی کے خلاف فیصلوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی شان رضا کی چند مثالیں

(۳۱۹) کعب بن مالک سے روایت ہے کہ ابن ابی حذیر ان کا کچھ قرضہ چاہتے تھے انھوں نے

بنا لیا ہے۔ إِذَا قَالَ لَهُ رَبِّيَ أَسْلَمْتُ قَالَ أَسْلَمْتُ بِشَوْرَتِ الْعَالَمِينَ۔ جب اس کے پروردگار نے اس سے کہا کہ اپنے
آپ کو (خدا تعالیٰ کے) حوالہ کر دے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں اپنے آپ کو اس اللہ کے حوالہ کر چکا جو تمام جہانوں کا پالنے
والا ہے۔ یہ مسلمان نہیں ہے جس کی طرف امام بخاری نے کتاب الایمان کے باب اول میں لکھا ہے (اللہ تعالیٰ کا علم حقیقت و کان علی الامتداد
میں ماحول فرمایا ہے بلکہ قدرت الہیہ کے قہر و غلبہ کے اس مشاہدہ کا نام ہے جس کے بعد انسان کو اپنی قدرت و طاقت کی
سب باتان محض ایک افسانہ نظر آنے لگتی ہے یہ منزل صرف کلمہ طیبہ زبان سے ادا کر لینے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ
اسلام کی اس عملی زندگی گزارنے سے حاصل ہوتی ہے جس میں قدم قدم پر یہ سبق ملتا رہتا ہے کہ اس کو درحقیقت کوئی اختیار نہیں
نہ وہ اپنی جان کا مالک ہے نہ مال کا اور نہ سونے جائے کا حتیٰ کہ نہ کسی نفل و حرکت کا اس کی ہر ہر حرکت و سکون اور اس
کا ایک ایک نطق و سکوت سب ان ہدایات کے ماتحت ہے جو اسلام نے اس کو دی ہیں جب وہ شریعت کے امر و نہی کے
سامنے اس طرح گردش کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اب اس پر یہ راز آشکارا ہونے لگتا ہے کہ درحقیقت یہ اس پر کوئی جبر نہ تھا بلکہ
بندگی کی حقیقت یہی تھی جس طرح ایک غلام اپنے نفع و نقصان کی کوئی طاقت نہیں رکھتا اس کے تمام معاملات سب اس کے
آقا کے ماتحت ہیں ہوتے ہیں اسی طرح بندہ مومن کا حال ہو جانا چاہیے اور اگر اس کو اس منزل تک رسائی میر نہیں ہوئی تو کم از کم زبانی
طور پر لا حول ولا قوۃ لہ فرمادہ کر اس زمرہ کے ساتھ ایک ظاہری مشابہت سے تو محروم نہ رہنا چاہئے۔ زمین و آسمان کے خزانے سب
اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں و اللہ خزانہ السموات والارض لیکن زمین کے خزانوں میں برائے فتنے کچھ تہا حصہ بھی لگا دیا گیا ہے
لیکن وہ سرکاری خزانہ جس کی مخلوق کو ہوا بھی نہیں لگی وہ خالق کے عرش کے نیچے ہے جہاں جنت ہے اسی میں کا ایک درم کھڑن
پر کہ ہے فرمائے قیامت میں روشن ہو جائے گا کہ اس کی قیمت خالق کے سوا کوئی نہیں لگا سکتا۔
(۳۱۹) آپ کا یہ حکم بطور کسی تضاد شرعی کے نہ تھا بلکہ صرف باہم مصالحت پر مبنی تھا۔ کعب کے لئے اتنی گنجائش تھی

فَارْتَعَتْ أَصْوَاتُهَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَجَاءَهَا لِيَصْطَلِيَ
حَتَّى كَشَفَ يَمِينَهُ فَنَادَى يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ضَعُ مِنْ دِينِكَ هَذَا
وَأَوْمَأَ إِلَيْهَا الشُّطْرَ قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُمْ فَأَفْصِحْ۔

(۳۲۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَبَّيْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَبَاءً مِنْ دِيْنَاكُمْ
أَهْدَى لَهُ ثَمَرًا أَوْشَكَ أَنْ تَزْعَمَهُ فَأَرْسَلَ بِهِ إِلَى عُمَرَ فَقِيلَ قَدْ أَوْشَكَ مَا أَنْتَ زَعَمْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آکر اس کا تقاضہ کیا اس پر دونوں کی آوازیں اونچی ہو گئیں یہاں تک
کہ آپ نے گھر میں سُن لیا۔ آپ اُن کے پاس باہر تشریف لائے اور اپنے مکان کا پردہ اٹھا کر آواز دی
کعب؟ وہ بولے یا رسول اللہ حاضر ہوں، آپ نے فرمایا اتنا قرض معاف کر دو اور نصف کا اشارہ کیا
انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے معاف کیا۔ آپ نے فرمایا امین الی حدیث اسرار اور اس کو ادب کر دو (بخاری شریف)
(۳۲۰) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ریشمی قبا زیب تن
فرمایا جو آپ کے لئے بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا آپ نے اسے پہنا پھر بہت جلدی سے اتار ڈالا اور حضرت عمرؓ
کے پاس بھیج دیا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ (کیا بات تھی کہ) آپ نے اس قبا کو

کہ وہ عذر و معذرت کرنا چاہتے ہو کہ میرے لیکن صحابہ کی شان تسلیم و رضا کا یہ عالم تھا کہ ان کے نزدیک ضابطہ اور بے ضابطہ
حکم کا فرق ہی باقی نہ رہا تھا ان کے نزدیک آپ کا قلبی میلان اور حکم ناطق دونوں برابر تھے اسی لئے دین ان کے نزدیک
اپنی مجموعی شکل کا نام تھا جب اسلام کا دور انحطاط شروع ہوا تو اب یہ بخش قائم ہوئی شروع ہو گئیں کہ اس کے اجزاء میں
بہم توازن کیا ہے کون کن کا مرتبہ رکھتا ہے اور کون شعبہ کا۔ شان رضا و تسلیم جو ایمان و اسلام کی آخری منزل ہے
جب کسی کو میسر آجاتی ہے تو اس کے سامنے یہ سوالات ختم ہو جاتے ہیں اور صرف یہی ایک بات باقی رہ جاتی ہے کہ
زندہ کنی عطا تو — درگشی فدا سے تو — دل شدہ جلا سے تو — ہرچ کنی رضا سے تو

اگر گمراہ لالہ اللہ کا عقیدہ رکھنے اور اس کا درد کرنے والے اتنی بات سمجھ لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اس نفی و اثبات
میں راو عشق کے کیسے کیسے دقیق رموز پنہاں ہیں اور اس کے بعد ان کو واضح ہو جاتا کہ ایمان صرف ایک علم کا مرتبہ نہیں
صرف التزام طاعت اور انقیاد باطن بھی نہیں، بلکہ تسلیم و رضا کے اس منزل کا نام ہے جس میں نفس اور غضبناک نفس
سب فنا ہو جاتے ہیں اور صرف ایک خدائیت کی ذات پاک مطلوب و مقصود بن کر رہ جاتی ہے اگر ایمان یہ ہے تو پھر
اس کی قیمت میں خدا کی وسیع جنت بھی ارزاں ہے۔

قیمت خود ہر درد عالم گشتیٰ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(۳۲۰) حضرت عمرؓ کی شان رضا و تسلیم نے یہاں محبوب و مکروہ کا فرق بھی اٹھا دیا تھا بس محبوب وہ تھا جو آپ کو
محبوب ہوا و مکروہ وہ تھا جو آپ کے نزدیک مکروہ ہو جاتی کہتا ہے۔

فَقَالَ تَهَانِي عَنْهُ جَبْرَائِيلُ فَجَاءَ عَمْرُو بْنُ أَبِي نَجْمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَرِهْتَ أَمْرًا وَأَعْطَيْتَنِيهِ فَيَا لِي
فَقَالَ إِنِّي لَمَّا أُعْطِيكَ تَلَيْسَ لَنَا مَا أُعْطَيْتَكَ تَبِيعَهُ فَبَاعَهُ بِالْفَنَى دَرَاهِمًا (مرہا مسلم)

(۳۲۱) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَغَنَ مَعَ قُرَآئِي
فَبَعَثَ مِثْرَقَةَ فَقَالَ مَا هَذِهِ قَالَ أَصْحَابُهُ هَذِهِ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا
فِي نَفْسِهِ حَتَّى لَمَّا جَاءَ صَاحِبُهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فِي الثَّانِي فَأَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذَلِكَ مَرَارًا حَتَّى
عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكَا ذَلِكَ إِلَى أَصْحَابِهِ وَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَكْثُرُ

انہ نے میں بہت ہی جلدی کی آپ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے اس کے پینے سے مجھے منع فرمادیا تھا
(جب یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی) تو روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ایک
چیز کو آپ نے خود تو برا سمجھا پھر اسے مجھے کیوں دیدیا۔ بھلا جب آپ اُسے برا سمجھتے ہیں تو میں اُسے
برا کیوں نہ سمجھوں۔ آپ نے فرمایا میں نے تم کو اس لئے تو دیا نہیں تھا کہ تم اسے پہن لو، میں نے تو اس
دیا تھا کہ بیچ لینا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دو ہزار دینار میں بیچ ڈالا۔ (مسلم)

(۳۲۱) حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے
ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ تھے آپ نے ایک اونچا سا قبہ دیکھا تو فرمایا یہ قبہ کس کے لیے مہیا کرنے کے لئے عرض کیا
فلان انصاری کا ہے آپ خاموش ہو گئے اور اس بات کو اپنے دل میں رکھا جب اس کا مالک آیا اور
اس نے سب لوگوں کے درمیان آپ کو سلام کیا آپ نے اس کی طرف کوئی التفات نہ فرمایا چند بار اس
نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ شخص آپ کا غصہ اور اپنی جانب سے آپ کی بے التفاتی سمجھ گیا اس نے

ما الخلل الا من اود بقلبه واری بطرف لا یری بسواہ

نہا نے اس حدیث سے مسئلہ اخذ کیا ہے کہ بیچ و شرا کے جواز کا مسئلہ استعمال کی اباحت و حرمت پر موقوف نہیں بلکہ
ملکیت پر موقوف ہے دیکھئے دشمنی کپڑا مردوں کے لئے پہننا حرام ہے اس کے باوجود اس کی بیچ درست ہے کیونکہ اس
کی ملکیت میں کوئی نقصان نہیں۔ کلیات دین معلوم کرنے کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے اس کے لئے دین کے تمام اصول
شرائط کا پیش رو مکتا بھی ضروری ہے اس لئے اس ایک ہی مسئلہ سے کلیات نہ بنائے جائیں۔

(۳۲۱) بلند قبہ بنانا بھی حرام نہ تھا مگر جس دود میں حب دنیا کا خم قلوب سے ٹایا جا رہا تھا اور حب آخرت
کا خم بکیر جا رہا تھا یہ کیسے ممکن تھا کہ حب دنیا کے اسباب ترقی کو بخوشی گوارا کر لیا جاتا اس لئے اس صلحِ اعظم نے
اپنے ختم و اہم کے اشاروں سے اپنی بے التفاتی کا اظہار ضروری سمجھا۔ آپ پر قربان ہونے والے صحابی کے لئے یہ الٹی سی
بے التفاتی ناقابلِ ہدایت بن گئی۔ واضح رہے کہ اس قبہ کی اہمیت اس ماحول اور اس دوزخِ فکری کے حالات کے اعتبار
سے محسوس کی گئی تھی ہمارے دود ترقی میں اب اس قبہ کے حکم میں وہ علامات داخل ہو سکتی ہیں جو اس زمانہ میں دوسری

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرِّمَ قُرْأَى قُبُتِكَ فَرَجَمَ الرَّجُلُ إِلَى قُبَّتِهِ قَدْ مَهَا حَتَّى
 سَوَّاهَا بِالْأَرْضِ فَرَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا قَالَ مَا قَوْلُكَ الْقُبَّةُ
 قَالَ شُكْلُ اللَّيْنِ صَاحِبُهَا إِعْرَاضُكَ فَأَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ أَمَانَ كُلُّ بِنَاؤٍ وَيَا أَعْلَى
 صَاحِبِهَا أَلَا مَا لَا يَبْعَثُ إِلَّا مَا لَا يَبْدُ مِنْهُ (رواه ابوداؤد)

(۳۲۲) عَنْ أَبِي أَسِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ
 خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاتَّخَذَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ لِلنِّسَاءِ اسْتَخْرِجْنَ قُرْآنَهُ لَيْسَ لَكُنَّ
 أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ عَلَيْكُنَّ بِحُكَايَاتِ الطَّرِيقِ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تُلْصِقُ بِالْجِدَارِ حَتَّى أَنْ تَوْجَّهَ لَيْسَ تَعْلَى
 بِالْجِدَارِ (رواه ابوداؤد والبيهقي في شعب الإيمان)

اپنے رفقا سے اس پر اٹھار افسوس کیا اور کہا بخدا آپ کی یہ بات تو میں کچھ نئی سی دیکھتا ہوں انھوں نے کہا
 (میں کچھ اور تو معلوم نہیں) بس اتنی بات ہوئی ہے کہ آپ باہر تشریف لے گئے تھے اور تہا را قبہ دیکھا تھا وہ
 شخص خود اپنے قبہ کی طرف واپس آیا اور اس کو اگر گز میں کے برابر کر دیا۔ ایک دن بھی پھر آپ (اس طرف) تشریف
 لے گئے تو اس قبہ کو نہ دیکھا پوچھا قبہ کیا پوچھا عرض کیا اس کے مالک نے آپ کی بے اتھالی پر ہم سے افسوس ظاہر
 کیا تھا تو ہم نے جو واقعہ تھا وہ اس سے کہہ دیا تھا بس اس کے بعد ہی اس نے قبہ گرا دیا تھا آپ نے فرمایا
 سن لو ہر تعمیر اپنے بنانے والے کے لئے وبال ہوگی مگر جو بقدر ضرورت ہو۔ (ابوداؤد)

(۳۲۲) ابواسید انصاری سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کو
 یہ حکم دیتے ہوئے سنا ہے اس وقت آپ مسجد سے باہر نکل رہے تھے دیکھا تو مرد اور عورتیں سب راستہ میں
 ایک دوسرے کے ساتھ خلا ملے ہوئے تھے فرمایا تم مردوں کے پیچھے چلا کرو۔ راستہ کے بیچ میں چلنے کا تہا را کوئی حق
 نہیں ہے نہیں راستہ کے کنارے نہ چلنا چاہئے اس کے بعد حالت یہ ہو گئی کہ ایک عورت دیوار سے اتنا
 ملکر چلا کرتی تھی کہ اس کا کپڑا دیوار سے رگڑا کرتا تھا۔ (ابوداؤد)

عورتوں میں وہی نسبت رکھتی ہوں جو اس زمانہ کی عورتوں میں قبہ کی نسبت تھی مثلاً کبھی نہیں بدلتی ہمیشہ سبیل کبھی
 اس نے کسی مزید تحقیق کے بغیر قبہ کو گرا دیا اور اتنی بڑی قربانی کو اس قابل بھی نہ سمجھا کہ آپ کی محفل میں اگر اپنی سرخروئی کے لئے اس کا ذکر ہو گیا
 فراق یار اگر اندک است اندک نیست درون دیدہ اگر نیم مرست بسیار است

(۳۲۲) عام راستہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتا مگر آپ کا حکم خضوعی عورتوں اپنا حق صرف اتنی ہی حد میں سمجھ لیا تھا جتنے حصہ میں
 سر و کمانت ملیا ملے ہوئے ان کو چلنے کے حکم دیا تھا جس کے کسی کوئی بغیر و تہا را ہو گیا تو اس کو اس میں اس بلانہ کے جانی حق ہو
 نقشہ حدیث میں موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب تک طبیعت رضا و تسلیم کی فکر نہیں ہر حالتی شریعت پروردگار علی ہی میر نہیں آتا۔

(۲۲۲) قَالَ عُمَرُ وَكَانَ هَهُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ تَوَاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهُ
 اِبِلٌ هَيْمٌ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ فَاَشْتَرَى تِلْكَ الْاِبِلَ مِنْ شَرِيكِ لَهٗ
 فَعَاءَ اِلَيْهِ شَرِيكُهُ فَقَالَ بَعْنَا تِلْكَ الْاِبِلَ فَقَالَ مِمَّنْ بَعْنَهَا فَقَالَ مِنْ
 هَيْمٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ وَنَحْنُ ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ فَعَاءَهُ فَقَالَ لَئِنْ
 شَرِيكِ بَاعَكَ اِبِلًا هَيْمًا وَلَمْ يَبْعِرْ فَاَنْتَ قَالَ فَاسْتَقْبَهَا فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَأْذِنُهَا
 قَالَ دَعْنَهَا رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عُدْوَى (بخاری)

(۲۲۳) عمرو بن زینار کہتے ہیں یہاں ایک شخص رہتا تھا اس کا نام اس تھا اور اس کے پاس بیمار اونٹ
 تھے، ابن عمر گئے اور اس کے شریک سے وہ اونٹ خرید لائے۔ جب اس کا دوسرا
 شریک آیا تو اس نے کہا آج تو میں نے وہ بیمار اونٹ بیچ ڈالے۔ اس نے کہا بھلا
 کس کے ہاتھ بیچے اس نے کہا ایسی ایسی صورت کے ایک بڑے میاں سے، اس نے
 کہا ارے تیرا ناس ہو، خدا کی قسم وہ تو ابن عمر تھے اس کے بعد وہ آپ کی خدمت میں
 حاضر ہوا اور عرض کیا میرے شریک نے ناواقفی میں آپ کے ہاتھ بیمار اونٹ بیچ
 دیئے، انہوں نے فرمایا تو ان کو لیجاؤ جب وہ انہیں لیجانے لگا تو فرمایا اچھا رہے دو
 ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ نے فرمادیا ہے کوئی مرض
 اوڑھ کر نہیں لگا کرتا۔ (بخاری شریف)

(۲۲۴) نہا یہ میں ہے ابیم اس اونٹ کو کہتے ہیں جے پاس کی بیماری جمعہ پانی پئے اور سیراب نہ ہو۔
 یہ بیماری عرب کے نزدیک متعدی امراض میں شمار ہوتی تھی۔ ابن عمر فرماتے تو اس اونٹ کو بیچ و فطر کے ضابطہ
 سے بائع کو واپس کر سکتے تھے مگر چونکہ اس کی تہ میں ایک فاسد عقیدہ کی تقویت ہوتی تھی اور اس کے برقرار
 رکھنے میں اس کا استعمال ہوتا تھا اس لئے انہوں نے بیع فسخ نہیں کی۔ اور اگرچہ اس خاص واقعہ میں ان
 کے پاس آپ کا کوئی صریح حکم بھی نہ تھا لیکن ان کی شان رضا و تسلیم نے دوسرے باب کی ایک عام
 حدیث ہی لیکر اسی کے تحت میں اپنے معاملہ کا فیصلہ کر دیا۔

(۳۲۴) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ لِي دُوبَابَةٌ فَقَالَتْ أُمِّي لَا أَجْزُهَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُدُّهَا وَيَأْخُذُهَا رَهَاهُ (ابوداؤد)
 (۳۲۵) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي جُمَّةً أَفَارِجِلَهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَكْثَرُ مِنْهَا. قَالَ فَكَانَ أَبُو قَتَادَةَ رِيثًا دَهْنَهَا فِي الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ مِنْ أَجْلِ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَكْثَرُ مِنْهَا. (رواه مالك)

(۳۲۴) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے سر پہ نفیس تھیں میری والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ میں ان کو رکھی) نہ تراشوں گی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ازراہ محبت) ان کو کھینچا کرتے اور ان پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)
 (۳۲۵) ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے سر پہ لہنوں والے بال ہیں کیا میں ان میں شانہ کر لیا کروں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں ان کا لحاظ بھی رکھا کہ۔ مادی کہتا ہے کہ آپ کے اس فرمان کی وجہ سے ابو قتادہؓ اپنے سر میں کبھی کبھی دودو بائیل ڈال لیا کرتے تھے۔ (مالک)

(۳۲۴) ظاہر ہے کہ بالوں کا بالکل نہ تراشنا کوئی مسئلہ شرعی نہ تھا بلکہ یہ ان کی والدہ کا صرف ایک جذبہ محبت تھا کہ جن بالوں کو آپ کے دست مقدس نے مس کیا ہو ان کو یادگار کے طور پر ہمیشہ باقی رکھا جائے۔ اس قسم کی حدیثوں سے یہ نکتہ نکلتا ہے کہ بعض احوال اگرچہ فی نفسہ کوئی مقبولیت نہیں رکھتے لیکن کسی خارجی سبب کی بنا پر کسی حد تک مقبول بن جاتے ہیں۔ مگر یہ صرف ان اشیاء تک محدود ہوگا جو باج ہوں۔ منکرات اور نہیات کسی وقت بھی قابل مدح نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اس کو سب کے حق میں عام حکم بھی نہیں کہا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت انسؓ کو عام دستور کے خلاف اپنی والدہ کے اس فعل کی کچھ معذرت سی کرنی پڑی ہے اور اسی جنس کی وہ معذرت ہے جو آئندہ حدیث میں آ رہی ہے۔

(۳۲۵) (یعنی اگرچہ آپ کے ارشاد و اکرم ہوا) کھالوں میں دودو بائیل ڈالنا اقتضائے لغوی نہ ہی لیکن ابو قتادہ کا یہ اقتضائے قلبی تھا کہ آپ کے ارشاد کا جو وسیع سے وسیع دائرہ ہر وہ سبب کا سبب اپنے عمل میں شامل کر لیا جائے اس کا نام جذبہ محبت ہے ان کی تعریف تو کی جائے گی مگر ان کو مسئلہ کی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ اسی لئے سر میں دودو بائیل ڈالنا سنت نہیں کہا جاسکتا بلکہ بہت زیادہ زیبائش کی حدیثوں میں ممانعت آئی ہے۔ یہی وجہ کہ یہاں بھی مادی ابو قتادہؓ کے اس فعل کی کچھ معذرت پیش کر رہا ہے۔

مَنْ اتَى بِالشَّهَادَتَيْنِ فَقَدْ رَضِيَ بِاللَّهِ بِأَوْبَاقِ الْإِسْلَامِ دِينًا وَبِحَسَنِ نَبِيِّهِ وَرَسُولِهِ

(۳۲۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ
رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَجَنَّتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَحَبَّبَ لَهَا أَبُو سَعِيدٍ فَقَالَ أَعَدَّهَا عَلَيَّ
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ وَآخِرَى يَرْفَعُ اللَّهُ وَهَذَا الْعَبْدُ بِأَمْنَةٍ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ
تَابِينَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا تَبَيَّنَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ قَالَ وَهَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْجَهَادُ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ الْجَهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْجَهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (مرہاء احمد)

(۳۲۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَقُولُ
إِذَا أَصْبَحَ وَلَمَّا أَمْسَى تَلَا تَارِضْتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا إِلَّا كَانَ حَقًّا
عَلَى اللَّهِ أَنْ يُرَضِّيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مرہاء احمد والترمذی)

شہادتین کے معنی میں کہ قلب میں اللہ کے سوا رب اور اسلام کے سوا دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا
کسی اور رسول کی تلاش باقی نہ رہے

(۳۲۶) ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کو
رب اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔
ابو سعید کو یہ خوشخبری بہت امید افزا معلوم ہوئی۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مکرر فرمائیے آپ نے
پھر وہی ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ نے کہا کہ ایک بات اور بھی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندہ کے
لئے جنت میں سو درجے بلند کرتا ہے ہر درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین اور آسمان کے درمیان
انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ بات کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ کیلئے جہاد کرنا، اللہ کیلئے جہاد کرنا، اللہ کیلئے جہاد کرنا،
(۳۲۷) ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بنو مع و شام میں بارہ کلمات
پڑھ لیتا ہے رضیت باللہ رباً ورضیت بالاسلام دیناً ورضیت بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر دل سے
رضا مند ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ اپنے ادھر سے لازم کر لیتا ہے کہ قیامت کے دن اس کو راضی کر دے۔ (احمد ترمذی)

(۳۲۸) قرآن کریم کی حتمی آیت میں اس رضا کا تذکرہ اس انداز پر کیا گیا ہے * رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
وَرْضَوْا عَنْهُمْ ذَلِكَ مَنْ خَشِيَ اللَّهَ حَقَّ حَقِّهِ ۖ صَاحِبِ الْمَنَاسِكِ ۖ فَرِحَ بِغُلَامٍ مِثْلِ الْقُرْآنِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا نَذِيرًا
ان کا ایسا طغیاء اختیار بن چکا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا لفظ ایسا ہی جزر لا ینفک بن گیا ہے جیسا
انبیاء علیہم السلام کے نام کے ساتھ الفاظ درود کا۔

(۳۲۸) عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يَتِمُّهُ الْمُؤْمِنُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا عَفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ. (رحمہ مسلم)

السرور الخرن ما الخ لک ما یقاضاه طبعه للبشیر فی شئی من مخالفه شان الرضی التسلیم

(۳۲۹) عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِ سِنْفٍ الْغَنِيِّ وَكَانَ ظَنُّهُ الْإِبْرَاهِيمَ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَتَمَمَهُ

(۳۲۸) سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے مؤمن کو یہ کہتے سنا اٹھداں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد عبدہ ورسولہ پھر اس کے جواب میں یہ کہائیں اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور اسلام کو اپنا دین مانکر دل سے راضی ہو چکا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

خوشی اور غم اور انسان کے دوسرے فطری تاثرات اس کی شان رضا و تسلیم کے منافی نہیں

(۳۲۹) انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو یوسف لودار کے گھر گئے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دودھ پلائی کے شوہر تھے آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گود میں لیا

(۳۲۸) انسان میں دین کی تلاش اس کی فطرت ہے۔ پھر دین میں اللہ اور رسول کا تصور لازم ہے۔ شہادتیں کے سنی یہ ہیں کہ دین اسلام کے بعد فطرت میں اب کسی اور دین کا تقاضا نہ رہنا چاہئے وہ تقاضا اب دین اسلام سے پورا ہو جانا چاہئے۔ پھر دین اسلام نے ربوبیت کا ایسا ٹھیک ٹھیک پتہ دیدیا ہے کہ اس کے بعد اب ربوبیت کی تلاش بھی ختم ہو جانی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغض نفیس مقام رسالت کو ایسا پڑ کر دیا ہے کہ اب اس کے بعد رسول کی تلاش بھی نہ ہونی چاہئے۔ اگر اسلام کے بعد بھی ان گوشوں میں کچھ تردد و تلاش کا سلسلہ باقی ہے تو یہ شہادتیں صرف زبانی ہوں گی۔ جب ان تمام گوشوں میں سکون ہی سکون پیدا ہو جائے اور نظروں میں دوسری جانب اٹھنے کی گنجائش ہی نہ رہے تو اب سمجھنا چاہئے کہ شہادتیں دل میں اتر چکے ہیں۔

انکے گور و زہمہ کیونے باش یک دل دیک قبلہ دیک روئے باش

(۳۲۹) آپ کے مختصر جملے اسرار شریعت و طریقت سے کہتے لبریز ہیں، ان میں آپ نے ہم کو یہ ہدایت کی کہ انسان جامع اس کو سمجھنا چاہئے جس میں قدرت کی جامعیت کا جلوہ نظر آئے اس میں اپنے عمل پر شدت و قہر بھی ہو اور رحمت و کرم بھی اگر اپنے تحت جگر کی موت پر بھی اس کا دل ٹپکنے نہیں ہوتا اور اس کی آنکھیں آنسو نہیں بہائیں

ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَابْرَاهِيمَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَذَرِيحًا فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّمَا رَحْمَةُ اللَّهِ
اتَّبَعَهَا بِأُخْرَى فَقَالَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدُ مَعَهُ وَالْقَلْبَ يَهْرُنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا مَا تَابِعُوا لَكَ
يَا اِبْرَاهِيمَ كَحُرٍّ وَتُونٍ - (متفق عليه)

(۳۳۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّوبُ يُغْفِرُ لَكَ
عَنْ بَابِنَا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَخْفَى فِي ثَوْبِهِ فَنَاقَاهُ رَبُّهُ يَا أَيُّوبُ الْمَلَائِكَةُ

اور ان کو خوب پیار کیا دوبارہ اس کے بعد پھر ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا
سے سفر کر رہے ہیں یہ دیکھ کر آپ کی ٹہم مبارک بنے لگیں۔ اس پر عبد الرحمن بن عوف برے یا رسول اللہ
آپ بھی روئے ہیں آپ نے فرمایا ابن عوف یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا اثر ہے۔ یہ کہہ کر آپ پھر آنکھوں میں
آنسو بھر لائے اور فرمایا آنکھیں بیشک بہتی ہیں اور بے شبہ دل بھی غمگین ہے لیکن زبان سے صرف وہ
نیکے گا جو اس حالت میں خدا کی خوشنودی کا موجب ہو گا۔ اے ابراہیم اس میں شبہ نہیں کہ ہم سب
تمہاری جدائی سے دردمند ہیں۔ (متفق علیہ)

(۳۳۰) ابوسعیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ایوب علیہ السلام
(کسی مقام پر تنہا) برہنہ غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹٹیاں ان پر آکر گریں فوراً وہ انہیں اپنے کپڑے
میں جمع کر لے گئے۔ پروردگار کی طرف سے نداء آئی ایوب؛ کیا یہ مال و دولت دیکر جو تمہیں بھی نظر آرہی ہے

تو نہ پتھر ہیں، ان میں قدرت کی بے نہایت شفقت و رحمت کا ایک ذہ بھی اثر نہیں اس کا نام رضا و تسلیم نہیں تساوت
اور بے حس ہے۔ اس میں فرشتوں کی ہی صفت تو ہے مگر بشر کی ہی کوئی صفت نہیں۔ درد کی بے چینی سے نہ وہ آٹا رہی
نہ۔ بشر کی شان رضایہ ہے کہ اس کے دل پر غموں کے پہاڑ ٹوٹیں اس کی آنکھیں بھی روئے روئے بے نور ہو جائیں۔
وَابْيَضَتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ۔

مگر وہ ان صبر آزمایا حالات میں بھی حرف شکایت زبان پر نہ لائے اور اپنے عجز و ضعف کا اطمینان بڑا احتیاط کے خاموش رہا
اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہمارا کزور دل بے شبہ بہت دردمند ہے۔

جلالت و شجاعت اور استغفار و بے نیازی وہ بھی مالک الملک علی الاطلاق کے مقدرات کے سامنے بے بندہ
کے عجز و نیاز کے شایان شان نہیں۔ ماسوی اللہ سے اعراض کر کے خدا کی جنت سے بھی اغراض کر لینا شان اولیا ہے اور
جنت کو خدا تعالیٰ کا ایک انعام سمجھ کر اس کیلئے دست سوال پھیلا دینا یہ شان انبیاء ہے و علیہم السلام ان کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ
کے سوا چشم زندہ کے لئے بھی کسی غیر کی طرف نظر اٹھائی تو توحید و تصدقوت ہو گئی اور ان کے نزدیک اگر کسی حرکت سے بھی ذرا
بے نیازی ہو گئی تو شان بندگی پر حرف آگیا۔ پہلی صورت تقاضائے محبت ہے اور دوسری مقتضائے عبدیت۔ کمال یہ ہے

أَخْبَيْتُكَ عَمَّا تَرَى قَالَ بَلَى وَعَزَّيْكَ وَلَكِنْ لَا غِنَى لِي عَنْ بَرَكَاتِكَ (سواء البخاری)
(۳۴۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ
إِلَى مُوسَى بْنِ جِرَّانَ فَقَالَ لَهُ أَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَحَّه مُوسَى عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَعَّاهَا قَالَ

ہم نے تمہیں غنی نہیں بنا دیا تھا انہوں نے عرض کیا تیری عزت کی قسم کیوں نہیں لیکن میں تیری برکت سے
بھلائی کیسے بے نیاز بن سکتا ہوں۔ (بخاری شریف)

(۳۴۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا آپ کے رب نے آپ کو بلایا ہے چلے تشریف لے جائے
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ایسا تمسخر مارا کہ اس کی آنکھ جاتی رہی۔ ملک الموت نے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) کہ محبت کے پورے جوش میں بھی عہدیت کا پورا جوش رہے۔
(۳۴۰) خدائے وحدہ لا شریک رکے ہی وہ ہاکمال بندے میں کہ قدرت نے جب بھی ان کو آزمایا ہے تو ان کی زبانوں
سے ہمیشہ ایسے ہی صحیح اور خوبصورت جوابات نکلتے ہیں جن پر اس نے خود ہی اپنی ضاعی کی داد دی ہوگی یہاں ذرا سوال کی منت
ملاحظہ کیجئے اور اس جیساختہ جواب کی داد دیجئے کتنا صحیح اور شان بندگی میں کتنا ڈوبا ہوا ہے یعنی بے پردہ گار بجے تو نے
غنی تو ضرور بنا دیا ہے مگر اپنی برکتوں سے تو نہیں۔ میں ساری دنیا سے بے نیاز ہوں مگر تیرے سامنے تو باری نیاز ہوں۔ افتخار
تیری شانِ خدائی اور تیری برکتوں کا محتاج بندہ تیری شانِ بندگی ہے۔ یہ وہی ایوب ہیں (علیہم السلام) جن کی ایک بار ادب کی
مصائب و آلام میں ڈاکر قدرت نے آزمائش کی تھی مگر وہاں بھی ان کو اپنی شانِ احتیاج برابر دہری آفریوں بول اٹھے
رب انی مسفی الضرو انت ارحم الراحمین۔

یاد پڑتا ہے کہ حضرت مرزا شہید جان جاناں کی سوانح حیات میں کسی جگہ نظر سے گذر رہے کہ کسی زمانہ میں کسی دلی نے
اپنے مریدین کو جمع کر کے پوچھا دیکھو میرے جسم پر نہیں کہیں کوئی جگہ ایسی نظر آتی ہے جہاں کوئی زخم نہ ہو انہوں نے عرض
کیا نہیں اس کے بعد فرمایا اگر میں نے اب تک اپنی زبان سے یہ کلمات نہیں کہے رب انی مسفی الضرو انت ارحم
الراحمین۔ بظاہر ہر شے ہو سکتا ہے کہ اس دلی کا صبر اس مقدس رسول کے صبر پر شاید فوقیت رکھتا ہو مگر حضرت شاہ صاحب تحریر
فرماتے ہیں کہ اس دلی نے توجہ بہ محبت میں اپنی شان بے نیاز دکھلائی مگر اس نئی نے بے نیاز جتنی کے سامنے اپنے عزیز نیاز
کا مظاہرہ قرنِ ادب بجا کیا جب تک مشیتِ اہیہا بتلا کی نظر آ رہی اس وقت تک یہ بھی یوں برہر خاموشی لگائے بیٹھے
رہے۔ مگر جب کہ کچھ علاماتِ صحت نظر آنے لگیں تو محبت خود آگے بڑھ کر دستِ مال پہلے پہلاد با کہ شانِ بندگی اسی
میں نظر آتی تھی کہ صحت ملے تو مانگ کر ملے۔ یہ اپنے مولیٰ کی بے نیازی اور قدم قدم پر اپنے احتیاج کی شان دکھلا رہے
ہیں اور وہ اپنے عشق و محبت کی آن : ن نہا وہ ہے ہیں۔ رضا و تسلیم کا ایک مقام یہ ہے اور دوسرا وہ۔ دونوں قابلِ تعریف
ہیں۔ مگر بھلا اس کو اس سے کیا نسبت۔ اس میں محبت کا مظاہرہ تو ہے مگر وہ شانِ عہدیت کہاں۔

(۳۴۱) مادہ پرست اور منکرینِ حدیث ہر دو کی نظروں میں یہ حدیث ہمیشہ سے قابلِ مشکوک ہی ہوتی ہے اور ضرور
ہی سے انہ حدیث بھی اس کی جوابدہی میں مشغول نظر آ رہے ہیں چنانچہ ابنِ قتیبہ (۲۷۶) نے بھی اپنی تالیف مختلف الحدیث

فَرَحِمَ الْمَلِكُ إِلَى اللَّهِ فَقَالَ إِنَّكَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدِكَ لَا يُزِيدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَعَلْتُ عَيْتِي
قَالَ قَدْ دَا اللَّهُ إِلَيْهِ عَيْنُهُ وَقَالَ ارْجِعْ إِلَى عَبْدِي فَقُلْ الْحَيَّوَةُ يُزِيدُ فَإِنْ كُنْتَ تُزِيدُ الْحَيَّوَةَ
فَنَصَمَ بَدَلًا عَلَى مَنْ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ يَدُكَ مِنْ شَعْرَةٍ فَإِنَّكَ تَعْلِيشُ بِهَا سِنَّةً قَالَ لَمَعَمَهُ

واپس آکر بارگاہ ایزدی میں عرض کیا پروردگار تو مجھے اپنے ایک ایسے بندہ کے پاس بھیجا ہے جو ابھی
مرنا نہیں چاہتا اور اس نے میری ایک آنکھ بھی پھوڑ دی ہے اللہ تعالیٰ نے پھر اس کو آنکھ بخندی اور فرمایا
جا میرے بندہ کے پاس پھر واپس جا اور ان سے عرض کر کیا آپ کو زندگی زیادہ عزیز ہے۔ اگر عزیز ہو تو اپنا
ہاتھ ایک بیل کی کمر پر رکھ دیجئے جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آجائیں گے اتنے ہی سال آپ اور جیئیں گے

ہیں اس کی طرف تعرض کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہاں کوئی مضمون در حقیقت قابل مضمک ہے بھی یا نہیں مادہ پرستوں کے
نزدیک تو طبیعات کے سوا ایات کا سارا باب ہی قابل مضمک ہے اور منکرین حدیث کے نزدیک صرف ہی ایک حدیث
نہیں بلکہ وہ حدیثیں بھی جو مقول مضامین پر مشتمل ہیں قابل اعتبار نہیں ہیں ان پر وہ فرقہ کے نزدیک قابل انکار
خاص اس حدیث کا مضمون نہیں بلکہ ان کا ایک عام طبیعی انحراف تھا کہ اصل انکار پر انکار کے انکار کی بنیاد خاص طور پر
اس حدیث کا بیدار عقل ہونا ہوتی تو ان کا دائرہ انکار بھی صرف اسی حدیث تک محدود رہتا مگر یہاں تو اس قسم کی حدیثوں
کو دوسری اور مقول حدیثوں کے انکار کی بنیاد قرار دیا جا رہا ہے وہ خفت تک بڑا معاملہ ہے اور اس کے سنی یہی کہ اگر
ایک شخص کی ہزاروں باتوں میں سے دو چار باتیں بھی اپنی نارسائی عقل کی وجہ سے قابل فہم نہ ہوں تو اس کی بقیہ بے شمار
مقول باتیں بھی قابل قبول نہ رہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقہ کو کوئی انسان بھی مقول نہیں کہے گا۔

اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تیزی طبع کا ظہور کبھی اسی ایک واقعہ میں مضر نہیں
بلکہ ان کی تمام مودار زندگی میں ہی نقشہ نظر آتا ہے۔ قرآن کریم میں موجود ہے کہ انھوں نے ایک شخص کے گھوٹا مارا تو
اس کا دم نکل گیا۔ گوسالہ پرستی کے معاملہ میں اپنے بھائی کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا اور اسی سلسلے کی وہ حدیث ہے جس میں
جس میں ان کا ایک پتھر کی طرف بھاگنا ثابت ہے اور جس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ان کا مناظرہ
مفقول ہے وہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے اصولاً کسی انسان کا فطرۃً نرم دل ہونا میسب نہیں اور نہ کسی کا فطرۃً غصہ ناک
ہونا قابل اعتراض ہے بشرطیکہ اس کا غصہ حدود شریعت سے متجاوز نہ ہو آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ بھی
حدیثوں میں موجود ہے جس میں آتا ہے کہ انھوں نے ایک چور کو اپنی آنکھوں سے چوری کرنے پھوٹے دیکھا اور اس کے
قسم کھا جانے پر فریاد کیا کہ میں خدا تعالیٰ کے نام کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنی آنکھوں کی تکذیب کرتا ہوں۔ پس رقت و
شدت بھی حیا و عزت کی طرح غرضاً طبعی جس سے ہیں یہ سب اگر اپنی حدود میں اور خدا کی راہ میں ہوں تو اپنی اپنی جگہ
قابل ستائش ہی ہیں۔ اگر امت میں ابو بکر کی رحمدل ضرب النمل ہے تو اسی کے پہلو پہلو عمر کی شدت بھی مشہور ہے۔

اور یہ دونوں ہی شاخیں اپنی اپنی جگہ محبوب ہیں

دوم یہ کہ حیات جفا ہر انسان کو محبوب ہوتی ہے۔ پیر انبیاء علیہم السلام کو محبوب کیوں نہ ہو جنہیں اپنی امت کو
بنو خدا بنانے کی تمنا اپنی حیات سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ پس اگر خدا کا فرشتہ کسی لاعلمی کی حالت میں ان کے پاس جا کر

قَالَ ثُمَّ مَوْتُ قَالَ قَالَ انْ مِنْ قَرِيبٍ رَبِّ اَدْنِي مِنْ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِيَتْ بِجَنِّي قَالَ

فرشتہ آیا اور اس نے یہ بات ان کی خدمت میں عرض کر دی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اچھا اس کے بعد کیا ہوگا؟ اس نے عرض کیا پھر ہی موت ہے فرمایا تو پھر ابھی ہی اور دعا فرمائی خدا یا تجھے بیت المقدس سے اتنا تو قریب کر دے جتنی دور کہ پتھر پھینکا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

آپہنچا ہے اور اس پر انھیں غصہ آ جاتا ہے تو یہ غصہ نہ تو ان کی بشریت سے پیدا ہے نہ ان کی نبوت کے منافی ہے۔ ان کی شانِ رفا کے یہ معنی تو نہیں ہوتے کہ اگر ایک شخص ان کے پاس آ کر کہے کہ بیٹے آپ ابھی اپنی موت کیلئے تیار ہو جائیے تو وہ انکشافِ حقیقت سے قبل اس سے یہ کہیں کہ بیٹے آپ ابھی میری روح قبض کر لیجئے۔ فرشتہ کہ ہمیشہ پیمانِ یسنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں قوم لوط (علیہ السلام) کے عذاب کے سلسلہ میں ملائے اللہ کا آنا اور ان کو آپ کا شناخت نہ کرنا قرآن کریم میں موجود ہے پس اگر خدا کا فرشتہ ایک انسان کی صورت میں ان کی لاعلمی میں آپ کے پاس آتا ہے اور ایسے ماحول میں آتا ہے جہاں مخالفین کی جماعت بھی موجود ہو تو کیا نبی اللہ العزیز کا جس کی جلالی شان کتبِ سادہ میں مشہور ہے ایک پتھر رسید کر دینا کچھ قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے یہ کسی بھی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خدا تعالیٰ کا مامور فرشتہ سمجھ کر پتھر پھینکا تھا۔ حدیثوں میں موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وفات سے قبل صرف ان کی تشریف و تکریم کے لئے اختیار دیا جاتا ہے اگر وہ چاہیں تو دنیا میں رہنا پسند کریں اور اگر چاہیں تو دارِ آخرت کو اختیار کر لیں۔ اسی آئین کے مطابق خود خاتم الانبیاء علیہم السلام کو بھی وفات سے قبل اختیار ملنا ثابت ہے آپ نے اپنے صحابہ کے سامنے ایک عام مجمع میں بیان بھی کر دیا تھا ہیں اگر اس بخیر سے قبل خدا تعالیٰ کا فرشتہ کسی عینی حکمت کے ماتحت ان کے پاس آپہنچا ہو اور اس لئے اس وقت ان کی جلالی شان ظاہر ہوگی ہوس میں استعداد کیا ہے اور کوئی بات اس میں شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ پوری حدیث کو پڑھ جائیے تو ہاں بھی آپ کو یہی نظر آئے گا کہ جب خدا تعالیٰ کے فرشتے نے دوبارہ آ کر حسب دستور موت و حیات میں آپ کو اختیار دیا تو آپ نے خود ہی اپنی موت کو اختیار کر لیا اور آخر کار اسی فرشتے نے اس خدمت کو انجام دیا۔ موت کوئی بہت مطلوب چیز نہیں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو شفقت پدی میں اگر اپنی عمر کے چالیس یا ساٹھ سال بخشدیے تھے لیکن جب اس عباد پر خدا تعالیٰ کا فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ابھی قبل از وقت آگئے ہو، میری عمر میں اتنے سال اور باقی ہیں اس نے کہا حضرت آپ کو یاد نہیں رہا آپ اپنی عمر میں اتنے سال اپنے ایک فرزند کو بخش چکے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اسی بنا پر نبیان کی خصلت ان کی اولاد میں بھی پھیلی جاتی ہے۔

الغرض یہاں نہ تو زندگی کی محبت کوئی قابلِ اعتراض امر ہے نہ کسی انسان کا فرشتے کی بیجا جرات پتھر پھینکا قابلِ اعتراض ہے۔ اب رہا یہ کہ فرشتے کی آنکھ پھوٹنا قابلِ فہم امر نہیں تو سن لیجئے کہ فرشتے شریعت میں بالکل مجرد نہیں۔ عالمِ ادبیت اور مخلوقات کے مابین ایک مخلوق ہیں اجمہ اور پروں کا ہونا ان کے لئے قرآن کریم میں بھی ثابت ہے اسی طرح دیگر بعض اعضا کی نسبت کا بھی ان کے عالم میں نبوت ملتا ہے پس ان کی طرف کسی عضو کی مثلاً آنکھ وغیرہ کی نسبت ہر توجہ کوئی غیر معقول امر نہیں ان کے لئے یہ اعضا حقیقہً ثابت ہیں۔ اگرچہ مادی نہ ہوں۔ پس فرشتے حقیقت ایک صورت رکھتے ہیں لیکن چونکہ وہ مادہ سے پیدا نہیں ہوئے اس لئے ان میں تشکل اور شکل کی قوت بھی

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا رَيْبَ لَكُمْ قَبْرًا إِلَى جَنْبِ الطَّرِيقِ
عِنْدَ الْكَيْبِ الْأَحْمَرِ. (متفق علیہ)

فرمایا خدا کی قسم اگر میں اس جگہ موجود ہوتا تو تم کو دکھلا دیتا کہ ان کی قبر راستہ کے قریب ایک
سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔ (متفق علیہ)

ہوتی ہے انسان اپنی مادیت کی وجہ سے یہ قدرت نہیں رکھتا، عنصریات میں بھی جو عنصر زیادہ سخت ہے اسی قدر
اس میں شکل بدل سکتا ہے۔ پانی اور ہوا ہر قالب کے مطابق ایک شکل اختیار کر لیتے ہیں مگر مٹی میں یہ صفت نہیں، یہی
حاصل مرکبات میں بھی ہے پس ملائکہ اللہ اپنی لطافت کی وجہ سے اس پر قادر ہیں کہ مشیتِ ایزدی کے مطابق ہر شکل انسانی
میں جب چاہیں نمودار ہو جائیں۔ جبرئیل علیہ السلام کا مثل خود قرآن کریم میں موجود ہے اور وحیِ کلیمی کی صورت
میں آپ کے پاس ان کی آمد حدیثوں میں بلا نزاع ثابت ہے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ اس مثل کی وجہ سے فرشتہ کی
حقیقت نہیں بدلتی وہ اپنے تصرف سے ہم کو صرف ایک صورت میں نظر آنے لگتا ہے۔ آج سرزمین کی طاقت
کا مشاہدہ کرنے والے کے لئے اس کی تصدیق کرنا کچھ مشکل نہیں رہی۔ احقر کا خیال ہے کہ اگر شخص کوئی بادی ضرب ہو تو
شاید اس مثل پر اس کا کوئی اثر ظاہر ہی نہ ہو لیکن نبی صرف مادی نہیں ہوتا اس کا دوسرا عنصر ملکی بھی ہوتا ہے اور وہ بھی
انتہاء درجہ قوی ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اس ملکی عنصر پر خدا تعالیٰ کی شانِ جلالی کا اور غلبہ خاص
لئے ان کی ضرب کا اثر ملک پر بھی ظاہر ہو جاتا ہے تب نہیں بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ وحی کی ہی محتاج کی مثال صورت
میں صرف تاکہ ہی میں نقصان آیا اگر انسان ہوتا تو شاید اس کی تاب ہی نہ لاسکتا اور مرجان دیکھتے جب آنحضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا تو حضرت جبرئیل نے اگر آپ کو اپنے قریب کیا اور اخلاص ملکیت کے لئے دیا یا بھی اور اتنا
دیا یا کہ آپ کو مضبوط کرنا پڑا۔ لوگوں کو تو اس پر تعجب ہے اہل میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو
جبرئیل علیہ السلام کے اس مثل اور دبانے کا کسی اور بشر کو تحمل ہی نہ ہو سکتا۔ رسولِ اقدس کی ہی شانِ مطہری کہ وہ جانہ
بشری دیکھنے کے باوجود شانِ ملکی بھی رکھتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام جیسے فرشتے کا اثر بھی اتنا ہی قبول کرتے تھے جتنا
کہ حدیثوں میں آتا ہے پس اگر ضرورت ملکیت سے تصادم ہو تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملکیت میں کوئی اثر ظاہر نہیں
ہو سکتا۔ لیکن اگر ملکیت کا ملکیت سے تصادم ہو تو اس کا اثر ظاہر ہونے میں کوئی تعجب نہیں۔ عالمِ رویا میں جو صورتیں
نظر آتی ہیں اس میں ایک شیر اگر ایک انسان پر حملہ کرے تو اس کی صورت اسی طرح پارہ پارہ ہو جاتی ہے جس طرح
عالمِ اجسام کی لیکن اگر اس خرافی صورت کوئی مادی انسان حملہ آور ہو تو اس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا اس
تشبہ سے ہمارا مقصد یہ نہیں کہ فرشتے کی کوئی حقیقت نہیں۔ صرف ایک خیالی دنیا ہے بلکہ صرف یہ فہم مقصود ہے
کہ اگر کوئی قوت اپنے عالم میں کسی قوت سے تصادم ہو تو اس کا اثر ضرور ظاہر ہوگا ورنہ ملائکہ اللہ تو عالمِ اجسام و
سے بھی کہیں زیادہ قوی مخلوق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کہیں ان کا اس عالم سے تصادم ہو جاتا تو اس کے برعکس اثرات
ہیں۔ ہاں اس کے برعکس صورت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی انسان پہاڑ سے ٹکراوے۔ ظاہر ہے کہ اسی کا سرزمین ہوگا
پس مادی عنصر اگر ملکیت سے ٹکرائے تو اس میں کوئی اثر ظاہر ہونا معقول نہیں لیکن نبی جو کہ ملکیت اور بشریت کا جامع ہے
اگر کسی موقع پر اس کا تصادم ہوگا تو اس کا اثر ظاہر ہونا معقول نہیں۔ (باقی برصغیر آئندہ)

(۳۳۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَبُولًا وَيَقُولُ اللَّهُمَّ هَذَا أَقْبَمِي فِيمَا أَفْلَكَ فَلَا تَكُنِي فِيمَا لَا أَفْلَكَ. (مرہاۃ الترمذی و ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی)

(۳۳۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنَ الْفَرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنٍ قَدْ مَيَّيَّرَ وَهُوَ الْمَسْجِدُ وَهُمَا مَنْصُوعَتَانِ وَهُوَ

(۳۳۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں کے درمیان شب باشی میں برابر کی تقسیم کرتے۔ اس کے باوجود یہ فرماتے اے اللہ یہ میری تقسیم میرے اس عمل میں ہو جس کا میں مالک ہوں۔ ہا (میرا قلبی رجحان) جس کا تو مالک ہے اس کا مواخذہ تو مجھ سے نہ فرمانا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔ دارمی)

(۳۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پر نہ پایا تو میں آپ کی تلاش کے لئے کھلی (میں نے دیکھا) کہ آپ مسجد میں ہیں اور آپ کے دونوں قدم مبارک رجالت مسجد (کھڑے ہوئے ہیں میرا ہاتھ آپ کے دونوں تلواروں سے لگا (میں نے سنا) کہ آپ یہ دعا فرما رہے تھے

(بعض صغر گذشتہ) اس لئے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک قہر آور نصیر نے فرشتے کی اس مثالی صورت میں کوئی نقص پیدا کر دیا تھا تو یہ عین عقل اور شرع کے مطابق ہے۔ اگر آپ ان حقانی کو سمجھنے کی عقل نہیں رکھتے تو خدا بازی گروں کے تماشہ ہی میں کبھی اگر دیکھئے اگر ان کی عقل اس فن کا کوئی ان سے بڑھ کر باہر آ جا لے تو وہ اس کا کھیل چلے نہیں دیتا اور وہ اپنی قوت نفس سے اس کے اس ساری خیال بندی کی دنیا کو مجاز و تلبہ جو وہ تماشائیوں کو دکھا رہا تھا پہلے انسان بکلو پڑیا اٹھا کر روح کی بحث اور اس کے احوال کا اس میں مطالعہ کیجئے اور موجودہ عقائد کے نزدیک جو اس کے عجائبات ہیں ان کو زیر نظر رکھئے اس کے بعد پھر آپ اس واقعہ کو پڑھئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان حدیثوں کا مضحکہ آپ کے لئے خود ایک قابل مضحکہ امر تھا۔ آپ کے نزدیک جب عالم روحانیت حدیث کو ہی نہیں پہنچتا اور اس لئے نہیں پہنچتا کہ آپ نے اس کا مطالعہ ہی نہیں کیا تو آپ کے لئے یہ مضحکہ نہ آتا میں تو اور کریں کیا۔

(۳۳۴) علمائے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تقسیم واجب ہی نہ تھی لیکن جب کو امت کا معلم بنا کر بھیجا گیا تھا اس نے خود اپنے ذمہ اس کو ایک لازم حق بنایا تھا تاکہ جن کے ذمہ یہ لازم حق ہے وہ اس میں کوئی کوتاہی نہ کر سکیں۔ قلبی رجحان غیر اختیاری چیز ہے اور تکلیف کا دائرہ صرف اختیار کے حدود کے اندر اندر محدود ہے لیکن جہاں انسان کا نفس کوئی خانت کر سکتا ہے وہاں صاحب شریعت اس کی اہمیت کے پیش نظر ایسے کلمات فرمادیتے ہیں گویا زوجہ کا معاملہ اتنا نازک ہے کہ اس میں غیر اختیاری رجحانات میں بھی توجہ پڑنے کی ضرورت ہے۔

يَقُولُ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ مَحَبَّتِكَ وَمِمَّا قَاتَلَكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي
ثَنَاءَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَشْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ - (رداء مسلم)

(۳۳۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاذْهَبْتُ
بِالْبَقِيعِ فَقَالَ أَكُنْتُ تَخَافِينَ أَنْ يَحْجِفَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَرَسُولُهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ظَنَنْتُ
أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُنْزِلُ لَيْلَةً الرَّصْفَ مِنْ شُجْبَانِ إِلَى السَّمَاءِ
الدُّنْيَا لَيَعْرِضَنَّ لَكُمِنْ عَذَابٍ شَعِيرٌ عَنَّمُ كَلْبٌ - (رداء الترمذی وابن ماجہ و زاد در زین من اسحق
الناروق قال الترمذی سمعت حملاً یعنی البخاری يضعف هذا الحديث -)

لے اللہ میں تیری نارضائی سے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں اور تیری صفت عقوبت سے تیری صفت عفو
کی پناہ لیتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔ تیری پوری پوری تعریف میری قدرت سے باہر ہے
بس تو ایسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔ (مسلم)

(۳۳۴) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے ایک شب آپ کو (اپنے بستر) پر نہ پایا۔ تلاش کیا
تو آپ بیچ میں تھے آپ نے فرمایا کیا تم کو یہ وہم گذر کہ خدا اور اس کا رسول تمہارے حق میں ظلم کر سکتے ہیں۔ میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ خطرہ گذر رہا تھا کہ شاید آپ اپنی کسی اور بی بی کے گھر تشریف لے گئے ہیں آپ نے
فرمایا شجبان کی بندرہوں کو اللہ تعالیٰ آسمان دینا پر تجلی فرماتا ہے اور اتنے گہنگاروں کی بخشش فرما دیتا ہے
جن کا شمار قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت
کیا ہے۔ زین نے اس میں اتنا اور اضافہ نقل کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی بد اعمالی کی وجہ سے
روزِ ع کے سختی تھے۔ (ترمذی)

(۳۳۴) خل مشہور ہے عشق است ہزار برگمانی۔ حضرت عائشہؓ فراہت اور تقدس کے سارے میدان طے
کر جانے کے باوجود بشری فضائل سے مستثنیٰ تھیں۔ جب اپنی نوبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر نہ
پاتیں تو نظرۃ مضطرب ہو جاتیں۔ اپنے نفس کو ہزار گھما تیں مگر عشق و محبت کی بدگمانی سے ہر معذور ہو جاتیں۔ آخر
خلاش کے لئے نکل جاتیں۔ جب آپ سے ملاقات ہوتی تو معاملہ درگروں دیکھ کر حیرت آمیز لہجہ میں فرماتیں من درجہ
خیالم و فلک درجہ خیال۔ یہاں حضرت عائشہؓ کی بلاغت قابلِ داد ہے کہ آپ کے ارشاد اکنت تخافین (کیا تم کو میرے
مستقل نا انصافی کا خطرہ تھا) کے جواب میں نعم (جی ہاں) نہیں فرماتیں۔ بلکہ اسی بات کو دوسرے انداز میں ادا کرتی
ہیں کیونکہ خدا کے رسول کے حق میں نا انصافی کا عنوان تو کسی حالت میں بھی قابلِ تصور نہ تھا البتہ اپنی نوبت میں آپ کو
نہ دیکھ کر آپ کا کسی اور بی بی کے گھر چلے جانے کے خطرہ کا روکنا بھی اپنے اختیار سے باہر تھا۔

(۳۳۵) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ إِذَا كُنْتُ عَقِي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتُ عَلَى عَصْبِي فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذَلِكَ فَقَالَ إِذَا كُنْتُ عَقِي رَاضِيَةً فَأَتَلْتُ لُغُولَيْنِ لَا دَبِيبَ هَهُنَ وَإِذَا كُنْتُ عَلَى عَصْبِي قُلْتُ لَا وَرَبِّ وَابْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلٌ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَجْهَرُ إِلَّا لِسْمُكَ (متفق عليه)

(۳۳۶) عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوسًا يَبَايِعُ لَهُ يُؤْذَنُ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ قَالَ فَأَوْنِ لِي بَكْرٍ فَقَدْ خَلَّ ثَمَّ أَجَلٌ عُمْرًا فَاسْتَأْذَنَ

(۳۳۵) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خوب پہچان لیتا ہوں تم مجھ سے کب خوش ہوتی ہو اور کب ناخوش، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ بات کیسے پہچان لیتے ہیں فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو رب محمد کی قسم کھاتی ہو اور جب ناخوش ہوتی ہو تو رب ابراہیم کی قسم کھاتی ہو۔ میں نے عرض کیا ہے تو بات یہی لیکن یا رسول اللہ خدا کی قسم میں آپ کا صرف اسم مبارک زبان پر نہیں لیتی (دل میں اس وقت بھی آپ کی محبت ہوتی ہے) (متفق علیہ)

(۳۳۶) جابر کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت حاصل کرنے کے لئے آئے دیکھا تو درواں اور لوگ بھی آپ کے مدعا پر موجود تھے اور اب تک کسی کو بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں مل سکی تھی وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو اجازت مل گئی اور وہ اندر تشریف لے آئے ان کے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ تشریف لائے اور انھوں نے اجازت طلب کی

(۳۳۵) انسان کی بلندی کا معیار اس کے کمالات ہیں اس کا انسانی خصائل سے معری ہو جائے نہیں کسی عمل پر ناراضگی کی اور یہی فطرت کا اقتضا اور محبوبیت کا کمال سمجھا جاتا ہے۔ اسی انداز محبوبیت کو حضرت عائشہؓ نے اپنے آخری فقرہ میں ظاہر فرمایا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی کمال بلاغت دیکھئے کہ اپنے محبوبانہ ناگواری کی حقیقت صرف ہجران اسی تک محدود کر دینا چاہتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسولؐ کی محبت رگ رگ میں سائی ہوئی ہے تو کسی اغاز ناز کے موقع پر محبوب زوجہ کا اسی ہجران اس کے قلبی محبت کے منافی نہیں بلکہ یہ بھی اس کا ایک اقتضا ہے۔ دیکھئے یہی حضرت عائشہؓ ہیں کہ جب بات خدا و مرد و زوجہ سے نکل کر محدود شریعت میں داخل ہوتی دیکھ لیتی ہیں تو بہن ادب ہی ادب اور اطاعت ہی اطاعت بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ آئندہ واقعہ سے ظاہر ہے۔

(۳۳۶) انبیاء علیہم السلام کی اندرونی زندگی میں بھی نکتہ بینی طور پر ایسے معاملات رونما ہوتے ہیں جن سے ان کی بشریت کا بیداری ثبوت ملتا ہے۔ وہ انسانوں کی طرح دنیا میں آئے ان ہی کی طرح اپنی میشت رکھنے، کھانے اور پینے، جاگنے اور سوتے، شادی بیاہ کرتے اور اس کے بعد ان کے گھروں میں ایک حد تک وہ معاملات بھی پیش آجاتے جو ازدواجی زندگی میں پیش آیا کرتے ہیں۔ اور اس ضمن میں علی طور پر امت کے لئے وہ مسائل سامنے آجاتے جن کی اہمیت کو ضرورت تھی اور ان

فَاذِنَ لَهُ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهُ وَاجْتَسَاكَ قَالَ فَقُلْتُ لَاؤُكُنْ
 شَيْئًا أَضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ رَأَيْتَ بَيْتَ خَارِجَةَ سَأَلْتَنِي
 النَّفَقَةَ نَعِمْتُ إِلَيْهَا فَوَجَّاتُ عَنْهَا فَضَحِكُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَنْ حَوْلِي
 كَمَا تَرَى يَسْتَلْنِي النَّفَقَةَ فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى عَائِشَةَ يَجْأُ عَنْقَهَا وَقَامَ عُمَرُ إِلَى حُصَّةَ يَجْأُ
 عَنْقَهَا وَكُلَاهُمَا يَقُولُ تَسْلِيْنُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ فَقُلْنَا وَاللَّهِ
 لَا نَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهُ ثُمَّ اغْتَرَزَ لَهْنُ شَهْرًا أَوْ تِسْعًا
 وَعِشْرِينَ ثُمَّ تَرَكْتُ هَذِهِ الْآيَةَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَا زَوْجَ لَكَ حَتَّى بَلَغَ لِلْعُحْسَنَاتِ مِنْكَ أَجْرًا
 عَظِيمًا قَالَ فَبَدَأَ بِعَائِشَةَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكَ أَمْرًا أَحِبُّ أَنْ

ان کو بھی اجازت مل گئی انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منہم اور خاموش بیٹھے ہیں آپ کے ارد گرد
 آپ کی بی بیوں ہیں یہ دیکھ کر انہوں نے کہا میں کوئی ایسی بات کہوں گا جس پر آپ کو ہنسی آجائے (یہ سوچ کر
 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر نسبت خارجہ (یہ ان کی بی بی ہیں) مجھ سے میری حیثیت سے زیادہ نفقہ مانگیں
 تو میں تو کھڑے ہو کر اس کا گلہ دبا دیتا، ان کی اس بات پر آپ کو ہنسی آگئی اور آپ نے فرمایا جیسا تم دیکھ رہے ہو
 یہ میری بی بیوں بھی اسی سوال کے لئے میرے ارد گرد بیٹھی ہوئی ہیں۔ اس پر فوراً حضرت ابو بکرؓ اٹھے اور حضرت
 عائشہؓ کا گلہ پکڑنے لگے اور حضرت عمرؓ اٹھے اور حضرت حفصہؓ کا گلہ دبانے لگے دونوں صاحب ہی ایک بات
 فرماتے جاتے تھے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے نفقہ کا سوال کیوں کرتی ہو جتنا آپ کے پاس نہیں
 انہوں نے کہا خدا کی قسم آئندہ ہم کبھی آپ سے اس قسم کا سوال نہ کریں گے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ایک ماہ ۲۹ دن تک اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی اور قرآن کی آیت قل لا تهلج منکم سے لے کر
 المحسنات منکن اجر اعظیما تک نازل ہو گئی (اس آیت میں آپ کی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک بات
 اختیار کر لینے کے لئے کہا گیا تھا۔ یا وہ خدا و رسول کو اختیار کر لیں تو دوسری فراوانی سے قطع نظر کر لیں اور اس
 تقدیر پر آخرت میں ان کے لئے بڑے ثواب کا وعدہ ہے اور اگر چاہیں تو حیوة دنیا کو اختیار کر لیں تو پھر ان کو
 رسول سے علیحدگی کرنی پڑے گی)۔ راوی کہتا ہے کہ اس آیت کو سننے کی ابتداء سب سے پہلے آپ نے

نازک مراحل میں آپ کے ازدواج کی وہ بیشال استقامت بھی عیاں ہو جاتی جس کی بنا پر قدرت نے ان کو آپ کی نفعیت کے لحاظ
 منتخب فرمایا تھا۔ دیکھئے اسی قضیہ میں جب معاملہ یہ آ جاتا ہے کہ خدا کے رسول یا دنیا میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیا جائے تو
 آپ کی سب بی بیوں کے منہ سے ایک ہی جواب نکلتا ہے اور وہ یہی ہے کہ ہم ہمیشہ کے لئے دوسری فراوانی سے قطع نظر کر سکتے ہیں

لَا تَعْجَبْ فِيهِ حَتَّى تَسْتَشِيرَ أَبَوَيْكَ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَتْ عَلَيْهَا الْإِيَّةُ قَالَتْ
أَفِيكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَشِيرَ أَبَوَيْ بَلْ أَحْبَبْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْآثَارَ الْآخِرَةَ وَأَسَأَلْتُكَ الْأَخْذَ
إِمْرَةً مِنْ نِسَائِكَ يَا لَوْنِي قَالَتْ لَا تَسْأَلُنِي إِمْرَةً مِنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا أَنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ فِي
مُغْنِيَةٍ وَلَا مُتَعَلِّمًا وَلَكِنِّي بَعَثْتُ مُعَلِّمًا مَبْتَرًا - (رواه مسلم)

(۳۳۷) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدُ الْأَسْوَدِ يَقَالَ لَهُ مُغْنِيْتُ كَأَنِّي أَنْظُرُ

حضرت عائشہؓ کے کی اور فرمایا عائشہؓ دیکھو میں ایک خاص بات تمہارے سامنے رکھتا ہوں اور میرا جی
یہ چاہتا ہے کہ تم اس کے جواب میں جلد بازی سے کام نہ لو جب تک کہ اپنے والدین سے مشورہ نہ لیلو
انصار نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کی بات ہے، آپ نے ہی آیت پڑھ کر ان کو سنا دی، یہ بیاختہ بولیں
یا رسول اللہؐ کیا آپ کی رفاقت کا معاملہ بھی ایسا ہے جس میں اپنے والدین سے مشورہ لوں گی، میں کسی
استخارہ کے بغیر اللہ اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں لیکن میری ایک عرض ہے وہ یہ کہ آپ
میرے اس جواب کی اپنی بیہوشی میں سے کسی کو اطلاع نہ دیں۔ آپ نے فرمایا مجھ سے تو ان میں جو بھی دریافت
کرے گی میں اس سے تمہارا جواب صاف صاف کہ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفقت میں ڈالنے والا بنا کر
نہیں بھیجا بلکہ معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (مسلم)

(۳۳۷) ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ بریرہ کے شوہر ایک سیاہ فام غلام تھے ان کو مغنیث کہا

مگر خدا کے محبوب رسولؐ سے ایک لمحہ کیلئے بھی صرف نظر نہیں کر سکتے۔ یہ اس لئے کہ ان کی زوجیت کے مقابلہ میں ساری
دنیا ہماری نظر میں ہمدرد ہے۔ حضرت عائشہؓ آپؐ کی سب سے کم سن لی بی بی ہیں مگر ان کے انداز جواب کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ
اس مسئلہ کو قابل سوچ، بچا رہی نہیں سمجھیں اور اس کو اتنی عظیم نعمت سمجھتی ہیں جس میں فطری غیرت کی بنا پر نہیں چاہئیں کہ
کہ آپؐ کی کوئی دوسری سوتن شریک ہو سکے۔ اس نازک مرحلہ میں رسولؐ کی بزرگی کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ وہ رشتہ محبوبیت کے
باوجود وہاں خاموش بھی نہیں رہ سکا اور بڑی صفائی سے اس نے یہ کہہ دیا کہ میں تو اس معاملہ میں کوئی رعایت نہیں کر سکتا
میں معلم کا منصب لیکر آیا ہوں اس میں کسی سے خیر خواہی کی بات چھپائی خیانت ہے۔ اس حدیث کے مضمون
سے ظاہر ہے کہ یہاں رسولؐ خدا کی مرضی گوہی تھی کہ آپؐ کی ازواج کہیں اس اختیار میں کوئی غلط قدم نہ اٹھا بیٹھیں،
لیکن اس کے باوجود آیت تفسیر سنا دینے میں آپؐ نے کوئی تاخیر نہیں کی۔ طبی جذبات اور فطری اقتضار کا معدوم ہو جانا
کمال نہیں۔ کمال ان سب کو پامال کر کے حکم شریعت کی بجا آوری میں ہے۔

(۳۳۷) بریرہؓ ایک بانہی تھیں اور بانہی کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جب وہ آزاد ہو جائے تو اس کو اپنے سابقہ نکاح
کے قائم رکھنے نہ رکھنے میں شرعاً اختیار دیا جاتا ہے اسی قاعدہ کے ماتحت جب بریرہؓ آزاد ہو گئیں تو ان کو بھی اختیار مل گیا
اگر وہ چاہیں تو اپنے دیرینہ شوہر کی زوجیت میں رہنا قبول کریں اور چاہیں تو ان سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ حضرت بریرہؓ

لَا يَكْفُرُ خَلْقَهَا فِي سِلَاقِ الْمَدَى يَنْتَزِعُ بِيَدِي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى خَيْبَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ تَأْمُرُنِي قَالَ إِنَّمَا أَشْفَعُ قَالَتْ لَأَحَاجَّتَنِي فِيهِ (سُورَةُ الْبَقَرَةِ)

کہا جاتا تھا ان کا وہ نقشہ گویا اب میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ مدینہ کی گلیوں میں وہ بریرہ کے پیچھے پیچھے روئے پھر رہے ہیں اور ان کے آسوان کی ڈالڑھی پر بیٹھ رہے ہیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا، عباس! کیا تم کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ منیث کو بریرہ سے کتنی نفرت ہے اور بریرہ کو ان سے کتنی نفرت ہے، اس کے بعد آپ نے بریرہ سے کہا کاش تم منیث کی زوجیت میں رہنا قبول کر لیتیں انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حکم ہے؟ (یا صرف سفارش) آپ نے فرمایا میں تو صرف سفارش کرتا ہوں (حکم نہیں دیتا) بریرہ نے عرض کیا تو میرے ان کے بارے میں کوئی دلچسپی نہیں (بخاری شریف)

اگرچہ ایک باندی تھیں لیکن زمانہ نبوت کے فیض عام کی وجہ سے کتنی حدود شناس ہو گئی تھیں کہ ان کے دو فظوں میں ساری کتاب الامان کی روح چھپی ہوئی نظر آتی ہے یعنی وہ اس امر کو خوب پہچانتی تھیں کہ ایک سنی کے حدود و اختیارات کہاں تک باقی رہتی ہیں اور کہاں جا کر ختم ہو جاتی ہیں اس لئے وہ نہایت مودیانہ استفسار کرتی ہیں کہ آپ کا حکم ہے یا صرف ایک سفارش کا مرقعہ گویا نبی اگر کسی کی طرف سے سفارش کرے تو سنی کے لئے اس کا تسلیم کر لینا ہی جتنی چیز نہیں ہو جاتی جس کے بعد پھر اس کے لئے کوئی اختیار راہ آگاہی رائے کا حق ہی باقی نہ رہے بلکہ اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس صورت میں اس کے لئے شرعی حدود کا بجا نہ شکل ہوگا تو اس کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی آزادی رائے کو ملحوظ رکھے لیکن جس جگہ پہنچ کر اس حق کے تمام اختیارات سلب ہو جاتے ہیں اور اس کیلئے آزادی رائے کا کوئی حق نہیں رہتا وہ صاحب شریعت کا حکم ہے۔ رسول کے امر و نہی کے بعد اطاعت کرنے کے سوا اب کوئی دوسری راہ باقی نہیں رہتی۔ مذہب پر نکتہ چینی گزرنے والے اس نکتہ کو پورے غور سے ملاحظہ کریں کہ مذاہب عالم کی صفوف میں اسلام نے انسانوں میں ایک باندی کی رائے کا بھی کس حد تک احترام کیا ہے یعنی پرائیویٹ معاملات میں اس نے ایک ایسی حد قائم کر دی ہے جہاں پہنچ کر رسول جیسی شخصیت کو بھی آئینی دست اندازی کا حق نہیں ہوتا اور اس کو بھی انسانی حق ہوتا ہے کہ وہ اپنی رائے کا صرف اظہار کرے جو مذہب اپنے تسلیم کر لیں پر جبر کرنا پسند نہیں کرتا سو چونکہ وہ خود مذاہب کے اختیار کرنے پر جبر کرنا تو اوارا کر سکتا ہے۔ اس قسم کے واقعات سے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بدیہی اور غیر اختیاری سبق ملے گا یعنی باختیار سنی ہو کر کسی انسان پر کوئی دباؤ ڈالنا پسند نہیں فرماتے اور اگر ایک باندی اپنی جائز آزادی کے ماتحت آپ کی سفارش قبول کرنے سے معذوری کا اظہار کرتی ہے تو اس کا بھی کوئی جبر نہیں آتا۔ کیا ہے کوئی انسان جو اسے اختیارات کا مالک ہو کر مذہمہ کے معاملات میں اتنی آزادی اور اتنی معاداری کو جان کر نہ سکے جب اس کے کسی شرعی حکم کا خلاف کیا جائے تو اسے برداشت نہ کر سکے اور ایک وقت جب ذاتی معاملات میں اس کی سفارش پر عمل نہ ہو تو فہم میں یہ ہیں نہ ہو کیا ایسے انسان کی ایک ایک حرکت صرف رضا الہی کے لئے نہ ہوگی۔ اس موقع پر آپ کو ترجیحاً ان کے اس پر حدیث (۱۸۲) کا ملاحظہ کرنا بھی مفید ہوگا۔

ایمان عقد للقلب لیست اعمال الجوارح اجزاء للایمان

(۳۳۸) عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْسُ صَلَاتُكَ إِتْرَضْتَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ أَحْسَنَ وَصَوَّحْتَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لَوْ فِيمَنْ وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ. (امیر احمد و ابو داؤد و ترمذی مالک و النسائی)

(۳۳۹) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغَيِّرُ لَذِ اطَّلَمَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْتَقِيمُ الْأَذَانَ فَلَمَّا نَبِّهَ إِذَا أَنَا أَمْسَلْتُ وَلَا أَعَارَفْتُهُمْ رَحَلًا يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرِ وَتَنَّهُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایمان در اصل قلبی اعتقاد کا نام ہے فرض و اعمال ایمان کے اجزاء نہیں

(۳۳۸) عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے باغ و نازیب فرض کی ہیں جو شخص ان کے لئے اچھی طرح وضو کرے اور ان کا رکوع و شروع بھی پورا پورا ادا کرے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ عہد ہو گا کہ وہ اس کو بخش دے اور جو ایسا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی عہد نہیں چلے تو اسے بھی بخش دے اور چاہے تو عذاب دے۔ (امیر احمد و ابو داؤد۔ مالک۔ نسائی)

(۳۳۹) انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جنگ شروع ہو کر تھے جب فجر ہو جاتی اور اذان کا خیال رکھتے اگر اذان کی آواز آ جاتی تو جنگ کا ایلان منہوی کر دیتے ورنہ جنگ شروع کر دیتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر تو فرمایا تو ٹھیک اپنی فطرت پر قائم ہے، جب اس نے یہ کہا اشہدان لا الہ الا اللہ تو فرمایا جاتے آتش و عذخ سے نجات مل گئی

(۳۳۸) یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ مغفرت ایمان کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بے نازی کے اسلام کی خواہ کوئی حیثیت بھی ہو مگر آخر کار اس کی مغفرت پہنچائی معلوم ہوا کہ نازی جیسا عمل بھی ایمان کا جزو نہیں ورنہ بے نازی کی مغفرت نہ ہوتی۔ یہ مسئلہ بہت نازک ہے اس کی ایک طرف اہل اور دوسری طرف اہل حق اور راہ صواب و اعتدال میں ہے مفصل کلام پہلے گذر چکا ہے۔

(۳۳۹) حدیث مذکور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف شہادتیں سن کر جنت کی بشارت دیدی مگر اعلان ایمان کا جزو ہونے تو اعمال کے بغیر بشارت نہ دی جاتی۔

خَرَجَتْ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوا إِلَيْهَا فَذَا هِيَ أَعْيُ مَعْرِي. (مرہاہ مسلم)

(۳۴۰) عَنْ أَبِي مُجَيْمَةَ قَالَ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ فَمَرَّ مَوْزِنًا يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِّمْ الْإِنْدَادَ فَقَالَ أَنُحَدُّ أَنْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ خَرَجَ مِنَ الْمَلَأِ الْحَشَّ (مرہاہ البزار وقال الهيثمي رجاله ثقات)

(۳۴۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَى فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ شَفَاعَتِي إِلَّا هَلِ الْكُتُبُ مِنْ أُمَّتِي. (مرہاہ الحاکم فی التفسیر و هو مدری غیر مسلم وغیرہ)

(۳۴۲) عَنْ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ إِذَا ذُكِرَ وَتَحْنُ بِالْمَدِينَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيءُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَجِيءُ الصَّلَاةُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنَا الصَّلَاةُ يَقُولُ إِنَّكَ عَلَى خَيْرِ لِمَ يَجِيءُ

صحابہ نے اس شخص کو جا کر دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا۔ (مسلم)

(۳۴۰) ابو مجیمہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ ایک موزن کو آپ نے یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا اشہدان لا الہ الا اللہ تو فرمایا اس نے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے تمام شریکوں سے بیزاری کا اظہار کر دیا پھر جب یہ سنا اشہدان محمد رسول اللہ تو فرمایا عذاب و دوزخ سے نجات پا گیا۔ (سنن بزار)

(۳۴۱) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول تلاوت کیا ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ اور شفاعت بھی نہیں کر سکیں گے مگر اسی کے لئے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اس کے بعد فرمایا کہ میری شفاعت میرے ان سب امتیوں کے لئے ہوگی جنہوں نے گناہ کبیرہ کئے ہیں۔ (حاکم)

(۳۴۲) حسن روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے مجھ سے مدینہ میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن تمام اعمال کی صورتیں آئیں گی، نماز آئے گی اور کہے گی اے رب میں نماز ہوں، ارشاد ہوگا تو بہت اچھا عمل ہے اس کے بعد صدقہ آئے گا اور کہے گا اے رب میں صدقہ ہوں

(۳۴۱) اگر اعمال اجزا یا مان ہوئے تو مرکب کبیرہ مومن نہ ہوتا ورنہ اس کے لئے شفاعت ہو سکتی۔

(۳۴۲) اس حدیث میں اسلام کی صورت اعمال سے جدا گانہ ذکر ہے حضرت استاد قدس سرہ فرماتے تھے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کو اسلام سے خواہ کتنا ہی گہرا ربط ہوتا ہم وہ اس کے اجزا نہیں — معلوم ہونا چاہئے کہ اعمال کی جزئیت کا مسئلہ محدثین و فقہائے ماہرین ثمرہ کے اعتبار سے کوئی اختلافی مسئلہ نہیں مومن عاصی سب کے

الصَّيَامُ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَنَا الصَّيَامُ فَيَقُولُ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ لِّمَعْرَجِي الْأَعْمَالُ عَلَى ذَلِكَ فَيَقُولُ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ لِّمَعْرَجِي الْإِسْلَامُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنْتَ السَّلَامُ وَأَنَا الْإِسْلَامُ
 فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ يَوْمَ الْيَوْمِ أَخْذُ وَبِكَ أُعْطِيَ فَقَالَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ رَوْحُ
 يَتَّبِعُ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَالِدِينَ) انفرادی بہا سجدہ ذکرہ ان کثیر فی
 تفسیرہ ورجالہ لغات وکن یقال ان الحسن لم یسمع من ابی ہریرۃ .

(۳۴۳) عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ عَوْفٍ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ لَقَدْ هَمَّنَا بَرَهَةٌ
 مِنْ دَهْرِنَا وَلَئِنْ أَحَدٌ نَابَ بِنَا إِلَى الْإِيمَانِ قَبْلَ الْقُرْآنِ وَنَزَلَ السُّورَةُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَبَتَّعَهُمْ حَلَالًا لَهَا وَحَرَامًا لَهَا وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُوقَفَ عِنْدَهُ فِيهَا كَمَا تَعْلَمُونَ أَنْتُمْ الْقُرْآنَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ
 رِجَالًا يُؤْتِي أَحَدَهُمُ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ مَا بَيْنَ فَاتِحَتِهِ إِلَى خَاتَمَتِهِ مَا يَرَى مَا أَمْرُهُ وَلَا زَجْرُهُ وَلَا مَا
 يَنْبَغِي أَنْ يُوقَفَ عِنْدَهُ وَمِنْهُ يَنْشَرُ نُشْرًا ذَلِيلًا - (رہاہ الحاکم فی مستدرک و قال للذہبی علی شرطہما)

ارشاد ہوگا تو بھی بہت اچھا عمل ہو پھر وہ آجنگا لکھ لکھ رہے ہیں روزہ ہوں ارشاد ہوگا تو بھی بہت اچھا عمل ہے اس کے
 بعد اسی طرح سب اعمال آتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہی ارشاد ہوتا رہے گا کہ تم ایسے عمل ہو۔
 آخر میں اسلام کی صورت آئیگی یہ عرض کرے گا اسے پروردگار تبرکاتہم السلام ہے اور میرا یہ اسلام ارشاد ہوگا
 تو سب سے بہتر عمل ہے آج گرفت اور انعام دونوں کا دار و مدار تیری ہی ذات پر ہے، جیسا کہ قرآن میں ارشاد
 ہے (جہاں اسلام کے سوا کوئی اور نہیں تلاش کرے گا وہ ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور یہ شخص آخرت میں بہت نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا) (دعہ)
 (۳۴۴) قاسم بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو یہ کہتے خود سنا ہے کہ ہمارا ایک زمانہ ایسا
 گندہا ہے جبکہ ہم میں سے ایک شخص کو قرآن سے پہلی ہی ایمان نصیب ہو جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی
 ایک سورت اتنی دھماکے کے حلال و حرام کی لیتا اور ان مقامات کو بھی معلوم کر لیتا کہ کہاں کہاں اس میں ٹھہرنا
 مناسب ہے (غرض وہ اسی طرح ادب کے ساتھ قرآن پڑھتا جیسا ادب و احترام کے ساتھ آج تم کہتے ہو) اس کے بعد
 فرمایا کہ اب میں ایسے لوگ بھی دیکھ رہا ہوں جنہیں سالہا قرآن (پڑھے ہی) نصیب ہو جاتا ہے وہ اس کو زاول تا آخر پڑھتے ہی ہیں
 مگر نہ اس کے امر و نہی کو سمجھتے ہیں نہ بیجانتے ہیں کہ کس جگہ ٹھہرنا مناسب ہو جس طرح اس کو لا پڑھوایں گے پڑھنے
 ہیں جس طرح ردی کچھوں کو لا پڑھوایں گے ساتھ بکھری جاتی ہیں۔ (حاکم)

تزوید آخر کار جنت میں داخل ہوگا اور اسی طرح اعمال کی اہمیت سے بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ صرف وقتی صلہ کے
 لحاظ سے مختلف تعبیرات تھیں جو بعد میں مذاہب بن گئیں۔ تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

(۳۴۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَلَا أَحَدٌ قَلْبِي يَعْقِلُ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قَلْبَكَ خَشِيَ الْإِيمَانَ وَلَئِنْ الْإِيمَانَ لَيُعْطِي الْعَبْدَ قَبْلَ الْقُرْآنِ (رواه احمد في مسنده ابن لهيعة)

(۳۴۵) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْإِسْلَامُ عَلَانِيَةً وَالْإِيمَانُ فِي الْقَلْبِ قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ يَزِيدٍ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ ثَعْلَبَةُ يَقُولُ التَّقْوَى هَهُنَا. (رواه احمد والبخاري وابو يعلى وابن ابى شيبه وسنده جيد)

(۳۴۴) عبد اللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے یہ شکایت کی کہ یا رسول اللہ میں قرآن پڑھتا تو ہوں مگر مجھے اس میں کچھ دلچسپی نہیں ہوتی آپ نے فرمایا کہ تمہارا قلب ایمان سے (پہلے ہی) لبریز ہو چکا ہے اور اللہ کے بندے ایسے ہی ہیں جن میں قرآن سے پہلے ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔ (احمد)

(۳۴۵) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے اور ایمان اس اعتقاد کا نام ہے جو دل میں ہو اس کے بعد آپ نے ہاتھ دے کر اپنے سینہ کی طرف تین بار اشارہ فرمایا، راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد فرمایا تقویٰ اس جگہ ہے۔ (احمد وغیرہ)

(۳۴۴) اس مضمون کو اس مثنیٰ پہلی حدیث میں اپنے زمانہ کی شکایت کے سلسلہ میں بیان کیا ہے کہ ایک زمانہ تھا جبکہ لوگوں کو ایمان پہلے میرا تھا قرآن بعد میں رفتہ رفتہ نازل ہوتا جتنا قرآن اترا تاں ایمان اتنا ہی اور قوی ہوتا تھا وہ اسی سمجھ سمجھ کر پڑھتے اور اس پر عمل کرتے تھے اور ایک زمانہ اب ہے کہ تمام قرآن پہلے نازل ہو چکا ہے لوگ بعد میں اس پر ایمان لاتے ہیں چاہے تو یہ خدا کہ قرآن کریم کی موجودگی میں ان کا ایمان اور پختہ ہونا وہ دلچسپی سے قرآن پڑھتے اور سرگرمی سے اس پر عمل کرتے مگر یہ رہا ہے کہ نہ اس کو اس جوش و خروش کے ساتھ پڑھتے ہیں جیسے پہلے پڑھا کرتے تھے اور نہ ان میں وہ جذبہ عمل نظر آتا ہے جو پہلے نظر آتا تھا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو یہ اطمینان دلایا ہے کہ ان کا قلب قرآن سے پہلے ہی ایمان سے لبریز ہو چکا ہے۔ اگر قرآن پڑھنے میں ان کے مبارک مطابق دل جمعی میر نہیں آتی تو یہ صغیر ایمانی کی دلیل نہیں — جب ایمان قرآن سے پہلے ہی میرا سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں بلکہ ایمان کے بعد ہونے والے اعمال ہیں۔ (۳۴۵) اس حدیث میں اعمال ظاہرہ کو اسلام اور تصدیق باطنی کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب عمل ایمان قلب ہے تو اعمال جوارح ایمان کا جز کیسے ہو سکتے ہیں۔ معتزلہ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ عمل نہ ہونے سے ایمان نہیں رہتا ایمان قلب کی صفت ہے وہ اعمال جوارح نہ ہونے کی صورت میں بھی باقی رہ سکتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس میں نور و بالیدگی نہ رہے۔

وزعت الشریعۃ الجنة والنار علی الايمان والكفر دون الاعمال

(۳۴۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنَانِ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ يُشْرِكُ بِهِ دَخَلَ النَّارَ (مسلم)
(۳۴۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (رواه البخاری)

جنت اور دوزخ کی تقسیم شرک ایمان پر دائرہ ضرر اچھے بے اعمال پر نہیں

(۳۴۶) جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو باتیں ایسی ہیں جو انسان کے لئے دو چیزیں واجب کر دیتی ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح حاضر ہو گا کہ اس نے دنیا میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی (اور وہ ضرور جنت میں جائیگا اور جو شخص اس طرح حاضر ہو گا کہ اس نے کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو تو اس کے لئے دوزخ واجب ہو جائے گی اور) وہ ضرور دوزخ میں جائے گا۔ (مسلم)

(۳۴۷) عبد اللہ بن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت میں مرتلے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہو تو وہ دوزخ میں جائیگا۔ یہ مضمون تو میں نے خود بارگاہ رسالت سے سنا ہے) اور دوسری بات میں اپنی جانب سے کہتا ہوں کہ جو شخص اس حالت میں مرتلے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ (بخاری شریف)

(۳۴۸) بقول امام غزالیؒ انسان اگر چنانچہ نہیں مگر ابدی ضرور ہے اس لئے اس کو ایک ابدی مستقر کی ضرورت تھی جو دنیا اس کا ابدی مستقر نہیں صرف عارضی مستقر ہے ولکن فی الارض مستقر۔ ویتعلیٰ حیون۔ تہیں خدا کی زمین پر صرف چند روزہ رہنا ہے اور ایک وقت مقرر تک اس کی نعمتوں سے کچھ فائدہ حاصل کرنا ہے۔

اس کا دائمی مستقر جنت یا دوزخ ہیں قادر مطلق نے اس کی تقسیم اچھے برے اعمال پر نہیں کی بلکہ ایمان و کفر پر کی ہے اس لئے مومن خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو مگر اس کا ابدی مستقر جنت ہی رہے گا اور کافر خواہ کتنے ہی اچھے کام کیوں نہ کرے لیکن اس کا ابدی مستقر دوزخ ہی رہے گا۔ اب رہی یہ بات کہ معرفت ایمان و کفر کی جزاء مخلوق کوں رکھی گئی ہے تو ہمارے علم میں اس کا سب سے بہتر جواب وہ ہے جو ابن قتیبہ نے زیر کلام حدیث نبی المرثیہ میں علامہ ابنی کتاب تامل مختلف حدیث میں ذکر کیا ہے ویکبر وہ۔ میرا سی کا خلاصہ شیخ بدر الدین عینی نے شرح بھلکی میں اور عبد الوہاب شرانی نے المواقیث والحواس میں ذکر کیا ہے۔

لان غفیل اللہ العبد فی الجنة لیس لعلہ جنت میں مخلوق ادا بھی زندگی کی بنیاد عمل پر نہیں بلکہ بندگی انما حولیۃ لانه لو کان لعلہ لکان خلودہ نیت پر رکھی گئی ہے اگر اس کی بنیاد عمل پر رکھی تو افروزی حیرت

يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ خُرْدَةٍ مِنْ نُورِ الْإِيمَانِ

(۳۲۸) عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزُنْ شَعِيرَةً مِنْ خَيْرٍ وَخَيْرُ جُزْءٍ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزُنْ شَعِيرَةً مِنْ خَيْرٍ (مرہاء البغاری)

جس کے قلب میں نہ ایمان کا ایک نہ ہوگا وہ بھی (بالآخر) دوزخ سے نکال لیا جائیگا

(۳۲۸) انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں جو برابر بھی نور ایمان ہوگا تو (بالآخر) وہ دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں گہروں کے ایک حوٹہ برابر بھی نور ایمان ہوگا وہ بھی (بالآخر) دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی نور ایمان ہوگا وہ بھی دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ (بخاری شریف)

فیہا قندیدہ علمہ واضعاً لا الہ الا اللہ جازاً	کی مدت بھی اتنی ہی ہونی چاہئے جتنی کہ اس کے عمل کی قیامت
بینہ لا نہ کان تاحیان بطیم اللہ تعالیٰ	بیت اس کو دو گنی لیکن چونکہ اس کی بنیاد نیت پر مبنی تھی اور اس
ابد الونقی ابد افلا اخر منہ منینہ دون	کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اگر وہ ہمیشہ کا خود بخود تعالیٰ کی اطاعت ہمیشہ
نعتہ جزاۃ اللہ علیہا وکذا الکافر۔	ہی کیا کرے گا اس نیت میں اگر حال ہوتی ہے تو موت ہوتی ہے اس کا ذکر کرتے
(حدیث القاری ج ۱ ص ۴۲)	تصور ہوتا ہے اس لئے اس کو اپنی نیت کے مطابق دوام و خلود کا بدلہ ملے گا
	لہذا یہی حال دوزخ میں کافر کے خلود کا بھی ہے۔ (حدیث القاری)

یہاں ہمارا مقصد اعمال کی قیمت گننا نہیں ہے بلکہ ایمان کی اہمیت اور کفر کی شامت بتانا ہے عمل کی حد سے زیادہ اہمیت اعتزال اور اس سے زیادہ ہے اعتنائی اور اس کے قریب کر دیتی ہے۔ صحیح ماہ پر قائم رہنے کے لئے حدود دشنامی لازم ہے۔

(۳۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن اگر یہ کتنا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو مگر وہ بھی اپنے گناہوں کی سزا جگت کر آ کر خدا کے دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ ایمان کو خدا تعالیٰ سے ایک عہد کا نام ہے مگر قلب میں اس کی ایک حقیقت بھی ہوتی ہے جو اس کا وجود خارجی کہلاتی ہے یہ حقیقت کسی کے دل میں پہاڑوں کے برابر ہوگی اور کسی کے رائی کے دانہ کی برابر لیکن اس حقیقت کے ہونے کوئی شخص دوزخ میں نہیں سکتا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ باگاہ صمدیت میں ایمان کی قدر و قیمت کتنی ہے اس کے بالمقابل کفر و شرک ہے جس کے دل میں مشرک ہوگا وہ خدا تعالیٰ کی جنت کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا حتیٰ بلعم الجمل فی مہم انھیاط۔ اس سے شرک کی قہاحت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے جنت و دوزخ کی تقسیم ایمان و کفر پر کی گئی ہے نہ کہ اعمال پر۔

(۳۴۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُولُ اللَّهُ أَخْرَجُ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِنْهَا قَلْبٌ مِنْ حَرِّ دَلٍّ مِنْ إِيْمَانٍ فَخَرَجُوا مِنْهَا قَدْ اسْوَدُّوا فَيَقُولُونَ فِي قُلُوبِهِمُ الْحَيَاةُ وَالْحَيَاةُ (رَشَقَ تَالِكٌ) فَيَبْتَئُونَ مَا تَنَبَّأَتِ الْجَنَّةُ فِي حَيْلِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ خَرَجُوا صَفَرَاءَ مَلَكُوتِيَّةٍ (سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَمُحَمَّدٌ)

(۳۵۰) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ تَجَاجَرُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ قِيَا تَوْنِ أَحَدٍ فَيَقُولُونَ اإِشْفَعْ اإِلَى رَبِّكَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِزْوَاجِهِمْ فَإِنَّهُ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ قِيَا تَوْنِ إِزْوَاجِهِمْ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُؤْنَى فَإِنَّهُ

(۳۴۹) ابوسعید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان ہو اسے بھی دوزخ سے نکال لو چنانچہ ان کو بھی نکال لیا جائیگا ان کی حالت یہ ہوگی کہ جل کر سیاہاں ہو گئے ہوں گے اس کے بعد ان کو نہر جیا یا نہر حیات میں ڈالا جائے گا (مالک راوی حدیث کو اصل لفظ میں شک ہے) تو وہ اس طرح ہرے بھرے نکل آئیں گے جیسا دانہ پانی کی اوپر سے ہوئے کوڑے میں (سنگل کر) نکل آتا ہے کبھی تم نے فور کیا ہے کہ وہ کیسا زندہ دوزخ میں کھایا ہوا نکلتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۳۵۰) انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت ہوگی تو (مارے پریشانی کے) لوگ ایک دوسرے کے پاس بھاگے بھاگے پھریں گے آخر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور ان سے عرض کریں گے آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کر دیجئے وہ فرمائیں گے میں اس لائق کہاں، تم ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ وہ اللہ کے خلیل ہیں یہ ان کی خدمت میں

(۳۴۹) اس قسم کی حدیثوں سے معتزلہ اور مرجئہ پروردگروں کی تردید ہو جاتی ہے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال کا وجود بھی ضروری ہے ورنہ عاصی مومن دوزخ میں نہ جاتا لہذا مرجئہ کے خیال کی تردید ہو گئی جو کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد عمل کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ اسی طرح معتزلہ کے عقیدہ کی بھی تفسیر ہو گئی کیونکہ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ عاصی مومن ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہیں رہے گا۔ معتزلہ ان کے حق میں بھی خود کے قائل ہیں بس حق یہ ہے کہ اعمال انتہاء درجہ ضروری ہیں لیکن اگر کسی کے دل میں ایمان کا کوئی ذرہ موجود ہے تو نقد ان اعمال کی وجہ سے اگرچہ اس کو عذاب ہو مگر آخر کار اس ایمان کی بدولت اس کی بھی نجات ہو جائے گی۔ ایمان خواہ کتنا ہی ضعیف ہو مگر دوزخ میں نہیں رہ سکتا اور شرک خواہ کتنا ہی خفیف ہو مگر وہ جنت میں نہیں جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں مسلم اور کافر اور اسی لئے ان کے دو ہی مستقر ہیں جنت اور دوزخ۔

كَلِمَ اللَّهِ فَيَا تُونُ مَوْسَى يَقُولُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ فَيَا تُونُ
عِيسَى يَقُولُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ فَيَا تُونُ فَيَا تُونُ أَنَا لَهَا فَاسْتَاذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُودِدُ
لِي وَيُلْهِمُنِي مُحَامِدًا أَحْمَدُهُ وَهَذَا لَمْ يَخْضُرْ لِي إِلَّا فَيَا أَحْمَدُ وَيَتْلُوكَ الْمُحَامِدُ وَأَخْرَجَهُ سَاجِدًا
فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْزُقْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُنْمَعُ وَرَأْسُكَ تَعْطَى وَاشْفَعْ تُشْفَعُ فَيَا قَوْلُ يَا رَبِّ أَمَتِي
أَمَتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَانْطَلِقْ فَأَفْعَلْ ثُمَّ
أَعُوذُ فَيَا أَحْمَدُ وَيَتْلُوكَ الْمُحَامِدُ ثُمَّ أَخْرَجَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْزُقْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُنْمَعُ وَرَأْسُكَ
تَعْطَى وَاشْفَعْ تُشْفَعُ فَيَا قَوْلُ يَا رَبِّ أَمَتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ
ذَرَّةٍ أَوْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَانْطَلِقْ فَأَفْعَلْ ثُمَّ أَعُوذُ فَيَا أَحْمَدُ وَيَتْلُوكَ الْمُحَامِدُ ثُمَّ أَخْرَجَهُ
سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْزُقْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُنْمَعُ وَرَأْسُكَ تَعْطَى وَاشْفَعْ تُشْفَعُ فَيَا قَوْلُ يَا رَبِّ أَمَتِي
أَمَتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَذَى أَوْ فِي شِقَائِهِ حَبَّةٌ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ

حاضر ہوں گے وہ فرمائیں گے بھلا میں اس کا اہل کہاں لیکن تم حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ
وہ خدا تعالیٰ کے شرف ہمکلامی میں ممتاز ہیں یہ ان کی خدمت میں جائیں گے وہ بھی فرما دیں گے
اس قابل کہاں لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان کا لقب روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے یہ
ان کی خدمت میں آئیں گے وہ بھی فرمائیں گے میں بھی اس لائق کہاں البتہ تم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہو یہ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا رہت اچھا یہ خدمت میرے ہی سپرد کی گئی ہے
اس کے بعد میں اپنے پروردگار سے اجازت مانگوں گا مجھے اجازت مل جائے گی اور حق تعالیٰ میرے دل
میں اپنی ایسی پاکیزہ اور بلند تعریفیں القاء فرمائے گا جو اس وقت مجھے نہیں آتیں میں ان ہی کلمات کے
ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور تعریف کرتا ہوا سجدہ میں گر جاؤں گا ارشاد ہو گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
سرتواضعاً و (کیا چاہتے ہو) کہو تمہاری بات مانی جائے گی مانگوں گے شفاعت کرو قبول کی جائے گی میں
عرض کروں گا اے اللہ میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ مجھے حکم ہو گا اچھا جاؤ اور جس کے
قد میں جو برابر بھی نور ایمان دیکھو اسے بھی نکال لو، میں جاؤں گا اور حکم کی تعمیل کروں گا۔ لوٹ کر میرے
ان ہی کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا خطاب ہو گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
سرتواضعاً و (کیا چاہتے ہو) کہو تمہاری بات مانی جائے گی، مانگوں گے شفاعت کرو قبول ہوگی، میں عرض
کروں گا خدا یا میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے۔ مجھے حکم ملے گا اچھا جاؤ اور جس کے

فَاَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَانْطَلِقْ فَاَفْعَلْ ثُمَّ اَعُوذُ الرَّابِعَةَ فَاَحْسَدُهُ بِتِلْكَ الْحَاوِثِ ثُمَّ اَخْرَجْ لِي
سَاجِدًا فَيَقَالَ يَا مُحَمَّدُ ارْقُمْ رَأْسَكَ وَقُلْ سَمِعْتُ وَاسْمَعْتُ وَاسْمَعْتُ تَسْمَعُ فَاَقُولُ يَا رَبِّ
اِثْنَتَيْنِ فَيَقُولُ كَلَامُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ لَكَ وَلَكِنْ دَعَوَتِي وَجَلَالِي وَكِبَرِيَّاتِي
وَعَظَمَتِي لَا خَرِجَتْ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي حُجَّةِ الْإِسْمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ اللَّهُ شَفَعَتِ
الْمَلَائِكَةُ وَشَفَعَتِ النَّبِيُّونَ وَشَفَعَتِ الْمُؤْمِنُونَ وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَيَقْبِضُ قُبْضَةً
مِنَ النَّارِ فَيَعْرِضُ بِهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا خَيْرًا فَطُفِدَا عَادُوا وَهُمْ مَا يُكَلِّفُهُمْ فِي نَهْمٍ فِي أَقْوَامِ الْجَنَّةِ

قلب میں ایک ذرہ یا ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان کا نور ہو اسی بھی نکال لو۔ میں جاؤں گا اور حکم کی
تعمیل کروں گا۔ واپس ہو کر پھر ان کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا۔ ارشاد
ہو گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ کہو تمہاری بات مانی جائے گی، مانگو ملیگا، شفاعت کرو قبول ہوگی۔
میں عرض کروں گا خدایا میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ مجھے حکم ہو گا اچھا جاؤ اور اس
مرتبہ جس کے قلب میں ایک رائی کے دانہ سے بھی کم سے کمتر نور ایمان ہو اُسے بھی نکال لو میں جاؤں گا اور
حکم کی تعمیل کر کے چوتھی بار پھر واپس آؤں گا اور پھر ان ہی کلمات سے اس کی تعریف کروں گا ارشاد ہو گا محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ کہو تمہاری بات مانی جائے گی، مانگو ملے گا، شفاعت کرو قبول ہوگی۔ میں عرض
کروں گا پھر وہ راجھے ان کے نکالنے کی بھی اجازت ہو جنہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا ہے ارشاد ہو گا
یہ تمہارا حق نہیں البتہ اپنی عزت و جلال، کبریا، اور بزرگی کی قسم۔ جنہوں نے یہ کلمہ پڑھ لیا ہے انہیں قسم میں
خود نکالوں گا۔ اور ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں یہ مضمون ان الفاظ میں مذکور ہے کہ (چوتھی بار آپ کے
جواب میں ارشاد ہو گا) فرشتے بھی شفاعت کر چکے، خدا کے نبی بھی شفاعت کر چکے اور مومنین بھی شفاعت
کر چکے اب ارحم الراحمین کی باری ہے، لہذا قدرت ایک مٹھی بھر کر ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالے گی جنہوں
نے کبھی کوئی بھلا کام نہ کیا ہو گا یہ لوگ دوزخ میں پڑے پڑے جل کر کوئلہ سیاہ فام ہو گئے ہوں گے، جنت
کے سامنے ایک نہر ہوگی اس میں ان کو ڈال دیا جائے گا وہ اس میں (غوطہ لگا کر) ایسے نکل آئیں گے جیسا
دانہ پانی کی رو میں بہتے ہوئے کوئلے پر آگ آتا ہے۔ اسی طرح یہ موتی کی طرح صاف ستھرے چمکدار
ہو جائیں گے ان کی گردنوں پر مہرں ہونگی ان کی وجہ سے جنتی ان کو عتقار الرحمن کہیں گے (یعنی عذاب
دوزخ سے رخصت کی آزاد کر دہ جماعت) جس نے ان کو پونہی جنت میں داخل کر دیا ہے نہ انہوں نے کوئی اچھا
عمل کیا تھا اور نہ ان کے پیش نظر کوئی نیک نیتی تھی، ان سے خطاب ہو گا جاؤ جتنا تم نے دیکھا تم کو وہ بیا

يَقَالُ لَهُ قَهْرُ الْمُتَوَكِّلِينَ فَيَخْرُجُونَ كَمَا خَرَجَ الْحَمَّةُ فِي حِمْلِ السَّبِيلِ يَخْرُجُونَ كَالْوَلَوْنِ فِي كَاهِمِهِمُ
الْحَوَائِمُ يَقُولُ أَهْلُ الْجَنَّةِ هَؤُلَاءِ عَتَقَاءُ الرَّحْمَنِ أَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ وَعَمَلُهُمْ وَلَا خَيْرَ
قَدَامُهُ يَقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَمِثْلَهُ مَعَهُ - (متفق علیہ) وفي حديث انس عند البخاری
قَالَ لِكَيْصِيْبٍ أَتَوْكُمَا سَفْعٌ مِنَ النَّارِ بِذُنُوبٍ أَصَابُوا مَا عَفُوْبُهُ ثُمَّ يَدْخُلُهُمُ الْجَنَّةُ بِغَيْرِ عَمَلٍ
وَدَحْمَةٍ يَقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِيُّونَ -

(۳۵۱) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ قَوْمٌ

اور اسی کے برابر اور دیا۔ (متفق علیہ) بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ اپنے گناہوں
کی شامت میں عذاب و دوزخ میں گرفتار ہو کر سیاہ فام ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت
سے ان کو جنت میں داخل فرما دیگا ان لوگوں کا لقب جہنمی ہوگا۔

(۳۵۱) عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۵۰) انسؓ کی حدیث میں کلمہ طیبہ کے ایک جز پر نجات کی بشارت مذکور ہے۔ علماء کے مابین اس بارے
میں گفتگو ہے کہ یہ جماعت کوئی جماعت ہے جس کی مغفرت صرف توحید پر ہو جائے گی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ وہ لوگ
ہوں گے جن کو کسی رسول کا زمانہ نہیں ملا اصطلاح میں ان کو اصحابِ فقرہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ ان کے پاس خدا تعالیٰ کا کوئی
رسول آیا ہی نہیں اس لئے ایمان بالرسالت کے یہ سبک بھی نہ ہوں گے اس لئے ان کی نجات بھی صرف خدا تعالیٰ کے
توحید پر ہو جائے گی۔ اب رہے وہ لوگ جنہوں نے کسی رسول کا زمانہ پایا اس کی تعلیمات بھی ان کو پہنچیں اور اس پر
غور و خوض کا انہیں کافی موقعہ بھی ملا اس کے باوجود انہوں نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس کو رد کر دیا تو ہمارے علم میں
ان کے نجات کی ادیانِ سماویہ میں کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ یاد رہے کہ کسی رسول کی بعثت کا دور نہ ہونے یا اس کی
دور بعثت سے لاعلمی کی بنا پر اس پر ایمان و عدم ایمان کی بحث سے خالی الذہن رہنے اور دور بعثت کے پورے پورے
علم کے باوجود اس کے قبول نہ کرنے میں بہت بڑا فرق ہے اگر پہلی قسم کے لوگ قابلِ معذوری سمجھے جائیں تو کیا دوسری قسم
کے لوگ بھی معذور تصور کئے جاسکتے ہیں اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ایمان بالرسالت گویا ایمان کا
رکن ہی نہ رہے صرف خدا تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھنا نجات کے لئے کافی ہو پھر اسی پر مسئلہ ختم نہیں ہوگا بلکہ اس کے
بعد یہ مرحلہ بھی زیرِ غور آئے گا کہ اگر رسول کے توسط کے بغیر صرف عقل کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی وہ پاکیزہ توحید میر
آسکتی ہے جو شرک کی ہر قریب و بعید آلائش سے صاف ہو تو اب رسول کی ضرورت کس درجہ پر باقی رہے گی توحید
خداوندی کے فطری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اگر گرد و پیش کے حالات انسانی ذہنیت کو کندہ نہ کریں تو اس کے دماغ
میں سوائے وحدانیت کے دوسرے تصور سہمی نہیں سکنا لیکن جبکہ باطالعالم ہر جا بجا شرک ہی کا کھیل چل رہا ہو شیطانی
انسانی دماغ کو بجاہت شرک سے ملوث کر رکھا ہو کیا ان حالات میں بھی ایک انسان خدا کی مقدس توحید کو باسانی
پاسکتا ہے؟ یہ بحث ابھی نہیں ہے کہ جو توحید انبیاء علیہم السلام لیکر آتے ہیں اس میں تنزیہ و تشبیہ کے مابین کیسے کیسے

مِنَ النَّكَارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ قَدْ خُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَتَمَوْنَ الْجَنَّةَ قِيَمِينَ - (مرآۃ البحاری)

المؤمن اذا عمل بالفرائض لحل الحلال وحرم الحرام دخل الجنة من غير عذاب الله تعالى
(۲۵۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النُّعْمَانُ بْنُ قَوْقِلٍ فَقَالَ

کی شفاعت پر دروغ سے نکل کر جنت میں داخل کے بجائیں گے ان کا لقب جہنمی ہوگا۔ (بخاری شریف)
جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجا لائے، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہو، کچھ مومن کو غلطی کے بغیر جنت میں داخل
(۲۵۲) جابر بیان فرماتے ہیں کہ نعمان بن قوقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

خوشنما نقش و نگار اور بھی ہوتے ہیں جن کے بغیر توحید کا عقیدہ صرف عقل پر لانی کا ایک سادہ تصور تھا ہے جس
کسی تردد کے بغیر ایمان سادہ کا یہ ایک طے شدہ عقیدہ سمجھنا چاہیے کہ نجات کے لئے رسول پر ایمان لانا بھی اسی درجہ
ضروری ہے جس درجہ خدا تعالیٰ کی توحید پر۔

حضرت استاد قدس سرہ فرماتے تھے کہ ان حدیثوں میں شہادت رسول کا دوسرا جز فکر نہ ہونے کا اہل وارے یہ ہے کہ
جامعت صرف اسی امت کے ساتھ خاص نہ ہوگی بلکہ سب امتوں کی شمول ہوگی اس لئے ان کی نجات کا مشترک نقطہ یہ عقیدہ
توحید ہوگا۔ رسول پر ایمان اپنے اپنے دور کے اعتبار سے ان میں مختلف رہے گا یہی وجہ ہے کہ ان کو آپ کے ہاتھوں سے
نکالا نہیں جائے گا بلکہ اس کا تکفل وہ رحمن فرمائے گا جس کی رحمت کی ساری امتیں اسی طرح متوقع ہوں گی جس طرح کہ ہر
رسول کی امت اپنے اپنے رسول کی سفارش کی۔ قرآن کریم نے جہاں انفرادی دعوت سے قطع نظر انبیاء علیہم السلام کی مشترک
دعوت کو ذکر فرمایا ہے وہاں صرف توحید ہی کو ذکر فرمایا ہے۔ وَالرَّسُلُ مِمَّنْ قَبْلَكَ مِنْ رِيسَالِ الْاَنْبِيَاءِ اَلَا اَنَّكَ اَنَا
فَاعْبُدْنِ۔ ہم نے آپ سے پیشتر جنے رسول جیسے سب کے پاس بھی وحی بھیجی ہے کہ بعد ہمارے سوا کوئی نہیں ہے۔

حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر رسول پر اس کی رسالت کی حقانیت کی وحی بھی یقینی طور پر نازل کی گئی ہے لیکن یہ جز ہر دور کے
معاوضے مختلف تھا جو مشترک نقطہ تمام رسولوں کے دو میں کبھی نہیں بدلا وہ صرف خدا سے توحید ہی اس لئے
رسولوں کی سفارش کر لینے کے بعد جب اس سفارش کا وقت آیا جس کا تعلق نہ تو کسی زمان و مکان سے ہو اور نہ کسی خاص
امت سے تو اس کے لئے وہ ذات متکفل ہو گئی جس کی رحمت پر سب بندوں کا حق یکساں واجب تھا وہ ایک ارحم الراحمین
کی ذات تھی مگر خاتم الانبیاء علیہم السلام کی پشت عامہ کا اثر یہاں بھی اٹھا ہوا ہے بغیر نہ رہا کہ ان کی نجات کی منظوری آپ کی ہی
سفارش پر ہوگی گو اس کا اعجاز قدرت نے براہ راست خدا اپنے ذمے لیا جبکہ عمر بن حصین کی حدیث سے صاف
واضح ہے۔ اس مسئلہ پر واضح رہنا چاہیے کہ ابتداء حدیث شفاعت کبریٰ کے متعلق مئی یعنی بندوں کے حساب و کتاب شروع
ہونے کے بعد درمیان میں کچھ حصہ حذف ہو کر آخر حدیث میں شفاعت صغریٰ کا ذکر آ گیا ہے جو امتوں کے بخشش کے متعلق ہوگی۔
ابو سعید خدری کی روایت میں یہ صاف تصریح موجود ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن کے پاس کوئی نیک عمل نہ ہوگا حتیٰ کہ کسی اپنی
نیک نیتی میں ان کا تبر صفر ہوگا کسی ایک حرف سے بھی یہ اشارہ نہیں ملے گا کہ ان کے پاس توحید کے علاوہ رسول پر ایمان ہی نہ ہوگا۔

حلال کو حلال سمجھنے کے سنی اس کے منصفہ بدل کر نا اور حرم کو حرام کا مطلب حرام سے پہلے جو شخص حلال سے بچتا اور
حرام سے احتراز نہیں کرتا وہ حلال کو حلال سمجھتا ہے اور نہ حرام کو حرام۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَلَكُوتَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَاحْلَلْتُ الْحَلَالَ أَدْخُلُ الْجَنَّةَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ. (رحمہ اللہ)

(۳۵۳) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الشَّافِعِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ
قَوْلًا وَاسْأَلْ عَنْ أَحَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ فِي حَدِيثِ اسْمَةِ غَيْرِكَ قَالَ قُلْ نَأْمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَيْقَمْتُ. (رحمہ اللہ)

اور عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے؟ جب میں فرض نمازیں ادا کروں اور حرام کے ساتھ حرام کا معاملہ کروں
اور حلال کے ساتھ حلال کا تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا آپ نے فرمایا ہاں۔ (مسلم)
(۳۵۳) سُفْيَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الشَّافِعِيُّ رَوَايَتُ كَرَّتْ فِيهِ مِنْ عَرْضِ كِي يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْمِ الْإِسْلَامِ كَلْتَنِي
مَعِيَ كَوْنِي أَيْ جَابِ بَاتِ فَرَادِي كَجَعَلْتُ كَأَبْ كَبَعْدَ كَبَعْرِ كَبَعْرِ كَبَعْرِ كَبَعْرِ كَبَعْرِ كَبَعْرِ كَبَعْرِ
(اسمہ کی حدیث میں بعد کے بجائے غیر کا لفظ یعنی آپ کے سوا کسی دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے)
آپ نے فرمایا آمنت باللہ کہ اس کے بعد اس قول پر پوری طرح قائم رہو۔ (مسلم)

(۳۵۳) استقامت ایک مختصر لفظ ہے اور اس مختصر لفظ میں شرعی تمام نزاکتیں پٹی ہوئی ہیں اسی لئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استقموا دین خصوصاً: دیکھو استقامت کے ساتھ دین پر قائم رہنا مگر معتدلتے
استقامت سے عہدہ برائی ہے شکل۔ ہم جتنا ہو سکے اس میں مدینہ نہ کرنا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے ان الذین قالوا
ربنا الله ثم استقاموا ثم جن لوگوں نے زبان سے اقرار کیا کہ ہمارا ہمدردگار اللہ ہے پھر اس بات پر پوری طرح قائم ہی
رہے ان پر خدا کے فرشتے یہ پیغام لے کر آتے ہیں کہ نہ خوف کھاؤ اور نہ غم اور اس جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم کو
دعہ کیا گیا تھا۔ سُفْيَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَوَايَتُ كَرَّتْ فِيهِ مِنْ عَرْضِ كِي يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْمِ الْإِسْلَامِ كَلْتَنِي
مَعِيَ كَوْنِي أَيْ جَابِ بَاتِ فَرَادِي كَجَعَلْتُ كَأَبْ كَبَعْدَ كَبَعْرِ كَبَعْرِ كَبَعْرِ كَبَعْرِ كَبَعْرِ كَبَعْرِ كَبَعْرِ
جنت کی بشارت کی احادیث میں کہیں کلمہ طیبہ کے ساتھ خالص قلوبہ کا لفظ (خلوص کے ساتھ اپنے دل سے کہے) اور کہیں
بیتخی بذلك وجہ اللہ کی قید (اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کوئی ارادہ نہ ہو) اور کہیں (ثم استقم) کے الفاظ مذکور ہوتے
ہیں ان سب کا مفصل ناک ہے اور وہ اسلام کی مجموعی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اسی کو حدیث جابر میں ذرا اور مفصل الفاظ میں
اٹا کیا گیا ہے یعنی دین کی حلال باتوں پر عمل کرنا اور حرام باتوں سے احتراز کرنا۔ ان جمل الفاظ کو دوسری حدیثوں میں اس
سے اور زیادہ مفصل شکل بس ادا کیا گیا ہے یعنی ان میں ارکان اسلام کے ساتھ کچھ اور تفصیلات بھی آجاتی ہیں پھر
علوم نہیں کہ اگر کسی مقام پر صرف کلمہ توحید پر جنت کی بشارت مذکور ہو جاتی ہے تو فرقہ مرجعہ اس کو اطلاق پر
کیسے عمل کر لیتا ہے۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ کلمہ طیبہ کے ساتھ اگر شرعی اعمال موجود ہیں تو جنت میں داخلہ انشاء اللہ
کسی عذاب کے بغیر ہوگا اور اگر کلمہ طیبہ کے ساتھ عمل کا ذخیرہ نہیں یا کم ہے تو پھر ضابطہ میں تو اس کی سزا جگہ گنتی
پڑے گی اگر رحمت عمود کے تھے تو اس کا فضل ہوگا لیکن اس کے بعد ایمان کی بدولت پھر نجات حاصل ہو جائے گی۔
منزلہ کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ گناہ کرنے سے ایمان ہی باقی نہیں رہتا۔

من لم يعمل بفرائض الاسلام فانه مؤاخذ به ان كان مقرا بالتوحيد والرسالة

(۳۵۴) عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي مَسِيرَةٍ ثَامِدٌ يُجُونَ
الْمَيْلَةَ فَلَا يَرْجُلَنَّ مَعَنَا مُضْعَفٌ وَلَا مُضْعَبٌ فَإِنْ تَحَلَّ رَجُلٌ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ صَعْبَةٌ
مَسْقَطَةٌ قَائِدٌ قَتَّ عُنُقَهُ قَاتٌ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُدْفَنَ لَمْ أَمْرٌ إِلَّا لَا
قَتَادَى أَنْ أَلْبَجَتَهُ لِأَتَحَلَّ لِعَاصٍ (رحمہ اللہ) فی المستدرک فی کتاب منہ انفی ولم یعقبہ الذہبی

(۳۵۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ
يُقَالُ لَهُ كَرَكْرَةٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ قَدْ هَبَّوْا
يَنْظُرُونَ وَوَجَدُوا عِبَادَةً قَدْ غَلَبَهَا. (رحمہ اللہ البغاری)

(۳۵۶) عَنْ يَزِيدَ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جو شخص فرائض اعمال و انہیں کرتا وہ مواخذہ کریں انہیں اگرچہ توحید رسالت کا معترف بھی ہو
(۳۵۴) ثوبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک سفر میں فرمایا
آج شب ہم اندھیرے اندھیرے روانہ ہو جائیں گے لہذا ہمارے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس کے پاس
کمزور یا کمزورے مزاج کا اونٹ ہو، اس کے بعد بھی ایک شخص نے اپنی کمزوری اونٹنی کو لی، نتیجہ یہ ہوا
کہ وہ اس پر سے گرا، اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ آپ نے اس کے دفن کرنے کا حکم دیا پھر بلائ
کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جنت کسی نافرمان کے لئے حلال نہیں ہے۔ انھوں نے حسب الحکم
یہ اعلان کر دیا۔ (حاکم)

(۳۵۵) عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کی نگرانی
کے لئے ایک شخص تعینات تھا جس کا نام کرکڑ تھا اس کا انتقال ہو گیا آپ نے یہ سن کر فرمایا وہ تو
دوزخ میں ہے (یہ سن کر) صحابہ اس کا سامان ٹھونسنے لگے دیکھا تو اس میں (بال غنیمت کا) ایک عبا
ملا جو اس نے خیانت کر کے چرایا تھا۔

(۳۵۶) یزید بن خالد سے روایت ہے کہ خیبر کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں

(۳۵۶) آخر توحید و رسالت کے ان معترفین سے بھی دو دودھم کی حقیر چوپایوں کا مواخذہ ہو کر رہا اور
صرف اس بار پر کہ انھوں نے ایک مرتبہ مکہ طیبہ پر چلے لیا تھا اس معمولی نعرش کی باداش سے نجات نہ مل سکی خدا تعالیٰ کی

تَوَفَّى يَوْمَ خَيْبَرَ قَدْ كَرَّ وَالرَّسُولُ اللهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبُكُمْ فَتَغَيَّرَتْ
وُجُوهُ النَّاسِ لِذَلِكَ فَقَالَ إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ غَلَّ فِي سَبِيلِ اللهِ فَغَشَّيْنَا مَنَاعَهُ فَوَجَدَ تَاخَرًا
مِنْ خَيْرِ يَهُودٍ لَا يُسَاوِي دِينَهُمْ (مرہاء مالک و ابوحار و النسائی)

(۳۵۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَهْدَى رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَامًا يُقَالُ
لَهُ مِدْعَمٌ بَيْنَهُمَا مِدْعَمٌ يَحْطُرُ رَحْلًا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَهُ سَهْمٌ
عَاهِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَيْبَتُكَ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَ
الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشُّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَ هَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمُغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَامُ مِمَّنْ
لَسْتُ تَعْمَلُ عَلَيْهِ نَارًا أَكَلَمَا مَعَهُ ذَلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ يُشِيرُ إِلَيْهِ أَوْ يُشِيرُ إِلَيْهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا (نماز جنازہ کے لئے جب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تو
آپ نے فرمایا اپنے رفیقِ رحیم ہی نماز پڑھ لو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ سے کنارہ کشی دیکھ کر
لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے، آپ نے فرمایا اس شخص نے جہاد کے مال میں خیانت کی ہے اس کا سامان
تلاش کیا گیا تو اس میں یہود کے منکوں میں کا ایک منکا ملا جس کی قیمت دو درہم بھی نہ تھی۔ (مالک)

(۳۵۴) ابوریرہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں ایک غلام بطور ہدیہ پیش کیا جس کا نام مدغم تھا۔ یہ مدغم اونٹ سے آپ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک
کسی نامعلوم سمت سے ایک تیراگر لگا اور اس کو ختم کر دیا۔ لوگ بولے لو اس کے لئے جنت مبارک ہو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ اوئی سی
چادہ جو اس نے خبر کی غنیمت میں سے قبل از تقسیم لے لی تھی آگ کی صورت میں اسی پر پھڑک رہی ہے جب
لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک شخص (گیا) اور آپ کی خدمت میں چڑے کے ایک یا دو کسے لیکر آیا آپ نے

رحمت کا فیاض ہاتھ تو کوں کپڑا دکھاتا ہے مگر یہاں گفتگو صرف اس دائرہ میں ہے جو آئین اسلامی کے تحت ہو سکتی ہے
مرجس نے یہ غلط سمجھا ہے کہ صرف ایمان لا کر جنت کی ضمانت حاصل ہو جاتی ہے اور اب خدا کی گرفت کا کوئی
کھٹکا باقی نہیں رہتا ہرگز نہیں اس کو شرعی اور دوزاہی کا پورا پورا احترام بھی بھالانا ہوگا بلکہ بڑی سے بڑی قربانیاں
کر کے اپنے اقربا و فاماری کا استعان بھی دینا ہوگا۔ ام حسبکم ان تدخلوا الجنة ولما بانکم مثل الذين خلوا منكم
(۳۵۴) یہ غلام رفیع بن زید نے بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا اس کے متصل ہی آپ کو غزوہ پیش
آگیا اور اسی میں یہ بھی شہید ہو گیا (دیکھو بخاری شریف ص ۱۹) اس سے معلوم ہوا کہ ابھی اس کو آپ کی فیضِ صحبت اٹھانے کا
موقع نہ ملا تھا۔

فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَابِئِ الْأَوْشَرِ أَكَاثِرُ مِنْ نَابِئِ (متفق عليه)

(۳۵۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ حَيْبَرِ أَقْبَلَ نَكْرٌ مِنْ صَعَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا فَلَا نَشْهَدُ وَلَا نَشْهَدُ حَقٌّ مُرُوَا عَلَى رَجُلٍ فَقَالُوا لَكُنْ شَهِيدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا لَئِنْ رَأَيْتُ فِي النَّكَرِ فِي مِرَدَةٍ غَلْبًا أَوْ عِبَادَةً لَمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِذْ هَبْ فَتَادِي النَّاسَ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ فَلَمَّا قَالَ فَخَرَجْتُ فَتَادَيْتُ الْأَلَاءَةَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ فَلَمَّا (مرآۃ مسلم)

من ترك خصلۃ من خصال الاسلام فقصل يمانہ

(۳۵۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ

فرمایا یا ایک یا دو تھے در حقیقت آگ کے تھے ہیں۔ (متفق علیہ)

(۳۵۸) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے بیان کیا کہ جب خیبر کی جنگ ہوئی تو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ آکر کہنے لگے فلاں شہید ہو گیا، فلاں شہید ہو گیا یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس سے گئے تو اس کے متعلق بھی یہی کہا کہ فلاں شہید ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے تو اس کو آگ میں جلتا ہوا دیکھا ہے، اس سزا میں کہ اس نے ایک چادر یا ایک عبا (راوی کو شک ہے) چرایا تھا اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اے ابن الخطاب جاؤ اور لوگوں میں یہ اعلان کرو کہ جنت میں صرف مومن جائیں گے تین بار فرمایا عفر فرماتے ہیں میں نے باہر آکر اعلان کر دیا کہ جنت میں صرف مومن جائیں گے تین بار فرمایا (مسلم)

جو اسلام کے کسی حصہ کو ترک کرتا ہے اس کا اسلام ناقص ہو جاتا ہے

(۳۵۹) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسلام یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ، باضابطہ نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو بیت اللہ کا حج کرو، بھلی بات بتایا کرو، بری سے روکا کرو (مگر میں اگر مگر والوں کو سلام)

(۳۵۹) یہ حدیث محدثین کے مذاق کے موافق ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کا اسلام کے ساتھ جڑنے کا تعلق ہے مگر بظاہر ہے کہ اس حدیث میں اصل پہلی حدیثوں میں اصل مسئلہ خلافت نہیں ہونا چاہئے اس لئے بعضوں نے تو اسلام کے یہ اطلاق مان لئے ہیں، ایک طرف شہادتیں پر بدھم مجموعہ دین پر۔ اور کسی نے اس کو اعمال کی اہمیت بتانے کا صرف ایک سلوب بیان قرار دیا ہے۔

لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُفِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتُحْجُّ الْبَيْتَ وَالْأَفْرَ
بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتَسْلِمُكَ عَلَى أَهْلِكَ لَمَنْ انْتَقَصَ شَيْئًا مِنْهُمْ فَهُوَ تَهْمٌ مِنَ
الْإِسْلَامِ يَدْعُو مَنْ تَرَكَنَ كُفْرَهُ فَقَدْ وَنَى الْإِسْلَامَ ظَهَرَهُ (مرآۃ المحاکم فی المستدک ص ۲۱)

(۳۹۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا شَيْءٌ
قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنَ الشَّيْءِ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْلَمْ شَيْءَ بِطَاعَةِ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهُ مَعْصِيَةً (مرآۃ ابن ماجہ)

(۳۹۱) عَنْ أَوْسِ بْنِ ثَرْجِيلٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَضَى مَعَ
ظَالِمٍ لِيَقْوِيَهُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ حَرَّمَ مِنَ الْإِسْلَامِ - (مرآۃ البیہقی فی شعب الایمان)

(۳۹۲) عَنْ يَحْيَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَمَلَ - (مرآۃ البیہقی فی شعب الایمان)

کیا کرو جو شخص ان باتوں میں کوئی بات نہیں کرتا وہ اسلام کا ایک جز ناقص کرتا ہے اور جو ان سب ہی کو چھوڑ
دے اس نے تو اسلام سے اپنی پشت ہی پھیر لی - (حاکم)

(۳۹۰) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں کوئی نہ جائیگا
مگر بد بخت دریافت کیا گیا یا رسول اللہ بد بخت شخص کون ہوگا فرمایا جو اللہ کے واسطے کوئی نیک کام نہ
کرے اور اس کے دوسرے کوئی گناہ نہ چھوڑے - (ابن ماجہ)

(۳۹۱) اوس بن ثرجیلؓ روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے
جو شخص جان بوجھ کر کسی ظالم کے ساتھ اس کے ظلم کا ساتھ دینے کیلئے گیا وہ اسلام کی سرحد کو باہر ہو گیا (شعب الایمان)

(۳۹۲) یحییٰ بن حکیمؓ اپنے باپ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے غصہ ایمان کی حلاوت اس طرح برباد کر دیتا ہے جیسا ایلو شہد کی - (شعب الایمان)

(۳۹۰) تمام تعبیرات کسی بات پر درودینے کیلئے فقط ایک کلمہ بیان ہوتی ہیں گویا جو شخص قلم کی مدد کیلئے اپنے گھر
سے باہر قدم نکال رہا ہے وہ یہ سمجھ کر قدم نکالے کہ وہ گویا اب اسلامی احکام کے دائرہ سے قدم نکال رہا ہے -

(۳۹۲) بعض اعمال کی زد تو اسلام کی بنیاد پر پڑتی ہے اور بعض وہ ہیں جن سے اس کی صرف ظاہری نیربائش بدنامی ہو
اور بعض وہ ہیں جن سے اسلام کی شہرت ختم ہو جاتی ہے اور کچھ وہ بھی ہیں جن سے اس کے دائرہ میں تلخی آجاتی ہے غصہ ایسی صفت ہو
جس سے شرانہ کا دائرہ سخت بڑا رہے ہوتا بلکہ دائرہ ایمان بڑھتا یا عام حالات میں غصہ ایسی ہی خراب چیز ہے لیکن اگر اپنے مولیٰ اور اس
کے دین کی خاطر ہو تو یہ عین ایمان ہے اس سے ایمان کی جانتی دینی ہوتی ہے جس کو خلاف شرع امر پر غصہ نہیں آتا اس کو یقین کر لینا
چاہئے کہ اس کا ایمان پہلے سے بے دائرہ ہے اس میں ملہ ہنت اور مہانت کا زہر پہلے سے شامل ہے -

(۳۶۳) عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ قُلْنَ قِي
الْكَثْرَ الْإِسْتِغْفَارَ فَإِنَّ زَيْنَتَكُمْ أَكْثَرُ أَهْلِ الْكَافِرِ فَقَالَتْ زَيْنَةُ كُنْتُ مِنْهُنَّ جَزَلَةً وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَكْثَرُ أَهْلِ الْكَافِرِ قَالَ كَثُرْنَ اللَّعْنُ وَكَثُرْنَ الْعَشِيرَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتٍ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ
لِيَدِي لَيْتَ مِنْكُمْ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا نَقْصَانُ الْعَقْلِ وَالْدِينِ قَالَ أَمَّا نَقْصَانُ الْعَقْلِ
فَقَهَادَةُ أَهْلِهَا أَنْ يَتَعَدَّلَ شَهَادَةً رَجُلٍ فَهَذَا نَقْصَانُ الْعَقْلِ وَتَمَكُّتُ اللَّيَالِي مَا تَصِلُ وَلَقَطُورُ
فِي رَمَضَانَ فَهَذَا نَقْصَانُ الدِّينِ - وَلَقَطُ الْبَخَارَى الْكَيْسَ إِذَا حَاصَتْ لَمْ تَصِلْ وَلَمْ تَصُدْ
قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نَقْصَانِ دِينِهَا. (رواه الخمسة)

(۳۶۳) ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے (ایک بار) فرمایا
اے عورتوں کی جماعت تم (خاص طور پر) صدقہ دیا کرو اور زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ دو چیزوں میں زیادہ
تعداد میں سے عورتوں کی دیکھی ہے ان میں ایک ہوشیار عورت بولی یا رسول اللہ تم نے کیا قصور کیا ہے کہ تم
دورخ میں زیادہ جاؤ گے آپ نے فرمایا تمہیں (یہ تم گفتگو میں) لعنت کرنے کی زیادہ عادت ہوئی ہے اور تم
اپنے شوہر کی بھی بہت ناشکری کرتی ہو میں نے تم جیسا دین و عقل میں ناقص ہو کر پھر ایک دانشمند شخص پر غالب
آجائے والا کسی کو نہیں دیکھا انھوں نے عرض کیا ہمارے عقل و دین کے نقصان کی تشریح فرمادیجئے آپ نے
فرمایا تمہارے عقل کا نقصان تو ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی برابر سمجھی جاتی ہے یہ تو عقل کا نقصان
ہوا اور دوسری کئی باتیں ایسی گزر جائیں گی کہ تم نماز نہیں پڑھ سکتیں اور رمضان شریف کے روزے نہیں رکھ سکتیں
یہ دین کا نقصان ہوا۔ اور بخاری میں یہ مضمون اس طرح ہے اچھا تو کیا یہ بات نہیں کہ جب عورت کو حیض
آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے انھوں نے عرض کیا ایسا تو ضرور ہوتا ہے آپ نے فرمایا تو
پھر یہی تو اس کے دین کا نقصان ہے۔ (بخاری و مسلم وغیرہ)

(۳۶۴) حافظانِ تہذیب فرماتے ہیں کہ اسلام اس مجموعہ آئین پر عمل کرنے کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
انسانی زندگی کے لئے بکراتے تھے صرف زبانی قول کا نام نہیں اس لئے جو شخص اس مجموعہ پر جتنا زیادہ عمل پیرا ہوگا اس
کا دین بھی اتنا ہی زیادہ مکمل شمار ہوگا اور جو عمل میں جتنا پیچھے رہ جائے گا وہ اتنا ہی اپنے دین میں بھی ناقص کہا جائیگا عورت
اپنے فطری عذر کی بنا پر کچھ مدت نماز اور روزہ سے سہل رہتی ہے اس لئے اس کا دین بھی اس مرد کی نسبت ناقص ہونا چاہیے
جو کسی وقت عبادت سے سہل نہیں ہے عورت کے دینی نقصان کی ٹیک شرح یہ ہے (دیکھو کتاب الایمان ملاحظہ)
رہا یہ سوال کہ صفتِ شام کا یہ فعل اختیاری نہیں بلکہ فطری ہے۔ ان کے دینی نقصان کا موجب کیوں ہوا
تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس فطری نقصان کے ساتھ فریبت ان سے صفتِ رات کے کمالات حاصل کرنے کا

لینے یا میل دین اور تلاوۃ القرآن و امثالہا فقط موجب الدخول الجنة و انما یجب
لہا التصدیق والعل بالاحکام

(۳۶۳) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ نَاعِمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ يَدْعَى الْإِسْلَامَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهَا الْجُرَاحُ فَأُثْبِتَتْهُ قُبَاءُ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ الَّذِي تُحَدِّثُ أَنَّ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَاتِلٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهَا الْجُرَاحُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا إِنَّهُ مِنْ

جنتین کی قوی تا یہ ریاضت لاوٹان کرنے و جہد میں قیاس کیلئے تمام احکام اسلامی پر عمل پیرا ہونا ہی ضروری
(۳۶۴) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ خیبر میں شریک ہوئے تو اپنے
ساتھیوں میں ایک ایسے شخص کے متعلق جو اسلام کا دعویٰ بھی کرتا تھا آپ نے ارشاد فرمایا یہ دوزخوں میں ہے
لیکن جب جنگ کا وقت آیا تو اس شخص نے بڑی سرگرمی سے جنگ کی اور اتنے زخم کھائے کہ اس میں حرکت
کرنے کی بھی طاقت نہ رہی۔ یہ سادہ کھ کراپ کے صحابہ میں ایک شخص نے (اگر) کہا یا رسول اللہ فرمائیے جس شخص کے
متعلق آپ کہتے تھے کہ وہ دوزخی ہے اس نے تو (آج) اللہ کی راہ میں بڑی سرگرمی سے جنگ کی ہے زخموں و
اس کا جسم جو چور چور ہو گیا ہے آپ نے فرمایا پھر سن لو کہ وہ دوزخی ہے اس پر قریب تھا کہ بعض مسلمانوں کے

(بعض از صفہ گذشتہ) مطالبہ کرتی تو بیشک نا انصافی ہوتی مگر ان سے مطالبہ ہے تو ان ہی کمالات کا ہے جو ان کے عالم میں
کمال تصور رکھتے جاتے ہیں قدرت نے اگر انسان کو بازو سے پرواز نہیں دیئے اور اس حیثیت سے اس کو ایک پرندے سے ناقص بنایا
ہے تو اس سے اڑنے کا مطالبہ بھی نہیں کیا پھر اسے اس کا کیا حق ہے کہ وہ قدرت سے اپنے اس نقصان کا ملکہ کر کے اصل یہ ہے کہ
اجناس ہوں یا انواع سب خدا کی مخلوق ہیں اور سب ہی میں ایک نہ ایک جہت سے نقصان موجود ہے۔ شریعت اس فطری نقصان
پر تم سے مواخذہ نہیں کرتی تم کمال و نقصان کی اس تقسیم سے اس پر اعتراض مت کرو۔ ولا تقنوا بما فضل اللہ بہ بعضکم
علی بعض و اسألوا اللہ من فضله۔ اللہ سے ان فضیلتوں کی تبادلت کرو جن کی بنا پر اس نے تم میں ایک کو دوسرے پر
فضیلت بخشی ہے بلکہ صرف اس کی مہربانی اور عنایت مانگا کرو جو تمہارے مقدر کا ہے تم کو مل جائیگا۔

(۳۶۴) اسلام کی اعانت وہ مقبول عمل ہے جس کی بدولت وحی الہی نے اہل مدینہ کو انصار کا لقب دیا تھا۔
اسی لئے صاحب نبوت کو یہ تنبیہ کرنی ضروری ہوئی کہ دنیا اعانت و نصرت کے صرف ظاہری عمل کو دیکھ کر کسی کے متعلق کوئی
فیصلہ کرنے میں عجلت نہ کرے۔ قبولیت کا اہلی مدار ایان اور اعمال صالحہ پر ہے اگر نہیں تو صرف دینی نصرت کا عمل خواہ کتنا
ہی بلند پایہ کیوں نہ ہو مگر وہ بھی نظر رب العزیز میں کچھ نہیں۔ بیان قدرت کا ایک آئین اور بھی ہے اور وہ یہ کہ وہ چاہے تو
دشمن سے بھی اپنا کام لے لیتی ہے۔ مشہور ہے کہ

عدو شود سب خبر خدا خواہد

أَهْلَ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَرْتَابُ فِيمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ إِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ النَّجْمِ أَحْمَرٍ
فَأَهْوَى بِبِيَدِهِ إِلَى كُنَافَتِهِمْ فَأَنْتَزَعَ مِنْهَا سَهْمًا فَأَنْتَحَرَ بِهِ فَأَشْتَدَّ رِجَالُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَدَّقَ اللَّهُ حَدِيثَكَ قَدْ أَنْتَحَرَ فَلَانُ
فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَأَوْزِنْ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا
مُؤْمِنٌ فَإِنَّ اللَّهَ كَيُوتِدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ. (رمضان البغاري ص ۳۶۵)

(۳۶۵) مَن آتَى سَلَمَةً وَعَطَاوْنَ يَسَارًا هُمَا آتِيَا أَبَا سَعْدٍ الْخُدْرِيَّ فَسَأَلَاهُ عَنْ
عَنِ الْحَرُورِيَّةِ أَسْمَعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَدْرِي مَا الْحَرُورِيَّةُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَخْرُجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ وَلَعْدُ يَقُولُ مِنْهَا قَوْمٌ يَخْفُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ
صَلَاتِهِمْ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَابِرُونَ خُلُقَهُمْ وَأَخْلَاصَهُمْ يَمُوتُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا مَاتَ قَوْمٌ

دلوں میں شبہ پڑنے لگا۔ اسی وجہ سے بعض مسلمانوں میں شک پیدا ہوا کہ اس شخص کو زخموں کی تکلیف زیادہ محسوس ہوئی
(اور وہ اس پر صبر نہ کر سکا) خواہ اس نے کئی کئی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس میں سے ایک تیر نکال کر اپنے سینے کے
پار کر دیا یہ دیکھ کر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑ پڑے اور بولے یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کی پیشگوئی سچی کر دی، فلاں شخص نے اپنے سینے میں تیر مار کر خود کشی کر لی آپ نے فرمایا: بلال! اعلان
کرو کہ جنت میں صرف مومن جائیں گے اور یوں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید و توثیق فرمادی گی (رمضان البغاری ص ۳۶۵)
(۳۶۵) بولسمہ اور عطار دونوں ابو سعید خدری کے پاس آئے اور حروریہ (خوارج) کے متعلق

ان سے دریافت کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرقہ حروریہ کے متعلق کچھ سنا ہے انہوں نے کہا
میں تو یہ نہیں جانتا کہ حروریہ کیا فرقہ ہے ہاں میں نے آپ کو یہ فرماتے تو سنا ہے کہ اس امت میں کچھ لوگ پیدا
ہوں گے (اور فی ہذہ الامۃ کی بجائے راوی نے ہنسا کا لفظ نہیں کہا) اس درجہ عبادت گزار ہوں گے کہ ان کی
نمازوں کے سامنے ہمیں اپنی نمازیں بیچ نظر آئیں گے۔ قرآن کی تلاوت بھی کریں گے مگر وہ ان کے گلے کے
نیچے نہ اترے گا۔ دین سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے تیر انداز اپنے تیر کی لکڑی

مگر آج اس کے برعکس دنیا کی نظروں میں فیصلہ عمل پر رہ گیا ہے اور روح ابانی سے کوئی بحث نہیں رہی۔ انا اللہ
وانا الیہ راجعون۔

(۳۶۵) قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی مقدس کتاب نہیں اور اس کی تلاوت سے بڑھ کر کوئی مقدس عمل نہیں مگر دین صرف
اسے ہی صحت کا نام نہیں اس کے اصول و احکام کچھ اور بھی ہیں جن کے بعد اعمال کے حسن و قبح سے بحث ہو سکتی ہے۔ فروعی

السَّامِعُونَ الرَّمِيَّةَ فَيَنْظُرُ الرَّامِي إِلَى سَهْمِهِ إِلَى نَصْلِهِ إِلَى رِصَافِهِ فَيَقَارَى فِي الْغُرُفَةِ
هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنْ الذِّمِّ شَيْءٌ - (نہاد البخاری ص ۱۸۱)

سرعت الناس علی الصراط تكون بقدر اعمالهم فی دنیا

(۳۶۶) عَنْ حَدِيقَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى النَّاسُ فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى تَزُلْ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَأْتُونَ أَدَمَ فَيَقُولُونَ يَا أَبَا نَا
اسْتَفْتِنَا كُنَّا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ وَهَلْ أَخْرَجَكُمُ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةٌ إِيَّاكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ
إِذْ هَبَوَ إِلَى ابْنِي إِسْرَافِيلَ خَلِيلِ اللَّهِ قَالَ يَقُولُ إِبْرَاهِيمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ
خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ عَمْدٍ فَلَا إِلَهَ إِلَّا مُوسَى الَّذِي كَلَّمَ اللَّهُ تَكَلِيمًا فَيَأْتُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ

دیکھتا ہے اس کا لوہا اور پروں کو دیکھتا ہے پھر اس کے پچھلے حصہ کو دیکھتا ہے مگر اس کو یہ شبہ ہی رہتا ہے
کہ اس میں کہیں خون کا نشان بھی لگا ہے یا نہیں۔ (بخاری شریف)

پل صراط پر لوگوں کی رفتار دنیا میں ان کے اعمال کی شدت ضعف کے مطابق ہوگی

(۳۶۶) حذیقہ اور ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کو
(قیامت میں) جمع کرے گا مسلمان کھڑے ہوں گے اور ان کے سامنے جنت قریب کر دی جائیگی وہ حضرت
آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے والدہ زکوٰۃ رحمہم لوگوں کے لئے جنت کا دروازہ کھلوانا مجھے
وہ فرمائیں گے میں اس کام کے لائق کہاں، اپنے والد کی ایک فروگزاشت ہی کی بدولت تو تم جنت سے باہر
نکلے ہو، جاؤ میرے فرزند ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خدا کے خلیل ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں
میں اس خدمت کے قابل کہاں میں تو بس دور دور ہی سے خلیل تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان سے
اللہ تعالیٰ نے بڑی خصوصیت سے باتیں کی ہیں وہ ان کے پاس آئیں گے یہ فرمائیں گے میں اس خدمت کے

اعمال میں تو ایک کا فر بھی مسلمان سے فوقیت لے جاسکتا ہے مگر جب اس کے اعمال کی بنیاد ہی غلط ہو تو اس کے
اعمال کی بلندی صرف ایک بے بنیاد تعمیر کی مثال ہوگی۔

(۳۶۶) اعمال کو ایسا کا جزیہ نہیں مگر مگر جزیہ کے عقیدہ کی طرح غیر ضروری بھی نہیں بل صراط کو عبور کرنا اعمال میں
شدت و ضعف پر ہی منحصر ہے۔

فَيَقُولُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ اِذْ هُوَ اِلَى عِيسَى كَلِمَةً اَللّٰهُ وَرُوْحُهُ فَيَقُولُ مَعِي لَسْتُ بِصَاحِبِ
 ذَلِكَ فَيَا تَوْنُ لِحَمْلٍ اَتَقِيْقُوْمُ فَيُوْذَنُ لَهُ وَيُرْسَلُ اَلْاَمَانَةُ وَالرَّحِمَةُ فَيَقُوْمَانِ جَنْبَتِي الصِّرَاطِ
 يَمِيْنًا وَشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوْ لَكُمْ كَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ يَا بَنِي اَنْتَ وَاُقِيْ اَيُّ شَيْءٍ كَثُرَ الْبَرْقُ قَالَ اَمَّ
 تَرَوْا اِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِيْ طَرَفَةِ عَيْنٍ لَّمَّا كَثُرَ الرِّجْمُ ثُمَّ كَثُرَ الظَّنُّ وَشَدَّ الرِّجَالُ
 فَجِيءَ بِهَذَا اَعْمَالُهُمْ وَنَبِيْكُمْ قَائِمًا عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ يَا رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتَّى تَعْمُرَ اَعْمَالُ
 الْعِبَادِ حَتَّى يَخْرُجَ الرَّجُلُ لَا يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ اِلَّا زَحْفًا وَقَالَ وَفِيْ حَافَتِي الصِّرَاطِ كَلَابُيبُ
 مَعْلَقَةٌ مَا مَوْزُهَا تَأْخُذُ مَنْ اِمْرَأَتْ بِهٖ فَتَعْبُدُ وَشُ نَاجِمٌ وَمُكْرَدِسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِي نَفْسُ
 اِيْنِ هُرَيْرَةُ بِيدِهِ اِنْ قُفِّرَ جَهَنَّمُ لَسَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (سواء مسلم)

لأن کہاں، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ کن سے پیدا ہوئے اور روح اللہ
 کہلائے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں بھی اس لائق کہاں۔ اس کے بعد لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں حاضر ہوں گے آپ شفاعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور آپ کو اجازت مل جائے گی
 (اور حساب شروع ہو جائے گا) اس دن صفت امانت اور صلہ رحمی کو راتنی اہمیت دی جائیگی کہ ان کو
 ایک حق فعل دیدی جائے گی (یہ) ہل صراط کے دائیں بائیں کھڑی ہو جائیں گی (تاکہ اپنی رعایت کرنے والوں کی
 سفارش اور نہ رعایت کرنے والوں کا شکوہ کریں) پھر تہارا پہلا قافلہ بجلی کی طرح تیزی کے ساتھ گزر جائیگا
 راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا آپ ہر میرے ماں باپ قربان، بجلی کی طرح تیز گزرنے کا کیا مطلب ہوا
 فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح ہل بھر میں گزر کر لوٹ بھی آتی ہے (اسی تیزی کے ساتھ تہارا گزرنا
 ہوگا) پھر ہوا کی طرح پھر تیز پرندے کی طرح پھڑپھڑانوں کی دوڑ کی طرح غرض کیسے ان کے اعمال ہوں گے
 اسی تیزی کے ساتھ وہ ان کو لبائیں گے اور تہارا نبی کھڑا ہوا یہ دُعا! انگ رہا ہوگا میرے پروردگار ان کو
 سلامتی سے گنڈا ان کو سلامتی سے گنڈا، یہاں تک کہ اب یہ اعمال اور گناہگار لوگوں کا نمبر آجیگا حتیٰ کہ
 ایک شخص وہ ہوگا جسے گسٹ کر چلنے کے سوا طاقت نہ ہوگی فرمایا کہ ہل صراط کے دونوں طرف کاٹے
 نکلے ہوئے ہوں گے اور جس کے متعلق حکم دیا جائے گا وہ اس کو کھینچ لیں گے پس جس کے صرف کھروچ
 آئے گی وہ تو نجات پا جائے گا اور جس کے ہاتھ پر باندھ دیئے جائیں گے وہ دوزخ میں جائے گا۔
 (ابو ہریرہؓ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ) اس کی قسم جس کے دست قدرت میں ابو ہریرہؓ کی جان ہے جہنم کی گہرائی
 ستر سال کی مسافت ہے۔ (مسلم)

الاسلام یدرس بالمعصیت مکاید رس وشی الثوب

(۳۶۷) عَنْ حَدِیْقَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذُرُّهُمُ الْإِسْلَامُ كَمَا يَذُرُّهُمُ وَشْيُ الثَّوْبِ لَا يَذُرُّهُمُ مَا صَبَّاهُمْ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا سُكُّ وَلَا تُسْرَى عَلَى كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقَى فِي الْأَرْضِ مِنْهُ آيَةٌ وَيَبْقَى طَوَائِفُ مِنَ النَّاسِ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالنَّجْوَرُ الْكَبِيرُ يَقُولُونَ أَدْرَسْنَا أَبَاءَنَا عَلَى هَذِهِ الْكَلِمَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَفَعَلْنَا نَقُولُهَا فَقَالَ حَمَلُهُ فَمَا تَعْنِي عَنْهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَذُرُّونَ مَا صَبَّاهُمْ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا سُكُّ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حَدِیْقَةُ

گناہ کرنے سے اسلام اسی طرح پرانا ہو جاتا ہے جیسا کپڑا استعمال سے

(۳۶۷) حدیث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار گھس جاتے ہیں اور رانہ پڑ جاتے ہیں اسی طرح نور اسلام بھی ایک زمانہ میں ماند پڑ جائے گا پھر کسی شخص کو یہ علم تک نہ رہے گا کہ روزہ کیا چیز ہے اور صدقہ و حج کیا چیز ایک شب آئے گی کہ قرآن سینوں سے اٹھایا جائے گا اور زمین پر اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔ متفرق طور پر کچھ ہندو مرد اور کچھ بوڑھی عورتیں رہ جائیں گی جو کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے کلمہ لا الہ الا اللہ سنا تھا اس لئے ہم بھی یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ (صلہ ایک شخص کا نام ہے) نے پوچھا جب انھیں روزہ، صدقہ، اور افعال حج کا بھی علم نہ ہوگا تو بھلا صرف یہ کلمہ انھیں کیا سودمند ہوگا۔ حدیث نے اس کا کوئی جواب نہ دیا انھوں نے

(۳۶۷) وہب بن منبہ کی حدیث میں اعمال کو مفاسد کے اسباب سے یعنی کبھی کے دندانوں سے اور اس حدیث میں کپڑے کے نقش و نگار سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ نہ کبھی دندانے گھس جاسکے بعد زیادہ کارآمد رہتی ہے نہ کپڑا بڑھانا ہونے کے بعد قابل استعمال ہوتا ہے مگر یہ بھی نہیں ہوتا کہ کبھی کی حقیقت یا کپڑے کی حقیقت معدوم ہو جائے ان کا وجود پھر بھی باقی رہتا ہے۔ دیکھیے اس قسم کی تمام حدیثوں میں سوال و جواب کا دائرہ صرف اعمال تک محدود ہے۔ رسالت کی شہادت ہونے نہ ہونے کا خیال کسی بھی کے ذہن میں نہیں گذرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سوال اس زمانہ میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا جہاں مشکم خردی کلام کرتا تھا آج نذر اسے حجاب نے بدعت ذہنوں میں بلا وجہ یہ سوال پیدا کر دیا ہے تفصیلی بحث پہلے کی جا چکی ہے اسلامی انقلابات میں یہ ایک عظیم انقلاب کی پیشگوئی ہے کہ جس امت نے بیضا ارض پر خدا کی توحید کا پرچم لہرایا تھا ایک دن آسٹیکا کہ وہی اس سے انہی جاہلی ہو جائے گی کہ اس کے دماغ میں اس کلمہ کا نقش صرف اپنی آبائی تاریخ کی ایک نشانی بن کر رہ جائے گا۔ ایسی نازک حالت کے متعلق حدیث نہیں چاہتے تھے کہ اپنی زبان سے کوئی صاف جواب دیں مبادا منفرت کا حکم سن کر پست طبائع میں اور ہل انجاری پیدا ہو جائے لیکن جب ان کو مجبور کیا گیا تو جو حقیقت تھی وہ انھیں واضح کر دینی پڑی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل مزارعات صرف توحید و رسالت ہے اور اسی بنا پر اس کو

فَرَدَّ عَلَيْهِ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَعْزِضُ عَنْهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ يَا حَلَّةُ تُنْفَعِيهِمْ مِنْ
التَّائِبِينَ مِنْ النَّارِ تُنْفَعِيهِمْ مِنَ النَّارِ (مرہا الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم ورواه ابن ماجہ کانی
کتاب الفتن من الرحمة المہدلة)

(۳۶۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
الْإِيمَانَ لَيُغْلِقُ فِي جَوْفِ أَحَدِكُمْ كَمَا يَغْلِقُ الثَّوْبُ الْخُلُقُ فَاسْكُتُوا اللَّهُ أَنْ يُخَوِّدَا الْإِيمَانَ
فِي قُلُوبِكُمْ (مرہا الحاکم فی المستدرک من قال الذہبی رواہ ثقات)

(۳۶۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدُّو الْإِيمَانُ نَكْمَةُ

تین بار بھی سوال دہرایا۔ ہر بار بذنیہ اعراض ہی کرتے رہے ان کے تیسرے بار اصل کے بعد فرمایا اے صلہ یہ
کلمہ ہی ان کو عذاب و عذرا سے نجات دلا دے گا۔ تین بار فرمایا۔ (حاکم)

(۳۶۸) عبد اللہ بن عمر بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
ایمان تمہارے سینوں میں اسی طرح پڑتا اور گروہ ہو جاتا ہے جس طرح کپڑا پڑنا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ
سے دعا کر لیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان پھر سر نوینا اور مستحکم کر دے۔ (مستدرک)

(۳۶۹) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ایمان کی تجدید کر لیا کرو۔

مفتاح سے قبر کیا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر یہ عقیدہ صرف تعمیدی طور پر ہی قائم رہے جب بھی نجات کے لئے
کافی ہے اور یہ بھی کہ اعمال ایمان کا جز نہیں اور یہ کہ ایمان کے بغیر اعمال بے قیمت ہیں مگر ایمان اعمال کے بغیر بھی بے قیمت
نہیں وہ یوں بھی نصیب ہو جائے تو بھی نہ ہے نصیب۔ عمن بے عمل کی مثال ایک غیر مہذب دوست کی ہے اور نیک عمل غیر مومن
کی مثال ایک مہذب دشمن کی۔ دونوں کا فرق ظاہر ہے۔

(۳۶۸) امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں حضرت معاذ کا قول نقل کیا ہے قال معاذ اجلس بنا فومن ساعة أو ثورى ویر
بیشکر ایمان لائیں۔ حافظ ابن حجر نے ابن عربی سے اس کی شرح یہ نقل کی ہے انما الله تجدید ایمان لان العبد یؤمن فی اول مره
فرضا ثم یؤمن ابدا بعد ما کلمه لفظ او فکر۔ حضرت معاذ کا مطلب یہاں ایمان سے تجدید ایمان ہے کیونکہ بنیعیان ایک ہی مرتبہ
لا تلبس اس کے بعد خدا تعالیٰ کے ثواب و عذاب آیات و عبرتیں غور کر کے اپنے ایمان کی تجدید کیا کرتا ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۶۶)
جمع بخاری و سلم میں ہے کہ اگر کسی کی زبان سے غلطی سے لات و عزی کی قسم نکل جائے تو اسے فوراً لا الہ الا اللہ کہہ لینا چاہئے۔ خلاصہ
یہ ہے کہ جب تک دامن ایمان ہوا بغیر مصیبت یا کسی اور ناشایاں کلمہ کا دھبہ لگ جائے تو اسے اسی طرح چھوڑ دینا چاہئے
بلکہ فوراً صاف کر دینا چاہئے تاکہ اس کے اثرات اللہ نہ پڑنے پائیں یا کم از کم اس کے اسلام کی بدنامی کا باعث نہ ہوں۔
(۳۶۹) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذکار اور مخصوص تکرار کلمہ طیبہ کو تجدید ایمان میں بڑا دخل ہے
اب انصاف کیجئے کہ اس ایمان کا حال کیا ہو گا جو ہر کلمہ پڑانا تو ہوتا ہے مگر اس کی تجدید کا سامان کچھ نہیں ہے۔

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تَجِدُ دُرِّ إِيمَانِنَا قَالَ الْكِرُّ وَإِنْ قَوْلٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - (اخرجه المحاكم في كتاب التوبة وقال صحيح الإسناد قال الذهبي وفيه صدقة وضعفوه -

المعاصي قد تفضي الى جبط بعض الحسنات

(۳۶۰) عَنْ بَرِيذَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ (رواه البخاری)

(۳۶۱) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُمَحُّصَنَةُ يَحْدِثُ عَمَلٌ وَائْتَهُ سَنَةٌ (رواه الزبیر)

(۳۶۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلَاةَ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا (ترمذی - نسائی - ابن ماجه - دارمی)

(۳۶۳) عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاوٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَتَارِيلَ وَكَطَعُوا الظُّرْمَ فَبَعَثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يَتَاوَى أَنَّ مَنْ

آپ کو دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کیسے کیا کریں فرمایا کہ کثرت کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو (م)

گناہ کبیرہ کرنے سے کبھی کبھی نیکیوں کے اکارت ہو نیکی بھی نوبت آجاتی ہر

(۳۶۰) بریدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کے عمل اکارت ہوئے - (بخاری)

(۳۶۱) محدث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی پاک باز عورت کو تہمت لگانے سے سو سال کے عمل برباد ہو جاتے ہیں - (الزبیر)

(۳۶۲) عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شراب پی اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نمازی قبول نہیں کرتا - (ترمذی - نسائی - ابن ماجه - دارمی)

(۳۶۳) معاذ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی میں ایک غزوہ کیا لوگوں نے

کیا یہ اندیشہ نہیں ہے کہ وہ بھی ایک نہ ایک دن پرانے کپڑے کی طرح تار تار ہو جائے - فامبروایا ادلی الابصار - صحیح بخاری میں بھی یہ مضمون صحابہ کی زبان سے موجود ہے -

صَبِيحَ مَنْزِلًا أَوْ قَطْعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ - (مراہ ابوداؤد)

(۳۷۴) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَدًا أَرْضًا بِحِزْبَيْهَا فَقَدْ اسْتَقَالَ هَجْرَتَهُ وَمَنْ نَزَعَ صَعَارًا كَافِرًا مِنْ عُنُقِهِ فَقَدْ وَلِيَ الْإِسْلَامَ ظَهْرَهُ - (ابوداؤد)

(۳۷۵) عَنْ سَلَمَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ

(جلد بازی میں) دوسروں کے اترنے کی جگہوں میں تنگی پیدا کر دی اور آمد و رفت کے لئے راستے بند کر دیے (جب آپ کو یہ خبر ملی) تو آپ نے ایک مناری مسجد یا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کر دے کہ جو لوگوں کے اترنے کے مقامات میں کوئی تنگی پیدا کرے گا یا راستے بند کرے گا اس کا جہاد کا رت - (ابوداؤد)

(۳۷۴) ابودرداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے کافر کی خراجی زمین خریدی اس نے اپنی ہجرت کا عمل یا کارت کر دیا اور جس نے کسی کافر کی گردن سے ذلت کا طوق نکال کر اپنے گلے میں ڈال لیا اس نے اسلام کی طرف اپنی پشت کر دی - (ابوداؤد)

(۳۷۵) سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اہل خیبر سے جنگ کیلئے نکلے

(۳۷۵) صحابہ کو یہ تجربہ سے ثابت ہو چکا تھا کہ جنگ کے موقع پر جب کسی شخص کی نسبت آپؐ رسول اللہ کا کلمہ ارشاد فرمادیتے تو وہ ضرور شہید ہو کر رہتا اس لئے عامر کے متعلق یہ کلمہ سن کر وہ سمجھ گئے کہ یہ بھی شہید ہوئے بغیر نہ رہیں گے اس لئے انھوں نے عرض کیا کہ آپ ہمیں ان کی صحبت سے لطف اندوزی کا کچھ اور موقع دیتے۔

واضح رہے کہ شرک و کفر تو سب کے نزدیک حقیقتہً جہاد کا موجب ہیں لیکن کبار کے جہاد کے منہم میں مذاہن اختلاف کسی نے اس کو گناہوں کی اہمیت ذہن نشین کرنے کا صرف ایک عنوان قرار دیا ہے۔

..... اور کسی نے ظاہری معنی پر ہی ممول کر لیا ہے لیکن اس تقدیر پر محفل یہ ہے کہ یہ اہمیت کا مذہب نہیں یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں صاحب روح المعانی کی رائے زیادہ ثواب ہے وہ سورہ محمد کی تفسیر میں معتزلہ کی جواب دی کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں۔

وفي الكشف لا بد في هذا المقام من تقييد البحث بل يقال ان اراد المعتزلة ان نحو الزنا واداعب الصلوة يبطل ثوابها مثلا فذلك مما لا دليل عليه وان ارادوا ان عقاب بعد بطل حتى لا يعاد صغار الحسنات فذلك اصحيم والكلام في تسمية الاحاط ولا يابى به ولكن عندنا ان هذا الاحاط غير لازم وعندهم لازم

کشف میں اس مسئلہ کی تحقیق یوں کی گئی ہے کہ معتزلہ سے یہ پرچنا چاہئے کہ جہاد سے ان کا کیا مطلب ہے اگر وہ مطلب ہے کہ مثلاً نماز کے بعد نہ کر کے نماز کا حاصل شدہ ثواب برباد ہو جاتا ہے تو اس پر کوئی دلیل نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ کبھی عمل کا گناہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ جہاد ہی چھوٹی نیکیوں کا ثواب اس کی تلافی نہیں کر سکتا تو یہ بات صحیح ہو مگر اس وقت گفتگو صرف اس میں ہی کی کہ اس کو حقیقتہً جہاد ہی بھی چاہئے یا نہیں ہمارے خیال میں اصل بات یہ ہے کہ معتزلہ

اَسْمِعْنَا يَا عَامِرٌ مِنْ هُنَا يَكَ نَحَدَّ اِيْهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السَّائِقِ قَالُوا
عَامِرٌ فَقَالَ رَضِيَ اللهُ عَنْكَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ هَلَا هَ امْتَعْنَا بِهِ فَاُصِيبَ صَبِيحَةً لَيْلَتِهِ فَقَالَ
الْقَوْمُ حَيْطَ عَمَلَهُ قَتَلَ نَفْسَهُ فَلَمَّا رَجَعْتُ وَهُمْ يَقْعُدُوْنُ اَنْ عَامِرٌ اَحْبَطَ عَمَلَهُ فَجِئْتُ

رفقاء میں ایک شخص بولامع عامر میں بھی اس نے کچھ اشعار سناؤ۔ عامر کا کارا نہیں سنانے لگے اور ان کی مستعد
آواز سے اونٹوں سے بھی تیز تر قوم اتحادیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اونٹوں کو حدی پڑھ کر یہ تیز
چلانے والا کون شخص ہے لوگوں نے عرض کیا عامر ہیں آپ نے فرمایا خدا ان پر رحم فرمائے۔ یہ سن کر
صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش عامر کی صحبت سے آپ ہمیں کچھ اور لطف اندوزی کا موقع دیتے اچھی بات
یہ ہوا کسی شب کی صبح (انہوں نے ایک کافر پر حملہ کیا ان کی تلوار چھوٹی تھی وہ لوٹ کر ان کے گھٹنے میں لگی اور
وہ اپنی ہی شمشیر سے زخمی ہو گئے) اور شہید ہو گئے صحابہ نے (وہ دیکھا کہ یہ اپنی ہی شمشیر سے ہلاک ہوئے ہیں اس کو خود کشی
سمجھا اور) کہا عامر نے خود کشی کر لی اور ان کی سب نیکیاں اکارت ہو گئیں۔ جب میں واپس ہوا تو وہ بھی گفتگو

مبنی علی حوازی العنودی مسئلۃ
اخری واما الکبیرۃ المتی تختص بذلک
الحل کالجہب وغیرہ من والادی
بعد التصدیق فی حیطۃ لھا حالۃ
اتفاقاً۔ (درہم مدح المعانی)
کے نزدیک تو گناہ کبیرہ سے نیکیوں کا برابر ہونا لازم اور ضروری
اس پر اور اہل حق کے نزدیک ضروری اور لازم نہیں یہ درحقیقت
یہ اختلاف ایک اور اختلاف ہوئی ہے اور وہ یہ کہ گناہ کی بخشش
جائز بھی ہے یا نہیں۔ یہ بحث تو عام کلام کے متعلق تھی اب رہے
وہ گناہ جو کسی خاص عمل سے متعلق ہیں جیسے صدقہ دیکر اتنا یا
احسان جتنا اور بات مارتا تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ اس قسم
گناہ کو خاص اس عمل کا ثواب برابر ہو جاتا ہے۔ (مدح المعانی)

پہلے نزدیک اعمال کفرہ (یعنی وہ نیکیاں جو گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں) میں یہ تفصیل ضروری ہے کہ کون کس گناہ
کے لئے کفارہ بنتا ہے اسی طرح کبائر محیطہ (یعنی وہ گناہ جو نیکیاں برابر کر دیتے ہیں) میں بھی یہ تفصیل ہونی چاہئے کہ کس گناہ سے
کس قسم کے نیک عمل کا ثواب برابر ہوتا ہے۔ یہ تکفیر علی الاطلاق ہے اور نہ محیط علی الاطلاق ہونا چاہئے۔ لیکن اس کا کوئی
خابطہ کلیہ حدیث میں ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بعض گناہوں سے تو صرف اسی ایک نیک عمل کا ثواب
محیط ہوتا ہے جس سے وہ گناہ متعلق ہوتا ہے جیسے جاد میں تضییق نازل یا صدقہ کے بعد من وادی (احسان جتنا اور بات مارتا)
اور بعض گناہوں سے متعدد اعمال ہی محیط ہو سکتے ہیں پھر کبھی یہ قلعن ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اندرونی جیسا ایک حدیث میں ہے کہ
کہ ایک بار شراب نوشی سے چالیس دن کی نازیبا قبول نہیں ہوتیں۔ یہاں شراب نوشی اور نازوں کے درمیان کوئی اندرونی علاقہ ہے
جس کی وجہ سے اس کا اثر خاص نازوں ہی پر پڑتا ہے۔ چالیس کے عدد سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ محیط عمل کا دائرہ اتنا وسیع بھی نہیں
جتنا کہ ستر لے سمجھ رکھا ہے۔ اس مقام پر ناز اور شراب کے مابین جو تناسب ہے اس کا ایضاً منظور نہیں ہے وہ
اس عین ربط کی طرف قرآن کریم کی متعدد آیات میں اشارات ملتے ہیں۔

إِلَى الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقَلْتُ مَا بَيَّنَّ اللَّهُ فَدَكَ أَبِي وَأُخِي زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حِطَّ
عَمَلُهُ فَقَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَهَا إِنَّ لَهُ لَأَحْمَرَيْنِ إِثْنَيْنِ إِنَّهُ يُجَاهِدُ مُجَاهِدًا وَآخَى قَتْلَ
بُرَيْدٍ عَلَيْهِ. (شرح البخاری)

(۳۷۶) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِفًا

کر رہے تھے کہ عامر کے اعمال اکارت ہو گئے میں نے اگر آپ کی خدمت میں عرض کیا یا نبی اللہ میرے ماں
باپ آپ پر قربان ہوں، لوگوں کا یہ خیال بھڑا ہے کہ عامر کے عمل اکارت ہو گئے آپ نے فرمایا کون
کہتا ہے جس نے کہا غلط کہا اس کو دو ہر اثواب ملے گا وہ بڑا بکا مجاہد تھا اس کے قتل سے بڑھ کر اور کونسا
قتل ہو سکتا ہے۔ (بخاری شریف)

(۳۷۶) ابوالدرداء صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایماندار آدمی اپنے دین

حضرت استاد قدس سرہ کے کلمات سے یہاں جملہ عمل کی ایک اور شرح بھی مفہوم ہوتی ہے وہ امام بخاری کے ترجمہ باب
خوف المؤمن ان يخطئ في شرح کے ذیل میں فرماتے تھے کہ اس ترجمہ سے امام بخاری کی غرض مر جہ کی توجیہ ہے یعنی
گناہ اتنی ہلکی چیز نہیں جتنی کہ مر جہ نے بھی ان کی شامت سے بعض مرتبہ سوختا ہے اور سلب ایمان کا اندیشہ بھی ہو سکتا ہے
مگر اس کا نام شرعی کفر نہیں مگر نبی کفر ہے یہاں بظاہر کوئی عمل کفر نظر نہیں آتا اس لئے ظاہر میں ایمان و اسلام کا حکم باقی
رہتا ہے لیکن چونکہ قلب حقیقت ایمان اور اذعان سے خالی ہو جاتا ہے اس لئے عالم آخرت میں اس کا شمار مسلمانوں میں
نہیں رہتا۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب پئے گا پھر وہ آخرت میں نہ پئے گا۔ ترمذی کی شرح میں
صاحب قوت المغنزی اس کا یہ مطلب تحریر فرماتے ہیں کہ اگر شراب خواری کی بد عادت ترک نہ کی گئی تو اس کی شامت و
انجام خراب ہو جانے کا خطرہ ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب غائب ہو جائے تو آخرت میں وہ شراب جو معرفت مومنین کا حصہ
ہو گی کو کبریا پر آئیگی اس بنا پر جملہ عمل کا اہل سبب کفر ہی ہو گا لیکن چونکہ بظاہر یہاں کوئی سبب کفر و جہ نہیں ہے بلکہ صرف سمیت ہوتی ہے
اس لئے جملہ عمل کا حکم اس سمیت ہی کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث سے بھی اس رائے کی تائید
ہوتی ہے۔ حضرت ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن اپنے دینی معاملات میں
برابر مستعد رہتا ہے لیکن جب کسی کا ناحق خون کر دیتا ہے تو پھر اس کی مستعدی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی رفتار مست
بڑھ جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

گویا قاتل عمد کو تکوین اسی طرح آہستہ آہستہ غلو یا گھٹ طویل کی طرف لے جلتی ہے جس طرح یہاں قوی بہا
جگہ قائم رہے گا اور تکوین اپنی جگہ کام کرے گی۔ اسی طرح معاصی صرف معاصی کہلائی گے لیکن ان کا کوئی اثر ان کثاں
کفر کی طرف لیتا چلا جائے گا۔ پس اعمال اگرچہ اجزاء ایمان نہ ہوں مگر قوت ایمان یہ قائم رکھنے کے لئے ان کا وجود اتنا ہی
ضروری ہے جتنا کہ درخت کی حیوۃ کے لئے پانی کا۔

(۳۷۶) قدرت نے جنت اور دوزخ کی تقسیم تو ایمان و کفر پر رکھی ہے مگر ان میں مراتب کی تقسیم اعمال کے واسطے
کے ہے جس کو وہ مراتب علیا پر فائز کرنا چاہتی ہے اس کو برائی فائز نہیں کر دیتی بلکہ اس کے اعمال حسنہ کی رفتار تیز کر دیتی ہے

صَاحِبًا مَّا لَمْ يَصِمْ وَمَا حَرَامًا فَادَّأَصَابَ وَمَا حَرَامًا لَكُمْ۔ (سُورَةُ ابوداؤد)

(۳۶۶) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَنْهَبُ بِنَفْسِهِ حَتَّى يَكْتَبَ فِي الْجَبَلَيْنِ فَيُصِيبُهُ مَا أَصَابَهُمَا۔ (سُورَةُ الترمذی)

میں اس وقت تک برابر تیز رفتار رہتا ہے جب تک کسی کا خون ناحق اپنے سر نہیں لیتا جو نہی کہ اس نے کسی کا خون ناجائز طور پر بہا پس فوراً ہی اس کی دینی رفتار سست پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

(۳۶۷) سلمہ بن اکوع بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنی بڑائی کے تصور میں بڑھا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا نام دنیا کے اور تکبر بن کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے اور آخر اس کو مٹی کی سزا ملتی ہے جو دوسرے تکبروں کو ملی۔ (ترمذی)

اور جس کو جنت سے محروم کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اس کو مٹی دفتہ محروم نہیں کر دیتی بلکہ اس سے نیکی کی توفیق سلب فرماتی ہے یہ ہر دھڑا سے تندرینج ملے ہوئے رہتے ہیں بندہ راہ ترقی پر گامزن ہو یا تنزل کی راہ پر جائے دونوں جگہ اس کی حرکت تدریجی رہتی ہے اس لئے وہ اپنی منزل سفر کی پوری ترقی یا تنزل کا احساس نہیں کرتا ایک نہک شخص کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ کل وہ کہاں بڑھا ہوا تھا اور کچھ عرصہ بعد کہاں جا پہنچا۔ نہ ایک بد اطوار کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کل تک وہ کس اور جہ پر تھا اور آج کہاں جا پڑا ہے ہوشمند وہ ہے جو ہر آن اپنی رفتار اور منازل سفر کو بخود دیکھتا ہے۔ عموماً قاتل کے لئے دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ عذاب کی وعید آتی ہے۔ یہ وعید یوں پوری ہوتی ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ اعمال خیر چھوٹتے چلے جاتے ہیں اور معلوم نہیں کہ اس عملی خسار کی انتہار کہاں جا کر ہو سکتی ہے کہ ایمانی خسارہ پر جا کر ہوتی ہو اور آخر کار اس کا ٹھکانا بھی وہی ہو جاتا ہے جو ایک کافر کا ہوتا ہے اسی کو ہم نے پہلے کفر کو مٹی سے تعبیر کیا تھا۔ مٹا ہونے کی نوعیت سے ڈرتے رہنا چاہیے بعض قسم کے گناہوں سے سو رخا تہ اور عاقبت کے غراب ہو جانے کا بھی اندیشہ ہو جاتا ہے ان میں ایک مسلمان کا عذر اخوان ناحق ہے۔ اور سب سے زیادہ خطرناک خدا کے دوستوں کے ساتھ دشمنی ہے۔ ہمارے دوسرے اللہ کے نیک بندوں کا مذاق اڑانا ہماری عقلوں کا ایک خاص شغل بن گیا ہے۔ حدیثوں میں خدا کے اولیاء کے ساتھ عداوت رکھنے والوں کے لئے خدا کی طرف سے اعلان جنگ کا لفظ لفظ آیا ہے۔ نفوذ باللہ من ذلک

خاک را بن جہاں را بختارت منکر توجہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(۳۶۸) اسی طرح ایک متفق علیہ حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وما

یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقاً۔ آدمی راست گوئی کی صفت اختیار کرنے کرتے خدا تعالیٰ کے یہاں صدیقیوں کی فہرست میں شمار ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی تمام حدیثوں میں خبر و شر کے اسی تدریجی رفتار اور ان کے نتائج پر تنبیہ کی گئی ہے۔

من سبق علی لسانہ کلمۃ الکفر لم یکفر

(۳۷۸) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدٍ كَمْ كَانَ رَاحِلَتُهُ بِأَرْضِ قَلَاةٍ فَأَثَلَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشِرَابُهُ فَأَيَسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَأَضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ آيَسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَائِمٌ عِنْدَهُ فَاخَذَ بَعْضُهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَإِنَّا نَبُكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ (مراہ مسلم)

(۳۷۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهِ

اگر سبقت لسانی ہو کہ کفر زبان تو کل جائے تو اس کو کفر عائد نہیں ہوتا

(۳۷۸) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کا بندہ توبہ کرتا ہے تو اس کو اپنے بندہ کی توبہ سے تم میں کے اس شخص سے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے جس کی سواری کسی جنگل میں ہو اور اسی پر اس کا کھانا اور پینا بھی ہو پھر وہ اس سے چھوٹ کر کہیں بھاگ جائے اور یہ شخص اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سایہ میں آکر لیٹ رہے وہ ابھی اسی مایوسانہ حالت میں لیٹا ہوا ہو کہ دفعہ وہ اپنی سواری اپنے پاس کھڑی ہوئی دیکھے اور اس کی ہمار پکڑے پھر مارے خوشی کے اس کی زبان سے غلطی سے یہ نکل جائے کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں۔ (مسلم)

(۳۷۹) ابو ہریرہؓ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے قسم اٹھانے کا ارادہ کیا اور اس کی زبان پر بلا ارادہ لات اور عزی کا نام آگیا تو اسے فوراً لا الہ الا اللہ

(۳۷۸) خوشی کی حالت میں انسان کی زبان سے اس قسم کی لغزشیں ہو جاتی ہیں۔ کہنا یہ چاہئے تھا کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا پروردگار ہے مگر خوشی میں زبان کی لگت سے اس کا برعکس نکل گیا۔ اس کلمہ پر سبقت لسانی کی وجہ سے کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا حالانکہ اس کے کلمہ کفر ہونے میں ذرا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

(۳۷۹) = اسلام کے ابتدائی دور کی باتیں ہیں جس طرح مسرت و غم میں انسان کی زبان قابو میں نہیں رہا کرتی اور کچھ کا کچھ کہہ دیتی ہے اسی طرح عام بات چیت میں بھی جن باتوں پر وہ رواں ہو جاتا ہے ان میں بھی لغزش کھلے بغیر نہیں رہتی عربی عام گفتگو میں کثرت سے لات و عزی کی قسمیں کھانے کا عادی تھا۔ اسلام کے بعد بھی بہت ممکن تھا کہ ان کی زبان سے اس قسم کے مواقع پر بے اختیار لغزش چھڑ جائے۔ دین ضیعت نے ان کی اس غلطی پر کفر کا فتویٰ عائد نہیں کیا بلکہ اس کفر تا کرکٹ کو فوراً اصلاح کرنے کی تعلیم دی اور کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کا حکم دیدیا تاکہ اگر

بِلَا لَيْتٍ وَالْعَزَىٰ فَلَيْقُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَنْ قَالَ نَصَاحِيهِ تَعَالَىٰ أَقَامُوا فَلَيْتَصَدَّقُ (متفق علیہ)

لایکفر المسلم بذنوب

(۲۸۰) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيمَانِ الْكَفُّ عَنْنِ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا تُكْفِرُهُ بِذَنْبٍ وَلَا تُهْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ يَعْمَلُ وَالْجِهَادُ

کہہ کر اپنے ایمان کی تجدید کر لینی چاہئے اور جس نے اپنے دوست سے کہا آؤ جو اکیلے اسے صدقہ دینا چاہئے (متفق علیہ) کسی گناہ کی وجہ سے مسلمان کافر نہیں کہنا چاہئے

(۲۸۰) انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں اسلام میں داخل ہیں۔ (۱) جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لے اس سے جنگ ختم کر دینا اب کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر مت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ لگاؤ۔ (۲) جب سے کہ مجھے

اس کی اس سخت لسانی پر شہنشاہان ایک مرتبہ خوش ہوا ہوں تو اس کی زبان سے کلمہ توحید سن کر نہراں میں چل جاتے۔ دوسرے فقرہ کا مطلب عام طور پر یہ سمجھا گیا ہے کہ شریعت نے قمار بازی کی بے فاصلت ترک کرنے کے لئے نفسانی طور پر اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کچھ صدقہ دیدے اس کے نفس کے لئے یہ تفریبت تبخیر ہوگی۔ لیکن امام خطابی کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جتنا مال اس نے قمار بازی کے لئے لگایا تھا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کرے۔ قال معناه فليتصدق بقدر ما جعله خطرا في القمار۔ (معاذ السنن ص ۴۵ ص ۴۰)

(۲۸۰) واضح رہے کہ جس طرح نیک اعمال کی بنا پر کسی کافر کو مسلمان کہنا صحیح نہیں تاوقتیکہ وہ توحید و رسالت کا اعتراف نہ کرے اسی طرح کسی مسلمان کو صرف اس کی بد اعمالی اور گناہوں کی وجہ سے کافر کہنا بھی صحیح نہیں تاوقتیکہ وہ کسی عقیدہ کفر کا اعلان نہ کر دے۔ اسلام میں کسی مسلمان کو کافر کہنا یا کسی کافر کو مسلمان کہنے کی ممانعت یکساں ہے اس حدیث کا مقصد مومن عامی کو کافر کہنے کی ممانعت کرنا ہے نہ کہ کافر صریح کو کافر کہنے کی ممانعت کرنا۔ حیرت ہے کہ متواترات دین کے منکرین کو اس حدیث سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے جبکہ اس حدیث میں لفظ ذنب کی صاف تصریح موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ذنب اور معصیت کی بنا پر کسی شخص کی طرف کفر کی نسبت نہیں کرنی چاہئے۔ اس میں اختلاف کس کو ہے۔ بحث طلب یہ ہے کہ صریح کفر کے عقائد کے بعد بھی کیا یہ حدیث کسی کو کافر کہنے سے روکتی ہے اگر ایک شخص نماز پڑھ کر قبلہ کا استقبال کر کے نہ سجدہ مسلم کھائے کسی قسم کے عقائد کفر سے بھی کافر نہیں ہوتا تو سہرا تو اس قسم کے عقائد کو عقائد کفریہ کہنا ہی غلط ہو گا یا یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ یہ تین احوال کوئی ایسا مضبوط قلعہ ہیں جس کو کفر و شرک کی بباری بھی مضرت رساں نہیں ہو سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی فطرت بہت کمزور ہے وہ گناہ کی طرف رغبت کر سکتی ہے اس میلان میں قدرت نے

مَا ضِيءٌ مِّنْ بَعَثَ إِلَىٰ أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ الدَّجَالُ لَا يُبْطِلُهُ جُزْءٌ جَانِبٍ وَلَا كَعْدٌ
عَادِلٍ وَالْإِيمَانُ بِالْأَقْدَارِ (سجاء ابو داؤد)

اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، جاد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ اس امت کے
آخر میں ایک شخص آکر دجال سے جنگ کرے گا۔ کسی منصف بادشاہ کے انصاف یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ
لیکر جاد ختم نہیں کیا جاسکتا (۳)، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لانا - (ابو داؤد)

بھی اس کو معذور تسلیم کیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اس کمزوری کی توبہ و استغفار کے ذریعہ تلافی کرے لیکن شرک
و کفر کی طرف میلان انسان کی فطرت نہیں یہ غلات فطرت ہے۔ اس میں کوئی انسان معذور نہیں رکھا جاسکتا یہ
اپنے خالق سے کھلی مخالفت اور اعلان بغاوت ہے اس لئے اس کے بعد اس کا شمار دشمنوں کی صف میں ہونے لگتا ہے
یہ کمزوری نہیں کہ اسے بنا دیا جائے بلکہ سرکشی و بغاوت ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے دور میں اس اہم حدیث پر صحیح
طور پر غور نہیں کیا گیا اس لئے کسی نے تو محض فرقی اخلاقیات کی بنا پر ایک دوسرے پر کفر کی بوجھ شروع کر دی اور کسی نے
متعلق علیہ کفریات کے ہوتے ہوئے بھی کفر کا حکم لگانے میں احتیاط برتی۔

حالانکہ اس حدیث میں نہایت صفائی کے ساتھ یہ تنبیہ کر دی گئی تھی کہ جن اخلاقی پرتکیر کی مخالفت کی گئی ہے
وہ عقائد کفریہ، ضروریات دین کا انکار اور دین کا استحقاق نہیں بلکہ صرف وہ علی فروگذاشتیں ہیں جن کو معاصی و نوب
کہا جاتا ہے۔ فقہ میں اہل قبلہ کا عزم ان ہی لوگوں کے لئے اختیار کیا گیا تھا جنہیں اسلامی اصول کے ساتھ کوئی اختلاف
نہیں گویا قبلہ اصول اسلامی کا ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے کہ جو شخص اس میں متفق ہو گیا اس بقیہ اصول میں بھی متفق ہونا
ضروری ہے لہذا اب اس کا اختلاف اگر ہوگا تو صرف فروعات ہی میں ہوگا۔ صرف فروعی اختلاف سے کسی کو کافر قرار
دینا صحیح نہیں۔ احادیث میں بھی کلمہ توحید کو تمام اسلام کا سرنامہ بنا دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے مقامات پر
توحید کے ساتھ رسالت کا ذکر بھی نہیں اور صرف توحید کے عقیدہ پر جنت کی بشارت مذکور ہے۔ پس جس طرح احادیث
میں کلمہ توحید کے اقرار کا مطلب تمام اسلامی اصول کا اقرار ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اہل قبلہ کا مطلب سمجھنا چاہئے۔
ہمارے نزدیک حدیث و مستقبل قبلت ان لوگوں کے متعلق ارشاد ہوئی ہے جو کفر کی زندگی چھوڑ کر حال میں اسلامی
زندگی میں داخل ہوئے ہیں اور حضرت انسؓ کی اس حدیث کا تعلق مسلمانوں کے باہمی فرقوں کے ساتھ ہے۔ کھلے ہوئے
کافروں سے نہ اس حدیث کا تعلق ہے نہ اس کا۔ مسئلہ کذاب بھی مدعی اسلام تھا بلکہ کسی حد تک آپؐ کی رسالت کا
بھی محض تھا مگر کیا اسلام کی تاریخ میں اس حدیث کی وجہ سے اس کو مسلمان سمجھا گیا، کیا جن لوگوں نے صرف
ایک زکوٰۃ کا انکار کیا تھا اگرچہ وہ اہل قبلہ تھے نمازیں بھی ہماری طرح پڑھتے تھے۔ ہمارے ذمہ کھانے سے بھی
انہیں کوئی استنکاف نہ تھا ان کو معذور رکھا گیا ہرگز نہیں بلکہ ان سے جنگ کی گئی اور اس بنا پر ہی گئی کہ اس وقت جماعت
صحابہ نے ان کو مرتدین کی فہرست میں شمار کیا تھا تو یہ کیا وجہ ہے کہ اسی قسم کے کسی اور منکر فرض قطعی کو مرتد شمار نہ کیا جائے۔ خلاصہ
یہ ہے کہ اس حدیث میں جو حقیقت بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ فروعی اختلاف کی بنا پر کسی کو کافر نہ کہتا ہے اسلامی زبان میں اس کا
لقب فاسق ہے کافر نہیں۔ یہ ایک اہم اصلاحی آئین ہے اگر امت اس پر عمل کرتی تو آج اس کا شیرازہ یوں نہ بکھرتا۔

من قتل نفسه لم يكفر

(۳۸۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ الطَّفِيلِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الدَّوْسِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لَكَ فِي حَصْنٍ حَصِينٍ وَمَنْعَةٍ قَالَ كَانَ لِي دُورٌ حَصِينٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَتَانِي ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَذُرَنِي دُخْرَ اللَّهِ إِلَّا نَصَارًا فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ هَاجَرَ إِلَيَّ الطَّفِيلُ بْنُ عَمْرِوٍّ وَهُوَ هَاجِرٌ مَعَ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ فَأَجْتَرُوا الْمَدِينَةَ فَمِنْهُمْ قَوْمٌ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ فَقَطَعَهُمْ بِهَا بِرَاحِمَةٍ فَتَحَبَّثَ يَدَاهُ حَتَّى مَاتَ قَرَأَهُ الطَّفِيلُ بْنُ عَمْرِوٍّ فِي مَنَامِهِ قَرَأَهُ وَهَيَّئَتْهُ حَسَنَةً وَرَأَاهُ مُغَطِّيَا يَدَيْهِ فَقَالَ مَا صَنَعْتَ بِكَ رَأَيْتُكَ فَقَالَ عَمْرُوٌّ لِي يَهْجُرُنِي إِلَى نَيْبِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا لِي أَرَأَيْتَ

خودکشی کرنے والا کافر نہیں

(۳۸۱) جابر سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو الدوسی (اپنے قبیلہ کی طرف ہجرت کرنے کی درخواست لیکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ایک مضبوط قلعہ اور محافظ جماعت کی طرف ہجرت کرنا منظور فرما سکتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کے پاس ایک قلعہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوش نصیب کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انصار کے لئے مقدر فرمادی تھی ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو طفیل بن عمرو اور ان کی قوم کے ایک اور شخص نے بھی ساتھ ساتھ ہجرت کی۔ اتفاق یہ کہ مدینہ کی آب و ہوا انھیں موافق نہ آئی ان کا رفیق بیمار پڑ گیا اور . . . تکلیف برداشت نہ کر سکا اس نے اپنے تیر کا پیکان نکال کر اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کے ہاتھوں سے خون بہہ نکلا یہاں تک کہ اس کی وفات ہو گئی۔ طفیل بن عمرو نے انھیں خواب میں دیکھا تو صورت ان کی بہت اچھی تھی مگر ہاتھ ڈھکے ہوئے تھے۔ دریافت کیا کہ تمہارے پروردگار نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے کی برکت سے مجھے بخش دیا گیا

(۳۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغفرت میں بھی تجزیہ ہو سکتا ہے جہاں مغفرت نے طفیل کے رفیق کے سارے جسم کو تو گھیر لیا تھا مگر اہانت ایسے میں بجا درست انداز کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا تھا۔ شخص کی یہی خوش نصیب تھا کہ اس کا مقدر رحمۃ اللعالمین کے سامنے اچھا اور آپ کے بارگاہ میں اس کی سفارش کیلئے اللہ کے پیغمبر کا تھوڑا سا حق اکی رگڑ لگ کر گھیر لیا۔

مُخْطِئًا يَدَيْكَ قَالَ قِيلَ لِي لَنْ نُسَلَّمَ مِنْكَ مَا أَشَدَّتْ فَقَصَّهَا الطِّفِيلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ وَلِيْدَا يَدَيَّ فَاغْفِرْ (رواه مسلم)

لا یجب فی الایمان العلم بصفات اللہ تعالیٰ تفصیلاً

(۳۸۲) عَنْ مُعَوِيَّةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ آمَنْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ جَرِيَةٌ كَانَتْ لِي تُزَعِّي عَمَّالِي يُجِدُّنَهَا وَقَدْ فَقَدْتُ شَاةً مِنَ الْغَنَمِ سَأَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ أَكَلَهَا الذِّئْبُ فَأَسَفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَى

بھران سے پوچھا کہ تم اپنے ہاتھ دھانکے ہوئے کیوں نظر آرہے ہو، اس نے کہا مجھ سے یہ کہہ دیا گیا کہ تم نے جو خود بچا ڈالا..... ہم اسے نہیں سنواریں گے طفیل نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے دعا فرمائی اے اللہ اس کے ہاتھوں کی بھی بخشش فرما لے۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ کی صفاتوں پر اجمالی ایمان کافی ہے

(۳۸۳) معاویہ بن حکم روایت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ایک باندی ہے جو میری بکریاں چلا کر رہی ہے میں اس کے پاس آیا تو مجھے اپنی بکریوں میں ایک بکری نہ ملی اس سے دریافت کیا تو بولی کہ بیٹھے نے پھاڑ رکھا ہے۔ مجھے اس کا بہت غم ہوا آخر میں آدمی تھا اس کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا میرے ذمہ (کسی کفارہ وغیرہ کے لئے) ایک

(۳۸۴) ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک سادہ اور سیدھا علم کافی ہے اس میں علم کلام کی موشگافیاں قطعاً غیر ضروری ہیں مثلاً یہ ایمان کہ اللہ تعالیٰ کے لئے آسمان کی جہت موزوں ہے، اگر اس کو فلسفی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کی ذات کا جہت و مکان میں متعین ہونا لازم آتا ہے۔ یہ درست ہے مگر ہر عالم اور عامی شخص کو اس کا مکلف بنانا نہیں جاسکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایسا ایمان لائے جو تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان ہو اس لئے یہاں اجمالی تنزیہ کافی سمجھ لی گئی ہے اگرچہ ایک فلسفی کی نظر میں یہ غیث تشبیہ ہی کہوں نہ ہو جائے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ لفظی تشبیہ اسی حد تک قابلِ برداشت ہو سکتی ہے جب تک کہ عقیدہ میں قطعی تنزیہ موجود ہو یا کم از کم نفاذ ثبات اس سے کوئی بحث نہ ہو۔ لیکن اگر عقیدہ میں اثبات تشبیہ داخل ہو جائے تو اب یہ حدود ایمان نہیں رہیں۔ مثلاً عبادہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے آسمان کی جہت ثابت کی جاتی ہے مگر یہ اس وقت تک ہی قابلِ اغماض ہو سکتا ہے جب تک کہ قلب میں یہ عقیدہ بھی خوب مضبوط اور مستحکم موجود ہے کہ اس نسبت کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سوا اور کچھ نہیں۔

رَقَبَةً آفَاقًا عَتَمَهَا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ اللَّهُ فَقَالَتْ فِي السَّمَاءِ فَقَالَ مَنْ أَنَا فَقَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعَتَمَهَا سِرَّوَاهُ مَالِكٌ وَفِي سِرَّوَايَةِ مُسْلِمٍ أَتَمَّتْ مُؤْمِنَةً۔

(۳۸۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ جَاءَ بِأَمَةٍ سَوْدَاءَ وَ

غلام آزاد کرنا بھی ہے۔ کہے تو اسی باندی کو (اس کے عوض میں) آزاد کر دوں آپ نے اس باندی سے پوچھا بتا اللہ تعالیٰ کہاں ہے وہ بولی آسمان میں، آپ نے فرمایا میں کون ہوں اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے رسول، فرمایا اچھا اسے آزاد کر دو اور سلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ مومنہ ہے۔ (موطا مالک)

(۳۸۳) عبید اللہ بن عبد اللہ ایک انصاری شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سیاہ باندی

پر پہلے بھی بالتفصیل لکھ چکے ہیں کہ اسلام نے فلاسفہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی اتنی تنزیہ کرنی نہیں بتائی کہ ایک مادی انسان کے لئے اس کی ذات و صفات میں کوئی کشش ہی باقی نہ رہے بلکہ اس حد تک تشبیہ کی بھی اجازت دیدی ہے جہاں تک انسان کی فطرت کی جازیت اس کو مقفی ہو سکتی ہے اور تحمیر پیدا نہیں ہوتی لیس کشلہ شئی وهو السہیم البصیر۔ اس آیت میں بھی تشبیہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر تشبیہ سے منزہ و مبرا ضرور ہے مگر ایسی منزہ بھی نہیں کہ اس کے متعلق سمیع و بصیر کا تصور کرنا بھی اس کی تنزیہ کے خلاف سمجھا جائے وہ سمیع و بصیر ہے مگر بے مثال اسی طرح اس کے لئے آسمان کی جہت بھی ثابت ہے مگر مکان کی طرح نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے حق میں اثباتی پہلو میں ہیں صرف اجمالی اجمالی علم حاصل ہو سکتا ہے۔ البتہ سلبی پہلو میں ضمنی تفصیل حاصل ہو سکتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ جب اثباتی پہلو میں کوئی لفظ استعمال کیا جائے تو اسی وقت اس میں تشبیہ کی بو آئے لگتی ہے۔ سوچو کہ اگر اس کے لئے صفت سمیع و بصیر ثابت کرنا چاہیں تو اگر اسے سمیع و بصیر کہیں تو اور کیا کہیں اس لئے ذات پاک کی وسعت اور الفاظ کی تنگی کے تجاذب سے بعض جگہ تشبیہ برداشت کر لی گئی ہے بشرطیکہ عقیدہ تشبیہ سے گرد آلود نہ ہونے پائے، ایک ایسا نازک موقعہ ہے جہاں اسلام و کفر کی سرحدیں بہت ہی نزدیک ہو جاتی ہے نصاریٰ نے خدا کے رسول کے لئے اپنے زعم میں صرف ایک پر عظمت کلمہ سجد کرنا کو ابن اللہ کہہ دیا اور یہ غور نہ کیا کہ اس کلمہ تشبیہ کی دو کہاں جا کر پڑتی ہے اسی لئے فرمایا آفَاقًا یَکُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ یُکُنْ لَهُ حَتًّا حَاجَةً۔ بھلا خدا کے بیٹا کہاں سے ہو سکتا ہے جب کہ اس کے لئے بی بی نہیں۔

پس نہ ہر تشبیہ قابل اغماض ہے اور نہ ہر شخص قابل معافی ہے اسی لئے علماء اللہ تعالیٰ پر مشفق کا لفظ اطلاق کرنا پسند نہیں کرتے اور اسی طرح ان تمام الفاظ سے بھی احتراز کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کو ارباب سکر نے اپنے عالم بخودی میں بڑے ذوق کے ساتھ استعمال کر لیا ہے۔ ان احوال و مواجید سے خالی حضرات کو ان الفاظ میں بڑی احتیاط لازم ہے نہ ہر کہ سر برتر اللہ قلندری داند

(۳۸۳) حضرت شاہ ولی اللہ نے اس حدیث پر رحمۃ اللہ میں دو جگہ کلام فرمایا ہے ایک باب التیسیر میں

قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عَلَى رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَإِنْ كُنْتُ تُرَى مِنْهُ مُؤْمِنَةً أَعْتَقَهَا فَقَالَ لَهَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ بِي أَنْي رَسُولُ اللَّهِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ أَتُؤْمِنُ بِي
بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ أَعْتَقَهَا۔ ۱۷۱۰ احمد قال الہیثمی رجالہ صحیح۔ و
۱۷۱۱ مالک ایضاً قال السیوطی فی تنویر الخوالک وری عن ابی ہریرۃ موصولاً ایضاً

لیکرتے اور عرض کی یا رسول اللہ میرے ذمہ ایک مسلمان باندی آزاد کرنا واجب ہے اگر آپ کے نزدیک
یہ مؤمنہ ہوتی اسے ہی آزاد کر دوں آپ نے اس سے پوچھا کیا تو اس بات کی قائل ہے کہ میں اللہ کا
رسول ہوں وہ بولی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا موت کے بعد پھر جینے کو مانتی ہے وہ بولی جی ہاں۔
آپ نے فرمایا اسے آزاد کر کے ہو۔ (مسند احمد)

ومن ان الشارع لم يخاطبهم الا على ميزان العقل المودع في اصل خلقهم قبل ان يتعاونا وادقائي الحكمة
والكلام والاصول واشتت لنفسه فجعل العرش استوى. وقال النبي صلى الله عليه وسلم
لا هرة سوداوين الله فاشارت الى السماء فقال هي مؤمنة (دع ص ۸۹) اصول تيسر مي ايک اہل ۱۷۱۱ ہی ہے کہ شریعت
ان کو صرف اس بات کا مکلف بنائے جس کے سمجھنے کی ان میں وقائن فلسفہ و علم کلام پڑھنے سے پہلے قدرتی صلاحیت
موجود ہو مثلاً یہ کہ انسانی فطرت میں اللہ تعالیٰ کے لئے جہت علو ثابت ہے۔ ایک جاہل اور ایک عالم جب دعا کرتا ہے
تو اس کی نظر بے اختیار آسمان کی جانب اٹھ جاتی ہے شریعت نے بھی اس فطرت کو جمالاً تسلیم کر لیا ہے اسی لئے
قرآن و حدیث میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف اس جہت کی نسبت ہوتی چلی جاتی ہے۔ الرحمن علی العرش استوی۔
حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ باندی سے پوچھا اللہ تعالیٰ کہاں ہے اس نے آسمان
کی طرف اشارہ کر دیا آپ نے فرمایا یہ مؤمنہ ہے۔ دوسری جگہ باب طبقات الامت باعتبار خروج الی الکمال المطلوب
اور منہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ و قوم نقصت عقولہم کاکثر الصبیان والمعتومین والفلاحین والارقاء وکثیر
بزعمہم الناس اخمد لا باس بجمہ واذ انعم حالہم عن الرسوم بقوا لاعقل لہم فاولئک یکنفی من ایمانہم مثل
ما کنفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الجاریۃ السوداء سألہم عن الله فاشارت الى السماء وھم
اصحاب الاعراف انما یرونہم من یتشبہوا بالمسلمین لیلۃ متفرق الکلمۃ (دع ص ۱۲) جہاں بعض لوگ
ایسے ہوتے ہیں جن کی عقلیں قدرۃ ناقص ہوتی ہیں جیسے بچپن کے زمانہ میں اکثر لڑکے اور بعض بے عقل لوگ اور کان طبع
اور غلام اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق بظاہر یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کی عقلوں میں کوئی نقصان
نہیں لیکن جب ان کے حالات سے ان کو جانچا جاتا ہے تو وہ بے عقل ثابت ہوتے ہیں۔ اس قسم کے انسانوں کا صرف
اتما جمل سامان کافی سمجھ لیا جائے جتنا کہ آپ نے اس سیاہ باندی سے قبول فرمایا تھا جس سے آپ نے دریافت
کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔

حضرت شاہ صاحب موصوف کی ان ہر دو تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اجمالی ایمان رد صورتوں میں معتبر

(۳۸۳) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الشَّرِيدِ (بن سويد) أَنَّ أُمَّاً وَصَّتْ أَنْ يُعْتَقَ عَنْهَا رَقَبَةٌ مُؤْمِنَةٌ
 فَسَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ عِنْدِي جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ تُؤْتِي بَيْتَهُ فَأَعْتَقَهَا
 فَقَالَ لِمَ تَفْعَلُ هَذَا فَقَالَتْ لَهَا مَنْ رَبُّكَ فَقَالَتْ اللَّهُ قَالَ مَنْ أَنَا فَقَالَتْ رَسُولُ اللَّهِ
 (صلی اللہ علیہ وسلم) فَقَالَ أَغْنَيْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ۔ مراد احمد قال البیهقی مراد البزار والطبرانی فی الاوسط الا انہ قال
 لہامن ربک فاشارت برأسها الى السماء فقالت الله۔ ورجالہ مروون۔ ورجلہ ابو داؤد والنسائی ایضاً۔

(۳۸۴) ابوسلمہ شریب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کی جانب سے
 ایک مومن برہہ آزاد کر دیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا اور کہا
 میرے پاس شہر نوربہ کی ایک سیاہ باندی ہے میں اسے آزاد کر دوں، آپ نے فرمایا اسے (یہاں) لاؤ
 میں نے اس کو آواز دی وہ آگئی۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرا رب کون ہے وہ بولی اللہ پھر آپ نے پوچھا
 اور میں کون ہوں وہ بولی اللہ کے رسول، آپ نے فرمایا جاؤ آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔ (مسند احمد)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) بہتا ہے۔ کہیں مسئلہ کی نوعیت ہی ایسی ہوتی ہے اور کہیں مکلفین کی نوعیت کا فرق ہوتا ہے
 خلافت علو کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ دکان فلسفہ سے قطع نظر یہی بات ہر انسان کی فطرت
 میں مرکوز ہے اس لئے یہاں عاقل اور غیر عاقل کی کوئی تقسیم نہیں سب کے لئے اس جہت کا اجمالاً انتساب جائز ہے بلکہ خود
 قرآن ہی انسان کی اسی فطرت کے مطابق نازل ہوا ہے اس نے بھی اپنے بیان میں جا بجا اسی نسبت کو استعمال کیا ہے۔
 دوسری صورت یہ ہے کہ بعض انسان اپنی فطری عقل یا اپنے ماحول کے تاثرات سے اپنی صلاحیت ہی نہیں رکھتے
 کہ مسئلہ کو پوری گہرائی کے ساتھ سمجھ سکیں۔ شریعت بھی ایسے لوگوں سے ان کی عقل سے زیادہ فہم کا مطالبہ نہیں کرتی
 اور عام مسلمانوں کے ساتھ ان کی اجالی شرکت کافی سمجھتی ہے تاکہ موجب تفریق و تشدد نہ ہو۔ مثلاً یہی ناخواند
 باندی اگر اسے تشبیہ و تنزیہ کے مابین ایمان کا مکلف بنایا جاتا تو وہ یقیناً اس سے قاصر ہوتی اس لئے آپ نے
 اس کا اتنا اجالی سا ایمان ہی کافی سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت علو ثابت ہے لیکن ایک وہ شخص جو پوری عقل و
 فہم کا مالک ہے اس کا دماغ علوم سے روشن ہو چکا ہے وہ ہر قسم کی باریکیوں کو سمجھ بھی سکتا ہے۔ اس کے لئے اتنا ایمان
 ایمان کافی نہیں ہو سکتا اسے یہ بھی سمجھنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اگرچہ یہ جہت ثابت ہو مگر اس کا مطلب
 یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس جہت میں موجود ہے۔ (والعیاذ باللہ) اسے صاف طور پر اس کی نفی بھی کرنی ہوگی
 پس جس طرح اجالی ایمان میں مسئلہ کی نوعیت ملحوظ ہوتی ہے اسی طرح ایک بے عقل اور ایک عاقل کا فرق بھی ملحوظ
 رہتا ہے۔ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ ہر دو صورتوں کی مثال بن سکتا ہے۔

(۳۸۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلَقَ مَا مِائَةَ رَحْمَةٍ فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً وَأَرْسَلَ فِي خَلْقِهِ كُلِّهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمْ يَأْسُ مِنَ الْجَنَّةِ وَلَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعَذَابِ لَمْ يَأْمَنْ مِنَ النَّارِ - (مسند ابی حنبلہ)

(۳۸۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَقْرَأْنِي بِرَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ إِفْرَأْ أَشْكَالًا مِنْ ذَوَاتِ الرِّاءِ فَقَالَ كَبُرَتْ سِيَّتِي وَاسْتَشَدَّ

(۳۸۵) ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت کو بنایا تھا اسی دن اس کے سوجھے کر دیئے تھے ننانوے حصہ اپنے پاس رکھے تھے اور صرف ایک حصہ ساری مخلوق کے لئے رکھ دیا تھا اس لئے اگر کافر کہیں اللہ تعالیٰ کی پوری رحمت جان لیں تو کبھی اس کی جنت سے ناامید نہ رہیں اور اگر مومن اللہ تعالیٰ کے پورے عذاب کو جان لیں تو کبھی دوزخ سے نڈر نہ رہیں۔ (بخاری شریف)

(۳۸۶) عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ پڑھنے کے لئے بتا دیجئے آپ نے فرمایا وہ تین سورتیں پڑھ لیا کرو جن کے شروع میں الف۔ لام۔ راہ ہے۔ اس نے عرض کیا میری عمر اب زیادہ ہو چکی ہے

(۳۸۵) بندہ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عذاب کا اجمالی ہی تصور ہو سکتا ہے اگر اس کی غیر متناہی طاقتوں کا اس کو علم ہو جائے تو اس کی کمزور فائزوں فطرت کا توازن بگڑ جائے اور رحمت کے سامنے عذاب کو قبول جائے اور عذاب کے سامنے رحمت کو فراموش کر دیتے۔ اس کے عمل کی کتنی اسیریت تک چل سکتی ہے جب تک کہ اس کے خوف درجہ کے دونوں بازو حرکت کرتے رہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے ہر جگہ جنت کے ساتھ دوزخ، نعمت کے ساتھ نعت اور عذاب کے ساتھ ثواب کا ذکر کیا ہے۔ بنی عبادی انی انما الغفور الرحیم وان عذابی هو العذاب الالیم۔ دیکھئے دونوں تیسروں میں کتنا درجہ پھر ان میں متنا توازن ہے۔ اسی مضمون کی ایک حدیث ترجمان السنہ جلد اول ص ۳ پر بھی گذر گئی ہے۔

(۳۸۶) ترجمان السنہ جلد اول ص ۳ پر مزامین شلبہ کی زبان ہے یہی اسی قسم کے کلمات تھے اور واقعہ ہے کہ ایک سادہ مزاج شخص کی زبان سے اطاعت و فرمانبرداری کے کلمات اس سے جبرہ کراد کر لیں ہی نہیں سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اعتقادات کے بارے میں اپنی امت کے لئے اجمالی ایمان کافی سمجھا یہ اسی طرح عمل کے دائرہ میں بھی ان کی ہر ایک پر تفصیلی دین کا بوجھ نہیں ڈالا ایک فی تعلیم یافتہ باندی کا توحید و رسالت پر اجمالی ایمان قبول فرمایا اسی طرح ایک نو مسلم کو صرف قرآن میں پر عمل پیرا ہر جگہ سے نکلنے کی بشارت سنائی اسی طرح یہاں بھی اس ضعیف العزم شخص کو قرآن کی ایک مختصر سورت پڑھائی

قُلْتُ وَعَلَّظَ لِسَانِي قَالَ فَأَقْرَأْ أَكْثَرَ مَا مِنْ ذَوَاتِ حِمٍّ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِمْ قَالَ الرَّجُلُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ سُورَةَ جَامِعَةً فَأَقْرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زِلْزَلَتْ
حَتَّى فَرَّغَ مِنْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرِيدُ عَلَيْهِ أَبَدًا ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَمْ أَرَوْا نَجْلًا مَرَّ نَجْدًا - (رحمہ اللہ احمد ابو داؤد)

(۳۸۷) عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَاءَ أَهْرَاقِي فَأَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ
فَصَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ أَتَى رَاحِلَتَهُ فَأَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ

اور میرا قلب و زبان سخت پڑ چکے ہیں آپ نے فرمایا اچھا تو جن تین سورتوں کے شروع میں حِم ہے
ان کو پڑھ لیا کرو، اس پر اس نے پھر وہی پہلا عذر کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ تو کوئی جامع اور مختصری
سورت بتا دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں اس کو سورۃ اذ از زلزلت پڑھادی
بہا تک کہ آپ اسے پوری پڑھا کر فارغ ہو گئے اس شخص نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو
دین حق دیکر بھیجا ہے میں کبھی اس پر کوئی ایذا نہ نہیں کروں گا یہ کہہ کر پشت پھیر کر چل دیا آپ نے دوبار
فرمایا یہ بے وقوف بھارہ کامیاب ہو گیا (احمد ابو داؤد)

(۳۸۷) جُنْدُبُ بَيَانِ كَرْتِهِ بِسُورَةِ اِذَا زِلْزَلَتْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اِنِّي اَتَاكَ بِسُورَةٍ جَامِعَةٍ
بَانْدَا اور مسجد میں داخل ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی جب سلام پھیر کر فارغ ہو گیا
تو اپنی اڑنٹی کے پاس آیا اس کا زانو کھولا اور اس پر سوار ہو گیا اور بلند آواز سے کہا اے اللہ مجھ پر رحم فرمائے

فَزِدْ دِفْلَاحَ كِي خَوْفِي دِيْدِي الرَّوْكِ كِي تَصْفِيْرِ مِيْدَا سِ كِي اِسِي مَعْدِي كِي طَرَفِ اِشَارَةِ تَحَا كِي اِغْيَرِ مَعْدُو شَخْصِ كِي
تو اتنی سہولت پسندی نامناسب ہے مگر وہ معذور کی حقیقت ایک ناقص انسان رہ گئی ہو قابل اغماض ہو سکتا ہو اس کا
نام دین ضعیف ہے اس کی بنیاد تمام تر سہولت پر ہے یہاں معذور سے معذور شخص کیلئے بھی جنت میں جانے کا راستہ نکل آتا ہے
مقصود راہِ زدی جہد و مشقت نہیں انہماکِ عبادت ہے یہاں آپ کو دوسریوں کا مطالعہ کر لینا اور بصیرت کا موجب ہو گا۔ ترجمان السنہ
جلد اول ۱۳۳۷ھ حدیث ۳۸۷ میں ایک اسرائیلی شخص کا واقعہ مذکور ہے جس نے خدا سے ڈر کر وصیت کی تھی کہ میرے بعد
اس کو جلا کر فارغ کر دیا جائے۔

(۳۸۷) بِه حَدِيْثٍ كُحْلِيْ مَخَابِرَتِ كِي سَاوَهُ تَرْجَانِ السَّنَةِ جِلْدُ اَوَّلٍ ۴۲۳ (۵) پْرِي كُزْجِي كِي هِي دِهَا اِسْ
اعرابی کے متعلق آپ نے جماعتی کلمات فرمائے تھے وہ بھی گزر چکے ہیں اس روایت میں آپ نے اس کے اس شدید کلمہ کا
عذر اس کی کم فہمی اور بے عقلی قرار دی ہے۔ یہ کلمہ اگر کسی اور تربیت یافتہ صحابی کے منہ سے نکلنا تو شاید قابلِ مرزوش ہو جاتا
لیکن آپ کو ہر شخص کی مقدارِ محبت اور علم و فہم کی رعایت بھی رہتی تھی اس لئے اگر کسی ناواقف کے منہ سے محبت و عظمت کے

ثُمَّ تَأْدَى اللَّهُمَّ أَحَبِّنِي وَمَحَمَّدٌ أَوْلَا شَرِكٍ فِي رَحْمَتِنَا أَحَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَتَقُولُونَ هَذَا أَمْ بَعِيدُهُ أَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى مَا قَالَ قَالُوا بَلَى - (رماء البوداود)

اذا استشكل شيء من حقائق علم التوحيد فليعتقد بما هو الصواب عند الله

(۳۸۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُونَ التَّوْرَةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا
بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ
وَلَا تَكُنُوا بُوهُمُ قَوْلُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا - (رماء البغاري)

(۳۸۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ آيَةً هِيَ الَّتِي
أُنْزِلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهَا آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ إِلَى قَوْلِهِ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَوَّلَ الْأَكْبَابِ قَالَتْ قَالَ

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ہم دو کے سوا اور کسی کو اس میں شریک نہ کرتا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے
فرمایا تم اس میں اور اس کے اوٹ میں زیادہ نا فہم کس کو کہو گے تم نے بھلا سنا اس نے کیا کلمہ کہا ہے
صحابہ نے عرض کیا جی ہاں سنا۔ (ابوداؤد)

عقائد کے مسائل میں جب کہیں الجھن پیش جائے تو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں صواب اس پر اجماع الایمان لانا کافی ہے

(۳۸۸) ابوسریرہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھا کرتے اور مسلمانوں کے سامنے
عربی زبان میں اس کی تفسیر کیا کرتے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ان کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب
صرف مجملہ اتنا کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس قرآن پر جو ہم پر اتارا گیا ہے۔ (بخاری شریف)

(۳۸۹) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی ہو لہذا
اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے جس نے قرآن کریم نازل فرمایا اس میں دو قسم کی آیات ہیں محکمات اور مشابہات
(آیات محکمات اپنے معنی میں واضح اور کھلی ہوئی ہیں اور مشابہات اپنی مرادوں میں واضح نہیں ان پر مجملہ ایمان

اللہ تعالیٰ کوئی نامناسب کلمہ نہ مل گیا ہے تو گوڑے بغیر تو آپ نے اس کو بھی نہیں چھوڑا مگر اس انداز کی سخت گیری بھی نہیں فرمائی۔
کسی اور بچے علم و فہم کے شخص سے کی جاتی۔ اور اس کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کلیک اجمالی تصور قابلِ غماض سمجھایا ہے
(۳۸۸) یہ مسئلہ بہت اہم مسئلہ تھا کہ ذات و صفات کے جن مسائل میں برہمی حقیقت منکشف نہ ہو سکے ان کے
متعلق کیا صورت اختیار کرنی چاہئے۔ علماء کی تحقیق یہ ہے کہ ایسے مسائل میں جو صورت اللہ تعالیٰ کے علم میں صواب ہو۔
سرور است اسی پر اجماع الایمان رکھنا کافی ہے۔ البتہ آئینہ اس کی تحقیق کی نظر نہ لگانا چاہیے

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّا رَأَيْنَا الَّذِينَ يَنْتَبِعُونَ مَا تَشَاءُ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ
سَمِعَ اللَّهُ (عَزَّ وَجَلَّ) قَاخُذَرِ مُحَمَّدٌ (مرآۃ البحاری)

الاحکام تجری علی الظاہر واللہ یتولی السرائر

(۳۹۰) إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ إِنَّ أَنَا سَاكَاوُوا
بُرْخَدُونَ يَا لَوْحِي فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدْ انْقَطَعَ وَلَمْ يَأْتِ

میں نے آنا چاہئے لیکن جن کے دلوں میں کبھی کا مضمون ہوتا ہے وہ ان ہی آیتوں کے مضمون کی تلاش کے پیچھے
پڑے رہتے ہیں اور نخبہ علم کے لوگ صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے جو معنی بھی ہوں
ہم اس پر ایمان لائے (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! جب
تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو مشابہات کے معانی معلوم کرنے کے درپے ہوں تو ان سے بچتی رہنا کیونکہ یہی وہ لوگ
ہیں جن کا قرآن نے نالین نام رکھا ہے۔ (بخاری طریف)

اسلامی احکام ظاہری حالات پر نافذ ہوں گے اور اندرونی حالات کا حساب اُستغالی کے حوالہ رہے گا

(۳۹۰) عبد اللہ بن عبیدہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں لوگوں کی گرفت وحی کے ذریعہ سے ہوا کرتی تھی اب وحی تو منقطع ہو گئی اس لئے اب
ہم صرف ظہار سے ظاہری اعمال پر گرفت کیے اگر کوئی شخص ہمارے سامنے ایسے افعال کرے گا اس کو تو

وإذا أشكل على الإنسان شيء من دفتان	جب علم توحید و عقائد کے کسی باریک مسئلہ میں الجھن پیش آجائے
علم التوحید فینبغي لمان يعتقد في الحال	تو سر دست اس کے تسلط اجمالاً ایمان نے آنا کافی ہے کہ اس
ما هو الصواب عند الله تعالى إلى ان يجد	مسئلہ میں اللہ کے نزدیک حتمی جواب ہو اسی پر جملہ اعتقاد ہے
علما فيسأله ولا يصحنا خيرا الطلبة لا	یا جلیل ایمان اس وقت تک کافی ہو گا جب تک اس کو کوئی عالم
يعذرنا لوقت فيه ويكفران وقت	نہ ملے جب کہ کوئی محقق عالم جلتے تو اس کو تحقیق کرنی ضروری ہوگی۔
ولم اريد قاتن علم التوحید لسان بكون الشك	اور اب تحقیق و تفتیش کے بغیر بیٹھے رہنا کفر ہوگا۔ یہ یاد رکھنا
والشبهة فيها ما نأيا للايمان وما قضا	چاہئے کہ یہاں علم توحید کے باریک مسائل سے وہ مسائل مراد
للايمان بذات الله تعالى وصفه ومعرفة	ہیں جن میں شک و شبہ کرنا ایمان کے منافی ہو۔
كيفية المؤمن بمباحوال اخرته۔ (شرح فہرست)	(شرح فقہ اکبر)
	(باقی بر صفحہ ۱۳۳)

تَأْخُذُكُمْ الْآنَ بِمَا أَظْهَرْنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ مَنَ أَظْهَرْنَا خَيْرَ الرِّمَاءِ وَفَرِّبْنَا وَكَيِّسَ الْبَيْنَا مِنْ سَرِيرَتِهِ شَيْءٌ. اللَّهُ مُحَاسِبُهُ فِي سَرِيرَتِهِ وَمَنْ أَظْهَرْنَا شَوْكُهُ فَأَمْسَهُ وَكَرِهَ نَصْدِقُهُ وَلَنْ قَالَ أَنَّ سَرِيرَتَهُ حَسَنَةٌ (رحمہ اللہ البخاری)

(۳۹۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ عُثْمَانَ فَقُلْتُ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ أَصَابَنِي فِي بَصَرِي بَعْضُ الشَّيْءِ فَبَعَثْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلِي أَحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي تُصَلِّيَ فِي مَنْزِلِي فَأَتَانِي مُصَلًّى قَالَ فَآلِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَاءَ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَدْ خَلَّ وَهُوَ يُصَلِّي فِي مَنْزِلِي وَأَصْحَابِي يَتَخَذُونَ بَيْنَهُمْ أَسْنَدًا وَعَظُمَ ذَلِكَ وَكَبُرَ إِلَى مَالِكِ بْنِ دُخْنَمٍ قَالَ

امن دیں گے اس کی عزت بھی کریں گے اور اس کے اندرونی حالات سے ہمیں کوئی بحث نہ ہوگی اس کا حساب لینے والا خدا تعالیٰ ہے اور جو ہمارے سامنے برے افعال کرے گا اس کو ہم امن نہیں دیں گے اور ہرگز اس کی تصدیق نہیں کریں گے اگرچہ وہ یہ کہتا رہے کہ میرا باطن بیت اچھا ہے۔ (بخاری شریف)

(۳۹۱) اس روایت کرتے ہیں کہ محمد بن ربیع نے مجھ سے بیان کیا کہ میں مدینہ آیا تو عثمان بن مالک سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا۔ آپ کی ایک حدیث مجھے بالواسطہ پہنچی ہے انہوں نے فرمایا (رجی ہاں سنئے) میری نظر میں کچھ نقصان تھا اس لئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ایسا میری قناعتی کتاب میرے گھر تشریف لاتے اور کسی جگہ اگر ناز پڑے لیتے تو میں اسی کو اپنی ناز پڑھنے کی جگہ مقرر کر لیتا۔ وہ بیان کرتے ہیں آپ تشریف لے آئے اور جن جن محلہ نے چاہا وہ بھی آپ کے ہمراہ آگئے۔ آپ میرے گھر میں نماز ادا فرمانے لگے اور میرا آپس میں کچھ باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے اور ان باتوں کا زیادہ تر زمرہ دار مالک بن دُخْنَم کو قرار دیا وہ چاہتے یہ تھے کہ آپ اس کے حق میں بددعا فرمائیں اور وہ تباہ و برباد ہو جائے اور اس کو خوب نقصان پہنچے جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا کیا یہ شخص یہ گواہی نہیں دیتا

بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ان کے علاوہ جن مسائل کا علم ایمان کے لئے ضروری نہیں ان کا حکم بھی یہی ہے یعنی ان کے متعلق بھی اجالی ایمان لانا کافی ہے۔ مگر ان کی تحقیق و تفتیش کے لئے کسی عالم کی تلاش کی ضرورت نہیں کیونکہ جب خدا ان مسائل کا علم ہی ایمان کے لئے شرط نہیں تو ان کی تحقیق کے لئے عالم کی تلاش کیوں شرط ہو۔ (خرقہ نقہ اکبر)

حضرت عائشہؓ کی حدیث میں آیات و تنبیہات کا جو حکم مذکور ہے اس سے بھی اس قسم کے پیچیدہ مسائل کے متعلق بھی حکم متنبہ ہوتا ہے یعنی جس طرح ان آیات و تنبیہات کی مرادیں پر اجالا ایمان لے آنا و سوغ فی العلم کی ثانی ہے اسی طرح اہل حدیث و مسائل پر بھی اجالا ایمان لے آنا ایمان کی بکلی کی دلیل ہوگی۔

وَدَّوْا أَنْتُمْ دَعَا عَلَيْهِ فَمَلَكَ وَوَدَّوْا أَنْتُمْ صَابَهُ شَرُّ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ
قَالَ الْكَلْبِيُّ يَكْفُرُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ قَالَ أَنْتُمْ يَقُولُ ذَلِكَ وَفَاهُوَنِي قُلُوبُ قَالَ
لَا يَهْدِي أَحَدًا أَنْتُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ قَدْ خَلَّ النَّارَ وَأَنْتُمْ تَطْعُمُهُ قَالَ أَشَرُّ
فَأَعْجَبَنِي هَذَا الْحَدِيثُ فَقُلْتُ لِابْنِ الْكُبَّةِ فَلَكَتَبَهُ - (رواه مسلم والبخاری مع تغایر)

(۳۹۲) عَنْ ابْنِ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمَّا
وَضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تَصِلْ عَلَيْهِ بِرَسُولِ اللَّهِ فَلَمَّا رَجَلَ فَأَجْرًا فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
حَرَسَ لَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَفَى عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ
أَهْوَأَبُكَ يَطْمُونُ أَنْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْتَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ مَا أَنْتَ لَا

کہ معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور میں اس کا رسول ہوں انہوں نے عرض کیا یہ گواہی تو دیتا ہے لیکن دل سے
نہیں آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص اس بات کی گواہی بھی دے پھر دوزخ میں بھی داخل ہو سکے یا
یہ فرمایا کہ آتش دوزخ اس کو جلا سکے اس کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بہت پسند آئی میں نے اپنے لڑکے سے
کہا اسے قلب بند کر لو اس نے قلب بند کر لی۔ (مسلم)

(۳۹۲) ابن عاصم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازہ کیلئے باہر
تشریف لائے جب جنازہ پہنچے رکھ دیا گیا تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ سے فاسق و فاجر آدمی ہے آپ اس کے
جنازہ کی نماز نہ پڑھیں آپ نے لوگوں کی طرف دیکھ کر پوچھا تم میں کسی نے اس کو کوئی اسلامی عمل کوئے ہوئے
دیکھا ہے؟ ایک شخص بولایا ہاں یا رسول اللہ اس نے ایک شب خدا کی راہ میں پہرہ داری کی ہے میں نے تم کو
آپ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اپنے ہاتھوں سے خدا اس کو نبی بھی دی اور فرمایا تیرے ماحق تو تیرے
متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ تو دوزخی ہو گا اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے پھر فرمایا عمر! قیامت میں

(۳۹۲) اگر رحمۃ اللعالمین امت کے اس عاصی پر نازا نہ فرمادیتے تو امت محمدیہ کے ساتھ عاصی اس سادتِ عظمیٰ
سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجاتا اس لئے آپ نے سمجھا یا کہ کسی کی ٹہنی کو تباہی کی تباہی نازہ جی سادت سے اس کو محروم کر دینا
میری شریعت کا آئین نہیں۔ کہہ اسلام پڑھ لینے کے بعد کسی سولی فسق و فجور سے اسلام کا عہد و فاداری نہیں ٹوٹتا۔ پس
جب تک یہ عہد قائم ہے اپنے بھائی کے لئے دعا حضرت کرنا ہم پر اس کا ایک آخری حق ہے۔ اگر شریعتِ حنیفہ کی اس
سہولت اور نرمی سے عمر کی طبیعت ماز نہیں کرتی تو نہ کرے مگر ان کو یہ معلوم ہوجانا چاہئے کہ ان معاملات میں سوال صرف
اسلام ہی کے متعلق رہے گا کسی کے اعمال کی تحقیق و تفتیش نہیں لگائی جائے گی۔ اگر کسی کی خاص وجہ سے کسی کے

لَا تُسْأَلُ عَنْ أَعْمَالِ النَّاسِ وَلَكِنْ تُسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ - (مرزا ابیہقی فی شعب الایمان)
 (۳۹۳) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِسْنَادًا نَبِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي قَتْلِ رَجُلٍ فَقَالَ لَا تَعْلَمُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّيُ فَقَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ
 فِي قَلْبِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَمَأْذُمٌ أَنْ أَنْتَقِبَ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ
 وَلَا أَشَقُّ بَطْنُكُمْ - (متفق علیہ وھو فی البخاری مفصلاً ایضاً)

یصح الاسلام علی الشرط الفاسد

(۳۹۴) عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاجِمٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ إِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْلَمَ

لوگوں کے اعمال کے متعلق تم سے سوال نہ ہوگا تم سے صرف اسلام کے متعلق سوال ہوگا۔ (شعب المایان)
 (۳۹۳) ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ خالد بن ولید نے ایک شخص کے قتل کرنے کے بارے میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی آپ نے انہیں اجازت نہ دی اور فرمایا دیکھو کہیں وہ نماز ادا نہ کرتا ہو، خالد
 بولے کتنے ہی نمازی پڑھنے والے ہیں جو اپنی زبانوں سے ایسی باتیں مانتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں آپ
 نے فرمایا تو مجھے بھی اس کا حکم نہیں کہ میں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کر کے اور ان کے پیٹوں کو پھاڑ پھاڑ کر
 دیکھا کروں کہ اس میں کیا ہے۔ (متفق علیہ)

شرط فاسد لگا کر بھی اسلام صحیح ہو سکتا ہے

(۳۹۴) نصر بن عاصم لثمی اپنے خاندان کے ایک شخص کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آپ کی

بنان پر نماز ادا کی جائے تو یہ صرف جزئی امدوقی مصلحت ہوگی قاعدہ مذہب نہ گا۔

(۳۹۳) محدث مذکور سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کی باطنی نیتوں ادا ان کی اندرونی حالتوں سے بحث کرنے کا ہمیں
 کوئی حق نہیں جب تک ایک شخص اسلامی احکام بجالا رہا ہے اس کے اندرونی معاملات کو زیر بحث لانا اسلامی
 رواداری کے خلاف ہے اسی لئے آپ نے فرمایا جب تک شخص مذکور کے متعلق نماز پڑھنے کا احتمال موجود ہے اس کے
 قتل کی اجازت نہیں دیا جاسکتی۔

ان اگر اعمال ظاہری کی شہادت کلیتہً منقود ہو جائے اور اعمال اسلامی میں کوئی عمل بھی موجود نظر نہ آئے تو
 پھر معاملہ زیر غور آ سکتا ہے اور اگر خدا نہ کر دے کہیں اعمال کی شہادت خلاف پر ثابت ہو جائے تو اب معاملہ بلا شبہ اور
 پیچیدہ ہو جائے گا۔ رواداری کی بھی آخر کوئی حد ہوتی ہے۔ اسلام ایسی رواداری کی اجازت نہیں دیتا جو باغیوں میں

عَلَى أَنْ لَا يُصَلِّيَ إِلَّا صَلَاتَيْنِ تَقْبَلُ مِنْهُ رَاهِ أَحْمَدُ (۳۹۵) وَنَسْأَلُ جَدَّاهُ الصَّعَابِي لَانْصُرُ
(۳۹۵) عَنْ فَصَالَةَ اللَّيْثِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أُرِيدُ
الْإِسْلَامَ فَعَلِمَنِي شَرَاءَ رَيْعٍ مِنْ شَرَاءِ رَيْعِ الْإِسْلَامِ فَذَكَرَ الصَّلَاةَ وَشَهْرَ مَضَانَ وَمَوَاقِيتَ
الصَّلَاةِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَذَكِّرُ سَاعَاتٍ أَتَأْتِيهِمْ مَشْغُولُونَ وَلَكِنْ عَلِمَنِي جَمَاعًا مِنَ
الْكَلَامِ قَالَ إِنْ شَعِلَتْ فَلَا تَشْغَلْ عَنِ الْعَصْرِ قُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ وَلَمْ تُكُنْ لُغَةً قَوْمِي
قَالَ الْفُجْرُ وَالْعَصْرُ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ

(۳۹۶) عَنْ فَصَالَةَ قَالَ عَلِمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيهَا عَلِمَنِي
وَحَافِظَ عَلَى الصَّلَاةِ الْخُمْسِ قَالَ قُلْتُ إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتٌ لِي فِيهَا اشْغَالٌ فَمُرِّي بِأَمْرٍ

خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو نمازیں پڑھائیں گے آپ نے ان کی ضرورت کو قبول کیا
(۳۹۵) فَصَالَةُ اللَّيْثِيِّ سے روایت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا اور عرض کیا کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے کچھ احکام اسلام سکھائیے۔ آپ نے ان کو رمضان
کے روزے اور نماز کے اوقات تعلیم کر دیئے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ آپ تو مجھے ایسے اوقات بتا رہے ہیں
جن میں مجھے بڑی مصروفیت رہتی ہے مجھے تو کوئی مختصر بات بتادیجئے۔ فرمایا اچھا تو کم از کم عصرین میں غفلت
نہ کرنا۔ عصرین ہمارے قبیلہ کا محاورہ تھا اس لئے میں نے پوچھا یا رسول اللہ عصرین کا کیا مطلب ہے؟
آپ نے فرمایا یہ فجر اور عصر کی نمازیں ہیں۔ (مسند رک)

(۳۹۶) فَصَالَةُ رَوَايَتِ كَرْتِي هُنَّ كَرْتِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ اسْلَامِي احْكَامِ كِي تَعْلِيمِ دِي
مَنْجَلَانِ كِي اِيكِ بَاتِ يِهْ فَرِيَانِي كِي مَخْرَقَتِهْ نَمَازُ كِي نَكْرَانِي رَكْعَانِي نِي عَرْضِ كِيَا كِي اِنِ اَوْقَاتِ مِي تَوَجَّهِي بَرْ
كَامِ رَهْتِي هِي كُوْنِي اِيْسِي مَخْصَرَاتِ بَتَادِيجِي كِي جَبِ وَهْ كَرُوْنِ تَوْبِي مِيرِي لِي كَانِي هُوْجَايِي اُپْسِي نِي فَرِيَا

لافاؤنیہ کی اسپرٹ پیدا کر دے۔ وہ ظاہری عبادات کی ادائیگی سے انبیاء باطن کی روح پیدا کرنا چاہتا ہے اور انبیاء باطن
کی روح پیدا کر کے اعضاء ظاہری کو احکام اسلامیہ کا مطیع و متعا بد بنا دینا چاہتا ہے۔ اگر ظاہر و باطن میں یہ توافقی پیدا
نہیں ہوتا تو پھر اس کا نام نفاق ہے یا فسق و فجور۔

(۳۹۵) بَعْضُ عُلَمَاءِ كَايِهْ خَالِ هِي كِي نَهْرِيْنِ عَاصِمِ كِي حَدِيثِ مِي اَنْخَفَرْتِ صَلِي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِي تَيْنِ نَمَازُوْنِ كِي مَطْلَقًا
مَعَانِي مَدِي تَحِي لِيكِنْ حَضَرْتِ اسْتَاذِ قَدِيسِ مَرُو كِي تَزِيكِ نَمَازُوْنِ كِي سَالِمِ مِي كِسِي كِي كَا كُوْنِي اسْتَشَارَ گُوَارَا هِي كِيَا كِيَا۔ اِس
حَدِيثِ مِي جَوْحَمِ دِيَا كِيَا تَوَّاهْ صَرَفِ يِهْ تَهَا كِي مَسْجِدِ وَعَصْرِ كِي نَمَازُوْنِ كَا اِهْتَامِ بِنَسْبِتِ اَوْرَا نَمَازُوْنِ كِي زِيَادَهْ رَكْعَتَا جَاهِي۔ قُرْآنِ كَرِيمِ
نِي اِي دَوْنِ نَمَازُوْنِ كِي آيَتُوْنِ مِي مَخْصَرِيَتِ كِي سَاخْتَهْ تَذَكَّرَهْ كِيَا هِي اَوْرَا حَدِيثِ مِي مِي خَاصِ طَوْرِ پَرَانِ كِي فَضِيلَتِ بَيَانِ

جَامِعٍ إِذْ أَتَانَا فَعَلَّمَهُ أَجْزَاءَ عَمِّي فَقَالَ حَافِظٌ عَلَى الْعَصْرِ مِنْ وَمَا كَانَتْ مِنْ بَعْدِنَا نَقُلْتُ وَمَا
الْعَصْرَانِ؟ فَقَالَ صَلَوةٌ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَصَلَوةٌ قَبْلَ غُرُوبِهَا۔ (رواہ ابوداؤد)
(۳۹۷) عَنْ یَحْیٰی بْنِ جَرَّاحٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْ لَا أَكْثَرَ إِلَّا كَاتِمًا۔ (رواہ احمد)

تو پھر عصرین کی نگہداشت رکھنا عصرین کا لفظ ہماری قوم کا محاورہ نہ تھا اس لئے میں نے پوچھا عصران کا کیا
مطلب ہے آپ نے فرمایا دونوں کا نام ہی ایک طلوع آفتاب سے پہلے اور دوسری غروب آفتاب سے پہلے۔ (ابوداؤد)
(۳۹۷) حکیم بن حزام روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر بیعت کی
کہ میں اس کی کوشش کروں گا کہ میں نمازی مروں۔ (مسند احمد)

کی گئی ہے پس جس طرح ان آیات و احادیث میں دو نمازوں کی تخصیص سے بقیہ نمازوں کی صفائی کا وہم نہیں کیا جاسکتا۔ اسی
طرح نصرین عامم کی حدیث میں بھی بقیہ نمازوں کی صفائی کا وہم نہیں کرنا چاہئے۔ فضالہ کی ان دو مفصل روایتوں سے حضرت
استاد قدس سرہ کے رائے کی صریح تائید ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک جو صحابی نصرین عامم کی حدیث میں سہم رہ گئے ہیں وہ یہی فضالہ
ہیں اور اس بنا پر ان دونوں روایتوں میں جو واقعہ مذکور ہے وہ فضالہ ہی کا ایک واقعہ ہو گا۔ ان کی روایتوں سے یہ بات عاف
طور پر واضح ہے کہ آپ نے ان کو بھی پہلے پانچ ہی نمازوں کی اولیٰ تک کا حکم دیا تھا لیکن جب انہوں نے ان اوقات میں اپنی
مصرفیت کا عند کیا تو آپ نے پہلے ہی مرحلہ پر ان کو زیادہ تنقید کرنا قرین مصلحت نہ سمجھا بلکہ جس طرح ایک مشغول انسان
کو وقت کی فرصت کے لحاظ سے اہم مقاصد کی زیادہ تاکید کر دی جاتی ہے اسی طرح ان کو بھی ان دو نمازوں کی تاکید زیادہ فرمادی
جن میں بڑی سے بڑی مشغولی کے بعد بھی کوئی فرقہ رداشت قابل برداشت نہیں ہو سکتی۔ یہاں کسی نمانکی صفائی کا کوئی قصہ نہ تھا
پھر اس مصلحت سے ان دو کو ہی مادی نے نصرین عامم کی حدیث میں اتنا مختصر کر ڈالا ہے کہ اس کے الفاظ سے تین نمازوں کی صفائی
کا وہم پیدا ہونے لگا۔ لیکن جب نصر اور فضالہ کی روایتوں میں ایک ہی واقعہ کا تذکرہ ہے تو پھر کسی مادی کے صرف لفظی
اختصار کی وجہ سے اس کو دو علیحدہ علیحدہ واقعہ کی صورت دیدینا بالکل خلاف واقع ہو گا۔ یہ امر بھی قابل یلداشت ہے کہ دو
نمازوں کے متعلق آپ نے محافظت کا لفظ استعمال فرمایا ہے لغت عربی کے لحاظ سے یہ لفظ بڑی وسعت رکھتا ہے۔ جماعت
شروع و ختم اور رعایت آداب سب اس کے منہج میں داخل ہیں۔ اس بنا پر دو نمازوں کی زیادہ تاکید اور تین نمازوں میں
توسیع کا دائرہ ان ہی امور تک محدود سمجھنا چاہئے۔ یہاں نمازوں کے پڑھنے نہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ نمازوں میں آداب
ارکان کی زیادہ رعایت و عدم رعایت کا ذکر ہے پس آپ کی توسیع کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر تم کو ان اوقات میں فرصت
نہ ملے تو اور نمازوں میں جماعت کی پابندی اور وقت معین کی اتنی قید نہیں ہے جتنی ان دو نمازوں میں ہے۔

(۳۹۷) اس حدیث کی شرح میں مختلف اقوال ہیں ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لا اوتیر الاصلیا یعنی میں اس کی
کوشش کروں گا کہ میں نمازی مروں۔ امام احمد اس کا مطلب یہ قرار فرماتے ہیں کہ میں نمازیں رکوع کے بغیر سجدہ کیا کروں گا۔ سنی نے اس حدیث
پر باب قائم کیا ہے۔ باب کیف یحیی السجود یعنی سجدہ کیلئے کیسے جانا چاہئے۔ اس عنوان سے یہ نکلتا ہے کہ انہوں نے اس کا مطلب
یہ سمجھا ہے کہ میں سجدہ کے لئے پورا کھڑا ہونے کے بعد جایا کروں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس حدیث میں کوئی شرط فاسد نہیں ہے نہ صرف
ایک شرط کی مناسبت سے ذکر کر دی گئی ہے۔ حدیث بالا کا ترجمہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ کی تفسیر کے مطابق کیا گیا ہے۔

(۳۹۸) عَنْ السُّدُوفِيِّ بْنِ الْخَصَّاصِيَّةِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَكْبَعَةٍ فَأَشْرَطَ عَلَيَّ شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ تُحَدِّثَ عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ وَأَنْ أَقِيمَ الصَّلَاةَ وَأَنْ أُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ وَأَنْ أَتَحُجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ وَأَنْ أَصُومَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَأَنْ أَجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا الْإِثْنَانِ فَوَاللَّهِ مَا أَطِيقُهُمَا الْجِهَادُ وَالصَّدَقَةُ فَأَتَخَذْتُ زَعَمُوا أَنَّ مَعَ وَلِيِّ الدُّبُرِ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ فَأَخَافُ أَنْ حَضَرْتُ تِلْكَ جَشِيعَتْ لَفْظِي وَكَبِهَتْ الْمَوْتُ وَالصَّدَقَةُ فَوَاللَّهِ مَا لِيَ إِلَّا غَنَمَةٌ وَعَشْرُ ذُرِّيَّةٍ مِنْ رِثْلِ أَهْلِي وَخَوَلَاءُكُمْ قَالَ فَقَبَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ ثُمَّ قَالَ فَلَا جِهَادَ وَلَا صَدَقَةَ فَلَمْ يَدْخُلِ الْجُمُعَةَ إِذَا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَبَا بَعْقٍ قَالَ فَبَايَعْتُ عَلَيْهِنَ كُلَّهِنَّ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْإِسْطِطْحَاكِيُّ فِي سُنَنِ رَجُلٍ مَحْمُودٍ قَالَ الْمُهَيْمِيُّ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَثَوَّقُونَ -

(۳۹۸) سدوسی روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوا آپ نے یہ شرط لگائی کہ میں گواہی دوں کہ معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندہ اور رسول ہیں اور اس بات کی کہ ناز یا ضابطہ چاکر کا زکوٰۃ ادا کرے اگر اسلامی طریقہ پرچ کرے، ماہ رمضان شریف کے روزے رکھ کرے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں دو باتوں کی توجہ میں ہمت نہیں ایک جہاد دوسرے صدقہ (جہاد کی تو اس وجہ سے) کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص جہاد میں بھاگ جائے اس پر خدا کا غضب ٹوٹ پڑے گا میں نے ڈرتا ہوں کہ اگر میں جہاد میں شریک ہوں تو میرا نفس کہیں مجھیری نہ کرے اور موت سے ڈرنے لگے۔ رہا صدقہ تو اس کا معاملہ یہ ہے کہ مجھ امیر ہوں صرف چند کبریاں اور دس اونٹ ہیں ان ہی کے دودھ پر میرے بچوں کی گذران ہے اور وہی ہم لوگوں کی ساریاں بھی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پیچھے کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ کو حرکت دیکر فرمایا (واہ) جہاد بھی نہیں اور صدقہ بھی نہیں تو پھر جنت میں کیسے جاؤ گے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اچھا تو پھر میں ان شرائط ہی پر بیعت کئے لیتا ہوں اور ان سب باتوں پر بیعت کر لی۔ (مسند احمد)

(۳۹۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غاطسین کی فہم کے اختلاف اور ان کی مختلف صلاحیتوں کے لحاظ سے اپنا پرانے گنگوہی مختلف رکھا ہے یہاں ابن الخصاصیہ کی مقبول پسند طبیعت دیکھی اور اس کو جہاد اور صدقہ کی ادائیگی پر آمادہ پایا تو چند کلمات ترغیب ارشاد فرما کر اس کو نوا بھار دیا اور فضا کے حدیث میں جب وفد نصیب کی مشہور درشت فطرت پر نظر کی تو ان سے کوئی جہت کمری مناسب نہ سمجھی اور جن شرائط پر انھوں نے جہاد یا ان ہی پر سب تامل بن کو بیعت فرمایا۔ مبارک انعام و تقسیم کی تنگی ان کو اسلام کی اتنی آمادگی سے ہی گشتہ کر دے۔ (باقی پر صفحہ آئندہ)

(۳۹۹) عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَايَعَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ عَلَيْنَا: أَنْ لَا بُرْءَ لَنَا
بِأَشْوَئِنَا وَكُنَّا عَنْ النَّبِيَّةِ فَقَبَضَتْ أَمْرَهُ وَمَا يَدُهَا فَفَعَلَتْ فَلَا نَدْنَا سَعْدَ نَبِيٍّ وَأَنَا أَرِيدُ
أَنْ أَجْزِيَهَا فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَقَدْ هَبْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَمَا وَفَّقْتُ أَمْرَهُ قَدْ أَلَا أُمُّ سُلَيْمٍ وَأُمُّ الْعَلَاءِ وَ
ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ أَمْرَهُ وَمُعَاذُ أَوْ ابْنُ شَأْبَى سَبْرَةَ وَأَمْرَهُ وَمُعَاذُ (رحمہما البخاری)

(۳۹۹) ام عطیہ روایت فرماتی ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے ہمارے
ساتنے یہ آیت پڑھی کہ خدا کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور ہم کو نوحہ کرنے سے بھی روکا۔ اس پر ایک
عورت نے (بیعت کرنے سے اپنا) ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ فلائی عورت ایک مرتبہ میرے پیالہ نوحہ کر گئی تھی
میں اس کا بدلہ لانا چاہتی ہوں یہ سن کر آپ نے کچھ نہ فرمایا وہ گئی اور نوحہ کر کے واپس آگئی پھر ان عورتوں
میں جو اس وقت بیعت میں شریک تھیں (کسی عورت نے اس عہد کو پورا نہ کیا بجز ام سلیم، ام العلاء اور ابوسبرہ
کی دختر کے جو معاذ کی بیوی تھیں یا ابوسبرہ کی دختر اور معاذ کی بیوی کے (شک راوی ہے)۔ (بخاری شریف)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بالخصوص جبکہ قرآن کی یہ واضح ہوجا تھا کہ اسلام کی خلاف ورزی کے بعد احکام اسلامی کے اونٹنی میں جو پس بدعتی
سیرت ان کو ساتھ آئندہ خود بخود جلتا رہے گا۔ ادمع الی سبیل ربک بالحکمۃ کی تفسیر میں ان جیسے واقعات کو بھی خاص طور پر
پیش نظر رکھنا چاہئے۔

(۳۹۹) نوحہ کرنا اور اس کا بدلہ لانا وہی ایک ایسی لازمی رسم غارہ تھی کہ اس کو بخوشی ترک کر دینا ان کیلئے غیر ممکن
تھلاں لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ فعل کی اور نہ صریح طور پر یہاں اجازت تو نہیں دی مگر اتنا اغراض ضرور فرمایا کہ اگر کوئی چاہے تو
اسلام لانے سے قبل اپنی اس حسرت کو بھی اکیلا اور نکال لے تاکہ اسلام کے بعد اس کے دلیں پھر کوئی خرشہ ہی باقی نہ رہے۔ یہاں
اس عورت کی اسی صاف گوئی کی تعریف منظور رہے کہ اگر انھوں نے اکیلا نوحہ کی آپ سے اجازت حاصل کر لی تو کیا ہوا اس عہد
کو اس طرح پر راہی تو انھوں ہی نے کیا جس کی مثال بجز خند عروق کے اندیش نہیں کر سکیں۔ صفائی کے موقعہ پر اس طرح عذر
کرنا عرب کی فصاحت و ادیان کا صرف ایک نادر نمونہ تھا ان الفاظ سے یہ اخذ کرنا کہ دوسری عورتوں نے نوحہ کی عادت گویا
ترک ہی نہ کی تھی اسباب کلام سے برقعہ کی دلیل ہے۔ — خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان تمام واقعات سے یہ سمجھنا نہیں چاہئے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت اسلام کے وقت خلاف شرع شرطیں لگانے کی عام طور پر یعنی اجازت دے رکھی تھی
بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ کسی فاسد شرط کی وجہ سے آپ نے اسلام قبول کرنے سے کسی کو اس لئے نہیں روکا کہ اسلام ایک
عقد ہی ایسا ہے جو فاسد شرطوں سے فاسد نہیں ہوتا وہ شرطیں ہی خود فاسد ہو جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کا فطرانے صلی
ہونے کے لئے یہ شرط لگائے کہ وہ شراب برابر پیتا رہے گا تو اس کو مسلمان ہونے سے روکا نہیں چلے گا کیونکہ اگر وہ حرمت خمر کا متصرف
ہو کر شراب پیتا ہے تو بہت سے بہت فاسق ہو گا محض کافر سے تو بجز برتر رہے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسلام کی حلاوت اس کی
زبان سے شراب کا ذائقہ فراموش کرادے تو پھر ایک گناہ کی وجہ سے اس کو ظلمات کفر میں ڈوبتا ہوا چھوڑ دینا کیسے گوارا کیا
جاسکتا ہے۔ (دیکھو جامع العلوم والحکمہ ص ۵۹)

(۴۰۰) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْزَلُهُمُ السُّجُودَ لِيَكُونُوا أَرْقَى لِقَوْلِهِمْ فَأَشْرَطُوا عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يُحْشَرُوا وَلَا يُعْشَرُوا وَلَا يُجْبَرُوا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ أَنْ لَا تُحْشَرُوا وَلَا تُعْشَرُوا وَلَا تُجْبَرُوا وَلَا تُخْبَرُوا فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ. (رحمہ ابو داؤد فی باب خبر الطائف قال السنذری قد قبل ان الحسن البصری لم یسمع من حماد
(۴۰۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ اشْتَرَطْتُ ثَقِيفٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا صَدَقَةً عَلَيْهِمْ وَلَا جِهَادًا وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَبْصَدُ قَوْمٌ وَيُجَاهِدُونَ. (رحمہ احمد ابو داؤد وسکت عند ابو داؤد واسنادہ کلاباس بہ)

(۴۰۰) عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں مہمان ٹھہرایا تاکہ یہ ان کے دلوں پر اور زیادہ اثر انداز ہو انھوں نے اسلام لانے کیلئے یہ شرط لگائی کہ ان کو نہ تو کبھی جہاد کے لئے بلایا جائے گا نہ ان سے عشر لیا جائے گا اور نہ ان پر ناز پڑھنے کیلئے زور دیا جائے گا آپ نے فرمایا تم کو جہاد اور عشر کی تو معافی دی گئی۔ یہی نماز توجس دین میں نماز نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ (ابو داؤد)
(۴۰۱) جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ قبیلہ ثقیف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شرط لگائی کہ ہم مسلمان تو ہوتے ہیں مگر ہمارے اوپر نہ صدقہ لازم ہو گا نہ جہاد آپ نے (ان کا اسلام قبول کر لیا) اور فرمایا آئندہ یہ لوگ خود بخود صدقہ بھی ادا کریں گے اور جہاد بھی کریں گے۔ (احمد ابو داؤد)

(۴۰۰) خطائی فرماتے ہیں کہ تجلیہ لغت عرب میں جہم کا اگلا حصہ بت کرنے اور کھلا بلند کرنے کو کہتے ہیں بیان اس سے نماز پڑھنا مراد ہے۔ امام موصوف کا خیال ہے کہ جہاد اور زکوٰۃ کا استثناء بھی یہاں صرف صدقہ تھا کیونکہ جہاد ہمیشہ فرض نہیں ہوتا، زکوٰۃ بھی نصاب اور حلالانِ حل پر موقوف ہوتی ہے اس لئے سہولت ان کو ان دونوں سے سبک دوش کیا جاسکتا تھا، یہی نماز تو وہ ایک ایسی عبادت تھی جسے دن میں پانچ بار ادا کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔ اس کا استثناء کسی حق میں گوارا نہیں کیا جاسکتا نیز اس وفد ثقیف کے متعلق آپ کو یہ یقین حاصل ہو چکا تھا کہ آئندہ جہاد اپنے شوق سے صدقہ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے ایسی صورت میں ان کے ساتھ لفظی مناقشہ کرنا غیر ضروری تھا۔ (معالم السنن ۲ ج ص ۲۵)
(۴۰۱) یہ وہی واقعہ ہے جو اوپر کی حدیث میں ابھی گزر چکا ہے اس سے یہ صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عثمان بن ابی العاص کی حدیث میں آپ کا جہاد اور صدقہ کا استثناء فرمانا اس علم پر مبنی تھا کہ یہ لوگ اسلام کے رُوح کے بدلے اپنے شوق سے جہاد بھی کریں گے اور صدقہ بھی دیں گے۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک مبلغ کے لئے اہلِ عقائد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اور محض تعمیری اور لفظی مناقشات کرنا مناسب ہے۔ بعض مرتبہ صرف لفظی گرفتوں سے اہلِ مقاصد ہی فوت ہو جاتے ہیں۔

یصرہ ایمان المقلد ولا یجب علیہ المعرفۃ بالنظر

مقلد کا ایمان صحیح ہے اور اس پر دلائل سیکنا واجب نہیں۔

مقتدرہ اور متکلیف کا ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ مقلد کا ایمان مجبر نہیں اس پر دلائل کی روشنی میں بھی توجیہ رسالت حاصل کرنا واجب ہے۔ ان کے نزدیک ایمان ایسی تصدیق کا نام ہے جو تنگی شک سے بھی زائل نہ ہو سکے ایسی تصدیق دلائل کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ شیخ ناج الدین بکنے نے اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہوئے تقلیدی ایمان کی چند صورتیں لکھی ہیں۔ (۱) یہ کہ اسلام کی حقانیت ہی پورے طور پر دل نشین نہ ہو اور قلب میں شک و تردید کی خلش باقی رہے۔ (۲) یہ کہ اسلام کی حقانیت کا اذعان اگرچہ حاصل ہو مگر نجات ابدی کے لئے تمام دین یکساں نظر آئیں اور ان میں جس دین کو چاہے اس کا اختیار کرنا جائز سمجھے۔ (۳) یہ کہ اسلام کی حقانیت میں کوئی شک و تردید باقی نہ ہو، نجات ابدی صرف دین اسلام میں منحصر سمجھے۔ اور اسلام کے سوا کسی اور دین کا اختیار کرنا ایک لمحہ کے لئے بھی جائز نہ سمجھے۔ پہلی دو صورتیں یقیناً معتبر نہیں اور تیسری صورت بے شبہ معتبر ہے۔ خواہ ان مقاصد کے لئے دماغ میں ایک دلیل کا بھی تصور موجود نہ ہو۔

اس حقیقت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے عہد مبارک میں کفار کے جو جم غفیر عین جنگ کی رعد و برق میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے ان سب کا اسلام معتبر مان لیا گیا اور کسی ایک واقعہ میں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان نو مسلموں کو اسلام کے فرائض و واجبات کی طرح نظر و استدلال سیکنے کی بھی کبھی دعوت دی گئی ہو۔

صاحب روح المعانی بعض اکابر متحققین سے ناقل ہیں کہ ایمان حاصل ہاں یہ تصدیق کا نام ہے جو خوش نصیبوں کے قلب میں اس طرح سما جاتی ہے کہ اگر وہ خود بھی اسے نکلنے کی کوشش کریں تو کمال نہ سکیں، تاہم میں ایسے لوگوں کی مثالیں کم نہیں جو دلائل پر غور و فکر کے بغیر اسلام لے آئے اور اس کے برخلاف ایسی مثالیں بہت ہیں جن کے سامنے حقانیت اسلام کے دلائل و روشنی کی طرح عیاں نہ تھے مگر اس کے باوجود وہ اس سادہ عقلی سے محروم رہے۔ و محمد و اجماع و استیقتھا انفسہم۔ اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خیال سراسر غلط ہے کہ ایمان و یقین کا حاصل ہونا صرف دلائل کی ہر روش ہی پر موقوف ہوتا ہے بلکہ دلائل کی روشنی میں حاصل شدہ ایمان یکسر ناقابلِ وثوق اور حقیقت اذعان سے معری ہوتا ہے۔

اس میں یہ احتمال ہر وقت قائم رہتا ہے کہ اگر دلائل دوسری جانب واضح ہو جائیں تو اسی وقت یہ ایمان بھی دوسری جانب منتقل ہو جائے۔

شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں امام حجتہ الاسلام کی کتاب فیصل التفرقة سے نقل فرماتے ہیں کہ متکلمین کی اس جماعت کا غلو اور حق سے انحراف بھی کس درجہ تعجب خیز ہے جو عوام کا ایمان صرف اس لئے معتبر نہیں مانتے کہ ان کو حقانیت اسلام کا یقین متکلمین کے مخترع دلائل کے مطابق حاصل نہیں ہوتا یہ جماعت ان متواتر واقعات سے بھی واقف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود اور صحابہ کے مبارک دور میں بہت سے جاہل بت پرستوں کا ایمان معتبران لیا گیا تھا حالانکہ یہ خود ان کو دلائل کا علم حاصل تھا اور نہ کسی نے بعد میں ان کو دلائل کی تعلیم دی تھی، اور اگر بالفرض ان کو تعلیم دی بھی جاتی تو وہ اپنے جاہل کی وجہ سے ان کے سمجھنے سے بگڑا قاصر رہتے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے بندہ کے قلب میں ڈال دیتا ہے اس کا ظاہری سبب کبھی تو کوئی باطنی تحریک ہو جاتی ہے جیسے کوئی خواب اور کبھی کسی دیندار کی زیارت روایات سے ثابت ہے کہ بعض منکرین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے روئے انور پر نظر ڈالتے کے ساتھ ہی میا ختہ بول اٹھے کہ یہ چہرہ کاذب کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے واقعات ایک دفعہ بہت ہیں ان میں ایک شخص بھی بعد میں دلائل کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول نہیں ہوا بلکہ وہی ایک نور ایمانی کا زہرہ جو ان کے قلب میں پہلی بار بڑگا تھا تلاوت قرآن وغیرہ کے ذریعہ خود بخود پھیلنا چلا گیا۔ کاف ہوں کوئی بتانا کہ کب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدوث عالم کے دلائل شکل اول اور ایجاب مغزی اور کلیہ کبریٰ کے شرائط کے ساتھ کسی کو تعلیم دیئے تھے اب کسی سے فرمایا تھا کہ العالم متغیر و کل متغیر حادث۔ یا اس کے ہم معنی الفاظ کی تعلیم دی تھی۔ ہاں اس کے برخلاف یہ ضرور ثابت ہے کہ ٹھیک جنگ میں لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے پھر بعد میں ان کو صلوة اور زکوٰۃ کے احکام تو سکھائے جاتے مگر توحید و رسالت کے دلائل کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہ کی جاتی۔ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ متکلمین کے دلائل بھی ایمان کا ایک سبب بن سکتے ہیں۔ مگر اس امر کے تسلیم کرنے میں بہت تاہل ہے کہ ایمان صرف دلائل کی پشت پناہی پر موقوف ہے۔ میرے نزدیک وہ ایمان جو دلیل پر مبنی ہو ضعیف ترین ایمان ہے۔ بلاخ اور قوی ایمان وہ ہے جو اخبار متواترہ کے ذریعہ سے در بطو قلیت ہی میں نصیب ہو جاتا ہے یا بلوغ کے بعد ایسے قرائن کے ذریعہ میسر آ جاتا ہے جن کو اگر زبان سے ادا کرنا چاہیں تو بھی ادا نہیں کر سکتے یہی وہ ایمان ہے جو شک و تردد سے محفوظ ہوتا ہے کیونکہ شک و تردد کا محل دلائل چہرے ہیں جہاں دلائل نہیں وہاں شک و تردید بھی نہیں (روح المعانی ج ۲۶ ص ۵۰۷) اور امیر اہمیت والہا ہرج ص ۲۵۵۔

(۴۰۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ فَقَدْ عَاهَمُوا إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمْ يَحْصِرُوا أَنْ يَقُولُوا أَسْلَمْنَا فَجَعَلُوا يَقُولُونَ صَبًا كَأَصْبَا نَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِثْلَ أَسِيرَةٍ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلَّ رَجُلٍ مِثْلَ أَسِيرَةٍ فَقُلْتُ لَا أَفْعَلُ أَسِيرَتِي وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِي أَسِيرَةً حَتَّى قَدْ مَنَّا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا لَهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ لِي أَمْرٌ الْإِلَهَ مِثْلَ صَبَةٍ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ -

یصم الاسلام وان کان من خوف لقتل

(۴۰۳) عَنْ عُثْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً

(۴۰۲) عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف روانہ کیا وہ گئے اور ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کی انھیں لفظ اسلمنا تو رسم اسلام لائے کہنا دیا اور اس کی بجائے وہ مہانسا بنا لکھنے لگے یعنی ہم اپنے دین سے بھر گئے خالد بن ولید نے (یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے) انھیں قتل کرنا اور قید کرنا شروع کر دیا اور فوج کے ہر شخص کو ایک ایک قیدی سپرد کر دیا۔ (اور اس کے قتل کا ایک دن مقرر کر دیا) جب وہ دن آیا جس دن کہ خالد نے اس کا حکم دیا تھا کہ ہم میں ہر فوجی اپنے اپنے قیدی کو قتل کرے گا تو میں نے کہا کہ تو میں اپنے قیدی کو خود قتل کر دوں گا اور میرا کوئی اور رفیق قتل کرے گا یہاں تک کہ جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے یہ واقعہ آپ کے سامنے پیش کیا آپ نے سن کر فوراً اپنے دست مبارک اٹھا دیئے اور دوبار فرمایا اے اللہ! خالد نے جو غلطی کی میں اس سے اپنی علیحدگی کا اظہار کرتا ہوں۔ (بخاری شریف)

جان بچانے کے خوف کا اسلام لانا بھی معتبر ہو جاتا ہے

(۴۰۳) عتبہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبیلہ کے مقابلہ میں فوج کا

(۴۰۴) قحط لانی نفل کرتے ہیں کہ یہ فوجی دستہ دعوت اسلام کی غرض سے روانہ کیا گیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کو قحط اسلام کہنے کا سلیقہ بھی حاصل نہ تھا ان میں دلائل قطعیہ پہنچنے کی صلاحیت کہاں ہو سکتی تھی اس کے باوجود ان کا اسلام معتبر سمجھا گیا تھا۔

فَأَعَارُوا عَلَى قَوْمٍ فَشَدَّ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَأَتَبَعَ رَجُلٌ مِنَ السَّرِيَّةِ مَعَهُ السَّيْفُ شَا هَرُ
فَقَالَ الشَّادُّ مِنَ الْقَوْمِ إِنِّي مُسْلِمٌ فَلَمْ يَنْظُرْ فِيهَا فَخَضَرَتْهُ فَقَتَلَهُ فَهَمَّى الْمُحَدِّثُ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَوْلًا شَدِيدًا أَبْلَغَ الْقَائِلَ قَبْدًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَحْطُبُ إِذْ قَالَ الْقَائِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ مَا قَالَ الَّذِي قَالَ إِلَّا تَعَوَّذُ مِنَ الْقَتْلِ فَأَعْرَضَ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ مَنْ قَبْلَهُ مِنَ النَّاسِ وَأَخَذَ فِي خُطْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ
الْقَائِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ مَا قَالَ الَّذِي قَالَ إِلَّا تَعَوَّذُ مِنَ الْقَتْلِ فَأَعْرَضَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ مَنْ قَبْلَهُ مِنَ النَّاسِ وَأَخَذَ فِي خُطْبَتِهِ ثُمَّ لَمْ يَصُدْ أَنْ قَالَ الْقَائِلُ
وَأَسُو يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا قَالَ الَّذِي قَالَ إِلَّا تَعَوَّذُ مِنَ الْقَتْلِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَعْرِفُ الْمَسَاءَ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ آتَى عَلَى مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا قَالَهُنَّ لَا تُلَاقِي
رَحْمَةً الْحَاكِمِ فِي الْمُسْتَدْرَكِ مَا قَالَ النَّبِيُّ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ

ایک مختصر مسئلہ سیمپا انھوں نے جاگراس پر حملہ کیا ان میں کا ایک شخص اکیلے بھاگ نکلا اسلامی فوج کے ایک سپاہی
نے کھینچی ہوئی تلوار لیکر اس کا پیچھا کیا اس اکیلے بھاگنے والے شخص نے کہا میں اسلام قبول کرتا ہوں مگر اس سپاہی
نے ایک نہ سنی اور تلوار مار کر اسے ٹھنڈا ہی کر دیا۔ شدہ شدہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچ گئی آپ نے
اس کے متعلق سخت الفاظ فرمائے جب یہ خبر قاتل کو معلوم ہوئی تو (وہ حاضر ہوا) اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خطبہ دے رہے تھے اس قاتل نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے صرف اپنی جان بچانے کیلئے اسلام
قبول کیا تھا آپ نے اس کی طرف سے اور جو لوگ اس طرف موجود تھے سب سے اپنا روئے مبارک پھیر لیا،
پھر خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے اس نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے صرف اپنی جان بچانے
کے لئے اسلام قبول کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی طرف سے اور جو لوگ
ادھر تھے ان سے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا اور خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے اس شخص سے رہا نہ گیا
اس نے پھر سہ بارہ کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے صرف جان بچانے کے لئے اسلام
قبول کیا تھا اب کی بار آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آثار ناگواری چہرہ انور پر نمایاں تھے
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی مومن کے قاتل کا عذر قبول کرنے کی مجھے اجازت نہیں دی،
تین بار فرمایا۔

(حاکم)

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا وَكَلِمَةُ مَقَالَتِهِ وَحَوْلَ وَجْهِهِ عَنْهُ فَقَالَ ابْنُ اللَّهِ عَلَى مَنْ قَتَلَ مُسْلِمًا ابْنُ اللَّهِ عَلَى مَنْ قَتَلَ مُسْلِمًا۔ (مرآۃ المعانی)

(۴۰۶) اُسَامَہُ بْنُ زَیْدٍ یَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْأُمَیَّةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَكُفِّتْ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِیْنَاہُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَكَلَفَ الْأَنْصَارُیَ فُطِعْنَتْ بَرْنَجُی حَتَّى مَلَئَتْ فَلَمَّا قَالُوا مَا بَلَغَ النَّبِیُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَسَامَةَ أَقْتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قُلْتُ كَانَ ضَعِیفًا أَمَّا زَالَ بِكَرْمُهَا حَتَّى تَمِيتَتْ أُنَى لَمَّا كُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ (متفق علیہ) وَفِي طَرِيقٍ عَنْ مُسْلِمٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا

اس کی بات ناپسند ہوئی اور آپ نے اپنا چہرہ مبارک اس کی طرف سے پھیر لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کے قاتل کا عذر قبول کرنے کیلئے مجھ سے انکار فرما دیا ہے (دوبارہ فرمایا) (حاکم)۔

(۴۰۶) اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبیلہ حرقہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ہم نے صبح صبح ان پر جا کر حجاب مارا اور ان کو شکست دیدی۔ میں نے اور ایک انصاری شخص نے ان کے ایک آدمی کو مار دیا جب اس کو گھیر لیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ (سن کر) وہ انصاری تورک گیا مگر میں نے اس کے نیو ملہ دیا، جب ہم واپس ہوئے تو یہ خبر آپ تک بھی پہنچ گئی آپ نے فرمایا اے اسامہ! کیا لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی تم نے اسے قتل کر ڈالا، میں نے عرض کیا وہ تو اس بہانہ سے اپنی جان بچا رہا تھا، آپ نے کہ بار بار یہی بات فرمائے جانتے تھے یہاں تک کہ مجھے یہ آزد ہونے لگی کہ کاش میں آج سے قبل مسلمان نہ ہوا ہوتا کہ آج مسلمان ہونے کی وجہ سے میرا یہ گناہ بھی بخشتا یا جاتا، سلم کے ایک طریقہ میں یہ لہر ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے

(۴۰۶) شارح عقیدہ سفاری نے امام بخاری جیسے حلیل القدر حافظ حدیث کی طرف یہ نسبت کر دی ہے کہ خوف کی حالت کا اسلام مستتر نہیں ہوتا۔ (شرح عقیدہ سفاری ج ۱ ص ۳۶۸) حضرت استاد قدس سرہ کے نزدیک یہ نسبت خلاف واقع ہے۔ فرماتے تھے کہ جو اسلام جان بچانے کی نیت سے صرف ناخوشی طور پر ہو، قلب کو اذعان و سکون کا اس میں ایک ذوق بھی نصیب نہ ہو یا اس میں شک و تردد کی خلش باقی رہے۔ تو یہ شبہ یہ اسلام معتبر نہ ہونا چاہئے اسی قسم کا اسلام امام بخاری کی مراد ہو سکتا ہے لیکن اگر قلب یقیناً اذعان سے سمد برد چکا ہے شک و تردد کی اس میں کوئی گنجائش نہیں رہی تو ایسا اسلام قطعاً معتبر ہے۔ امام بخاری سبر گراس کے مخالف نہیں ہو سکتے اند کیسے مخالف ہو سکتے جبکہ تاریخ اسلام یہ ہے افراد سے بھری پڑی ہے جو شمشیروں کی جھنکاہوں میں حلقہ گزشت اسلام ہوئے اس کے باوجود ان کا اسلام قبول کرنے میں تاخیر نہیں کیا گیا اور اسی لئے جب خوف و ہراس کی فضا چھٹ گئی تو ان لوگوں نے کبھی اپنے اصل مذہب کی طرف رجوع کا اعلان نہیں کیا۔ کیا یہ اس امر کا کھلا ہوا ثبوت نہیں ہے کہ جو اسلام وہ خوف کی فضا میں قبول کر چکے تھے وہ صرف ناخوشی نہ تھا بلکہ صمیم قلب سے خداوند کوئی وجہ نہ تھی کہ بعد میں وہ اس حقیقت کا اعلان نہ کر دیئے اس تاریخی ثبوت سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ خوف کی

قَالَتْهَا خَوَاتِمُ السَّلَامِ قَالَ أَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِكَ حَقَّ تَكْلَمَ قَالَتْهَا أَمْ لَا وَنِي طَرِيقَ أَنْ الشَّيْءِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا أَسَامَةَ مَا كَلَّمَا لَان قَالَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرْنِي قَالَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَبْلَ لَا يَزِيدُ
عَلَى أَنْ يَتَوَلَّ كَيْفَ تَصْنَعُ بِإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

الکرامیتہ الطبعیہ لا تمنح الفصحۃ الاسلام اذا انقاد له بقلبه

(۴۰۷) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ أَسْلَمَ قَالَ أَحَدُنِي كَارِهًا

یہ کلمہ تمہیں اس کی ڈر سے صرف زمینی پڑھ لیا تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کا دل جبر کر کہیں نہ دیکھ لیا تاکہ چہرہ جل جلالہ
کس نے دل سے پڑھا تھا یا نہیں۔ ایک اور طریقہ یہ ہے کہ آپ نے اسامہ کو بلایا اور ان سے دریافت کیا تم
نے اس شخص کو کیوں قتل کیا۔ اس سلسلہ میں فرمایا جب یہ کلمہ قیامت میں آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے انھوں
نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے استغفار فرمائیے آپ ہی فرماتے رہے کہ جب یہ کلمہ قیامت میں آئے گا تو اس
وقت تم اس کا کیا جواب دو گے، آپ ان کے اصرار پر بھی ہی ایک جواب دیتے رہے کہ جب یہ کلمہ قیامت میں
آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے۔

طبعی کراہت صحت اسلام کے منافی نہیں بشرطیکہ قلب اپنے اختیار پر اسلام کا حلقہ بگوش ہو چکا
(۴۰۷) انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا اسلام قبول کر لو

حالت میں بادل اٹک کے بغیر یقین و اذعان حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔
یہ واضح رہنا چاہیے کہ مذہب کی تبدیلی جس طرح دلائل کی بنیاد پر ہو سکتی ہے اسی طرح طبع دنیوی یا کسی خوف و دلرس
کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ صورت میں اگر انسان اپنے قدیم مذہب کے چھوڑنے اور دین اسلام کے اختیار کرنے پر راضی
ہو چکا ہے تو اس کے اسلام قبول کرنے کا سبب قابل تعریف نہ ہو لیکن اس کے اسلام قبول کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں
کیا جاسکتا۔ وفد عبدالقیس کے حق میں آپ کے درجہ کلمات غیر خرابا ولا ندامی۔

اسی طرف اشارہ تھے کہ ان کا اسلام کسی خوف و طمع کی بنیاد پر نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ اس قبیلہ کے سوا جن بعض
قبائل نے خوف کی وجہ سے اسلام قبول کیا تھا ان پر جبکہ قابل تعریف نہ تھا مگر تاہم معتبر تھا۔

(۴۰۷) اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر قلب اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو چکا ہے تو پھر وہ طبعی کراہت
جو مدت حد تک لکڑی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر پائی رہ گئی ہے صحت اسلام کے منافی نہیں۔ اب بھی
بہت سے مسلمان ہیں جن کو زکوٰۃ ادا کرنا، نماز پڑھنا، حج و عمرہ کرنا، اسلام بجالانا یا اگر ان ہی معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ

قَالَ أَسْلَمَ وَإِنْ كُنْتُ كَارِهَا (رواہ احمد ورجالہ من رجال الصحیحین وھو من ثلاثیات الامام احمد واورہ السیوطی فی الجامع الصغیر وعن الامام احمد والبیہقی وایضاً المقدسی ورضی اللہ عنہما بالصحة۔

يعتبر اسلام الاسير وان لم يفكر كل افلاح

(۴۰۸) عَنْ عُمَرَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ ثَعِيفٌ حَلِيفًا لِبَنِي عُقَيْلٍ فَأَسْرَتْ ثَعِيفٌ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْرَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ فَأَوْثَقُوهُ فَطَرَحُوهُ فِي الْخَمْرَةِ فَمَرَّ بِهِدَشُولُ الْأَوْصَلِيُّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنَادَاهُ يَا هَؤُلَاءِ يَا هَؤُلَاءِ فَمَا أَجَزْتُ قَالَ هِيَ بَرِيَّةٌ حَلَفَاءُ لِمَنْ ثَعِيفٌ فَذَكَرَهُ وَمَضَى فَأَنَادَاهُ يَا هَؤُلَاءِ يَا هَؤُلَاءِ فَمَرَّ بِهِدَشُولُ الْأَوْصَلِيُّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَجَّعَ قَالَ مَاذَا نَفَعَكَ قَالَ إِنِّي مُسْلِمٌ فَقَالَ لَوْ فَلْتَهَا وَأَنْتَ

اس نے کہا میں تو اپنے دل میں کچھ کراہت سی محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اسلام قبول کر لو اگر چہ کراہت محسوس ہو۔ (رفتہ رفتہ یہ کراہت کھل جائے گی۔ (احمد)

قیدی کا اسلام بھی معتبر ہے مگر اس کو قید سے رہا نہ کیا جائے گا

(۴۰۸) عمران بن حصین روایت فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثعیف بنی عقیل کے طیف تھے، ثعیف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی پکڑ لئے تھے، اس لئے آپ کے صحابہ نے بھی بنی عقیل کا ایک شخص پکڑ لیا اور اس کو باغ و بستان کے سنگتان میں ڈال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو اس نے آپ کو ادھر ادھر کہہ کے آواز دی اور کہا بھلا مجھے کس جرم میں گرفتار کیا ہے فرمایا تیرے طیف ثعیف کے جرم میں راضوں نے ہمارے دو شخص گرفتار کر رکھے ہیں (آپ نے اسے پڑا رہنے دیا اور تشریف لے گئے) اس نے پھر ادھر ادھر کہہ کے آواز دی آپ کو اس پر جرم لگایا آپ واپس ہوئے اور فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے وہ بولائیں مسلمان ہوتا ہوں آپ نے

یہ گرانی غیر اختیاری ہوتی ہے اس لئے ان کے اختیاری اسلام کے خلاف نہیں بھی جاتی پھر فوراً اسلام میں جتنا انفعالی جتنی کشادگی پیدا ہوتی جاتی ہے اتنی ہی یہ گرانی خود بخود کم ہوتی جاتی ہے۔ دوا دل میں انگری طہر تو اسلام کی صداقت کا یقین بہر ہی طہر پھیل ہوتا تھا، انکا دوا خرافات جو کچھ بھی ہوتا وہ صرف منہ، عصیت اور بغیرت قوی کی بنا پر ہوتا اس لئے جب کبھی وہ کسی بیعت سے اسلام قبول کرتے تو ان کا اسلام قلبی طور پر ہی ہوتا تھا۔ اگر کسی کو طبعی کراہت ہوتی تو یہ بھی بہت شاذ و نادر تھی۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں ذکر کراہت کا ہے اگر اہل کا نہیں، بعض نادان اس حدیث میں اگر اہل اور کراہت میں فرق نہیں کرتے۔

عَمَّا كَانَتْ تَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الرُّجُلِينَ الَّذِينَ
أَسْرَعُوا تَوْفِيقًا. (مرہاہ مسلم)

(۴۰۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كُنْتُ مَعَ عُمَرَ أَمِيرِ الْخُرَيْجِ لِلنَّاسِ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ بَاتُونَ
بِمَعْنَى الْإِسْلَامِ فِي أَعْيَانِهِمْ حَتَّى يَذْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ (بخاری)

جواز استسراار الایمان للمخالف

(۴۱۰) عَنْ حَدِيثِهِ كَانَ لَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقَالَ أَحْضَرْنِي كَمَا يَلْفُظُ
الْإِسْلَامَ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْخِلَافَ عَلَيْنَا وَتَحْنُ مَا بَيْنَ السَّيِّئِ وَالْخَيْرِ قَالَ

فرمایا کہ یہاں اگر اس وقت کہتا جب تو گرفتار ہو یا تھا تو پھر سے طور پر کیا یا اب ہو جاتا تو کہتا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا اس کو ان دو شخصوں کے بدلہ میں دیدیا جن کو توفیق نے پکڑ لیا تھا۔ (مسلم)
(۴۰۹) ابو ہریرہ سے کہتم خدیجہ امیہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ لوگوں کے حق میں تمہاری بہتری اور خیریت
یہ ہے کہ تم کافروں کی گردنوں میں زنجیریں ڈال ڈال کر انہیں قید کیے لگاتے ہو یہاں تک کہ ان کے دلوں میں
اسلام کی حقانیت سما جاتی ہے اور وہ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

خوف کی حالت میں اپنا ایمان پوشیدہ رکھنا درست ہے

(۴۱۰) حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک غزوہ میں) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ
نے ارشاد فرمایا مجھے شمار کر کے کھڑے ہو لوگوں کی تعداد بتاؤ۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو ہمارے
متعلق کچھ اندیشہ ہے حالانکہ اس وقت ہم چھ سو اور سات کے درمیان میں۔ آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے شاید

(۴۱۰) نوری کہتے ہیں کہ لفظ الست مانہ غوی قاعدہ کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے لیکن مسلم کے علاوہ دوسری
کتب میں بھی لفظ ستائہ الف لام کے بغیر بھی روایت کیا گیا ہے یہ بالکل بے غبار ہے۔ دوسرا اشکال اس روایت میں
ہے کہ تعداد کے مطابق ہے۔ امام بخاری کے یہاں ڈیڑھ ہزار کی تعداد مذکور ہے۔ شارحین نے اس کی مختلف توجیحات
بیان کی ہیں مگر ان میں کوئی تسفی نہیں ہے۔ حضرت اسرار کے نزدیک جو اختلاف ذیل فقہ میں پیدا ہوا نہیں اگر ان سے
کوئی حکم شرعی مستنبط نہیں ہوتا تو ان کے فیصلے کے درپے ہونا سخت کی ضرورت ہے۔ ہاں اگر صرف تاریخی لحاظ سے کوئی شخص
اس طرف توجہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

یہاں ہماری غرض صرف یہ ہے کہ خوف دہر اس کی زندگی میں اس امر کی اجازت ہے کہ اسلام احکام چھپ کر

اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعْنَتَكُمْ اَنْ تَبْتَلُوْا اَقَالَ فَاَنْبَلِيْنَا حَتَّىٰ يَجْلَ الرَّجُلُ رِيَالًا لَا يَحْسِلُ اِلَّا سِرًّا اَوْ سَلَامًا (بخاری)
 (۴۱۱) عَنْ سَعْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِي عَتَّابٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سِرَّةً فِيْهَا الْمُقَدَّادُ بْنُ اَلْاَسودَ فَلَمَّا اَتَوْا الْقَوْمَ وَجَدُوْهُمْ قَدْ نَفَرُوْا وَكَتَبِي رَجُلٌ لَّدَ مَسَالٍ
 كَيْفَ لَمْ يَزِرْهُمْ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَآخِرُى اِلَيْهِ الْمُقَدَّادُ فَقَتَلَهُ فَقَالَ لَدَ رَجُلٌ
 مِنْ اَصْحَابِيْهَا اَقْتَلْتَ رَجُلًا شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ لَا ذِكْرَ لَكَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ رَجُلًا

(آئینہ) تم کسی آزمائش میں ڈالے جاؤ۔ خلیفہ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا اور نبوت یہاں تک آگئی کہ ہم میں ایک
 شخص کو نماز بھی چھپ چھپ کر پڑھنی پڑی (سلم۔ بخاری)

(۴۱۱) سعید بن جبیر بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک
 مختصر دستہ (ایک کافر جماعت کی طرف) روانہ کیا۔ اس میں مقداد بن الاسود بھی شامل تھے جب وہ دستان
 کے پاس پہنچا تو وہ (پہلے ہی) ادرادر ہر جاگ چکے تھے صرف ایک شخص جوڑا مال دار تھا اپنی جگہ باقی رہ گیا تھا،
 وہ اپنی جگہ سے کہیں نہ گیا تھا اس نے (انہیں دیکھ کر) کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ مقتدا
 اس کے باوجود اس کی طرف بڑے لہو اس کو مار ڈالا ان کے فخر میں ایک شخص نے کہا آپ نے اس شخص کو

لہا کر لے سائیں۔ مگر یہ حیرانہ بحث ہے کہ اس افتخار کی اجازت کن حالات میں دی جاسکتی ہے۔ ایک نزول کو اپنی زندگی
 ہر جگہ اور وقت خوف و ہراس کی زندگی نظر آتی ہے۔ اسلامی احکام میں ایسے نزولوں کی رعایت نہیں کی جاسکتی جیسا
 کہ ان بہادریوں کو بھی سہارا نہیں بنایا جاسکتا جن کے سامنے طاقت اندیشی سے پہلے جاننازی کی منزل آجاتی ہے وہ
 خوف و ہراس کے میدانوں کو سکون و اطمینان کی آرام گاہیں تصور کر لیتے ہیں ایک عالمگیر مذہب کو جوش اور ہوش و ہولوں
 کی تعلیم دینی چاہئے اس لئے مصلحت کے وقت اسلام نے اخبار ایمان کی بھی اجازت دیدی ہے۔ حتیٰ کہ بصورتِ اکواہ
 دہلی زبان سے کفر ادا کرنے کی بھی رخصت دیدی گئی ہے بشرطیکہ دل اندر سے مطمئن رہے۔ اگرچہ افضل اب بھلا ہی ہے
 کہ اپنی جان قربان کر دے اور کفر زبان سے ادا نہ کرے

وہی کس وحشی سے جان تریخ دلانے

لب پیسم اور نظریار کی طرف

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اخبار ایمان اور اظہار کفر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اخبار ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ
 کہ کلمات کفر زبان سے نکالے اور اعمال کفر کر ڈالے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو احکام اسلام وہ امن کی حالت میں حکم
 کھلا ادا کیا کرتا تھا اب حالت خوف میں وہ چھپ کر ادا کر سکتا ہے اس سے کفر کے افعال ادا کرنے کی رخصت سمجھ لینا
 سخت مہلک غلطی ہے

فَقَدْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَتَلَهُ الْمُقَدَّادُ فَقَالَ أَدْعُوا إِلَى الْمُقَدَّادِ يَا مُقَدَّادُ أَقْتَلْتَ رَجُلًا
يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَيْفَ لَكَ بِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هَذَا مَا نَزَلَ اللَّهُ بِهَا إِلَيْهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا
خَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِلَّذِينَ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ كَسْتُمْ مُؤْمِنًا تَسْتَعُونَ عَرَضَ
الْمَعْبُورَةِ الَّذِينَ آمَنُوا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَارِمٌ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِ مَنِ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُقَدَّادِ كَانَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ يُخْفِي أَيْمَانَهُ مَعَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَأَظْهَرَ
أَيْمَانَهُ فَقَتَلْتَهُ وَكَذَلِكَ كُنْتَ تُخْفِي أَيْمَانَكَ بِمَلَكَةِ رَهَاءِ الْغَارِ وَهِيَ أُخْرَى الْجَاهِلِيَّةِ تَعْلِقُ

يصلح الاسلام باحصل فعال الاسلام وان لم يتلفظ بشيء

(۴۱۲) عَنْ جَبْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى
حُتَمَةَ فَأَخَذَهُمْ نَاسٌ مِنْهُمْ بِالشُّجُورِ فَأَسْرَحَ فِيهِمْ الْقَتْلَ قَبْلَهُ ذَلِكَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس نے لایا اللہ کہدا تھا کیسے قتل کر دیا۔ بخدا یہ بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کر رہا گا۔ جب
یہ لوگ آپ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص نے لایا اللہ اللہ کی شہادت دیدی تھی
اس کے باوجود مقتلاؤں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ آپ نے فرمایا مقدار کو میرے سامنے بلاؤ (مقداد آئے تو آپ نے فرمایا
مقداد کیا تم نے اس شخص کو بھی قتل کر ڈالا اسی نے لایا اللہ کہدا تھا رابوہی قیامت میں اس کلمہ کا کیا جواب
دو گے اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اے ایمان والو جب کہیں سفر کے لئے جا یا کرو تو خوب
تحقیق کر لیا کرو اور جب کوئی شخص تم کو سلام کرے تو یہ مت کہا کرو کہ تو مسلمان نہیں کیا تم دنیا کی دولت چاہو
تو سن لو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت سی نعمتیں ہیں تم بھی پہلے ایسے ہی تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا اس
لئے آئندہ تحقیق کر لیا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتلاؤں سے کہا ایک مومن شخص تھا جو کافروں
میں اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا اس نے اپنا ایمان ظاہر کیا تو تم نے اسے قتل کر دیا۔ آخر تم بھی تو
جب مکہ مکرمہ میں تھے تو اسی طرح اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔ (بزار)

اگر کافر کوئی اسلامی شعار ادا کرے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کر دے تو اس کا اسلام مقبرہ جہنم کا خزانہ نہیں ہے

(۴۱۲) جبر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ
قبلہ ختم کی سمت روانہ کیا ان میں سے کچھ لوگوں نے سجدہ میں گر کر اپنی جان بچا لی چاہی رہا لشکر اسلام نے

قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ وَالْقُلُوبَ وَقَالَ أَنَا بَرِيٌّ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مُؤْمِنٍ بَيْنَ أَظْهَرِ الْمُشْرِكِينَ كَانُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِيَمَّ كَالْأَنْثَرِ أَيْ نَارَ أَهْمًا - (بخارہ ابوداؤد)

اس کی بڑا نہ کی) اور کسی تاخیر کے بغیر ان کو قتل کرنا واجب یہ واقعہ آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے ان کی نصف دیت ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا میں ہر ایسے مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین کی جماعت میں گھس کر رہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ میرے کہوں؟ فرمایا دونوں کو اتنے فاصلہ پر رہنا چاہئے کہ ایک کو دوسرے کی آگ کی روشنی نظر نہ آئے۔ (ابوداؤد)

(۴۱۲) اسلام قبول کرنے کی پہلی برکت یہ ہے کہ اس کی حلقہ بگوشی کے بعد ہی جان و مال دونوں کی عصمت قرار نصیب ہو جاتی ہے فقہائے نزدیک اس عصمت کی مدفین ہیں۔ عصمت مؤثرہ اور عصمت مقومہ۔ جس کا ازالہ صرف گناہ ہوا اس کو عصمت مؤثرہ کہتے ہیں اور جس کے ازالہ سے دیت لازم ہوا اس کا نام عصمت مقومہ ہے۔ پہلی عصمت اسلام قبول کرنے سے حاصل ہوتی ہے دوسری دارالاسلام کی سکونت سے۔ اس لحاظ سے اگر ایک مسلمان دلاکوہ میں رہتا ہے تو اس کو عصمت مؤثرہ تو حاصل ہے مگر عصمت مقومہ حاصل نہیں ہے اگر کوئی مسلمان دلاکوہ میں قتل کر دیا جائے تو اس کے قاتل کو صرف گناہ ہوگا مگر اس پر دیت لازم نہ آسکتی لیکن باہر سے جو غیر یہاں معاملہ مسلمانوں کی ایک جماعت کا خلاص لے آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کا خون پونہی رائے گا چلا جائے اور نصف دیت ادا کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ اور آئندہ کے لئے یہ اعلان کر دیا کہ پوری پوری عصمت اسی وقت حاصل ہوگی جبکہ اسلام لانے کے ساتھ سکونت بھی دارالاسلام کی اختیار کر لی جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دارالکرب کی سکونت مسلمان کے لئے مفید نہیں۔ لیکن واضح رہے کہ دارالاسلام کی طرف ہجرت کا سوال اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جبکہ کسی خطہ پر دارالاسلام کا وجود بھی ہو اور اس کی طرف ہجرت کرنا ممکن بھی ہو لیکن اگر وہ نصیب سے مفید ہوتی ہو دارالاسلام کا وجود ہی نہ رہے یا مسلمانوں کی مسلسل غفلت کی وجہ سے دارالکرب میں ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو جائے کہ دارالاسلام میں ادا کی کھیت کا امکان ہی نہ ہو تو اب ہجرت کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ان حالات میں مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ وہ اپنے ہی ماحول میں رہ کر ایسی نصیبا پیدا کرنے کی سعی میں لگے رہیں جس میں آئین اسلام پر عمل کرنے کی انھیں پوری آزادی حاصل ہو جائے اور جب تک آئین اسلام پر عمل کرنے میں کوئی ادنیٰ رکاوٹ باقی رہے اس وقت تک راحت کی غیبت نہ ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد کی زیادتی کے ساتھ ساتھ یہ ذمہ داری بھی اور بڑھتی چلائے گی منتشر افراد و اشخاص یا جماعتیں تو مستضعفین فی الارض (ملک میں کمزور رہنے والے) ہونے کا غدار کہتی ہیں لیکن مقتدر اور بڑی بڑی جماعتوں کے لئے یہ غدار کرنا بھی غلط ہے اس لئے ان کا ایک ہی نصب العین ہو جانا چاہئے کہ وہ ایک مقہور زندگی کو نکل کر ایسی زندگی کے لئے سعی کریں جس میں محکام اسلام پر عمل پیرا ہونے کی انھیں پوری آزادی حاصل ہو جائے، یہ مقصد اگر دفعہ حاصل نہ ہو سکے تو باقسطا بھی لیکن اس سے قبل کسی ناقام اور ادھوری آزادی پر قناعت کر کے بیٹھ رہنا ناقابلِ عنوہم ہوگا جس کی ہاداش بھگت ہوگی۔ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کھارے دور دور رہنے کا جو حکم یہاں دیا گیا ہے وہ صرف اسی لئے ہے کہ اسلامی معاشرت کو کفر کے اثرات سے متاثر نہ ہو۔ یہ خطہ اسی مقام پر پیدا ہو سکتا ہے جہاں اسلام کو اقتدار و طاقت حاصل نہ ہو، جہاں اسلام کو شوکت و طاقت حاصل ہو وہاں عقلی اور نفسیاتی کسی لحاظ سے بھی متاثر کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ حدیث مذکور میں لا تراوی ای محاکمہ ایسے ہی ماحول میں مدشا دفرمایا گیا تھا (باقی برصو آئندہ)

(۲۱۳) عَنْ اَبِي عُبَيْسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ بِمَنْعِي مِنْ اَصْحَابِ الْيَتِيمِ صَلَّيْتُ عَلَيْهِمْ
 بِرُحْنٍ غَمَامَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا لَا يَسْلَمُ عَلَيْنَا اِلَّا لِيَتَعَوَّذُوا مِنَّا فَعَيْنٌ وَالْاُخْرَى فَمَقْتُلُوهُ وَارْزُقُوهُ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَزَلَّتْ هَذِهِ الْاَيَةُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اَمْوَرٌ رَاهِ احْمَدُ اَلْهَيْدِي فِي الصَّغِيرَةِ (احمد)

لم یکره النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدا علی الاسلام

(۲۱۴) عَنْ جَابِرٍ اَنَّ عَمْرًا مِمَّنْ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبِلَ كُفْرِي فَلَمَّا قُفِّلَ رَسُولُ اللهِ
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُفِّلَ مَعَهُ فَاذْكُرْ كُفْرَهُمُ الْكَاذِبُ فِي حَادٍ كَثِيرٍ الْعَصَا وَقُتِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

(۲۱۳) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ بنی سلیم کا ایک آدمی اپنی کبریاں چراتا چراتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا اس نے سلام کیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ صرف اپنی جان بچانے کی خاطر
 سلام کر رہا ہے پھر اس کی طرف بڑھے اور اس کو قتل کر دیا اور اس کی کبریاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر
 ہوئے اس پر یہ آیت اتر آئی، اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی شخص تم کو سلام کرے تو یہ ہرگز نہ کہا
 کرو کہ تو مسلمان نہیں ہو۔ (احمد - ترمذی)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اسلام لانے کے لئے مجبور نہیں کیا

(۲۱۴) جابر بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگی طرف غزوہ کو نہ گئے
 گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو آپ کے ہمراہ یہ بھی واپس ہو گئے اور وہ پھر کے وقت ایک ایسی

جہاں مسلمان مہجوری کی زندگی بسر کر رہے تھے جس معاشرتی اور معاشی بُدعا حکم اسی جگہ ہے جہاں کفر کا اقتدار ہو۔ کوئی مشبہ
 نہیں کہ ایسی فضا میں گھس کر رہتا اسلامی اسپرٹ کو تباہ کرنے کے مہم لوٹ ہے اس لئے اگر علیحدہ ہونے کی طاقت ہو تو حکم اس
 زندگی کی کراہت سے کسی وقت قلب خالی نہ رہنا چاہئے اور صرف کراہت ہی نہیں بلکہ علما اس سے نجات کا راستہ تلاش
 کرنا بھی زندگی کا نصب العین بنانا چاہئے۔

(۲۱۳) غار اور ایہم ملاقات کے وقت لفظ اسلام علیکم اسلام کا شعار ہے۔ مذکورہ بالا مرد و عورتوں میں ان
 اشخاص نے اپنے اسلام کا بُوت اسلام کا لفظ صریح طور پر ادا کرنے کی بجائے اس کے شائبہ کو ادا کر کے پیش کرنا چاہا تھا کہ امتداد
 عہد میں مسائل کی پوری واقفیت نہ تھی اس لئے اس کو ناکافی سمجھا گیا یہاں تک کہ قرآن و حدیث نے بتایا کہ جس طرح اسلام
 پر مجبور کرنا صحیح نہیں اسی طرح کسی کے اسلام میں بے سبب شک و شبہ پیدا کرنا بھی صحیح نہیں۔ تم مسلمان ہوئے کہی کرو
 مجھ مت کہو اور اگر کوئی شخص از خود مسلمان ہو رہا ہے تو بے وجہ اس کے اسلام کو شک کی نظر سے بھی نہ دیکھو گواہ اسلام

سَبِيلِهِ فَأَتَى أَصْحَابَهُ فَقَالَ جُمْتُكُمْ مِنْ عَمَلٍ خَيْرٍ لَكُمْ أَسْ - (مکنا فی کتاب الحیۃ فی الریاض مشکوٰۃ)
 (۴۱۵) عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَيْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقَى فِي قَلْبِي إِلَّا سَلَامٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ
 أَرَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَبَدًا قَالَ إِنْ لَمْ أَخِشْ بِالْعَهْدِ وَلَا أَخِشُ الذُّبُودَ وَلَكِنْ أَرَجَعْتُمْ فَإِنْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمُ
 الْوَلِيُّ بَيْنِي لَعْنَةُ اللَّهِ الْوَلِيُّ قَالَ فَلَرَجَعْتُمْ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْأَلْتُ - (عنه ابو داود)

اور شاہیہ لوگوں کا ساتھ دینا جو آپ سے جنگ کریں گے آپ نے اس کو چھوڑ دیا وہ اپنے ہمراہیوں کے پاس
 آیا اور کہا کہ میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو انسانوں میں سب سے بہتر انسان ہے (کتاب الحیۃ فی الریاض)
 (۴۱۵) ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ قریش نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جب میں نے
 آپ کے دہنے اندر نظر ڈالی تو اسی ساعت میرے قلب میں اسلام کی صداقت سام گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
 اب تو میں ان کے پاس واپس نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا میں عہد کے معاملہ میں دخل فصل نہیں کروں گا اور
 نہ ان کے قاصد کو اپنے پاس روکوں گا لہذا اب تو تم واپس چلے جاؤ ہاں اگر یہاں سے جا کر میری تمہارے دل میں
 یہی بات باقی رہے جواب ہی تو بھر لوٹ آنا۔ وہ کہتے ہیں میں گیا اور آپ کی خدمت میں واپس آکر مسلمان ہو گیا۔ (ابو داود)

لیکن اس تمام اقدام کے باوجود خدا کا رسول صرف اس کے سامنے اسلام کی تبلیغ کو کرتا ہے گویا اس کے صاف انکار کر دینے
 پر بھی کوئی باز پرس نہیں کرتا اور اس سے بڑھ کر وہ اس کے اقدام قتل پہنچ کر ہی سزا دیتا ہے نہ اس کا انتقام لیتا ہے اور
 ہر امر میں قائل و خیر ہے کہ عرب کی فطرت اگر کسی کا جبر و تشدد برداشت کر لیتی تو اس سے زیادہ بے بسی کا وقت کسی پر ہوا ہون ساکتا
 تھا مگر یہاں بھی اس اعرابی کی دشت فطرت نے اس کیلئے بھی اسے آمادہ نہ کیا کہ وہ صرف زبانی طور پر ہی اسلام کا اقرار کر لیتا۔ پس
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور قوم کے حالات دونوں اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ اسلام کے لئے کبھی اکراہ نہیں کیا
 گیا اور اگر کیا بھی جاتا تو ہرگز کارگر نہ ہوتا۔ پس اسلام پر ہے ایک زبردست افتراء ہے کہ اسلام جبر و اکراہ سے پھیلا ہے۔

(۴۱۵) دیکھئے یہاں کس طرح ایک شخص اسلام لانے کے لئے مضطرب ہو مگر آپ بدعہدی کے ذریعے شبہ سے پاک
 واپس فرما دیتے ہیں اور دوبارہ غم و غوض کو نیک مشورہ دیتے ہیں جہاں آزادی رائے کا عالم ہے جہاں بھلا کر لو کا کیا قصور کیا ہو سکتا
 اس قسم کے واقعات سے یہ بیان ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نہ شمشیر کی طاقت سے پھیلا ہے نہ دلائل کی طاقت سے بلکہ ہمیشہ صاحب
 حق کے سوا تر صداقت امدان و جہاں قرآن کے وجہ سے پھیلا ہے جو قلوب میں بیاباڑوں کو زیادہ مستحکم طور پر خود بخود جم جانے سے
 قرآن کریم نے آپ کے اس اضطراب کو جو کفار کے اسلام کے متعلق آپ کے سینہ میں موجزن تھا ناگوار کر کے انازا میں آکر ہر
 تعبیر فرمایا ہے افانت نکرہ الناس حتی یکونوا مومنین۔ تو کیا آپ لوگوں پر اتنی زبردستی کریں گے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں
 یعنی ان کے اسلام کے متعلق آپ کا اضطراب و شوق اس حد پر نہ بڑھنا چاہئے کہ یوں معلوم ہونے لگے کہ گویا آپ ان کو زبردستی
 مسلمان بنا لیا جاتے ہیں۔ اس سے اعلازہ لگنا چاہئے کہ قرآن میں تبدیل مذہب کے لئے کبھی اکراہ کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ
 صاف لفظوں میں لا اکراہ فی الدین فرمایا گیا ہے۔ مگر یہ صفت کو قبول کر لیں کہ قرآن نے اصل ہدایت ہے۔

(۴۱۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ كَثِبٍ حَنِيفَةً فَقَالَ لَهُ لَمَّا مَدَّ بِيْنَ أَكْأَلٍ قَرَّبَ بَطْوَهُ وَسَارَ بِيْنَهُ مِنْ سِوَارِي الْمَسْجِدِ فَهَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي حَبِيرٌ يَأْتِيُنِي إِنْ تَقَشَّنِي تَقْتُلُ خَادِمًا وَإِنْ تُنْعِمُ تُنْعِمُ عَلَيَّ شَاكِرًا وَإِنْ كُنْتُ تُرِيدُ الْإِلَآلَ فَسَلْ رِيْثَهُ مَا شِئْتُ فَمَزَكْتُ حَتَّى كَانَ الْعَدُوُّ قَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ قَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمُ تُنْعِمُ عَلَيَّ شَاكِرًا فَمَزَكْتُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْعَدُوِّ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ أَطْلَعُوا ثَمَامَةَ فَأَطْلَعُوهُ إِلَى تَحْلِ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَهْتَسَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَسْأَلُكُمْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ يُحْمَدَ الرَّسُولُ اللَّهُ يَا مُحَمَّدُ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهُ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ

(۴۱۶) البصریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا وہ بنی حنیفہ کا ایک شخص گرفتار کر کے لے آیا جس کو ثمامہ کہا جاتا تھا اور مسجد کے ستونوں میں ایک ستون سے اس کو باندھ دیا آپ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہو ثمامہ کیا خیال ہے اس نے کہا شیک ہے اے محمد اگر مجھے قتل کرو گے تو یاد رکھو ایسے شخص کو قتل کرو گے جو (اگر آپ نہیں) اپنی قوم کا سوا ہے (اس کے خون کا بدلہ لیا جائیگا) اور اگر احسان کرو گے تو ایسے شخص پر احسان کرو گے جو احسان فراموش نہیں اگر تم کو مال دے گا رہو تو بولو کیا چاہتے ہو آپ اس دن اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر تشریف لے گئے پھر دوسرے دن تشریف لائے اور فرمایا ثمامہ بلو اب کیا خیال ہے اس نے کہا میں خیال اب بھی وہی ہے جو پہلے ظاہر کر چکا ہوں اگر احسان کرو گے تو ایسے شخص پر احسان کرو گے جو ہمیشہ تمہارا شکر گزار رہے گا۔ آپ پھر اسی طرح اسے چھوڑ کر تشریف لے گئے یہاں تک کہ جب کل کے بعد پھر تشریف لائے اور اس سے پوچھا کہو ثمامہ کیا خیال ہے تو اس نے کہا وہی بات ہے جو پہلے کہہ چکا ہوں آپ نے فرمایا ثمامہ کو کھول دو۔ قید سے رہا ہو کر وہ مسجد کے قریب ایک گھوڑے کے بلغم میں گئے غسل کیا اور کلمہ شہادت پڑھا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ لے محمد روئے زمین میں آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض چہرہ میرے نزدیک کوئی اور نہ تھا لیکن آج وہ مجھے سب

(۴۱۶) علامہ نے لکھا ہے کہ ثمامہ کا پہلے دن ان قتل قتل زاد مر اگر آپ قتل کریں گے تو یاد رکھئے یہ ایک سوار کا قتل ہو گا کسی ستمی شخص کا نہیں) کانقرہ کہنا اور دوسرے دن ان تنعم تنعم علی شاکرے (اگر آپ احسان کریں گے تو کسی احسان فراموش پر نہیں بلکہ شکر گزار ہو کر احسان کریں گے) اپنی گھٹکوں کی ابتداء کرنی بڑی بلاغت پر مبنی تھی۔ پہلے دن ان کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ اب ان کی جان بخشی نہیں جائے گی۔ لیکن جب انھوں نے آپ کے حضور دم کا سادہ بچھا تو

فَقَدْ أَصْبَحَ وَتَحَلَّكَ أَحَبَّ الرَّحْمَةِ إِلَى اللَّهِ مَا كَانَتْ مِنْ دُونِ الْبُخْصِ إِلَى مِنْ دِيْنِكَ فَأَصْبَحَ دِيْنَكَ
 أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ إِلَى اللَّهِ مَا كَانَتْ مِنْ بَدَلٍ الْبُخْصِ إِلَيَّ مِنْ بَدَلٍ أَحَبَّ إِلَيَّ الْبُخْصِ
 إِلَى وَلَنْ تَجْعَلَكَ أَخَذْتُ وَأَنَا رَيْدُ الْعُمْرَةِ فَمَا أَتَرَى فَبَثَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَأَمْرَهُ أَنْ يَخْتَارَ فَمَا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ كَابِلٌ صَبَوْتُ قَالَ لَا وَلَكِنْ بَسَلْتُ مَعَ نَحْمَتِي
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اللَّهُ لَا تَأْتِيَكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةٌ حَبْطَةً حَتَّى يَأْذَنَ
 فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

چہرہ میں سب سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم پہلے مجھے تمام دینوں میں آپ کے دین سے زیادہ بخوش
 کوئی اور دین نہ تھا اور آج مجھے سب میں بیاور دین آپ ہی کا دین ہے۔ خدا کی قسم مجھے تمام شہروں میں آپ کے
 شہر سے زیادہ کوئی شہر بخوش نہ تھا لیکن آج سب شہروں میں عزیز تر شہر آپ ہی کا شہر ہو گیا ہے۔ (عرض یہی)
 کہ آپ کے فوجی دستے نے مجھے گرفتار کر لیا تھا میں اس وقت غمو کرنے کے لئے جا رہا تھا فرمایا مجھے اب کیا
 کرنا چاہئے۔ آپ نے ان کو اسلام پر شارت دی اور فرمایا کہ عمرہ ادا کر لیں جب یہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا اس کے
 اپنے دین سے پھر گیا، انھوں نے جواب دیا دین سے۔ پھر ناکیا ہوتا ہے میں خدا کے رسول پر ایمان لایا ہوں۔ قسم
 ہے خدا کی جب تک آپ اجازت نہ دیں گے اب تمہارے پاس یہاں سے گیموں کا ایک نامہ بھی نہیں آسکیگا۔

انہیں یہ امید لگ گئی کہ اگر وہ رحم کی کوئی درخواست پیش کریں گے تو وہ ضرور منظور ہو جائے گی اس لئے دوسرے
 دن انھوں نے آپ کے احسان ادا کرنے کی شکر گزاری کے مضمون سے اپنی گفتگو کا آغاز کرنا مناسب سمجھا۔ شارحین
 نے لکھا ہے کہ جب ثامر سے پوچھا گیا کہ تم نے اسیری کی حالت ہی میں اپنے اسلام کا اعلان کیوں نہ کر دیا تھا تو
 انھوں نے یہ جواب دیا کہ اس حالت میں میرا اسلام قبول کرنا میری بڑی اوجہ است ہوتی کا عزان بن جاتا اس لئے
 میں نے اپنی آزادی کے بعد اپنے اسلام کا اعلان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا اسلام کسی کے جبر و اکراہ یا کسی سے
 خوف کی بنا پر نہیں تھا۔ جہاں طبیعت کا یہ زور موجود ہو وہاں تلوار کا زور بھلا کیا کارآمد ہو سکتا تھا۔ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ہند لمحات کی صحبت بھی کیا کہیا یا اثر تھی کہ دہر آپ نے کھڑے کھڑے ثامر سے چند کلمات کہے
 اُدھر اس کے باطن میں وہ انقلاب برپا ہو گیا کہ جو سینہ ابھی الٹی آپ کی عداوت سے لبریز تھا اب آپ کی
 محبت سے محمد ہو گیا اور ایسا معرہ ہر اک آپ کی نجات مبارک ہی نہیں بلکہ آپ کا دین حتیٰ کہ آپ کا وطن بھی
 تمام وطنوں سے زیادہ محبوب بن گیا نہ یہاں کوئی غمشیر کھینچ رہی تھی نہ دلائل کا زور تھا صرف آپ کی فیض محبت
 کا ایک دریا تھا جو کفر و شرک کے بڑے بڑے چہرہوں کو اپنے ریلے میں بہائے لئے جارہا تھا۔

فَأَنزَلْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ جَعَلْتُ أَغْشَاهُ أَثْبَتَ كُرْفِي النَّهَارِ (مرہاء الترمذی)
 (۲۱۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِإِسْلَامِ أَبِي دَهْرٍ فَلَمَّا بَلَغَ قَالَ قَالَ كُنْتُ
 رَجُلًا مِنْ غِفَارٍ فَبَلَغْنَا أَنَّ رَجُلًا حَرَّ بَرْمَكَةَ فَمَرَعَمَا ثُمَّ بَنِي فَقُلْتُ لَا تَجِي لِتَطْلُبَ إِلَى هَذَا
 الرَّجُلِ وَكَلِمَةُ وَأَبْنِي بِغَبْرَةٍ فِي رَوَابِةٍ قَالَ لَمَّا بَلَغَ أَبَا ذَرٍّ مَبْعَثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ لَا خَيْرَ إِلَّا كَبُّ إِلَى هَذَا الْوَادِي فَأَعْلِمَنِي عِلْمَهُ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي يَرْعَمَا ثُمَّ بَنِي بِأَبْنِي
 الْخُبْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَأَتَمَّعَ مِنْ قَوْلِهِ ثُمَّ أَبْنِي فَأَنْطَلَقَ الْأَحْمَرُ حَتَّى قَدِمَ مَدْيَنَ وَسَمِعَ مِنْ قَوْمِهِمْ
 رَجَعَ إِلَى أَبِي دَهْرٍ فَقَالَ لَهُ رَأَيْتُمْ يَا أَمْرُؤُكَ مَا أَكْثَرَ الْأَخْلَاقِ وَكَلَامًا مَا هُوَ الشَّيْءُ فَقَالَ مَا
 شَفِيتَنِي مِمَّا أَرَدْتُ فَكَزَّوْذَ وَحَمَلْتُ شَتَّةً لَهُ فِيهَا مَاءٌ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ فَأَتَى الْكُفْعَةَ فَالْتَمَسَ

کا چہرہ مبارک خوشی کے مارے کھل گیا میرے متعلق حکم ہوا کہ میں ایک انصاری کے یہاں مہمان ٹھہرا دیا جاؤں
 (میں ان کے یہاں مقیم ہو گیا) اور صبح دشام میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ (ترمذی شریف)
 (۲۱۸) ابن عباس بیان کرتے ہیں کیا میں تم کو ابوذرؓ کے اسلام کا قصہ نہ سناؤں ہم نے عرض کیا ضرور
 سنائے۔ فرمایا کہ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں قبیلہ غفار کا آدمی تھا مجھے یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص مکہ کرمہ میں ظاہر ہوا ہے
 اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ نبی ہے میں نے اسے بھائی سے کہا ذرا اس کے پاس جا کر بات چیت تو کرو اور
 اس کا کچھ ہمید مجھے بتاؤ۔ دوسری روایت میں یہ واقعہ اس طور پر مذکور ہے کہ جب ابوذرؓ کو آنحضرتؐ کے
 دعوتی نبوت کی خبر پہنچی تو انھوں نے اپنے بھائی سے کہا اس داوی تہامس کی طرف جا کر اس شخص کا کچھ ہمید تو
 نکال کر لاؤ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے اور اس کے پاس آسمان سے خبری آتی ہیں۔ اس کی ذرا گفتگو بھی سنو
 پھر میرے پاس آؤ۔ ان کے بھائی مکہ کرمہ کی طرف روانہ ہو گئے یہاں پہنچ کر آپ کی گفتگو سنی اور ابوذرؓ کے
 پاس واپس آ کر بیان کیا میں نے تو ان کو عمدہ اخلاق کی تعلیم دیتے سنا ہے اور ان سے ایک ایسا کلام سنا
 ہے جو از قلم شریف نہیں۔ انھوں نے کہا تم نے میرے مطلب کی بات نہیں بتائی۔ اس کے بعد کچھ توشہ بٹھالا
 اور ایک ہرانی مشک لی جس میں تھوڑا سا پانی تھا اور خود مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ مسجد حرام میں داخل ہو کر آنحضرتؐ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگے (مشکل یہ تھی) کہ نہ تو یہ آپ کو پہچانتے تھے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کے
 متعلق کسی اور سے پوچھیں یہاں تک کہ کچھ اندھا بھو گیا یہ لیٹ رہے۔ حضرت علیؓ نے انھیں دیکھا اور سمجھ گئے
 کہ یہ کوئی مسافر آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ جب انھوں نے دیکھا تو یہ ان کے پیچھے پیچھے چلے گئے مگر اس دن کسی
 ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا جب صبح ہو گئی تو یہ اپنا توشہ اور مشک اٹھا کر پھر مسجد میں آ گئے یہ دن بھی

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَخْبِرُهُ وَكَرِهًا أَنْ يَسْأَلَ عَنْهُ حَتَّى الْخُدَّةُ بَعْضُ اللَّيْلِ فَأَصْحَتْهُ
 قَرَاهَةً عَلَى قَعَرَاتٍ أَنْ تَعْرِيبُ فَلَمَّا رَأَتْهُ كَمِيعَةً فَلَمْ يَسْأَلْ وَاحِدٌ مِنْهَا صَاحِبَةً عَنْ فَمَنْ حَتَّى
 أَصْبَحَتْ لَمْ أَحْمِلْ زَادَةً وَفَرَّ بَشَرًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَكُلَّ ذِي الْيَوْمِ وَلَا يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 حَتَّى أَسْنَى فَعَادَ إِلَى مَجْلُوعِهِ فَمَرَّ بِهِ عَلَى فَقَالَ أَمَا تَأْتِي الرَّجُلَ أَنْ يَعْلَمَ مَا لَكَ فَأَقَامَ مَقْدَمًا
 بِهِ مَعَهُ وَلَا يَسْأَلُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا صَاحِبَةً عَنْ فَمَنْ حَتَّى إِذَا كَانَ الْيَوْمَ الْكَالِكُ قَعَلَ يَقُولُ ذَلِكَ
 فَأَقَامَتْ عَلَى مَعَهُ فَقَالَ لَكَ الْاِتِّخَاذُ ثَمَنٌ مَا لَدُنِي أَلَدُكَ هَذَا الْبَلَدُ قَالَ إِنْ أَعْطَيْتَنِي هَذَا
 فَمِنْهَا قَالَ لَتُرِيدَنِي فَعَلْتُ فَاخْتَبَرَهُ فَقَالَ إِنَّهُ حَقٌّ وَهُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَإِذَا أَصْبَحَتْ فَاتَّبَعْنِي لَوْ أَنَّ رَأَيْتُ شَيْئًا كَأَمْرٍ عَلَيْكَ لَمَنْتُ كَأَنِّي أَرَيْتُ الْمَلَأَ شَرَانِ
 مَصْنُوعٍ فَاتَّبَعْنِي حَتَّى تَدْخُلَ مَدِينَتِي فَعَمَلْتُ فَالْطَّلَقُ لَطَوُوعُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَدَخَلَ مَعَهُ فَتَمَّ مِنْ قَوْلِهِ وَأَسْلَمَ مَكَانَهُ فَقَالَ لَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَنَّمَ إِلَى
 قَوْمِكَ مَا خَيْرُ هَذَا حَتَّى يَأْتِيكَ أَمْرِي فِي مَرَاتِبِ أَلَمْ هَذَا وَارْجِعْ إِلَى بَلَدِكَ فَإِذَا الْبَغْلُ
 ظَهَرَ نَا قَابِلُ فَقَالَ وَالَّذِي تُفْعِلُ بِبَدَا صُرْعَتَيْنِ يَهَابَتَيْنِ كَهَرَاتَيْنِ لَمْ تَقْرَبْ حَتَّى

گذر گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں نظر نہ آئے یہاں تک کہ شام کا وقت آگیا پھر وہ اپنی آرامگاہ پر
 آگئے (آج) پھر حضرت علیؓ نے گدھے اور فریا یا کیا اب تک اس شخص کو اپنا شکا تا نہیں ملا اور اٹھا کر پھر انھیں انچہ
 ہمارے لئے گراج بھی کسی نے ایک درم سے کہ نہ بوجھایا نہ تک کہ تیسرا دن ہو گیا تو پہلے ہی ہوا اور
 حضرت علیؓ ان کو ہمارے لئے اور ان سے کہا مجھے بتاؤ تو آخر اس شہر میں کیسے آنا ہوا انھوں نے کہا اگر آپ
 مجھ سے اس بات کا پکا پکا عہد کریں کہ مجھے شیک بات بتائی گے تو میں ضرور اس لاندہ کو کھول سکتا ہوں حضرت
 علیؓ نے عہد کیا اس کے بعد اہل ذرئہ جو واقعہ تقابیان کر دیا حضرت علیؓ نے فرمایا بلاشبہ یہ شخص ہے اور اللہ تعالیٰ
 کے رسول ہیں۔ اچھا تو جب صبح ہو تو تم میرے پیچھے چلے آنا، جہاں مجھے تمہارے متعلق دشمنوں سے کوئی
 خطرہ نظر آئے گا میں میں ایسے ٹھہراؤں گا جیسے کوئی چیلاب کرنے کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔ اگر میں چلا آؤں تو
 تم بھی میرے ساتھ ساتھ چلے آنا یہاں تک کہ جہاں میں داخل ہوں تم بھی داخل ہو جانا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا
 اور آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے تاکہ حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آسپہنچے۔ یہی ان کے پیچھے
 پیچھے آگئے تاکہ کلام خدا اور اسی جگہ حلقہ گوش اسلام ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا
 بالفضل تو تم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ اور انھیں بھی اس کی اطلاع کر دو اور وہاں ہی رہو یہاں تک کہ

آتَى الْمُجْعَدَ فَنَادَى بِأَصْحَى صَوْتِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
وَنَارَ الْقَوْمِ فَضَرَوْهُ حَتَّى أَصْبَحُوا وَآتَى الْعَبَّاسُ فَالْكَبَّ عَلَيْهِ وَقَالَ وَتِلْكَمُ الْأَسْمَاءُ
تَعْلَمُونَ أَنَّ مِنْ غَفَارِهِ أَنْ طَرِيقَ تَجَارِكُمْ عَلَى الشَّامِ عَلَيْهِمْ فَأَنْقَذَهُ مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ مِنَ
الْعَدُوِّ لِيُطْلِقَهُ وَكَانُوا إِلَيْهِ فَضَرَوْهُ فَالْكَبَّ عَلَيْهِ الْعَبَّاسُ فَأَنْقَذَهُ (رواه البخاری)

(۴۱۹) عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ فِي أَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا
يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ فَمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يُنْزَعُ الْوَلَدُ
إِلَى أَبِيهِ وَأُمِّهِ قَالَ أَخْبَرْتُهُنَّ جِبْرِيلُ إِنَّمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارُ يُخَشِّسُ
النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَمِنْ يَدَا كَتَبُ خَوْفِ

تم کو ہمارے عروج کی خبر ملے۔ دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے ابھی اپنا اسلام پوشیدہ رکھو
اور اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔ جب تم کو ہمارے غلبہ کی خبر ملے اس وقت پھر آجانا انھوں نے عرض کیا اس ذات
کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں ان کے درمیان میں گھس کر اس کلمہ کو جمع ہج کر لوں گا یہ کہہ کر
باہر نکلے اور مسجد میں آکر باذان بلند کیا اَشْهَدُ ان لا اله الا الله واشہدان محمد رسول الله۔ یہ سنتے ہی لوگ جوش میں پڑ گئے
اور ان کو اتنا مارا کہ زمین پر ٹاڑا۔ حضرت عباسؓ آگئے اور ان کے اوپر اوندھے گرے اور فرمایا مجھ تو تم کو
خبر نہیں کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے اور شام کی طرف تمہارے تاجروں کے جانے کا راستہ ان ہی کی طرف

ہو کر جاتا ہے اور اس طرح ان کو بچا لیا۔ دوسرے دن پھر انھوں نے یہی حرکت کی اور پھر لوگ ان پر ٹوٹ پڑے
اور ان کو خوب مارا اس دن پھر حضرت ابن عباسؓ ان کے اوپر اٹے لٹ گئے اور ان کو بچھڑا لیا۔ (بخاری شریف)

(۴۱۹) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ بعد از ہجرت اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف
آوری کی جب خبر سنی تو اس وقت یہ اپنے باغ کے پھل توڑ رہے تھے یہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور عرض کی میں آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں جن کو نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ بتائیے کہ
علاماتِ قیامت میں سب سے پہلی علامت کیا ہے اور جنتیوں کا سب سے پہلا کھانا کیا ہوگا اور تیسری بات
یہ کہ کچھ اپنے باپ یا ماں کے مشابہ کب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جبریل علیہ السلام نے ان کے جوابات مجھے ابھی
بتائے ہیں (منقول) قیامت کی سب سے پہلی علامت تو ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی سمت جمع
کر کے یوحائے گہری جنتیوں کی پہلی ضیافت تو مچھلی کے جگر کے ایک ٹکڑے سے ہوگی اب رہا کچھ کا مشابہ ہونا تو اگر

فَلَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ تَزَعُ الْوَلَدَ وَلَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ تَزَعَتْ قَالَ أَشْهَدُ
 أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ. يَارَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُحْتٌ وَلَا تُحْمَرُونَ
 يَحْمَرُونَ بِإِسْلَامِي مِنْ قَبْلِ أَنْ تَسْأَلَ لَهْمَ يَهُودِيٍّ فَيُجَاوِزَ الْيَهُودَ فَقَالَ أَيْ رَجُلٍ عَبْدُ اللَّهِ
 فَبِكُمْ قَالُوا خَيْرًا نَاوَابِنْ خَيْرًا وَسَيِّدًا نَاوَابِنْ سَيِّدًا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللَّهِ مِنْ
 سَلَامٍ قَالُوا أَعَادَهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ فَخَرَّجَ عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ
 مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَقَالُوا كُفُّوا نَاوَابِنْ شَرًّا نَاوَابِنْ قَصُورُهُ قَالَ هَذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ
 يَارَسُولَ اللَّهِ. (رحمہ اللہ البخاری)

(۴۲۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ آخِرُ ابْنِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ مَا أَغْنَيْتُكَ نَبِيٌّ قَالَ إِنْ دَعَوْتُ هَذَا الْيَهُودِيَّ مِنْ هَذِهِ الْخَلَّةِ يَشْهَدُ أَيْ

مرد کی نبی غالب ہو تو اس کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کی غالب ہو تو اس کے یہ جوابات سن کر انہوں نے
 آپ کے رسول ہونے کی تصدیق کی اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ (اس
 کے بعد فرمایا) یا رسول اللہ یہودی پتان باندھنے والی قوم ہے۔ اگر آپ میرے متعلق ان کی رائے معلوم
 کرنے سے قبل میرے اسلام کا حال ان سے ذکر کریں گے تو فورا وہ مجھ پر کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر لڑائے پہلے آپ ان
 سے میرے متعلق دریافت فرمائیں) اس کے بعد جب یہود گئے تو آپ نے ان سے پوچھا تم میں عبد اللہ بن سلام
 کیسے آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا ہم سب میں بہتر اور ہمارے سب کے سوا آپ نے فرمایا تاؤ اگر وہ اسلام قبول
 کر لیں وہ بولے اللہ تعالیٰ ان کو ایسی بات سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن سلام باہر نکل آئے اور کلمہ
 شہادت پڑھ لیا (مجھ پر کیا تھا) فورا کہنے لگے یہ شخص ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتروں کی اولاد ہے اس کے
 علاوہ اور قسم قسم کے عیب لگانے لگے۔ عبد اللہ بن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ان کے اسی افترا پر دوازی کا
 درخشا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶۲)

(۴۲۰) ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ ایک دہقان شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا میں
 کیسے پہچانوں کہ آپ نبی ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر میں کجگوڑ کے اس خوشہ کو بلاؤں اور وہ آکر یہ گواہی دے کہ میں

(۴۲۰) بہ علم جنتیں میثا۔ عربہ نائیک گرویدہ ہوتی ہیں۔ ان ہی کو میاں کمال تصور کرتی ہیں اور ان ہی کا اثر قبول کرتی
 ہیں اس لئے نافرمانی فطرت نے اس کے سامنے اس کی فطرت کے مناسب ہی ایک جاذب اسلام نظام پیش کر دیا تھا وہ سلطان
 ہو کر جنت میں جا پہنچا آپ کو اقتدار ہے کہ آپ اسی فلسفہ میں چھنے رہے کہ ایک غیر ذی روح کا متحرک ہو کر آہستہ آہستہ اثر نا اور
 پھر وہیں چلے جائے عقلاً ممکن بھی ہے یا نہیں۔ جی ہاں معجزات کے عالم میں یہ سب کچھ ممکن ہے۔

رَسُولُ اللَّهِ فَدَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتَّى سَقَطَ
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَارَجُلُ فَقَادَ فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ. (سواء الترمذی وصحیح)

(۴۲۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَقْبَلَ أَعْرَابِيٌّ
فَلَمَّا أَتَى قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَذَا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ وَإِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قَالَ وَمَنْ يَشْهَدُ عَلَيَّ مَا تَقُولُ قَالَ هَذَا
الْمُسْلِمَةُ فَدَعَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِطَائِفَةِ الْوَادِئِ
فَأَقْبَلَتْ فَجَعَلَ الْأَرْضُ حَتَّى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَ مَا كُنَّا نَقُولُ فَهَذَا
كَلَامُنَا أَنْذَرْنَاكَ قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ إِلَى مَنَازِلِهَا. (سواء الدارمی)

(۴۲۲) عَنْ ابْنِ مَرْزُوقَةَ قَالَ كُنْتُ أَدْعُو أُمَّيَّ إِلَى الْإِسْلَامِ وَهِيَ كَارِهَةٌ
فَدَعَا نَحْنُ يَوْمًا فَاصْطَعْنِي فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَهُ فَأَمَاتَتْ

خدا کا رسول ہوں (تو مانے گا) آپ نے اس کو آواز دی، فوراً وہ اترنے لگا اور اترنے اترنے
آپ کے سامنے آچلا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا واپس چلا جا، وہ چلا گیا۔ یہ دیکھ کر وہ دہقانی
مسلمان ہو گیا۔ (ترمذی)

(۴۲۱) ابی عمر بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں
تھے ایک دہقانی سامنے سے آنا نظر آیا جب وہ مجلس میں آ پہنچا تو آپ نے فرمایا اس کی گواہی دے گا؟
کہ اللہ کے سوا سب کوئی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں وہ بولا آپ کی اس بات پر
کوئی اور بھی گواہی دے گا۔ آپ نے فرمایا جی ہاں یہ کیکر کا درخت۔ وہ درخت وادی کے کنارہ پر
کھڑا تھا آپ نے اس کو پکارا وہ زمین بھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے
تین بار گواہی طلب کی اس نے تینوں بار یہ گواہی دی کہ جیسا آپ نے فرمایا، بات اسی طرح ہے
اس کے بعد وہ جہاں کھڑا تھا وہیں واپس ہو گیا۔ (دارمی)

(۴۲۲) ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کو دعوت اسلام دیتا اور وہ اس سے نفرت کرتی
تھیں ایک دن کا قصہ ہے کہ میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے آپ کی شان میں مجھے
ایسی بات سنائی جو مجھے بہت ناگوار لگتی۔ میں بولا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض
کی یا رسول اللہ اب تو دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ابوہریرہؓ کی والدہ کو مہر ایت نصیب فرما دے

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا الْبَكِيُّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يُهْدِيَ
 أَمْرَ ابْنِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَهْدِ أَمْرَ ابْنِي هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا حَضَرْتُ إِلَى الْبَابِ فَإِذَا هُوَ جَائِفٌ فَسَمِعْتُ ابْنَ خُثَيْفٍ
 قَدْ مَرَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَمِعْتُ خُثَيْفَةَ الْمَاءِ قَاعًا سَلْتُ فَلَبِثْتُ
 دُونَهَا وَجَعَلْتُ عَنْ خِمَارِي فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَشْهَدُ أَنَّ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَخَرَجْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا الْبَكِيُّ مِنَ الْفَرَسِ فَحَمِدَ اللَّهُ وَقَالَ خَيْرًا. (رحمہ اللہ مسلم)
 (۴۲۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ ضَمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ أَزْدِ شَوْوَعَةَ
 وَكَانَ يَرْتُقِي مِنْ هَذَا الرِّجِّ قَمِيمَ سُفْهَاءٍ أَهْلٍ مَكَّةَ يَقُولُ إِنَّ مُحَمَّدًا الْخُبُونُ
 فَقَالَ لَوَاقِي رَأَيْتُ هَذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللَّهَ يُثْقِفُهُ عَلَى يَدَيَّ قَالَ فَلَقِيَهُ فَقَالَ
 يَا مُحَمَّدُ أَرْتُقِي مِنْ هَذَا الرِّجِّ فَمَهْلُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ

آپ نے دعا فرمائی اسے اللہ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرمادے میں آپ کی اس دعا پر ان کے
 اسلام کی بشارت لے ہوئے باہر نکلا جب اپنے گھر کے دروازہ کے قریب آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دعا واہ
 بندہ میری والدہ نے میرے پیروں کی آہٹ سنی اور کہا ابوہریرہ وہیں باہر رہتا۔ ادھر میں نے کچھ پانی
 گرنے کی آواز سنی میں ٹھیرا دھا، اٹھلنے غل فرمایا اپنا کرتاپنا اور جلدی میں میرا ڈھنسی ڈالنی رہ گئی اور
 فوراً دعا واہ کھول کر کمرہ شہادت پڑھا۔ اٹھدیاں لا الہ الا اللہ و اٹھدیاں محمد عبدہ و رسولہ (یا تو میں ابھی
 ابھی غم کے آنسو بہاتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا یا اب) خوشی کے آنسو بہاتا ہوا پھر آپ
 کی خدمت میں داخل ہونچا۔ آپ نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا اور ان کے حق میں کلمات خیر فرمائے (مسلم)
 (۴۲۳) ابن عباس کہتے ہیں کہ ضماد مکہ مکرمہ میں آئے یہ قبیلہ ازدرشورہ کے آدمی تھے اور جن
 وغیرہ کے اثرات کی جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے انھوں نے مکہ مکرمہ کے بیوقوفوں کو یہ کہتے سنا کہ محمد
 (صلی اللہ علیہ وسلم) آسیب زدہ ہو گئے ہیں۔ یہ اپنے دل میں کہنے لگے کاش اگر میں بھی اس شخص کو دیکھ
 لیتا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے اس کو شفا دیدیتا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ آپ سے ملا اور کہا اے
 محمد میں جنات کی جھاڑ پھونک کرتا ہوں آپ بھی جاہیں تو جھاڑ دوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے یہ کلمات فرمائے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کہتے ہیں اور ہر معاملہ میں اسکی

(٢٢٢) عَنْ الْحَسَنِ قَالَ جَاءُوا رَاهِبًا فَنَجَّاهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ لَهُمَا أَسْلِمَا سَلِمًا فَقَالَ قَدْ أَسْلَمْنَا قَبْلَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَذِبْتُمَا مَنَعَكُمَا مِنَ الْإِسْلَامِ ثَلَاثُ شُجُودٍ كَمَا لِلصَّلِيبِ وَقَوْلُكُمَا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا
وَشَرَّ بَنِي النَّحْشَرِ فَقَالَا مَا تَقُولُ فِي عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَنَزَلَ الْقُرْآنُ ذَلِكَ نَسْأَلُكَ عَلَيْهِ مِنَ الْآيَاتِ وَالَّذِي كَرَّمَ الْحَكِيمُ إِلَى قَوْلِهِ أَبْنَاءُنَا
وَأَبْنَاؤُكُمْ فَدَعَاهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ وَجَاءَ

(۴۲) حسن روایت کرتے ہیں کہ خیران کے دو بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان سے فرمایا اسلام قبول کرو سلامت رہو گے۔ انھوں نے کہا ہم آپ کے ظہور سے قبل ہی مسلمان ہیں آپ نے فرمایا جھوٹ بولتے ہو، تمہارے مسلمان ہونے میں تین باتیں مانع ہیں۔ ایک یہ کہ تم صلیب کو پوجتے ہو، دوم یہ کہ تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے (عیسیٰ علیہ السلام کو) بیٹا

الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَفَاطِمَةَ وَاهْلَهُ وَوَلَدَهُ فَلَمَّا خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ أَحَدُهُمَا
لِصَاحِبِهِ أَقْرَأْ بِالنَّجْرِيَّةِ وَلَا تُلَاعِنُهُ فَرَجَعَا فَقَالَ لِقْرَأِ بِالنَّجْرِيَّةِ وَلَا تُلَاعِنُهُ
قَالَ فَأَقْرَأْ بِالنَّجْرِيَّةِ - (سرواہ احمد)

تالیف قلب من یخاف علی ایمانہ والنصرۃ لہ

(۲۲۵) عَنْ عُمَرَ بْنِ تَغْلِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِمَالٍ
أَوْ بَيْعٍ نَعَمَهُ فَأَعْطَى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا فَلَمَّا عَاثَ الَّذِينَ تَرَكَهُمْ عَثَبُوا فَحَدَّثَ اللَّهُ
لَمَّا أَتَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَوَاللَّهِ إِنِّي أُعْطِي الرَّجُلَ وَآدَمُ الرَّجُلَ وَالَّذِي آدَمُ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِيَ وَلَكِنْ أُعْطِيَ أَقْوَامًا لِمَا أَرَى فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْهَلْوَ

بنالیا ہے اور سرم کی تم شراب پیتے ہو۔ انھوں نے کہا اچھا تو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کیا
عقیدہ رکھتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ خاموش ہو گئے (اور ان کے مناظرہ کے جواب میں قرآن کی
مسب ذیل آیات نازل ہو گئیں) یہ جو کچھ ہم آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں آیات الہی اور تحقیق بیان ہے۔
..... (آپ کہہ دیجئے) اؤ ابلاؤں ہم اپنے بیٹے لہم تم اپنے بیٹے۔ (آیت مباہلہ کے تلاوت فرمانے کے بعد) آپ نے
ان دونوں پہلوؤں کو مباہلہ کرنے کیلئے بلایا۔ لہذا کہتا ہے کہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت علیؑ اور آپؐ کے گھر آئے۔
جب یہ آپ کی مجلس سے باہر آ گئے تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ سبھی جزیہ دینا قبول کر لو
اور آپ سے مباہلہ منظور نہ کرو (کیونکہ یہ نبی برحق ہیں جو ان سے مباہلہ کرے گا برباد ہو کر بیگا) یہ منہ کر کے
انھوں نے کہا ہم آپ کو جزیہ یا قبول کرتے ہیں یا مد آپ سے مباہلہ نہیں کرتے اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔ (مسند احمد)

ضعیف الایمان شخص کی دیکھنی اور مدد کرنی چاہئے

(۲۲۵) عمر بن تغلب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھیں سے کچھ مال
آیا آپ نے اس کو تقسیم کرنا شروع کر دیا، بہت سے لوگوں کو دیا اور بہت سے لوگوں کو نہ دیا۔ اس پر آپؐ
یہ اطلاع ملی کہ جن کو آپ نے کچھ نہ دیا تھا ان کو یہ تفریق ناگوار گذری ہے۔ آپ نے خدا کی حمد و ثناء کے بعد
ارشاد فرمایا خدا کی قسم بیشک میں کسی شخص کو مال دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا اور واقعہ یہ ہے کہ جس کو نہیں
دے مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو دیتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بعض لوگوں کو صرف

فَأَكَلُوا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْغَيْظِ وَالْخَيْرِ فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ
 قَوْلَهُ مَا أَحْبَبَ إِلَيَّ بِكَلِمَةٍ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرُ النِّعَمِ (رِثَاءُ الْبَغَايِ)
 (۴۲۶) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنْ
 الْأَنْصَارِ فَقَالَ إِنَّ كَرِيمًا حَدِيثٌ عَنْهُ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ
 أُجِيزَهُمْ وَأَنَا لَفَهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يُرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُوا
 بِرَسُولِ اللَّهِ إِلَى بُيُوتِكُمْ قَالُوا بَلَى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ
 سَبْعًا لَسَلَكَتُ وَادِي الْأَنْصَارِ وَشَعَبَ الْأَنْصَارِ - (رِثَاءُ الْبَغَايِ)
 (۴۲۷) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُ غُفَاً

اس لئے دیتا ہوں کہ ... ان کے دلوں میں مال کے لئے بے چینی اور اضطراب کا احساس کرتا ہوں اور
 بعض کو اس بے نیازی اور نورانی کی وجہ سے جوارہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈال دی ہے خدا تعالیٰ
 کے حوالہ کر دیتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان میں سے ایک شخص عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ خدا کی قسم
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ایک کلمہ کے مقابلہ میں مجھے یہ تمنا نہیں کہ میرے پاس بہت کسرِ سرخ اونٹ ہوتے۔
 (۴۲۶) انس کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا قریش ابھی تازہ
 تازہ مسلمان ہوئے ہیں اور فقر و فاقہ کی مصیبتیں جھیل چکے ہیں میں ان کی کچھ اساد کرنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا
 ہوں کہ ان کی دلجوئی کروں اور ان کو اسلام کے ساتھ ذرا مانوس کروں کیا تم اس پر راضی نہیں کہ اور
 لوگ تو اپنے گھروں کو دنیا کا مال لیجائیں اور تم خدا کے رسول کو لیجاؤ۔ انصار بولے بیشک ہم اس پر راضی ہیں
 اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر لوگ ایک راستہ پر جائیں اور انصار دوسرے راستہ پر تو میں اسی راستہ کو اختیار
 کروں گا جس پر انصار جائیں گے۔ (بخاری)

(۴۲۷) انس روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپ نے

صحیح بخاری میں موجود ہے کہ انصار کو آپ کا مہاجرین قریش کو مال دینا ناگوار نہ تھا بلکہ دراصل اس
 تقسیم نے ان میں جذباتِ رقابت ابھار دیئے تھے اور انھیں کچھ یہ دہم گزرنے لگا تھا کہ آپ کی شفقت و محبت کا پلہ بھی
 ظاہر ہو کہ ان کی جانب ہی جھک گیا ہے۔ اسی لئے جب بن کر یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ اگرچہ آپ کی داد و دہش کا ہاتھ قریش
 کا طرف جھک رہا ہے مگر آپ کے جذباتِ محبت و شفقت ان ہی کی طرف مائل ہیں تو انھیں سرخ اونٹ جو عرب کا
 محبوب ترین مال تھا آپ کے اس ایک فقرہ کے بالمقابل بچ نظر آنے لگے۔

بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَإِنِ تَوَمَّدَ فَقَالَ أَسْلِمُوا قُوا أَنَّهُ وَإِنْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُعْطَى عَطَاءُ
رَجُلٍ لَا يَخَافُ الْعَاقِبَةَ وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ يَخْشَى إِلَى الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَرِيدُ إِلَّا
الْذِّنْيَا قَامًا يَمِينُ حَتَّى يَكُونَ دَيْنُ سَاحِبِ الْيَمِينِ وَأَعَزَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا. (رواه مسلم)

(۴۲۸) عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَاصٍ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا
وَأَنَا جَالِسٌ فَذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا هُوَ أَحَبُّهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ
فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَسْرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نور اس کو اتنی بکریاں بخشیں جو ایک داری کے درمیان بھری ہوئی تھیں وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا اور
بہلا اسلام قبول کر لو بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شخص کی طرح مال لٹاتے ہیں جیسے احتیاج کا بھی خیرہ
نہیں گذرتا۔ واقعہ یہ ہے کہ صبح کو آدمی آپ کی خدمت میں صرف طبع دنیا لیکر آتا اور شام نہ ہونے پائی
کہ آپ کا دین اس کو دنیا و مافیہا سے نیاہ پیا راہ جاتا تھا یا نیاہ معزز ہو جاتا تھا۔ (راوی کو شک ہی مسلم)

(۴۲۸) سعد بن وقاص بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا
ہوا تھا آپ نے چند لوگوں کو کچھ مال تقسیم کیا اور میرے نزدیک جو شخص ان سب میں زیادہ سخی تھا اس کو
کچھ نہ دیا، میں کھڑا ہو گیا اور میں نے پوچھا آپ نے فلاں آدمی کو بھلا کیوں نہیں دیا۔ خدا کی قسم میں تو اس کو

(۴۲۸) ابتداء اسلام میں تو مسلم اور ضعیف الایمان افراد کی تالیف قلب کا بھی ایک دھندہ چکا ہے لیکن جو لوگ آپ
کی پہلی ہی صحبت میں ایمان کا کیف حاصل کر چکے تھے یا تدریج اس کی لذت سے آغوش ہو چکے تھے وہ اس قسم کی دیکھ بھل سے
بہت بالاتر تھے ان کی اشتقام و محبت کی آزمائش کے لئے یا تو دیکھتے ہوئے پھرتے یا اعتبار شیر مال کی محبت و حقیقت
آٹھار کھ کا ایک بقیہ ہے اور غنا و بے نیازی ایمان کے برکات کی ابتداء۔ ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے
جہو اکراہ کی پالیسی کسی اختیار نہیں کی بلکہ اس کے برعکس تالیف قلب اور دیکھ بھل سے کام لیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی نو مسلم نے
آپ سے مال کی کوئی طمع ظاہر کی ہے تو آپ نے اس کی خواہش بھی پوری فرمادی ہے اور اس کی اس بہت و وصلگی کی اصلاح
بھی انما زبہ نیازی میں نہیں فرمائی ہر شخص کا مزاج یکساں نہیں ہوا کرتا۔ علمی و ادبی طبعیتیں گوہر حقیقت کی جویاں ہوتی
ہیں اور بہت فطرتی حسن سلوک اور ظاہری ہمدردی کا اثر زیادہ قبول کرتی ہیں یہاں باض فطرت ہر ایک کے ساتھ معاملہ
اس کی فطرت کے مناسب کیا کرتا تھا

بہار عالم حسن جہاں راتا زہ می دارد برنگ اصحاب صورت را ببار باب معنی را
بچارے سعد کی رسائی ان دقیقہ سنجیں تک نہ تھی اس لئے آپ نے ان کو مجاہد ایک مال کی تقسیم کو میری محبت کی تقسیم کا
میار تصور کرنا غلط ہے یہاں آپ نے ان کی ایک اہلیات کی بھی اصلاح فرمائی وہ یہ کہ انسان کو اپنے مقدار علم کے مطابق
بات کہنی چاہئے۔ ایمان قلب کی ایک صفت ہے اور اسلام ظاہر کی کسی کے دل کا حال کسی کو کیا معلوم اس لئے ان کے لئے یہاں

أَوْ مِثْلًا ذَكَرَهُ إِلَهُكَ سَعْدًا وَلَا قَارَاجًا بَرٍّ مِثْلُ ذَلِكَ لَمْ قَالَ إِنِّي لَا أُعْطِي الرَّجُلَ
وَعَتِيدَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةً أَنْ يَكُنْتَ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ. متفق عليه وفي طريق عند
مسلم فاردته فقلت يا رسول الله ثم

الأعمال المرضية التي لا بد أن تنشعب من الإسلام تشعباً لا غصان من الشجرة
منها أمانة الأذى عن الطريق وهي أدناها

(۴۲۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ

پچاسوں سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا مومن کہتے ہو یا صرف مسلمان سعد نے تین بار (لوٹا لوٹا کر) بھی کہا
اور ہر بار آپ نے ان کو یہی ایک جواب دیا اس کے بعد فرمایا میں ایک شخص کو مال اس لئے دیتا ہوں حالانکہ
اس سے زیادہ پیارا مجھے دوسرا شخص ہوتا ہے کہ کہیں وہ اندر سے منہ دوزخ میں نہ ڈال دیا جائے (متفق علیہ)
وہ حمیدہ حمیدہ اعمال جن کا اسلام سے اس طرح پھوٹ پھوٹ کر نکلا ضروری ہوتا ہے جس طرح سبز
درخت شاخوں کا ان میں ایک عمل راستہ کو کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی ہو اور لین میں کا سب گھنٹا کرنا بھی
(۴۲۹) البرہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایمان کی ستر یا ساٹھ سے

مومن کے جیسے مسلم کا لفظ استعمال کرنا مناسب تھا یا ایک نوع کی گستاخی ہے کہ صاحب وحی کے سامنے کسی کے متعلق
ایسے احکام لگا دیے جائیں جن کا علم خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر خدا اس کو بھی نہیں ہوتا۔

(۴۲۹) محدثوں میں بعض اعمال کو ایمان اور بعض کو شعبائے اسلامی کہا گیا ہے۔ فقیر کے اس اختلاف سے یہ
تجربہ کاران مجید نہیں ہے کہ اس کی غرض شاید ان اعمال کے مراتب میں تفاوت کی طرف اشارہ کرنا ہو جن کو ایمان قرار دیا گیا ہو
ان کی حیثیت اسلام میں کچھ بلند ہو اور جن کو شعبہ کہا گیا ہے ان کی حیثیت صرف ایک شاخ کی سی رہے جس کے کٹنے سے اصل
درخت کو چندان نقصان نہیں پہنچتا۔ صرف اس کی ظاہری زیبائش ہی میں فرق پڑتا ہے لیکن جب اس طرف بھی نظر کی جاتی
ہے کہ ان شعبوں میں ایسے اہم شعبے بھی شامل ہیں جن کو اسلام سے ایمان کا سا گہرا ربط ہے اور ان کا تعلق اسلام کے صرف
ظاہر تک محدود نہیں بلکہ اس کی جڑ تک پہنچتا ہے تو پھر اس نکتہ طرازی میں کچھ سبب گندے لگتا ہے۔

اشارہ قدس سرہ کے رائے یہ تھی کہ مذکورہ بالا لفظ کا مقصد نہ تو اسلام کی مباحث و ترک کے مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا ہے اور
نہ اعمال کے تفاوت مراتب کی طرف بلکہ ان دونوں سے ایک اور بلند حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور وہ انسان کے
ایمان کے جبروت کا معیار ہے یعنی مصل ایمان صرف اس خشک تصدیق کا نام نہیں جس میں عمل صالح کی ایک شاخ بھی
نہ چھوٹے بلکہ وہ اس ترو تازہ ایمان و ازعان کا نام ہے جس میں اعمال صالحہ کی میثا رشاخیں سدھ جھوٹی رہیں اس پر بزرگ بزرگ

أَوْصِيَتْمْ وَسَيُتَوَنَّ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ
الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ (متفق عليه)

کچھ زیادہ شاخیں ہیں (راوی) کو صبیح عدد یاد نہیں رہا) سب سے افضل زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ
کہنا (یعنی توحید الہی کا اقرار ہے) اور سب سے معمولی راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا اور
شرم کرنا بھی اسلام میں ایک ضروری چیز ہے۔ (متفق علیہ)

کی عبادت کے سہولتیں ادا کیے ایسے نافع اعمال کی بہار آئے کہ وہ گندے ایک کانٹے کا شاد نیاں میں ایک دنی
ترین عمل شمار ہو گا انسان باہم بھیدی اور غمخواری کا ایک ایسا پیکر بن جائے کہ اگر کسی کے چہرے میں کاشی بھی جیسے تو اس کی
چمک اپنے قلب میں محسوس کرے۔ ایسا ایمان زندہ ایمان ہے لیکن جس ایمان میں عمل صالح کی ایک شاخ بھی نہ پھوٹے
خدا کی مخلوق کے درد کا اس میں کوئی احساس نہ ہو اور باہم انس و محبت کی اس میں کوئی لہر نہ دوڑے وہ زندہ ایمان نہیں۔
مرہ ہے۔ قلبی تصدیق اور زبانی اقرار بلاشبہ ایمان کے سب سے بڑے رکن کہلاتے ہیں مگر یہ اسی وقت پر از حقیقت سمجھے جاسکتے
ہیں جبکہ اعمال صالحہ کی شہادت ان کے ساتھ موجود ہو اور اسلام کا مقدس عہد بھی اسی وقت پورا کیا جاسکتا ہے جبکہ جو روح انسانی
ٹکی کے لئے مضطرب نظر آئے اگر ایسا نہیں تو اس امر کی دلیل ہوگی کہ قلبی تصدیق کو حاصل ہے مگر وہ مکمل ہے اس میں حقیقت کی
کئی دھج نہیں اور زبانی اقرار بھی موجود ہے مگر وہ بھی رسی ہے اس میں بھی صداقت کی کوئی بو نہیں۔ خلاصہ یہ کہ شعبائے اسلامی
اس امر کی دلیل ہوتے ہیں کہ ایک مومن کا ایمان زندہ ہے یا اس کی روح مکمل ہوئی ہے اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ
کرنے کے لئے یہاں شعبے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اسی معنوں کو قرآن کریم نے ایک اور لطیف انداز میں ادا کیا ہے مثل کلمۃ طیبۃ کثیرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و
فرعہا فی السماء تو فی اکلہا کل حبین باذن ربہا۔ آیت مذکورہ میں کلمہ طیبہ کو ایک درخت کی شبیہ دی گئی ہے مگر اس درخت کو
نہیں جس پر پھول و پھل کی کوئی رونق نہ ہو اس پر بہار آئے تو سال میں صرف ایک ہی بار آئے بلکہ اس درخت سے جو سا پاپا
اور اس پر کچی خزاں نہ آئے وہ دوسرے درختوں کی طرح سال میں ایک ہی بار پھل نہ لائے بلکہ موسم کی قید سے آزاد ہو کر
پھولوں اور پھلوں سے ہمیشہ لہرا رہے۔ اب محدثین کو اختیار ہے کہ وہ اس مجموعہ کو ایمان کہیں یا اہل ایمان تصدیق کو
قرار دیں اساعمال صالحہ کو اس کے ثمرات شمار کریں۔

اس حدیث کی روشنی میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ شب و روز اپنے ایمان کا جائزہ لیا کرے اور یہ اندازہ لگایا کرے کہ اس
کا ایمان اعمال صالحہ کا کتنا تقاضا کر رہا ہے اس میں ٹکی کی کتنی شاخیں پھوٹ چکی ہیں اور کتنی شاخ لہجی جو جس کا پھول شاخ بھی
باقی ہے۔ محدثین نے اس حدیث کو اتنی اہمیت دی ہے کہ شعبائے اسلامی کو جمع کرنے کے لئے مستقل مستقل تصنیفیں
تالیف کی ہیں ان میں امام بیہقی، ابو حاتم، ابو عبد اللہ علیہ، شیخ عبد الجلیل اور اسحاق بن القسری جیسے اجلہ محدثین
بھی شامل ہیں۔ امام ابو حفص عمر القزوی نے بیہقی کی تصنیف شعب الایمان کی تصنیف بھی کی ہے اور اس کا نام مختصر
شعب الایمان رکھا ہے اس کتاب کی تالیف کے وقت شعب الایمان ہمارے پاس موجود نہ تھی اس لئے اس کی
احادیث ہم نے صاحب مشکوٰۃ سے نقل کی ہیں اور جن کو اسلامی شعبوں میں زیادہ اہم سمجھا ہے ان میں سے بقدر
وصعت چند کو اس جگہ درج کر دیا ہے۔

سلامۃ المسلمین من اللسان والید

(۴۳۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَآلِهَتِهِ جُزْءٌ مِمَّنْ هُوَ مَعَهُ يَوْمَئِذٍ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْبُخَارِيُّ وَمُسلم وَغَيْرُهُمَا وَزَادَ

کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ دینا

(۴۳۰) عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پورا مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے تمام مسلمان محفوظ رہیں اور کچا ہوا جمود ہے جو ان تمام باتوں کو سمجھ نہ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے (بخاری و مسلم وغیرہ) ترمذی و سنائی نے اس حدیث میں اتنا

(۴۳۰) عرب کی قوم جو قرون سے قتل و غارت اور جنگ و بدمعنی کی عادی چلی آئی تھی وہ ابھی تازہ تازہ اسلام میں داخل ہوئی ہے پھر اسلام ان کی سرشت کا سب سے زیادہ نہایت تھا وہ ان کو یہ بتا دینا چاہتا تھا کہ صرف ارکان اسلام افکار لینے اور چند مخصوص عقائد پر یقین کر لینے سے کوئی شخص مومن اور مسلم کے لقب کا مستحق نہیں ہو سکتا اس کو یہ بھی ثابت کرنا ہو گا کہ اب پہلے کی طرح اس کی زندگی پیام موت نہیں رہی بلکہ سراسر حشر و سلامتی بن گئی ہے۔ امانت ادا امن کی اس میں وہ روح پیدا ہو گئی ہے کہ قلوب میں اس کی طرف سے خوف و ہراس بکھل چکا ہے۔ خدا کی مخلوق کو ہر معاملہ میں کیا جان اور کیا مال اس پر پورا پورا اعتماد حاصل ہو گیا ہے۔ یہ ہے وہ شخص جس کو اسلام مسلم اور مومن کا خطاب دیدیتا ہے اس اسلوب بیان میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جیسا ملکہ شکر گوئی کے بغیر کوئی شخص شاعر اور علم کے بغیر عالم نہیں کہا جاسکتا ایسا ہی سلامتی و امن کا پیکر بنے بغیر کسی کو مسلم اور مومن نہیں کہا جاسکتا یہاں ہاتھ اور زبان کی شخصیں صرف اس لئے ہے کہ عام طور پر ایذا رسانی کے آلات بھی ہیں ورنہ اہل مقصد ترک ایذا ہے خواہ وہ کسی ذریعہ سے بھی ہو۔ ان دونوں باہم فرق یہ ہے کہ ہاتھ کی ایذا کا تعلق صرف حاضری کے ساتھ ہوتا ہے اور زبانی ایذا کا حاضری و غائب دونوں کے ساتھ بلکہ اس میں زندہ اور مردہ کی بھی قید نہیں ہے۔ تیسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ ہجرت یعنی خدا کی راہ میں گھر و در سب چھوڑ دینا اگرچہ ایک بے نظیر قربانی ہے مگر کامل مذہب ابھی کاملین کو اور مکمل نہانا چاہتا ہے وہ سمجھاتا ہے کہ ہجرت کی روح صرف ترک وطن اور مال و اولاد کے ترک سے بھی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا اہل مقصد کسی کی مزاحمت کے بغیر آزادی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اپنے نفس کو ان بری سمیتوں سے نکال لینا ہے جن کی مخالفت سے اقامت دین یا اس کی حدود کے تحفظ میں کسی تباہی کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہو پس اگر ایک شخص آبائی وطن ترک کرنے کے بعد اپنی مسافت و غربت کے حال میں بھی وطن سے زیادہ مروتاً شرعیہ کا حقدار بنا ہو اسے تو اسلام کے نزدیک ابھی وہ اس لائق نہیں کہ اس کو ہاجر جیسا معزز لقب دیدیا جائے۔ اس اسلوب بیان میں حقیقی ہاجرین کو یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ وہ صرف ترک وطن کر کے مطمئن نہ ہو بلکہ اس لقب کی تکمیل ابھی ایک ایسی طویل ہجرت پر موقوف ہے جس کا سلسلہ تا زندگی ختم ہونے والا نہیں اور وہ یہ ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ منع فرما چکا ہے اس کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا جائے۔ اب ہجرت کی یہ وہ وسیع ملکیت ہو گی جس کے ٹکڑی کوئی

الترمذی والنسائی والمؤید من مَنَاقِبِ النَّاسِ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ۔

(۴۴۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدَّى مُسِيلاً لَقَدْ أَدَّى اللَّهَ - أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ - وَرَوَاهُ السَّيوطِيُّ لِحَسَنٍ وَفِيهِ مَوْسَى بْنُ خَلْفٍ الْبَصْرِيُّ الْعَمِيُّ ضَعُفَهُ بَعْضُهُمْ وَوَثَّقَهُ بَعْضُهُمْ۔

(۴۴۲) عَنْ أَبِي بَكْرِ الصَّدِيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُونٌ مَنْ صَاتَرَ مُؤْمِنًا أَوْ مَكَرَ بِهِ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔

(۴۴۳) عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذُكِّنِي عَلَى عَمَلٍ أَتَفْعَمُ بِهِ قَالَ اِعْمَلِ الْآدَى عَنْ كُلِّ بَنٍ الْمُسْلِمِينَ - (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه)

اور اضافہ کیا ہے کہ کامل مومن وہ ہے جس کو لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں امانت دار سمجھیں۔

(۴۴۱) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان کو ستائے اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ تعالیٰ کو ستائے کا ارادہ کیا۔ (طبرانی)

(۴۴۲) حضرت ابوبکر صدیق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا اس کو فریب دے وہ ملعون ہے۔ (ترمذی)

(۴۴۳) ابوبرزہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے نفع دے آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دیا کرو۔ (ابن ماجہ)

نہایت نہیں خوش دلی یا تنگ دلی سے پیٹنے کا موقع نہیں ہے کامل سمجھ لے کہ ان معرعات دانا اور دانا دہانے پر غار کے طے کئے بغیر اس کا مکمل ہونا ناممکن ہے اور مکمل ہو شیار ہو جائے کہ اسلام کی شہرہ و کمال الہی اور بہت آگے ہے۔

ہر نقابہ رومے جانان رانقابے دیگر است ہر عجبے را کہ طے کردی چلبے دیگر است (۴۴۲) یعنی ایک مسلمان کی ایذا رسانی صرف مخلوق کی ایذا رسانی نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ رسول کی ذات سے بھی گذر کر خدا تک جا پہنچتی ہے یہی حال اس کے ساتھ محبت کرنے کا بھی ہے۔ رسول کی ذات تک کسی بندہ پہنچتا ہے کہ اس کی ایذا و محبت خدا تعالیٰ کے ایذا و محبت سے بکاری جاتی ہے۔ مسلمان جب اپنے رسول کا پورا پورا منبع ہو جاتا ہے تو ہر بھی نسبت اس کے اور رسول کے مابین قائم ہو جاتی ہے۔

(۴۴۳) فانیاباں سائل کا مقصد کسی ایسے امر کا سوال کرنا تھا جس کا کہنا اس کی قدرت میں ہو کہ نہ ہی نیک عمل کو نفع اٹھانے کی صورت ہو سکتی ہو نیک عمل خواہ کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو لیکن اگر اس پر عمل نہ ہو سکے تو وہ کس کام کا آپ نے اسکو ایسا آسان عمل بتا دیا جو اس سے بھی سہولت ادا ہو جائے اور تمام دنیا کے لئے بھی سہولت کا موجب ہو۔

(۴۳۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ عَلِمْتُ شَيْئًا لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَفْعَلَنِي بِهِ قَالَ أَنْظِرْ مَا يُؤْذِي النَّاسَ فَنَجِّهِ عَنِ الظَّرِئِ أَخْرَجَهُ ابْنُ عَسَاكَرٍ كَمَا فِي الْجَامِعِ الْكَبِيرِ

(۴۳۵) عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَمْشِي وَرَجُلٌ مَعَهُ قَرْنٌ حَجَرًا عَنِ الظَّرِئِ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَقَعَ حَجْرًا عَنِ الظَّرِئِ كُتِبَ لَهُ حَسَنَةٌ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ حَسَنَةٌ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ رَجَالُ الثَّقَاتِ

(۴۳۶) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ مُعَاذِيَّةٌ كُنْتُ مَعَ مَعْقِلٍ فِي بَعْضِ الطَّرِيقَاتِ فَمَرَّ بِأَذَى فَأَمَاطَهُ قَرَأَتْ مِثْلَهُ فَتَحِيَّتُهُ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ قُلْتُ رَأَيْتُكَ صَنَعْتَ فَصَنَعْتُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَمَاطَ

(۴۳۴) ابوربرہ روایت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا مجھے کچھ کھائیے، شائد اللہ تعالیٰ مجھے اس پر عمل کی توفیق بخندے آپ نے فرمایا جو چیز لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہو اس کا خیال رکھنا اور جہاں کہیں ایسی چیز دیکھنا اسے راستہ سے ایک طرف ڈال دینا۔ (جامع کبیر)

(۴۳۵) ابوشیبہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل پیادہ پا جا رہے تھے ایک اور شخص بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا راستہ پر انھوں نے ایک پتھر اڑا دیا (کھینچا) تو فوراً اسے راستہ سے ہٹا دیا میں نے عرض کیا کیا؟ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اگر راستہ سے کوئی شخص پتھر اڑائے تو اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جس کے پاس ایک نیکی بھی ہوگی وہ بھی جنت میں جائیگا۔ (طبرانی)

(۴۳۶) معاذیہ کہتے ہیں کہ میں معقل بن یسار کے ساتھ کسی راستہ پر جا رہا تھا ان کا کسی ایسے پتھر وغیرہ پر گزرا ہوا جو گزرنے والوں کیلئے باعث تکلیف تھا انھوں نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا آگے چل کر میں نے بھی اسی قسم کا ایک پتھر دیکھا تو میں نے بھی اس کو ایک طرف ڈال دیا، انھوں نے مجھے پوچھا تم ایسا کیوں کیا

(۴۳۷) اس روایت سے پہلی روایت کی شرح ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ مغفرت کے لئے صرف نیکی کرنا کافی نہیں اس کی قبولیت بھی شرط ہے لہذا کئی شبہ نہیں کہ بعض مرتبہ معمولی سی نیکی ایسی بروقت ہوتی ہے کہ دیر بے رحمت کو جوش میں لانے کیلئے وہی ایک جھوٹی سی نیکی کافی ہو جاتی ہے اور بحرِ عمیاں کے غریق کا بیڑا بار ہو جاتا ہے۔

أَذَى عَنْ طَرِيقِ كَيْتَبَ لَهُ حَسَنَةٌ وَمَنْ تَقَبَّلَتْ مِنْهُ حَسَنَةٌ دَخَلَ الْجَنَّةَ - اخرجہ البخاری
فی الادب المفرد قال الہیثمی سندہ حسن ورمز السیوطی لحسنہ
(۴۳۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ
شَجَرَةٍ عَلَى ظَهْرِ طَرِيقٍ فَقَالَ لَا تُحْصِينَ هَذَا عَنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ لَا يُؤْذِيهِمْ فَأَدْخَلَ
الْجَنَّةَ - (متفق علیہ)

(۴۳۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا
يَتَّقِلُبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ تَقَطُّعُهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيقِ كَأَنَّهُ تُوْذَى النَّاسَ - (رواہ مسلم)
(۴۳۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سَلَامٍ
مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلُّ يَوْمٍ تَطْلَعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَغْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ
وَيُغْبِئُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَعْمَلُ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ وَالْكَلْبَةُ

میں نے کہا آپ کو دکھایا تھا کہ آپ نے بی عمل کیا تھا لہذا میں نے بھی آپ کے دکھا دکھی وہی عمل کیا ہے انھوں نے
فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو کسی راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دے
تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کی ایک نیکی بھی قبول ہو جائے وہ بھی آخر کار جنت میں چلا جائیگا۔
(۴۴۰) ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کا کسی ایسے راستے
سے گزر ہوا جس پر درخت کی ایک شاخ پڑی ہوئی تھی اس نے دل میں کہا کہ میں اس شاخ کو مسلمانوں کے راستہ
سے ہٹا دوں تاکہ ان کو تکلیف دے بس اتنی سی نیت کی بدولت وہ جنت میں داخل کر دیا گیا (متفق علیہ)
(۴۴۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک شخص کو دکھا
کہ وہ جنت میں صرف ایک درخت کی بدولت ٹھلٹھا ہوا پھر رہا ہے جو راستہ پر لوگوں کی تکلیف کا باعث بن رہا
تھا اور اس نے اس کو کاٹ دیا تھا۔ (مسلم)

(۴۴۲) ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے تو
آدمی کے جسم میں جتنے جوڑ بند ہیں ان سب کی طرف سے اس پر ایک ایک صدقہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے
(وہ اس طرح ادا ہوتا رہتا ہے) دو شخصوں کے درمیان کسی معاملہ میں فیصلہ کر دیا یہ ایک صدقہ ہو گیا کسی سوا

(۴۴۳) سبحان اللہ! اگر خدا نے تعالیٰ نے اپنے ضعیف بندوں پر بہت سے صدقات واجب فرمائے تھے تو ان کی
ادائیگی کی سیل بھی کتنی آسان نکال دی ہے یعنی اس کی ہر حرکت و سکون کو ایک ایک صدقہ بنا رہا ہے اس میں یہ تعلیم

الطَّيْبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلَّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَمُنْيَطُ الْأَذَى عَنِ
الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ. (متفق علیہ)

(۴۴۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَا تَنْتُذِرُوا مَنْ كَثُرَتْ
صَلَاتُهُمْ وَصِيَامُهُمْ وَصَدَقَتُهُمْ غَيْرَ أَنْ تَوْذِيَ خَيْرًا مِنْهَا بِلِسَانِكُمْ قَالَ فِي النَّاسِ
قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنْ فَلَا تَنْتُذِرُوا مَنْ كَثُرَتْ صِيَامُهُمْ وَصَدَقَتُهُمْ وَصَلَاتُهُمْ وَلَا تَنْتُذِرُوا
بِاللُّوَارِ مِنَ الْكَافِرِ وَلَا تَوْذِيَ بِلِسَانِكُمْ خَيْرًا مِنْهَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ (رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان)

شخص کی کوئی مدد کردی اس کو سوار کر دیا یہ صدقہ ہو گیا اس کا کچھ سامان بچے سے اٹھا کر اسے پکڑا دیا یہ
صدقہ ہو گیا۔ کوئی بھلی بات زبان سے نکالی یہ صدقہ ہو گیا، ہر قدم جو نماز کے لئے اٹھایا وہ صدقہ ہو گیا
اور اگر راہ پر کوئی تکلیف دہ چیز پڑی دیکھی اور شادی وہ صدقہ ہو گئی۔ (متفق علیہ)

(۴۴۱) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں بی بی کی نماز
روزے اور صدقہ و خیرات کرنے کی بڑی شہرت اڑ رہی ہے مگر اس میں ایک عیب بھی ہے وہ یہ کہ اپنے
مہمانوں کو برا بھلا کہتی ہے فرمایا وہ دوزخ میں ہے پھر اس نے کہا یا رسول اللہ اور فلاں عورت کے متعلق
یہ مشہور ہے کہ وہ روزے، نماز، اور صدقہ و خیرات اس کثرت کے ساتھ تو ادا نہیں کرتی صرف پیر کے چند
مکڑے راہ خدا میں دیدیتی ہے لیکن اس میں ایک بڑا سہرہ ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے بھی کوئی
تکلیف نہیں پہنچاتی فرمایا وہ جنت میں ہے۔ (احمد، بیہقی)

بھی مضرب ہے کہ انسان کو ایسا کامل ہو جانا چاہئے کہ اس کی حرکات و سکنات پیام کی طرح نہ رہیں بلکہ ان میں تقرب
الی اللہ کی وہ روح پیدا ہو جائے کہ اگر وہ غمی نہ ہو تو بھی محض اپنے اعمال کی بدولت بے شمار صدقات کے ثواب
کا مالک بن سکے۔ اس امت میں زندگی کا معیار غنا و فقر نہیں انسان کے اعمال ہیں اور ان میں سب سے سہل عمل یہ ہے
کہ راہ پر کوئی تکلیف دہ چیز دیکھے تو اسے ہٹا دے۔

باسمہ ربہ آزار خلق ہر جہ خواہی کن

کہ در شریعت ما غیر از ہی گناہ نیست

(۴۴۲) عام انسانوں کی نظروں میں جتنا اہتمام بدنی اور مالی عبادتوں کا ہو تلے اتنا معاملات اور حقوق الباقی
کا نہیں ہوتا۔ شریعت تنبیہ کرتی ہے کہ عبادت ایک بے نیاز کا حق ہے اور معاملات باہمی محتاج انسانوں کے
حقوق اس لئے ان کا اہتمام زیادہ کرنا چاہئے۔ خدا کے فرائض کے بعد جو ان میں کو تا ہی کرتے ہیں اس کا معاملہ
خطرہ میں ہے۔

(۴۴۱) وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلَى نَاسٍ جُلُوسٍ فَقَالَ
 أَلَا خَيْرٌ لَكُمْ خَيْرِكُمْ مِنْ شِرْكِكُمْ قَالَ فَسَكَتُوا فَقَالَ ذَلِكَ ثَلَاثُ مَرَاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَنِي
 يَا رَسُولَ اللَّهِ خَيْرٌ نَا خَيْرِ نَا مِنْ شِرْكِنَا فَقَالَ خَيْرِكُمْ مَنْ يَمْنَعُ خَيْرُهُ وَتَوْمِنْ شِرْكُهُ
 وَشِرْكِكُمْ مَنْ لَا يَمْنَعُ خَيْرُهُ وَلَا يُؤْمِنُ شِرْكُهُ . (رواه الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان
 وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح)

(۴۴۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ كُلُّ
 إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتَّتَيْنِ وَثَلَاثِينَ مِصْفَلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللَّهَ وَحَمَدَ اللَّهَ وَ
 هَلَّلَ اللَّهَ وَسَبَّحَ اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ اللَّهَ وَعَزَلَ حَجْرًا عَنْ طَرَفِي النَّكَاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ
 عَظْمًا أَوْ أَصْرًا مَعْرُوفًا أَوْ حَيٍّ عَنْ مُنْكَرٍ عَدَا ثَلَاثَ السِّتِّينَ وَالْثَلَاثِينَ وَبِهِ فِرَاقُهُ

(۴۴۱) البصریہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے آپ وہاں آکر کھڑے ہو گئے اور
 فرمایا ہر لوگ میں تین تین بنیادوں کے تم میں ہر شخص کو ن ہے اور بھلا کون ۔ راوی کہتا ہے صحابہ اس پر
 خاموش ہو گئے (اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا) تین بار آپ نے یہی فرمایا اس پر ایک شخص نے عرض کیا
 یا رسول اللہ ضرور بتائیے کہ ہم میں بھلا کون ہے اور برا کون ۔ آپ نے فرمایا بھلا شخص تو وہ ہے جس کی
 جانب سے بھلائی بھلائی کی امید کی جائے اور برائی کا کوئی خطرہ بھی نہ کیا جائے اور بدترین وہ ہے جس
 کی جانب سے بھلائی کی کوئی امید نہ ہو اور برائی کا ہر وقت خطرہ لگا رہے ۔ (ترمذی بیہقی)

(۴۴۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے انسان ہیں
 ان سب کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ بنائے گئے ہیں (ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے)
 تو جس نے اللہ اکبر کہا، یا احمد للہ، یا لا الہ الا اللہ، یا سبحان اللہ، یا استغفر اللہ کہا یہ ایک لکھ صدقہ شمار
 ہو جاتا ہے اسی طرح جس نے لوگوں کے راستہ سے کوئی پتھر ہٹا دیا یا کانٹا یا کوئی بڑی ہڈی یا نیک
 بات کہدی یا بری بات سے روک دیا غرض اسی تین سو ساٹھ کے عدد کے مطابق عمل کر دیئے تو وہ اس دن

(۴۴۱) اس روایت نے بھی انسانوں میں خیر اور شر کی تقسیم صرف نماز اور روزہ میں جدوجہد پر نہیں کی بلکہ خلق
 کی ایذا و رسانی اور ترک ایذا و رسانی پر کی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ فعل عبادتیں بے اثر رہتی ہیں بلکہ مطلب
 یہ ہے کہ مخلوق کی ایذا و رسانی کے ساتھ ان کا جوہر نہیں کھلتا اگر کا ش ان کے ساتھ خلق اللہ کی خیر خواہی بھی
 شامل ہو جائے تو ان کا جوہر کھلے۔

يَمْسِي يَوْمَيْنِ وَقَدْ خُزِمَ نَفْسُهُ عَنِ النَّاسِ - (سراہ مسلم)

(۴۴۳) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ صَدَقَةٌ وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَإِشْرَاكَكَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الصَّلَاةِ لَكَ صَدَقَةٌ وَنَصْرُكَ الرَّجُلَ الرَّدِّيَّ الْبَصِيرَ لَكَ صَدَقَةٌ وَإِمْلَاقُكَ الْحَبْرَ وَالشُّوكَ وَالْعِظْمَ عَنِ الْخَطْبَيْنِ لَكَ صَدَقَةٌ وَإِفْرَاغُكَ مِنْ دَلُوكَ فِي دَلْوِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ (سراہ الترمذی وقال هذا حديث غريب)

(۴۴۴) عَنْ أَبِي مَوْحَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كُلِّ سَلَمٍ صَدَقَةٌ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْفُوفِ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْهُ قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْحَيْرِ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُسْكِرُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّ لَهُ صَدَقَةً (متفق عليه)

زمین پر اس حال میں چلتا بھر گیا کہ اپنی جان کو دوزخ کے عذاب سے دور کر چکا ہوگا (مسلم شریف)
(۴۴۴) ابو ذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی خوشی کی خاطر نہ اسامکر دینا بھی صدقہ ہے، کوئی نیک بات کہہ دینی بھی صدقہ ہے، تمہارا کسی کو بری بات سے روک دینا بھی صدقہ ہے کسی بے نشان زمین میں کسی کو راستہ بتا دینا بھی تمہارے لئے صدقہ ہے جس شخص کی نظر کمزور ہو اس کی مدد کر دینا بھی صدقہ ہے، راستہ سے پھر، کانٹا اور ہڈی کا ہٹا دینا بھی تمہارے لئے ایک صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی ایک صدقہ ہے۔ (ترمذی شریف)

(۴۴۴) ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ دینا واجب ہے لوگوں نے پوچھا اگر اس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو کیا کرے فرمایا اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے اور اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور دوسروں کو بھی صدقہ دے لوگوں نے عرض کیا اگر یہ کرنے کی طاقت نہ رکھے یا استطاعت کے باوجود نہ کرے تو — فرمایا کسی غمزدہ محتاج کی مدد کر دے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو نیک بات ہی کہہ دے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے، فرمایا تو (کم از کم) کسی نقصان رسانی سے ہی باز رہے کیونکہ یہ بھی اس کے حق میں ایک قسم کا صدقہ شمار ہوگا۔

(متفق علیہ)

افشاء السلام واطعام الطعام

(۴۳۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَى الْإِسْلَامَ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتُقْرِئُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ كُنْتَ تَعْرِفُ (رواه البخاری و مسلم و غیرہم)

واقفیت کی قید کے بغیر عام طور پر ایک دوسرے کو سلام کرنا اور محتاجوں کو کھانا کھلانا (۴۳۵) عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اسلام میں سب سے بہتر عمل کیا ہے فرمایا (بھوکوں کو کھانا کھلانا اور آتشا ہو یا نا آتشا سب کو سلام کرنا۔ (متفق علیہم)

(۴۳۵) ایک گزشتہ حدیث میں آپ کو ہجرت کی ایک ویسٹ شاہراہ بتائی گئی تھی یہاں اسلام کے دو اورد وسیع گوشے بنا دیئے گئے ہیں یعنی اطعام طعام (بھوکوں کو کھانا کھلانا) اور افشاء اسلام یعنی (باہم سلام کا رواج دینا) اطعام طعام میں اتنی وسعت ہے کہ اس میں کسی وقت کی کوئی قید ہے اللہ مسلمان و کافر کی تفصیل بیان تک کہ انسان حیوان کی بھی کوئی تفصیل نہیں۔ اسی طرح افشاء اسلام میں بھی تعارف یا عدم تعارف کا کوئی لحاظ نہیں۔ یوں تو اسلام میں ان دو کے علاوہ اور بھی بہت سے اہم شعبے موجود ہیں لیکن عرب کے اس باحل میں ان دو کی اہمیت زیادہ محسوس کی گئی تھی کیونکہ ان کی شب و روز قتل و غارت نے انسانوں کو ایسا خوف زدہ بنا دیا تھا کہ جب کوئی اجنبی شخص کسی سے ملتا تو وہ اس کو موت کا ایک فرشتہ نظر آتا اور جب تک اس کی جانب سے پورا اطمینان حاصل نہ ہو جاتا اس سے خوف زدہ ہی رہتا تھا اسلام نے اگر تعلیم دی کہ خوف دہرا اس کا وعدہ ختم ہوا اب سلامتی و امن کا زمانہ آگیا ہے اور اس کے اعلان کرنے کے لئے سب سے پہلے لفظ سلام مقرر کیا تاکہ پہلی ملاقات ہی میں یہ بات صاف ہو جائے کہ اب میں تمہارے لئے صدائے موت نہیں رہا پیغام سلامتی بن گیا ہوں اور اس لفظ کو چلے پھرنے اس کثرت سے استعمال کرنے کا حکم دیا کہ خوف دنیا کے پردہ سے اٹھ جائے اور سلامتی کی برکتیں چاروں طرف سے گھیر لیں۔ ملاقات کے وقت ہر قوم کا ایک شمار ہوتا ہے اسلام نے پیغام سلامتی کو اپنا شعار مقرر کر لیا ہے۔ ابن عمر اس حکم کی تعمیل میں اتنی شدت کرتے کہ صرف افشاء سلام کی خاطر بازار در بازار کو چہرے بدگوں کو سلام کر کے اپنے گھر واپس آجاتے تھے جیسا کہ ابھی ان کی متصل حدیث آپ کے مطالعہ سے گذر چکی۔ افشاء سلام کی اہمیت کیلئے ابو ہریرہ کی ایک حدیث ترجمان السنہ جلد اول ص ۳۷ پر بھی ملاحظہ سے گذر چکی ہے۔

دہی اطعام طعام کے ارشاد کی تعمیل تو وہ بھی اس گرجوشی سے کی گئی کہ جو اپنے پاس اپنے بچوں کی صرف ایک وقت کی خوراک رکھتا تھا تلاش ہی خود بھوکا سو رہتا اور ان کی خوراک دوسروں کو کھلانا پسند کر لیا۔ آیت و پورخرون علی الضمائم میں اسی قسم کے ایثار و پیشہ جماعت کا ذکر کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن سلام جب اسلام کی تلاش میں مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے جو کلمات نصیحت انہوں نے آپ کے دہن مبارک سے سنے وہ یہی افشاء سلام اور اطعام طعام کے کلمات تھے نیز آپ کے ایک بہت اہم خواب میں جن اعمال کو رفع درجات کا موجب بتایا گیا تھا ان میں سب سے درخشاں عمل اسی افشاء سلام اور اطعام طعام کو قرار دیا گیا ہے

(۴۴۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ جِئْتُ فَلَمَّا بَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ أَوَّلُ مَا قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ يَنَامُونَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَسَلَامٌ (رحمہ اللہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی)

(۴۴۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْبُدُوا

(۴۴۶) عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا اسی وقت پہچان گیا کہ یہ چہرہ تو کسی جھوٹے شخص کا نہیں سکتا جو سب سے پہلی بات اس وقت آپ نے فرمائی وہ یہ تھی لوگو باہم خوب سلام کیا کرو۔ محتاجوں کو کھانے کھلایا کرو۔ رشتہ داری کے تعلقات میں حسن سلوک کی رعایت رکھا کرو اور جب لوگ سوتے پڑے ہوں تو تم راتوں کو نمازیں پڑھا کرو جنت میں سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے فیضہ فرمیں (۴۴۷) عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحمن کی عبادت کیا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) جیسا کہ وہ حدیث ترجمان السنہ ۳۳۵ پر گزر چکی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مخلوق کی ہمدی اور باہمی مصلحت کا جذبہ صرف جو واکراہ کی راہ سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے داعی تربیت اصلی ٹریننگ کی بھی ضرورت ہے اس لئے اسلام نے لوگوں کو اپنی قوت باتوں سے کیا ہوا مال ان سے زبردستی چھین کر دوسروں کے حوالہ کر دینے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کا حل یہ پیش کیا ہے کہ ایک طرف تو کچھ حقوق فرض و واجب قرار دیئے ہیں اور ان کا ادا کرنا ہر شخص پر طوعاً و کرہاً لازم کر دیا ہے دوسری طرف اسی کے ہم جنس بہت سے اور حقوق رکھے ہیں جن کو ادا کرنا اس پر لازم قرار نہیں دیا بلکہ صرف ان کی ترغیب دیکر ان کو اس کی خوشی پر چھوڑ دیا ہے اس کا مقصد مصلحتیں پانٹ کر کرنی ہے کہ فرض و عبادات کی اس علی ٹریننگ کے بعد اب اس کی فطرت میں اتفاق و ایثار کی کتنی اسپرٹ پیدا ہو گئی ہے اور کسی کے جبر واکراہ کے بغیر اب وہ اپنی خوشی سے دوسروں کی ہمدی کا کتنا عادی بن چکا ہے۔

اسلام کے یہ دو مختصر شعبے اجتماعی حیات کے لئے دو اہم رکن ہیں اگر تنہا خوری اور ترک سلام کی منفرہ انداز میں آج بھی چھوڑ دیا جائے تو ہماری اجتماعی حیات کے جن میں اتفاق و شقاق کے بجائے پھر گھائے انس و محبت کھل سکتے ہیں۔ (۴۴۷) یہاں عبادت کے ساتھ رحمن کا اسم مبارک اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ چند حقیر اعمال کے ساتھ جنت جیسی بے بہا مصلحت کا ہاتھ آجاتا رحمت ہی کا کرشمہ ہو سکتا ہے جو گنہگار

کہاں میں اور کہاں یہ نگہت کل نسیم صبا سب نری مہربانی
قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنا کتنا اہل جنت کو سلام کو کیجئے اور اہل جنت کجاہم ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کیا کریں گے حتیٰ کہ بلا لغز و بغض بھی اہل جنت کیلئے ان کو سلام فرمایا گیا۔ جو لوگ اس روش کو نامیں قائم کرنے میں وہ یہاں بھی اہل جنت کے قدم پر ہیں اور فرمائے قیامت میں خدا نے تعالیٰ کی جنت میں داخل ہوں گے۔

الرَّحْمَنُ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَأَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (مرآۃ الترمذی وابن ماجہ)
(۴۴۸) عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْإِيمَانُ فَقَالَ
إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَبَذْلُ السَّلَامِ - (مرآۃ الشیخان)

(۴۴۹) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجُّ الْمَبْرُورُ
لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ فَقِيلَ مَا بَرَّ الْحَجَّ قَالَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَطِيبُ الْكَلَامِ (اخرجه احمد)
(۴۵۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا رَأَيْتَ طَابَتَ نَفْسِي وَفَرَّتْ
عَيْنِي فَأَنْبِئْنِي عَنْ كُلِّ شَيْءٍ قَالَ كُلُّ شَيْءٍ خَلْقٌ مِنْ مَاءٍ قُلْتُ أَنْبِئْنِي بِشَيْءٍ إِذَا فَعَلْتَهُ
دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ أُعْبِدُوا الرَّحْمَنَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَأَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ -
راخرجه الامام احمد والترمذی عن ابی ہریرۃ وفی روایت احمد بصیغۃ الافراد واخرجه البخاری فی الاذنیۃ
والطہران فی الکبیر وابو نعیم فی الحلیۃ ابن حبان فی صحیحہ عن عبد اللہ بن عمرو لفظہ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ -

کردار و عبادتوں کو کھانے کھلایا کرو اور کسی تعارف کے بغیر ایک دوسرے کو سلام کیا کرو، جنت میں
سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی ابن ماجہ)

(۴۴۸) ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایمان کی باتیں
کیا کیا ہیں ارشاد فرمایا کھانا کھلانا اور کسی تعارف کے بغیر سلام کرنا (بخاری مسلم)

(۴۴۹) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا
اور کچھ نہیں بچتا ہے پوچھا گیا حج مبرور میں نیک کام کیا ہیں فرمایا کھانا کھلانا اور نرم گفتگو کرنا (مسند احمد)

(۴۵۰) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری حالت یہ ہے کہ جب آپ کو دیکھ لیتا ہوں
تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ یہ تمام مخلوق کس چیز سے
پیدا کی گئی ہے فرمایا پانی سے پھر میں نے عرض کیا اچھا مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جسے میں کروں تو یقیناً جنت
میں داخل ہو جاؤں فرمایا رحمن کی عبادت کرو (لوگوں کی) خوب کھانے کھلایا کرو اور باہم ایک دوسرے کو کسی تعارف
کے بغیر سلام کیا کرو اور بھر جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (مسند احمد وغیرہ)

(۴۵۰) اس قسم کی حدیثوں کی اصل مدح یہ ہے کہ تم، مجھے ہو کہ جنت تم سے کہیں بہت دور ہے، وہ تم سے
صرف چند قدم کے فاصلہ پر ہے، قدم اٹھاؤ اور بڑے اطمینان کے ساتھ اس میں چلے جاؤ۔ مگر واضح رہے کہ یہ چند
قدم ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے جامع ہیں۔ پہلے قدم حقوق اللہ سے متعلق ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

(۴۵۱) عَنْ مَيْمَنَاءَ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ لَنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَحْسَبُهُ مِنْ قَيْسٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَعَنَ جَدِّي فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشَّقِيقِ الْآخَرِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشَّقِيقِ الْآخَرِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللَّهُ جَدِّي أَوْ أَهْلَهُمْ سَلَامٌ وَأَيْنَ نَجْمُ طَعَامٍ وَهُمْ أَهْلٌ آمِنٌ وَآيَمَانٍ (عزاه احمد و الترمذی)

(۴۵۲) عَنْ هَاشِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ يُوْجِبُ الْجَنَّةَ قَالَ عَلَيْكَ بِخَيْرِ الْكَلَامِ وَبَذْلِ الطَّعَامِ - اخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ الْمَفْرُوعِ وَالْحَاكِمُ عَنْ هَاشِمٍ أَبِي شَرِيحٍ قَالَ الْحَاكِمُ صَحِيحٌ وَلَا عِلَّةَ لَهُ وَعَلَنَهُ عِنْدَ هَاشِمٍ هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ لَمْ يَرَوْهُ غَيْرَ ابْنِهِ لَكِنْ لَهُ نَظَائِرُ عِنْدَ هَاشِمٍ وَاقِرٍ الذَّهَبِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ الْعِرَاقِيُّ فِي أَمَالِهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَخَرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاحِدٌ وَالتَّطَبُّرِيُّ وَآخَرُ النَّحْلِ وَالْبَيْهَقِيُّ بَلْفُظَانٍ مِنْ مَوْجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بِذِلِّ السَّلَامِ وَحَسَنُ الْكَلَامِ قَالَ الْعِرَاقِيُّ اسْنَدُهُ جَيِّدٌ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رَجُلٌ أَحْمَدُ رَجُلٌ الصَّحِيحُ -

(۴۵۱) مینا، روایت کرتے ہیں کہ میں نے یہ بات ابو ہریرہ کو فرماتے خود سنا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا جہاں تک میرا گمان ہے وہ قبیلہ قیس کا آدمی معلوم ہوتا تھا، اس نے کہا یا رسول اللہ قبیلہ حمیر پر لعنت فرمائے، آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے پھر آیا آپ نے پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ تیسری طرف سے پھر آیا آپ نے پھر منہ پھیر لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ قبیلہ حمیر پر رحم فرمائے ان کے منہ پر السلام علیک کا لفظ رہتا ہے، ان کے ہاتھ غریبوں کو کھانا کھلانے میں مشغول رہتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو بڑے امن اور ایمان والے ہیں (مسند احمد و ترمذی)

(سبحان اللہ خاتم المرسلین کیسی رحمت مجسم ہیں کرائے لوگ ان سے لعنتوں کی درخواست کرتے تھے وہ رحمتوں کی دعائیں کر دیتے تھے۔)

(۴۵۲) ہاشمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے جو جنت کا یقینی سبب ہو، فرمایا نرم گشتگو کرنا اور خدا کی راہ میں کھانے کھلانا۔ (مسند احمد وغیرہ)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اور آخر کے دو قدم حقوق العباد سے جس نے یہ دو قدم اٹھائے سمجھو کہ اس نے تمام حقوق ادا کر دیے اور جس نے حقوق العباد اور حقوق اللہ ادا کر دیئے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ معلوم رہے کہ عمل کوئی بھی ایسا نہیں جس کے صلہ میں جنت جیسی متاع ہے بپا کا ملنا ضروری ہو، البتہ رحمت خداوندی نے معمولی معمولی اعمال پر جنت کا وعدہ کر کے اپنی جنت کو انکار کر دیا ہے اور اسی وعدہ کے مجرورہ پر لوگوں نے اس قسم کے مبالغہ کی جرأت کی ہے۔

(۴۵۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْسَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لِإِسْلَامٍ قَالَ طِيبُ الْكَلَامِ
وَالطَّعَامِ فَقُلْتُ مَا الْإِيمَانُ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ قُلْتُ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ
قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ قُلْتُ أَيُّ الْإِيمَانِ أَفْضَلُ قَالَ خُلِقَ حَسَنٌ (رحمہ اللہ)
(۴۵۳) عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ
عَرَفًا يَرَى ظَاهِرَهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنَهَا مِنْ ظَاهِرِهَا أَعَدَّ اللَّهُ لِمَنْ آلَانَ الْكَلَامَ
وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الْعَوِيَامَ وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔ (رحمہ اللہ) البیهقی فی شعب
الایمان وروی الترمذی عن علی فخرہ۔

(۴۵۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فی قصۃ) قَالَ
بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمٌ الْخَاصَّةُ وَفُتُو الْعِبَارَةِ وَحَتَّى تُعِينُ الْمَرْءَ أَهْلَ زَوْجِهَا عَلَى الْقَهَارَةِ

(۴۵۳) عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کیا چیز ہے فرمایا نرم گفتگو کرنا،
اور خدا تعالیٰ کی راہ میں کھانا کھانا، میں نے عرض کیا اچھا ایمان کیا ہے فرمایا صبر کرنا اور سخاوت کرنا پھر میں
نے پوچھا کونسا اسلام افضل ہے فرمایا جس شخص کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان تکلیف نہ اٹھائیں، میں نے
پوچھا اور ایمان کونسا افضل ہے فرمایا اعلیٰ اخلاق۔ (مسند احمد)

(۴۵۴) ابوالک اشعری بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں
بہت سے بالا خانے ایسے ہیں جو اتنے شفاف ہوں گے کہ ان کا بیرونی حصہ اندرونی حصہ سے اور ان کا
اندرونی حصہ بیرونی حصہ سے نظر آئے گا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو نرم گفتگو
کے عادی ہوں، کھانے کھلائیں، درپے روزے رکھا کریں اور جب شب میں اور لوگ غفلت کی نیند
سوئے رہیں تو یہ نمازیں پڑھا کریں۔ (شعب الایمان)

(۴۵۵) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر
قیامت سے قبل منجملہ اور علامات کے چندہ علامات بھی ضروری ہیں۔ سلام کا رواج خاص خاص دائروں میں

(۴۵۶) حسن بصری صبر و صبر کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صبر سے مراد ان باتوں پر صبر کرنا ہے جن کو اللہ تعالیٰ
نے حرام کر دیا ہے اور ساتھ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض فدق و حقوق اور فرائض دلی کے ساتھ ادا کرنا۔

(۴۵۷) ہون توان علامات میں ایک ایک علامت اپنی اپنی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک مجزہ ہے ان
میں شہادت کا حال جس میں ہر پوچھا ہے وہ آنکھوں کے ملنے ہے باہم رشتہ و ناتہ کے تعلقات ختم ہو چکے ہیں تبادلت کیے
عزیز صرف مدگار کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ پڑیں بلکہ ساہوکار کی حیثیت سے مستقل تاجر بنی بیٹی نظر آ رہی ہیں نصیف

وَقَطَعَ الْأَرْحَامَ وَفُتُوهُ الْقَلَمُ وَظَهَرَ الشَّهَادَةُ بِالرُّؤُوسِ وَكُنَّ شَهَادَةُ الْحَقِّ -

(رحمہ البغاری فی الادب المفرد)

(۲۵۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَسْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُسَلَّمَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّجُلِ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا بِعَرَفَةٍ - (رحمہ احمد)

(۲۵۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ السَّلَامَ لِمَنْ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَضَعَهُ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ فَأَتَشُوا السَّلَامَ بَيْنَهُمْ - (رحمہ البغاری فی الادب المفرد)

(۲۵۸) عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْخَذُ كَعْبُ الْيَهُودِ عَلَى

محدود ہو جانا۔ تجارت کا اتنا عام طور پسدواج پاجانا کہ بی بی اس میں اپنے شوہر کی مدد کرنے لگے۔ اہل و نابل سب کا قلم عمل پڑنا۔ جمہوری شہادت ادا کرنے میں بہادر بن جانا اور کچھ شہادت گناہ کرنا (اللہ تعالیٰ سے) (۲۵۶) عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں علامات قیامت میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو سلام صرف اپنے تعارف کی بنیاد پر کرے گا (کہ اسلامی اخوت کی بنا پر) (مسند احمد)

(۲۵۷) انس ثبیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام اللہ تعالیٰ کے نام مبارک میں ایک اسم مبارک ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں نازل فرمایا ہے لہذا تم لفظ السلام کا باہم بکثرت استعمال کیا کرو۔ (الادب المفرد)

(۲۵۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ یہود تم پر جتنا

کاتو یہ حال ہو چکا ہے کہ اس کے لئے علم کی بھی کوئی قید نہیں رہی بس جس نے چند ناول لکھ لئے وہ نشانہ پناہ کی فہرست میں داخل ہو گیا۔ اب قرآن وحدیث میں بھی اسی کا قلم مجرماً ہو۔ لیکن ان سب میں اہم بارے موضوع کے مناسب آپ کی وہ پیشگوئی ہے جو سلام کے بارے میں پوری ہو رہی ہے یعنی اب سلام کی بنیاد رشتہ اسلامی کی بجائے صرف سوسائٹی پر رہ گئی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ اپنی سوسائٹی کے سوا دوسری سوسائٹی کو سلام کو ختم ہو گیا ہو بلکہ ایک اخلاقی جرم شمار ہونے لگا ہے حتیٰ کہ ایسا سلام کرنے والا شخص جواب کا مستحق بھی نہیں سمجھا جاتا اور جس منقرض طبقہ میں سلام کی یہ سنت رہ بھی گئی ہے اس میں بھی سلام کا وہ رافض نہیں رہا جو اسلام نے تعلیم کیا تھا بلکہ اس کے کچھ اور نئے نئے طریقے رواج پائے گئے الا ما ظار اللہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۲۵۷) سلام کے فضائل کچھ آپ سن چکے اور ابھی بہت کچھ آپ کو آداب کی بحث میں سنا بتائی

ہیں۔ یہ کیا کہ آئین تو اس کی ایک منقرض فضیلت یہ ہے کہ نمازیں امام اور مقتدیوں کی آئین اگر بیک وقت ادا ہو جاتی ہے تو قدرت کو بہ اجتماعی امانتی محبوب ہوتی ہے کہ اس کی رحمت کا دریا بے توقف جوش

شَيْءٌ مَّا حَسَدَ كَرَّمَ عَلَى السَّلَامِ وَالْأَمِينِ - (رحمہ اللہ البخاری فی الادب المفرد)

(۴۵۹) أَخْبَرَ الطُّفِيلُ بْنُ أَبِي بَرْكٍ أَنَّكَ كَانَ يَأْتِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَآمَنَهُ إِلَى الشُّوقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى سَقَاطٍ وَلَا صَاحِبٍ بَيْعَةٍ وَلَا مَسْكِينٍ وَلَا أَحَدٍ إِلَّا يَسْلِمُ عَلَيْهِ قَالَ الطُّفِيلُ لَمَحْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَبَعَفَنِي إِلَى الشُّوقِ فَقُلْتُ مَا تَصْنَعُ بِالشُّوقِ وَأَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السَّلَامِ وَلَا تَسْأَلُ عَنْهُمَا وَلَا تَجْلِسُ فِي مَجْلِسِ الشُّوقِ فَاجْلِسْ بَيْنَاهُمَا نَعْدَاكَ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ يَا أَبَا بَرْكٍ وَكَانَ الطُّفِيلُ ذَا بَطْنٍ لَمْ يَكُنْ يَدْعُوهُمْ وَأَمِنْ أَجْلِ السَّلَامِ عَلَى مَنْ لَوْفَعْنَا - (رحمہ اللہ البخاری فی الادب المفرد)

حد سلام اور آمین کے بارے میں کرتے ہیں اتنا کسی اور بات پر نہیں کرتے۔ (ادب المفرد)
(۴۵۹) طفیل بیان کرتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آیا کرتے تھے وہ ان کو صبح اپنے ہمراہ بازار لیجاتے جس خاصہ فروش یا ناجر یا مسکین یا اور کسی شخص پر بھی ان کا گذر ہوتا وہ اس کو ضرور سلام کر لیتے۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا وہ پھر حسب دستور مجھے بازار لیجانے لگے میں نے کہا آپ بازار جا کر کیا کریں گے نہ تو آپ کسی خرید و فروخت کے لئے کہیں کھڑے ہوتے ہیں اور نہ کسی چیز کے متعلق کچھ دریافت کرتے ہیں نہ اس کا بھادو پوچھتے ہیں اور نہ بازار کی کسی اور مجلس ہی میں بیٹھتے ہیں۔ پھر آئے یہاں بیٹھ کر ہم کچھ باتیں ہی کریں۔ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا اے ابوبطن (اس کنیت سے ان کو اس لئے خطاب فرمایا کیونکہ ان کا پیٹ ذرا بھاری تھا) ہم (صبح کو اس لئے بازار نہیں جلتے جس کے لئے تو نے سمجھا) ہم تو صرف اس لئے جاتے ہیں کہ جس سے ملاقات ہو جائے کہ اس کو سلام کر لیا کریں۔ (الادب المفرد)

میں آج ماہی ہے اور سب کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ پھر امت محمدیہ کے لئے یہ فضائل دیکھ دیکھ کر اپنی حاسدہ خلعت کی بنا پر حلا ہی کرتے تھے اس کے سوا بھی ان کے جلنے کے کچھ اور اسباب بھی تھے بہر حال آپ نے متنبہ کیا کہ امت محمدیہ ان خصال کو ہلکا نہ سمجھے یہ فضائل دوسری امتوں کے لئے قابلِ حد ہیں۔

الحیاء

حیا کی دو قسمیں ہیں ایک خلقی، دوم کسبی۔ پہلی قسم پیدائشی اخلاق میں شمار ہے اس میں انسان کے کسب و کتاب کو کچھ دخل نہیں ہوتا لیکن حیا و شرم چونکہ ایسی صفت کا نام ہے جو بلند اخلاق کی محرک ہوتی ہے اور ذیل اخلاق سے روکتی ہے اس لحاظ سے اس فطری صفت کو بھی ایمان کا ایک جز شمار کیا گیا ہے۔ عمران بن حصین کی حدیث: الحیاء لایاتی الا بخیر یعنی ایسی فطری حیا کا ذکر ہے۔ یعنی یہ صفت خلقت بھلی باتوں ہی کی محرک ہوتی ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو بڑے ریاضات اور مجاہدات کے بعد پیدا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی عظمت و جلال، اس کا بندوں سے قرب، اولاد کے احوال پر پورے علم کے استحضار کا ثمرہ ہوتی ہے۔ یہ ایمان بلکہ مرتبہ احسان کا بھی اعلیٰ درجہ ہے اس کی طرف حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں اشارہ ہے جو چند حدیثوں کے بعد آپ کے سامنے آ رہی ہے۔ (جامع العلوم)

(۴۶۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَحْطِي فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ۔ (متفق علیہ)

(۴۶۱) عَنْ عُمَرَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ وَفِي رَوَايَةِ الْحَيَاءِ خَيْرٌ كُلُّهُ۔ (متفق علیہ)

شرم و حیا کرنا

(۴۶۲) ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے وہ اس کو زبان شرم کرنے پر مجبور ہوا تھا (کہ زیادہ شرم نہ کرنی چاہئے) آپ نے فرمایا رہنے دے (اور اسے غلط نصیحت نہ کر) کیونکہ شرم کرنا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (متفق علیہ)

(۴۶۱) عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرم کا نتیجہ بہتری بہتر نکلتا ہے اور ایک روایت میں ہے شرم و حیا تو سب ہی بہتر ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۴۶۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ الْأَوَّلَى إِذَا لَمْ تَكُنْ فِي قَاصْتُمْ مَا شِئْتُمْ (سواء البخاری)

(۴۶۳) عَنْ ابْنِ أَبِي ثَوْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ وَيُرَى وَالتَّعَطُّرُ وَالْمَسْوَاكُ وَالْبِكَاحُ (سواء الترمذی)

(۴۶۴) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَيْتُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْجَعْفَرُ وَالْجَعْفَرُ فِي النَّارِ (سواء احمد والترمذی)

(۴۶۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ. (سواء مالك ومسلما وابن ماجه والبيهقي في شعب الايمان عن انس وابن عباس -

(۴۶۲) ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی نبوتوں کی جو صحیح اور غیر منسوخ باتیں لوگوں تک پہنچی ہیں ان میں ایک متفق علیہ بات یہ ہے کہ جب شرم وغیرت باقی نہ رہے تو پھر جو تہا راجحی ما ہے کرتے رہو۔ بے حیاباش ہر جہ خواہی کن۔ (بخاری)

(۴۶۳) ابویوب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتیں رسولوں کے طریقے میں داخل ہیں شرم و حیا اور ایک روایت میں ختنہ کرنا ہی خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔ (ترمذی)

(۴۶۴) ابویوب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا و شرم ایمان سے پیدا ہوتی ہے اور ایمان کا نتیجہ جنت ہے اور بے حیائی و فحش کلامی رشتی فطرت سے ناشی ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ دوزخ ہے۔ (احمد، ترمذی)

(۴۶۵) زید بن طلحہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دین کا ایک نہ ایک اخلاق ممتاز ہوتا ہے۔ ہمارے دین کا ممتاز اخلاق شرم کرنا ہے۔ (مالک)

(۴۶۲) یعنی جب انسان میں نہ حیا مکتب ہو نہ فطری حیا تو اب اسے ذلیل حرکات اور برے کام کے کرنے کو کوئی امر مانع نہیں رہتا۔

(۴۶۳) انسان جنت یا دوزخ تک ہر بارگی نہیں پہنچتا بلکہ میدان میں کچھ اعمال کا سلسلہ بھی ہوتا ہے اس میں ایک عمل دوسرے عمل کے ساتھ اسی طرح وابستہ ہوتا ہے جس طرح زنجیر کی کڑیاں۔ ایک سلسلہ کی ابتداء کچھ ہوتی ہے اور انتہا کچھ، خیریت اس سلسلہ کو بتا کر تنبیہ کرتی ہے کہ بہت سے اعمال دیکھنے میں تو معمولی ہوتے ہیں مگر وہ کسی ایسے سلسلہ کی کڑی ہوتے ہیں جس کا ختم جنت یا دوزخ ہوتا ہے اس لئے ایمان کو معمولی نہ سمجھنا چاہئے۔ حیا و شرم بھی اسی قسم کی ایک کڑی ہے جو بظاہر معمولی ہے مگر دراصل بہت اہم ہے۔

(۴۶۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْإِيمَانَ قُرْنَانِ جَمِيعًا فَإِذَا رَفَعَ أَحَدُهُمَا رَفَعَ الْآخَرَ وَفِي مَرَاتِبَانِ جَبَّاسٍ فَإِذَا سَلِبَ أَحَدُهُمَا تَبَعَهُ الْآخَرُ رَاهُ الْبَيْضِ فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرِكِ وَقَالَ الذَّهَبِيُّ عَلَى شَرْطِهَا۔

(۴۶۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا كَاغَانَ الْفَخْشِ فِي شَيْءٍ الْأَشْأَنُ وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ (مرآۃ الترمذی)۔

(۴۶۸) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَرَادَ

(۴۶۶) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا اور ایمان دونوں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں جب ان میں ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھایا جاتا ہے اور ابن عباسؓ کی روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ جب ان میں ایک چھین لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو جاتا ہے۔ (شعب الایمان)

(۴۶۷) انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فخش حیائی جس چیز میں بھی پیدا ہو جائے اسے عیب دار اور بدنام کر دیتی ہے اور شرم و حیا جس چیز میں پیدا ہو جائے اسے خوشنما دیتی ہے۔ (ترمذی)

(۴۶۸) ابن عمر سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو پہلے

(۴۶۶) حمید بن زنجویہ نے کتاب الادب میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے الحیاء والایمان فی قرآن فاذا قرع الحیاء تبعہ الآخر۔ (ج ۱ ص ۱۳۲) حیا اور ایمان دونوں کے ہونے کی صورت میں ایک کے اٹھانے سے دوسرے کا اٹھ جانا تو حدیثوں میں آتا ہے مگر دونوں کے نہ ہونے کی صورت میں صرف ایک کے آجانے سے دوسرے کا آجانا اب تک کسی حدیث میں ہماری نظر سے نہیں گذرا لہذا ہم اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مقصد مومن کو شرم و حیا کی ترغیب دینا ہے اور بے حیائی کی صورت میں اس امر سے ڈراتا ہے کہ کہیں اہل فساد ایمانی بھی اس کے ہاتھوں سے گمراہ نہ جائے اس کے لئے یہی تعبیر مناسب تھی صرف ایمان و حیا کا وجود اور وعدہ فلسفہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے تاکہ محض فلسفیانہ پہلو سے اس کا دوسرا رخ بھی زیر بحث لایا جاتا۔

(۴۶۷) حضرت شاہ ولی اللہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ رکبت کی حیثیت صرف ان اعمال کو حاصل ہو سکتی ہے جو انضباط اور صحیح اندازہ ممکن ہو۔ حیا اور دیگر اخلاقیات چونکہ پورے طور پر منضبط نہیں ہو سکتے اس لئے ان کو رکن قرار نہیں دیا گیا باوجودیکہ ان کی اہمیت ظاہر ہے۔ (حجۃ اللہ ص ۹۲)

(۴۶۸) سبحان اللہ حیا بھی اسلام کا کتنا اہم شعبہ ہے جس کے نزع کا نتیجہ ملکِ سلام بھی نکل سکتا ہے مگر یہ نتیجہ یکجہت نہیں نکلتا بلکہ اس کے درمیان میں بہت سی کڑیاں ہیں ہر بعد کی کڑی پہلی سے شدید تر ہے جو پہلی کڑی کو پکڑ لیتا ہے اس کے لئے دوسری کا پکڑنا بھی لازم ہو جاتا ہے اور اس تدریجی تنزل کی وجہ سے اس کو اپنے امروز و فردا

أَنْ يَمْلِكَ عَبْدًا أَوْ عَمَلًا مِنْهُ الْعِبَاءَ فَإِذَا تَزَعَّ مِنْهُ الْعِبَاءُ لَمْ تَلْقَ إِلَّا مَقِيَّتًا مُقْتًا فَلَا ذَا
لَمْ تَلْقَ إِلَّا مَقِيَّتًا مُقْتًا تَزَعَّتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ فَلَا تَزَعَّتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ لَمْ تَلْقَ
إِلَّا خَائِنًا خَوْنًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَ إِلَّا خَائِنًا خَوْنًا تَزَعَّتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ فَلَا تَزَعَّتْ مِنْهُ
الرَّحْمَةُ لَمْ تَلْقَ إِلَّا رَجِيمًا مُلْعَنًا فَلَا لَمْ تَلْقَ إِلَّا رَجِيمًا مُلْعَنًا تَزَعَّتْ مِنْهُ رِيقَةُ
الْإِسْلَامِ - (مراد ابن ماجہ)

(۴۶۹) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَدَّ أَعْيُنِي فَكُنْتُ أَسْقِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالْأَسْلَامُ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَغِيْلُ ذِكْرُهُ وَيَتَوَضَّأُ (منفق علیہ)

اس سے چار و شرم چھین لیتا ہے جب اس میں شرم وغیرت نہیں رہتی تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر
اور مبغوض بن جاتا ہے جب اس کی حالت اس نوبت کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس سے امانت کی صفت بھی
چھین لی جاتی ہے جب اس میں امانت داری نہیں رہتی تو وہ خیانت و خیانت میں مبتلا ہونے لگتا ہے
اس کے بعد اس سے صفت رحمت اٹھالی جاتی ہے پھر تو وہ ہشکارا ہوا مارا مارا پھرنے لگتا ہے جب تم اس کو
اس طرح مارا مارا پھرتا دیکھو تو وہ وقت قریب آ جاتا ہے کہ اب اس پر رشہ اسلام ہی چھین لیا جائے (ابن ماجہ)
(۴۶۹) حضرت علیؑ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک شخص تھا جس کے مذی بڑی کثرت سے خارج ہوتی
تھی چونکہ آپؐ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں اس لئے آپؐ سے براہ راست مسئلہ پوچھنے سے توجہ چار
دائیں گری ہوئی اس لئے میں نے مفقود سے کہا کہ تم اس کا مسئلہ دریافت کرو انھوں نے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا
صرف عضو خاص کو دھو کر وضو کر لینا کافی ہے۔ (متفق علیہ)

تتزل کا اس میں بھی نہیں ہوتا جی کہ شہرہ مشہورہ اسلام کے خصوصی صفات سے خالی ہوتا چلا جاتا ہے اور ایک دن وہ
آ جاتا ہے کہ اسلام کا غرہ و ثقی اس کے ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔
اگر مدینہ کے حافظہ نظر ڈالو تو ایمان سے قبل تم کو تین مشنوں کا ذکر ملے گا چارہ امانت، رحمت، ان کے بعد اسلام
کا نبرہ ہے۔ ان مشنوں میں چارہ امانت کا اسلام سے بہت گہرا ربط ہے اس کا تذکرہ اور مختلف حدیثوں میں ہی آتا ہے اب
رہ گئی رحمت تو یہ وہ آخری صفت ہے کہ اس سے محروم ہو گیا سمجھ لو کہ اس کے بے اب کچھ نہیں رہا۔
(۴۶۹) اتنی شرم جو اہل موت میں کمال شمار ہوا اور مسئلہ معلوم کرنے میں حائل بھی نہ ہو قابل مدح ہے اور شرم جو
اہل دنیا کی رسم میں داخل ہوا اور شرعی حکم معلوم کرنے سے مانع ہو جائے قابل مذمت ہے۔ اسلام نے بیباکی اور
گستاخی کی تعلیم بھی نہیں دی اور ادب و تعظیم میں اتنے فلو سے بھی روکا ہے جو انسان کو عبادت کے قریب کر دے اور
انفرادی و قریبی کی دلوں میں لڑائیوں سے بچا کر اس کے لئے متوسطہ و مقرر کردہ کی میں جس سے اخلاقیات کی پوری پوری
تکمیل ہو جاتی ہے۔

(۴۶۰) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَتْ أُمُّ سَلِيمٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَعْمِلُ مِنَ الْحَيِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غَسَلِ إِذَا احْتَلَتْ قَالَ تَعْمَلُ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ (متفق عليه)

(۴۶۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَتْ هَلْ لَكَ حَاجَةٌ فِي فَقَالَ شَرِبْتُ مَاءً أَقَلَّ حَيَاءً هَذَا فَقَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ عَرَضَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهَا (مرءاء البخاری)

(۴۶۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَعِمَ النِّسَاءُ النِّسَاءُ الْأَنْصَارُ لَمْ يَنْتَعِمْنِ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ - (مرءاء البخاری فی ترجمۃ الباب)

(۴۶۰) ام سلمات روایت کرتی ہیں کہ ام سلیم نے پوچھا یا رسول اللہ دین کی بات بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ بھی شرم نہیں کرتا (فرمائیے) اگر عورت کو احکام ہو جائے تو کیا اس پر بھی غسل فرض ہے آپ نے فرمایا جی ہاں بشرطیکہ منی دیکھ لے۔ (متفق علیہ)

(۴۶۱) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہ اپنے آپ کو آپ کے نکاح کے لئے پیش کرنا چاہتی تھیں وہ بولیں کیا میرے معاملہ میں آپ کچھ غور فرما سکتے ہیں؟ من کرانش کی صاحبزادی کہنے لگیں یہ عورت کسی بے شرم ہے حضرت انسؓ نے فرمایا حجہ کو زیادہ سادہ مند ہے اپنے نفس کو خدا کے رسول کی خدمت ہی کے لئے قربان کر رہی ہے۔ (بخاری شریف)

(۴۶۲) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ انصاری عورتیں بھی کیا خوب عورتیں ہوتی ہیں جن کو دین کے سائل سیکھنے میں ذرا شرم و احتیج نہیں ہوتی۔ (بخاری)

(۴۶۰) بیان ام سلیم نے جس جملہ سے اپنے سوال کی ابتداء کی ہے وہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ہے اور ان کے آئندہ سوال کے ایک مناسب تہید بھی یہ عرب کی فطری بلاغت تھی کہ اتنے مختصر جملے پھراتے زعماء کہ اس پر اعتراض کی کسی کو گنجائش بھی نہ ہو۔ جو حقاہ حقوق اللہ یا حقوق العباد میں تقصیر کا موجب ہو وہ حار نہیں وہ ضعت اور بدولی ہو وہ عجز اور احساس کمتری ہے۔

(۴۶۱) شرم و حار میں اپنے اپنے ملک کے رسم و رواج کے لحاظ سے بڑا فرق ہوتا ہے پھر زبان کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی تہذیب بھی بدلتی رہتی ہے اور ان سببے بطور کہ انسانوں کے خراجوں میں بڑا تفاوت ہوتا ہے جہاں تک شرعی حدود نہ تو ہیں اس بارے میں شریعت نے پوری آزادی دی ہے یہاں کسی کو کسی پر اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں ہے اگر ایک عورت کسی عام شخص سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کر سکتی ہے تو اس عورت پر کسی کو اعتراض کا کیا حق تھا جس نے اپنے حق میں سب سے بڑی سادہت حاصل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

(۴۷۳) حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ عَزَّ وَرَأَيْتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذُرُ قَالَ إِحْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ رُوحِكَ أَوْ مِنْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ قَالَ إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَاكَ أَحَدٌ فَلَا تَرَيْتَهُمَا قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِذَا كَانَ أَحَدٌ نَاخِلًا لَهَا قَالَ فَاتَّهَ أَحَدٌ ۖ يُسَمِّي مِنَ النَّاسِ - (مرآۃ الترمذی وقال حدیث حسن۔)

(۴۷۴) عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا كُنَّا نَقْتَرِبُ فَوَاقٍ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُعَارِفُكُمْ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِينَ يُغْضِي الرَّجُلُ إِلَى أَهْلِهِ فَاسْتَفِئُوهُمْ وَأَلْمِئُوهُمْ (مرآۃ الترمذی وقال حدیث غریب لا معرفۃ الا من هذا الوجه)

(۴۷۳) بہترین حکیم اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا یا نبی اللہ ہم اپنے سر کا کونسا حصہ کھول سکتے ہیں اور کونسا نہیں کھول سکتے آپ نے فرمایا اپنا سر چھوڑو بجز اپنی بی بی یا اپنی باندی کے میں عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے اگر اس وقت لوگ موجود ہوں (اور ضرورت پیش آئے تو میں کیا کروں آپ نے فرمایا) (مختصر یہ ہے) کہ اگر تم پر کر سکتے ہو کہ کسی شخص کی نظر تمہارے سر پر نہ پڑے تو نہ پڑنے دو، میں نے پوچھا اچھا تو فرمائیے کہ جب ہم میں ایک شخص تنہا ہوتا ہے کوئی اور نہ ہو (کیا وہ تنہائی میں نہ لگا ہو سکتا ہے) فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس سے شرم و کھجکھ کر انسانوں سے زیادہ ضروری ہے۔ (ترمذی)

(۴۷۴) ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار عربانی سے بچاؤ کہ تمہارا ساتھ خدا تعالیٰ کے وہ فرشتے بھی رہتے ہیں جو کسی وقت تم سے جدا نہیں ہوتے بجز دو وقتوں کے ایک پاخانہ جانے کے وقت دوسرے اس وقت جبکہ آدمی اپنی بی بی سے میسر ہوتا ہے تو ان سے شرم کرو اور ان کا لحاظ رکھو۔ (ترمذی)

(۴۷۴) دونوں حدیثیں مبارک الگ الگ سے متعلق ہیں پہلی حدیث میں اسلام کے متبادیان کی طرف اشارہ ہوا اس میں یہ سمجھنا چاہیے کہ عورتوں کے قلب و دماغ میں اپنے خالق کا تصور اس درجہ غالب اور قوی رہتا ہے کہ اپنی خلوتوں میں بھی جہاں علم و فکر خدا تعالیٰ کے تصور سے خالی الذہن ہوتے ہیں یہاں مغلوب ہو کر جکھام و دنیا مخلوق کے خوف سے جلوت میں نہ گرتی ہوں خدا تعالیٰ کے خوف سے خلوت میں بھی نہ کر کے۔ یہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سرور غیر سر سے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر زندہ کے اختیار آداب میں تو فرق پڑتا ہے اس پر بس اتنا ہی لازم ہے کہ اپنی حدود آداب سے تجاوز نہ کرے۔ دوسری حدیث میں بھی معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہیں جن کا احترام کرنا ہائے ذمہ لازم ہے ان کے ساتھ اس آداب اور فاضلگی کے ساتھ پیش آنے میں انسانی خلافت کی للہج بھی رہ جاتی ہے اور ہم ہلان کے وحشت و بدہنڈی کے اعتراض کا جواب بھی ہر حال میں ہی ہے جہاں کہیں ہمارا فرشتوں سے سابقہ پڑنے کا موقع آتا ہے شریعت و جمہور کو مخاطب اور مطیع رہنے کی ہدایت کو دیتی ہے تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ بہتے ناسا نہ سمجھی نہیں اور نہ ایسے عامی ہیں جنہی کہ ان کو ہماری نسبت بخشنی ہوگی تھی۔

(۴۵۵) عَنْ سَلَمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَجُلًا مَشَى كَرِيهًا يَسْتَعِينِي مِنْ عَمَلِي إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيَّ أَنْ يَرُدَّ هُمَا صِفْرًا ۱۔ (رواه الترمذی وابیہندو البیہقی فی الدعوات الکبیر)

(۴۵۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مَرَّ اسْتَعْيَبُوا مِنْ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى اتَّخَبُوا قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَسْتَعِينِي وَالْحَمْدُ لِلَّهِ قَالَ

(۴۵۵) سلمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو شرم کی صفت بہت محبوب ہے، وہ بڑا کریم ہے اس کو اپنے بندہ سے شرم آتی ہے کہ جب وہ اس کے سامنے اپنی حاجت کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دے تو وہ ان کو خالی واپس کر دے۔ (ترمذی)

(۴۵۶) عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے ایسے شرماء جیسا اس سے شرماتا چاہئے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا تعالیٰ کا

(۴۵۵) خدائے قادر توانا جب اپنے بندہ کو خالی ہاتھ واپس کرنے سے شرماتا ہے تو بندہ عاجز کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنے مرنے کے سامنے بے چارے کی طرح اپنے حلال مال و اخلاق میں سے ہے جس کی نسبت قدس اور خود عالم قدس کی طرف بھی آگئی ہے اس لئے اس صفت کی جتنی نگہداشت کی جائے وہ انسان کیلئے اتنی ہی تقدس کا موجب ہے اور خدائی اس میں غفلت برتی جائے وہ اتنی اس کے منزل کا باعث ہے۔

(۴۵۶) ہم نے برابر آپ کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اسلام میں احسان کا مرتبہ سب سے اہم مقصد ہے اور یہی برکات کی مدور ہے۔ تمام عبادات اسی کیفیت کے پیدا کرنے کے لئے ہیں اگر عبادت سے یہ تصور پیدا نہیں ہوتا تو جب تک اس کی ادائیگی میں ضرورت کوئی قصور نہ گیا ہے اس حدیث کا مقصد بھی نسبت احسان کی تربیت ہے۔ صحابہ نے آپ کے سوال کا جواب جملے کے عام مفہوم کے مطابق دیدیا تھا لیکن آپ نے سمجھایا کہ یہ مقصد یہاں احسان کا مرتبہ نہیں جس پر ہر شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کے انحراف سے شرم آنے لگتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر وہ فانی استخوان اور نچرہ تصور وارد ہے جس کے بعد انسان کے جسم کا ایک ایک حصہ اس کی فرمانبرداری کے لئے مضطر اور اس کی معصیت سے نراں و ترساں نظر آنے لگتا ہے۔ قلب و دماغ میں شریعت کے خلاف سوچنے کی ہمت نہیں رہتی کانوں میں ناچار کراہد کے سننے، آنکھوں میں غیر عزموں کی طرف نظر کرنے اور زبان میں شریعت کے خلاف جنش کرنے کی طاقت نہیں رہتی آخرت کا مقصد نظروں کے سامنے اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ دنیا کی تمام عارضی زینت ایک لہو و لب نظر آنے لگتی ہے، موت اور بادل الموت کے مناظر اس طرح پیش نظر رہنے لگتے ہیں کہ متاع دنیا سے کوئی لگاؤ نہیں رہتا جب نسبت احسان کے اثرات کا دائرہ اتنا قوی اور وسیع ہو جائے تو اب سمجھو کہ جتنا تم کو اس سے شرمانا چاہئے تھا اب تم اتنا شرماتے لگے ہو یوں عام طور پر اس کی معصیت سے احتراز کرتا بھی گواہ کی دلیل ہے کہ کسی نہ کسی مرتبہ میں اللہ تعالیٰ سے جا کر کرنے کی صفت تم میں پیدا ہو چکی ہو لیکن دینی ماحول میں گرفتار رہنا اپنے جوارح پر پورا محاسبہ قائم نہ رکھنا اور موت اور بادل الموت کے تصور سے گاہ گاہ غافل ہو جانا اس کی دلیل ہے کہ یہ صفت ہنر پرست طور پر پختہ نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے شرم آنے کا جتنی تھا وہ ابھی پورا

لَيْسَ ذَلِكَ وَلَكِنْ مَنْ اسْتَفْعَى مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَبَاءِ فَلْيَصْفِ الرُّأْسَ وَمَا خُورَى وَلْيَصْطَلِ
الْبَطْنَ وَمَا دَعَى وَلْيَدْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبُلَى وَمَنْ أَرَادَ إِلَّا خِرَةً تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا مَتْنٌ
فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ اسْتَفْعَى مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْحَبَاءِ (سرواہ احمدی فی مسندہ و
سرواہ الترمذی مع بعض تغیر و صاحب مشکوٰۃ فی باب تمنی الموت)

الغیرۃ

(۴۷۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَغَارُ وَلَهُ
الْمُؤْمِنِينَ يَغَارُ وَغَيْرُهُ أَشْهُانَ لَا بَأْسَ بِالْمُؤْمِنِ مَا حَرَّمَ اللَّهُ - (متفق علیہ)

حکمر، کہ ہم اس سے شرماتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ اہل شرمانہیں ہر جو شخص اللہ تعالیٰ سے دراصل شرمنا ہے
اسے چاہئے کہ اپنے دماغ کو اپنے گوش و چشم کو، اپنی زبان و دہن کو اور اپنے فکرم و فرج کو تمام ناجائز باتوں کو محفوظ
رکھے موت احاطہ کے بعد اپنے جسم کی فضیلت کی نظر کرے جو آخرت کا اللہ کرے اسے لازم ہے کہ دنیا کی زینت چھوڑ دے
جس نے یہ سب حاصل کر لئے اسے سمجھو کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے شرم نہ کیا تھا (احمد)

غیرت

(۴۷۷) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو بھی
غیرت آتی ہے اور بندہ مومن کو بھی غیرت آتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت ہے کہ اس کا مومن بندہ اس
چیز کا ارتکاب کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے - (متفق علیہ)

ادا نہیں ہوا یا رہے کہ اگر بالفرض کوئی خوش نصیب اس نعمت عظمیٰ سے فائدہ پہنچائے تو بھی اسے چھتا چاہئے کہ
یہ ایک بے مایہ انسان کی صرف ایک بے قیمت جدوجہد ہے اور اس مخالط میں نہ پڑنا چاہئے کہ اپنی اس بے قیمت
جدوجہد سے اس نے مالک علی الاطلاق کے حق کا کوئی حصہ دار کڑیا ہے یہ اس کا کام ہے کہ وہ ایک عاجز انسان کی
صرف سچی ناقص پہچاننے حقوق سے بے باقی کا اعلان کر رہے ہیں

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تمہی حق تو ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(۴۷۸) حافظ ابن حجر علیہ السلام لکھتے ہیں کہ انسان غیرت ضرور کرتا ہے مگر اس میں وہ راہ اعتدال پر قائم نہیں رہتا جیسا کہ
حضرت سعد کے آئندہ قصہ سے واضح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی شان اعلیٰ وارفع ہے اس کی ہر شان شان کمال ہر
اس کی غیرت کا مصداق ہر حال قابل مدح رہتا ہے (الجواب النافی ص ۸۷)

(۴۷۸) عَنْ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوِ زَيْتُ رَجُلًا مِمَّنْ أَمَرْتُ أَنْ لَضَرِبْتُهُ
بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُضْغَمٍ قَبْلَكُمْ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرِهِ
سَعْدُ وَاللَّهِ لَا نَأْخِذُ مِنْهُ وَاللَّهِ أَغْيَرُ مِنِّي وَمِنْ أَجْلِ غَيْرِهِ وَاللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْعُدُوَّ مِنْ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ
الْمُنْذِرِينَ وَالْمُبَشِّرِينَ وَلَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمُدْحَةَ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ
وَعَدَ اللَّهُ الْجَنَّةَ. (متفق عليه)

(۴۷۹) عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَتْ ثُمَّ تَعْبَدُ فَأَطَالَ السُّجُودَ ثُمَّ
انْصَرَفَ وَقَدْ اجْتَلَتْ الثَّمَنُ فُخْطَبَ النَّاسَ تَحْمِداً لِلَّهِ وَائْتِنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الثَّمَنَ
وَالْقَمَرِ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَجُفَيَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا يَحْيَوَانِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ
فَادْعُوا اللَّهَ وَكثُرُوا وَصَلُّوا وَصَلِّوا ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ إِنَّ اللَّهَ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرِ

(۴۷۸) غیر روایت کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ نے فرمایا اگر کسی میں اپنی بی بی کو کسی اجنبی مرد کے
ساتھ مشتبہ حالت میں دیکھ پاؤں تو فوراً اس کے تلوار یا عدول وہ بھی چوٹی نہیں بلکہ دھار کی طرف سے۔
ان کی یہ بات آپ کو بھی پہنچ گئی آپ نے فرمایا تم کو سعد کی غیرت پر کیا تعجب ہے بخدا میں ان سے کہیں زیادہ
باغیرت ہوں اور مجھ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کو غیرت کرنا پسند ہے ہی تو وجہ ہے کہ اس نے کھلے اور ڈھکے
تمام بیجا تہمتوں سے منع فرمایا ہے اور خدا سے بڑھ کر کوئی ایسا نہیں جس کو عند کرنا زیادہ پسند ہو ہی تو وجہ ہے
کہ اس نے پہلے سے اپنی جانب سے خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے اور اس کے ثواب کی بشارت
دینے والے رسول بھیج دیے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو اپنی تعریف بھی پسند نہیں ہی تو وجہ ہے
کہ اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

(۴۷۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سورج چلنے کی نماز کا قصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
کو حکایت فرمایا۔ اس میں یہ بھی ذکر کیا کہ آپ نے اس نماز میں سجدہ کیا اور بڑا ابا سجدہ کیا اس کے بعد جب آپ
فارغ ہو گئے تو آفتاب صاف ہو چکا تھا آپ نے خطبہ دیا اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ آفتاب و آفتاب
خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں نہ تو کبھی کسی کی موت ہوگی نہ لگتا ہے نہ پیدائش پر جب تم ان کو اس حالت
میں دیکھو تو خدا کی یاد اور اکی زندگی بیان کرو، نماز پڑھو، اور صدقہ دو، اس کے بعد فرمایا اے امت محمدیہ
خدا تعالیٰ سے زیادہ غیرت کی صفت کسی کو محبوب نہیں اس کو بڑی غیرت آتی ہے کہ کوئی عورت یا مرد اس کی

مِنْ اللَّهِ أَنْ يُزْنِي عَبْدُهُ أَوْ تُزْنِي أُمَّتُهُ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمَ لَصَبَحَكُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْكُمْ كَثِيرًا۔ (متفق علیہ)

(۴۸۰) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِمْ فَأَرْسَلَتْ أَحَدَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِصُفْحَةٍ فِيهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهَا يَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصُّفْحَةُ فَأَنْفَلَتْ جَمْعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيَ الصُّفْحَةَ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيهَا الطَّعَامَ الَّذِي كَانَ فِي الصُّفْحَةِ وَيَقُولُ غَارَتْ أُمَّتُهُ ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتَّى أَتَى بِصُفْحَةٍ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ هُوَ فِي بَيْتِهَا فَذَقَمَ الصُّفْحَةَ الصَّغِيرَةَ إِلَى النَّبِيِّ كَثُرَتْ صُفْحَتُهَا وَأَمْسَكَ الْمَكْسُورَةُ الَّتِي كَسَرَ۔ (سواء البخاری)

خلوق ہو کر زنا کرے اسے امت محمد جو جو میں آمدنی خطرات میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لیتے تو ہنستے بہت کم اوسلو تے بہت۔ (متفق علیہ)

(۴۸۰) انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بی بی کے گھر تھے اس وقت ابہا ^{منیں} اللہ میں سے کسی نے آپ کی خدمت میں ایک پیالہ میں کچھ کھانا بھیجا جس بی بی صاحبہ کے گھر میں آپ رونق افروز تھے، انہوں نے خادم کے ہاتھ کو دھاڑا اشارہ دیدیا پیالہ اس کے ہاتھ سے گر گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ٹکڑے جوڑنے لگے اس کے بعد جو کھانا اس پیالہ میں رکھا ہوا تھا اس کو جمع کیا اور فرمایا (کچھ نہیں) تمہاری ماں کو اس وقت سوتن کی فطری غیرت آگئی تھی اس کے بعد خادم کو ٹھیرالیا اور جن کے گھر اس وقت آپ تشریف فرما تھے ان کے یہاں سے ایک اچھا پیالہ منگا کر جن کا پیالہ ٹوٹ گیا تھا ان کے لئے دیدیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ ان کے گھر رکھ لیا جنہوں نے ٹوٹا تھا۔ (بخاری شریف)

(۴۸۰) خیریت جیسا کہ علاوہ ایک اور صفت ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی ہی مطلوب ہے جیسی جیلہ اطراف و تقریبات اس میں بھی ایسی ہی پابندی ہے جیسی جاہل اسلام نے خلق اور طبی صفتوں میں ترمیم نہیں کی بلکہ صرف ان کی حد و مقرر فرمادی ہیں۔ ان صفات کے عالم قدس کی طرف اشتباہ میں ان کی برتری اور پسندیدگی کا اعتبار منظور ہے اور یہ سمجھنا ہے کہ جو صفت اس بے نیاز کی جانب میں ثابت ہوئے ایک نیاز والی مخلوق کے لئے وہ کس درجہ موجب فخر ہونی چاہئے گمراہی کے ساتھ یہ بھی ماضی رہنا چاہئے کہ کمال یہ نہیں کہ اس میں اپنے نفس کی آزادی قائم رکھی جائے وہ اسی حد تک قابل تعریف ہے جہاں دوسرے کے حقوق اس کی زد میں نہ آجائیں اور جب اس میں دوسروں کے حقوق تلف ہونے لگیں تو اب وہی صفت قابل تعریف ہونے کی بجائے قابل مذمت ہو جائے گی۔ سود کی غیرت، بیشک بڑی قابل تعریف تھی اگر شرعی حدود سے متوازن ہو جاتی اسی لئے آپ کا انداز بیان یہاں وہ نہیں جو صریح منکرات پر ہونا چاہئے بلکہ اس میں

النصیحة لله ولرسوله ولعامة المسلمين

(۲۸۱) عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّينُ النَّصِيحَةُ ثَلَاثًا

خدا تعالیٰ اس کے رسول و عام مسلمانوں کے حق میں مجسم خیر خواہی بن جانا

(۲۸۱) تميم داری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا خیر خواہی کرنا دین کا

دقیقہ (از صفحہ گذشتہ) مدح کا بھی ایک پہلو نکل رہا ہے اسی طرح آپ نے ایک بی بی صاحبہ کے ایسے فعل پر جو اگر اس عمل کے سوا کسی اور عمل پر ہوتا تو شاید زیادہ قابلِ تکریم و ترازیاں سخت گیری نہیں فرمائی بلکہ ایک سونے کے لئے صبر آوا منظر کا عندیہ تھا کہ جو اضطرابی طوہر ان سے دوسرے کی حق تلفی ہو گئی تھی اس کی مکافات فرمادی سانبیا علیہم السلام دنیا میں خدائے تعالیٰ کی میزان پر تے ہیں یہاں ایک ایک ذرہ عدل و انصاف کی ترازویں ہل رہی ہیں۔ مستغنی عنہ مقبول نہیں ہوتا کیا نقصان گوارا نہیں ہوتا اللہ کی مجبوری کو یا کمال نظر انداز کر دینا بھی پسند نہیں ہوتا۔

(۲۸۱) انت من نصیحت المسلم اس وقت کہا جاتا ہے جب شہر کو موم سے حلف کر لیا جائے امام ہندی فرماتے ہیں کہ نصیحت کے معنی کسی چیز کا کوٹ نکال دینا ہے یہ معنی اسی معاملہ سے اخذ ہیں۔ حکم یہ ہے کہ نصیحت کوٹ کی ضد ہے۔ اس طریقہ لکھا ہے کہ نصیحت قلب الاثمان اس وقت کہتے ہیں جب دل میں کوئی کوٹ باقی نہ رہے۔ اس بنا پر نصیحت دینے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے اور خدا کے باہم کوئی کوٹ کا معاملہ نہ کرے اس کا سب سے بڑا کوٹ یہ ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے اس کی صفات جلال و جلال کا ہری تنزیہ کے ساتھ اعتراف نہ کرے اور اس کے اوامر و نواہی میں ہوشی مستعدی کا اظہار نہ کرے علماء نے لکھا ہے کہ نصیحت اللہ کا حاصل بالفاظ دیگر کہنے ہی نفس کی نصیحت اور اپنی ہی خیر خواہی کرتی ہے۔

کتاب اللہ کی نصیحت کے معنی یہ ہیں کہ پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے، بدل و جان اس کے صفائی کی تصدیق کی جائے، اس کے علوم کی نشر و اشاعت کی جائے، اس کے پیروی کی تمام عالم کو دعوت دیکھائے اور اس کے ہر برادر و رفیق کے سامنے اعتراف و تسلیم کا سرخ کوہ بجا جائے۔

رسول کی نصیحت یہ ہے کہ اس کی رسالت کی تصدیق کی جائے جو دین نہ لیکر آیا ہے اس کا ایک ایک حرف لٹا جائے ہر وقت ہر اس کی نصرت کے لئے سرکھن حاضر رہے اس کے صحابہ اور اس کے اہل بیت کی محبت اور ان کا ادب پورے طوہر ملحوظ رہے۔

اممہ مسلمین کی نصیحت یہ ہے کہ ہر حق معاملے میں ان کی اعانت کی جائے ان کے ساتھ جیلوں میں شرکت کی جائے، ان کے پیچھے ناز میں ہمار کی جائیں جو صدقات بیت المال کا حق ہیں وہ ان کو اپنا اندازی کے ساتھ باسانی پہنچائیے ہائیں اور ان کے ساتھ خدائی نہ کی جائے۔

عام مسلمانوں کی نصیحت کے معنی ہیں کہ ذہنی اور اخروی سب مصلحتیں ان کو تارک یا ئیں، ان کو ایذا نہ دی جائے، ان کے عجب کی پردہ پوشی کی جائے اور خیر خواہی میں ان کو اپنے نفس کے برابر سمجھا جائے۔

قُلْنَا لَمَنْ قَالَ رَبِّي وَلَكِنَّا بِمَعْلُومٍ سُبْحَانَكَ عَمَّا يُشْرِكُونَ وَعَمَّا يُتَّبَعُونَ (رحمہ اللہ)

خلاصہ ہے ہم نے عرض کیا کہ اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، ائمہ مسلمین کی، اور سب مسلمانوں کی۔ (مسلم شریف)

قرآن کریم میں نفع و خیر خواہی کرنا انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا جزو اہم قرار دیا گیا ہے۔
حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَا يَحِيثُ
رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ اُبَلِّغْكُمْ رِسَالَاتِ
رَبِّي وَاصْطَرِّكُمْ وَاعْلَمُوا مِنْ اللَّهِ مَا
لَا تَعْلَمُونَ (اعراف)

اس پر (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا جا بڑھو میں تو کفری
کی کوئی بات ہے نہیں بلکہ میں تمہدگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں کہ
اپنے بعدگار کے احکام پہنچا دوں اور تمہارے حق میں خیر خواہی
کر دوں اور میں اللہ کے بتانے سے ایسی مایوسی باتیں چھٹا دوں
جن کو تم نہیں جانتے۔

حضرت صود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

قَالَ يَقَوْمُ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَا يَحِيثُ
رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ اُبَلِّغْكُمْ
رِسَالَاتِ رَبِّي وَانَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ۔ (اعراف)

حضرت) صود (علیہ السلام) نے فرمایا۔
بات ہے نہیں بلکہ میں بعدگار عالم کا بھیجا ہوا رسول ہوں
تم کو اپنے بعدگار کے احکام پہنچا دوں اور میں تمہو سے
قابل تہا را خیر خواہ ہوں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا۔

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَعْنَةُ اللَّهِ اُبَلِّغْكُمْ
رِسَالَاتِ رَبِّي وَاصْطَرِّكُمْ وَاعْلَمُوا مِنْ اللَّهِ مَا
لَا تَعْلَمُونَ النَّاصِحِينَ۔ (اعراف)

جب ثود پر عذاب "ازل ہو چکا تو حضرت صالح (علیہ السلام)
ان کے پاس سے چلے گئے اور چلتے وقت ان کو مخاطب ہو کر فرمایا
جا بڑھو میں نے تمہارے بعدگار کے احکام تم کو پہنچا دیئے اور تمہاری
جو خیر خواہی کئی تھی کر دی تھی مگر تمہرے کچھ ایسی شامت سوار تھی
کہ تم کب اپنے خیر خواہوں کی قدر کرتے۔

حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں نصیحت و خیر خواہی کو دین فرمایا گیا ہے اور حدیث جبیل کے اخیر میں اسلام و
ایمان و احسان کے مجموعہ کو بھی دین فرمایا گیا ہے۔ دونوں حدیثوں کو ملا کر تو نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام و ایمان و احسان سب "نصیحت"
ہی کے اجزاء ہیں اور جس طرح کان کا مجموعہ دین ہے اسی طرح خدا و رسول کی خیر خواہی بھی دین ہے۔

محمد بن نصر نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نفع اللہ کی دو قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) نفل۔ فرض یہ ہے کہ اس کی حرام کردہ
چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور اس کے احکام کی بجا آوری میں ہل و جان سعی کی جائے اگر کسی عذر کی وجہ سے ادا نہ کر سکے تو اس کا
عزم رکے کہ جب کبھی موقع ملے گا اس کی تلاقی کرے گا۔ قرآن عزیز میں ارشاد ہے۔

(باقی مابقیہ بر صفحہ آئندہ)

(۴۸۲) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَا يَهْتَمُّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يَمْسُ وَيُصْنَعْ تَأْصِحًا لِلَّهِ وَلَمْ يُؤَلِّمْ وَلَيْكُنْ أَيْهَ وَلَا مَأْمُومًا وَلَا لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ. (اخرجه الطبرانی)

(۴۸۳) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَحَبُّ مَا تَعْبَدُنِي بِهِ عَبْدِي الصُّغُورِي. (اخرجه احمد)

(۴۸۲) حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے معاملات کی کوئی پروا نہ کرے اس کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں اور جس شخص نے صبح سے شام یا شام سے صبح تک خدائے تعالیٰ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی سے غفلت اختیار کی اس کا بھی مسلمانوں سے کوئی رشتہ نہیں۔ (طبرانی)

(۴۸۳) ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ سب سے زیادہ پیارا طریقہ جو میرا بندہ میری فرمانبرداری کے لئے اختیار کرتا ہے میری خیر خواہی کرتی ہے۔ (مسند احمد)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

لَيْسَ عَلَى الصَّغَاةِ وَلَا عَلَى الْمَرْحُومَةِ
عَلَى الَّذِينَ لَا يَحْكُمُونَ مَا يَنْفَعُونَ
حَتَّى إِذَا انْصَحُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ مَا
عَلَى الْمُؤْمِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللَّهُ عَفُورٌ
رَحِيمٌ (توبہ)

گواہین لوگوں کے قلوب میں نفع لکھنے کا مضمون باقی رہا وہ چار میں شریک نہ ہو کر بھی عین کی فہرست سے خارج نہیں ہوئے۔ آیت بالا سے معلوم ہوا کہ عذر کی بنا پر اعمال و احوال اور فرائض چار جہاں اہم فرض بھی ساقط ہو سکتے ہیں مگر نفع لکھنے کا مطالبہ کسی وقت بھی قابل سقوط نہیں۔ ایک عذر شریعت سے نماز جیسے اہم فرض کے ادائیگی کو فریاد ہو سکتی ہے مگر قلبی ندامت اور آئندہ ادائیگی کا پورا پورا عزم اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتا بس نفع لکھنے کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی مضامین رضی اور ارضائی سے ناواض ہو جائے۔

(۲) نصیحت نافذ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے نفس کی محبت پر اس درجہ غالب کرے کہ جب کسی چیز میں اپنے نفس اور شریعت کا مقابلہ آئے تو شریعت ہی کی جانب کو ترجیح دے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی تمام مرغوبات کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر قربان کر دے۔ (جامع العلوم والحکم ص ۵۶)

(۴۸۴) عَنْ حَكِيمِ بْنِ أَبِي يَزِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَقَمَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ. (اخرجا احمد)

(۴۸۵) عَنْ جَبْرِ بْنِ مَطْعُونٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ بِالْحَيْفِ مِنْ مَعْنَى ثَلَاثٍ لَا يَغْلُ عَلَيْهِمْ قَلْبُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِذَا خَلَصَ الْعَمَلُ بِهِ وَمَنْ صَحَّحَهُ وَلَاؤُهُ الْأَمْرُ وَ لَزُومُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ. (رواه احمد وقد اخرج الدارقطني في الافراد باسناد جيد)

(۴۸۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ اللَّهُ يُرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا تَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَقْتَصُوا زَيْلَ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّ قُلُوبًا وَأَنْ تَنَاصَحُوا مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ أَمْرًا كُفْرًا. (رواه مسلم)

(۴۸۷) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَمَلٍ يَسْتَرِعِدُ اللَّهُ رَعِيَّةً لَهُ لَمْ يَحْكُمُوا بِصَبْحَةِ الْأَمْرِ بَيْنَ خَلِي الْجَنَّةِ. (متفق عليه)

(۴۸۸) ابوزید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی شخص اپنے بھائی کو خیر خواہی کا مشورہ طلب کرے تو اسے لازم ہے کہ اس سے وہی بات کہے جو اس کی خیر خواہی کی ہو۔ (مسند احمد)

(۴۸۹) حذیر بن مسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کی مسجد خیف کے خطبہ میں فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جن پر مسلمان آدمی کا دل کبھی کینہ نہیں رکھ سکتا، خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنا، حکام کی خیر خواہی کرنا اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا۔ (مسند احمد - دارقطنی)

(۴۹۰) ابومرثد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین باتیں پسند فرمائی ہیں پہلی بات یہ ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور کبھی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ دوسرے یہ کہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور تیسرے یہ کہ جو تمہارا حاکم ہو اس کی خیر خواہی کرتے رہو۔ (مسلم)

(۴۹۱) معقل بن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ ایسا نہیں جس کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے کسی قسم کی نگرانی سپرد کی ہو پھر وہ اس میں پوری پوری خیر خواہی کا لحاظ نہ رکھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ (متفق علیہ)

(۴۹۲) ان احادیث میں کچھ حدیثیں عام مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ حکام سے ان سب کا خلاصہ یہ کہ بادشاہ سے لے کر رعایا تک فریضہ خیر خواہی میں سب مشترک ہیں اگر رعایا میں کوئی شخص اس میں غفلت اختیار کرتا ہے تو وہ قصور دار ہے اور اگر حاکم وقت اس میں غفلت کرتا ہے تو وہ قصور دار ہے جس مذہب میں باہم خیر خواہی کرنا اتنا اہم فرض ہو آج وہی قوم خیر خواہی سے اتنی خالی ہو جائے کہ کوئی کسی کا خیر خواہ ہی نظر نہ آئے۔ یہاں پر براہمی است۔

(۴۸۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُمَرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَعَمَّرَ لِسَيِّدِهِ وَأَخْسَنَ عِبَادَةَ اللَّهِ فَلَهُ أَجْرُكَ مَرَّتَيْنِ. (متفق عليه)

محبت المرء لآخيه ما يجب لنفسه

(۴۸۹) عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ. (سرواه الخمسة إلا ابوداود)

(۴۹۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَأْخُذْ عَنِّي هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلْ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمْ مَنْ يَعْمَلْ بِهِنَّ قُلْتُ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَخَذَ بِيَدِي نَعَذَّ حَسَنًا فَقَالَ إِنِّي الْمَعَارِضُ تَكُنْ عَبْدُ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللَّهُ لَكَ تَكُنْ أُعْطَى

(۴۸۸) عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا ہے اور اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہے تو اس کو دو گنا ثواب ملتا ہے۔ (متفق علیہ)

خیر خواہی کرنے میں اپنے اور بیگانہ کا امتیاز اٹھادینا

(۴۸۹) حضرت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے تم میں کوئی شخص اس وقت تک پورا پورا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرنے لگے جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم وغیرہ)

(۴۹۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے ایسا شخص جو ان باتوں پر خود عمل کرے یا کم از کم ان لوگوں کی کوتاہی کو بتا دے جو ان پر عمل کریں میں بولا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ باج باتیں شمار کر ایں فرمایا احرام باتوں سے دوسرا بڑے عبادت گزار بندے شمار ہو گے

(۴۸۹) کہنے کو تو یہ مختصری بات ہے لیکن اس پر عمل کی توفیق اس وقت تک میر نہیں آ سکتی جب تک کہ انسان کا ایمان کامل نہ ہو جائے۔ یہ صفت انسانی کمالات کی ایک معراج ہے اور اس کی دلیل ہے کہ اب اس کا نفس پورے طور پر معارج تہذیب طے کر چکا ہے اس میں خود غرضی اور طے کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہا۔ اسی کے لئے تمام راضیات و مہذبات کے جانتے ہیں اور یہی شریعت کے ادا و مروا ہی کا بلند مقصد ہے۔ غالباً صوفیاء کرام اسی کو مرتبہ فنا سے تعبیر کرتے ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ یہ صفت بھی فنا کے اثرات میں ایک اثر ہے۔

النَّاسِ وَأَحْسَنُ إِلَى جَارِكَ لَكُنْ مُؤْمِنًا وَاحِبًا لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ لَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْذِرِ
الصَّخْفَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الصَّخْفِ تُمَيِّتُ الْقَلْبَ۔ (مرہاہ احمد والترمذی وقال هذا حديث غريب)

(۴۹۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَفْضَلِ الْإِيمَانِ قَالَ
أَنْ تُحِبَّ بَنُو وَتُبْغِضَ بَنُو وَتُعْلَلَ لِسَانُكَ فِي ذِكْرِ اللَّهِ قَالَ وَمَاذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَنْ
تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهُ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ۔ (مرہاہ احمد)

(۴۹۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْمُؤْمِنِينَ
إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ أَخْلَاقًا الْمَوَظُونُ أَلَا فَاكُمُ يُبَلِّغُ عَبْدًا حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ حَقًّا يُحِبُّ
لِلنَّاسِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ وَخَشِيَ بِأَمْنٍ جَارُهُ بِكَارِهِتِهِ۔ اخراجہ ابن عساکر و فیہ کوثرین
حکیم متروک لکن لہ شواہد بلغہ مرتبۃ الحسن۔

(۴۹۳) عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سَيْدٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُحِبُّ

اللہ تعالیٰ جو تمہاری تقدیریں لکھ چکا ہے اس پر راضی رہنا بڑے بے نیاز بندوں میں ہو جاؤ گے اپنے پڑوسی
سے اچھا سلوک کرتے رہنا مومن بن جاؤ گے اور جو بات اپنے لئے چاہتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا کامل
مسلمان بن جاؤ گے اور بہت حقہ نہ لگائو کہ یہ دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔ (مسند احمد ترمذی)

(۴۹۱) معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ایمان کے
متعلق دریافت کیا جو بہتر سے بہتر ہو، آپ نے فرمایا اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھنا اور
اپنی زبان کو ہمہ وقت یاد الہی میں لگائے رکھنا، پھر عرض کیا یا رسول اللہ اور کیا عمل بہتر ہے فرمایا جو اپنے لئے
پسند کرنا ہی سب کے لئے پسند کرنا اور جو اپنے لئے برا سمجھنا ہی سب کے لئے برا سمجھنا۔ (مسند احمد)

(۴۹۲) ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمام مومنوں میں ایمان کے
محاذ سے سب سے افضل مومن وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جو ہر ایک کے سامنے
متواضع اور جھکنے والے ہیں۔ کوئی شخص ایمان کی حقیقت تک سائی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ سب کیلئے وہی بات
پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرنا ہو اور جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی اینٹاؤں سے مومن نہ ہو جائے۔ (ابن عساکر)

(۴۹۳) یزید بن ابی سید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تم کو جنت پسند ہے

(۴۹۲) اپنے نفس اور عام مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھنا درحقیقت نفع اور خیر خواہی کا سب سے بڑا جز ہے، صفت ائیت
پیدا ہو سکتی ہے جبکہ سیدہ حدیث، بغض، کینہ اور ہر قسم کے کموٹ سے پاک دعافت ہو جائے گو یا اس ایک ہی صفت کا ظہور

الْجَنَّةَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَحَبُّ إِلَيْكَ مَا أَحْبَبْتُ لِنَفْسِكَ (اخرج البخاری فی التاریخ الکبیر وصاحب السند
 الاربعہ والطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیہقی فی الشعب ہونی للسند لا محمد ایضا کما فی الجامع)
 (۴۹۴) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ الْحَدِيثَ بِطَوِيلِهِ
 إِلَى أَنْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْصِنِي قَالَ أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّ تَقْوَى اللَّهِ لَا تَمُرُّ بِكَ إِلَّا بِطَوْلِهِ
 زِدْنِي قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنَّ تَذَكُّرَ اللَّهِ فِي السَّمَاءِ وَتَوَرُّكَ فِي الْأَرْضِ
 قُلْتُ زِدْنِي قَالَ عَلَيْكَ بِطَوِيلِ الصَّغْتِ فَإِنَّهُ مَطْرُكٌ لِلشَّيْطَانِ وَتَحُونُ لَكَ عَلَى أَمْرِ دِينِكَ
 قُلْتُ زِدْنِي قَالَ وَطَائِكَ وَكَثْرَةَ الصَّغْتِ فَإِنَّهُ يُمِيتُ الْقَلْبَ وَيُنْهِي عَنْ مَوَارِجِ الْوَجْهِ قُلْتُ زِدْنِي
 قَالَ كُلُّ الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مَرًّا قُلْتُ زِدْنِي قَالَ لَا تَخَفْ فِي اللَّهِ لَوْ مَتَّ لَا يُرْمِ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ
 لَتَجْعَلَ لَكَ مِنَ النَّاسِ مَا تَلْعَلُهُمْ مِنْ نَفْسِكَ (رواه البيهقي في الشعب لا الن)

میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا اچھا تو جو بات اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے
 پسند کیا کرو۔ (مسند احمد، ترمذی، مسند ابی داؤد، طبرانی، حاکم، بیہقی)
 (۴۹۴) ابونعیم روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر اس کی پوری تفصیل
 بیان کی اس سلسلہ میں یہ بات بھی ذکر کی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا میں
 تجھے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ہر معاملہ میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھنا۔ پس اسی ایک بات سے تیرا سب دین مزین ہو جائیگا
 میں نے عرض کیا اور نصیحت فرمائیے ارشاد فرمایا قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ کیا کرنا کیونکہ یہ عادت آسمان میں
 تمہارے ذکر کا موجب اور زمین میں تمہارے سبب ہوگی میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے ارشاد فرمایا اکثر اوقات
 خاموشی کے ساتھ بسر کرنا کیونکہ یہ عادت شیطان کو پاس پھٹکنے نہیں دیتی اور تمہارے لئے دین کے ہر معاملہ میں
 معاون ہوگی میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے ارشاد فرمایا زیادہ قہقہے نہ لگانا کیونکہ اس حرکت سے دل مردہ ہو جاتا ہے
 اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے میں نے عرض کیا اور نصیحت فرمائیے ارشاد فرمایا حق بات کہنا اگرچہ تلخ ہی کیوں نہ ہو
 میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا
 خوف نہ کھانا میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے ارشاد ہوا اچھا جو سبب تم جانتے ہو کہ خود تم میں موجود
 ہیں اس پر نکتہ چینی سے لوگوں کو بھی صاف رکھنا (بیہقی)

بیت کلاک ثبوت اور بیت کرم و عجب کے ازالہ کا علاج ہوا اسی لئے اس صفت کو ایمان کی حقیقت جنت کیلئے موقوف علیہ کمال ایمانی کا معیار اور
 آپ کی وصیت میں جزا اہم قرار دیا گیا ہے۔ یہ مختلف الفاظ نہیں بلکہ متعدد حقیقتیں ہیں جو اسی ایک صفت میں پنہاں ہیں۔

(۴۹۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمَسْلُومِ
سِتٌّ بِالْمَعْرُوفِ يَسْلَمُ عَلَيْكَ إِذَا الْعَبْدُ وَجَّهَكَ إِذَا دَعَاكَ وَبَشَمَتْهُ إِذَا هَطَسَ وَتَعَوَّدَهُ إِذَا
مَرَحَنَ وَيَتَّبِعُ جَارَ تَمْرٍ إِذَا مَاتَ وَيُحِبُّكَ كَمَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (مرآۃ الترمذی والداری)

(۴۹۶) عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ الْقُرَشِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ بِلَالِ بْنِ أَبِي بَرْدَةَ فَجَاءَ رَجُلٌ
مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَقَالَ أَصْلَمَ اللَّهُ الْأَمِيرُ أَنْ أَهْلَ الطُّفْلِ لَا يُؤَدُّونَ زَكَاةَهُمْ وَقَدْ عَلِمْتُ
ذَلِكَ فَخَبَرْتُ الْأَمِيرَ قَالَ بِلَالُ بْنُ أَبِي بَرْدَةَ أَنْتَ قَالَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ مَا اسْمُكَ
قَالَ فُلَانٌ فَكُتِبَ لِصَاحِبِ شُرْطَتِهِمْ يَسْأَلُ عَنْهُ عَبْدُ الْقَيْسِ فَقَالَ وَحْدَهُ يُعْمَرُ فِي
حُبْنِهِ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي أَبِي مُوسَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (مرآۃ الطبرانی)

(۴۹۵) حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلامی آئین میں ایک مسلمان
کے ذمہ دوسرے مسلمان کے چھ حقوق ہیں جب ملاقات ہو تو اس کو سلام کرنا، جب بلائے تو اس کے یہاں
چلا جانا، جب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، جب بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرنا
جب مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ ساتھ جانا اور جوابات اپنے لئے پسند کرنا۔ (ترمذی - داری -)

(۴۹۶) ابو الولید قرشیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بلال بن ابی بردہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ قبیلہ عبد القیس
کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو ہمیشہ صحیح و سلامت رکھے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ
طفت کے باشندے اپنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اس لئے (ازرا و خیر خرابی) میں نے اس بات کی امیر المؤمنین کو
اطلاع کر دی ہے۔ اس پر بلال بن ابی بردہ نے پوچھا تو کس قبیلہ کا آدمی ہے اس نے کہا قبیلہ عبد القیس
کا پھر پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا فلال۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے گورنر کو لکھ بھیجا کہ وہ اس کے
متعلق عبد القیس سے تحقیق کریں انھوں نے جواب دیا میں نے ان کو بہت نیک نیت پایا ہے۔ اس پر
انھوں نے تعجب سے اللہ اکبر کہا اور ابو موسیٰ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص اس وقت تک پورا مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے
وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(طبرانی)

(۴۹۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَخَّرَ عَنِ النَّارِ وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلْتُدْرِكْهُ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْتِي إِلَى النَّاسِ الذِّئْبُ يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ. (سرواہ مسلم)

(۴۹۸) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَأْمُرَنَّ عَلِيَّ إِنْ شِئْتَ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ بَنِيهِمْ (مسلم)

(۴۹۹) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ إِنِّي أُحِبُّ لَكَ

(۴۹۷) عبد اللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کو درود بخ سے بہت دور رکھا جائے اور حق میں داخل کر دیا جائے تو اس کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کی موت اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان کے ساتھ ہو اور لوگوں کے ساتھ اس کو وہی معاملہ کرنا چاہئے جو وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کریں۔ (مسلم)

(۴۹۸) ابو ذر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ابو ذر! تم مجھے ایک سید سے سادے انسان معلوم ہوتے ہو اور میں تمہاری ذات کے لئے وہی بات پسند کرتا ہوں جو اپنی ذات کے لئے دیکھو وہ شخص صلی بھی پرگزرا میرے بننا اور کسی یتیم کا مال اپنی ذمہ داری میں نہیں لینا۔ (مسلم شریف)

(۴۹۹) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ دیکھو جو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے پسند کرتا ہوں اور جو اپنے حق میں ناپسند کرتا ہوں وہ تمہارے حق میں بھی

(۴۹۸) ابو ذر نظرۃ ایک نہایت عاجز و ناتوان اور کم عمر و کم مبالغہ صحابی تھے کسی مال کی تولیت کی ذمہ داری کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان میں پورے طور پر موجود نہ تھے اسی کو آپ نے ان کے ضعف سے ادا فرمایا ہے اور یہ ضعف جس میں بھی ہو گا اس کے لئے تولیت کا منصب مناسب نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہان کی تولیت کا بار اٹھانے کی استعداد عطا فرمائی تھی اس لئے آپ نے اس بار کو اٹھایا اور اس خوبی سے اٹھایا جو اس کا حق تھا۔ اگر ابو ذر میں بھی آپ کی مرتبہ کی تولیت سنبھال لینے کی استعداد دیکھ لینے تو کوئی ذمہ داری ان کے بھی سپرد کر دی جاتی۔ پس آپ کی خیر خواہی کا اصل نقطہ تمام صحابہ میں مشرک تھا اگر کسی کو کوئی ولایت دی گئی تو وہ بھی اس کے نفس کی خیر خواہی پر مبنی تھی اور اگر نہیں دی گئی تو اس کو بھی یقین رکھنا چاہئے کہ اس میں بھی اسی کی خیر خواہی مضمر تھی۔

(۴۹۹) اسلامی مملکت صرف دوسری مخلوق کے دائرہ تک ہی محدود ہو کر نہیں رہ جاتی بلکہ اس کو یہ ثابت کرنا پڑا کہ وہ خود اپنی جان اور دوسری مخلوق کے درمیان بھی اس کا پورا کھانا رکھتا ہے اسی لئے بڑی سی بڑی خصوصیت کے ساتھ پر بھی اسلام کی عمومی سنت خیر اختیار کی طور پر زبان سے نکلی جلی جاتی ہے گویا ہم سے اہم بات ذہن نشین کرنے کے لئے نوٹ سے نوٹ تہمیر صرف یہ ہے کہ مخاطب کے یقین دلایا جائے کہ مشکل اس کے اور اپنے نفس میں ایک ذرہ برابر دینی نہیں سمجھتا

مَا أَحَبُّ لِنَفْسِي وَأَكْرَهُ لَكَ مَا أَكْرَهُ لِنَفْسِي لَا نَفْعَ بَيْنَ السَّجْدَيْنِ (مرآۃ القرمذی)

حسن العهد

(۵۰۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجُوزٌ فَقَالَ مَنْ أَنْتِ قَالَتْ جَنَانَةُ الْمُرَيْنَةِ قَالَ بَلْ أَنْتِ حَسَانَةُ الْمُرَيْنَةِ كَيْفَ حَالُكُمْ كَيْفَ كُنْتُمْ بَعْدَ نَا قَالَتْ يَخْذِرُ فَلَمَّا خَرَجَتْ قُلْتُ ثَقِيلٌ هَذَا الْإِثْمَانُ عَلَى هَذِهِ قَالَ إِنْهَا كَانَتْ تَأْتِينَا آيَاتُ خَدِيجَةَ وَلَرَّ حُسْنَ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيمَانِ (اخرجه الحاكم وقال على شرطها ولاعله لمواقره الذهبي)

نا پسند کرتا ہوں۔ دونوں سجدوں کے درمیان اس طرح نہ بیجا کرو جیسا کہ اپنے سر پر زمین پر رکھ کر دونوں پر کھڑے کر کے بیٹھا ہے

محبت کا نباہ اور اس کا لحاظ پاس رکھنا

(۵۰۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے پوچھا تم کن قبیلہ کی ہو اس نے عرض کیا میں جنامہ مرزینہ ہوں آپ نے فرمایا بلکہ تم تو حسانہ مرزینہ ہو اچھا کہو ہمارے بعد تمہارے حالات کیسے گزرے اس نے عرض کیا سب خیریت رہی۔ جب وہ چلی گئیں تو میں نے عرض کیا ایک معمولی بڑھیا اور اس کی طرف آپ کی اتنی توجہ آپ نے فرمایا کہ یہ (حضرت) خدیجہ کی زندگی میں ہمارے گھر آیا کرتی تھیں اور قدیم شناسائی کے حقوق کی رعایت کرنی بھی ایمان کی ایک بات ہے۔ (حاکم)

جب تک اغراض نفسانی کا کوئی شائبہ بھی باقی ہے اس مقام رفیع تک رسائی مشکل ہے۔

(۵۰۰) حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ ایمان کے شعبے کچھ عبادات کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ان سے گذر کر من معاملہ اور حسن معاشرت جیسی جزئیات تک بھی پھیلے ہیں۔ اس قسم کی حدیثوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایمان اسلام کا احاطہ کتنا وسیع ہے۔

آئندہ حدیثوں سے بھی اس مضمون کی اور زیادہ تصدیق ہوگی۔

البذاذۃ

(۵۰۱) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ يَأْسِرُ بْنُ ثَعْلَبَةَ قَالَ ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا فَقَالَ لَا تَتَمَنَّوْنَ إِلَّا تَتَمَنَّوْنَ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ. (اخرجہ احمد وابوداود وابن ماجہ والحاکم وقال العراقی حدیث حسن وقال الدہلی هو صحیح وكذلك قال الحافظ ابن حجر۔)

گاہ بگاہ ترکِ زینت

(۵۰۱) ابوامامہ کہتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں دنیا کا ذکر آگیا تو آپ نے فرمایا سن لو اور خوب غور سے سن لو کہ زینت نہ کرنا اور گاہ بگاہ شکستہ حالت میں رہنا بھی ایمان کا اثر ہے۔ (ابن ماجہ۔ حاکم)

(۵۰۱) اسلام نے بناؤ سنگھار کرنا کسی وقت بھی پسند نہیں کیا اور بے زینت اور عیش و طرب کی زندگی اگرچہ جائز حدود میں نہ کر ہو۔ اس کو بھی مکروہ مجاہد ہے اسی طرح اس کے مقابلہ میں ربانیت اور بے حالی اور عام طوہر پر فتن سے بھی بچنا ہے۔ جمال کی ترغیب دی ہے اور اسی کے ساتھ گاہ بگاہ ایسی زندگی گزارنے کی بھی ہدایت کی ہے جس کی وجہ سے جمال و زینت کے ساتھ تکبر و غرور کی صفات پیدا نہ ہونے پائے اسلام جہاں غرور و تکبر سے روکتا ہے اسی کے ساتھ ذلت و خواری کی زندگی سے بھی منع کرتا ہے وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی عزت صرف مسلمان کے لئے ہے اس لئے نہ ایسے عمل کو پسند کرتا ہے جو اپنے نفس میں غرور و تکبر کا اثر پیدا کرے اور نہ اس کو جو انسان کے لئے سوائی میں موجب ذلت ہو۔ اس دعا کو تلاطم فرمائیے اور اسلام کے اصلی مقصد کو پہنچ جائیے۔ اللہم اجعلنی فی عینی صغیراً و فی اعین الناس کبیراً۔ اے اللہ تو مجھے اپنی نظروں میں توہمت کروے اور اپنی مخلوق کی نظروں میں معزز و بلند کر دے۔ یہ تو واضح کی نیت سے گاہ بگاہ زینت ترک کر دینا یقیناً انسان کے ایمان ہی کا تقاضہ ہو سکتا ہے۔ اس باب میں دونوں قسم کی حدیثیں ملتی ہیں اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر زینت اختیار کرو تو اس میں تحدیثِ نعمت کی نیت ہونی چاہیے اور اگر اس کو ترک کرو تو اس میں تو واضح اور اپنے نفس کی شکستگی کی نیت ہونی چاہیے۔ مگر جبکہ نیت سے زینت اور احساسِ کتری کی بنا پر بذاتِ عقل بلند اخلاق سے مری ہوئی باتیں ہیں۔ بالفاظِ میر لیل سمجھ لو کہ جب انسان کی عملی حالت میں گاہ بگاہ بذاتِ نظر آنے لگے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب اس کے نفس میں اصلاح کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں اس کی بہ ترکِ زینت احساسِ کتری کی بنا پر نہیں بلکہ اس کی نظروں میں دنیا کی حقارت کا اثر ہے اور اسی طرح اس کی زینت تکبر کی بنا پر نہیں بلکہ ایک عہد کی اپنے سونے کی منہوں کی شکر گزاری کے لئے ہے پس اپنے نفس کو ذلیل کرنا اور اس میں ذلیل خصال و کمالات پیدا کرنا برزِ اسلام کا مقصد نہیں۔ ان اللہ یحب المعیذ۔ اللہ تعالیٰ علوہمت کو پسند کرتا ہے اور ایک مسلمان کے نفس میں بلند و سخی پیدا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (باقی برصغور آئندہ)

السمت الحسن والتودة والاقتصاد

(۵۰۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَّجٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّودَةُ وَالْإِقْتَادُ جُزْءٌ مِنْ أَرْكَمٍ وَعَلَيْهِمْ جَزَاءٌ مِنَ الشُّبُورَةِ (رماء الترمذی)
(۵۰۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْهَدَى الصَّالِحَ وَ

اچھا طور طریق، متانت اور میانہ روی

(۵۰۲) عبد اللہ بن سرجس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اچھا طور طریق متانت اور میانہ روی نبوہ کا جو بیواں خیر ہے۔ (ترمذی)
(۵۰۳) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا طریقہ اور سمت حسن

(دقیقہ از صفحہ گذشتہ) یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کبر و قار اور تواضع و ذلت میں بڑا فرق ہے ان میں ایک دوسرے کے ساتھ التباس نہ جانا ہے۔ حالانکہ قار ایک مطلب صفت ہے اور کبر انتہاء جو مذموم اسی طرح تواضع انتہاء جو مطلوب ہے اصل ذلت اسی مذموم کہوہ حتیٰ کہ ایک حدیث میں یہ لفظ میں ان المؤمنین لایزال نفسہ۔ مومن اپنے نفس کو ذلیل نہیں کرتا اور کیسے ذلیل کر سکتا ہے جبکہ عروبہ العزت سے اس کو نیریزنا ہے۔ مومن کے متعلق ذلت کا تحمل نفاق کا ایک شعبہ ہے۔ جب رئیس المنافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق یہ کہ زبان سے نکالا لیکن رجعت الی اللہ صلی علیہ وسلم الا عنہا الا ذل۔ تو ان کے بیٹے جو اس وقت حلقہ گوش اسلام ہو چکے تھے فوراً تلوک کھینچ کر سنے آگے اور فرمایا خدا کی قسم جب تک توہ اقولہ نہ کرے کہ ذلیل تو ہے اور عزت والے صرف آپ کے صحابہ ہیں اس وقت تک تیری غیر نہیں۔ آخر اس سے یہ اقرار لیکر چھوڑا پس تواضع اصل ذلت میں بڑا فرق ہے۔

(۵۰۲) انسان کی معاشی اور معاشرتی زندگی ان ہی اجزاء کے اختیار کرنے سے متور جاتی ہے ایمان کے ترک کرنے سے بگڑ جاتی ہے۔ اس حدیث کا ایک ایک لفظ انسان کی معاشی اور معاشرت کا منتقل ایک ایک باب ہے۔
(۵۰۳) ان بعض روایات میں صرف ایک جز کا اختلاف ہے یہ کہ کئی جڑا اختلاف نہیں ہے دوسری احادیث میں ہے خواہی کہ نبوہ کا چھبیا بیواں جز قبول کیا گیا ہے۔ غم نبوت کے باب میں اس قسم کی حدیثوں کی مفصل شرح کر رکھی ہے اس جگہ ملاحظہ فرمائی جائے۔

سمت حسن انسان کی قوت عاقلہ کی تکمیل کا نتیجہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ فرماتے ہیں۔

وہ نہیں در قوت عاقلہ اور دوسرے میدان کہ بسبب آں حق تعالیٰ جس طرح نبی کی قوت عاقلہ میں زیادتی عطا فرماتا ہے
سمت صالح نصیب اگر دوسری آیات کتاب عادات اسی طرح اس کی قوت عاقلہ میں بھی زیادتی مرحمت فرماتا ہے
وہم بر منزل و بامست مدینہ بطورے کہ اداں فریز نور اور اسی وجہ سے سمت صالح اس کے نصیب میں آجاتی ہے

الْتَمْتُ الْحَسَنَ وَالْإِفْصَادَ جُزْءًا مِنْ عَشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبُوَّةِ - (رمضانہ ابو داؤد)

الحلم والالاء

(۵۰۴) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَشْجَعِ عَبْدِ الْقَيْسِ إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ الْحِلْمُ وَالْإِلَاءَةُ - (رمضانہ مسلم)

(۵۰۵) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِلَاءَةُ

اور میانہ روی نبوت کا پھیسواں جز ہے - (ابو داؤد)

حلم و بردباری

(۵۰۴) ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے... اشجع عبدالقیس سے فرمایا تجھ میں دو عادتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند میں بردباری اور صبر - (مسلم)

(۵۰۵) سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر اور بردباری

اہتمام فرمادو خلق و شجاعت و صیانت عداوت
کفایت و شافقت مصلحت ہر حقے ادا عطا
یکند و برکتیں جزا شایستہ واقع شدہ وہ
حدیث السمعت الصالح جز من خیر عشرین
جز من اجزاء النبوة۔
(قرة العینین ص ۱۶)

بھروہ صیانت مدنیہ، تحریر منزل اور جملہ آداب و عدالت
کی رعایت اس طور پر کہنے لگتا ہو کہ اس سے بڑھ کر کسی
کے خیال میں نہیں آسکتی اسکا اخلاق، پہاڑی اور صیانت
و عدالت اور سہوت و حمل کے مناسب نامناسب مصلحتوں
کی معرفت بھی بخیر و بایزای جز کی طرف حدیث السمعت
الصالح میں اضافہ کیا گیا ہے۔

خواہ صاحب کے اس بیان سے سمیت حسن کی تفسیر معلوم ہوگئی اور اسی سے اس کے اجزاء نبوت ہونے کے معنی بھی واضح ہو گئے۔ شاہ صاحب
موصوف نے کتاب مذکور کے ص ۱۶۵ کی مزید تشریح فرمائی ہے ملاحظہ کی جائے۔

یہ بات قابل یادداشت ہے کہ شعب اسلام میں بن اعمال کو اجزاء نبوت یا صبر نبوت کہا گیا ہے اس میں عمل پر اپنا سہل
منتسب کے قریب ہے ان اعمال کا خاصہ قرب ولایت نہیں قرب نبوت ہے ارباب حقائق کے اعمال صالحہ سے جو قرب نصیب
ہوتا ہے اس کی بھی دو قسمیں کی ہیں اس لئے بن سعید اور بلند طبائع میں قرب نبوت سے مناسبت ہوا انھیں ان اعمال کا خصوصیت
کے ساتھ لحاظ رکھا جائے اور ان حدیثوں کو محض ایک اسلوب تاکید خیال کر کے سمجھنا چاہئے۔

(۵۰۵) روایت میں موجود ہے کہ انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ خصلتیں مجھ میں فطری ہیں یا کبھی آپ نے فرمایا فطری
اس سے معلوم ہوا کہ جو اخلاق حسنہ انسان کی فطرت میں ہوں اگرچہ وہ اس کے اختیاری نہیں ہوتے تاہم وہ بھی اس کیلئے
قابل مدح اور اس کی سعادت کی علامت ہیں۔

مِنْ اللَّهِ وَالْمُجَلَّةُ مِنَ الشَّيْطَانِ - (مرآۃ الترمذی وقال هذا حديث غریب وقد تكلم بعض اهل الحديث فی عبد الحمید بن عباس الراوی من قبل حفظه

علامات الایمان والاسلام

(۵۰۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلْإِسْلَامِ ضَوْءًا مَنَاسِرَ الْمَنَارِ الطَّرِيقِ - (المستدرک)

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نصیب ہوتی ہے اور جلد بازی شیطان کی حرکت ہے۔ (ترمذی)

ایمان اور اسلام کی چند نشانیاں

(۵۰۶) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایمان کی بھی ایک چمک اور روشنی ہوتی ہے اور راستوں کے نشانات کی طرح اس کی بھی کچھ نمایاں علامتیں ہیں (مستدرک)

(۵۰۵) تعبیل کا رہے شیاطین بود - تقریباً اسی حدیث کا ترجمہ ہے۔ یہاں محبت سے مراد منافات کی ضد ہے تاہل باطل علیہ چیز ہے عبادات میں تاہل غیب اور اس کے خلاف محبت پسندیدہ ہے۔ مگر وہ محبت نہیں جس میں منافات ہوتی ہو۔

(۵۰۶) عرب کی سرزمین ایک چٹیل میدان تھی اس میں کسی علامت کے بغیر راستہ چلنا مشکل تھا اس لئے ان کا دستور تھا کہ راستوں کی شناخت کے لئے وہ جا بجا پتھر نصب کر دیا کرتے تھے۔ اسی دستور کے مطابق حدیث نے اسلام کو ایک میدان اور مومن کو اس کے مسافر سے تشبیہ دی ہے اور سمجھایا ہے کہ اس میدان میں بھی صحیح راستہ پر گامزن رہنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کے نشانات قائم ہیں اگر خدائے کر وہ یہ نشانات مٹ جائیں تو ہر صحیح راستہ کا پتہ ملنا ہی مشکل ہو اس تعبیر میں یہ تشبیہ کرنی مقصود ہے کہ جس طرح تم دنیا کے عام راستوں کے نشانات کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح تم کو ایمان و اسلام کے ان احکام کی حفاظت کرنی بھی ضروری ہے جو علامات اور نشانات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حدیثوں میں جن اعمال کو ارکان اور جن کو شعبے کہا گیا ہے یہ صرف عبارت کا تقاضا نہیں ہے اسی طرح یہاں جن اعمال کو مآراء علامت قرار دیا گیا ہے یہ بھی صرف مجاز و شاعریت نہیں بلکہ ان کی اپنی اپنی خاص خاص قیمتوں پر مبنی ہے مثلاً جن اعمال کو ارکان قرار دیا گیا ہے ان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دین کے لئے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں ان کا تم رہنا دین کا قائم رہنا اور ان کا گر جانا دین کے سقوط اور گر جانے کے مراد ہے اسی طرح جن کو فروع اور شعب کہا گیا ہے ان کی حقیقت میں دین اسلام سے چھوٹ کر نکلنے کی خصوصیت نمایاں ہے پس تاہل اور جاریہ خریعت کے نزدیک فرق یہ ہے کہ چار ایک ایسی چیز ہے جس کا شجرہ اسلامی سے چھوٹ کر نکلنا ضروری ہے۔

(باقی ماضیہ بر صوفہ آئندہ)

الیقین بان اللہ تعالیٰ مع حیث ماکان

(۵۰۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْعَامِرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ تَعَلَّهِنَّ فَقَدْ طَعَمَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ عَبْدَ اللَّهِ وَخَذَهُ بِأَنَّةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

اس بات کا یقین ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے

(۵۰۷) علامہ ابن مسعودی ماری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تین کام کر لئے اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔ اس تصور کے ساتھ خدا کی عبادت کی کہ اس کے سوا معبود

رہیقہ از صفحہ گن مشتمل مگر ناز صرف اتنی حیثیت ہیں کہ وہ ایک اور کے درجہ کا رکن ہے جس پر دین کی بنیاد قائم ہے۔ اگر وہ منزل ہو تو دین کی ساری عمارت منزلزل ہو جاتی ہے اسی طرح جن اعمال کو مزار اور علامت قرار دیا گیا ہے ان میں انسان کی تصدیق باطن یا اعتباری ظاہر پر علامت ہونے کی خصوصیت نمایاں ہونی چاہئے جس کی بناء پر اس کے صداقت کی دلیل بن سکیں۔ اگر آپ انسان و شعب اور علامات کی ان جدا جدا خصوصیات کو کہے طور پر سمجھ جائیں اور اجزائے دین میں صحیح صحیح ان کا انداز بھی کر لیں تو یہ ایک بہت بڑا علم ہو گا مگر نہ ہم مختصر الفاظ میں اس کو مختل اور سمجھا سکیں تاور ہیں اور نشان مختصر و افاق میں اس کو پہلے لانے کی ہمارے پاس گنجائش ہے اس لئے ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے کہ ہر ذی فہم اپنی اپنی مقدار فہم کے مطابق اس غور و خوض میں حصہ لے اور حدیث کے حقیقی سمندروں میں سے ان بے بہا حقیقتوں کو بحال بحال کر اپنے خزانہ دل میں جمع کرتا رہے۔

وادم تراز گنج مقصود نشان مگر از سیدیم تو شاید برسی

واضح رہے کہ احادیث میں ایمان کا عام استعمال قطعی تصدیق میں اور اسلام کا اعمال ظاہر میں کیا گیا ہے اس لحاظ سے علامات کی بھی دو قسمیں ہوں گی۔ بعض قسمیں وہ ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے اور انسان کے خرد اپنے ہی فیصلہ کرنے کی باتیں ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق جوارح کے ساتھ ہے ان میں دوسروں کی شہادت کا بھی دخل ہے اور ہر صورت علامت کا مرتبہ صرف اتنا ہی ہے کہ اسے دیکھ کر غن پیدا ہونے لگتا ہے کہ جس چیز کے لئے اس کو علامت مقرر کیا گیا ہے وہ بھی وہاں موجود ہے اگرچہ اس کا ہر تاقطعی اور ضروری نہیں ہر کتاب کے کسی مانع کی وجہ سے اس علامت کی موجودگی کے باوجود اس نے کا وجود نہ ہو۔ بادل آتے ہیں اور بارش ہوتی ہے مگر کبھی بادلوں کے باوجود بارش نہیں ہوتی اس کے بھی کچھ قریب یا بعد اسباب ہوتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بادلوں کے بارش کی علامت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوتا۔ پس زیر عنوان احادیث کا مشا یہ نہیں کہ ان امور کے بعد ایمان و اسلام کا وجود کسی شک و شبہ کے بغیر ثابت ہو جاتا ہے بلکہ یہ صرف اس کی علامات ہیں کو ان ان احادیث کا مشا یہ ہے کہ ایک مسلمان اور ایک مومن کہلے یہ جانتے شرم ہے کہ وہ ایمان و اسلام کا دعویٰ تو کرے مگر اس میں ایمان و اسلام کی ایک علامت بھی نہ پائی جائے۔ آپ ان علامات کو اپنے قلب و قاب میں پیدا تو کیجئے پھر تجرہ کیجئے کہ آپ کا ظاہر و باطن ایمان و اسلام کی حقیقت سے بھی دیکھ ہو جاتا ہے یا نہیں۔

وَأَعْلَى زَكَاةٍ مَالِهِ طَبَقَتْ بِهَا نَفْسِي فِي كُلِّ عَامٍ فَذَكَرْتُ الْحَدِيثَ فِي آخِرِهِ قَتَا تَزَكِيَةَ الْمَرْءِ
نَفْسَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ مَعَهُ حَيْثُمَا كَانَ (رواه البخاري مسنده)

(۵۰۸) عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ أَفْضَلَ الْإِنْسَانُ
أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ مَعَهُ حَيْثُمَا كُنْتُ. (رواه الصبراني)

(۵۰۹) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْهَرُونَ بِالْتَّكْبِيرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ

اور کوئی نہیں۔ اور اپنے مال کی زکوٰۃ نہایت فراخ دلی اور خوشی کے ساتھ سال بہ سال ادا کی اس کے بعد
انہوں نے آپ کی پوری حدیث ذکر کی اور اس کے آخر میں یہ بات بیان کی کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ
یہ تو مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ تھا فرمائیے نفس کی زکوٰۃ دینے کا طریقہ کیا ہے فرمایا یہ کہ اس بات کا یقین
حاصل ہو جائے کہ انسان جس جگہ بھی ہو اللہ کی ذات پاک اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ (بخاری)

(۵۰۸) عبادہ بن صامتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میں
افضل ایمان یہ ہے کہ تو اس کا یقین رکھے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تیرے ساتھ ہی جہاں بھی تو ہو (طبرانی)
(۵۰۹) ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے
لوگ جہجہج کر تکبیریں کہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو راہی جانوں پر رحم کھاؤ تم اس کو تو

(۵۰۹) طارک کو قول فی النفس اور قرات فی النفس کے معنی سمجھنے کے لئے اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے بعض
لوگ اس کے معنی صرف قلبی تصور سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک لغت کے لحاظ سے یہ مکمل ہے جو ترجمہ ہم نے ادھر کیا ہے۔ ہمارے
تذکرہ دی مختار ہے۔ یہ حقیقت بار بار آپ کے سامنے پیش کی جا چکی ہے کہ اسلام صرف ذاتی اقرار کا نام نہیں، صرف تصدیق
کا نام بھی نہیں بلکہ اس سے گندہ مرتد احسان تک رسائی حاصل کرنے کا نام ہے۔ مرتد احسان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے اس استحضار
کو کہتے ہیں جس میں غیبت و شہادت کا فرق باقی نہ رہے۔ اس کا تصور اس درجہ غالب آجائے کہ ہر وقت یہ محسوس ہونے لگے
گو یا وہ تبارہ ساتھ ہے اس کا قرب اس درجہ مستولی ہو جائے کہ شتر سوار کو جو چیز سب سے زیادہ نزدیک نظر آرہی ہو وہ
اس کو اس سے بھی زیادہ نزدیک نظر آنے لگے۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ کا پاک تصور جس طرح مارت کی ہر ظلمت سے مستود میرا
ہے اسی طرح اتنا مجرب بھی نہیں ہے کہ اس کے متعلق سمجھ و بصر کا تصور اس کے تجر کے مافی ہوا یہاں داعی اسلام نے یہ ہدایت
فرمائی کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے متعلق جو تصورات بتائے گئے ہیں وہ فرضی نہیں بڑی حقیقت رکھتے ہیں اگر اس پر سمجھ و بصیر کا
اطلاق کیا گیا ہے تو اس کی حقیقت بھی ہمیشہ تبارہ زیرِ نظر رہی چاہئے۔ تبارہ ہی یہ جہجہج کا ترجمہ دیتی ہے کہ تم نے اپنے خدا
کو شاید اہم اور غائب سمجھ رکھا ہے اس لئے تم اس ادب و شانت کے ساتھ اس کو یاد کیا کرو کہ صرف تبارہ ذہن میں ہی اس کے
سمجھ و بصیر ہونے کا تصور نہ ہے بلکہ ہر دیکھنے والا بھی یہی سمجھے کہ تم ایسے خدا کو یاد کر رہے ہو جس میں یہ دونوں صفات

اِزْبَعُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اَنْتُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اَنْتُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيعًا بَصِيرًا وَهُوَ
 مَعَكُمْ وَالَّذِي تَدْعُوْنَ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ عُنْتِيْ رَاجِلًا قَالَ اَبُو مُوسٰى وَاَنَا
 خَلْفَةُ الْاَوَّلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فِيْ كُفْيٰى فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بِنْ قَيْسٍ اَلَا
 اَذْ لٰكَ عَلٰى كُنْزٍ مِّنْ كُنْزِنَا الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا
 قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (متفق عليه)

نہیں پکار رہے ہو جو سنا نہ ہو یا یہاں موجود نہ ہو تم تو اس کو پکار رہے ہو جو شنوا اور بینا ہے اور
 جو تمہارے ساتھ ہے جس کو تم پکار رہے ہو وہ تو تم سے تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ نزدیک
 ہے۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا اور آہستہ آہستہ یہ کلمات
 کہہ رہا تھا لا حول ولا قوۃ الا باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ بن قیس
 (ابو موسیٰ کا نام ہے) کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کی اطلاع نہ دوں میں نے
 عرض کیا یا رسول اللہ ضرور۔ آپ نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔ (متفق علیہ)

جدہم جو محدث یا غمناک سانی حرکت کا نشانہ صرف اس معنی میں کہ وہ ظائف بندگی میں مشغول کرنا اور اس کی یاد میں
 تر رکھنا ہے اور بس۔ جب تم اس درجہ پر پہنچ جاؤ گے تو اس کی علامت ہوگی کہ اب تم میں مرتبہ احسان کے اثرات
 پیدا ہو گئے ہیں اور اسلام کی بلند چوٹیوں پر تمہاری رسائی ہونے والی ہے۔ مومن کامل میں جب یہ نسبت احسان
 واضح ہو جاتی ہے تو پھر نوبت یہ آ جاتی ہے کہ اگر تمام جہاں بھی زیرِ قدم ہو جائے جب بھی اس کے اس استحضار
 میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا اس لئے اس مومن کی شان یہ ہو جاتی ہے کہ لا یخزن خمر الفزع الا کبرہ
 یعنی ہنگامہ قیامت بھی ان کے لئے غم کا موجب نہیں ہوگا اور اس عظیم ہنگامہ میں بھی پورے مطمئن نظر
 آئیں گے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غارِ مدینہ شریف لئے اور دشمن سر پر کھڑا تھا اس خطرناک
 موقع پر آپ کے لئے موجب اطمینان یہ تسلی بخل تصور تھا لا تخزن ان اللہ معنا۔ یعنی اے رفیقِ غار
 تم غم نہ کھاؤ کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دریلئے نیل کو اسی طاقت سے عبور
 کر رہے تھے۔ ان معی ربی میں کھدا بن۔

صبر و افعال کلہا اللہ سبحانہ

(۵۱۰) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَابْتَغَى اللَّهَ وَأَعْطَى اللَّهَ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ (رحمہ اللہ ابو داؤد و الترمذی و زاداحمل انعم باللہ)

(۵۱۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَنْتَعِزُ الْعَبْدُ صِرَاطَ الْإِيمَانِ حَتَّى يُحِبَّ اللَّهَ وَيُبْغِضَ اللَّهَ فَإِذَا أَحَبَّ لِلَّهِ وَابْتَغَى اللَّهَ فَقَدْ اسْتَقَمَّ الْوَلَايَةَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى (رحمہ اللہ احمد)

تمام اعمال کا رخ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی طرف پلٹ جانا

(۵۱۰) ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر دشمنی رکھے۔ کسی کو دے تو اسی کے نام پر نہ دے تو اسی کی وجہ سے تو اس شخص نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔ امام احمد کی روایت میں اتنی زیادتی اور ہے کہ نکاح کرے تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے (یعنی عفت فرج مقصود ہو)۔ (ابوداؤد ترمذی)

(۵۱۱) عمرو بن جوح روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ بندہ کا ایمان اس وقت تک خالص اور کامل نہیں ہو گا جب تک کہ وہ خدائے تعالیٰ ہی کے نام پر دوستی اور اسی کے نام پر دشمنی کرنے کا عادی نہ ہو جائے پھر جب یہ اس کا عادی بن جائے تو اب اس کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ولایت سے نواز دے۔ (احمد)

(۵۱۱) ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دواعی قلب اور حرکات جوارح سب رضا الہی کے تابع بن جائیں تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اب ایمان اس کے ظاہر و باطن میں پورے چمکے قلب و زبان میں پوری یک رنگی پوری صداقت پیدا ہو چکی ہے اور اس میں نفاق کے کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ عمرو بن جوح کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس انسانی جب ترقی کی اس مراجعہ پر پہنچتا ہے تو وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ فضل الہی اس کو اپنی ولایت خاصہ کا خلعت پہنا دے شاید صوفیاء کرام اسی کو فنا و بقا کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہی نسبت احسان کا خلاصہ ہے۔

گفت قدوسی فقیری در فنا و در بقا

نفاق کے باب کے تفصیل نوٹ میں اس پر سر حاصل بحث موجود ہے ملاحظہ کیجئے۔

الجهاد باليد واللسان والقلب

(۵۱۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِثُونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ

امریا المعروف ونہی عن المنکر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا

(۵۱۲) عبد اللہ بن مسعود روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی امت میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس کی امت میں ایسے لوگ فروگذاشت نہ کرنا

(۵۱۲) امام مسلم نے اس حدیث کو طاری بن شہاب کے واسطے سے بھی روایت کیا ہے اس میں ان مراتب ثلاثہ کو وقتی استطاعت و قدرت کے ساتھ متذکر کیا گیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

”تم میں جو شخص کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے اسے پہلے کہ اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کرے۔ اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس کی مخالفت کرے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اس سے کیا کہ کہ اپنے دل میں اس کی ناگواری بظاہر محسوس کرتا ہے اور وہ جہاد ان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“

اس حدیث میں ایمان کے تین درجے قائم کئے گئے ہیں قوی، درمیانہ، اہل ضعیف ان میں ہر ایک درجہ کا اقتدار جہاد ہر ایک کی علامت علیحدہ علیحدہ ہے۔ سب سے ضعیف درجہ کی علامت یہ ہے کہ خلاف شرع امور سے قلب میں ہمد وقت نفرت و کراہت محسوس ہو یعنی جب کسی کوئی منکر نظر آئے تو فوراً قلب میں اس پر ناگواری محسوس ہو۔ قرآن کریم میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے وکفرہ الیکم الکفر والعصیان (اللہ تعالیٰ نے (صرف اپنی ہدایت سے) تمہارے دلوں میں کفر فتنہ، اور اپنی نافرمانی سے کراہت ڈال دی ہے) اس کراہت کے بھی ضعف و قوت کے لحاظ سے تین مراتب نکل سکتے ہیں سب سے اعلیٰ تو یہ ہے کہ خدا کی زمین سے کفر و فتنہ کو اپنی قوت بانو سے مٹا دے اور اس سے تو کیا کہ کہ دل میں اس کی ناگواری محسوس کرتا ہے اگر تھکا احساس بھی نہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب اس میں ایمان کی کوئی نشانی بھی نہیں۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ نے بہت کچھ لکھا ہے ہمارے نزدیک سب سے اچھی شرح حافظ ابن تیمیہ کی ہے لیکن وہ محدثین کی اس تحقیق پر مبنی ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام نہیں بلکہ تصدیق و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے اسی مجموعہ پر ہر درجہ کا وعدہ کیا گیا ہے اس بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اس مجموعہ میں جن باتوں پر ثواب کا وعدہ ہے وہ امر بالمعروف کے سلسلہ میں صرف ہی تین باتیں ہیں۔ تغیر یا لیل ان میں سب سے اعلیٰ ہے اور ان کا قلبی سب سے ادنیٰ ہیں اگر کسی کا ہاتھ ازالہ منکر کے لئے حرکت نہیں کرتا، اس کی زبان روکنے کے لئے نہیں ہلتی اور اس کا قلب اندرونی طور پر بھی انکار کے لئے آمادہ نہیں ہوتا تو اس کے بعد اب اعمال ایمانی میں ایسا کوئی عمل نہیں ہے جس کی ادائیگی پر اس کو کسی ادنیٰ ثواب کا بھی استحقاق ہو۔ محدثین کے نزدیک چونکہ اعمال ایمان کے اجزاء شمار ہوتے ہیں اس لئے اس حدیث میں اجزاء ایمان کی فقیہ سے محال ہی کی فقیہ مراد ہے۔ ویس ورا وذلک من الايمان جنة خرد دل کی شیک شرح ہے یعنی انکار قلبی کے بعد اب رائی کے

يُسْتَنَبَ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهُ ثُمَّ لَهَا تَخَلُّفٌ مِنْ بَعْدِ هُمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ
وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بَيِّدَهُ فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ

معین و مددگار اس کے طریقہ کار کے متبع و پیروکار اور اس کے ہر حکم کے مقتدی و فرمانبردار ہوا کرتے تھے
بھران کے بعد ان کے جانشین کچھ ایسے بد اطوار لوگ ہوئے (جن کے قول و عمل میں بڑا فرق تھا) وہ
جوبات اپنی زبانوں سے کہتے اس پر عمل نہ کرتے اور وہ حرکتیں کرتے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا جو شخص

دانہ کے برابر ہی ایمان کا کوئی جزا یا نہیں رہا جس کو کئی اخیر مرتبہ اس کے معنی نہیں ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص مومن ہی
باقی نہیں رہے گا۔ (دیکھو کتاب الامان ص ۱۷۷)

اصل حقیقت یہ ہے کہ امیر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان بالشر کے ساتھ بہت گہرا ربط ہے حسب ذیل آیت پر غور کیجئے
كَتَمَ خَيْرَاتِهِ اخِرَجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَذُوْهُمْ صَوْنٌ بِاللّٰهِ۔ یعنی اس امت کی
خیریت جن امور کے ساتھ وابستگی گئی ہے ان میں سب سے متاثر ایمان بالشر کی صفت ہے اور امیر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی
کے لوازم ہیں اس لئے پہلی امتیں اگر ایمان بالشر میں ہم سے پیچھے رہی تو امیر بالمعروف میں بھی ان کا قدم ہم سے پیچھے ہی تھا اور یہ
امت اگر ایمان بالشر میں سب سے فائق رہی تو امیر بالمعروف میں بھی اس کا قدم سب سے آگے ہے۔ یہ حال ایمان بالشر کے ساتھ کسی نہ
کسی مرتبہ میں امیر بالمعروف ہونا بھی ضروری ہے جس کا سب سے ضعیف درجہ انکار قلبی ہے اگرچہ بھی نہیں ہے تو پھر بغور کرنا ہوگا کہ اب
اس میں ایمان بالشر کی کتنی مدد اور اس کی کیا علامات باقی ہے۔ اسلام میں ایمان کی علامت صرف پشانی پر نثار کا نشان
ہر نثری ہر ہندو کی خشکی اور بد وقت و نکرہ کی ادائیگی قرار نہیں دی گئی بلکہ اس کی ایک بڑی علامت امیر بالمعروف اور نہی عن المنکر
بھی قرار دئی گئی ہے اس سے واضح ہو کہ ایمان بالشر اور امیر بالمعروف میں بڑا گہرا ربط ہے۔ ایمان صرف ان اعمال کے ادا کرنے
سے کامل نہیں ہوتا جن سے کہ ایک انسان کے نفس کی صرف ذاتی تکمیل ہوجاتی ہے بلکہ اس کا سیارہ اعمال میں جن سے تمام مخلوق
کے نفوس کی تکمیل ہوتی ہے یعنی امیر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ اس امت کی خلقت کا اصل بنیاد صرف اپنے کمالات
علیہ و علیہ کی تکمیل نہیں بلکہ خدا کے تمام مخلوقات کے تکمیل کی ذمہ داری بھی اسی کے سر ہے اور یہی اس کا طفرہ امتیاز
ہے اور اسی بنا پر اس کو تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

یہ بات بہت زیادہ قابل غور ہے کہ جب ایک انسان کی ذاتی تکمیل کے لئے بھی قوت ایمانی کی ضرورت ہے تو اس
امت کے لئے جس کی بدعت و دی گئی ہو کہ وہ تمام دنیا کی طاقتوں کو جیلنج کر دیکر ان کی نفسیاتی اور اخلاقی تکمیل کر دے، کتنے
عزم و کتنی قوت ایمانی اور کتنے وثوق بالشر کی ضرورت ہوگی، ایمان بالشر کے بغیر امیر بالمعروف ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ صفت
جتنی کامل ہوگی انسان اتنا ہی امیر بالمعروف کے لئے مضطر ہوگا اور اگر بغیر نبی سے وہ اس اضطراب سے قائل ہو چکا ہے تو
جب تک اس میں نور ایمانی کا کوئی ذرہ موجود ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا دل احساس ناگواری سے زوال نہ رہے اگر
اس میں احساس ناگواری بھی نہیں تو پھر سمجھنا چاہئے کہ اس میں غیرت ایمانی کا کئی شاہد بھی نہیں۔ یہ تھی اس حدیث کی مختصر
شرح اب امیر بالمعروف کے متعلق چند اہم کلمات سنئے۔
حدیث کے فقرہ اذارای منکر آج جب کوئی برائی دیکھے میں رویت سے مراد برائی کا ثبوت اور یقین ہے

بَلَايَهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ يَغْلِبْهُمْ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ ذَرَاءُ ذَٰلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ
حَبَّةٌ خَرَّتْ دَلِي. (مرآۃ الخس فی البخاری)

بھی ایسے لوگوں کا اپنے ہاتھ سے مقابلہ کرے وہ مومن اور جویان سے ان کی تردید کرے وہ مومن اور جو صرف
قلبی ناگواری پر کفایت کرے وہ بھی ایک درجہ کا مومن ہے اس کے بعد ایک رائی کے دانہ برابر بھی
ایمان کا کوئی جز نہیں۔ (مسلم وغیرہ)

اس کا آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہے تاہم صاحب بحر الرائق نے پانچویں جلد میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو کسی
مصیبت میں مبتلا دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بھی ازالہ کا حق حاصل ہے اور اگر وہ اس مصیبت سے قاصر ہو چکا ہے تو اب
اس کو صرف یہ حق ہوگا کہ اس معاملہ کو قاضی تک پہنچا دے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علیٰ طہر تفری صرف قاضی کا وظیفہ ہے اور دفعات
تفریہ کا اجراء عوام کا حق نہیں ہاں مبرا بالمعروف ہر شخص کا فرض ہے اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے۔

یہ بات قابل فراموشی نہیں ہے کہ شریعت میں جتنا امر بالمعروف کی ترغیب ہے اتنا ہی تجسس احوال کی ممانعت بھی ہے
قاضی اس کا امام نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے حالات کا زیر دستی تجسس کیا کرے اس کا فرض صرف یہ ہے کہ جب اس کے سامنے
کوئی معاملہ آجائے تو وہ اس کی تحقیق کر کے مناسب فیصلہ صادر کر دے۔ یہاں کتاب الاحکام السلطانیہ میں قاضی ابو یعلیٰ نے بہت
خوب تفصیل کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگر وہ اقتصادیا سے جس کا تجسس نہ کرنے سے کسی کی جان، آبرو یا مال ضائع ہو جائے کا خطرہ
ہوتا ہے جیسا زارہ جوری اور قتل توان معاملات کا تجسس کرنا امام کا فرض ہے اور اگر ایسا معاملہ نہ ہو تو یہ عام حالات میں
تجسس کرنا مناسب نہیں ہے۔ دوم یہ کہ جن ملکات کا انکار کرنا واجب ہے وہ اپنے ملکات میں جو بالاتفاق منکر ہیں۔ مختلف
مسائل میں ایک دوسرے پر انکار کرنا قلم اور تنگ نظری ہے قاضی ابو یعلیٰ اس کی اور تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں
اس اختلاف کا استشہاد کرنا ضروری ہے جو چہرہ کے بالمقابل ہوا کسی شفق علیہ حرام کا ذریعہ بن جائے۔ جیسے سحر کہ چہرہ کے
نزدیک نقد ہوا اور دھار دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ اس مسئلہ میں اگرچہ بعض سلف کا کہہ خلاف منقول ہے لیکن چونکہ یہ
چہرہ کے خلاف ہے اس لئے اس پر بھی انکار کرنا ضروری ہوگا۔ امام احمد نے یہاں ایک اور دیکھتے تفصیل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
اس قسم کے مسئلہ پر عمل کرنے والے کو مزارعہ دیکھائے مگر بعض سلف کے خلاف کی وجہ سے اس کو فاسق نہ کہا جائے۔ محل متہ
بھی اسی قسم میں داخل ہے یہ بھی چہرہ کے خلاف ہے اور اگر اس کی اجازت دیدی جائے تو یہ مہرج زنا کا ذریعہ بن سکتا ہے
جو شفق علیہ حرام ہے اس لئے اس کی بھی ممانعت کی جائے اور اس کے مرتکب کو مزارعہ بھی نہ دیکھائے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے
کہ سلف میں کوئی اس کا قائل نہ تھا تو اس کو فاسق بھی کہا جائے۔ (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۵۲)

اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت ہے اس سے زیادہ اہمیت مواقع انکار جاننے کی ہے
بہا اوقات بلے عمل انکار خدا ایک منکر کی صورت بن جاتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے اس کی ہا صورتیں تحریر فرمائی ہیں (۱) منکر اور
برائی کو روکنے سے اصلاح کی قریع ہو اور اس کی بجائے نیکی پیدا ہونے کی امید ہو۔ (۲) اگر اس کے ازالہ کی توقع نہ ہو تو
گناہ کم اس میں خفت کی امید ہو۔ (۳) یا اس کے ہموزن دوسری برائی پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔ (۴) یا اس سے ہمت برائی
کا خطرہ ہو۔ (باقی حاشیہ بر ص ۲۵۲ آئندہ)

الاجتناب عن الشبهات

(۵۱۳) عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الشَّعْبَانِيِّ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ إِنَّ الْحَلَالَ بَيْنَ وَبَيْنَ الْحَرَامِ بَيْنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ

جن باتوں کا ٹھیک حکم معلوم نہ ہو ان کو ترک کر دینا

(۵۱۳) نفعان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ (دین میں) حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ہاں ان دونوں کے درمیان کچھ باتیں مشتبہ ہیں

(بقیہ از صفحہ گزشتہ) صرف پہلی دو صورتوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری ہے۔ تیسری صورت خود انسان کے احساس و تیز بہر قوت ہے اور چوتھی صورت حرام ہے۔ اس تفصیل کے مطابق اگر ایک جماعت فطری کھیل رہی ہے اور امید ہے کہ اگر اس کو روکا گیا تو وہ کسی اور بہتر شغل میں لگ جائے گی تو اس کو منع کرنا ضروری ہوگا ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر ایک شخص ناول دیکھتا ہے اور خطر یہ ہے کہ اس کو روکا گیا تو وہ اور بدوین اور فاسد الفائدہ مصنفین کی کتابوں کے دیکھنے میں مشغول ہو جائے گا تو اس کو ناول دیکھنے سے منع نہ کرنا ضروری ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر ایک شخص شراب نوشی اور قمار بازی میں مشغول ہو اور اس کی فاسد فطرت سے یہ اندیشہ ہے کہ اس کو روکا گیا تو وہ قتل و غارت میں مشغول ہو جائے گا تو ایسے شخص کو ان شغل میں رہنے دینا مناسب ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۳ ص ۲)

عالم وہ ہے جو ان مراتب کو پہچانے انسان کی صحیح رعایت بھی رکھے نہ ہر کہ سرسبز شد قلندری دانہ۔

(۵۱۳) حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ دین کا بڑا حصہ کھلا ہوا حلال یا کھلا ہوا حرام ہے۔ اس پر عمل کرنا تو کوئی بڑے کمال کی بات نہیں یہ تو ہر شخص کا فرض ہے البتہ اس کا ایک حصہ وہ ہے جس کے متعلق اکثر لوگ کھلے طور پر نہیں جانتے کہ وہ حلال ہے یا حرام۔ مخصوص اور بڑے درجے کے علماء اگرچہ اس کا بھی حکم جانتے ہیں لیکن متوسط طبقہ کے نزدیک اس کا حکم مشتبہ ہوتا ہے یہی حصہ انسان کی کمزور فطرت کی آزمائش گاہ ہے جس شخص نے اس اشتباہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا، اس نے دیندار طبقہ کی نظروں میں اپنی دینی عظمت و محبت کا سائلہ مشتبہ کر دیا اور ایک حد تک انھیں نکتہ چینی کرنے کا حق دیا لیکن جس شخص نے یہاں استقامت دکھلائی اس نے اپنی دینی شخصیت صاف کر دی اور یہ ثابت کر دیا کہ اس کے قلب میں دین کا درحقیقت بہت بڑا احترام ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جس کو مشبہات کا اصل حکم معلوم ہے وہ اس جگہ زیر بحث ہی نہیں وہ ان سب میں کامل زانسان ہے وہ غلطی و ذوق پیدا کر کے اشتباہ کی ظلمت سے نکل چکا ہے اس لئے اس کے حق میں کمال یہ ہے کہ جس کی تحقیق ہوا سی پر عمل کرے کیونکہ جب

اس کے حق میں یہاں کوئی اشتباہ ہی نہیں تو اس کے لئے انکار عن الشبهات کا حکم بھی نہیں۔ چونکہ فروع اور احیاط کی اس منزل تک رسائی آسان امر نہیں یہاں صرف ظاہری اعتناء کی سلامتی سے کام نہیں چلنا بلکہ قلب انسانی کی سلامتی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیہ فرمائی کہ اگر تم اس وادی کو مسجد کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے قلب کی سلامتی پیدا کرو۔ قلب کی سلامتی یہ ہے کہ اس میں ایک ذات پاک و صمد لاشریک لہ کی محبت کے سوا کسی

لَا يَعْلَمُهُمْ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنَ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِزِّ حُضْرِهِ وَمَنْ
وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ - كَالرَّاعِي حَوْلَ الْحَيِّ يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ

جن کا معصوم اکثر لوگ نہیں جانتے جو شخص ان باتوں سے بچتا رہے اس نے تو اپنے دین اور آبرو کی طرف سے
صفائی پیش کر دی اور جو ان میں مبتلا ہو گیا وہ یقیناً حرام میں بھی مبتلا ہو کر رہے گا۔ اس کی مثال اس
چرواہے کی سی ہے جو اپنے جانوروں کو کسی (مخصوص) جنگل کے ارد گرد چراتا رہے۔ قریب ہے کہ اس کے

غیر کی محبت کی سائی نہ رہے اور ان اعمال کے سوا جن میں اس کی رضامندی ہو کسی اور عمل کا جذبہ نہ رہے جب اس میں
یہ صفت پیدا ہو جائے گی تو ظاہری اعضاء خود بخود اطہر شرعی کی بجائے آوری کے لئے مضطرب ہو جائیں گے اور منہیات
شرعیہ تو درکنار امور مشتبہ سے بھی طبعاً متفرج ہو جائیں گے اور یہ شخص منزلِ نفاق و شوق کے ساتھ طے ہونا شروع
ہو جائے گی۔ لیکن اگر قلب میں اس طرح صفت سلامتی پیدا نہیں ہوئی اور وہ بدستور خواہشات نفسانی کا گرفتار رہا
تو اس کا اثر انسان کے ظاہری اعضاء میں بھی نمودار ہوئے بغیر نہیں رہے گا کیونکہ انسانی اعضاء میں قلب کی مثال ایسی ہر
جیسی فوج میں ایک بادشاہ کی جس طرح فوج کی صلاح و فساد کا مدار بادشاہ کے صلاح و فساد پر ہوتا ہے اسی طرح اعضاء
ظاہری کی صلاح و فساد کا مدار قلب کی صلاح و فساد پر ہوتا ہے۔ یہی اہل ایمان کے قابلِ نکستہ صلاح قلب ہے اسی لئے
مسند امام احمد میں حضرت انسؓ مروغاً روایت کرتے ہیں "لَا يَسْتَقِيمُ اِيْمَانُ عَبْدٍ حَتَّى يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ" کسی بندہ کا
ایمان اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا قلب درست نہ ہو جائے۔ یہاں استقامتِ ایمان میں
اعمال کی استقامت بھی داخل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ دعا تعلیم
فرمائی ہے۔ اللہم انی اسألك قلبا سلیمًا اے اللہ میں تجھ سے ایسا قلب مانگتا ہوں جو سلیم ہو۔ آیت ذیل میں
بھی اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے یوم لا یفنع مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سلیم۔
یہ صفت انبیاء علیہم السلام کو کسب و مجاہدہ کے بغیر نہ مل سکتی تھی اس کمال کے ساتھ عطا کر دی جاتی ہے
کہ وہ شرک و کفر کی خوفناک سے خوفناک و اوروں سے بھی اس طرح پاک و صاف گذر جائے کہ ان کے دامنِ اعتقاد میں
شک و شبہات کا ایک کاٹا بھی نہیں جیتا۔

عالم کے موصوفہ مہینے حضرت خلیلؑ نے جب دنیا میں قدم رکھا تو اپنے چاروں طرف بت پرستی اور کواکب پرستی کا
ماحول دیکھا مگر قدرت نے ان کو ایسا سلیم قلب مرحمت فرمایا تھا کہ پہلی ہی نظر میں ان کو ستاروں کی چمک دمک اور بتوں
کی رعنائی ایک منظر کا ذب نظر آئی اور ان تمام مبدءِ اباطل سے انھوں نے بیک آواز اپنے ان الفاظ میں ہنراری کا
اعلان کر دیا اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلذِّی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِکِیْنَ ؟ ان کی
اسی فطری سلامتی قلب کو حسبِ ذیل آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ اذ جاء ربہ بقلب سلیم۔

خلاصہ یہ ہے کہ اعمالِ ظاہری کی سلامتی کا لازماً قلب کی سلامتی میں مضمر ہے۔ اگر قلب ماسواً اللہ کی گرفتاری سے
نجات حاصل کر چکا ہے تو یقیناً وہ مشبہات کی طرف قدم اٹھانے سے بھی انتہا درجہ کا رہبر جائیگا۔ جو اس انسانی ممنوعات
شرعیہ کے ارتکاب میں جس وسوسہ و حرکت بن جائیں گے وہ مشبہات یا ممنوعات کے ارتکاب سے بھی کوئی امر مانع نہ ہوگا۔

أَلَا وَرَأَيْتَ لِكُلِّ مَلَايِكَةٍ حَتَّىٰ أَلَا وَرَأَيْتَ حَتَّىٰ اللَّهُ تَعَالَىٰ فِي الْحَجِّ مُصْنَعَةً
إِذَا صَلَّحَتْ صَلَّمَ الْحَجْدُ كُلَّهُ وَإِذَا أَسْدَتْ أَفْسَدَتْ كُلَّهُ أَلَا وَرَأَيْتَ الْقَلْبَ (رواه البخاری سلم)

جانور اس کے اندر بھی جا نہیں۔ خوب سن لو کہ ہر بادشاہ کا ایک نہ ایک جنگل برز و زود مخصوص ہوتا ہے اور
اللہ تعالیٰ کے برز و زود وہ جنگل اس کے محرمات ہیں۔ خوب سن لو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک
لو تھرا ہے کہ اگر وہ سنور گیا تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے
وہ گوشت کا لو تھرا انسان کا دل ہے۔ (منفق علیہ)

اس ذیل میں چند امور بھی قابلِ تنبیہ ہیں۔

(۱) تحقیق بالاکل پوشی میں شبہات کے بارے میں دو قسم کے انسان ہوجاتے ہیں۔ ایک ان کا حکم جاننے والے دوسرے
نہ جاننے والے۔ حکم نہ جاننے والوں کی دو صورتیں ہیں یا تو ان کو مدوڑ نہ کوئی حکم معلوم نہیں یا اگر کسی جانب کوئی حکم معلوم ہے تو
وہ خلاف واقع ہے ظاہر ہے کہ اس قدر پروردہ بھی نہ جاننے والوں ہی کے برابر ہیں۔

(۲) قرآن و حدیث نے اگرچہ دین کی تمام حلال یا حرام اشیاء کو صاف صاف بیان کر دیا ہے لیکن بھر بھی بیان و
توضیح کے لحاظ سے ان میں مراتب کا تفاوت ضروری ہے مثلاً بعض حلال و حرام تو ایسے ہیں جو خواص و عوام تک بذریعہ
تواضع پہنچ چکے ہیں ان میں نہ کوئی اشتباہ ہو سکتا ہے نہ کبھی اختلاف اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اس شہرت کے ساتھ پہنچ نہیں سکے
اس حصہ میں علماء کے اختلاف یا دلائل کے تعارض سے کہیں کہیں شبہ پیدا ہو سکتا ہو مثلاً ٹھوٹے کا گوشت کھانا یا وہ نمید چٹا جس کا
زیادہ حصہ نشہ آور ہوجائے یاں قطیعت کے ساتھ کسی جانب بھی حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے تو اس صورت کی مثال تھی جہاں
صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے اشتباہ پیدا ہو گیا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ علم حاصل ہونے کے باوجود پھر اشتباہ ہوجاتا ہے مثلاً
جہاں اباحت اور ظاہر کی شہادت میں تعارض واقع ہوجائے مثلاً غیر متاط کا فر کے برتن اگر یہ دیکھا جائے کہ ہل اشیاء
میں طہارت ہے تو اس کے برتن پاک ہونے چاہئیں ادا ان کے استوال کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہونا چاہئے اور اگر اس کے
غیر متاط ہونے کی طرف نظر کی جائے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ ناپاک ہونے چاہئیں اور پاک کئے بغیر ان کو استعمال نہ کرنا چاہئے
اس قسم کے مقامات پر حدیث مذکور یہی واحد حل پیش کرتی ہے کہ یہ سب محلِ شبہات ہیں ان سے اجتناب کرنا ہی دینی
پختگی کی علامت ہے۔

(۳) ہر چند کہ میدانِ شبہات کے ترک کرنے کا حکم اسی کے حق میں ہے جس کے حق میں اشتباہ موجود ہو لیکن وہ
شخص جس کے حق میں کوئی اشتباہ نہ ہو اگر اپنی دینی آہد کے تحفظ کی خاطر محلِ شبہ ترک کر دے تو یہ بھی ایک خوبی
کی صفت ہے اور مطلوب ہے۔

ایک مرتبہ آپ اعکاف میں تھے آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت منیہؓ آپ کی زیارت کیلئے تشریف لائیں واپسی میں
ان کے رخصت کرنے کے لئے آپ بھی چند قدم ان کے ہمراہ تشریف لائے۔ اتفاقاً بعض صحابہ ادھر سے گزرے تو آپ نے
ان کو ٹھہرایا اور فرمایا یہ میری زوجہ منیہؓ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلا آپ کے متعلق بھی کوئی بدگمانی ہو سکتی ہو
(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اطمینان النفس بالبر وترودها بالاثم

(۸۱۴) عَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا خَالَفَ فِي نَفْسِكَ ذَكَرْتُ أَنَّ يَطْلُمَ عَلَيْهِ النَّاسُ - (رمحواہ مسلم)

نیک بات پر دل کا مطمئن ہو جانا اور گناہ میں خلش کا باقی رہنا

(۵۱۴) نواس بن سمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نیک صرف اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ کی علامت یہ ہے کہ وہ بات تمہارے دل میں کشمکش رہے اور تمہیں یہ پسند نہ ہو کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو۔ (مسلم)

دقیقہ از صفحہ ۱۷۸ گزشتہ آپ نے فرمایا درست ہے مگر شیطان انسان کی رگ و پے میں اس طرح دوڑتا پھرتا ہے جس طرح خون رگوں میں۔ میں نے اس کی دوسرا اندازی کے خطرے سے ہمعنائی پیش کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ میں اشتباہ کا کوئی محل ہی نہ تھا لیکن جو بات کسی غلط فہمی کے بنا پر بھی شبہ کا موجب بن سکتی تھی اس کو بھی آپ نے صاف کر دیا۔ نبی کا یہ بھی ایک بڑا کمال ہوتا ہے کہ عصمت کے بلند سے بلند مقام پر کھڑے ہونے کے باوجود وہ اپنے نفس کو شرعی احکام میں عوام کی صف میں برابر رکھتا ہے۔

شریعت میں مقامات بہت پہچانے تو ایک عام بات ہے لیکن نبی کا معاملہ اس بارے میں ادا زیادہ نازک ہوتا ہے اگر اس کی طرف سے کسی کے قلب میں کوئی دوسرا گندہ ملے تو اس شخص کے ایمان ہی کی غیبتیں چھا اس لیے نبی کی بہت کوشش رہتی ہے کہ اس کی طرف سے کسی کے قلب میں کوئی دوسرا گندہ نہ پائے۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لے گئے دیکھا تو لوگ نماز سے فارغ ہو ہو کر اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے ایک گوشہ میں نظر ہی بچا کر چپکے سے اپنی نماز ادا فرمائی اور کہا جو شخص خدا تعالیٰ سے شرم نہیں کرتا وہ اس کی مخلوق سے بھی شرم نہیں کرتا۔ (جامع العلوم) اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ فرض و واجبات میں کسی اتفاقی کوتاہی کو منظر عام پر لانا کمال کی بات نہیں شرم کی بات ہے۔

بہر حال ان دونوں واقعات میں اگرچہ دراصل شبہ کا کوئی محل نہ تھا اس کے باوجود صرف عوام کی غلط فہمی اور اس پر ان کے وطن دشمنی کے خطرے سے بچنے کی خاطر احتیاط کی گئی۔ معلوم ہوا کہ کسی غلط فہمی کے ازالہ کی رعایت سے مشہیات کو ترک کر دینا بھی سخیں امر ہے۔

(۵۱۵) عَنْ وَاصِصَةَ بْنِ مَعْبُدٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِيمَانِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اسْتَفْتَيْتَ قَلْبَكَ الْبِرُّ مَا أَطْلَمَتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ

(۵۱۵) وابصہ بن معبد بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کیا گناہ اور نیکی کی تعریف پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو اپنے دل پر

(۵۱۵) اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو فطرت اسلام پر پیدا کیا ہے ان میں حق و ناحق کا احساس اور اس کا امتیاز اسی طرح دو میت فرمایا ہے جس طرح حواس خمسہ میں اشیاء ظاہری کا احساس جب تک انسان اپنی اصل فطرت پر قائم رہتا ہے اس کا حاسب فطری بھی ظاہری حواس کی طرح صحیح صحیح کام کیا کرتا ہے جس طرح کان ایک لپٹے نئے کی طرف بلا ارادہ لگ جلتے ہیں ماد بڑے نئے سے غیر اختیاری طور پر پھٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح انسان کا حاسب فطرت بھی احاطہ الہیہ سے طبعاً مانوس اور منہیات شرعیہ سے غفلت متحرک جاتا ہے اسی بنا پر اوامر شرعیہ کو معروف اور منہیات کو منکرات سے تعبیر کیا جاتا ہے حسب ذیل آیات میں انسان کی اسی سلامتی فطرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ
وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَاِذَا نِلِيتْ عَلَيْهِمْ
اَيَا تَا زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔
چھ مسلمان تو ایس دی ہی کہ جب خدا تعالیٰ کا نام لیا جاتا
ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب آیات الہی
ان کو دیکھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور بھی
زیادہ کر دیتی ہیں۔

۲، اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔
سن لو کہ خدا کی یاد سے دلوں کو تسلی ہو جاتی ہے۔

ذکرہ بالا حدیث بھی قلب کی اسی فطری سلامتی پر مبنی ہے۔

لیکن جب فطرت انسانی کچھ خارجی اسباب کی بنا پر آفت زدہ ہو جاتی ہے تو اس میں وہ احساس بھی باقی نہیں رہتا اور جس طرح بیمار حواس صحیح صحیح کام نہیں کرتے اس کی فطرت بھی پورے طور پر کام نہیں کرتی اور شدہ شدہ ایسے اسباب پر پہنچ جاتی ہے جہاں اسے حق و ناحق کا کوئی امتیاز ہی باقی نہیں رہتا۔ انسان اس نابینا کی طرح ہو جاتا ہے جو سرخ و سفید کا صرف تم تو سنتا ہے مگر میں طبی طور پر ادراک نہیں کرتا اسی طرح وہ انسان جس کی فطرت آفت رسیدہ ہو جاتی ہے، حق و باطل کا فرق صرف دلائل کی قوت سے ہی سست یا سمجھتا ہے مگر یہ بھی طور پر اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اس کو اسلام سے غبت اور کفر سے نفرت طبی نہیں ہوتی صرف استدلالی ہوتی ہے۔ یہ انسان صحیح فطرت سے ہٹا ہوا انسان ہے۔ یہ تندست نہیں بیمار ہے اس لئے اس کا احساس کبھی کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ حضرت شیخ محمد صالح نے اپنے مکتوب علیہ السلام میں اس کی خوب تحقیق فرمائی ہے۔ حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ حدیث کا دوسرا جملہ ذکر ہمت ان یطعم علیہ الناس اور تجھے یہ ناپسند ہو کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو کسی امر کے گناہ پہنچتی سب سے کھلی ہوئی علامت ہے کہ یہ نہ اس کا مطلب ہے کہ وہ بات الہی ہے کہ اس کی برائی تمام لوگوں پر اتنی عیاں ہے کہ اگر ان کو اطلاع ہو جائے تو وہ اس پر بے توقف اعتراض کریں۔ یہی کسی مشتبہ امر کے گناہ ہونے کی اس سے بڑھ کر دلیل ہوگی کہ وہ عوام و خواص سب کے نزدیک موجب اعتراض ہوا اب اگر کسی جلد سے تم اسے جائز بنانا چاہتے ہو تو ہمارے نفس کی خیانت ہوگی۔ اسی لئے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ جن باتوں کے شعل

وَأَحْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْإِثْمَ مَا حَالَكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَإِنْ أَمْتَأَكَ
النَّاسُ وَافْتَوَكَ. (رحمہ احمد والداری فی مسندہما باسناد حسن)

فتویٰ لے لیا کہ جس بات پر دل ٹھک جائے وہ تو نیکی کی بات سمجھو اور جس میں کھٹک اور تردد باقی رہے
وہ گناہ کی بات سمجھو اگرچہ لوگ تجھے کہتے ہی فتوے دیتے رہیں۔ (مسند احمد و دارمی)

کوئی حدیث نہ ملے ان کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کو بچاؤ استحسان دیکھیں تو اسے اچھی
بات سمجھو اور اگر بہ نظر کراہت دیکھیں تو بری سمجھو۔ اس تحقیق سے حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کا مصداق بھی معلوم ہوگا مگر
حافظ نہ کہ فرماتے ہیں کہ کسی امر کے گناہ ہونے کی دہم نہ کی علامت یہ ہے کہ مفتی اگرچہ اس کے متعلق یہ فتویٰ دیکھا ہو کہ وہ
گناہ نہیں مگر دل بھر بھی اس پر مطمئن نہ ہو اور برابر اس میں گناہ ہونے کی غلط محسوس کرتا رہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتنا کھلا
ہوا گناہ نہیں ہے کہ عام طور پر اس کو گناہ کی بات سمجھا جائے۔ (ماہر العلوم مکتبہ)

خلاصہ یہ کہ نیک انسان کو نیکی کے ساتھ ایک فطری تناسب ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ لوہے کو مغناطیس
سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی امر کا نیکی ہونا شرعاً معلوم ہو جائے تو ایک انسان کے فطرت کی سلائی کی علامت
یہ ہے کہ اس کی طرف وہ اپنی قلبی کشش محسوس کرے اسی طرح اگر کسی شخص کا شرعاً نیک ہونا ثابت ہو جائے تو کسی مشتبہ
امر کے نیک و دہر ہونے کی علامت اس کی فطرت ہے اگر اس کی جانب اس کے دل میں کشش موجود ہے تو سمجھنا چاہئے کہ
وہ نیکی کا عمل ہے ورنہ نہیں۔ قرآن و حدیث کے تصریح کر دے۔ کام میں بھی اسی میار کو بدرجہ اولیٰ سمجھنا چاہئے۔ وانھا
لکبیرۃ الاعلیٰ الخاشعین۔

ذکرہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہے کہ مفتی کے فتوے کے مقابلہ میں قلبی فتوے کی ترجیح کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) مستثنیٰ
کا قلب نورانیان سے منور ہو۔ (۲) مفتی کا فتویٰ محض اس کے ظن یا خواہش نفسانی پر مبنی ہو۔ پس اگر مستثنیٰ کا قلب سلیم ہے
تو بلاشبہ اس کا فتویٰ ان مشتبہوں کے فتوؤں سے ہزاروں درجہ ذہنی ہوگا جو صرف اپنی رائے سے فتوے دیتے ہیں وہ
خدیجی بیار ہیں اور ان کے فتوے بھی بیمار۔ لیکن اگر مفتی کے پاس دلیل شرعی موجود ہے تو پھر ہر مسلمان کا فرض ہے
کہ اگر اس کا دل بخوشی اس پر راضی نہیں ہوتا تو بہ جبر اسی پر اس کو راضی کیسے بعض مسائل میں صرف جذبہ ابتلاعی کی بنا پر
بعض صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی تفصیل ارشاد میں تامل کیا تھا تو آپؐ کو سخت ناگوار گذرا اس وقت ان کو اپنی غلطی کا احساس
ہوا ورنہ سمجھ گئے کہ آپؐ کا حکم محض شفقت یا سہولت کی رعایت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ درحقیقت آپؐ ان سے وہ عمل
کرنے پر مجبور تھے پس جب دلیل شرعی سامنے آجائے تو ان شرع صدرا و قلبی فتوے سب غیر معتبر ہو جاتے ہیں اس
مفتی کا فتوے اور فطری نور اسی جگہ کارآمد ہوتا ہے جہاں حدیث و قرآن کا نور موجود نظر نہ آئے۔ جہاں یہ نور موجود
ہو وہاں کسی مادہ نور کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ آدم نیم بر خاست

حضرت شیخ عبدالحق ثانی سرہندی شیخ اکبرؒ کی تصنیف فتوحات مکیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فتوحات دینیہ
ماراز فتوحات مکیہ بے نیاز کر وہ۔ سبحان اللہ اہل ایمان اور قلب کی صمیم شہادت صرف یہی ہے۔

الترك لما في ريب والاختيار لما لا ريب فيه

(۵۱۶) عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ سُبْحَانَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَائَتِهِ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا مَا يُرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيْبُكَ رَجَاءُ النَّاسِ وَالرَّمْزِي وَقَالَ حَسَنٌ عَلَيْهِمُ قَالَ ابْنُ رَجَبٍ وَقَدْ نَهَى هَذَا الْكَلَامُ مَوْفِقًا عَلَى جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مِنْهُمْ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ أَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ

ترك ما لا بأس به حذرًا لما به بأس

(۵۱۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ

جس جانب میں تردد ہو اسے چھوڑ دینا اور جس میں تردد نہ ہو اسے اختیار کر لینا

(۵۱۶) حضرت حسن روایت فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ ہوائے بات خبیثہ کا کتاب نے فرمایا جو بات تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ بات اختیار کر لو جس میں تمہیں کوئی شک نہ ہو (ترمذی)

حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے بعض حلال کو بھی ترک کر دینا

(۵۱۷) عبد اللہ بن یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی بندہ متعین کے بلند مقام کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ناجائز میں مبتلا ہونے کے

(۵۱۷) ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ پورا تقویٰ یہ ہے کہ بندہ بعض حلال چیزوں کو بھی ترک کر دے اس خوف سے کہ کہیں وہ حرام نہ ہو تاکہ حرام اور حلال کے درمیان ایک پردہ باقی رہ جائے۔

ابن عمر فرماتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے اور حرام کے درمیان ایک حجاب قائم رکھوں اور اسے چاک نہ کروں۔
مسلم بن ہریر فرماتے ہیں کہ آدمی صرف حلال پر اس وقت تک رک نہیں سکتا جب تک کہ حلال کے ایک حصہ کو اپنے اور حرام کے درمیان حائل نہ بنائے ہے۔ میان میں حنیہ کا متولہ بھی اسی کے قریب ہے۔

ماظہ ابن رجب حنبلی نے یہاں ایک نہایت اہم دقیقہ کی طرف توجہ دلائی ہے ہم ان کی اہل عبارت سے ترجمہ کے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

وما هنا امر بنفي التعطن له وهو ان
التدقيق في التوقف عن الشبهات
یہاں ایک بات سمجھنی ضروری ہے اور وہ کہ شہادت
بارے میں زیادہ باتیں نکالنی اسی شخص کیلئے مناسب ہے

أَنْ يَكُونَنَّ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدْعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ جَذْرًا لِيَأْتِيَهُمْ بَأْسٌ رَحِمَهُ اللَّهُ التَّرمِذِيُّ (ابن ماجہ)

المسترة بالحسنات والمساءة على السيئات

(۵۱۸) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّلَ مَا لَا إِيمَانَ تَقَال

خطو سے بہت سی جائز باتوں کو بھی چھوڑ نہ دے۔ (ترمذی)

نیکی سے خوش ہونا اور برائی سے غمگین ہونا

(۵۱۸) ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا ایمان کی کیا علامت ہے

اغما يصلم لمن استقامت احواله كلها
وتشابهت اعماله في التقوى والادب فاما
من يقم في اتحاف المعربات النظاره
يريد ان يتوزع عن شئ من زفائن الشبهه
فانه لا يحتمل لذلك بل يكره عليه كما قال
ابن عمر لمن ساله عن دم البعوض من اهل
العلة يسأرون عن دم البعوض وقد قتلوا
السيوف وصحت النبي صلى الله عليه وسلم
يقول هل عالج اشأى من الدنيا وسال رجل
بشر بن الحارث عن رجل له زوجة و
امه تأمره بطلاقها فقال ان كان
برامه في كل شئ ولم يبق من برها
الا طلاق زوجة فليفعل -

حس کے اوصاف میں بندہ ہوں اس کے دوسرے تقویٰ کا یہاں
بھی ادنیٰ ہو لیکن جو شخص کلمہ کلمات کا ارتکاب کرے
اس کے بعد یاریاں نکال نکال کر سنتی بنے کا شوق رکھے تو
اس کیلئے صرف نامزد ہی نہیں بلکہ قابلِ مذمت ہوگا۔
لیکن تہ حضرت ابن عمر سے ایک عراقی شخص نے پوچھا کہ اگر
حالت احرام میں مہر مارے تو اس کی کیا جزا دینی چاہئے۔
آپ نے فرمایا حضرت عیینہ کو تو شہید کر ڈالا اب مجھ سے پھر
کے خون کا تقویٰ پوچھنے پہ ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ نبیائیں وہ میرے دو پہلے ہیں۔
اسی طرح بشر بن الحارث سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کی
والدہ کہتی ہے کہ تو اپنی بی بی کو طلاق دیدے اب لے کیا
کر رہا ہے فرمایا اگر وہ شخص اپنی والدہ کے تمام حقوق ادا کر
کر چکا ہے اور اس کی فرمانبرداری میں اس معاملہ کے سوا
کوئی بات باقی نہیں رہے تو اسے طلاق دیدینی چاہئے اور اگر
ابھی کچھ اور معاملہ ہی باقی ہیں تو طلاق دیدینی چاہئے۔

(جامع العلوم من)

(۵۱۸) حدیث بھی انسان کے حائے فطرت کی سلامتی پر مبنی ہے جس طرح صحت کی ایک نشانی یہ بھی ہے

کہ زبان کا ذائقہ درست ہو مٹی چیر مٹی معلوم ہو اور کڑوی چیز کڑوی۔ اسی طرح حائے فطرت کے صحت کی علامت یہ ہے
کہ قلب کا ذائقہ درست ہو اور اس میں حسد اور حسد کا صحیح امتیاز باقی ہو۔ اگر امتیاز باقی نہ رہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ
اب کسی مرض نے اس کو گھیر لیا ہے۔ امن زین لہ سوء حملہ فہا حسنا۔ کیا وہ شخص جس کے برے عمل اس کے

مَنْ سَرَّ شَرَّ حَسَنَتِهِ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ (الحاکم فی المستدرک)

(۵۱۹) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ كَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمَ إِذَا أَحْسَنْتُ وَلَا إِذَا أَسَأْتُ قَالَ إِذَا سَمِعْتَ جِبْرَانَكَ يَقُولُونَ قَدْ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ قَدْ أَسَأْتَ فَقَدْ أَسَأْتَ - اخرجہ احمد وابن ماجہ والطبرانی فی الکبیر قال العراق اسنادہ جید واخرجہ ابن ماجہ ايضا عن کلثوم الخزاعي قال المناوی فی الکبیر رجال ابن ماجہ رجال الصحيح الا شیخ محمد بن یحیی فلم یخرجہ لمسلم وریاء ایضا البزار قال الہیثمی ورجالہ رجال الصحيح

آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو اپنی بلی بھلی لگے اور برائی بری معلوم ہو پس یہ اس کی علامت ہے کہ وہ مؤمن ہے۔ (مستدرک)

(۵۱۹) ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا میں کیسے سمجھوں کہ میں نے یہ کام اچھا کیا ہے اور برا۔ انھوں نے جواب دیا کہ جب تو اپنے مہربانوں کی زبان سے یہ سنے کہ تو نے اچھا کام کیا ہے تو (سمجھ لینا کہ) یقیناً تو نے وہ کام اچھا ہی کیا ہے اور جب یہ سنے کہ وہ کہتے ہیں کہ تو نے برا کام کیا ہے تو (جان لینا کہ) یقیناً تو نے وہ کام بھابھا ہی کیا ہے۔ (احمد۔ ابن ماجہ طبرانی)

سارے جملے بنا دئے گئے ہوں اور اس لئے وہ ان کو بھلا دیکھنے لگا ہوا اس کی برابر ہو سکتا ہے جس کا حال غلط تندرست ہو اسدہ برائی اور صلائی کی حقیقت کا صحیح صحیح ادراک کرتا ہو اس وقت میں یہ بھی تیار ہو گیا ہے کہ جس کا حال غلط تندرست ہو جاتا ہو خود اس کو اپنے ذائقہ کی غلطی کا احساس نہیں ہوتا وہ غلبہ مرض کی وجہ سے ہی سمجھتا رہتا ہے کہ جو احساس وہ کر رہا ہے وہ حقیقت وہی امر واقعہ ہے حالانکہ زمین شیطان کا اثر ہوتا ہے پس اب بابرہ فرق صرف یہ ہے کہ سب سے پیشتر وہ دیکھتا چاہئے کہ سید اور حسنہ کے بیان کی جو اصل قرابا دین ہے یعنی شریعت اس نے اس امر کے متعلق کیا حکم لگایا ہے اس کے بعد اگر اپنا ذوق بھی اس کی موافقت کرتا ہے تو اس کے صحت کی علامت سمجھنی چاہئے اور اگر اس کے خلاف ہے تو یہ مرض کی علامت سمجھنی چاہئے ورنہ تو ہر فاسق کو اپنا فتنی اچھا ہی لگتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ احادیث صرف ایک تفسیل نہیں بلکہ جس طرح عوام الناس کا قلب عداوت و محبت اور فرحت و غم کی کیفیات حقیقتہً محسوس کرتا ہے اسی طرح ایک مومن کا قلب بھی سے سرور اور برائی سے انتہائیں کی کیفیات حقیقتہً محسوس کرتا ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ کیونکہ عالم مادیت میں اگر احساس ہے تو برا سطرہ الکی روحانیت کے ہے پس جب بالا سطرہ کیفیات کا احساس ہو تو جو کیفیات بالا سطرہ اس کی روحانیت پر وارد ہوں ان کا احساس کس درجہ قوی ہونا چاہئے۔

(۵۱۹) اس حدیث میں صرف جن جوار کی تعلیم دینا مقصود ہے انسانی معاشرت کا وہ ایک بہت اہم باب ہے جسے جوار کی ترغیب دینے کے لئے یہ صرف ایک پہلو پر بیان ہے جو اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے مین واقع کے مطابق تھا۔ تفسیر حالات اور انحطاط دین کے دور میں اگرچہ احسان اور امداد کا مدار صرف مہربان کی شہادت پر قائم نہیں کیا جاسکتا۔

(۵۲۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ بِالْحِجَابَةِ فَقَالَ قَامَ
فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامِي فَيَكُمُ فَقَالَ اسْتَوْصُوا بِأَصْحَابِي خِيَمَاءُ
الَّذِينَ يَكُونُ هَهُنَا الَّذِينَ يَكُونُ هُنَا يَكُونُ هَهُنَا يَكُونُ هُنَا حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ يَبْدَأُ بِالشَّهَادَةِ
قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَ لَهَا وَيَالِ يَمِينٍ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَ لَهَا فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ مَجُوزَةَ الْجَنَّةِ فَلْيُكْزِمِ
الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْإِشْيَرِ أَبْعَدُ وَلَا يَخْلُوتُ أَحَدُكُمْ بِأَمْرَةٍ
فَإِنَّ الشَّيْطَانَ ثَالِثُهُمَا وَمَنْ سَرَّ نَدَّ حَسَنَتَهُ وَسَاءَ نَدَّ سَيِّئَتَهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ. (اخرجه
الطحاوی فی مشکل الآثار وعبد النبی نخوہ)

(۵۲۰) ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مقام جابہ میں ایک تقریر کے دوران میں فرمایا
کہ جس طرح اس وقت میں تمہارے سامنے تقریر کے لئے کھڑا ہوا ہوں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بھی ہمارے سامنے تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا میرے صحابہ کے ساتھ ہمیشہ اچھا
سلوک کرنا اور ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے متصل آئیں گے یعنی طبقہ تابعین پھر جو لوگ ان کے متصل
آئیں گے یعنی طبقہ تبع تابعین اس کے بعد ایسا زمانہ آئے گا کہ کھلم کھلا جھوٹ رائج ہو جائیگا اور نوبت
یہاں تک آجائے گی کہ طلب کرنے سے پہلے آدمی شہادت دینے کے لئے تیار ہوگا اور قسم کی درخواست
سے پہلے قسم کھانے کے لئے آمادہ ہوگا۔ پس تم میں جو شخص بھی جنت کا درمیانی اور بہتر سے بہتر طبقہ حاصل
کرنا چاہے اُسے امیر کی جماعت کے ساتھ لگا رہنا چاہئے کیونکہ شیطان ہمیشہ اکیلے ہی شخص کا
ساتھی ہوتا ہے اور جہاں دو ہوئے وہ ان سے دور ہوا۔ تم میں کسی شخص کو کسی غیر محرم عورت کے
ساتھ تنہا نہ ملنا چاہئے کیونکہ شیطان (آکر) ان میں بکسراں جاتا ہے (اور دلوں میں برائی کے
دوسے ڈالتا ہے) اور جس شخص کو اپنی بھلائی بھلی لگے اور برائی بری لگے وہ شخص بلا شبہ پکا
مومن ہے۔ (مشکل الآثار)

ربیعہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ) مگر حسن جوار کی تسلیم جو اس حدیث کی اصل روح ہے وہ اب بھی اپنی جگہ برقرار
موجود ہے۔ حدیثوں کا طرز خطاب اپنے ماحول کے لحاظ سے ہوتا ہے اور اس کی اصل تعلیم عام ہوتی ہے۔ لوگ اس طرز
خطاب کو بھی آدھوں میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب نہیں سمجھ سکتے تو بھرمفت کی تاویل کرتے ہیں اور بالآخر حدیث کی
اصل روح سے بھی دستبردار ہو جاتے ہیں۔

(۵۲۱) عَنْ أَبِي زُرَيْبٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ لِي بِأَنْ أَعْلَمَ إِنِّي مُؤْمِنٌ قَالَ مَا مِنْ أَمْرٍ عَبْدٌ يَعْمَلُ حَسَنَةً فَيَعْلَمُ أَنَّهَا حَسَنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَارِيَةٌ فِيهَا خَيْرٌ وَلَا يَعْمَلُ سَيِّئَةً فَيَعْلَمُ أَنَّهَا سَيِّئَةٌ وَيَسْتَغْفِرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهَا وَيَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ إِلَّا وَهُوَ مُؤْمِنٌ - (اخرجا احمد والطبرانی فی الاوسط)

(۵۲۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبَشَرُوا وَإِذَا أَسَؤُوا اسْتَغْفَرُوا - (سرواه ابن ماجه المصنفی فی الدعوات النبویہ)

(۵۲۱) ابو زرین عقیلی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ میں یہ کیسے سمجھوں کہ اب میں مؤمن ہو گیا، آپ نے فرمایا میری امت میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جب وہ کوئی نیک کام کرے اور یہ محسوس کرے کہ یہ کام نیک ہے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کا بدلہ دے گا اور جب برائی کرے تو یہ محسوس کرے کہ یہ کام برا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اس کا یقین رکھے کہ گناہوں کی معاف کرنے والی صرف اسی کی ایک ذات ہے تو وہ شخص ضرور نیکتا مومن ہے - (احمد طبرانی)

(۵۲۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ مجھے ان لوگوں میں شمار کرے جو نیک کام کریں تو خوش ہوں اور جب برا کام کریں تو استغفار کریں - (ابن ماجہ - دعوات کبیر)

(۵۲۱) اس حدیث میں احساس حسنہ اور احساس سیئہ کے ساتھ ایمان و ایمان کے چند گوشے اور بی مذکور ہیں جن حدیثوں میں ان کا ذکر نہیں ہے ان میں بھی آپ ان کو ملحوظ رکھئے تو آپ کو یہ سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ ان صفات کے بعد ایمان کا حکم لگانا مناسب ہے۔

(۵۲۲) دراصل انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ان کی صفت عبدیت کا تقاضہ ہوتی ہیں اور ان کی امت کے لئے ان میں بڑا سبق ہوتا ہے ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ صفت ان میں موجود نہیں ہوتی اور دعائیں کو کہ وہ اس صفت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں البتہ وہ اس کی دلیل ہوتی ہیں کہ بارگاہ ایزدی میں وہ صفت اتنی محبوب ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس کے لئے دست بردار دیتے ہیں یہاں حسنہ سے استبشار اور سیئہ سے استغفار بھی اسی قسم کی ایک صفت ہے۔

شرح الصدور

(۵۲۳) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النُّورَ إِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ نُفِثَ فَيُقِيلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لِي بِكَ مِنْ عِلْمٍ يُعَرِّفُ بِهِ قَالَ نَعَمْ التَّجَانُّ مِنْ دَارِ الْغُرُورِ وَالْإِثَابَةُ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ وَالْإِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُولِهِ - (شعب الایمان)

(۵۲۴) عَنْ ابْنِ مَرْبُوتٍ وَأَبْنِ خَلَّادٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا

احکام اسلامیہ کے لئے قلب میں کشادگی پیدا ہوجانا

(۵۲۳) ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ آیت تلاوت فرمائی من یرد اللہ عینی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فیہ کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے پھر اس کی یہ تفسیر فرمائی کہ نور ایمانی جب مسلمان کے سینہ میں داخل ہوجاتا ہے تو وہ پھیلنا شروع ہوتا ہے۔ آپ سے بوجھا گیا یا رسول اللہ اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے یہ بات معلوم ہو سکے۔ فرمایا ہے۔ دنیا سے رجوع ہو کے کی ٹی ہے (بیزاری۔ آخرت کی طرف رجوع دہائی اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے) توجہ۔ اور موت کے لئے اس کی آمد سے قبل تیاری۔ (شعب الایمان)

(۵۲۴) ابومرثدہ اور ابوخلاد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ

(۵۲۳) دنیا اور آخرت دو متضاد مقصد ہیں حدیث میں ان دو کو دو سوکوں سے تشبیہ دی گئی ہے ان دھیت احد اھما سخطت الاخری کہ اگر ان میں ایک خوش ہو تو دوسری اس سے ناراض ہوجاتی ہے۔ اس لئے ایک کی طرف میلان کے لئے دوسرے سے کشیدگی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے دوسرے سے بیزاری اور انابت الی اللہ درحقیقت ایک ہی حقیقت کے دو عنوان ہیں اور اس کے لئے موت کی تیاری کرنا لازم ہے۔ یہ تینوں عنوانات عقائد اور علوم نہیں کیفیات قلبی ہیں جیسا نور ایمانی کہ وہ بھی کیفیت کا نام ہے علوم کے میدان جب طے ہوجاتے ہیں تو کیفیات کے میدان شروع ہوجاتے ہیں۔ ارباب حقائق کی نظروں میں یہ انسانی ترقیات کی علامات ہیں اور میں سے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کی صحیح تفسیر کا انکشاف ہونا شروع ہوجانا ہے۔

دائم تراز گنج مقصود نشان گراں ز سیدیم تو شاید بری

(۵۲۴) علمائے حکمت کی تفسیر میں مختلف اقوال لکھ کر ڈھیر لگا دیا ہے۔ آپ اس حدیث کے ساتھ آیت قرآنی ولقد اتینا لقمان الحکمتہ کو پڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حکمت وہ سچی سچی اور لمبی کی باتیں ہیں جو وحی کے طفیل میں

(۵۲۶) عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ عَدَّ إِلَى الصَّلَاةِ الصُّغْرَى عَدًّا بِرَأْيِهِ الْإِيمَانُ وَمَنْ عَدَّ إِلَى الشُّوقِ عَدًّا بِرَأْيِهِ الْإِبْلِيسُ. (مسند ابن ماجہ)

الحفاظۃ علی الطہارۃ

(۵۲۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقِيمُوا وَلَكِنْ تَخْصُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا الْمُؤْمِنُ (رداء مالک و احمد ابن حنبلہ)

(۵۲۶) سلمان کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خود سنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص صبح فجر کی نماز کو گیارہ (گویا) ایمان کا جھنڈا لے کر گیا اور جو نماز کی بجائے بازار گیا وہ (گویا) ابلیس کا جھنڈا لیکر گیا۔ (ابن ماجہ)

طہارت کی نگہداشت

(۵۲۷) ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح راستہ پر چمے دو پر گرائیں حق ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ خوب سمجھ لو کہ تمہارے دین میں سب سے افضل عمل نماز ہے اللہ وضو کی نگرانی بجز مومن کا مل کے اور کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ (مالک - احمد - ابن ماجہ - دارمی)

(۵۲۶) عرب میں جہنم حکومت کا آدمی ہونے کی خاص علامت سمجھی جاتی تھی اب جس شخص نے صبح ہوتے ہی خدا کی فرض نماز ادا کر لی تو اس کے ہاتھ میں ایمان کی سب سے بڑی علامت آگئی اور اس نے اس کا بین ثبوت پیش کر دیا کہ وہ ایمان کی حکومت میں رہنے والا شخص ہے اس کے برخلاف جس نے نماز ادا کر لی اس نے اس کا ثبوت دیدیا کہ وہ شیطان کے لشکر کا آدمی ہے ہر صبح جب آفتاب نکلتا ہے تو خدا کی مخلوق میں یہ عبرتناک تفریق دیکھا ہوا نکلتا ہے۔

نقاب چہرہ سے خورشید جب اٹھتا ہے	کوئی حرم کو کوئی جگہ کو جاتا ہے
جودل سے پوچھتا ہوں تو کہہ کر کو جاتا ہے	تو بھر کے آنکھوں میں آنسو یہ کہہ سنا ہے
علی الصبح جو مردم بکار و بار روند	بلاکشان محبت بر کوئے یا روند

(۵۲۷) نماز مسلمان کے اسلام کی سب سے بڑی علامت ہے اور منافق کے نفاق کی سب سے سچی پہچان اسی لئے نفاق کا سب سے کھلا ہوا سیمار نمازی کو قرار دیا گیا ہے جیسا کہ نفاق کے باب میں آئندہ آئیگا اسی حاکمیت میں ایمان مومن کی ایک علامت اس کا وضو بھی قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جتنا جو شخص نماز میں پختہ ہوگا اتنا ہی وہ وضو کی نگہداشت میں جہت ہوگا۔ استقامت کا حکم تمام شریعت پر حاوی ہے ان میں جب نماز سب سے بہتر عمل ٹھہرا تو اس کے ارکان پر آداب کی رعایت میں استقامت بھی سب سے اہم ہوگی۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

الفرار من الفتن

(۵۲۸) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرُ قَالِ الْمُسْلِمِ عَمَّ يَتَّبِعُ مِمَّا شَفَعَتْ الْجِبَالُ وَمَوَاقِعُ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ - (متفق عليه)
(۵۲۹) عَنِ الْمُتَدَاوِنِ الْأَسَدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ السَّيِّدَ لَمَنْ جَنَّبَ الْفِتْنَ إِنَّ السَّيِّدَ لَمَنْ جَنَّبَ الْفِتْنَ إِنَّ السَّيِّدَ لَمَنْ جَنَّبَ الْفِتْنَ وَلِمَنْ ابْتَلَى فَصَبَرَ قَوَّاهَا - (رواه ابوداؤد)

دین کی حفاظت کی خاطر فتنوں سے بچتے پھرنا

(۵۲۸) ابوسعید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ زمانہ قریب ہے جبکہ مسلمان کے لئے سب سے بہتر مال چند بکریاں ہوں گی جنہیں لے کر وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے پہاڑوں کی چوٹیوں اور جنگلوں میں بھاگ جائے گا۔ (متفق علیہ)
(۵۲۹) متداوین اسود روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنبے کہ جو فتنوں سے محفوظ رہا وہ بڑا خوش نصیب ہے (تین بار فرمایا) اور جو شخص ان میں بچیں گیا پھر اس نے ان پر صبر کیا اس کے تو کیا ہی کہنے۔ (ابوداؤد)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اور ناز کی استقامت میں جتنی ضرورت کی حفاظت میں ہو سکتی ہے ظاہر ہے اس لئے یہ حکم تو کسی کامل ہی مومن کا ہر گز نہ ہے یا درہے کہ وضو کی نگہداشت کا حکم صرف نماز کے وقت پر منحصر نہیں بلکہ عام حالات میں بھی باوجود ضرورت مطلوب اور ایمان کی علامت ہے۔ رہا خاص نماز کے وقت کا وضو وہ تو نماز کی شرط ہی ہے آپ کسی غلط فہمی کی بنا پر اس عام حکم کو کہیں صرف نمازوں کے اوقات میں منحصر نہ سمجھ لیں۔
(۵۲۹) فتنوں کی ذات میں خود بڑی کشش ہوتی ہے۔ بے دین ناسمجھی سے یا ان کو دین سمجھ کر ان کی طرف کھینچے چلے جاتے ہیں اور جو دیندار ہیں وہ ان میں شرکت کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں ان کی مثال ان متعدی امراض کی سی ہوتی ہے جو فضا را عالم میں دفعہ پھیل جائیں ایسی فضا میں جا جا کر گھنا صحت کی قوت کی علامت نہیں بلکہ اس سے لاپرواہی کی بات ہے۔ عافیت اسی میں ہوتی ہے کہ اس فضا ہی سے نکل بھاگے۔ اس حقیقت پر ایام بخاری نے ایک مستقل باب قائم کر کے حنبہ لکھا ہے اس کے بعد اگر گذشتہ فتنوں کی تاسع پر نظر ڈالو گے تو تم کو سلف صالح کا یہی طریقہ عمل نظر آئے گا۔ جب کبھی ان کے دور میں فتنوں نے نہ نکالا اگر وہ ان کو کچل نہیں سکے تو ان میں کورنے کی بجائے ہمیشہ ان سے کنارہ کش ہو گئے۔ اگر امت اسی ایک حدیث کو سمجھ لیتی تو کبھی فتنے زور نہ پکڑتے اور اگر بے دین اس میں مبتلا رہ بھی جاتے تو کم از کم دینداروں کا دہن تو ان کی مسرتوں سے محفوظ رہ جاتا۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

صفات المؤمن

الحرم والاحتياط

(۵۳۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ نَحْيٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ. (أخرجه أحمد والشيخان وأبو داود وابن ماجه)

مومن کی صفات

احتیاط اور ہوشیاری

(۵۳۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار آدمی ایک سوراخ سے دوبارہ نہ سامنے جاتا۔ (احمد - بخاری و مسلم وغیرہ)۔

(بقیہ از صفحہ گزشتہ) مگر جب اس حدیث کی رعایت نہ رہی تو بے دہیوں نے فتنوں کو ہوا دی اور دینداروں نے اصلاح کی خاطر ان میں شرکت کی بھران کی اصلاح کرنے کی بجائے خود اپنا دین بھی کھو بیٹھے۔ واللہ المستعان۔ امت میں سب سے بڑا فتنہ رجال کا ہے اس کے بارے میں یہ خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شخص اس کو دیکھنے کے لئے نہ جائے کہ اس کے چہرہ کی خوشی بھی مومن کے ایمان پر اثر انداز ہوگی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جہاد باللسان اور بالسان دونوں اس امت کے فرائض میں سے ہیں مگر یہاں وہ زمانہ ماضی ہے جبکہ خود مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے، حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے اور اصلاح کا قدم اٹھانا اٹا فساد کا باعث بن جائے چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے صحابہ کے اندرونی مشاجرات میں جنگ کی شرکت کے لئے کہا گیا امدان کے سامنے آپؓ نے فرمایا فتنوں کے فرو کرنے کے لئے جو جنگ غمی، وہ تو ہم کر چکے اب تم اس جنگ کا آغاز کر رہے ہو جس سے اور فتنے پیدا ہوں گے۔ اپنی مادی اور دہانی طاقت کا اندازہ کئے بغیر فتنوں سے نور آزمانی کرنا صرف ایک جذباتی اور فتنوں کو کچلنے کے لئے پہلے سامان بیکار لینا غفل اور شریعت کا حکم ہے۔ جذبات جب انجام دینی سے بیکر خالی ہوں تو دائمی ناکامی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب عقل جذبات سے گوری ہو جاتی ہے تو وہ بھی صرف دماغی فتنے میں مبتلا ہو کر رہ جاتی ہے کامیابی کا ملاز جوش کے ساتھ ہوش میں پنہاں ہے۔

(۵۳۰) امام احمد فضل فرماتے ہیں کہ ابو غرہ جمعی شاعر جب جنگ بدر میں قید ہو کر آیا تو آپ کے سامنے اپنی تلکدستی اور اپنے بچوں کا روناد نے لگا آپ نے ترس کھا کر فدیے بغیر اس کو رہا فرمایا لیکن جب یہ کم ظرف دہاں چلا گیا تو پھر آپ کی ہجو کرنے لگا۔ تقدیر اپنی کہ جنگ احد میں پھر قید ہو کر آگیا اور آپ کے سامنے پھر رحم کی درخواست پیش کرنے لگا۔ اس مرتبہ آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور فرمایا کہ تو واپس جا کر یہ کہے گا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذاق نہ کیا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

الغرارة والکرم

(۵۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَوْتُ مِنْ غَيْرِ كَرِيمٍ

سادگی و شرافت

(۵۳۱) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایماندار آدمی بھولا، سیدھا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) مومن کی شان سے یہ بعید ہے کہ جب وہ ایک باریک سوراخ سے دس لیا جائے تو تجربہ کئے اس میں دوبارہ انگلی ڈالے اور پھر دھوکا کھائے اور اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ ابن ہشام نے تہذیب سیرت میں لکھا ہے کہ یہ فقر و سب سے پہلے آپ ہی کی زبان سے نکلا تھا اس سے قبل عرب میں کسی سے نہیں سنا گیا اس کے بعد پھر اس قسم کے مواقع میں ضرب المثل بن گیا ہے۔ امام طحاوی نے ابن وہب سے اس کی ہی شرح نقل کی ہے و مثل ابن وہب عن تفسیرہ فقال الرجل یقیم فی الشئ یمکر ہ فلا یعود فیہ المعتصر ۵۳۱۔

(۵۳۱) ملا علی قاری فرماتے ہیں و معنی غر کریم ای یس بڈی مکر و ہونینحی عن لا نقیادہ لینہ موضوعات مومن مکار نہیں ہوتا بل اپنی طبیعت کی نرمی کی وجہ سے دیکھ دانتہ و حوکا کھاتا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے جنت و جہنم کے ایک طویل مکالمہ کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ جنت کے گی فضائی لایذ خلقی الاضعفاء الناس و سقطام و غر تھمد۔ مجھ میں کیا کمی ہے کہ میرے اندر صرف وہی لوگ آئیں گے جو سب سے کمزور گرسے پڑے اور بھولے بھالے ہوں گے۔ اس حدیث میں غرارة مومن کی اسی صفت کی طرف اشارہ ہے۔

صاحب مجمع البحار اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای من طبعہ الغرارة و قلۃ الفطنۃ للشر و لہ الخب عندہ و لیس ذابھل بل کریم و حسن خلق۔ یعنی مومن بطحاس کو ناپسند کرتا ہے کہ لوگوں کی عیب جوئی میں لگا رہے۔ یہ نہیں کہہ بیوقوف اور جاہل ہوتا ہے اس کا بھولا پن اور سادگی اس کی طبیعت کی شرافت کا تقاضہ ہوتی ہے وہ اس کو ناپسند کرتا ہے کہ لوگوں کے عیب نکال نکال کر ان کے مذہب پر تار ہے اسی کے قریب ایک اور حدیث ہے جو بایں الفاظ مروی ہے اکثر اہل الجنة نبلہ اکثر اہل جنت بھولے اور سادہ لوگ ہیں حافظ سخاوی نے المقاصد الحسنہ میں اس کے جملہ طرق نقل کر کے سب کو ضیف قرار دیا ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں و ہوللہ لہزار مضعفا و القریطی مصححا (المصنوع)

سب الانصاف اگرچہ حدیث مذکور بالفاظ ضیف ہی لیکن بڑے بڑے علماء و محدثین کا اس کی شرح کے درجے رہنا اس کی دلیل ہے کہ محض بے اہل بھی نہیں۔

حافظ سخاوی تفسیری سے نقل کرتے ہیں۔ ہم الذین ولہم قلوبہم و شغلنا باللہ عز و جل۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب ذکر اللہ میں فنا ہو کر اس واسطے غافل ہو چکے ہیں۔

۱۔ ابو عثمان فرماتے ہیں ہوا لایبلہ فی دنیاہ الفقیفی دینہ۔ یہ وہ شخص ہے جو دنیا کے معاملہ میں نا بھدا عزت کے معاملہ میں سمجھا رہا ہے۔

۲۔ امام انطاعی فرماتے ہیں۔ ہوا لا یمو عن الشر البصیر یا الخیر البیہقی فی الشعب، یہ وہ شخص ہے جو بری

وَالْمُتَأَنِّفُ خَبْرٌ كَثِيرٌ۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک واحد و ابوداؤد و الترمذی قال المناوی اسنادہ جید۔ و فی الموضوعات الکبیر للقاری قال الصغانی موضوع من احادیث المصابیح ولم یجب فقد رواہ احمد عن ابی ہریرۃ بمرسوعاً و لفظہ الفاجر بدل المنافی۔)

اور شریف الطبع ہوتا ہے اور منافق دھوکے باز اور ذلیل الطبع ہوتا ہے۔ (مستدرک)

باتوں کے لئے عجباً اور صلی باتوں کے لئے مینا ہے (المقاصد الحسنہ)
۳۔ امام ابن قتیبہ کہتے ہیں۔ وجاء فی الحدیث، اکثر اهل الجنة البلبۃ، یروا الذی صلیت حدودہم للناس وغلبت علیہم الغفلة۔۔۔۔۔ وقال معاذ بن جبل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب الاخفاء الا قیاماً الا بریاء الذین اذا غابوا لم یفتقدوا واذا حضروا لم یعرفوا۔ (تأویل خلف الحدیث ص ۱۲۸) یعنی ایسے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کے سینے لوگوں کی طرف سے صاف ہوں اور مخلوق کی عیب جوئی کی عادت سے وہ اتنے دور ہوں گے کہ غافل نظر آئیں۔۔۔۔۔ ان ہی لوگوں کی شان میں معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو پسند کرتا ہے جو گمان، ہرگز گارآمد لوگوں کے حقوق سے بری ہوں اگر مجلس میں نظر نہ آئیں تو ان کی تلاش نہ ہو اور اگر موجود ہوں تو انہیں کوئی شناخت نہ کرے کہ یہ کون صاحب ہیں۔

اسی مضمون کو صاحب مجمع الہماذی نے اودامخ الفاظ میں ادا کیا ہے۔

۴۔ امام طحاوی نقل فرماتے ہیں۔ وقیل المراد بالبلبۃ عن معاذ اللہ ہوالذی لا یخطر المحارم علی قلبہ لا شغفہ بالمعبادۃ اللہ وقد روی عن رجل من اهل العلم انقال هذا علی الشاغل بالذنات وهو تأویل حسن (المحصر ص ۲۳) یہ وہ شخص ہے جس کے قلب میں عبادت الہی میں مشغول رہنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے محارم کا خطرہ بھی نہیں گذرتا

۵۔ صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں۔ ہوالخائف عن الشہ المطبوع علی الخیر وقیل من غلبت علیہم سلامۃ الصدور حسن الظن بالناس لا یخفہم اغفلوا امر دنیاہم فیحملوا حدیق التصرف فیہا واقبلوا علی اخر تمہ فاما الابلہ وہو من لا عقل لہ فغیر مراد مجمع البحار ص ۱۱۶) یہاں ایسے مراد وہ لوگ ہیں جو صاف سینہ ہوتے ہیں اور لوگوں کی طرف ہمیشہ نیک ہی گمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنے کی وجہ سے وہ دنیا کے انجینج سے ناواقف ہو جاتے ہیں۔ نہ یہ کہ صاحب فہم نہیں ہوتے۔

حضرت ابو ہریرۃ سے مرفوعاً روایت ہے المؤمن لیتن تخالہ من اللین احسن مرکزہ الخائف للمناوی) ایما تداروی نرم خو ہوتا ہے مگر تم اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے اس کو احسن تصور کرتے ہو۔

صاحب مقاصد حضرت انس سے مرفوعاً نقل فرماتے ہیں۔ المؤمن کئیس، فطن، حذر، وقاف لا یجھل (الدلیلی والقضائی) ایما تداروی ہشیار، مسجد، انجام میں اور سوچ سمجھ کر کام کرنے والا ہوتا ہے جلد بازی نہیں کیا کرتا۔

ظاہر کہ روایت اگرچہ لحاظاً سانیہ ضعیف ہیں مگر حضرت ابو ہریرہ کے تذکرہ بالا حدیث کی شرح کرنے کے لئے کافی ہے۔

الفراست

(۵۳۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْقَرُوا

دانائی اور مردم شناسی

(۵۳۲) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کی فراست

(۵۳۲) حضرت شاہ ولی اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فراست مومن میں نبی کی قوت عاقلہ کا ایک

نمیں ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں:-

اما تشبہ کہ در جز علی نفس ناظر دہندہ بایں وجہ توان بود کہ کے را از امت محدث و ملہم کنند و این معنی بود
طریق توان بود دوم آنکہ فراست صادقہ اور انصیب کنند و عقل اور از حطرہ القدس ناید
دہند کہ غالباً اصابعہ در مجتہدات خود را لازم این معنی است کہ وہی بحسب رائے او نازل شود۔

یعنی امتی کے اپنے نبی کے ساتھ اس کے علیٰ جز میں تشبہ کے معنی یہ ہیں کہ اس کی امت میں سے کسی کو محدث و ملہم کا منصب عطا
فرمادیں اس کے دو طریقے ہیں دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سچی فراست اس کو معرفت فرمادیں اور حظیرہ القدس سے اس کی
اس طرح تائید فرمائیں کہ اپنے اجتہادات میں اس کی رائے اکثر صحیح ہو اگرے اور اسی صفت کے لازم میں سے یہ ہے کہ
وہی اس کی رائے کے موافق نازل ہو۔ (قرۃ العینین ص ۴۴)

شاہ صاحب کی اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ مومن کی فراست کو کیا اہمیت ہے اور یہ کہ وہی کی حضرت عمرؓ کی موافقت
کرنا بھی درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تھا اگر آپ کی قوت عاقلہ اتنی بلند نہ ہوتی تو آپ کے ہم جلسوں میں یہ
کمال فراست بھی نمایاں نہ ہوتا۔ حضرت شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے فراست کی حسب ذیل تشریح فرمائی ہے:-

اما فراست پس عبارت است از مردم شناسی کہ از قرآن حالیہ و مقالیہ و از رفتار و گفتار صادق را از
خانی متنازعہ و خبر خواہ را از بہ خواہ و طماع را از مخلص و خائف را از امن و بہت و تنگ حوصلہ را از
بلند بہت و فراخ حوصلہ و عقل و کیاست ہر کس را بمیزان فراست خود بسجہ کہ کرام کس لائق کرام خدمت
است و کرام کس لائق کرام منصب:- (منصب امامت ص ۴۷ و ۴۸) یہ تقسیم سیاست ایمانی و سیاست ملی۔

یعنی فراست ایسی مردم شناسی کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے آدمی حالیہ و مقالیہ قرآن
کی مدد سے سچے اور نفاق میں تیز کر لیتا ہے اور بہ خواہ لالچی اور مخلص و خائف اور بہت و تنگ حوصلہ کا امتیاز کر لیتا ہے اور اپنی
اسی فراست کی وجہ سے ہر شخص کی عقل و فہم کا اندازہ بھی لگا لیتا ہے کہ کون کس شخص کی خدمت اور کس منصب کے لائق ہے۔

غرض ان تمام حدیثوں سے مومن کی سادگی اور اسی کے ساتھ اس کے فہم ہونے کی حقیقت واضح ہو گئی لہذا کسی
صالح مومن کو اس کی سادہ دلی کی بنا پر بوقت مجتہد خود سب سے بڑی بیوقوفی ہوگی۔ درحقیقت سب سے بڑا فہم شخص وہی ہے
جس نے دنیا کی تلخ و کدورت کو کہہ بہا دولت پر قربان کر دیا۔ دنیا کی طرف رغبت اور آخرت سے بے رغبتی بھی
ایک عام سے عام انسان کی ذہنیت ہوتی ہے اس کو بجا میں آ رہا ہے کیا بتایا جائے۔ البتہ جو لوگ اس سطحی ذہنیت سے

(۵۳۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسِيرُ فَقَالَ لَهُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ سَرَفْتُ قَالَ كَلَّا وَاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيسَى أَمَنْتُ بِأَشْيَاءٍ وَلَكِنْ بَشْتُ نَفْسِي - (سرخسہ مسلم)

(۵۳۳) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کوٹے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا تو اس سے فرمایا ارے تو نے چوری کی ہو؟ بولا اس ذات کی قسم جس کے سوا معبود کوئی نہیں میں نے ہرگز چوری نہیں کی۔ (اس کی اس دیدہ دلیری کے بعد) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا بھی میں اللہ پر ایمان لیا اور اپنی آنکھ کی تکذیب کرتا ہوں۔ (مسلم شریف)

(۵۳۳) معلوم نہیں کہ خدا کے اس اولوالعزم رسول کے قلب میں عظمت الہی کا عالم کیا ہوگا جس کے سامنے اس کا باعظمت نام آجانے کے بعد کسی انسان کے مطلق یہ تصور ہی نہیں آسکتا کہ وہ اس کا واسطہ دیکر بھی جھوٹ بول سکتا ہے اس لئے وہ مقبرہ پر کرائی آنکھوں کے برہمی شاہدہ کی تکذیب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔
ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب تہارا غلام سزا کے وقت اللہ کے نام کا واسطہ دے تو فوراً اپنا ہاتھ روک لو، بہر حال خدا تیمالی کے نام پاک کی عظمت اس کو مستغنی ہے کہ جب کہیں اس کا واسطہ آجائے تو فوراً اپنے حق سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی بھاری قسم سن کر اس حد کے ساتھ الجھنے کے بجائے ہاتھ سمجھا کہ اس کو اپنا پتہ عظمیٰ دکھا کر یہ سمجھا دیں کہ اس ذات کا نام لے کر جھوٹ بولنا انسان کا کام نہیں۔ وقتی حالات اور انتظامی معاملات میں فرق کرنا چاہئے۔ ایک وقت یہ اغاض قابل تعریف ہوتا ہے اور بعض حالات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مخاطب کی قسم میں کھود کر یہ بھی کرنی پڑ جاتی ہے یہ باب اللہ کی بارگاہ میں بھی ہے کبھی ننانوے انسانوں کا قاتل بخشدیا جاتا ہے اور کبھی ایک بلی کو بھوکا رکھنے والا دوزخ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ہمارا یہاں مقصد یہ ہے کہ خدائی عظمت کے استحصار کی وجہ سے کسی مسلمان میں کسی کے پیچھے نہ بڑھنے کی جواہر صفت ہوتی ہے وہ انبیاء کے اخلاق فاضلہ کا ایک اثر ہے حاصل یہ صفت ان کی ہوتی ہے۔ پھر امت میں ان کی اتباع کے ثمرہ میں بقدر نصیب منتقل ہو جاتی ہے، نادانیت دین کی ہر بات کو اپنے اندازہ فکر کے مطابق سمجھتا ہے پھر اس کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ مثل مشہور ہے الناس اعداء و ما جھلوا۔ لوگ جن بات کو نہیں جانتے اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔

المؤمن لا ینجس

(۵۳۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَخَذَ بِمِثْقَلِي فَشَيْئْتُ مَعَهُ مَعْقًى فَقَدْ فَاسَلْتُ فَأَمَيْتُ الرَّجُلَ فَأَعْسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ مَبْحَانِ اللَّهُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ (رواه البخاری)

(۵۳۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنَجِّسُوا أَمْوَالَكُمْ فَإِنَّ الْمُسْلِمَ كَيْنٌ يَتَحَسَّبُ حَيًّا وَلَا مَيْتًا۔ (رواه الدارقطنی)

مومن نجس نہیں ہوتا مشرک نجس ہوتا ہے

(۵۳۴) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ (راستہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہو گئی اس وقت میں جنابت کی حالت میں تھا آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا میں آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ جب آپ آگے بیٹھ گئے تو میں اس وقت (وہاں سے) کھٹک گیا اپنے گھر آیا اور غسل کیا پھر غسل کو کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپ اس وقت تک بیٹھے ہوئے تھے آپ نے پوچھا ابو ہریرہ کہاں گئے تھے میں نے اہل ماجرا عرض کر دیا آپ نے الداء تعجب بجان اللہ کہا اور فرمایا مومن کیل یا ناپاک ہوتا ہو بد بختی (۵۳۵) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مومنوں کو ناپاک مت سمجھو کیونکہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ زندگی میں ناپاک سمجھا جاتا ہے اور مرنے کے بعد۔ (دارقطنی)

(۵۳۴) ابو ہریرہ نے اپنی حسن فطرت سے جتنی بات بھی وہ قابلِ داد تھی یعنی بحالت جنابت آپ کی مقدس محل میں حاضری نامناسب ہے مگر خاتم الانبیاء علیہم السلام کو آداب سے بڑھ کر عقائد کی رعایت مقدم تھی، قرآن میں مشرک کو نجس فرمایا گیا تھا جس کے سنی یہ تھے کہ مومن اس قسم کا نجس نہیں اس کی ناپاکی عارضی ہوتی ہے اور مشرک کی ناپاکی بنیاد کی طرح ذاتی ہوتی ہے اس لئے آپ نے مومن کی اس خصوصی شان کو واضح فرمادیا کہ اگر قرآنی نظر میں مومن مشرک میں ایسا فرق ہے جیسا نجاست و غیرت است میں۔ نجاست سے جتنا دور رہنا ممکن ہو تب تک مومن ناپاک ہو کر بھی نشست و برخاست کے قابل رہتا ہے اور مشرک پاک و صاف ہو کر بھی اس قابل نہیں ہوتا اگر آپ ان کے من ادب پر خاموشی اختیار فرماتے تو یہ اہم نکتہ بھی رہ جاتا۔

(۵۳۵) اس حدیث میں بھی مومن کی اُسی خصوصیت کا اظہار کیا گیا ہے شہید کو شریعت نے طہارت کا ایک اور بلند مقام دیدیا ہے وہ یہ کہ اس کا خون بھی ناپاک نہیں ہوتا اس لئے اس کو غسل بھی نہیں دیا جاتا۔

المهون والدين والتألف

(۵۳۶) عَنْ مَحْمُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُونَ هَيِّنُونَ لَيِّنُونَ كَالْحَمَلِ الْأَنْفَ إِنْ قِيلَ لِنَقَادَ لَنْ يُنْبِذَ عَلَيَّ صَخْرَةً إِنْ سَتَنَّاخَهُ (رحمہ اللہ الترمذی مرسل)
(۵۳۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَخْيَرُكُمْ بِمَنْ يَخْرُجُ عَلَى النَّارِ وَمِنْ شَرِّ مَرُ النَّارِ عَلَيْهِ عَلَى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيبٍ سَهْلٍ (رحمہ اللہ احمد والترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

(۵۳۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ الْمُؤْمِنُ مَاتَ لَمْ يَلُفَّ وَلَا خَيْرٌ يَمُنُّ لَا يَأْلُفُ وَلَا يُوَلِّفُ (رحمہ اللہ احمد البیہقی فی شعب الایمان الحاكم فی المستدرک وقال علی شرطہ ما لا اعرِف لعلہ وقال الذہبی فیہ انقطاع ونصل فی المقاصد بان اباح انہم هو المذنبی الا الشیخی وھم یلقن اباحہ یرقہ ولا یتھمہ وذكرہ السیوطی فی المجامع الصغیرہ بجانب علامۃ الصحۃ)

نرم مزاجی اور ہر دعویٰ

(۵۳۶) کمال روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ایمان طے میں وہ بہت ہلکا ماننے والے اور نہایت نرم خور ہوتے ہیں جیسے نیل پڑا اونٹ جب ہراس کو گھسیٹا جائے چلا جائے اور اگر اس کو کسی تھمر پر بٹھا دیا جائے تو وہیں بیٹھ جائے۔ (ترمذی شریف)

(۵۳۷) عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کیا میں نہیں وہ لوگ نہ بتا دوں جو آتش دوزخ پر حرام ہیں اور آتش دوزخ ان پر حرام ہے یہ وہ لوگ ہیں جو نہایت فرمانبردار نرم خور و خیر نیکو یا اخلاق ہوں۔ (احمد ترمذی)
(۵۳۸) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا نہ را آدی تو وہ ہے جو مجھ پر سیکر محبت ہو جو شخص کسی سے الفت نہ رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھے اس میں تو بھلائی کی کوئی نہیں۔ (احمد حاکم۔ بیہقی)

(۵۳۶) امام احمد نے حضرت ابو ذر سے روایت کیا ہے السلامہ ذلول لا یرکب الا ذلولاً۔ اسلام کا مزاج خود نرم ہے اور وہ اسی کے قلب میں اچھی طرح سرایت کرتا ہے جو نرم خور ہوتا ہے۔ اس کی اسناد میں ایک راوی ابو ذر ہے اس کو متروک کہا گیا ہے۔ قرآن میں بھی مخصوص صفت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ وعباد الرحمن الذین یحسبون علی الارض ہونا واخلطوا ہمہم للیاحلون قالوا سلاماً۔ اور ذر نے قرآن کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر خودی کے ساتھ چلیں اور جب جاہلان سے (۵۳۷) مانتے نہ لیں اس کے قریب المعنی الفاظ حضرت ابراہیم سے بھی روایت کئے ہیں اور فرمایا ہے کہ اس کے راوی دی ہیں جو مصیبت کے راوی ہیں۔

(۵۳۹) عَنْ حَارِثِ بْنِ وَهَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلِّ ضَوْئِفٍ مُتَضَعِفٍ لَوْ أَقَامَ عَلَى اللَّهِ لَا يَزَالُ يُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلِّ عَتَلٍ جَوَاطِ مُسْتَكْبِرٍ (متفق عليه)

(۵۴۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَسَّ عَبْدُ الدِّيَّانِ وَعَبْدُ الدَّرْهِمِ وَعَبْدُ الْخَيْصِصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رِضْوَانٌ لَمْ يُعْطَ سِخْطٌ تَعَسَّ أَنْتَ كَسَّ وَلَا أَشْنَيْتَ فَلَا أَنْتَقِشَ طُوبَى بِعَبْدٍ أَخَذَ بِعَنَانٍ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَشْعَثَ رَأْسُهُ مُخَبَّرَةً قَدْ مَاءُ إِنْ كَانَ فِي الْحَرِّ مَسَّةٌ كَانَ فِي الْحَرِّ مَسَّةٌ وَلَوْ كَانَ فِي السَّاقَةِ

(۵۳۹) حارث بن وہب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہ بتا دوں کہ جتنی لوگ کون ہیں۔ ہر وہ شخص جو اپنی نظریں اور لوگوں کی نظروں میں کمزور و بے سہارا ہو۔ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو ضرور پورا کرے گا۔ (اس کے بعد فرمایا) سنو، کیا میں تمہیں نہ بتا دوں کہ دوزخی کون ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سرکش منہ بھٹ اور مغرور ہوں۔ (متفق علیہ)

(۵۴۰) ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہلاک ہو جو دنیا کا بندہ، درم کا بندہ اور کملی کا بندہ ہو (اس کی دوزخی کا یہ حال ہو) کہ اگر اس کو کچھ دیدیا جائے تو خوش ہو جائے اور اگر نہ دیا جائے تو روتھ جائے ایسا کم ہمت خدا کو بے ہلاک اور ذلیل ہو اور اگر اس کے کوئی کاشا چھپے تو نہ نکلے۔ وہ بندہ مبارک ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی باگیں بٹھالے ہمہ وقت (خدمتِ دین کے لئے) تیار رہے۔ اس کے سر کے بال پراگندہ اور سرِ غبار آلودہ ہیں (اس کی نرم خوئی اور للہیت کا یہ عالم ہے) کہ اگر اسے اگلے دستہ میں محافظ کی حیثیت سے جگہ دی جائے تو

(۵۳۹) ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مسلمان کی نرم مزاجی سے مراد کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی شدتِ طبع کو ان سے کوئی تعارض نہیں رہتا وہ حدِ بلاطع ہو کر بھی اتنے نرم تھے کہ ایک عام کو عام شخص بھی برسرِ سبیران کو ٹوک دیتا اور وہ خوشی سے اس کو جواب دیدیتے۔ بہر حال مومن کا وجود مغفہ عالم پر قدرت کی صفائی کا وہ عجیب تر مجموعہ ہوتا ہے جس میں بیک وقت خدات و دین، سادگی و فہم، زینت و عبادت اور فصاحت و کم سخن کی تمام تضادات صفتیں جمع نظر آتی ہیں۔ اس تضاد کے جمیع کی صورت گذشتہ احادیث کے ضمن میں اپنی اپنی جگہ ملاحظہ سے گذر چکی ہے۔

كَانَ فِي السَّاقَةِ إِنِّ اسْتَاذَنَ لَمْ يُؤْذَنَ لَكَ فَنَ شَفَعَكَ لَمْ يَشْفَعْكَ (رواه البخاری)
 (۵۴۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ
 أَقْوَامٌ أَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ أَفْئِدَةِ الطَّيْرِ (رواه مسلم)
 (۵۴۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا الْكُرْمَ قَوْلَ
 الْكُرْمِ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ (رواه مسلم وفي رواية ولكن قولوا العنب والمحبطة)

خافلت کی خدمت انجام دے اودا گراس کو کچھلے حصہ میں ڈال دیا جائے تو پیچھے رہ کر بھی بخوشی اپنی ڈیوٹی
 کو پورا کرے (غرض نہایت مطیع مزاج ہوا اور صرف دین کی خدمت اس کا مطمح نظر ہو) بخاری شریف
 (۵۴۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایسے لوگ جائیں گے
 جن کے دلوں کی کیفیت پرندوں کے دلوں سے بہت مشابہ ہوگی۔ (مسلم)
 (۵۴۲) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگور کو کرم نہ کہا کرو کیونکہ
 کرم تو مومن کے قلب کا نام ہے (انگور میں کرم کہاں اس سے تو شراب بنتی ہے جو بہ حایوں کا شراب ہی دسم)

(۵۴۱) علامہ نے یہاں وجہ تشبیہ رقت ولین تحریر فرمائی ہے یعنی پرندوں میں جو بایوں کی نسبت صفت
 عام طور پر زیادہ پائی جاتی ہے وہ ہر اثر کو نسبتہ جلد قبول کر لیتے ہیں کیونکہ پرند نہیں ہوتے۔ چند نکلوں کا آشیا دہنا کر عمر گزار
 دیتے ہیں، روزی جمع کرنے کی فکر نہیں کرتے صبح کو تلاش رزق میں نکلے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آگئے ان کو دیکھو تو
 نہایت بھولے بھالے نظر آتے ہیں یہ تمام صفیں ایک مسلمان کی بھی ہوتی ہیں۔
 (۵۴۲) تنابہ میں لکھا ہے کہ چونکہ انگور سے شراب بنائی جاتی ہے اور عرب کے مذاق کے مطابق شراب
 سخاوت و کرم کی محرک ہوتی ہے اس لئے وہ انگور کو کرم کہہ دیتے تھے۔ آپ نے اس غلط اشتقاق کو ناپسند کیا اور
 فرمایا کہ اس خوبصورت اور معنی خیز نام کا زیادہ مستحق مومن کا قلب ہے شراب کا اداہ یعنی انگور نہیں۔
 یہاں قلب کو کریم کہنے کی بجائے مبالغہ کے طور پر عین کرم کہہ دیا گیا ہے۔ جیسے زید کو مبالغہ میں عین انصاف
 کہہ دیا جائے۔ وعشری اس کی شرح میں ہیں و قطر ازہیں کہ یہاں دراصل انگور کا نام رکھنے سے ممانعت کرنا مقصود
 ہی نہ تھا بلکہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ جب قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ
 اِنَّكَ اَكْرَمُ عِنْدَ اللَّهِ اَنْفَاكُم

تو اس کا حق ہونا چاہیے کہ اس مقدس نام میں منقہ مسلمان کے سوا کسی اور چیز کو شریک نہ کیا جائے تاکہ ذہنوں میں یہ
 بات نقش کا کج ہو جائے کہ کریم درحقیقت صرف منقہ ہوتا ہے۔ اس کے سوا کہیں اور کرم کا نام و نشان نہیں ہوتا۔
 غیر منقہ کا کرم صرف ناشی ہوتا ہے اس میں صورت ہی صورت ہوتی ہے معنی کچھ نہیں ہوتے۔

سلامۃ الصدر

(۵۴۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَنْضَلُ قَالَ كُلُّ مَغْمُومٍ الْقَلْبِ صَدُوقُ اللِّسَانِ قَالَ لَوْ أَصَدُّوقُ اللِّسَانِ نَعَرْتُ فَرَمًا مَغْمُومُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ النَّفِيُّ النَّفِيُّ لَا لَأَمَّ عَلَيْهِ وَلَا بَغَى وَلَا عِيلَ وَلَا حَكَمَ (سرواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان)

(۵۴۴) عَنْ زَيْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا فَإِنِّي أَحِبُّ أَنْ أَخْبِرَ بِإِلَيْكُمْ سَلِيمَ الصَّدْرِ (رداء الہدائد)

صاف سینہ ہونا

(۵۴۳) عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا لوگوں میں کون شخص سب سے بہتر ہے آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو غموم القلب اور زبان کا سچا ہو صحابہ نے عرض کیا۔ صدوق اللسان (زبان کا سچا) شخص تو ہم سمجھ گئے غموم القلب بیماری سمجھ میں نہیں آیا اس کی تشریح آپ فرماویں۔ فرمایا یہ وہ دل کا صاف اور خدا ترس انسان ہے جس پر نہ گناہوں کا بوجھ ہو۔ ظلم تعدی کا بار نہ اس کے دل میں کسی کا کینہ ہو اور نہ حسد۔ (ابن ماجہ شعب الایمان)

(۵۴۴) ابن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی کہ میرے صحابہ میں سے مجھ سے کوئی شخص کسی کی کوئی بات نہ پہنچایا کرے کیونکہ میرا دل چاہتا ہے کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو میرا دل تم سب کی طرف سے صاف ہو۔ (ابوداؤد)

(۵۴۴) نبی اپنی سلامتی صدا پہنے ہی فائدہ کے لئے نہیں چاہتا بلکہ اپنی امت کے فائدہ کے لئے ہی چاہتا ہے کیونکہ اس کے قلب مبارک میں اگر کسی امتی کی طرف سے کوئی ادنیٰ غلطی بھی پڑ جائے تو وہ بھی اس امتی کے لئے ایسا ہی ضعف کا موجب ہو سکتی ہے اعوذ من غضب اللہ وغضب رسولہ وغضب اولیاءہ۔ حدیث میں ارشاد ہے من عادی فی ولیا فقد اذنتہ بلحجب۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کا قلب مبارک ساری نراہتوں اور ہمد سے تقدس کے باوجود غلطی خروں سے حائر بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے لئے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس کو ہر وقت ہر چیز کا علم حاصل ہو وہ ہر مرکز کے معاملات سے بھی بے خبر ہو سکتا ہے اور اگر وہ غلط طہ پر اس کے پاس پہنچ جائیں تو ان کا اثر بھی لے سکتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلامتی صدر کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ غیر ضروری باتیں کسی متعلق نہ ہستی جائیں۔ باقی جو باتیں نعم اللہ کے متعلق ہیں ان کا باب ہی علیحدہ ہے۔

تألم المؤمن لاهل الايمان

(۵۴۵) عَنْ الثَّعْلَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاتُجِهِمْ وَتَوَادُّهِمْ وَتَعَاظِفِهِمْ كَشَلِّ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عَضْوًا نَدَا عَنِ لَدُنْ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالشَّغِيرِ وَالْخَفِيِّ. (متفق عليه)

(۵۴۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنْ اشْتَكَى عَيْنُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ وَإِنْ اشْتَكَى رَأْسُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ. (مرآۃ مسلم)

(۵۴۷) عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالنَّبْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ (متفق عليه)

(۵۴۸) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

مسلمانوں کی تکلیف کا اپنی تکلیف کی برابر احساس کرنا

(۵۴۵) نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمانداروں کو باہم رحل، باہم محبت اور ایک دوسرے کی تکلیف کے احساس کے بارے میں تم ایسا دیکھو گے جیسا ایک قالب ایک عضو یا رپڑ بجائے تو سارا جسم بیمار میں مبتلا رہ جاتا اور بیداری کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۴۶) نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مومن شخص واحد کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ دکھتی ہے تو اس کا تمام جسم بیمار پڑ جاتا ہے اگر اس کا سر دکھتا ہے تو بھی اس کا تمام جسم بیمار پڑ جاتا ہے۔ (مسلم)

(۵۴۷) ابو موسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں ایک عمارت کی طرح ہونا چاہئے اور ایک دوسرے کے لئے اس طرح مضبوطی اور قوت کا باعث ہونا چاہئے جیسا مکان کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کے لئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں۔ اور اس کا نقشہ دکھانے کے لئے فرمایا کہ اس طرح۔ (متفق علیہ)

(۵۴۸) سہل بن سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مومنوں کی جماعت میں ایماندار آدمی کی مثال ایسی ہونی چاہئے جیسی سارے جسم میں سر کی جیسا دوسرے دجے سے تمام جسم تکلیف میں

الْمُؤْمِنِينَ فِي أَهْلِ الْإِيمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ يَا لِمَ الْمُؤْمِنِينَ لَا خَلِيلَ الْإِيمَانِ كَمَا
يَا لِمَ الْجَسَدُ لِيَمَانِي الرَّأْسِ (رسواء احمد)

(۲۴۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ

جتلا ہو جائے اسی طرح ایمان را آدمی کو بھی اور مومنوں کی تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے۔ (احمد)
(۲۴۹) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے وہ بھی کیا

(۲۴۹) جیسی اور بے دردی کا سب سے بڑا اور سب سے بڑا مظاہرہ یہ ہے کہ ایک انسان خود تو اپنا پیٹ بھرتا
رہے اور اس کے پاس ہی اس کا پیڑھی بھوکا بٹا رہے۔ اسلام اس حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے کہ اگر یہ اپنے بھائی کا
پیٹ نہیں بھر سکتا تو اس کو چاہئے کہ اپنا پیٹ کاٹ کر اس کی بھوک میں اس کا حصہ دار بن جائے۔ دیوار کی حقیقت بھی
یہی ہے کہ اس کی اینٹیں باہم ہی ایک دوسرے کے لئے باعث استحکام ہوتی ہیں اور حجت کا وجہ بنانے میں بھی برابر کی
شریک رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ باہمی اور قوی ملکہ کو اسی طرح باہم تقسیم کر لیا کریں اگر وہ ایسا کر لیں تو ان کا منتشر
شیرازہ دینے کے سامنے ایک مضبوط دیوار کی طرح بن جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان وحدت و اجتماع کی دعوت دیتا ہے اور
مگر مغرب و فتنہ کی۔ اسی لئے قرآن کریم نے جب صحابہ کے دور کو ذکر کا نقشہ کھینچا تو اس کا جو پہلو سب سے نمایاں فرمایا وہ
ان کی باہمی عداوت و محزب تھا۔ پھر اسلام کے بعد جس نعمت کا سب سے زیادہ احسان بتایا وہ ان کی باہمی وحدت
اور محبت و اخوت تھی اسی وحدت و اخوت کے اگر ایمان کے قابضوں کے باہم مشرق و مغرب کا فاصلہ ہی ہوتا مگر پھر بھی
وہ ایک دوسرے کی تکلیف کے احساس میں اتنے قریب ہوتے کہ مشرق کے ایک مسلمان کے پیر کے کانٹے کی چمک مغرب کا
رہنے والا مسلمان اپنے دل میں محسوس کرنا ان کا یہ رشتہ محبت و اخوت صرف جاننا اور محض ایک رنگ آمیزی نہیں بلکہ
ان کے احساسات کی صیغہ ترجمانی ہے۔

وَأَذْكُرُوا لَكُمْ مَا أَخَذْتُمْ وَأَخَذْتُمْ
بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ
إِخْوَانًا۔

یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے
درمیان ایسی محبت پیدا کر دی کہ محض اس کی مہربانی کی بدولت
تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔

دوسری جگہ کفار کے ظاہری اتحاد و اتفاق کی حقیقت اس طرح واضح فرمادی۔
تَحَبُّبُهُمْ مِثْلَ بَيْعَاتِهِمْ قُلُوبُهُمْ شَتَّى۔ آپ تو ان کو متحد خیال کرتے ہیں مگر ان کے دل سب پر الگ ہیں۔
اس کے عداوت آپ ہی طور پر کیے کہ اگر حقیقت ہمارے قلوب میں وہ اخوت ایمانی موجود ہے تو اس میں وہ محبت و
وحدت کیوں نہیں بلکہ اس کے برعکس کفار کے تفرق و فتنہ کا نقشہ کیوں ہے۔ اللہم الف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا۔
یاد رکھئے کہ آپ کا ایمان جتنا کامل اور مستحکم ہوتا چلا جائے گا اتنا ہی آپ کا اتحاد اور قومی تعمیر بھی مستحکم ہوتی چلی جائیگی
اور جتنا اس میں نقصان پیدا ہوتا رہے گا اسی قدر آپ کے اتحاد اور قومی تعمیر میں بھی ضعف پیدا ہوتا رہے گا۔ آپ نقصان
ایمانی کے ساتھ اپنے اتحاد پر مغرور نہ ہوں وہ صرف آپ کے قالب کا اتحاد ہوگا قلب کا نہیں اور اگر آپ کے قلوب
رشتہ ایمانی کی بدولت وحدت کا رنگ اختیار کر چکے ہیں تو قالب کے انشا سے غموم نہ ہوں کہ وہ صرف آپ کے جسموں کا

بِالَّذِي يُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ جَائِعًا إِلَىٰ جَنَّتِهِمْ وَرِوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ -

الخوف من المعاصي

(۵۵۰) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ بَرَىٰ ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَلَئِنْ الْعَاجِزَ بَرَىٰ ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ بَابٌ مَرَّ عَلَىٰ آتِفَةٍ فَقَالَ يَهْ طَلَدًا ۖ اِیْ بیدہ
فَدَا بَعْدَهُ رِوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَذَكَرَ مَعْدُ الْحَدِيثِ الْآخِرُ الْمَرْفُوعُ أَيْضًا -

حفاظۃ عنۃ النفس

(۵۵۱) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْتَبِئُ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ

مومن ہے جو اپنا توبہ بہرے اولاس کے قریب اس کا پڑوسی بھوکا پٹارے۔ (شعب الایمان)

گناہوں سے ڈرنا

(۵۵۰) حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں مومن اپنے گناہوں سے اس طرح ڈرتا ہے جیسا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو ہے نہ تباہی کہ وہ اب اس پر گرا اور فاجرا دی ان کو اس طرح حقیر سمجھتا ہے جیسا کھلی اس کے ناک کے پاس گندی اولاس نے اپنے ہاتھ کی حرکت سے اس طرح اڑادی۔ (بخاری شریف)

اپنی عزت نفس کی حفاظت کرنا

(۵۵۱) حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لئے یہ مناسب نہیں

انتشار ہے۔ قلب کا انتشار نہیں تمہیں ہے کہ وحدت و افتراق کے جو بنیادی اسباب ہیں کم از کم مسلمان اس سے کچھ نکر غافل ہیں۔ وہ جس مجمع میں اتحاد و اخوت کی دعوت دیتے ہیں اسی میں اہل رشتہ اپنی پر ضرب بھی لگاتے جانتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ سنت اخوت صرف عطا پانی ہے ان کی تقریروں اور تقریروں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

لَمَّا نَفَقْتُ نَافِي الْأَرْضِ وَجَمِيعًا مَا
أَلْقَيْتُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَكَرِهَ اللَّهُ
لَقَدْ بَيَّنَّهُمْ -
اے پیغمبر اگر آپ ساری زمین کا مال ہی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے
دلوں میں ایسی الفت و محبت پیدا کر سکتے تھے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی
فات ہے جس نے ان میں باہم یہ الفت ڈال دی ہے۔

(۵۵۱) صحابہ کی فہم میں اپنے نفس کے زلزل کر سکی کئی صورت ہی وہ اس کی وہ نظر فلت سے غور تھے اور اسلام نے

يُذِلُّ نَفْسَهُ قَالُوا وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ قَالَ يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُلَاقِيهِ - رحمه الله الترمذی
واہن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان۔

لِزُومِ التَّوْبَةِ

(۵۵۲) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ
الْمُؤْمِنَ الْمُتَّقِينَ الثَّوَابُ - (رحمہ اللہ احمد)

کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے صحابہ نے عرض کیا بھلا اپنے نفس کو کوئی کیسے ذلیل کر سکتا ہے فرمایا ایسا
بار اٹھا لینا جس کے اٹھانے کی اس میں طاقت نہ ہو یہ ذلیل ہی کہتا ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ شعب الایمان)

ہمیشہ توبہ کرتے رہنا

(۵۵۲) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے اس مومن
بندے سے محبت رکھتا ہے جو فتنوں میں مبتلا ہوتا رہے اور ہمیشہ توبہ کرتا رہے۔ (احمد)

اگر ان کو احساس کنٹری سے اوری بھی دور کر دیتا تھا آپ نے ان کو بتایا کہ کبھی عزت کے کام میں بھی ذلت کا غمازہ بھگتنا
پڑ جاتا ہے براہ راست ذلت کے کاموں سے بچنا سب جانتے تھے لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک قدم اللہ
تعالیٰ کے بڑھاکر سمجھایا کہ ایسے عزت کے کاموں میں چھٹنا جن کا انجام ذلت ہو یہ بھی مومن کا کام نہیں پھر معلوم نہیں ذلت کا
جو قلعن جہد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے اپنے ساتھ کیسے سمجھ رکھا ہے شاید تکبر اور عزت کے منہوم سمجھنے میں غلط فہمی ہو گئی ہو۔
اللہ تعالیٰ تکبر اور فخر سے ہم کو کھائے اور اپنی صحیح عزت نفس محفوظ رکھنے کی توفیق بخشنے۔ آمین۔

(۵۵۲) جب گناہ بندہ کی فطرت ہو تو پھر توبہ ضرور اس کی صفت ہونی چاہئے پس اگر وہ اپنی فطرت کی بنا پر
طرح طرح کے فتنوں میں گرفتار ہوتا رہتا ہے مگر براہ اپنی صفت توبہ واستغفار کو فراموش نہیں کرتا تو وہ ارحم الراحمین
کی نظروں میں کیوں نہ پایا ہو یہاں محبت اس کے تکرار جرم پر نہیں بلکہ ہر بار اس کی صفت توبہ واستغفار پر ہے۔ یہ اسلوب
ہی ان اس لئے اختیار نہیں کیا گیا کہ گنہگار اپنے گناہوں پر اصرار کریں بلکہ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ جو نام و شرم سادہ میں
وہ زیادہ دل شکستہ نہ ہوں اور اپنی اس نعمت کی بدولت عصیان کے بعد بھی مدد آتی ہے کہ محبت کی زنجیری میں لپکیں
تھمتا ہوا خدا تعالیٰ کی محبت کی خوشخبری بندہ میں گناہ کی جرات پیدا نہیں کرتی بلکہ اس کی فطرت سے نصیب ہوا فخر و شرف کا
بھینکتی ہے۔

تقید بشرائع الاسلام مثل تقید الفرس باختہ

(۵۵۳) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ عَلَى أَحْيَتِهِ يَجُولُ ثُمَّ يَرْجِعُ عَلَى أَحْيَتِهِ. وَلَنْ الْمُؤْمِنَ يَسْهُو ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى الْإِيمَانِ. (ترمذی، احمد و سند مجید) اخرجا بیضاء الضیاء المقدسی فی المختار و حسنہ الحافظ السیوطی

کو نہ نصیحا خالصا و نفعاً محضاً

(۵۵۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ لَكَمَثَلِ الْفُطْعَةِ مِنَ الذَّهَبِ نَفَعٌ عَلَيْهَا صَاحِبُهَا

احکام اسلامی کا اس طرح پابند رہنا جیسا گھوڑا اپنے کھونٹے کا

(۵۵۳) ابو سعید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مومن کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو اپنے کھونٹے سے بندھا ہوا ہو وہ ادھر ادھر پھر پھر کر آخر اپنے کھونٹے کے پاس ہی آجاتا ہے اسی طرح مومن سے بھی بھول چوک ہو جاتی ہے آخر کار وہ پھر کر ادھر ہی آجاتا ہے جو ایمان کی بات ہوتی ہے۔ (احمد)

از سر تا قدم خیر خواہی اور نفع محض بن جانا

(۵۵۴) عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ مومن کی مثال سونے کی

(۵۵۳) یعنی مومن دین اسلام کا ایسا پابند ہوتا ہے جیسا گھوڑا کھونٹے کا نہ یہ اپنے کھونٹے سے علیحدہ جاسکتا ہے نہ وہ شیب ایمان سے کہیں علیحدہ ہو سکتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی بات دوسری ہے اگر غلطی ہو جائے تو پھر لوٹ کر اسے آٹا ادھر ہی پڑتا ہے۔ حریت کسی اور آزادی کہاں سے

عاشقِ حقیقت ! بگوندہ جاناں بردن دل بدستِ دگرے دادن و حیراں بردن

(۵۵۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مومن کی چند صفیں بیان فرمائی ہیں اس کی پہلی صفت یہ ہے کہ اس میں کھوٹ بالکل نہیں بکھتا جتنا اس کو آزادی و آسائش ہو وہ اُدھر کھنکھن کر رہے اس نفی سونے کی طرح نہیں ہوتا جس کا تپنے سے رنگ بدل جائے یا اس کا وزن گھٹ جائے۔ اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ شہد کی گھم کی طرح صاف تھری غذا کے سوا کوئی شے کھانا نہیں کھاتا۔ اس کی تیسری صفت یہ ہے

کہ وہ شہد کی گھم کی طرح جہاں بیٹھا ہے کسی کو مزہ نہیں پہنچاتا۔

فَلَمْ تَغَيِّرْ وَلَمْ تَقْصُصْ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ لَكَمَثَلِ الثَّخْلَةِ أَكَلَتْ
طَبِيبًا وَوَضَعَتْ طَبِيبًا وَوَقَعَتْ فَلَمْ تَكْثُرْ وَلَمْ تَقْصُرْ۔ (سراواہ احمد ذکر السیوطی
فی الجامع الصغیر وقال المناوی اسناد احمد صحیح)

(۵۵۵) عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً
لَا يَبْغُطُ وَرَقُهَا وَلَا ثَمَرُهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ قَدْ تَوَافَى مَا بَيْنَ قَوْمِ النَّاسِ فِي شَجَرِ الْبَرَاءَةِ
قَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَوْمٌ فِي نَفْسِي أَهْلُ الثَّخْلَةِ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالَ لَوَاحِدَةً لَنَا مَا هِيَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هِيَ الثَّخْلَةُ۔ (متفق علیہ)

اس مثلی کی سی ہے جس کے مالک نے اس کو تپایا پھر نہ تو اس کا رنگ بدلا اور نہ وزن گھٹا۔ اس ذات
کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے مومن کی مثال ٹھیک اس شہد کی کمی کی
سی ہے جس نے عمر بھول چوے، اچھا شہد بنایا۔ اور جس شاخ پر وہ بیٹھی نہ تو اپنے وزن سے
اس کو توڑا نہ خراب کیا۔ (احمد)

(۵۵۵) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ درختوں میں ایک
درخت ایسا ہے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور وہی درخت ہے جو مومن کی مثال ہے۔ اچھا بتاؤ
وہ کونسا درخت ہے لوگوں کا خیال تو جھگی کے اور اور درختوں کی طرف چلا گیا۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں مگر
میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہوگا۔ لیکن مجھے (اپنے سے بزرگ ہستیوں کے سامنے
بولتے) شرم آئی، اس کے بعد لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی ارشاد فرمائیں (وہ درخت
کونسا ہے) فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۵۵) عرب کی سرزمین میں کھجور کے درخت سے بڑھ کر کوئی اور درخت پُر از منافع نہیں ہوتا۔ یہ اپنی پوری دور
زندگی میں جسم نفع ہی نفع ہوتا ہے اس کا کوئی جزا یا نہیں ہوتا جو نفع سے خالی ہو جتنی کس کی گھٹلیاں بھی بیکار نہیں ہوتیں وہ بھی
لوٹوں کے چارے کے کام آتی ہیں۔ یہ ہمیشہ سرسبز اور سایہ دار رہتا ہے اور جب تک خشک نہیں ہو جاتا ہمیشہ پھل دیتا رہتا ہے
خشک ہونے کے بعد بھی اس کا تاج چھتوں کی کڑیوں کے کام آتا ہے اور اس کے پتوں کی رسیاں بنتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔
یہ صفت ایک مسلمان کی ہے جو سر سے لے کر قدم تک در لطفولیت سے لیکر پیری تک سرتا سرتا نفع ہی نفع ہوتا ہے۔

الحمد والشکر لله عز وجل فی الاحوال کلها

(۵۵۶) عَنْ سَعْدِ بْنِ ابْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمَدَ اللَّهَ وَشَكَرَ وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمَدَ اللَّهَ وَصَبَرَ فَالْمُؤْمِنُ يُوجَرُ فِي كُلِّ أَفْرَجٍ حَتَّى فِي الْقَسَةِ يَرْفَعُ إِلَى فِي الْأَفْرَجِ بِهِ - (سرواہ البیهقی فی شعب الایمان)

(۵۵۷) عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنْ أَفْرَجَ كُلُّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَلِكَ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ كَأَنَّ خَيْرَ آلِهِ وَلَنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءٌ صَبَرَ كَأَنَّ خَيْرَ آلِهِ - (سرواہ مسلم)

ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا شکر گزار رہنا

(۵۵۶) سعد بن ابی وقاصؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا حال بھی قابلِ تعجب ہے اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو مصیبت پیش آجاتی ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا اور اس پر صبر کرتا ہے خلاصہ یہ کہ مومن کو ہر حال میں ثواب ملتا ہے حتیٰ کہ اس نعمت میں بھی جو وہ اٹھا کر اپنی بھری کے منہ میں ڈالتا ہے - (شعب الایمان)

(۵۵۷) صہیبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا ہر معاملہ تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ سرت کی بات ہو یا غم کی اس کے حق میں سب بہتری بہتر ہوتی ہے، یہ مومن کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں۔ اگر اس کو کوئی خوشی کی بات پیش آجائے تو وہ شکر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتی ہے اور اگر کوئی تکلیف پیش آجائے تو صبر کر لیتا ہے یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے - (مسلم شریف)

(۵۵۶) فراخی دینی اور صحت و مرض کے ہر حال میں اسی مدد سرائی کی بدولت اس امت کا لقب حادون مشہور ہو گیا ہے۔ کیونکہ جو جس امت کا رسول احمد و محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی دآمی) اس کی امت کا لقب حادون ہوتا چاہئے۔ وہ افراد کتنے بغیر ہیں جو اپنی اس شہرت کے ساتھ نہ نعمت میں حمد کرتا یا رنج میں اور نہ مصیبت میں حمد فکر بھالا، جائیں۔

رَقَّةُ الْقَلْبِ

(۵۵۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ أَهْلَ الْيَمَنِ هُمُ
أَرْقَى أَقْدِلَةَ الْإِيمَانِ يَمَانٍ وَالْوَقْفَةُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ (مسلم شریف)

زرم دلی

(۵۵۸) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو اہل یمن آگئے یہ لوگ نہایت
رقیق القلب ہوتے ہیں ایمان اور دین کی سمجھ اور حکمت تو یمن ہی کا حصہ ہے۔ (مسلم شریف)

(۵۵۸) صحیح بخاری میں اس حدیث کو ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک مرتبہ قبیلہ بنو تمیم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے بنو تمیم تم کو بشارت ہو۔ ان پر قسم توں نے اس کو مال کی بشارت سمجھا
لہذا کہا اچھا تو دلویسے کیا دلاتے ہیں آپ کو ان کی بہت فطرتی پسند نہ ہوئی۔ اتنی دیر میں یمن کی ایک جماعت آنکلی آپ نے
ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بنو تمیم نے تو بشارت قبول نہ کی تو تم سے قبول کر لو۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے ہر دو چشم
جھول کر اس کے بعد عرض کیا کہ جنتا الفقہ فی الدین ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اپنے دین کے کچھ مسائل سیکھیں۔ پھر
اس واقعہ سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کے قلب میں دین اور احکام دین کے قبول کرنے کی کتنی صلاحیت تھی جو بشارت انھیں
سنائی گئی وہ کسی بحث اور کسی تفصیل کے بغیر انھوں نے قبول کر لی اور اپنے آئنے کا جو زین مقصد آپ کے سامنے رکھا وہ مگر
ایک فقر فی الدین یعنی دین کی طلب تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس طرح بے چین دھڑا بشارت نہ کہ کو لکھا لیانے
سے بہت معظوظ ہوئے اور ان کی اس صلاحیت اور علو استعداد کو دیکھ کر فرمایا کہ ایمان اور فقہ اور حکمت تو درحقیقت ان
لوگوں کا حصہ ہے اور اسی کو یہاں رقبہ قلب سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے مقابل قلبی قساوت ہے وہ یہ کہ نصیحت کے
نفوذ کو نہ کی اس میں کوئی صلاحیت نہ ہو بلکہ وہ اس خشک پتھر کی طرح ہو جس سے پانی کی ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتی۔
مَنْ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَدَاثُهَا قَسْوَةٌ وَإِنْ مِنَ الْحِجَارَةِ لِمَا يُشَقُّ مِنْهُ
أَلْخَارُ وَإِنْ مِنْهَا لِمَا يَشَقُّ فَيُخْرِجُ مِنْهُ الْمُلْكُ وَإِنْ مِنْهَا لِمَا يَخْطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ
پھر اس کے بعد تہا بے دل ایسے سخت ہو گئے کہ گویا وہ پتھر تھا
یا ان سے بھی سخت تر اور پتھروں میں تو بیٹے ایسے بھی ہوتے
ہیں کہ ان سے نہیں نکلتی ہیں اور بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو
بیسٹ جلتے ہیں اور ان سے پانی جھرتا ہے اور بعض پتھر ایسے
بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دے سے گر پڑتے ہیں۔

آج کل بالائیں قلوب کی قساوت اور اس کے مختلف علاج کو ایک سطح تشبیہ دیکر سمجھا گیا ہے کہ قلب کی قساوت یہ ہے کہ
اس میں اثر نہ ہو اور اثر نہ کرے کوئی صلاحیت نہ رہے، دین کی فہم کے لئے اس میں کوئی حرکت نہ ہو اور خشیت الہی سے وہ کبیر
خالی ہو جائے۔ یہی سب فیض قلوب جن سے ہدایت کے پھنے تو کیا ہے اس کا کوئی قطرہ بھی ان سے نہیں ٹپکتا قلوب قاسیہ
ہیں جو سختی میں پتھروں سے بھی بڑھ کر ہیں کہ پتھروں میں کچھ نہ کچھ آثار تاثر کچھ نہ کچھ حرکت و نظراتی ہے۔
(باقی صفحہ آئندہ)

نزہۃ اللسان

(۵۵۹) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا بِالْفَاحِشِ وَلَا بِالْبَذِيّ - (ترجمہ) البذی والبذی وہی وہی فی شعب الایمان فی آخری الزمان الفاحش البذی وقال الترمذی هذا حدیث غریب وفی حواشی لا ینبغی للمؤمن ان یمکن لعانا۔

(۵۶۰) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَكُونَ لَعَّانًا۔ (ترجمہ) مسلم

(۵۶۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي بَكْرٍ وَهَوِيلُ عَنْ بَعْضِ رَفِيقِهِ قَالَتْ فَقَالَ لَعَّانِينَ وَصِدِّيقِينَ كَلَّا وَرَبِّ الْكُفَّةِ فَأَعْتَقَ أَبُو بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ بَعْضَ رَفِيقِهِ ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا أَعُوذُ۔ (ترجمہ) البیہقی فی شعبہ الایمان۔

پاکیزہ زبان ہونا

(۵۵۹) ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لئے نہ یہ مناسب ہے کہ وہ ہر وقت لسن طعن کرتا رہے اور نہ یہ کہ فحش کلامی اور بدزبانی کرتا رہے۔ (ترمذی - بیہقی)

(۵۶۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق ہو کر یہ بات اس کی شایان شان نہیں کہ ہر وقت لعنت برسیا کرے۔ (مسلم)

(۵۶۱) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کے پاس سے گئے وہ اتفاقاً اپنے کسی غلام کے متعلق لعنت کا لفظ استعمال فرما رہے تھے آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا رب کہہ کی قسم ہرگز نہیں ہوگا کہ جو لوگ لعنتیں برسائیں وہ صدیق بھی شمار ہوں۔ اس واقعہ کے بعد ابو بکر نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب آئندہ ایسا قصور نہیں ہوگا۔ (بیہقی)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اس کے برخلاف مومن کے قلب میں رقت ولین کی صفت ہوتی ہے یہ صفت صرف اس کے قلب تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے اعضاء و جوارح تک بھی سرایت کر جاتی ہے۔ وہ نرم خو، نرم مزاج، خیر طبیعت، صاحب محبت و حرور اور ہر کس و ناکس کی بات سننے اور ماننے والا ہوتا ہے حتیٰ کہ مسلمانوں کے لئے بہترین رحمت اور کفار کے مقابلہ میں جسم شریعت بن جاتا ہے۔ اسی صفت کو امتداء علی الکفار و حمایہ بیہم میں ذکر کیا گیا ہے اور ذیل کی حدیث میں بھی اس کے اسی رقت ولین کے اثرات کا ذکر ہے۔

(۵۶۲) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّعَّانَيْنِ لَا يَكُونُونَ شُهَدَاءَ وَلَا شَفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (مرہاہ مسلم)

(۵۶۲) ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہرقت لعنت برسانے والوں کو نہ شہادت کا حق دیا جائے گا نہ شفاعت کا۔ (مسلم)

(۵۶۲) لعنت لعنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں جو شخص دنیا میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کا عادی ہو قیامت میں اسے شفاعت اور شہادت کا بھلا کیا حق ہو سکتا ہے۔ شفاعت لعنت کے برعکس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب کا نام ہے۔ دنیا میں قانون شہادت یہ ہے کہ مقدمہ میں گواہ وہ ہو سکتا ہے جو اس کا دشمن نہ ہو۔ پھر دنیا میں جو شخص خدا تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کی اپنی دشمنی کا ثبوت دے چکا ہے وہ آخرت میں کب کسی کا گواہ بن سکتا ہے۔

نبی کے بعد صدیق کی شفاعت کا درجہ ہے اور اس کے بعد شہداء و صالحین کی شفاعت کا صاحبِ نبوت نے سمجھایا کہ آخرت میں جن امت کو شفاعت اور شہادت دونوں کا منصب عطا ہوا ہو جب اس کے لئے بالعموم لعنت کا استعمال کرنا ناموزوں ہے تو پھر ان میں جو صدیق کہلائیں ان کے لئے تو کتنا کچھ ناموزوں ہوگا۔ صدیق اکبرؑ نے اس نکتہ کو خوب سمجھ لیا اور اسی لئے اس غلطی کی ہر ممکن طریقہ پر تلافی کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس ضمن میں آپ کو باہم اسباب افزائی مٹانے کا بھی ایک بڑا سبق دیا گیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ دنیا ان ظاہری معضروں کو اہمیت دیتی ہے اور شریعت آخرت کی معضروں کو۔ اس لئے شریعت اپنی نظر حقیقت میں کے مطابق ان اسباب و اثرات کا ذکر کرتی رہتی ہے اور ظاہر میں ان آثار ظاہری کے درپے رہتا ہے اور اسی کو فلسفہ سے تعبیر کرتا رہتا ہے۔ پس ایک ظاہر پرست کے نزدیک تو تراہت لسان کا فلسفہ صرف دعوتِ اتحاد اور باہمی اسبابِ منافرت کا ترک کرنا ہے۔ اور حدیث کی نظر میں یہ سب جھنمی اور سطحی نفع نقصان ہیں۔ ان کو سمجھنے سمجھانے کے لئے انسان کی عقل خود ہی کافی ہے جو اصل اللہ دائمی نقصان ہے اور ہماری اور اک عقل سے بالاتر ہے۔ وہ امت کی امتیازی خصوصیت یعنی شفاعت سے محروم ہے۔ حدیث اس کا انکار نہیں کرتی تم اس کا انکار مت کرو بلکہ اس حقیقت کو حاصل کرنے کی کوشش کرو جس کے پاجانے کے بعد تمہارا بنایا ہوا فلسفہ — بلا توب و مشقت خود بخود حاصل ہو جائے گا۔

الصدق ووفاء العهد واداء الامانة

(۵۶۳) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخَلَالِ كُلِّهَا إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ - (رواه اسحق والبيهقي في شعب الايمان عن سعد بن ابى وقاص)

(۵۶۴) عَنْ صفوان بن سليم أَنَّهُ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ لَعَمْرُفٍ قِيلَ لَهُ أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ بَجِيلاً قَالَ لَعَمْرُفٍ قِيلَ لَهُ أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا - (سرواه مالك والبيهقي في شعب الايمان مرسلًا)

راست گو، امانت دار اور وفار شعار مومن

(۵۶۳) ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی فطرت میں تمام عادتیں ہو سکتی ہیں مگر خیانت اور جھوٹ کی عادت نہیں ہو سکتی۔ (احمد بیہقی)

(۵۶۴) صفوان بن سلیمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے فرمایا جی ہاں۔ پھر پوچھا گیا کیا بخیل ہو سکتا ہے فرمایا جی ہاں۔ پھر پوچھا گیا اچھا کیا اول نذر کا جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ فرمایا جی نہیں۔ (مالک۔ شعب الايمان)

(۵۶۳) واضح رہے کہ خفاقیہ خیانت اور اتنا فیہ جھوٹ مومن سے بھی سرزد ہو سکتا ہے لیکن وہ اس کا عادی نہیں ہو سکتا۔ اگر اس میں یہ عادت پر پیدا ہو گئی ہے تو اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ اب اس میں نفاق کے جراثیم داخل ہونے لگے ہیں اور اس کا ایمان زخمی ہو چکا ہے۔ یہ گئی خیانت تو وہ تو امانت ایمان کی ضد ہے یہ صفات ذمیدہ بھی اس میں پیدا نہیں ہو سکتیں۔ عارضی اثرات سے سب کچھ ممکن ہے۔ یہاں حدیث خلقت کی نفی کر دی ہے۔

(۵۶۴) حدیث کی مراد یہ ہے کہ بزدلی اور شجاعت فطرت کی ایک تقسیم ہے جیسا سخاوت و بخل اس لئے بزدلی اور بخل اگرچہ مذموم صفات ہیں مگر یہ غیر اختیاری۔ اس لئے اگر ایک مومن میں بیاہری نہ ہو یا حقوق اسلام ادا کرنے کے بعد اس میں سخاوت کا معنوں نہ ہو تو وہ مواخذہ سے بری ہو سکتا ہے لیکن خیانت اور جھوٹ کی عادتیں غیر اختیاری صفات نہیں۔ ایمان امانت سے مشتق ہے جو خیانت کی ضد ہے اس لئے ایمان اور خیانت جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح دروغ گوئی کی عادت نفاق کا شعبہ ہے ایمان یک رخی کا طالب ہے اس لئے دو رخاؤں اسلام و ایمان کے ساتھ جمع نہیں سکتا۔ اس لئے مومن نہ خیانت کا عادی ہو سکتا ہے نہ دروغ گوئی کا۔

(۵۶۵) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَلَّمَا خُطِبْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ۔ (مرہاء البیہقی فی شعب الایمان)

(۵۶۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَرَّاحٍ قَالَ قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ هَلْ يَكْذِبُ الْمُتَوَكِّلُ قَالَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ۔ (الجامع الکبیر)

(۵۶۷) عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ قَبِيلَ الْقُضَّانِ الْحَكِيمَ مَا بَلَغَ بِكَ مَا تَرَى بَعْثِي الْفَضْلُ قَالَ صِدْقُ الْحَدِيثِ وَإِدَاءُ الْأَمَانَةِ وَتَرْكُ مَا لَا يَنْبَغُنِي۔ (مرہاء فی الموطا)

(۵۶۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرِيدُ حِفْظَهُ فَهَتَنِي قُرَيْشٌ وَقَالُوا أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ نَسَمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۵۶۵) انش بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ ایسا کم دیا ہوگا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس شخص میں امانت نہیں اس کا ایمان بھی کچھ نہیں اور جس میں دفاہرہ نہیں اس کا دین بھی کچھ نہیں۔ (شعب الایمان)

(۵۶۶) عبد اللہ بن جرہاد روایت کرتے ہیں کہ ابو الدرداء نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مومن جھوٹ بولتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کی عادت یہ ہو کہ جب بات کرے تو جھوٹ ہی بولے وہ نہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت کے دن پر۔ (جامع کبیر)

(۵۶۷) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لقمان حکیم سے پوچھا گیا فرمائیے کہ یہ رتبہ بلند آپ کو کیسے نصیب ہوا، اصول نے جواب دیا۔ راست گوئی۔ اداوار امانت۔ اور دیگر باتوں سے کنارہ کشی کی بدولت۔ (موطا)

(۵۶۸) عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جو کچھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن پاتا وہ سب کچھ لکھ لیا کرتا تھا اس سے میرا مقصد آپ کے کلمات کی حفاظت کرنی تھی۔ قریش نے مجھے اس بات سے

(۵۶۶) اس حدیث میں اس امر کی وضاحت ہوگئی کہ اوپر کی حدیثوں میں کذب سے مراد اتفاقاً جھوٹ بولنا نہیں بلکہ اس کا عادی ہونا مراد ہے اسی لئے صحیح حدیثوں میں جھوٹ کی عادت نفاق کی ایک فصلت قرار دی گئی ہے۔

(۵۶۷) لایمنی اور بیکار باتوں کی شرح حدیث من حسن اسلام المرء ترک ما لا یعنیه کے ضمن میں مفصل گندہ لکھی ہے۔ ترجمان السنہ جلد اول میں ملاحظہ کر لی جائے۔

(۵۶۸) انبیاء علیہم السلام کا کلام صرف سچا ہی نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ بولتے ہیں وہ حق ہی ہوتا ہے سبحان اللہ! وہ دین ہمارا کبھی کتنا مقدس دین ہوگا جس میں مزاق اور غصہ کے بشری حالات میں بھی ملکی نطق کی صفات موجود نہ ہوں

بَشَرٌ يَخْلُقُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَأَمْسَكَتُ عَنِ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَسْلَمَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوْمَأَ بِأَصْبَعِهِ إِلَى فَيْهِ فَقَالَ أَكْتُبْ قَوْلَ الَّذِي نَفْسِي
بِهِدَاهُ مَا أَخْبَرْتُكُمْ مِنْهُ لَا حَقِّي - (رحمہ اللہ)

(۵۶۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لَوْ لَأَيُّ رَسُولِ اللَّهِ إِنَّكَ تَدْرِعُنَا قَالَ إِنِّي لَا أَقُولُ
إِلَّا حَقًّا - (رحمہ اللہ)

(۵۷۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَمَلُ الْجَنَّةِ قَالَ الصَّدَقُ وَإِذَا صَدَقَ الْعَبْدُ بَرَّ وَأَمِنْ فَإِذَا آمَنَ دَخَلَ

روکا دیکھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوابات بھی سنتے ہو وہ سب قلمبند کر رہے ہو حالانکہ آپ ایک بشر
ہی تو ہیں کبھی کوئی بات غصہ کی حالت میں بھی فرما دیتے ہیں۔ رہو سکتا ہے کہ اس حالت میں وہ مقام نبوت کے
معیار اعتدال سے اتری ہوئی بات ہو اس کے بعد میں نے لکھنا بند کر دیا اور اس قصہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ذکر کیا۔ آپ نے اپنے دین مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا (بے خوف و خطر) سب کچھ لکھو۔ اس حدیث کے
کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے بھڑق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ (ابوداؤد)

(۵۶۹) ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعجب کے طور پر سوال
کیا۔ آپ ہی ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا مگر میں کوئی نکتہ حق کے سوا زبان سے نہیں
نکالتا۔ (ترمذی شریف)

(۵۷۰) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے
پوچھا یا رسول اللہ جنت کا عمل کیا ہے؟ فرمایا سچ بولنا۔ جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیک بن جاتا ہے اور ایماندار

جب تک خدا نے برحق کی صفت کسی کی اس طرح نگرانی نہ رکھے اس وقت تک کسی بشر کے لئے مقام صدق و صفا کی
اس منزل تک رسائی ناممکن ہے۔ حکم کی نیت کے لحاظ سے اس کو صادق تو کہہ سکتے ہیں مگر جب تک اس کا کلام
حقیقت کے مطابق نہ ہو اس کو حق نہیں کہہ سکتے۔

(۵۶۹) آپ نے اس غصہ جواب میں مسئلہ حل کر دیا کہ نبی فرشتہ نہیں ہوتا وہ بشر کے تمام خواص اپنے اندر رکھتا ہے مگر فرق ہے برحق
کہ اس کی تربیت نظر ربوبیت کے تحت ہوتی ہے اس لئے وہ رضا و غضب اور جود و مزاح کے تمام حالات میں کہیں لغزش نہیں کرتا
نہی کہ اگر اس پر انسان بھی طاری ہوتا ہے تو وہ بھی کسی حکمت الہیہ پر مبنی ہوتا ہے۔ خوش طبعی اگر لایق اور خلاف واقع یا
خفیف حرکات پر مشتمل ہو تو بیشک وہ نقصان کا موجب ہے لیکن اگر کوئی اس غفلت کی حالت میں بھی وقار و وقار و وقار اور
صدق و حقانیت سے سزاوارد صراحت نہیں ہوتا تو یہی انسان کامل کا ذریعہ ہے۔ اب تم میرے اور اپنے مزاج کا موازنہ
کر کے دیکھو تمہارا تعجب جاتا رہے گا۔

الْجَنَّةَ. قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَمَلُ النَّارِ قَالَ الْكَذِبُ إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ فُجِّرَ وَإِذَا فُجِّرَ كَفَرَ
وَإِذَا كَفَرَ دَخَلَ يَعْنِي النَّارَ۔ (مرہاہ احمد)

(۵۷۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ
بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَالْبِرُّ قَائِدٌ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ
الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ حُجَّةٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ وَالْكَذِبُ قَائِدٌ إِلَى
يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَالْفُجُورُ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ
حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذِبًا أَبًا۔ (متفق علیہ)

ہو جاتا ہے اور جب ایمان دین جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا اچھا دوزخ کا عمل کیا ہے
فرمایا جھوٹ بلنا جب بندہ جھوٹ بولے تو حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے لگتا ہے اور جب تجاوز کرنے
لگتا ہے تو کفر میں گرفتار ہو جاتا ہے اور جب کفر میں گرفتار ہو جاتا ہے تو دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ (احمد)
(۵۷۱) عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راست گوئی کی
عادت اختیار کرو کیونکہ راست گوئی سے نیکی کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور نیکی انسان کو جنت تک پہنچا
دیتی ہے۔ آدمی جھ بولتا رہتا ہے اور تلاش کر کے جھ بولتا رہتا ہے تب تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
اس کا لقب صدیق پڑ جاتا ہے اور دیکھو جھوٹ سے بچنا کیونکہ جھوٹ حق میں مبتلا کر دیتا ہے اور فرس دوزخ
میں پہنچا کر چھوڑتا ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور دھونڈا دھونڈا کر جھوٹ بولتا رہتا ہے نتیجہ ہوتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا لقب کذاب پڑ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۷۱) تنبیہ کی جا چکی ہے کہ خیر و شر کے علیحدہ علیحدہ دو سلسلے ہیں امدان دونوں میں ایک کڑی اپنی دوسری کڑی سے
متصل ہے۔ پھر سلسلہ خیر کے ختمی پر جنت ہے اور سلسلہ شر کے ختمی پر دوزخ ہے کوئی انسان بھی دوزخ یا دوزخ میں نہیں چلا جاتا
اوپر اس کے ساتھ میں خیر و شر کی کوئی معمولی سی کڑی آجاتی ہے پھر اس کی وجہ سے اس میں اسی سلسلہ کی دوسری کڑی کی استعداد
پیدا ہو جاتی ہے اور اس طریق سے وہ بتدریج جنت یا دوزخ میں جا پہنچتا ہے پس کسی خیر کو معمولی سمجھا جائے کسی شر کو معمولی
ترہی میں سمجھ کر اسے روایت ہے کہ گنہگار نہ بنے ایک دن ایسا آجاتا ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا رہا ہے
غیرت میں درج ہو جاتا ہے آخر اس پر بھی وہ عذاب آجاتا ہے جو ان پر آیا تھا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیقین
اور کاذبین کی ایک غیرت ہے یہ حدیث بتاتی ہے کہ انسان کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کا نام صدیقین کی
غیرت میں آجائے یا ایھا الذین آمنوا کو انعام الصادقین۔ اور اس سے ڈرنا چاہئے کہ اس کا نام کہیں کاذبین
کی غیرت میں درج نہ ہو جائے۔ ان لعنة الله على الكاذبین۔ اور یہ اس لئے کہ صدق و کذب صرف معمولی خیر و شر
نہیں بلکہ ان کا ثمرہ جنت اور دوزخ بھی ہو سکتا ہے۔

(۵۷۲) عَنْ أُمِّ كَلْثُومٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْكَذَّابُ
الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَقِيءُ خَيْرًا (متفق عليه)
وزاد مسلم قَالَتْ وَلَمْ أَسْمَعْ مَعْنَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْجَسُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ
النَّاسُ أَتُرَكِّبُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ الْخُرْبُ - وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ لِأَمْرَأَتِهِ
وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا (وردی احمد والترمذی عن اسماء بنت یزید مثله)

(۵۷۲) حضرت ام کلثوم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کذاب وہ نہیں جو لوگوں
میں صلح جوئی کے ارادہ سے کوئی کلمہ خبر زبان سے کہے اور کسی کو کسی دوسرے شخص کی طرف سے کوئی بھلی
بات پہنچا دے۔ (متفق علیہ)

مسلم میں اتنا مضمون اور ہے کہ حضرت ام کلثوم فرماتی ہیں جو باتیں لوگوں کے درمیان جھوٹ شمار ہوتی
ہیں ان میں سے صرف تین موقعہ پر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہی ہے۔ جنگ میں۔ لوگوں کے درمیان
صلح جوئی کے لئے۔ اور تیسرے شوہر کا اپنی بی بی اور بی بی کا اپنے شوہر کی رضامندی کے لئے۔ (مسندہم)

(۵۷۲) صریح جھوٹ بولنے کی اجازت تو مشکل ہے کہ کہیں ثابت ہو البتہ کسی اہم مصلحت
کے لئے ایسی ذمہ داریاں بات کہہ دینے کی اجازت ہے جس پر بظاہر جھوٹ کا گمان ہو سکے مگر اسلی
مراد کے لحاظ سے وہ صحیح ہو اس کا نام توریہ ہے۔ پس توریہ کذب نہیں وہ صدق ہی کی ایک کذب نام صورت ہے
مسلم کی روایت میں مایقول الناس انه کذب کے لفظ میں غالباً اسی طرف اشارہ ہے۔ ایسے کلمات کے
استعمال کی اجازت بھی عام طور پر نہیں بلکہ اس میں ہی صرف تین مقامات کا استثناء کیا گیا ہے۔ جنگ کی
حالت میں (اس کی تفصیل جنگ کے بیان میں آئے گی) اور دوسرے دو مقام ایسے ہیں جن میں صاف گئی
موجب فتنہ ہو۔ اسی لئے مشہور ہے۔

دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز

شافعیہ کے نزدیک یہاں کچھ زیادہ وسعت ہے۔ شیخ محمد الدین نوویؒ نے امام غزالیؒ کے نقل کیا ہے کہ اگر کسی
اچھے مقصد کے لئے صدق و کذب کے دونوں راستے ہوں تو ظاہر ہے کہ اب کذب بلا حاجت ہر گاہ اس لئے
یہاں جھوٹ بولنا حرام ہے لیکن اگر اس کے حصول کی جھوٹ کے سوا کوئی صورت نہیں تو دیکھنا چاہئے کہ وہ
مقصد باج ہے یا واجب۔ اگر باج ہے تو جھوٹ بھی باج رہے گا ورنہ واجب ہو جائے گا مثلاً ایک
مسلمان کسی ظالم سے بچ کر کہیں چھپا ہوا ہے تو واجب ہے کہ اس کو اس ظالم سے بچانے کے لئے جھوٹ بول دیا جائے
یہ اس وقت ہے جبکہ توریہ سے کام نہ چلے ورنہ احتیاط اسی میں ہے کہ توریہ کر لے۔ (بخاری کتاب الاذکار ص ۱۳)
ابن قتیبہ نے کتاب مختلف الحدیث میں اس کی خوب تفصیل کی ہے۔ (دیکھو ص ۲۲)

(٥٦٣) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِيهِ الْحَضَرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
كَبُرَتْ خِيَانَةٌ أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هَوَّلَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ بِهِ كَاذِبٌ. (سراة
ابوداود وسكت عليه قال النورى فى اسناده ضعف).

ان في المعارض مندوحة عن الكذب

(٥٤٣) عَنْ سُوَيْدِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ خَرَجْنَا نُرِيدُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا دَاوُدُ بْنُ مُجْهٍ فَأَخَذَهُ عَدُوٌّ لَهُ فَكَشَّرَ بَرَقُ الْقَوْمِ أَنْ يَخْلِقُوا وَاحْلَفْتُ أَنَّهُ إِنْ أَخَذَ فَعَلَى سَيْبِهِ

(۵۷۳) سفیان بن اسیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ یہی ایک بڑی خیانت کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے اس طرح کی دو معینین باتیں بناؤ کہ وہ تو تم کو سچا سمجھ رہا ہو اور تم اس سے جھوٹ لول رہے ہو۔ (البداء و الد)

مجبوری میں تو یہ کر لینا جھوٹ سے بچنے کا ایک صحیح طریقہ ہے

(۵۷۴) سویدین غلط بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے نکلے ہمارے ہمراہ وائل بن حجر بھی تھے (راستہ میں) ان کو ان کے کسی دشمن نے پکڑ لیا اور لوگوں نے تو قسم کھانے پر

(۵۷۳) نوئی فرماتے ہیں کہ تورہ ہے کہ تم ایسا لفظ لوجو ایک معنی میں ظاہر ہو مگر تم اس کے دوسرے ایسے معنی ملاو لوجو اگرچہ اس لفظ سے منہم تو ہوں مگر اس کے ظاہر معنی کے خلاف ہوں چونکہ یہ بھی ایک قسم کا دھوکا ہے اس لئے حاجت کے بغیر یہ بھی ممنوع ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ اگر تورہ کا مقصد کسی کا حق تلف کرنا ہو جب تو یہ حرام ہو گا ورنہ میری ہی بات ہے اس لئے کہ تورہ ہے گا اور اگر کسی صحیح مقصد کے لئے ہو تو جرح ہو گا۔ (کتاب الاذکار ص ۱۷۷)

امین قجیہ نے تورے کی چند مثالیں سلف کے درمیان بھی پیش کی ہیں قابلِ مراجعت ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ بھی اسی فہرست میں شمار کیا ہے۔ (دیکھو از مس ۲۲ تا ۲۷)

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مبالغہ اگرچہ فی نفس کذب میں شمار نہیں مگر جب بے عمل اور اپنی حد سے تجاوز کر جائے تو وہ بھی کذب کی تعریف میں آسکتا ہے مثلاً آپ نے کسی شخص کو صرف ایک بار بلایا ہو اور آپ اس سے یہ کہیں کہ تم نے مجھے سینکڑوں بار بلایا۔ مگر تو نہیں آیا یا آپ یہاں سینکڑوں بار کا لفظ اگرچہ بطریق مبالغہ ہی استعمال کیا گیا ہے مگر اس موقع پر یہ کذب شمار ہوگا۔ اس کو مبالغہ نہیں کہتے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے کذب میں عالم اجتہاد رہے لہذا اس سے بھی احتراز لازم ہے (دیکھو کتاب اللذکار ص ۱۶۷)

رہائی حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

فَاتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ تَخَرَّجُوا أَن يَجْلِفُوا وَحَلَفْتُ أَنَّهُ
 آخِرُ فَقَالَ صَدَقْتُ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُغْدِرُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ - (سراواہ
 ابوداؤد وداخر جہد احمد الشیخان وعن ابن عمر -

(۵۷۵) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اشْتَكَى ابْنُ لَبَابٍ طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَأَبُو طَلْحَةَ خَارِجٌ
 فَلَمَّا رَأَتْ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَتَحْتَهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ

کچھ تامل سا کیا مگر میں نے قسم کھا کر کہہ دیا کہ یہ میرا بھائی ہے اس نے میری وجہ سے ان کو چھوڑ دیا جب ہم
 آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ ان لوگوں نے تو قسم کھانے میں گناہ محسوس کیا مگر میں نے
 تو قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں آپ نے فرمایا تم نے سچ تو کہا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہی ہوتا ہے
 نہ اس کی حق تلفی کرتے، نہ بروقت اس کی مدد کرنے سے پیچھے ہٹتا ہے اور نہ اس کو کسی مصیبت میں گرفتار
 کر سکتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۵۷۵) انس بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ کا ایک بچہ بیمار ہوا اور اس کا انتقال ہو گیا اس وقت
 یہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ ان کی بی بی نے جب دیکھا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے تو اس کو نہلا دھلا کر مکان

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کذب بھی ایک قسم کی خیانت ہے۔ خیانت صرف ہاتھ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ
 انسانی تمام اعضا کی صفت ہو سکتی ہے۔ ہاتھ کی خیانت ناہنر مال حاصل کرنا، زبان کی خیانت واقع کے خلاف باتوں سے کھانا
 اور آنکھ کی خیانت خلاف شرع نظر اٹھانا، آذین سے علم خائن (اعین) میں آنکھ کی اسی خیانت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایمان جب قلب
 میں سرایت کر جائے تو پھر رگ میں امانت سہا جاتی ہے اور عضو عضو سے خیانت نکل جاتی ہے جب تک مومن کی رگ و پے میں
 اس طرح امانت سرایت نہیں کرتی کہ پورا مومن نہیں کہلاتا اسی لئے حدیث میں ہے۔ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اِمَانَةَ لِهٖ۔

(۵۷۴) ایک موقع پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زبان مبارک سے بھی حضرت سارہ کے حق میں انھا اختی کا کلمہ حق
 نکلا تھا وہ بھی ایک ظالم بادشاہ سے اپنی تحفظ ناموس و آبرو کی خاطر تھا اور بلاشبہ سچا تھا لیکن جب کسی کو اس قسم کے
 نازک مواقع پر کوئی صیغہ است آتی ہو تو وہ بچا رہا اپنے واسطے تقدس کو سنبھالنے کے سوا اور کچھ کیا سکتا تھا انصاف کیجئے کہ
 مذکورہ بالا واقعہ میں اگر اخوت اسلامی کی بنا پر یہ قسم کھانے والا شخص نہ نکل آتا تو کیا ایک صحابی کا خون ناحق نہ بہا دیا گیا ہوتا،
 اسی لئے مفسدہ اور مصلحت کا علم نہایت اہم اور نازک ہے ورنہ ہر موقع کے لئے چڑھائے تو نہ معلوم وہ کتنے ناحق خون کٹا لے
 اور بے دین مسجد دار کے ہاتھ آجائے تو مصلحت کے پردوں میں نہ معلوم وہ کتنے احکام اسلامی کی برباد لٹا دے۔

بہاں ظلم کا دئیے بھی باب فی المعاصی میں مذکور ہے عن الذہب رکھ کر اکتین کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس کے تحت میں
 حسب ذیل واقعہ نقل کیا ہے۔ ابن قتیبہ نے تاویل مختلف الحدیث میں اس کی بہت سی امثلہ ذکر فرمائی ہیں دیکھو (مکملہ تاویل ۴۷۷)

(۵۷۵) صبح سلم میں اس واقعہ کی اتنی تفصیل اور مذکور ہے کہ جب صبح ہوئی تو ان کی بی بی نے پوچھا ابو طلحہ بتاؤ

قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ قَالَ هَذَا أَنْفُسُ دَارِجُوا أَنْ يَكُونُوا قَدْ اسْتَرَحَوْا وَظَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ قَالَ قَبَاتٌ فَلَمَّا أَصْبَحَ اعْتَسَلَ فَلَمَّا ارْأَدَا أَنْ يَخْرُجَ اعْلَمَتْ أَنَّهَا قَدْ مَاتَ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَبَارِكَ لِعَامَانِ بِلَدَيْهِمَا قَالَ سَقِيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَرَأْتُ آيَةَ تَسْعَةَ أَوَّلِ كَلِمَةٍ قَدْ قَرَأُوا الْقُرْآنَ. (سراة البخاری)

(۵۷۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَابُ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا ثَلَاثَ كُنُوزٍ بَابٌ شَتَمْتُمْ مِنْهُ فِي ذَاتِ اللَّهِ قَوْلُهُ إِنِّي سَقِيمٌ وَقَوْلُهُ بَلْ فَعَلْتُ كِبِيرَهُمْ هَذَا. وَقَالَ

ایک گوشہ میں رکھ دیا۔ (شب میں) جب ابو طلحہ آئے تو انھوں نے پوچھا بچہ کی طبیعت کیسی ہے؟ یہ بولیں وہ خائوش ہو گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب اسے بالکل آرام ہوگا۔ ابو طلحہ نے اپنی فہم کے مطابق یہ خیال کیا کہ تجسّس حقیقاً ہو گیا ہوگا۔ (حالانکہ ان کا مقصد کچھ اور تھا) اور مطمئن ہو کر اپنی بی بی کے ساتھ مہبستری کی جب صبح ہوئی تو غسل فرمایا جب باہر جانے لگے تو بی بی نے صاف بات کہی کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی اس کے بعد ان کی بی بی کے واقعہ کی آپ کو اطلاع ہوئی آپ نے فرمایا کہ (اس کی حسن نیت) کی بدولت اس شب میں جو محل اس کے استقرار پایا گیا ہے امید ہے کہ اس میں بڑی برکت ہو۔ سفیان راوی حدیث کہتا ہے کہ ایک انصاری شخص نے بیان کیا کہ میں نے ان کی نوا اولاد دیکھی ہیں سب کی سب حافظ تھیں۔ (بخاری شریف)

(۵۷۶) ابوبررہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی تمام عمر میں صرف تین مقامات پر تورو سے کام لیا: جن میں دو تو خدا تعالیٰ ہی کی راہ میں ہیں۔ ایک ان

اگر کسی نے کسی کے پاس اپنی کوئی چیز بطور عاریت رکھی ہو پھر وہ اسے الگ لے تو کیا اس شخص کو اس کے روکنے کا کوئی حق ہے انھوں نے کہا نہیں وہ بولیں تو پھر اپنے بچہ پر صبر کرو (وہ بھی خدا کی بات تھی اس نے لے لی ہے) اس پر انھیں غصا پایا اور فرمایا بچے یہ پہلے کیوں نہ بتایا تھا کہ اس غم کے حال میں میں مہبستری نہ کرتا۔ اس حدیث سے عرب کے سلیقہ کا پتہ چلتا ہے کہ اس مہذب عورت نے شب میں دفعہ ایسے اضطراب انگیز حادثہ کی خبر دینا بھی نامناسب سمجھی اور حیثیت بونا بھی گوارا نہ کیا اس لئے ایک ایسا دوسرا فقرہ کہ دیا جو اپنی جگہ درست بھی تھا اور اس کے شوہر کے لئے اس میں کمی اور سننے سمجھنے کی گنجائش بھی نہ تھی۔

(۵۷۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں کو اکب پرستی کا زہد تھا ایک دن ان کی قوم نے عید منانے کے لئے باہر جانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ ان کو بھی اپنے ہموار ملتے جائیں انھوں نے پہلے سے اپنے دل میں تبوں کے خلاف ایک اسکیم تیار کر رکھی تھی جب چلتے وقت انھوں نے اصرار کیا تو انھوں نے ان کے دستور کے مطابق پہلے تو خدا آسمان

بَيْنَا هُوَ ذَاتُ يَوْمٍ وَسَارَةٌ إِذْ آتَى عَلَى جِبَارٍ مِنَ الْجِبَارِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هَهُنَا جَلَاءُ مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَسَأَلَ عَنْ هَذِهِ قَالَتْ أُخْتُي فَأَتَى سَارَةً فَقَالَ لَهَا لَنْ هَذَا الْحَبَسَ أَرَأَيْتَ يَعْلَمُ أَنَّكَ أُمْرَأَتِي يَعْلُبُنِي عَلَيْكَ فَإِنْ سَأَلَكَ فَأَجِبِيهِ أَتَلَوِ اُخْتُ فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَ عَلَى وَحْدِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَأَتَى بِهَا قَامَ إِبْرَاهِيمُ يُصَلِّي فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ بَيْنَا وَلَهَا بَيْدُهُ فَأَخَذَ وَزَوَى فَعَطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرَجْلِهِ فَقَالَ أَدْعِي اللَّهَ لِي وَلَا أَضْرِكُ فَقَدَّعَتْ اللَّهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ مَتْنَا وَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأَخَذَ وَمِثْلَهَا أَوَّاشِدًا فَقَالَ أَدْعِي اللَّهَ لِي وَلَا أَضْرِكُ فَقَدَّعَتْ اللَّهَ فَأُطْلِقَ فَقَدَّعَتْ بَعْضَ حَبَبَتِهِمْ فَقَالَ

قول انی سقیم (میں بیمار پڑنے والا ہوں) دوسرا اہل فعلہ کبیرہم (یہ کام اس نے کیا ہے جو ان میں بڑا ہے) اور تیسرا اس وقت جبکہ وہ ایک دن سفر کر رہے تھے اور ان کی بی بی سارہ ان کے ہمراہ تھیں راستہ میں ان کا ایک ظالم بادشاہ کے ملک سے گزر رہا اس بادشاہ سے کسی نے ذکر کیا کہ آپ کی قلمرو میں ایک شخص آیا ہوا ہے اس کے ساتھ اس کی بی بی ہے اور وہ بڑی حسینہ ہے۔ یہ سن کر اس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اپنا آدمی بھیجا اس نے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کون ہیں انھوں نے فرمایا میری بہن۔ اس کے بعد حضرت سارہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اگر یہاں کے بادشاہ کو یہ علم ہو گیا کہ تم میری بی بی ہو تو وہ تم کو مجھ سے زبردستی چھین لے گا لہذا اگر وہ تم سے پوچھے تو کہہ دینا کہ تم میری (اسلامی) بہن ہو کیونکہ اس خطہ زمین پر میرے اور تمہارے سوا اس وقت کوئی اور مومن نہیں ہے بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلا بھیجا وہ حاضر کر دی گئیں ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز کے لئے کھڑے ہو گئے جب وہ اس کے سامنے پیش کی گئیں تو اس بد بخت نے بد بختی سے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا فوراً اس کا گلہ پکڑا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ گھٹ گیا بہانہ کہ وہ اپنے پرہیزگار اور کھنے لگا میرے واسطے دعا کر میں تجھے کچھ نہ ستاؤں گا۔ حضرت سارہ نے دعا فرمائی تو راز وہ درست ہو گیا۔

کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا گویا انھیں بھی ظلم بخیر میں بڑا دخل تھا۔ اور دوسرے دیکھ کر فرمایا کہ انی سقیم میں تو بیمار پڑنے والا ہوں۔ اب بھلا ایسا انسان کون سلجے جو کبھی بیمار نہ پڑے۔ بات تو بالکل صاف اور سچی تھی لیکن وہ یہ سمجھے کہ انھوں نے بات سنا دی کہ وہ دیکھ کر سمجھے ہے جب وہ چلے گئے تو ان کے پیچھے انھوں نے جن کو توڑتا رہا اور کہا واپس آکر جب انھوں نے باہر دیکھا تو اس وقت ان کے سوا وہاں اور کوئی نہ تھا اس لئے ان ہی سے اس کا سبب دریافت کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی سادگی سے فرمایا کہ یہ کام تو اس کا معلوم ہوتا ہے جو ان سب میں بڑا ہے۔ یہ بات بھی بالکل صاف تھی کہ میرا ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کو کچھ بڑیوں بھی قدرتی بزرگی حاصل ہے مگر یہ لفظ استعمال فرمایا جس کے یہ سنی بھی ہو سکتے تھے کہ یہ سب سے بڑے بت کا کام ہے اس سے پوچھ دیکھو اس طریقہ سے ان کو قائل کرنا منظور تھا کہ جو بت

اِنَّكَ لَمَنْ تَابْتَ بَاِئِنَّا اَيُّنَا اَيُّنَا بِشَيْطَانٍ فَاُخَذَ مِنْهَا جَائِرًا فَاتَّبَعْتَهُ وَهُوَ فَاقَةٌ يُصَلِّي
فَاَوْفَا بِمِدْمَكِهِمْ قَالَتْ رَدَّ اللهُ كَيْدَ الْكَافِرَانِ فَخَرَّ فَاُخَذَ مِنْهَا جَائِرًا قَالِ الْوُضْءُ بِرَدِّ تِلْكَ
الْمَلَكَةِ يَا بَنِي مَاءِ السَّعَاءِ - (متفق عليه)

بدنخت نے پھر ہاتھ بڑھایا اور پہلے کی طرح پھر اس کا ہلا گئے لگا بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ وہ پھر جو چاہیے
لے دعا کریں تجھے کچھ نہ کہوں گا۔ حضرت سارہ نے دعا فرمائی فرزا وہ درست ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے
اپنے ایک دربان کو بلا کر کہا تو میرے پاس کوئی انسان نہیں لایا کسی بلا کو لے آیا ہے اور رخصت کے وقت
حضرت سارہ کی خدمت میں حضرت ہاجرہ کو پیش کیا۔ جب سارہ آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز میں مشغول تھے
سے پوچھا کہ کیا حال رہا انھوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی بدبختی کا نتیجہ اس کو دکھا دیا اور اس نے ہاجرہ
کو بطور زندہ پیش کیا ہے۔ ہاجرہ بڑھ کر فرماتے ہیں اے (بانی پر سب کرنے والے) عرب یہ تھیں تمہاری ماں۔ (متفق علیہ)

۱۔ آپ کو بچا سکیں اور نہ دوسرے کہ، مدد کو پہنچ سکیں اور نہ ایک حرف بول سکیں ان کی عبادت کی کتنی نامقول بات ہے
۲۔ دواۓ تودہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے۔ تیسرا واقعہ بھی خالص دینی ہی معاملہ تھا۔ عصمت ایک شرعی حق
ہے اور اس کا بچا نامی شرعی فرض ہے بلکہ اس کا ایک گونہ تعلق خود انسان کے ساتھ بھی تھا۔ یہ تینوں واقعات دینی اور
فرزندی نظر سے جتنے ہم سمجھیں گے اس کے لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے جو ذریعے کے الفاظ استعمال فرمائے
وہ شہابی شناس کے قابل سمجھیں گے اس کو کیا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کی بلند نظریں تودہ سے بھی ایک جھوٹ نظر آئے اور وہ اس کی
بھی اتنے نادان نہیں کہ اسے شرم کے عشر میں نظر نہ آئی نہ کر سکیں اور جب اہل مشران کی خدمت میں شفاعت کے لئے حاضر
ہوں تو وہ بے غند گردن کہ مجھ سے دنیا میں تین جھوٹ سرزد ہو چکے ہیں آج بھلا میں اس قابل کہاں۔ بہر حال جب اس کو بیکر
حق و صداقت کی نظروں میں اس تودہ کو کذب سمجھا گیا تو ان کے سب سے لائق فرزند رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے ضروری ہوا کہ وہ دنیا میں تشریف لا کر اپنے والد بزرگوار کی اس غلطی کو ظاہر کر دیں کہ ان کو وہ مذکور عشر کذب تصور
فرمائیں گے اہل تودہ خالص اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھے پھر ان کی حقیقت بھی اتنی تھی جس کو حدیث میں اس تودہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام
نظروں میں کذب ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بعض علما کو یہ شکل پیش آگئی ہے کہ جب ان کی حقیقت صرف تودہ ہی تھی تو پھر حدیث
میں ان کو کذب کا اطلاق کیوں ہوا۔ امد فرماتے اس عقلی شبہ کی بنیاد پر انھوں نے ایک حقیقی علیہ حدیث کا انکار کر دیا ہے۔ یہ طریقہ
صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اپنے شان کے نامناسب سمجھ کر اپنے حق میں ان کو
کذب شمار کیا تھا تو حدیث میں بھی اس نقطہ کو ملحوظ رکھا گیا۔ ہے تاکہ صفائی حرم سے قبل فرد جرم معلوم ہو جائے اس کے بعد
یہ واضح کر دیا جائے کہ جن واقعات کی حقیقت صرف ایک سخن تودہ ہی ہو وہ بھی بانی ملت خفیعہ کی نظر میں کتنی اہمیت
اختیار کر گئے تھے حتیٰ کہ عشر میں بھی ان کی نظریں پڑتی تھیں ان کے علاوہ انبیاء علیہم السلام میں کسی جس نے بھی اپنی تعمیرات کا ذکر کر کے
شفاعت کا انکار کیا ہو وہ سب اسی درجہ کی تفسیرات تھیں کہ اگر ان حضرت کے کسی امد عشر سے سرزد ہو تو وہ ان کو اپنے خدائے حق میں ایک
درجہ و مستحق کہ اس کو زیادہ تفسیل کی یہاں گنجائش نہیں ہو۔ وللعاقل تکفیه الاشارہ۔

(۵۷۷) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قُرَادٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ
أَصْحَابُهُ يَمْتَحِنُونَ بِوُضُوئِهِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْتَكُمُكُمْ عَلَى هَذَا
قَالُوا حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَلْيَصُدِّقْ حَدِيثَهُ إِذَا حَدَّثَ وَالْيُودِيَّةَ أَمَا أَنْتَ إِذَا
اِثْنَيْنِ وَالْجُحَيْنِ جَوَارَ مَنْ جَاوَرَهُ - (مرآۃ البیہقی فی شعب الایمان)

(۵۷۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَى بِالْمَرْءِ كِبًا أَنْ يُحَدِّثَ
بِكُلِّ مَا سَمِعَ - (مسند امام مسلم)

(۵۷۹) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ

(۵۷۷) عبد الرحمن بن قریب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام
آپ کے وضو کا پانی لے لیکر اپنے جسموں پر ملنے لگے، آپ نے پوچھا تم یہ حرکت کیوں کر رہے ہو؟ انہوں نے
عرض کیا صرف خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے جذب میں اس پر آپ نے فرمایا۔ اچھا تو جس کو یہ بات
اچھی معلوم ہو کہ وہ ٹھیک ٹھیک خدا تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول
خود اس سے محبت کرنے لگیں تو اسے چاہئے کہ جب بات کیا کرے تو سچی بات کیا کرے اور جب اس کے پاس
امانت رکھی جائے تو اس کو پورا پورا ادا کیا کرے اور جو شخص بھی اس کا پڑوس اختیار کرے یہ اس کے ساتھ اچھا
ہی معاملہ کیا کرے۔ (شعب الایمان)

(۵۷۸) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے جھوٹ بولنے کے لئے اتنی
سی بات کافی ہے کہ وہ جو سن پائے اسی کو (قبل تحقیق) دوسروں سے نقل کر دے۔ (مسلم)

(۵۷۹) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بعض مرتبہ) شیطان لوگوں کے

(۵۷۷) حدیث بالا میں محبوب رب العالمین نے مجتہدین راہِ محبت کو سالک بننے کی تعلیم دی ہے اور فرمایا ہے کہ تمہارا
یہ جذبہ محبت بیشک بہت مبارک ہے مگر راہِ محبت صرف جذب سے طے نہیں ہوگی۔ اس کے لئے سلوک بھی درکار ہے وہ چند
پاکیزہ صفات اختیار کر لے۔ ہوگی جن میں سب سے پہلی صفت صدق اور راست گوئی ہے۔ دوسری صفت امانتداری اور
تیسری خدا تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ہمدردی ہے اس صفت میں سب سے زیادہ نمایاں یہ ہے کہ جو شخص بھی تمہاری مددگار
کے سارے نیچے آجائے وہ کسی تفریق کے بغیر تمہاری ہمدردی کا مرکز بن جائے۔ ان تین صفتوں کے بالمقابل جو صفات ہیں وہ
مومن کی نہیں منافق کی صفات ہیں جیسا کہ نفاق کے باب میں آئندہ آپ کے ملاحظہ سے گذرے گا۔

(۵۷۹) حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو یہ بات میں اور ضابطہ حدیث رسول سننے میں بڑی احتیاط لازم ہے۔ جو شخص

فَيَحْذَرُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ يَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ لَمْ يَمَعْتُ رَحُلًا أَعْرَفُ وَجْهَهُ
وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ. (مرہاہ مسلم)

(۵۸۰) عَنْ أَبِي سَعْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ لَا بَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَوْ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا بَيْنَ مَسْعُودٍ
مَا كَيْفَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي زَعْمُوا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ بِئْسَ مِطْمَئِئَةُ الرَّجُلِ. (مرہاہ ابوداؤد قال ان اباعبد الله حذيفة)

الكف عن الفتك

(۵۸۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ قَدْ الْفَتَكَ

سنے ایک آدمی کی شکل بنا کر آتا ہے اور ان سے ایک جھوٹی بات کہہ رہا ہے جب وہ اس مجلس سے اِدھر اُدھر
جاتے ہیں تو ان میں کا کوئی شخص کہتا ہے کہ (آج) میں نے ایک آدمی کو یہ بات کہے تھوڑا سا تھا جس کو میں
شناخت تو کر سکتا ہوں مگر اس کا نام نہیں جانتا کیا تھا۔ (مسلم)

(۵۸۰) ابوسعود اور حذیفہ نے باہم ایک گفتگو میں یہ سوال کیا۔ (راوی کو شک ہو کہ یہ سوال کس نے کیا،
ابوسعود نے حذیفہ سے یا حذیفہ نے ابوسعود سے) کہ آپ نے کلمہ زعموا (لوگوں کا گمان ہے) کے متعلق رسول اللہ
سے کیا سنا ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ کلمہ بے تحقیق باتوں کے چلتا کرنے کا بہت بُرا ذریعہ ہے۔ (ابوداؤد)

اچانک قتل کرنے سے بچنا

(۵۸۱) ابوسعید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایمان بے تحقیق اور اچانک قتل کرنے میں

حدیث بیان کرے پہلے اس کے متعلق پوری تحقیق کر لینی چاہئے وہ کون کون سا ہے یا جھوٹا ہے بے تحقیق بات کو چلتا کر دینا بے وجہ
اثبات کذب کا موجب ہوتا ہے۔ اب راہِ شیطان کا تعلق تو ہر لوگ عالمِ ادب کی کینیاں کا کچھ علم رکھتے ہیں ان کے نزدیک یہ
بدیہیات میں سے ہے اور جو اس کے اب تک منکر ہیں ان سے یہاں خطاب لا حاصل ہے۔

(۵۸۰) ابنِ قتیبہ نے مختلف الحدیث میں اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں اس روایت پر طویل کلام کیا ہے اس کا
خلاصہ یہ ہے کہ جب تک کسی بات کا خود یقین نہ ہو جائے اس وقت تک صرف اپنی گردن کو دردِ دلگوئی سے رہا کرنے کے لئے
اس کو لوگوں کی طرف نسبت کر کے بیان کر دینا کافی نہیں ضرورت کی نظر میں یہ بھی قابلِ مواخذہ ہے۔ اس سے اندازہ
کیا جا سکتا ہے کہ کذب اور شاعت کذب کی شرارتی اہمیت ہے۔

(۵۸۱) قتل کرنا کوئی کارِ نواب نہیں اور اچانک قتل کرنا جس میں گناہ و بے گناہ کی کوئی تحقیق نہ ہو اور ایمان و کفر

لَا يَفْرِكُ مُؤْمِنٌ (سورہ اہود آؤد)

لا یفرک مؤمن مؤمنہ

(۵۸۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْرِكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَتْ مِنْهَا خُلُقًا رَخِيضًا أَوْ شَيْئًا آخَرَ. (سورہ مسلم)

مومن کے ہاتھوں کی ہتھکڑی بن جانا ہے۔ مومن کسی اور کو قتل کر سکتا ہی نہیں۔ (اہود آؤد)

مؤمن مرد کا مؤمنہ بی بی سے بغض نہ رکھنا

(۵۸۲) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنی مؤمنہ بی بی سے بغض رکھے اگر اس کی ایک عادت اسے ناپسند ہوگی تو دوسری پسندیدہ بھی ہوگی۔ (مسلم)

کی کوئی تفریق ہو یہ تو انتہائی بدنہی اور بدترین قسم کی معصیت ہے۔ مومن قتل کے معاملہ میں کبھی جرمی نہیں ہوتا۔ بعض مرتبہ حالت جنگ میں اس کا دل بے اختیار چاہتا ہے کہ وہ اپنے کا فرد دشمن کا سر اٹا دے اگرچہ وہ ایک ہزار بار بھی کلمہ اسلام پڑھا رہے لیکن اس کا ایمان تو اس کے ہاتھوں کی قید بن جاتا ہے۔ وہ قتل کرنا چاہے بھی تو وہ ان کو جہنم کرنے نہیں دیتا۔ جب حالت جنگ میں اس کی تلوار اتنی مقید ہے تو عام حالات میں بھلا وہ کہاں یہاں ہو سکتی ہو معاہدہ کر ام کے جنگی کارنامے پڑھو تو تم کو معلوم ہوگا کہ جہادوں میں جو تلواریں بنام سے نکلنے کے بعد بنام میں جانے نہیں کہتی تھیں جب مسلمانوں میں باہمی جنگ شروع ہوگئی تو وہی تلواریں نکالنے سے بھی باز نہ نکلتی تھیں اگر کافر مسلمان اس ایک حدیث کو سمجھ پڑھ لینے تو اسلام کی طرف جواب دہی کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہو جاتی۔

(۵۸۲) حسن معاشرت شریعت میں ایک بہت بڑا باب ہے اور اس میں جیاں بی بی کی معاشرت کو خاص طور پر اہمیت حاصل ہے حتیٰ کہ اس کی تحسین و تکمیل کو شریعت نے انسان کے ایمانی کمال کا معیار قرار دیا ہے گویا اس سے متنافل ہر تناموس کی شان ہی نہیں ہو سکتی اور اس کی تسلی کے لئے یہ مؤثر اور معتبر اصول بتا دیا ہے کہ ایک انسان میں اگر کچھ خوبیاں بھی ہوں تو اس کی برائیاں قابل چشم پوشی ہونی چاہئیں۔ یہی مقتضائے انصاف ہے۔ ایسا کون ہوگا جس میں کوئی برائی نہ ہو۔ پس ایک شوہر کے لئے یہ امر قابل تسلی ہونا چاہئے کہ اس کی بی بی میں کچھ خوبیاں بھی تو ہیں مگر یہ واضح رہے کہ یہ حسن معاشرت اسی حد تک ہے جب تک بی بی مؤمنہ کا مصداق ہے اگر وہ اس لقب سے نکل کر فاسق یا فاجر بن چکی ہے تو اس کے احکام اب دوسرے ہیں۔

لایروغ مسلمانوں کے اوجھا

(۵۸۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ رَجَالٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّ الصَّعَابَةَ كَانُوا يَسْتُرُونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَأَنْطَلَقَ بَعْضُهُمْ إِلَى حِمْلٍ مِنْهُ فَأَخَذَهُ لَفِزَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَمْرُوعَ مُسْلِمًا. (راخرجه الامام احمد وابوداؤد والطبرانی قال الذين العراق حديث حسن ورواه السيوطي لمصحف)

(۵۸۴) عَنْ الْوَاقِدِيِّ قَالَ أَوَّلُ مُشْهَدٍ شَهِدَهُ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَنْدَقُ وَهُوَ ابْنُ تَمِيمٍ عَشْرَةَ سَنَةً وَكَانَ مِنْ يَنْقُلِ التُّرَابَ يَوْمَئِذٍ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَغَلَبَتْهُ عَيْشَةٌ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ تَجَاءَ عَمَارَةُ بْنُ حَرْمٍ فَأَخَذَ سَلَاحَهُ وَهُوَ لَا يَتَعَرَّفُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَعْلَمْ بِسَلَاحِهِ هَذَا الْغُلَامُ فَقَالَ عَمَارَةُ بْنُ حَرْمٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَخَذْتُهُ قَرَّةً فَقَتَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمْرُوعَ الْمُؤْمِنُ وَأَنْ يُؤْخَذَ مَتَاعُهُ لَا لِبَعٍّ وَلَا لِحَدٍّ. (راخرجه ابن عساکر)

کسی مسلمان کو ہنسی مذاق میں بھی پریشان نہ کرنا

(۵۸۳) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ متعدد صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ کے صحابہ ایک مرتبہ آپ کے ساتھ جنگی وقت سفر کر رہے تھے (جب کسی مقام پر قافلہ ٹھہرا) تو ان میں ایک شخص اٹھا اور دوسرے شخص کی رسی جو وہ اپنے ساتھ لیکر (سوریا) تھا اٹھا لی اور اس طرح (مذاق میں) اس کو پریشان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو (ہنسی مذاق میں بھی) پریشان کرے۔ (راخرجه الامام احمد)

(۵۸۴) واقعی بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلا غزوہ جس میں زید بن ثابت شریک ہوئے غزوہ خندق تھا اس وقت ان کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔ عام مسلمانوں کے ساتھ یہ بھی (خندق کو مدد دینے اور) مٹی دھونے کی خدمت انجام دے رہے تھے اتفاقاً انھیں نیند آگئی اور یہ سو رہے۔ کہیں عمارہ بن حزم (ادھر) آئے اور ان کی بے خبری میں (چپکے سے) ان کے ہتھیار لے لئے۔ (جب وہ بیدار ہوئے تو آپ کی خدمت میں آکر براہ بیان کیا) آپ نے پوچھا اس نوجوان کے ہتھیاروں کی کسی کو خبر ہے؟ اس پر عمارہ بن حزم بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے لے لئے ہیں اور فوراً ان کو واپس کر دیئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمادی کہ (آئندہ) کسی مومن کو ڈرا یا جائے اور ہنسی میں یا واقعی طور پر کسی کا کوئی سامان لیا جائے۔ (ابن عساکر)

حقوق المسلم

(۵۸۵) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْصُرْهُ مَظْلُومًا فَلَيْفَ أَنْصُرْهُ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَذَلِكَ أَنْصُرْكَ إِيَّاهُ۔ (متفق عليه)

(۵۸۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ مَرَأَةٌ أَوْ بَنِيَّةٌ فَإِنْ رَأَى بِهَا ذَنْبًا فَلْيُعِظْ عَنْهُ سِرًّا وَهُوَ التَّوَضُّعُ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَلَاحِدٌ دَاوُدُ الْمُؤْمِنِينَ مَرَأَةٌ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ أَخَوُ الْمُؤْمِنِينَ يَكْفُ عَنْهُ ضِعْفَةٌ وَنَحْوُهَا مِنْ وَرَائِهِ۔

مسلمانوں کے حقوق

(۵۸۵) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مسلمان بھائی کی ہرجال میں مدد کیا کرو۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہؐ مظلوم ہونے کی حالت میں تو میں اس کی مدد کرتا ہوں، ظالم ہونے کی صورت میں اس کی کیسے مدد کروں۔ آپؐ نے فرمایا اس طرح کہ اس کو ظلم کرنے سے روکو، کیونکہ ظالم کو ظلم کرنے سے روک دینا بس یہی اس کی مدد کرنی ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۸۶) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ہر شخص اپنے بھائی مسلمان کے لئے آئینہ کی مثل ہونا چاہئے پس اگر وہ اس میں کوئی عیب کی بات دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اس کا ازالہ کرے، زبوں آبادی اور دوسرے مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے اور مومن مومن کا بھائی ہوتا ہے، حیات اس کے نقصان کی سبب اس کو روکتا ہے اور اس کی غیبت میں اس کی نگرانی کیا کرتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۵۸۶) بعض علماء نے اسی حدیث کا مضمون حسب ذیل اشعار میں بصورت نظم یوں ادا کیا ہے۔
صدیقی مراۃ امیط بھا الاذی و غضب حسام ان منعت حقو
میرے لئے میرا دوست آئینہ کی طرح ہے جسے دیکھ کر میں اپنی بدخانی کی اصلاح کر لیتا ہوں اور ایک تیز تلوار کی طرح ہے جسکے کوئی شخص میرے حقوق ادا کرنے سے انکار کرے۔

وان ضاق امرًا والتمت ملئۃً بحآات الیہ دون کل شقیق
اگر کوئی اذراقت آجائے یا مصیبت دہشت ہو تو میں اپنے حقیقی بھائی کو چھوڑ کر اس کی پناہ لیتا ہوں۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر طرح آئینہ انسان کے عیب دکھا کر اس کی اصلاح کا موجب ہوتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کو اپنے بھائی مسلمان کے لئے ہونا چاہئے۔

(۵۸۷) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَسْتَكْبِرُهُ
وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ إِلَى أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ
كُرْبَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (متفق عليه)

(۵۸۸) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْجِلُ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَخْفِيَ مُؤْمِنًا فَوْقَ
تَلْكَ فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ فَلْيَسْلُكْ فَلْيَسْلُكْ عَلَيْهِ فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدْ اشْتَرَاكَ فِي الْأَجْرِ وَ
إِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِأَلَا تَمُودُ وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْبُحْرَى - (سواء ابوداؤد)

(۵۸۹) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ خَصَالٍ
يَعْنِي إِذَا مَرَّ مِنْ دُونِهِمْ إِذَا مَاتَ وَجَبَّحْتُمْ بِإِذَاعَةِ دَمِهِ عَلَيْهِ إِذَا أَقْبَى وَتَقَوُّمُهُ إِذَا عَطَسَ وَ
يَتَّقَمُّ لَهُ إِذَا خَابَ أَوْ شَرِبَ - (ذكر صاحب المشكوة برواية النسائي)

(۵۸۷) ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان سب بھائی بھائی
ہیں نہ ایک دوسرے پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو کسی مصیبت میں ڈال سکتا ہے جو اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کی
فکر میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا رہتا ہے اور جو کسی مسلمان کی کوئی شکل آسان کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ
قیامت کی مشکلات میں اس کی شکل آسان کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی ہمدہ پوشی کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی
آخرت کے دن اس کی ہمدہ پوشی فرماتا ہے - (متفق علیہ)

(۵۸۸) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو یہ اجازت نہیں کہ وہ تین دن سے
زیادہ اپنے مومن بھائی سے بات چیت کرنا بند کرے اگر اس درمیان میں اس کو ملاقات کی نوبت نہ آئے تو اسے چاہئے
کہ قصداً اس سے ملاقات کرے اور اس کو سلام کرے اب اگر وہ اس کے سلام کا جواب دیدے تو دونوں ثواب میں شریک
ہو گئے ورنہ تو گناہ اسی کے سر پہ گرا اور سلام کرنے والا گناہ سے بری الذمہ ہو جائے گا - (ابوداؤد)

(۵۸۹) ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں یہاں پر تو اس کی
عیادت کرے، مچائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرے، اگر بلاتے تو اس کے یہاں چلا جائے، ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے
چینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یہ جملہ اللہ کے اور حاضر و غائب یکساں ملکی خیر خواہی کرتا ہے - (نسائی)

(۵۸۷) حدیث میں جہاں جنس اصل کا ایک بہت بڑا وسیع باب ہے یہ حدیث بھی اسی باب کی ایک بڑی ہے اس کا
خلاصہ یہ ہے کہ عمل اور اس کی جزا میں صورت بھی تناسب کی رعایت رکھی جاتی ہے۔ جیسا انسان عمل کرتا ہے اس کی جزا
بھی اسی عمل کے مناسب اس کو دی جاتی ہے۔

توقیر المسلم

(۵۹۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُرَحِّمْ صَغِيرَنَا وَكَبِيرَنَا وَآمُرًا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهًا عَنِ الْمُنْكَرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَقٌّ غَرِيبٌ
(۵۹۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَمَ شَأْنٌ شَابَ شَيْخًا مِنْ أَجْلِ رَحْمَةِ اللَّهِ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ مِنْ بَكْرَتِهِ. (سواء الترمذی)

(۵۹۲) عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ مِنْكُمْ أَجْلَالُ اللَّهِ لَأَكْرَمُ فِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرَ الْعَالِي فِيهِ وَلَا الْحَافِي عَنْهُ وَلَا كَرَامُ

مسلمانوں کا اکرام

(۵۹۰) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے چھوٹوں پر رحم نہ کھائے، بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے وہ ہمارے مشرب کا انسان نہیں۔ (ترمذی)

(۵۹۱) انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نوجوان کسی بڑے شخص کی صرف اس کے بڑھاپے کی خاطر تعظیم نہیں کرتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے یہی ایسا شخص مقرر فرمادیتا ہے جو اس کی منیٰ میں اس کی تعظیم کرتا ہے۔ (ترمذی)

(۵۹۲) ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی تعظیم کرنا اور ایسے حافظ قرآن کی جو اس میں انفراد تفریط سے کام نہ لے۔ یہ حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم کرنے میں شامل ہر

(۵۹۰) اسلام میں چھوٹے کا حق شفقت اور بڑے کا تعظیم مقرر کیا گیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو دیکھیں علم اسلامی حق ہے اس میں چھوٹے بڑے کے قید نہیں صرف اسلامی شرکت کافی ہے۔

(۵۹۲) وہ حافظ جو قرآن شریف کے بارے میں اور وہ بادشاہ جو عدل و انصاف میں راہ اعتدال پر قائم ہوا اس کی صفت کلام اور اس کی صفت عدل کے خاص منظر ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ مسلمان جو خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں بڑھا ہو گیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خاص منظر ہوتا ہے۔ اس لئے ان تینوں کا اکرام حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کے اکرام کرنے میں شامل ہے لیکن محض یہ ہے کہ بندہ براہ راست خدا تعالیٰ کا اکرام کرنے میں توفیق پائے و بیش نہیں کرتا شیطان کو بھی حق تعالیٰ کو مجبور کرنے سے کوئی انحراف نہ تھا اس کو کچھ تامل چھوٹے بڑے کے اکرام میں ہوتا ہے۔ اس لیے اس مطلوبہ بیان میں اس کی غفلت کو چھوٹے بڑے کے اکرام کرنے پر اس طرح اجماع لایا گیا ہے کہ اس اکرام کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اکرام میں شمار کرے کیونکہ حافظ کے اکرام میں خدا کے کلام کا اکرام اور صفت بادشاہ کے اکرام میں خدا تعالیٰ

السُّلْطَانِ الْمُقْسَطِ - (سرواہ ابوداؤد و البیہقی فی شعب الایمان)

(۵۹۳) عَنْ أَسَامَةَ بْنِ شَرِيحٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَكَانَ النَّاسُ يَأْتُونَهُ فَيَنْبِذُونَ قَائِلِي بِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ سَعَيْتُ قَبْلَ أَنْ أَطُورَ أَوْ أَفْرُتَ شَيْئًا أَوْ قَدْ مِتُّ شَيْئًا فَكَانَ يَقُولُ لَا حَرْبَ إِلَّا عَلَى رَجُلٍ اقْتَرَضَ عِرْضَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ فَذَلِكَ الَّذِي خَرَجَ وَهَلَكَ - (سرواہ ابوداؤد)

(۵۹۴) عَنْ أَبِي مُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ - التَّقْوَى هُنَا وَهُنَا يُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَتَّى إِذَا

اسی طرح اس بادشاہ کی تعظیم کرنا بھی جو مضعف ہو۔ (ابوداؤد و بیہقی)

(۵۹۳) امام بن شریک بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لئے آیا تھا (میں نے کیا دیکھا) کہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں بھر کوئی توبہ پوچھ رہا ہے کہ میں نے طواف سے پہلے سی کی ہے یا فلاں کام پہلے کر لیا فلاں بعد میں کر لیا ہے (تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے) آپ نے سب کے جواب میں یہی فرمایا کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ حرج تو بس اس میں ہے کہ ظلم کی راہ سے اپنے ایک مسلمان بھائی کی آبروریزی کرے یہ ہے وہ شخص جو حرج میں پڑ گیا اور ہلاک ہو گیا۔ (بخاری شریف)

(۵۹۴) ابویہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم کر سکتا ہے نہ بروقت اس کی امداد سے دست کش ہو سکتا ہے اور نہ اس کی حقیر کر سکتا ہے اس کے بعد آپ نے سینہ کی طرف قین بادشاہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ صرف ظاہری افعال میں منحصر نہیں (اہل تقویٰ یہاں ہے) اس لئے دل کا حال بھی دیکھنا چاہئے) برائی کے لئے بس اتنی ہی

خلیفہ عمل کا اکرلام ہے۔ رہا بوڑھا مسلمان تو اس میں ایک خدا بھائی کے سوا کسی اور نیت کی گنجائش نہیں جس سے تعلیم میں ایک جڑی گہری حکمت ہے جسے قوم کے عادل بادشاہ اور اس کے دین کے حاکمین اور اس کے کمزور کمزور و معززہ کرنزدگی بسر کریں گے۔ وہ قوم بھی دنیا میں ذلت کی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ ذلت کی ابتدا امان ہی میں کر شعل سے ہوئی ہے۔ ایک مسلمان کی نظر میں ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کچھ نہیں رہتا اس لیے جو حرکت بھی لگا دیکھی کے لئے کرے اسی کا نام مرتد یا کافر ہے۔ (۵۹۴) یہ بات بڑی اہمیت سے یاد کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی نظریں عزت و احترام صرف ایک اللہ اور اس کے رسول یا ہر مسلمان کا حق ہے اس کی جان ہی کا نہیں بلکہ اس کی آبرو اور اس کے مال کا بھی جو شخص اس کے خلاف ایک قدم بھی اٹھا لے وہ معمولی جرم نہیں بلکہ ایک شرعی نصب العین کا مخالف ہے مگر کہ ترمذی اور نسائی کی ایک حدیث میں ہے

مِنَ النَّبِيِّ أَنْ يُخَيَّرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمُ عَلَى الْمُسْلِمِ خَيْرًا أَمْ دَمُهُ وَقَالَ مَوْحِدٌ (رضی اللہ عنہ)
 (۵۹۵) عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا قَامَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
 فِي الْمَسْجِدِ قَاعِدًا أَتَزَحَّرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 إِنَّ فِي الْمَكَانِ سَعَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلْمُسْلِمِ لِحَقًّا إِذَا رَأَاهُ أَخُوهُ أَنْ
 يَتَزَحَّرَ لَهُ - ر

بات بہت کافی ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو ذلیل اور خیر بھلا رکھوں کہ ہر مسلمان پورا کا پورا قابل احترام ہوتا
 ہے اس کی جان بھی اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی۔ (مسلم)
 (۵۹۵) وَائِلَةُ بْنُ الْخَطَّابِ رَوَايَتِ كَرْتِي هِيَ كَيْفَ كُنْصَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خِدْمَتِهِ حَاضِرًا
 آتَى اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے آپ نے اس کے احترام میں اپنی جگہ سے کچھ حرکت کی وہ بولایا رسول اللہ
 (آپ مجھ سے فرمائیے) صفت میں کافی گنجائش ہے۔ آپ نے فرمایا (میرا حرکت کرنا جگہ کی تنگی کی وجہ سے
 نہیں) بلکہ مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب کوئی مسلمان بھائی اس کے پاس آئے تو اس کے
 احترام میں وہ تھوڑی سی حرکت کر جائے۔ (بیہقی)

کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان کی جان اتنی قیمتی ہے کہ اس کے مقابلہ میں تمام دنیا کا فساد ہو جائیگی معمولی بات ہے۔ ابو سعید خدری
 اور ابو ہریرہؓ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ یہ ایک احمقانہ خیال ہے کہ اسلام اپنی دولت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں نری و
 تواضع اور تکبر و نفوذ کے باہم فرق نہیں کیا گیا۔ اب اگر کسی فرقہ کے طرز عمل سے تم کو یہ شبہ ہو گیا ہے تو اس کی ذمہ داری اسلام
 پر نہیں اس پر ہے اس امر کو عزت کے مفہوم سمجھنے میں تم ہی نے غلطی کھائی ہے تو تم اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی عزت نہ نہیں حمد و ثناء
 کسی سربراہ و مدد قوم کی نظروں میں عزت شمار ہو جائے بلکہ دراصل عزت وہ صحیح اخلاق و ملکات ہیں جو انسان کی علمی و عملی قوت
 کے ثمرات ہو سکتے ہیں ان ہی سے انسان کے ظاہر و باطن کو عزت حاصل ہو سکتی ہے اور یہی اسلام کی نظریں میں عزت کا موجب ہیں
 صرف کسی متغلب قوم کے آداب و معاشرت اختیار کر لینے کا نام عزت نہیں ہے سوچو کہ قوی سر ملنے والے کے لئے اس سے بڑھ کر سبق
 اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم غیر مسلم کو مذہب کی سب سے سخت و غور قرار دیدیکھائے حقیقت یہ ہے کہ بہترین قوم میں باہم ایک دوسرے
 کی عزت کرنے کی عادت نہیں ہوتی وہ دوسروں کی نظروں میں کبھی مغز نہیں ہو سکتی اس لئے اسلام یہ تاکید کرتا ہے کہ تم باہم ایک
 دوسرے کی عزت کرنا اپنا اولین فرض سمجھو تاکہ خود بخود دنیا کی نظروں میں مغز بن جاؤ۔ یہ انیت کا دور ختم ہوا، یہ دین محمدی کا دور ہے
 اب تم میں حاکمیت اور عزت کے جذبات پیدا ہو جانے چاہئیں۔ خدا با عزت بنو اور دنیا کو عزت کی زندگی بسر کرنے کی دعوت دو تاکہ
 دنیا کی خلقت کا مقصد پورا ہو اور خدا کی دی ہوئی عزت سے تمام جہان مغز بن جائے۔

(۵۹۵) انبیاء علیہم السلام کا طریق تعلیم سب سے بڑا ہے صرف زبان نہیں تھا خلاصہ یہ کہ اگر اکرام سلم سلام کی سب سے اہم تعلیم ہو، اب بادشاہ
 اور عوام، والد و والدہ بھائی و بھائی و اجنبی کے ساتھ اگر کم کے طور طریق کیا ہیں اس کیلئے مفصل ابواب کو دیکھنا چاہئے۔

(۵۹۶) عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أَرْبِئِ الرِّبِّ الْأَسْوَاطُ
فِي عَرْضِ الْمَسْلَمِ بِغَيْرِ حَقٍّ. (سواء ابو داؤد البیہقی فی شعب الایمان)

(۵۹۷) عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ عَذَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ يَبْقَى مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ وَمَنْ سُرَّاهُ التَّرمذی و
قال هذا حديث غريب وليس اسنادہ بموصول لان خالد بن زيد (له معاذ بن جبل)

(۵۹۸) عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَصَى
مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ بَعَثَ اللَّهُ مَلَكَ يَحْصِي تَحْمِيْلَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ كَارِهِتِهِمْ وَمَنْ رَمَى مُنَافِقًا

(۵۹۶) سعد بن زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک سو دو تو تم جانتے
ہی ہو لیکن) سب سے بدتر سو مسلمان کی عزت برباد کرنے میں ناسخ زبان چلانا ہے۔ (ابو داؤد بیہقی)
(۵۹۷) خالد بن معدان معاذ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
اپنے مسلمان بھائی کو کسی بری حرکت پر عار دلوائی تو وہ اس وقت تک ہرگز نہیں ہوے گا جب تک کہ اسی
حرکت کو خود بھی نہ کرے۔ راوی اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہاں اُس حرکت پر عار دلانا مراد ہر
جسے وہ غلطی سے کر گزرا تھا اور اس پر اظہارِ مذمت اور توبہ بھی کر چکا تھا (تو یہ کہ بعد اب پھر عار
دلانا آخرت اسلامی کے خلاف ہے)۔ (ترمذی)

(۵۹۸) معاذ بن انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مؤمن
کو کسی منافق کی نکتہ چینی سے بچا لیا اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرے گا کہ وہ قیامت میں اس کے

(۵۹۶) اس اسلوب بیان میں ایک طرف مسلمان کے آبرو کی حفاظت کی ترغیب دینا تو ظاہر و باہر مضمون پر
دوسری طرف اس کی آبروریزی کو سود سے تشبیہ دے کر سود کی حرمت کو ہر طرز پر ذہن نشین کرنا بھی ایک اہم مقصد
ہے۔ گویا دین میں یا مادی قابلِ نفرت چیز ہے کہ جب کسی بات سے روکا منظور ہو تو اس سے ممانعت کے لئے جو سب
سے قابلِ نفرت شال ہو سکتی ہے وہ سود کی ہے۔

(۵۹۷) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر جب ندامت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو حضرت یوسف
علیہ السلام نے ہمیشہ قدی کو کہے فرمایا لا تتریب علیکم الیوم یغفر الله لنا ولکم۔ خدا مجھے اور تمہیں معاف
کرے اب میں تمہیں ملامت کرنا نہیں چاہتا۔ اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب غلام پر حد جاری کر دی جائے
تو اس کے بعد (لا یریب) اب اس کو ملامت نہ کرو، اس حدیث کی شرح اور مزاج بھی کی گئی ہے۔

(باقی حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

يُنْفِئُ يُرِيدُ بِهِ شَيْئًا حَبَسَهُ اللَّهُ عَلَىٰ جَنَّتِهِمْ حَتَّىٰ يُخْرِجَهُمْ قَالَ - (سواء اہود)
 (۵۹۹) عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ قَالَ صَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَتَنَادَى بِصَوْتٍ
 رَفِيعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بَلَسَانِيهِ وَلَمْ يُفِضْ الْإِيمَانُ إِلَىٰ قُلُوبِهِمْ لَا تَزِدُوا النَّاسَ سِلْسِلَةً
 وَلَا تُغَيِّرُوا هُدًى وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّكُمْ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَةَ أَحَدٍ الْمَسْلُومِ يَتَّبِعْهُ اللَّهُ عَوْرَتَهُ
 وَمَنْ يَتَّبِعْهُ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يُفِضْهُمُ الْوُفَىٰ خَوْفَ رَحْلِهِ - (سواء الترمذی)

گوشت کو آتش دوزخ سے بچائے گا اور جس نے کسی مسلمان پر عیب لگنے کیلئے کوئی جہمت رکھی اللہ تعالیٰ
 اس کو جنت میں جلنے نہیں دیگا اور پہل صراط پر روکے رکھے گا جب تک کہ وہ اس کی سزا نہ بھگت لے۔ (ابوداؤد)
 (۵۹۹) ابن عمر روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور بلند آواز
 سے فرمایا اے وہ جماعت جن کا اسلام صرف زبانوں پر ہے اور اچھی دلوں میں نہیں اتارا (دیکھو) مسلمانوں کو تکلیف
 نہ دو ان کو عار نہ دلاؤ اور ان کے عیب جوئی کے دہے نہ ہو کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کی عیب جوئی کے دہے ہوگا
 اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے دہے ہو جائے گا اور (یہ ظاہر ہے) کہ جس کی عیب جوئی کے خدا دہے ہوگا پھر
 (وہ کہاں چھپ سکتا ہے) وہ اس کو رو کر کے چھوڑے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھر کیوں نہ بیٹھ رہے۔ (ترمذی)

(بقیہ از صفحہ گن شد) خلاصہ یہ کہ وہ کہ بعد اس گناہ پر عار دلانے کا ہیں کا حق ہو جبکہ صاحب حق ہی اس کو درگزر
 کر سکا پھر نہ نیا ہی تھا اسے اس کا اثر ایک مجرم کی نظر میں اس کے مجرم کی اہمیت کو کم کر رہا ہے اور اپنے حق میں بدظنی کا ثبوت ہو
 شریعت چاہتی ہے کہ تم با بار عار دلا کر اس کو بے غیرت نہ بناؤ اور جب مقصد حاصل ہو چکا تو اب اس فضیلت مذکور سے اپنی
 باطلاتی کا ثبوت ہی نہ دو۔

(۵۹۸) احادیث سے ثابت ہو کہ پہل صراط سے گزر کر جنت کو قبل ایک مختصر بل ادھے اس پر کچھ لوگوں کو روک لیا جائے گا اور
 جو برا اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے لئے مقدر ہو یہاں اس کو بھگتا کر جنت میں داخل کی اجازت دی جائیگی اہل جنت کو بھی باہم قلوب کی
 رنجشیں یہاں صاف کر دینی ہوں گی اسی لئے دنیا میں صاف سینہ رہنا بہت مفید ہے۔ باہمی عداوت کے نتیجے میں جنت سے
 نکلتا ہوا تنہا اسی عیب کو بھرا تاہم لیکر جانا کیسے ہو سکتا ہے۔ قلنا ابطا منها جیسا بعضکم لبعض عدو۔

(۵۹۹) انسان کو دریں کا مجموعہ ہے ایسا کن شہر ہے جس کے احوال کا تفقد کیا جائے تو اس کی کوئی عیب
 اور خدای مدخل آئے اس لئے شریعت نے اس عادت ہی کو مذہب قرار دیا ہے پس اگر کسی شریف ایچے انسان سے کوئی
 لغزش ہو جائے تو اس سے چشم پوشی کر لینی چاہئے لیکن اگر کوئی بد طبیعت دن دہاڑے بیانی کا عادی ہو چکا ہے تو
 اس کے لئے سنت ستر نہیں ہے اس کے مجرم سے چشم پوشی کرنا خود مجرم ہے اس کا معاملہ حکومت تکسک بیچا دینا چاہیے
 تاکہ وہ اس کی مناسب پاداش کو پہنچ جائے۔ حدیث کے انتظام اتباع عورت اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قابلِ خدمت
 بات یہ ہے کہ کسی کو دراکر نہ کیئے اس کے عیوب کے پیچہ لگ جانا کھلے ہے مجرم کا معاملہ بالکل جدا گانہ مجرم کی رقم کا مستحق نہیں۔

(۶۰۰) عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَمْرٍ أَسْلِمُوا مُحَمَّدًا إِلَّا أَمْرٌ مُسْلِمٌ لِي مَوْضِعٌ يُنْهَكُ فِيهِ عَجْرُ مَنْدٍ وَيُنْقَضُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ الْأَخَذُ لِمَا لَمْ يَأْخُذْ فِي مَوْضِعٍ يُحِبُّ فِيهِ نَصْرَتَهُ وَمَا مِنْ أَمْرٍ أَسْلِمُوا نَصْرَ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْقَضُ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْهَكُ فِيهِ مِنْ عَجْرٍ مَتَّيْبًا إِلَّا نَصْرَهُ اللَّهُ فِي مَوْضِعٍ يُحِبُّ فِيهِ نَصْرَتَهُ - (مسند ابوداؤد)

(۶۰۱) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ مَوَّعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَرُدَّهُ عَنْهُ نَارُ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ تَكُ هَذِهِ الْآيَةُ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ - (مسند ابوداؤد)

(۶۰۰) جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کی امداد کرنے سے ایسے موقع پر بیٹھ جاتا ہے جہاں اس کی عزت کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہوں اور اس کی آبروریزی کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے (تارک) مقام پر اس کی اعانت اور نصرت ترک کر دیتا ہے جہاں یہ چاہتا ہو کہ کوئی شخص اس کی طرف سے جھوٹے گڑبگڑ ہو جائے۔ اور جو مسلمان کسی مسلمان کی مدد کرنے کے لئے ایسی جگہ گڑبگڑ جاتا ہے جہاں اس کی آبروریزی کی جا رہی ہو اور اس کی مٹی خراب کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے مقام پر اس کی نصرت و مدد فرماتا ہے۔ جہاں یہ چاہتا ہو کہ کوئی اس کی نصرت و مدد کر دیتا۔ (ابوداؤد)

(۶۰۱) ابودرداء کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے پھرتے خود سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت کے لئے جواب دہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہرہ حق ہو جائے کہ قیامت کے دن وہ آتشِ جہنم سے اس کی حفاظت کرے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ مومنین کی مدد کرنا ہمارے ذمہ لازم ہے: (شرح السنہ)

(۶۰۱) ان جملہ حدیثوں سے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر سب سے بڑا حق یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ حاضر و غائب اس کی آبرو و عزت کا نگہبان رہے جس دن سے مسلمانوں نے اس میں کوئی فراموش کیا ہے ان کی حالتِ دلت بدن زہل ہوئی چلی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تعلیماتِ اسلامی پر صحیح صحیح عمل پیرا ہونے کی توفیقِ ازلانی فرمائے۔

الاشراك بالله تعالى واقسامه

شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام

دین اسلام کے بدیہی مسلمات کو دل سے ماننا اور زبان سے ان کا اقرار کرنا ایمان اور ان بدیہی مسلمات میں کسی ایک بات کو کفار کا نام لکھنا ہے پس ایمان کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ دین کے تمام بدیہی مسلمات قلب و زبان سے مان لئے جائیں۔ اور کفر کی صورتیں بہت ہیں۔ لیکن دین کی بدیہیات میں سے اگر کسی ایک بات کا بھی انکار کر دیا جائے خواہ بقیہ سب کا اقرار موجود رہے تو بھی کفر عائد ہو جائیگا اس کی مثال ترازو کے دو پلوں کی سی ہے کہ ان کے اعتدال کی صرف ایک ہی صورت ہوتی ہے اور اختلاف کی بہت۔ عجب نہیں کہ عالم میں مومنوں کی قلت اور کافروں کی کثرت کا ایک راز یہ بھی ہو، ورنہ بظاہر عالم میں مومنوں کی تعداد کافروں سے زیادہ ہونی مناسب تھی۔ پھر علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ کفر صرف قول ہی کے ساتھ خاص نہیں بعض افعال بھی موجب کفر ہو سکتے ہیں۔ جو خاص خاص افعال انسان کے قلبی کفر کے صریح ترجمان سمجھے گئے ہیں ان کے صدور کے بعد زبانی انکار کی ضرورت نہیں بلکہ ان کا صدور ہی کفر کی مستقل دلیل ہے۔ اسی لئے ہمارے فقہاء ایسے افعال کے صدور سے بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں۔ بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جو قلبی کفر کی گو صریح دلیل تو نہیں ہوتے مگر وہ صریح کافروں کے افعال سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے افعال پر فقہاء کو کفر کا حکم نہیں لگاتا مگر حدیث ان پر بھی کفر کا اطلاق کر دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام احادیث کا اسلوب بیان صرف وہ نہیں جو ایک آئینی کتاب کا ہوتا ہے بلکہ ان میں اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام گفتگو کا مجموعہ بھی ہیں اس لئے ان کا اسلوب بیان بھی وہی ہے جو عام گفتگو کا ہوا کرتا ہے۔ اس میں ترغیب و ترہیب کے موقع پر تمام شروط و قیود کا استیفاء نہیں ہوتا بلکہ ایسی تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں جو حکم کے مقصد پر عمل پیرا ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ محرک ہوں حضرت شاہ اسماعیل نے انبیاء علیہم السلام کے اظہار دعوت کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت زیادہ قابل قدر تحقیق ہے۔ اس میں نبی کی طرز دعوت کی بڑی تفصیل کی ہے اور خوب سمجھایا ہے کہ ان کے کلام کا اسلوب بیان کیا ہوتا ہے اور اسی طرح اس کے سمجھنے کا اسلوب کیا ہونا چاہئے۔ (دیکھو منصب امامت ص ۳۰)

حدیث و قرآن میں کفر کا اطلاق کچھ لغت کے قریب قریب ہے۔ کفر لغت میں حق ناشناسی کو کہتے ہیں اس لئے جہاں جہاں حق شناسی کی زیادہ ضرورت ہے اگر وہاں اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے تو

حدیث ایسی حق ناشناسی کو کفر کہہ دیتی ہے۔ مثلاً ایک بی بی اگر اپنے شوہر کے احسانات کا حق نہیں پہچانتی تو وہ بھی بے شبہ بڑی حق ناشناسی کی مرتکب ہے اس لئے اس کو بھی حدیث میں کفر کہا گیا ہے اسی طرح ایک غلام اگر اپنے آقا سے منہ موڑ کر بھاگ جاتا ہے تو اس کی حق ناشناسی بھی کفر سے تعبیر کی گئی ہے اور سب بڑی حق ناشناسی یہ ہے کہ بندہ اپنے مولیٰ حقیقی سے منہ پھیر کر بھاگ جائے۔ بارش وہ برائے یہ ستاروں کا شکر گزار ہو، تمام ہزر گویوں اور غظتوں کا مرکز تو اس کی ذات ہو اور یہ دوسروں کی جبر سائی میں مستغرق ہو ان کی ناموں کی قسمیں اٹھائے اور ان کے ناموں کے جانور ذبح کرے۔ تمام نفع و نقصان کا مالک تو وہ ہو اور یہ مصیبتوں میں اس کی بنائی ہوئی مخلوق کو پکارے ان ہی سے مراد ہیں مانگے اور اپنی رغبت و رعبت کا اس رشتہ ان ہی کے ساتھ قائم رکھے۔ اس قسم کی تمام باتیں حدیث متحرک میں کفر کے ذیل میں آ جاتی ہیں خواہ ان میں نیت کچھ رہے اس شخص کی بنا پر کفر کی بہت سی اقسام اسلام و ایمان کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہیں۔ لیکن ہمارے فقہاء صرف اسی قسم کے کفر سے بحث کرتے ہیں جس سے ایک انسان ملت اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس لئے ان کے نزدیک اسلام اور کفر کی کوئی قسم قابلِ اجتماع نہیں۔

اس کے علاوہ حدیثوں میں ایسے افعال جو کافروں میں بہ نیت شرک و کفر کئے جاتے تھے مطلقاً کفری کے افعال سمجھے گئے ہیں خواہ ان میں اس درجہ کی فاسد نیت نہ ہو۔ جن افعال کا قالب اتنا خطرناک ہو کہ ان میں صریح کفر کی اتنی قریب استعداد موجود ہو کہ ذرا غفلت کر لے وہ کھلا کفر و شرک بن جائیں بشریت ان میں منطقی تحلیل کرنی پسند نہیں کرتی بلکہ ان کو بھی کفری کے ذیل میں شمار کر لیتی ہے۔ اس اختلاف نظر اور اختلاف اسلوب کی وجہ سے فقہ مزاج اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں تاویل کرتا نظر آتا ہے۔ ناواقف یہ دیکھ کر سمجھتا ہے کہ شاید یہاں درحقیقت مسئلہ کا کوئی اختلاف ہوگا، حالانکہ یہاں مسئلہ کا کوئی اختلاف نہیں ہوتا اپنے اپنے موضوع فن کے لحاظ سے صرف اختلاف نظر اور طریقہ تعبیر کا اختلاف ہوتا ہے۔ مثلاً وہ محدث جو ایک ناشکر بی بی کی ناشکری پر کفر کا اعلان کر دیتا ہے اگر آپ اس سے پوچھیں کہ کیا یہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی تو اس کے جواب میں وہ آپ کو ٹھیک ایک فقیہ کے ہم آہنگ نظر آئے گا اور جواب نفی ہی میں دے گا۔ اسی طرح محدث کے نزدیک ایک مسلمان میں کفر کی باتیں پائی جاسکتی ہیں مگر اس کے باوجود اس کو کافر نہ کہا جائے گا بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اس مسلمان میں یہ فصلت کفر کی ہے اسی طرح ایک کافر میں اسلام کے شعبے پائے جاسکتے ہیں مگر صرف ان شعبوں کی وجہ سے اس کو مسلمان نہ کہا جائے گا۔ ہاں یہ کہا جائے گا کہ اس کافر کے بہت سے کام اسلام کے ہیں۔ محدث کے نزدیک اسلام اور کفر علیحدہ علیحدہ عقائد اور اعمال کا ایک ایک مجموعہ ہیں۔ اس مجموعہ میں بہت سے اجزاء ہیں اور یہ اجزاء بیش و کم ہوتے رہتے ہیں بلکہ کبھی اسلام کے

اجزاء کافر میں اور کفر کے مسلمان میں بھی پائے جاتے ہیں مگر نہ صرف ان اجزاء کے ہونے سے ایک کافر مسلمان بنتا ہے اور نہ کوئی مسلمان کافر۔ ہاں ان کی دوزندگیاں ضرور کافر یا مسلمان کی زندگیوں کے مشابہ بن جاتی ہیں۔ البتہ جب ان اجزاء میں اشتراک ہوتے ہوئے عقائد میں بھی اشتراک کی ذمہ داری آتی ہے۔ تو اس مرحلہ پر چونکہ اسلام و کفر کی سرحدیں بھٹ جاتی ہیں اب یا کافر نصیب مسلمان کہلانے لگتا ہے اور یا مسلمان پر صاف ارتداد کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔ فقہ کے زیر بحث کفر و اسلام کا صرف وہی ایک نقطہ ہوتا ہے جس میں کفر و اسلام کے مابین اشتراک کا کوئی احتمال نہیں ہوتا کیونکہ جس چیز کے لحاظ سے احکام و دنیا میں فرق پیدا ہوتا ہے وہی ایک نقطہ ہوتا ہے۔ بقیہ اجزاء اگر مسلمان یا کافر میں کم و بیش ہوتے رہیں تو ان سے احکام و دنیا میں کوئی تفاوت نہیں پڑتا یعنی مسلمان پر اسلام کے اور کافر پر کفر ہی کے احکام چلتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازین محدث کی نظر میں صرف دنیوی احکام نہیں ہوتے وہ بارگاہِ خداوندی کی پسندیدگی، ناپسندیدگی اور رحمت کے مراتب پہنکی حاوی ہوتی ہے۔ اس لئے جن اجزاء سے اس بارے کوئی تفاوت پیدا ہو سکتا ہے وہ بھی دنیوی احکام کی طرح اس کے زاویہ نظر میں داخل رہتے ہیں۔

اس کی نظر میں مسلمان و کافر کی دوزندگیاں بالکل جدا گانہ ہیں۔ جہادیت ہی میں نہیں بلکہ باہم معاشرت کے ایک ایک جز میں بھی۔ اس لئے وہ کبھی ایک مسلمان میں کافر کی زندگی کے مشابہت دیکھتا پر داشت نہیں کر سکتا خواہ دنیوی احکام کے لحاظ سے اس کا حکم کچھ بھی رہے۔ اگر فقہ بھی ان حدیثوں کو محدثانہ نقطہ نظر سے دیکھے تو وہ بھی ان میں کبھی تاویل نہیں کرے گا اور اگر یہاں ایک محدث فقہ کی جگہ آجائے تو وہ بھی وہی رنگ اختیار کرے گا جو یہاں ایک فقہ اختیار کرتا پس ان دونوں فرقوں مابین مسئلہ کا کوئی اختلاف نہیں ان میں اختلاف صرف تعبیرات اور اپنے اپنے موضوع فن کا ہے۔

اس تحقیق کے بعد اب یہ غلط فہمی نہ رہنی چاہئے کہ ظالم کافر سے جبکہ بہت سے نیک کام سرزد ہوتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ ایسے اچھے اچھے کام صادر ہوتے ہیں جو مسلمانوں سے بھی صادر نہیں ہوتے تو پھر ایسے انسان کو کافر کیسے کہا جاسکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جتنے اچھے کام ہیں بلاشبہ وہ اچھے ہی کام ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض مرتبہ وہ اسلام کے شیعہ بھی ہوں مگر سوال یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد کے بغیر کیا صرف ان شعبوں کے وجود سے کسی پر اسلام کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس بعض مسلمانوں میں کافروں سے بدتر زشت کاریاں نظر آتی ہیں مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا وہ مرحلہ بھی آگیا ہے جس کے بعد ایک شخص حرم اسلام سے حتیٰ طور پر باہر ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ان تمام زشت کاریوں کے باوجود اس کو مسلمان ہی کہا جائے گا۔ اگرچہ اس کا یہ اسلام کتنا ہی ناقص ہو مگر اس کو ہرگز کافر نہیں کہا جاسکتا۔ یہ اختلاف نظر

تو وہ محتاجِ علمی دائرہ میں داخل تھا۔ اس سے آگے چل کر اختلاف جذبات و مذاق کا منظر آیا۔ ایک دور وہ تھا جبکہ ہمارا اسلامی مذاق اتنا بلند تھا کہ حنظلہ پیسے صوابی کو اپنے نفس کے متعلق نفاق کا شبہ ہونے لگتا تھا اور ان کو اتنا مضطرب بنا دیتا تھا کہ اس کی شکایت دربارِ نبوت تک میں پیش کرنے کی نوبت آجاتی تھی اور ایک دور انحطاط یہ ہے جبکہ ہمارا اسلامی مذاق اتنا گرہ کا ہے کہ اس میں عقائد کی کوئی بحث ہی باقی نہیں رہی ایک شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خواہ کتنا ہی گنہگار ہو، اس کی ذات و صفات سے وہ کتنا ہی جاہل ہو، رسول کے مقام رفیع سے وہ کتنا ہی ناواقف ہو، عالم غیب اور اس کے ایک ایک جزو کا وہ کتنا ہی منکر ہو اور اعمال شرعیہ کی ادائیگی میں وہ کتنا ہی مقصر ہو، نماز کے قریب نہ جاتا ہو، ساغرے منہ سے جہاد نہ کرتا ہو، مگر مصنف ہو، بہادر ہو، متواضع ہو، ایشیا ریشہ ہو اور لورے انسانی کا خادم کہلاتا ہو وہ ایک پکا مسلمان کہلا سکتا ہے بلکہ اس کا یہ اسلام ایک پکے مسلمان سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ سمجھا جاسکتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی ایک صحیح حدیث میں اس دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔

وَيَقَالُ لِلرَّجُلِ مَا اعْقَلَهُ دَمَا اَظْهَرَهُ
يُنِي اِيك زَمَانَتَيْنِ كَا جَبِكَةِ اَدَى كِي تَعْرِيفُ صَرَفِ اس پَر
دَمَا اَجْلَدَهُ دَمَا فِى قَلْبِهِ حَبَّةُ خَرْمَل
ہوا کرے گی کہ وہ کتنا بڑا عاقل۔ کسا تو خرمزاج اور کتنا
من ایمان۔
توی دیا وہ ہے لیکن اس کے دل میں ایک دھاتی کے دانہ
کے برابر بھی ایمان کا پتہ نہ ہوگا۔

یہ اسی دور انحطاط... کی طرف اشارہ ہے اس لئے جو حدیثیں صحابہ کے ارفع و اعلیٰ مذاق پر آئی ہیں وہ بھی ہمارے دور میں قابلِ تاویل نظر آنے لگی ہیں ان کی تاویل کرنی بھی غلط ہے۔ اگر آج ہمارا مذاق بھر اتنا ہی بلند ہو جائے تو ہم بھی وہی تعبیرات اختیار کر لیں گے جو صحابہ نے کیں تھیں۔ خلاصہ یہ کہ محدثین و فقہاء کے اختلاف نظر ہمارے اور سلف کے اختلاف مذاق کی وجہ سے جو حدیثیں زیر بحث آگئی ہیں ان میں اصل مقصد کا اختلاف نہیں ہے وہ سب ایک ہی اصول کے ماتحت ہیں۔ ان میں کسی قسم کا اختلاف مجسما خلاف واقع ہے۔

یوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے لئے سب سے بدنام و غصہ لیکن اس کی جو قسم سب سے بدتر ہے وہ شرک ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کی عبادت اور اس کی حدود و عظمت میں کسی اور کو شریک بنالینا قرآن و حدیث اس کا اعلان کرتے ہیں کہ قدرت نے ہر انسان کی فطرت شرک کی ہر قسم کی آلودگی سے پاک و صاف بنائی ہے اس کو اس قسم کی نجاستوں سے ملوث کرنے کا مجرم یا تو وہ خود ہے یا اس کے والدین ہیں۔ پروردگار عالم نے تخلیق عالم سے پہلے یہ طے کر دیا ہے کہ اس کی بارگاہ میں ہر کوئی تباہی و لغزش

میں سب سے پہلے ان کی قلبی موت اور قلبی بے حسی کو ذکر کیا گیا ہے۔ جب کسی کے ظاہری اور باطنی حواس اس طور پر معطل ہو جاتے ہیں تو اب اس سے عالم قدس کی طرف طیران کی کوئی توقع باقی نہیں رہتی اسی کو ختم اور قلبی مہر سے تعبیر کیا گیا ہے اسی حقیقت کو ذیل کی آیت میں ادا فرمایا گیا ہے۔

صَمٌّ بَصِيرٌ غَنَىٰ قَهْقَرُهُ لَا
وہ بہرے ہیں، گوشتے ہیں، اور غمے ہیں، سوردہ ہدایت
کی طرف لوٹ نہیں سکتے۔

حضرت شاہ عبدالقادر محرق فرماتے ہیں اگر راہ گیر کے کان ہوں تو وہ کسی کے بتائے سے راستہ پر آسکتا ہے اگر منہ میں زبان ہو تو وہ از غور پوچھ سکتا ہے۔ اور اگر اس کی آنکھیں ہوں تو خود راستہ دیکھ بھی سکتا ہے لیکن جس کے یہ تمام حواس بیکار ہو چکے ہوں اس کے لئے راہ یاب ہونے کی کیا صورت ہے اس کے لئے تو یہی ایک صورت ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے اسفل السافلین میں جا پڑے اور ان حیوانات سے بھی نیچے کے طبقے میں چلا جائے، جن کے حواس اپنے آفاق کی شناخت میں اس درجہ تو معطل نہیں ہوتے۔

حافظ ابن قیم نے شرک پر ایک بیسٹ مقالہ سپرد قلم کیا ہے مختصر لفظوں میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک کی اصل حقیقت، کسی مخلوق کو خالق کے مشابہ بنا دینا یا اپنے نفس کو خالق کے مشابہ سمجھ لینا ہے۔ یہ مشابہت ان صفات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو خدا نے قدوس کی خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں۔ مثلاً اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ نفع و نقصان اور عطا و منہج کا مالک وہی ہے۔ اس خصوصیت کو قرآن کریم میں جگہ جگہ نمایاں کیا گیا ہے اور مشرکین کو یہی الزام دیا گیا ہے کہ جب تمہارے مبود اس خصوصیت کے حامل نہیں تو تم نے کیوں کر ان کو خدا کا شریک تسلیم کر لیا ہے۔

قُلْ اَعْبُدُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
يَخْلُقُ لَكُمْ صَرًّا وَلَا نَفْعًا۔ (مائہ)

قُلْ اَدْعُوْا النَّارَ اِنْ رَزَقْتُمْ مِنْ دُوْنِهَا
فَلَا يَخْلُقُ لَكُمْ كَثْفَ الصُّبْرِ عَنْكُمْ وَلَا
تَحْزَنُوْا۔ (ذی اسرائیل)

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ
وَلَا يَضُرُّكَ۔ (یونس)

قُلْ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهِيَ كَلِمَۃٌ
فَرْدٌ اَلَمْ يَلَمْ تَعْلَمُ۔ (الانعام)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی تم کو اس سے اور ہر نسخہ و
بجائے اس پہنچے تم شرک کہتے ہو۔

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ مصیبتوں میں اسی کو بچا جا جائے، خوف رجا کا تعلق اسی کی ذات کے ساتھ رکھا جائے اور اسی کی ایک ذات وحدہ لا شریک پر بھروسہ کیا جائے۔ خدا سبحانی کی ایک اور خصوصی صفت اس کے سامنے انجاء ربندی بھی ہے۔ عبودیت اور بندگی کی حقیقت وہ چیزیں ہیں انتہائی محبت اور انتہائی عجز و نیاز۔ اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کو سجدہ کیا جائے، اسی کے نام کی قسم کھائی جائے اور اسی کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات وہ ہے جو ہر پہلو سے کامل ہی کامل ہو اور اس میں عیب و نقصان کا کوئی شائبہ نہ ہو اس لئے انتہائی محبت اور انتہائی عجز و نیاز بھی اسی کا حق ہو سکتے ہیں اسی کا نام عبادت ہے۔ اس کمال میں اس کا کوئی شریک ہے نہ عبادت میں اس کا کوئی اور شریک ہونا چاہئے۔ اب اگر کوئی شخص مذکورہ بالا امور میں کسی مخلوق کو اس کا شریک ٹھہرائے تو اس کے منی ہی ہوں گے کہ وہ اس میں اس کی الوہیت کی صفت بھی تسلیم کرتا ہے۔ شرک کی یہ صورت تو مخلوق کو خالق کے ساتھ مشابہ بنانے کی تھی۔ اب خود خالق کے مشابہ بننے کی صورت یہ ہے کہ غرور و تکبر کی وجہ سے لوگوں سے اپنی مدح سرائی کا طلب گار ہے، اس کا خواہشمند ہو کہ وہ اس سے خوف کھائیں، اس سے امیدیں وابستہ رکھیں، اور اسی کو مشکلات میں اپنا مرجع و ماویٰ سمجھیں۔ یہ تو خاص الوہیت کی خصوصیات میں تشبیہ یا تشبہ کی صورتیں نہیں۔ خدائے قدوس کی بارگاہ بلند میں تو یہی تشبہ کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اسی بنا پر حدیثوں میں ملک الاملاک (شاہان شاہ) نام رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ (انجواب الکافی ص ۱۸۲ تا ۱۸۴)

شرک کی انواع و اقسام اور عالم کے مختلف فرقوں پر اگر تفصیلی نظر ڈالی جائے تو ہمارا مضمون بہت طویل ہو جائے گا اس لئے ہم یہاں صرف اس مختصر بیان پر کفایت کرتے ہیں جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر فتح العزیز میں تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عالم کے مشہور فرقے یہ ہیں۔

ثنویہ۔ یہ دو خالق مانتا تھا ایک خیر کا خالق دوسرا شر کا۔ اس کے سوا کوئی فرقہ خدا تعالیٰ کی ذات میں شرکت کا قائل نہ تھا۔ البتہ شرک کی درہست سی مختلف صورتوں میں گرفتار تھا۔

صائبیہ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خدا سبحانی کی خاص صفات جیسے صفت وجوب، قدرت اور علم و حکمت میں اگرچہ اس کا کوئی شریک و ہم نہیں مگر چونکہ اسی نے عالم کا نظم و نسق اور احوال کو اکس کے حوالہ کر دیا ہو اس لئے تنظیم و تکریم اور عبودیت و نیاز کے جتنے آداب ہیں وہ سب ان ہی کے سامنے ادا کرنے چاہئیں۔ اس فرقے کی مفصل تحقیق ابو بکر رازیؒ نے جن کو حصاص بھی کہا جاتا ہے احکام القرآن میں بیان فرمائی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

حافظ ابن تیمیہ نے صابین اور اہل اسلام کی عبادت میں ایک اہم فرق تمیز کیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ گروہ کو اکب اور ملائکہ کی عبادت میں مبتلا تھا اور ان کا نام عقول اور نفوس رکھا کرتا تھا اور خالق و مخلوق کے مابین ان کو ایک واسطہ تصور کرتا تھا ان کے مقابلہ میں ملت ضعیفہ تھی۔ جب ملت ضعیفہ نے ان کو خدا تعالیٰ کی عبادت اور رسولوں کی اطاعت کا حکم دیا تو انہوں نے الزام کے طور پر کہا کہ خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ تو تم بھی تسلیم کرتے ہو۔ فرق یہ ہے کہ تم بشر کا واسطہ مانتے ہو یعنی رسول کا اور ہم روحانیات کا۔ اس لئے ہم تم سے افضل رہے۔ شہرستانی نے اپنی کتاب مل و نخل میں ان کے جواب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ روحانیات کی نسبت یہ بشری کو واسطہ بنانا افضل ہے۔ حافظ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے اس معارضے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہرستانی کو بھی دین ضعیف کی پوری حقیقت منکشف نہیں ہوئی حقیقت یہ ہے کہ دین ضعیف میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں واسطہ کی کو بھی نہیں بنایا جاتا نہ کسی ملک کو نہ کسی بشر کو اور نہ کسی کی روحانیت کو۔ یہاں اگر رسولوں کا واسطہ ہوتا ہے تو صرف خدا تعالیٰ کے امر ہی پہنچانے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ اس کی عبادت کے لئے۔ رسول کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسو نماز کے امام کی یا حاجی کے ساتھ مسئلہ بتانے والے معلم کی جیسا معلم حاجی کو صرف احکام حج بتاتا چلتا ہے ایسا ہی رسول بھی صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کے طریقوں کی تعلیم کرتا ہے۔ حاجی کا معلم ہونا نماز کا امام دونوں خدا تعالیٰ کی عبادت میں قطعاً واسطہ نہیں ہوتے بلکہ وہ خود بھی اور لوگوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بلا واسطہ عبادت کرنے میں شریک ہوتے ہیں اس کے برعکس صابین عبادت ہی میں روحانیات کا واسطہ تعلیم کرتے ہیں۔ کتاب بارہ علی البکری مشتمل

حافظ ابن تیمیہ کی تحقیق نہایت قابل قدر ہے اور اس سے اسلام کی توحید کی پاکیزگی اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ آج مسلمانوں میں بھی بعض جاہل فرقے صابین کی طرح انبیاء و اولیاء کو خدا تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرنے ہیں اور اسی کو اپنی عبادت کی قبولیت کا معیار سمجھتے ہیں بلکہ ان کا شرک صابین سے بھی زیادہ عبرتناک ہے ان کا حال ان شرکین سے بہت ہی مشابہ ہے جو کہتے تھے کہ

مَا نَعْبُدُ هَذَا لَا إِلَهَ إِلَّا تَوْنَالِي
ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو
اشو و لئی۔ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ذرا قریب کر دیں۔

ہنود۔ ان میں جو فرقہ ذرا ترقی یافتہ تھا اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مذہب عالم در حقیقت حسین و جمیل روحانیات ہیں چونکہ وہ ہیں آنکھوں سے نظر تو آتی نہیں اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کے نام کے سونے اور چاندی کے خوبصورت خوبصورت بت تراش کر ان کے سامنے آداب عبادت بجالائیں تاکہ ان کا تقرب حاصل ہو اور وہ ہم سے خوش ہو کر ہمارے کاموں میں ہماری مدد کیا کریں۔

دوسرا فرقہ جو ان میں ذرا جاہل ہے اس کا خیال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات پاک خود تو اپنی بڑی وقار و
کی وجہ سے ہماری عبادت سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ اب اس کی عبادت کی یہی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ
اس کی مخلوق میں سے کسی کو ہم اپنا قبلہ توجہ بنالیں لہذا حیوانات، نباتات اور جمادات میں جو بھی انھیں آثار عجیبہ
اور خواص غریبہ کا حامل نظر آیا اسی کو انھوں نے اپنی عبادت کا قبلہ توجہ مقرر کر لیا جیسے دریا، لنگا، یا کسی کا درخت
یا طاؤس وغیرہ

ایک فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے مقدس و بزرگ بندے ریاضات و مجاہدات کے بعد جب
منازلِ قرب طے کر لیتے ہیں تو وفات کے بعد ان کی روحوں کو ایسی دسعت اور قدرت حاصل ہو جاتی
ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر بن جاتے ہیں اور عالم میں پورے پورے تصرف کے مالک ہو جاتے ہیں اس لئے
وفات کے بعد ان کی خوشنودی کے لئے ان کی تعظیم و تکریم کرنی چاہئے اور ان کو سجدہ کرنا چاہئے تاکہ وہ ہم سے
خوش رہیں اور ہم دنیا میں ہماری امداد کریں۔ ان سب فرقوں کا شرک یہ نہیں تھا کہ وہ خدا کی ذات میں تعدد
کے قائل تھے بلکہ توحید کے قائل ہو کر خدا کی تصرفات اور خدا کی صفات میں دوسروں کو شریک کیا کرتے تھے
چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

وَلَوْ أَنَّ سَائِلَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ وَغَيْرَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ
لَقَالُوا اللَّهُ .

وَلَوْ أَنَّ سَائِلَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ
مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ الْأَشْرَاطَ مِنْ بَعْدِ
مَوْجِهَاً لَقَالُوا اللَّهُ . (النکرت)

اس مضمون کی آیات قرآن کریم میں متعدد جگہ موجود ہیں ان میں کفار کو یہی الزام دیا گیا ہے کہ جب خالق کی
اصل صفات تہارے نزدیک بھی ایک ہی ذات میں منحصر ہیں تو پھر تم الہیت اور خالقیت کے حقوق میں
دوسروں کو کیسے شریک کرتے ہو۔

قرآن کریم میں جرات بہت صاف صاف اور بار بار دہرائی گئی ہے کہ وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے
سوا نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت اور کسی میں نہیں اس کی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہی
یہ طاقت نہ کسی دوسرے میں بالذات موجود ہے اور نہ اپنی جانب سے خدا تعالیٰ نے کسی اور مخلوق کے
حوالہ کی ہے حتیٰ کہ دنیا میں سب سے بزرگ ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہیں پھر ان میں سب سے بزرگ تر

ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر یہ طاقت و قدرت آپ کو اپنے جان و مال کے بارے میں بھی عطا نہیں کی گئی۔ بلکہ آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اس بارے میں اپنے عجز کا دنیا کے ملنے صاف صاف اعلان کر دیں تاکہ عجائب پرست دنیا نہ تو آپ سے اس قسم کے تصرفات کی فرمائش کرے کہ آپ کو تنگ کرے اور نہ آپ کی زندگی میں حوادث کا مشاہدہ کرے کہ آپ کی رسالت میں شکوک و شبہات نکالے۔ شاید انبیاء علیہم السلام کی شکست میں ایک بڑی حکمت ان کے اسی عجز کا اظہار بھی ہو۔ اسی لئے فتح و ظفر کے عظیم الشان مظاہرے اور ہزیمت و شکست کے حوصلہ شکن مواقع پر ہمیشہ یہی ایک بات دہرائی جاتی تھی کہ وَمَا الْفَضْلُ إِلَّا مِنِّي وَعِنْدَ اللَّهِ اِتْرَانِ یا گھبرانے کی ضرورت نہیں اگر کامیابی ہو تو یہ مت سمجھو کہ تمہاری طاقت کے بل بوتے پر ہوئی ہے اور اگر ناکامی ہو تو یہی مددگار نہ ہو کہ تم کو فتح کے اسباب پیدا ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ فتح و نصرت کا تمام معاملہ صرف اسی کی ذات پر منحصر ہے وہ چاہے تو تیرے کو ڈبا دے اور چاہے تو ڈوبنے کو تیرا دے۔ اور یہ خوب سمجھ لو کہ جو حضورؐ کی بہت قدرت تم کو عطا ہوئی ہے وہ صرف تمہارے کام چلانے کے لئے عطا ہوئی ہے وہ اتنی نہیں کہ تم دنیا کے تمام فائدوں کو حاصل کر سکو یا اس کے نقصانات سے اپنی کمزوری جان کو بچا سکو۔

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَعْبُدُوا خَلْقِي النَّاسَ (الاعراف) نہیں ہوں مگر عبادت اللہ تعالیٰ چاہیے صرف اتنے ہی میرا قابو ہے۔ اسی کے ساتھ دوسری جگہ بھی واضح نکات کر دیے گئے کہ جن کے متعلق تمہارا یہ خیال غلط ہو رہا ہے اس کے مالک نہیں بلکہ خود اسے خوف و ہراس کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّبُرِ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَ آلِ رَيْفٍ كَانَ عَذَابَ آلِ رَيْفٍ (نہی اسرائیل) کہہ دو (وہ ان کو) بکارو جن کو تم نے اس کے سوا (خدا) سمجھ رکھا ہے وہ اس کا اختیار نہیں رکھے کہ تم سے تکلیف کو دور کر دیں اور اس کا کہ اس کو ملے اگر کسی دوسرے پر۔ واللہ! یا اس کو ہلکا ہی کر دیں جن کو یہ لوگ بجاتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے مردار تک وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے اور اس کی مہربانی کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے وہ جن تو مسلمان ہو گئے اور یہ اپنی قدیم جہالت پر قائم رہے اس پر یہ آیت اتاری یا یوں کہا جائے کہ جن، فرشتے اور حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ سب

اس میں شامل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں کو تم خدا کے سوا موجود سمجھ کر پکارتے ہو وہ نہ مستقل کوئی اختیار رکھتے ہیں اور نہ تمہارے نفع و نقصان پہنچانے کی ان میں قدرت ہے وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے تقرب کی تلاش میں ہیں وہ تیار سرگرواں ہیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے لئے تقرب کا ذریعہ اور وسیلہ بنائیں جو خود اپنی فکر میں ہیں وہ تمہارے تفکرات بھلا کہا دہ کر سکتے ہیں وہ تو خود ہی بجا و بیم کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

اہل یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی غیب و رغبہ ذات کی طرف اگر کوئی میلان اظہار پیدا ہوتا ہے تو نہ صرف اسی لئے کہ اس کے نزدیک اس کے نفع و نقصان کا رشتہ اسی کی قاصد و توانا ذات کے ساتھ وابستہ ہے اور اگر اس کے اس اعتقاد میں صنف پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا یہ میلان بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ بندہ خدا ہونے کے بجائے بندہ اسباب بن جاتا ہے۔ اس کی زبان پہ اگر ذکر ہوتا ہے تو اسباب کا اس کے قلب میں اگر محبت ہوتی ہے تو ان ہی کی خوف ہوتا ہے تو ان ہی سے۔ حتیٰ کہ اس کے جلد و عواطف و میلانیت کا مرکز ہی اسباب بن جاتے ہیں اور شدہ شدہ نیت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نفع و نقصان کے اہل مالک و اس کو ایسا ذہول ہو جاتا ہے کہ اس کے تکرار سے بھی اسے کوئی لگاؤ نہیں رہتا بلکہ اور انتہا میں ہونے لگتا ہے جو کیفیت اعد جہنم و شوق اس کو بار رسول اللہ و باغوث کے نعروں میں میرا آتا ہے وہ نعرہ یا اللہ میں نصیب نہیں ہوتا جس محبت سے وہ بزرگوں کی غدو نیا ذکر کرتا ہے اس کے عشر عشرے خدا کی حاجب کردہ قربانی ادا نہیں کرتا یہ توحید کا علم نہیں بلکہ مادی کفر و شرک ہیں۔ ذیل کی آیات میں اسی طرز اشارہ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّبِعُ مَن دُفِيَ اللّٰهُ
اَنۡتَ اَكْبَرُ كَلِمَۃً سَمِعَ اللّٰهُ وَاَلَّذِيۡنَ
اٰمَنُوۡا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ۔

وَلَا خَافَ ذِكْرَ اللّٰهِ وَحَدَّثَ اِلٰهَآكَ
فَلَوْ لَآ اَلۡدِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ
بِالْآخِرَةِ فَاَمَّا (الرر)

وَجَعَلُوۡا اٰیٰتِہٖۤ اَشۡرَآءَ اٰیۡنِ الْحَرٰثِ
وَالۡاَعۡقَامِ تَصۡبِيۡہًا فَاَنۡفَکُوۡا هٰذَا
یٰۤیۡہِۤ وَرَعِبۡہِۤ وَهٰذَا الشَّرَکَآئِ
لَمَّا کَانَ یَعُوۡذُ فَمَہُۤ لَعِیۡلٍ اِلٰی

اور وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشیوں میں اس کے نام کا ایک حصہ رکھتے ہیں پھر اپنے خیال کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ یہ حصہ (دیان) تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا سو جو حصہ (دیان) ان کے شریکوں کا ہو تا وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف نہ پہنچتا

عَسَىٰ كَآئِمُهُمْ وَمَا كَانَ لَشُرِّكَآءِهِمْ فَلَآ
يَحُولُ إِلَى اللَّهِ هُوَ - (الاحقاف)
اور جو اللہ تعالیٰ کا ہوتا وہ ان کے شرکوں کی طرف ہنچ جاتا
کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

اسفل اساطین مادی وادی شرک کا نام ہے جو ضلالت کی لنگائی میں جا پڑا۔ سمجھ لو کہ وہ مخلوقات کے سب سے نیچے
جیتے ہیں جا پہنچا۔ اب وہ اشرف المخلوقات نہیں رہا بلکہ سب سے ذلیل تر مخلوق بن گیا ہے۔ سورہ الدین میں انسان
کے اس سوراخ نام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عالم میں ایسے نادان فرقت بہت ہی شاندار گندے ہیں جو خدا تعالیٰ کی ذات میں شرک
کے قائل ہوں۔ اکثر فرقت عبادت ہی میں شرک کیا کرتے تھے اور اس ضلالت میں یہاں تک تجاوز کر گئے تھے
کہ ان کے نزدیک معبود حقیقی کا منبر باطل معبودوں سے بھی نیچے کر گیا تھا۔ اس تمام گمراہی کی بنیاد صرف یہ تھی
کہ ان کے عقیدے میں ان کے نفع و نقصان کا رشتہ غیر اللہ کے ساتھ قائم ہو گیا تھا اسی لئے انبیاء علیہم السلام
کی دعوت کا اہل مرکز بھی شرک فی العبادت کی تردید ٹھہر گیا تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيَنَّ إِلَيْهِمْ أَلْفًا
كَلَامًا إِنَّا نَاظِرُونَ
یعنی اس جہان میں جو رسول بھی آیا وہ بھی ایک سبق لیکر آیا کہ جب
اللہ ایک ہی ہے لہذا اس کا شرک کوئی نہیں تو یہ تم صرف وہی
ایک ہی کی جلالت کیوں نہیں کرتے اور اس میں دوسروں کو کیوں
اس کا شرک ٹھہرتے ہو۔

آیت بالا میں یہ بتایا گیا ہے کہ توحید الہیہ کا اہل فساد توحیدی العبادت ہی کی تعلیم تھی۔ الہیہیت کی
توحید اسلام پر سننے کی وجہ سے اس وقت ایک تہیدی چیز سمجھی گئی تھی۔ مشرکین عرب اگرچہ بہت سے خدا تسلیم
کرتے تھے مگر صاحب تصرف ایک ہی کو ملتے تھے بغیر سب کو اس کا ماتحت سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمران بن حصین سے پوچھا بناؤ کفر کے زمانہ میں تم کتنے خداؤں کی پوجا کیا کرتے
تھے انھوں نے عرض کیا سات خداؤں کی جہ زمین میں اور ایک آسمان میں آپ نے فرمایا اچھا تو امید وہم کے
مواقع پر کس کو یاد کیا کرتے تھے انھوں نے عرض کیا اس کو جو آسمان میں ہے۔

فَإِذَا رَکِبُوا فِي الْفُلَالِ دَعَا اللَّهَ
مُخْلِصِينَ لَهُ الْوَيْلَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ
إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ بِشِرْكَائِهِمْ
جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو بڑے ظلم سے خدا کی
پکارتے ہیں بہر جب وہ ان کو نجات دیکر شکر اُٹھاتے ہیں
تو نجات پاتے ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جب کبھی کفار کسی نرنے میں پھنس جاتے تو اس وقت سب کو بھول کر
اللہ ہی کی ذات پاک کو یاد کرتے۔

ہمارا اشارہ یہ نہیں کہ قرآن کریم یا انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں شرک فی الثبات کی تردید شامل ہی تھی بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کے کلام میں جس امر پر زیادہ زور دیا گیا تھا وہ شرک فی العبادت کی تردید تھی۔ اس کے جملہ ابواب میں اور ہر باب کے جملہ فصول میں جس نکتہ کی ہر ہر جگہ رعایت ملحوظ رہی ہے وہ بھی شرک فی العبادہ ہے۔ اس کا لازم ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے اہل مقصد توحید فی العبادہ ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي ہم نے جنات اور انسانوں کو صرف عبادت کے لئے بنایا ہے۔

اس لئے شیطانی طاقتیں ہمیشہ اسی مقصد میں خلل اندازی کی فکر میں رہتی ہیں اور اسی لیے انبیاء علیہم السلام بھی کو بھی ہمیشہ اسی کے مقابلہ کے لئے آئے چاہیں اور ان کی بساط شریعت بھی اتنی صاف ہونی چاہئے کہ اس میں شرک فی العبادہ کی کوئی گتھی ٹھکن بھی پیدا ہونے کا امکان نہ رہے۔ اسی لئے شرائع سادہ میں سب سے کامل شریعت وہی ہونی چاہئے جس کے حدود و توحید سب سے زیادہ مستحکم ہوں۔ اسی نکتہ کے پیش نظر اسلام نے ہر اس رگ کو چرے کاٹ دیلے جس میں کفر و شرک کی ادنیٰ رتق بھی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں حد سے تجاوز کرنے کی بدولت شرک میں مبتلا ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنی ذات کے متعلق اطراء اور مباذلہ آمیز کلمات سے ہی ہمیں روک دیا بلکہ عام توحید و تعظیم کی بھی ایسی حد بنی فرمادی کہ پھر اس راستہ سے کفر و شرک کا کوئی احتمال ہی نہ رہا۔ اسلام میں الوہیت کا تخیل صرف مجروری مجرورہ تھا اس میں خوف و طمع کے دونوں جذبات بھی شامل تھے۔ اس لئے یہاں بھی ایسے مضبوط بند لگا دیئے کہ اب نفع و نقصان اور خوف و طمع کے لئے ایک مسلم کی نظر میں کوئی دوسری جو کھٹ ہی باقی نہ رہی مگر اس کو نہیں سکھا یا کہ وہ کسی سے محبت نہ کرے کسی کا خوف نہ کرے بلکہ یہ سکھا یا کہ محبت کرے تو خدا کی خاطر اور ڈرے تو اسی ایک خدا کی خاطر اس نے غیر اللہ سے نفع و نقصان کے تمام رشتے توڑ ڈالے اور صرف مالک حقیقی سے بیم ورجاء کا ایک رشتہ اس کے قلب میں اسے فرمادیا اس کے دماغ کو صرف صریح شرک و کفر کی نجاستوں ہی سے پاک و صاف نہیں کیا بلکہ اس کو ایسا نازک بنا دیا کہ اگر اس کے گرد و پیش میں کہیں کفر و شرک کا احتمال بھی ہو تو مارے تعفن کے اس کا دماغ پھٹنے لگا۔ وہ اپنا نام غلامِ فوت اور عبدِ التنی رکھنے میں وہی ناگواری محسوس کرنے لگا جو عبد المطلب یا عبد شمس یا عبد مناف یا عبد العزیٰ جیسے نام رکھنے میں محسوس کرتا۔ اس کی نظر میں سب سے پرانا نام وہ بن گیا جس میں اس کی نسبت عبدیہ اسی ذات کی طرف ہو جس کا وہ در حقیقت عبد تھا یعنی عبد اللہ اور عبد الرحمن اسے جان آفریں کے سوا کسی اور کے نام پر جان قربان کرنے میں غیرت آنے لگی۔ وہ خدا کے گھر کی طرح اپنے گھر والوں کو لباس پہنانے سے شرماتے لگا بتوں کی طرح اینٹوں اور پتھروں پر غلاف چڑھانے سے نفرت کرنے لگا جب اس کے کان میں ہر ابائی

المصور کی آواز آتی تو مصور حقیقی کی نقالی کرنے سے اس کی آنکھیں بھی ہو گئیں اس کے ہاتھوں میں روش پیدا ہو گیا اور اس کا قلم تصویر ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔

اسلامی توحید کی ان نزاکتوں کا اندازہ آپ کو ذیل کی احادیث سے ہو گا۔ انسائی شریف میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دن کسی شخص نے آپ کے سامنے یہ لفظ کہہ دیا ماشاء اللہ و شئت (جو اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ چاہیں) آپ نے فوراً اس کو منع کیا اور ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی: جلتفی اللہ ندأ، تو مجھے اللہ تعالیٰ کا ایک شریک ٹھہرا دیا۔ قل ماشاء اللہ و حدادہ (بس یوں کہہ جو صرف ایک اللہ چاہے۔)

امام احمد، ابوداؤد، اور نسائی وغیرہ نے حدیث سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقولوا ماشاء اللہ و شاء فلان قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلان۔ یعنی اگر سبب حقیقی کے ساتھ تم کسی وقت سبب ظاہری کا بھی ذکر کرنا چاہو تو اس کا طریقہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے باطل برابر اس شخص کا نام ذکر کرو جو ظاہر میں اس کا سبب بننا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا ادب یہ ہے کہ پہلے تم صرف اللہ تعالیٰ کا نام لو اس کے بعد پھر دوسرے نمبر میں اس شخص کا نام بھی لے سکتے ہو۔ حدیث شریف میں تین آدمیوں کے امتحان کا ایک طویل قصہ مذکور ہے ان میں ایک مبروص تھا دوسرا غنجا اور تیسرا اللہ صا۔ ان کا امتحان یہی مقدمہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بصورت آدمی ہر ایک کے پاس علیحدہ علیحدہ آیا اور ان کی اپنی حاجت ان الفاظ میں ظاہر کی فلا بلاغ فی الیوم الا باللہ ثم بک۔ آج کے دن میری حاجت وہائی کے لئے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یا پھر اس کے بعد ظاہری اسباب میں آپ کی ذات نظر آتی ہے۔ پس جب اسلامی توحید کی نزاکت اتنا بھی برداشت نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ کسی مخلوق کے نام کی صرف عبارت اور لفظی مساوات بھی گورا کی جائے تو اس کے حقوق میں کسی کی مساوات کبرداشت کر سکتی ہے۔ اسلام نے توحید صرف علمی دائرہ میں نہیں سکھائی بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانے کی بھی تاکید کی ہو اور قدم قدم پر اس کا لحاظ رکھا ہے کہ کس طرح اس کا نقش انسان کے قلب و دماغ پر ہم کر سکتے ہیں اس لئے اس نے عام گفتگو میں بھی کسی کو یہ آزادی نہیں دی کہ وہ خدائیتانی کے اسم مبارک کو دوسرے ناموں کی طرح جس طرح جی چاہے زبان پر لے آئے بلکہ یہ تنبیہ کی ہے کہ اس کی ہستی کا نقش عظمت اس کے قلب میں اتنا گہرا ہو نا چاہئے کہ جب کبھی بات کرتے کرتے وہ اس کے باعظمت نام پر چلے بیٹھے تو یہاں پہنچ کر اس کی زبان لکنت کر جائے اور وہ کسی بڑے سے بڑے شخص کے نام کے ساتھ اس کی تعبیری مساوات بھی گوارا نہ کر سکے یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک مسلمان کے ایک ایک عمل سے توحید اس طرح نہ منکھنے لگے اس وقت تک

اس کی توحید بھی صرف ایک دماغی فلسفہ کہلائے گی، علی دائرہ میں اس کو شرک سے کیا امتیاز ہوگا۔
ایک سطحی نظر کا شخص توحید مذکور کو صرف ایک تعبیری اصلاح سمجھے گا مگر ایک علم النفس کا
ماہر اس کا پورا ادراک کر لے گا کہ فطری طور پر کسی حقیقت کے ذہن نشین کرنے کی اس سے زیادہ موثر کوئی اور
صورت نہیں نکل سکتی۔ اگر آپ کو کتاب الایمان میں احسان کی بحث فراموش نہیں ہوئی تو اتنا اور سمجھ لیجئے کہ
آپ کو اس مقام پر احسان کا ایک اور سبق دیا گیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ ایک مومن کے قلب و دماغ پر
حق تعالیٰ کی ذات قدسی صفات کی محبت کا اس درجہ استحضار اور غلبہ ہو جائے کہ کچھ عبادات ہی میں
نہیں بلکہ عام بات چیت میں بھی اس کی غیرت - اس کی عظمت و توحید کے خلاف کوئی ادنیٰ شخص
برداشت نہ کر سکے۔ بقول شخص ۵

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری غیر کی ہو کے رہے باشب فرقت میری
غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندیم گوش را نیز حدیثے تو شنیدن ندیم
جب تک ایک مومن کا قلب خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہرانے پر اسی درجہ غور نہ ہو جائے وہ مقام محبت
سے آشنا نہیں ہوتا اور جب تک وہ اس وادی سے آشنا نہیں ہوتا اس وقت تک ذوق احسان سے
بھی آشنا نہیں ہوتا جب اس تصور کے ساتھ آپ اپنی زبان سے ماشارائے و اشار فلاں کا فقرہ ادا کریں گے
تو اس وقت اس معمولی سے کلمہ کی تلقین آپ کی زبان مومن کو لے گی ادا ای دقت حدیث کی اس تعبیری
حرف کی محکمیت بھی آپ پر روشن ہو سکے گی۔ اسی قسم کے منہی مقامات سے ایک فہم شخص کو یہ اندازہ لگانا چاہئے
کہ اس نبی عظیم الشان کی معرفت کا عالم کیا ہو گا جس کی شریعت میں توحید بانی کا ایک عام ادب یہ ہو کہ
سرسری بول چال میں بھی خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ شرکت و مساوات قائم کرنا حقیقی شرک کی برابر مکر وہ سمجھا
جاتا ہو۔ اسلام کی توحید سمجھنے کے لئے آپ کھلی کھلی آیات اور واضح احادیث کی طرف مت جائیے یہ تو
اس کے ابتدائی اسباق ہیں بلکہ ان علی گوشوں کو بڑے فور سے ملاحظہ کیجئے جن کی سطح میں بظاہر توحید
کا کوئی سبق نظر نہیں آتا مگر جب ذرا غور کیجئے تو اس کے عمق میں اہل مقصد ہی ایک درس توحید
ثابت ہوتا ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ مسلسل ایک نوع کا عمل نہیں کر سکتا اس کی طبیعت اکتا جاتی ہے
اس لئے شریعت نے اس کے لئے مختلف لذتوں کی مختلف عبادتیں مقرر فرمادی ہیں لیکن ان سب کا اصل
مقصد ہی ایک نشہ توحید پیدا کرنا ہے اب آپ ذرا جنازہ کی نماز پر ملاحظہ کیجئے وہ بھی ایک قسم کی نماز
ہی تو ہے اور اسی ذات پاک کے لئے ہوتی ہے جس کے لئے اور فرض نمازیں پھر کیا بات ہے کہ رکوع اور
سجدہ نماز کی اصل روح تھے وہ یہاں سے غائب ہیں۔ اگر آپ غور سے کام لیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا

کہ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک جدیت کو سلنے رکھ کر اس کی طرف رکوع و سجود کرنا شاید اسلام کی توحید برداشت نہیں کرتی۔ خبر یہ تو ایک انسان صاحب کو جاہل تو میں کبھی سجدہ کر بھی لیتی ہیں مگر ایک معمولی خشک لکڑی جس کی کوئی عبادت نہیں کرتا اگر سرو کے لئے سلنے گاڑی جائے تو اس کے متعلق بھی مقدس اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ وہ بھی ٹھیک سلنے نہ ہونی چاہئے بلکہ ذرا دائیں بائیں ہمت مائل ہونی چاہئے تاکہ اس قوم کے سلنے جس کو پتھروں کو سجدہ کرنے کی عادت تھی کوئی عمل بھی ایسا نہ لے لے جان کی قدیم خصلت کی یاد دہانی میں ذرا بھی مدد معاون ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم بنی اسرائیل کو دریائے نیل کے پار لیکر آئے تو یہاں ان کی قوم نے دیکھا کہ کچھ لگ بھگ بت پرستی میں مشغول ہیں یہ دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھرا پا اور بڑے حسرت کے انداز میں وہ درخواست کرنے پر مجبور ہو گئے۔

قَالُوا يٰمُوسٰى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ
اِلٰهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ يَّجْتَلُوْنَ۔

وہ کہنے لگے اے موسیٰ ہماری عبادت کیلئے بھی ایسا ہی

ایک بت بنا دیجیے جیسے بت ان کے میں انھوں نے

فرمایا تم لوگ بڑے ہی جاہل ہو۔

دراغاف ہر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر صحت تربیت یافتہ صحابہ اتنے تو نہیں گئے لیکن ایک موقعہ پر جب انھوں نے دیکھا کہ مشرکین نے ایک درخت مقرر کر رکھا ہے جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکا دیا کرتے ہیں اور اسی مناسبت سے اس کو ذات اَوْاط کہا کرتے ہیں تو وہ بھی بے ساختہ درخواست کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یا رسول اللہ! ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی درخت مقرر فرما دیجئے ہم بھی اس پر اپنے ہتھیار لٹکایا کریں گے ذرا سوچئے اس میں شرک کی کیا بات تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی سی بات کو بھی نہایت اہمیت دی اور بہت تشدید آمیز لہجہ میں اس طرح تنبیہ کی کہ تمہاری یہ فرمائش ٹھیک ایسی ہی ہے جیسی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی وہ فرمائش تھی اجعل لنا الٰهًا كَمَا لَهُمْ اِلٰهَةٌ۔ یہی ماننا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب معاملات میں جہاں آپ کی کوئی خاص شریعت نازل نہ ہوتی مشرکین عرب کی نسبت اہل کتاب کی موافقت کرنی زیادہ پسند فرماتے۔ پس اسلام نے ہر ہر موقعہ پر جہاں کسی دور کے علاقہ سے بھی شرک کی رگ متحرک ہو سکتی تھی اس کو بھی جڑ سے کاٹ دینے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے فقہاء اس حقیقت کو خوب سمجھتے تھے اور اسی لئے انھوں نے فرمایا کہ جو جو ان کہیں کسی قوم کا مسجورہ چکا ہو یا کوئی اور ایسی چیز جو کبھی موجود فیروز اللہ بن علی ہو اس کو کبھی سرو نہ بنانا چاہئے اور اس کی طرف بھی نماز نہ ادا کرنی چاہئے۔ اسی طرح طلوع و غروب میں نماز سے محافعت کی حکمت بھی یہی ہے کہ یہ اوقات بھی مشرکین کی عبادت کے اوقات ہیں ہماری عبادت جہاں ان سے مقصد،

نیت اور اپنی ترتیب و صورت میں ممتاز ہے اسی طرح وقت میں بھی ممتاز رہنی چاہئے یہ کوئی تنگ نظری نہیں بلکہ شرک فی العبادۃ کے بعید سے بعید رشتوں کے قطع کرنے کی سب سے بہتر صورت ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے لَا تَأْتُوا الصَّلَاةَ وَانْتُمْ تَسْعَوْنَ وَأَنْتُمْ هَا وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ ثُمَّ نَازَکَ لَیْ وَدُرْتُمْ بَیْضَ لَیْ آتَاکُمْ بَلْکَ اس طور پر وقار کے ساتھ آکر وگو یا تم سر تا پا سکون دو قار ہو۔

شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں کہ اس مخصوص ادب میں جو بڑی حقیقت پنہاں ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے لئے جب ایک مخصوص مکان مقرر کر دیا گیا اس کے لئے ایک اعلان بھی کیا گیا اور اس کے بعد نظر آنے لگا کہ مختلف سمتوں سے مختلف جماعتیں کسی ایک مقصد کے لئے کسی ایک جگہ جمع ہونے جا رہی ہیں اگر وہ بہت زیادہ بھاگ بھاگ کر جائیں گی تو دیکھنے والوں کے دماغ میں یہ نقشہ آسکتا ہے کہ جس طرح اور مذاہب کو ان کے معبود کی ایک جگہ رکھے ہوئے مل جاتے ہیں شاید ان کو بھی اپنا معبود کی مسجد وغیرہ میں رکھا ہوا مل گیا ہے جس کی طرف یہ ایسے واپانہ انداز میں بھاگے جا رہے ہیں اس لئے فرمایا کہ تم بھاگ مت کرو بلکہ اس طرح جایا کرو کہ ہر دیکھنے والا سمجھ جائے کہ جہاں تم جا رہے ہو وہاں کچھ ہی نہیں ہے تم کسی ایسے معبود کی تلاش میں ہو جو اس مکان میں بھی ہے اور اس سے باہر بھی۔ ہر حال میں وہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہاری رگ جان سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے۔ شیخ اکبر کے اس مضمون کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے ایک مرتبہ صحابہ کرام شدت شوق میں کسی سفر میں مسیح و عیسیٰ کے لئے تسبیح و تہلیل لگا رہے تھے آپ نے ان کو اتنے چیخنے سے منع فرمایا اور کہا کہ تمہاری اس حرکت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا رب شاید تمہارے پاس نہیں کہیں غائب ہے یا اگر موجود ہے تو مستغنی ہے اس کو آہستہ بکارو کہو کہ وہ تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی تمہارے قریب ہے اونٹ پر سواری کے وقت جو چیز سوار کو سب سے قریب نظر آتی ہے وہ اس کی گردن ہی ہوتی ہے اس لئے نفیاتی طور پر اس کے قرب کا نقشہ جانے کے لئے ہی سب سے عمدہ مثال یہی فرمایا انکو لا ندعون احکم ولا خاشا۔ تم تو اس کو پکارتے ہو جو ہم دقت مناس ہے اور جواب دیتا ہے پس اسلامی توحید تو اس کو بھی برداشت نہیں کرتی کہ تمہارے کسی عمل سے خدا تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کے متعلق کوئی ایسا مہموم سے مہموم نقش بھی پیدا ہو سکے جو اس کی شان تقدس و تنزیہ کے خلاف ہو۔ چہ جائیکہ اس میں شرک کے آثار صاف صاف نمایاں ہو رہے ہوں۔ کیا ایسا مقدس مذہب جو نماز جنازہ میں رکوع و سجود سے منع کرے قبر کو مجیدہ کرنا برداشت کر سکتا ہے حالانکہ وہ قابلِ تعظیم جداب زمین میں مدفون ہو چکا ہے۔

یہی حقیقت مشرکین کے لباس، وضع و قطع اور معاشی و معاشرتی مخالفت میں بھی پنہاں ہے اس کا مقصد

بھی یہ ہے کہ توحید و شرک کا امتیاز صرف علمی مرتبہ میں نہ ہے بلکہ ایک موجد و مسلم کی رگ رگ سے بھی ٹپکنے لگے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ جو حق تعالیٰ کا مقرر کردہ طریقہ عبادت ہو اگر مشرکین بھی اسے اختیار کر لیں تو ہمیں اس کو چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ اس کے معنی تو یہ ہوتے کہ ہمارا خود کوئی اہل مرکز اور مقام ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس راہِ ستقیم کے ہم مالک ہیں اگر اس میں دوسرے لوگ ہماری اتباع کرتے ہیں تو یہ ان کے شرک میں اسلامی تعلیم کا ایک عکس ہوگا اگر اس میں کچھ ناگواری کی بات ہو تو ان کے لئے ہونی چاہئے نہ یہ کہ ہمیں اپنا مقام چھوڑ کر اس سے ہٹ جانا چاہئے۔ اسی لئے مشرکین کی مخالفت میں اسلام نے ملت ضعیفہ کی اتباع ترک نہیں کی بلکہ ان کو یہ الزام دیا ہے کہ یہ تو ہمارا حق ہے اس میں تم ہمارے قبیح ہو اگر تم اس کی اتباع کرتے ہو تو اس وجہ سے ہم اپنے اہل حق سے دست بردار نہیں ہوں گے۔

اِنَّ اَوَّلَى الْاَلْبَابِ اِبْرٰهِيْمُ لَكَذٰلِكَ يَنْ
اَتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا۔ (آل عمران)

ابراہیم کے ساتھ خصوصیت کے ہٹے خدا تو وہ لوگ
تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی اور پیغمبر (آخر الزماں)
اور مسلمان (جو ایمان لائے)

یہ فرق اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ تم ملت ضعیفہ کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر اس کے ساتھ شرک بھی کرتے ہو اور ہم بھی دعویٰ کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ شرک سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں آؤ دیکھیں ملت ضعیفہ کی صحیح اتباع کیا ہو۔

فَاَنزَلْنٰهُ اَوَّلَ نَصَارَىٰ فَتَشْكُرُ
قُلْ بَلْ مَلَكًا بَرَّ اِهْلِمُ حَيْثُ مَا كَانُ
مِنَ الْمُتَكِبِّينَ۔ (بقرہ)

کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو تمہارا یہاں ہو گئے
آپ کہہ دیجئے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے حضرت ابراہیم کی راہ
اختیار کی جو ایک ہی طرف کے تھے اللہ و شرک نہ تھے۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ تم تو صرف ملکی ہو مگر ان کے قبیح ہم ہیں بلکہ ان کی اتباع کا بڑا حق ہمارا ہے اس لئے ہم کسی حالت میں اپنے حق سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔ جو نعرہ مستانہ حضرت خلیلؑ اپنی ذریت میں بطور یادگار چھوڑ گئے وہ تو یہ ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَوٰتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ
وَمَمَاتِيْ بِشَرِّ رِيسٍ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ
لَهُ وَبِهٰذَا اَلِكْ اُفْرُتْ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُسْلِمِيْنَ۔

آپ کہہ دیجئے کہ میری ناز و میری عبادت، میرا جینا اور میرا
مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار
کوئی اس کا شریک نہیں اور جھکو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اللہ
میں اس کے فرمانبردار میں پہلا فرمانبردار ہوں۔

مَا كَانُ اِبْرٰهِيْمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا
وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانُ

حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ صیغہ تھا
یعنی سب جماعت مذہبوں سے بڑا اور حکم کے بڑے فرمانبردار

مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ اور شرک نہ تھے۔

ان عین اور حقیقت سے لبریز کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی توحید کا پورا پورا نقشہ صرف زبان سے کلمہ توحید پڑھ لینے سے عیاں نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ انسانی زندگی کے ہر ہر چھوٹے بڑے گوشے سے بھی ظاہر نہ ہونے لگے اور اس کا ہر ہر عمل اسی ایک ذات پاک کے لئے اس طرح خالص ہو کر نہ رہ جائے کہ اس میں لشکر اور لاشربک نہ کے مثبت اور منفی ہر دو پہلو جدا جدا ممتاز نظر نہ آنے لگیں یعنی اس کا لفظ ہونا بھی نمایاں ہو جائے اور شرک کے خلاف ہونا بھی اسی درجہ پر نمایاں ہو جائے۔ توحید کے دعوے کے ساتھ جہاں پہنچ کر ممانعت کی ادنیٰ ہی ادنیٰ گنجائش بھی ختم ہو جاتی ہے وہ اس کا ہی منفی پہلو ہے اور اسی پہلو کے نمایاں ہونے سے اسلام و کفر میں کھلا ہوا امتیاز مہر جاگ ہے۔ شرک کی عام فضائل میں جب کبھی خدا کے برگزیدہ بنی آئے تو ان کا مقصد صرف توحید کا پرچم اُٹھانے سے پورا نہیں ہوا جب تک کہ انھوں نے علم کفر کو سرنگوں بھی نہیں کر دیا اس لئے ان کے دعووں میں کبھی کوئی ایسا خفاصل نہیں ہوا جس کے بعد کفر کو ان سے اپنے ساتھ سازگاری کی کوئی ادنیٰ سی طبع بھی باقی رہ گئی ہو۔ وہ ہمیشہ ایک عیسویہ جماعت بننے کا پروگرام لے کر دنیا میں آئے اور جب تک ان کا یہ مقصد پورا نہ ہو لیا روزِ شب اسی کے لئے سرگرم عمل رہے ان کی اس پالیسی سے اگر کسی فرد یا جماعت نے اتفاق نہ کیا اور دونوں طرف لگے رہنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے ان کو منافق کا لقب دیکر اپنی جماعت سے ہمیشہ ایک علیحدہ جماعت سمجھا۔ خلاصہ یہ کہ توحید کے مرحلے پر جتنا اس کا مثبت پہلو اہم ہوتا ہے اتنا ہی اہم اس کا منفی پہلو ہوتا ہے اگر آپ اتنی بات سمجھ گئے ہیں تو اب سورۃ قل یا ایہا الکافرون میں ایک ہی مضمون کو دو دو پہلوؤں سے ادا کرنے کا راز بھی سمجھ گئے ہوں گے یعنی کفر و اسلام کے دو راستوں کی واضح علیحدگی کے لئے یہی ایک تعبیر تھی جس کے بعد ان کے مابین سازگاری کی کوئی توقع باقی نہیں رہ سکتی۔

یہ بات ابھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اسلام و کفر کے درمیان کوئی نقطہ مشترک نہیں نکلتا جس جگہ کفر ہو وہاں اسلام نہیں اور جہاں اسلام ہے وہاں کفر کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام کے ساتھ ساتھ کفر کی کسی ایک ادارہ کو بھی نجما یا نہیں جاسکتا اسی لئے قرآن کریم نے ایمان پر امن مرتب ہونے کے لئے یہ شرط لگا دی ہے کہ اس میں شرک کا کوئی میل نہ ہونا چاہئے۔

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا يَكْسِبُوْنَ اِلَیْهَا شَيْئًا
يُظْلِمُوْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ
مُتَعٰمِدُوْنَ۔ (انعام)

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان میں
شرک کی آمیزش نہیں کی پس یہی لوگ امن کے مستحق ہیں
اور یہی لوگ ہدایت یافتہ بھی ہیں۔

ایک نصرانی شخص صرف کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا بھی صاف و صریح اقرار نہ کرے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک بندہ ہی تھے یہ اسی حقیقت پر مبنی ہے کہ توحید الہی کے ساتھ لاشریک نہ کا مظاہرہ ہونا بھی ضروری ہے۔ جب تک جملہ شرکار پر لاکھی شمشیر نہیں چلائی جاتی اس وقت تک صحیح طور پر نعرہ توحید بلند نہیں ہوتا۔

اسلام نے جہاں ظاہری افعال شرک سے منع کیا ہے اسی طرح ان باریک باریک فروگزاشتوں سے بھی روکا ہے جن سے ایک موجد کا اچھا خاصا عمل شرک کے عمل کے مشابہ بن جاتا ہے مثلاً ریاء و شہرت پسندی جو عمل خواہ وہ اپنی شکل و صورت میں کتنا ہی توحید کا عمل سمجھا جائے لیکن اگر وہ ریاء و شہرت سے آلودہ ہو جائے تو اسلامی نظریں وہ بھی ایک قسم کا شرکیہ عمل سمجھا جاتا ہے اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم نے عمل کے صراح ہونے کے لئے یہ شرط لگا دی ہے کہ وہ شرک کی اس قسم سے بھی پاک و صاف ہونا چاہئے اور ایسے ہی عمل کا نتیجہ تقادرب ہو سکتا ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ
عَمَلًا صَادِقًا وَلَا يَلْمِزْ لَكُمْ بِيْعًا ذُو
رَبِّهِ أَحَدًا۔ (کہن)

یہاں لا یشرک کی تفسیر لایرائی سے کی گئی ہے یعنی جس شخص کے پیش نظر تقادرب جیسا اہم مقصد ہو اس کے لئے لازم ہے کہ نیک عمل کیا کرے اور اپنی عبادت میں کسی کو بھی شرک نہ بنایا کرے۔ اس آیت میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جس امر پر یہاں زیادہ زور دیا گیا ہے وہ وہی خدا تعالیٰ کی عبادت میں شرک کی ممانعت ہے۔ ذاتی شرک کا مسئلہ بھی گو کم اہمیت نہیں رکھتا وہ بھی ایک بدترین کفر ہے لیکن شرک کی جس خطرناک جھاڑی میں ایک مدعی توحید بھی الجھ سکتا ہے وہ صرف شرک فی العبادۃ ہے اور اس کی ایک نہایت دقیق اور باریک قسم ریاء و شہرت پسندی ہے قرآن کریم نے شرک میں عام ابتلاء کا شکوہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِالشُّعَا
وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ (یوسف)

یعنی ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو ایمان کے زبانی دعوے کے ساتھ شرک چلی اور شرک خفی کے ہر سر شے سے احتراز رکھتے ہوں۔ غرض قرآن عزیز یہ اعلان کرتا ہے کہ محبوب حقیقی کے متلاشی کہاں مارے مارے پھرتے ہیں ان کے لئے اس کی ملاقات کا صرف یہی ایک راستہ ہے کہ نیک عمل کریں یہ تو اس کا مثبت پہلو ہوا اور

اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ اس کی عبادت میں شرک کے کسی نوع کی آلودگی بھی پیدا نہ ہونے دیں یہ منفی پہلو اس لئے ضروری ہے کہ بسا اوقات نیک عمل میں بھی شرک خفی کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں ایسا عمل گونیک نظر آئے مگر حقیقت نیک نہیں ہوتا۔ ٹھیک اسی طرح خدا تعالیٰ کی توحید بھی اس وقت تک خالص توحید نہیں کہلاتی جب تک کہ اس کے ساتھ لا شریک لہ اور ما انامن المشرکین کا اعلان بھی صاف صاف نہیں کر دیا جاتا۔ آج بھی اگر آپ اپنے ایمانوں کا جائزہ لیں تو اس میں بھی آپ کو توحید کا ثبوت پہلو جتنا صاف اور واضح نظر آئے گا اتنا واضح اس کا دوسرا منفی پہلو نظر نہیں آئے گا خوب یاد رکھئے جب تک کہ اس کا یہ پہلو بھی اتنا ہی واضح نہ ہو جائے اس وقت تک آپ کی توحید کا نقشہ بھی نامکمل رہے گا۔ شکل دعویٰ توحید نہیں اس میں تو اکثر قریب آپ کی ہم آہنگ ہیں جو مرحلہ مشکل ہے وہ تمام شرکاء اور باریک سے باریک شرکیوں سے بیزاری ہے اور اس سے بڑھ کر اس بیزاری کا اعلان ہے اسی لئے کلمہ لا الہ الا اللہ میں مثبت پہلو کی بنیاد منفی پہلو پر قائم کی گئی ہے۔ اتنی وضاحت کے بعد غالباً اب آپ خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ اسلامی توحید کو اور مذاہب کی توحید سے کتنا امتیاز ہے ان کی توحید تو اہمیت اور تثلیث کے عقیدہ کے باوجود قائم رہ سکتی ہے مگر اسلام کی توحید ریا و شہرت پسندی کے باریکی بھی متعل نہیں ہو سکتی پس جس شرک سے ایک مسلمان کو بچنا ہے وہ صرف خدا کی ذات میں شرک نہیں اس کی عبادت میں شرک بھی نہیں بلکہ شرک کی وہ نوع بھی ہے جو اس کے خالص سے خالص عمل میں بھی خفیہ طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور ایک مسلم کو بھی اس سے رستگاری نصیب نہیں ہوتی ۔

براہمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے ہوس چھپ چھپ کے سینہ میں بالیقی ہر تصویر خلاصہ کلام یہ ہے کہ شرک فی الذات، شرک فی الصفات (یعنی خدا تعالیٰ کی مخصوص صفات میں کسی کو اس کے برابر سمجھنا) اور شرک فی العبادت تو حقیقی شرک کے اقسام تھے۔ شرک فی القیہ، شرک خفی (یعنی ریا و شہرت پسندی) اور عقیدہ توحید کے ساتھ بعض اور نازیبا طریقے جو اگرچہ شرک نہ ہوں مگر علاء شرک حقیقی کے مشابہ ہوں یہ سب شرک اور قابل ترک ہی سمجھے جائیں۔ کیونکہ ان کی سرحدیں حقیقی شرک کے ساتھ اتنی ملی جلی ہوتی ہیں کہ ان میں ذرا سی لغزش سے حقیقی شرک میں جا پڑنے کا ہر وقت احتمال ہوتا ہے اس لئے مذہب کی صحیح اتباع یہ نہیں کہ ایسے افعال کو تاویل کئے کیا جائے اور خوب اصرار کے ساتھ کیا جائے صحیح اتباع یہ ہے کہ جن افعال سے کفر کی بوہمی آئے ان کو بھی کفر کی طرح ترک کر دیا جائے تاکہ دما انامن المشرکین کا پہلو اپنی پوری حقیقت کے ساتھ نمایاں ہو جائے اور کرہ الیکم الکفر والصنوق والعصیان کا پورا پورا نقشہ سامنے آجائے۔ اس کے بعد یہاں شرک کی ایک قسم اور بھی ہے جس کی طرف عام نظریں نہیں پہنچیں اس پر محقق مت

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے خاص طور پر تبیہ فرمائی ہے۔

شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ شرک کی ایک قسم شرک فی الطاعت بھی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کی اطاعت کرنی، ایسی اطاعت کہ اس میں خدا تعالیٰ کے رسول و اس کے مبلغ ہونے کی حیثیت بھی ملحوظ نہ ہے حتیٰ کہ اگر اس کا حکم خداوندی حکم کے خلاف بھی ہو جب بھی اسی کی اطاعت کی جائے اس کا نام مستقل اطاعت ہے یہ صرف ایک خدائے وحدہ لا شریک لا کا حق ہے اس لئے اس میں بھی کسی کو شریک بنانا ایک قسم کا شرک ہی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اہل کتاب کی اس نوع کی اطاعت کو شرک ہی سے تعبیر کیا ہے۔

﴿عَنْذَرْنَا أَعْيُنَهُمْ وَرُءُوبَهُمْ لَئِنْ بَايَعُواكَ فَنَفَرَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (توبہ نمف) درویشوں کو خدا بنا رکھا ہے۔

آیت بالا کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اہل کتاب نے تو بایعہ اجارہ عطا کر کبھی ارباب نہیں بنایا تھا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کیوں نہیں، کیا انھوں نے اپنے اجمار کو مستقل مطاع کی حیثیت نہیں دی کیا جس کو انھوں نے حلال کہہ دیا انھوں نے اس کو حلال نہیں سمجھ لیا اور جس کو حرام بنا دیا اس کو حرام نہیں سمجھ لیا۔ اطاعت کا یہ منصب صرف ایک رب العزت کے لئے زیادہ تھا جب انھوں نے یہ منصب اٹھا کر اپنے اجمار کے سپرد کر دیا تو یہی اتھاذا رباب اور شرک ہے۔ اس مضمون سے حضرت شاہ صاحب نے یہ استنباط فرمایا کہ قرآنی نظریں اس درجہ کی اطاعت بھی شرک کی ایک قسم ہے جس کو مستقل اطاعت کہا جاتا ہے۔ اسی قسم کی اطاعت کو قرآن کریم نے شرک سے تعبیر فرمایا ہے۔

وان اطعقوم انکم لمشركون۔ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو تم شرک ہو گے۔

یہی غیر مستقل اطاعت جس میں مطاع کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہوتی بلکہ یہ اطاعت رب العزت کے حکم کے ماتحت ہوتی ہے جیسے رسول، مجتہدین امت، سلاطین و امراء، شومہ والدین اور غلام کی اپنے مالک کی اطاعت اس لئے یہ شرک بھی نہیں بلکہ بعض مرتبہ فرض اور واجب بھی ہوتی ہے عبادت اور اطاعت میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ عبادت کی حقیقت غایت تدلل اور انتہائی خشوع و خضوع کا اظہار ہے۔ یہ اسی کے لئے مناسب ہے جس میں غایت درجہ عظمت موجود ہو، ایسی عظمت کہ اس سے برتر دہم و گمان میں نہ آسکے۔ اس درجہ کی عظمت صرف ایک ذات میں منحصر ہے اس لئے اس میں غیر مستقل طور پر بھی کسی کی شرک کے لئے گنجائش نہیں اس میں ہر قسم کی شرکت شرک ہے۔ اور اطاعت کے لئے صرف حکمرانی کی باقت و دکار ہے یہ بطریق بنابت مخلوق میں بھی پیدا ہو سکتی ہے اس لئے یا نہ غیر اللہ کی اطاعت

شرک نہیں۔ اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے امت کے چند فرق افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے ہیں ایک تو اوایل کر کے غیر اللہ کی عبادت جائز سمجھنے لگا اور دوسرا طاعت مجتہدین کو شرک سمجھنے لگا اور کوئی طاعت رسول کو بھی شرک کا ایک شعبہ قرار دے بیٹھا۔ یہ تمام راہیں حقیقت سے نا آشنا ہونے کی دلیل ہیں۔ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو علی اور علی ہر دو پہلوؤں سے پورے طور پر صاف کر دیا ہے۔ علی کا طاع سے تو اس نے یہ واضح کر دیا ہے کہ رسول کی طاعت اللہ تعالیٰ کی طاعت سے علیحدہ طاعت نہیں ہوتی اس کو مستقل طاعت سمجھنا ہی غلط ہے اس لئے وہ شرک کیسے ہو سکتی ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ جس نے رسول کا کہا مانا اس نے خدا ہی کا حکم مانا۔

اور عبادت کے متعلق اس قسم کا کہیں ایک حرف بھی نہیں فرمایا جس سے یہ خطرہ بھی گذر سکے کہ غیر اللہ کی عبادت کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کہی جاسکتی ہے اور علی دائرہ میں رسول کی طاعت اور اولوالامر کی طاعت کو خود قرآن ہی نے فرض و واجب قرار دیدیا پھر اس کو شرک کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس بدلت میں کسی کی شرکت کو کسی نہج سے بھی گوارا نہیں کیا بلکہ ایک ادنیٰ سی ریاہ کی نیت کو بھی شرک سے تعبیر فرمادیا اور فوز و فلاح کے لئے اس سے بھی احتراز کرنا شرط اول قرار دیدیا پس جتنی بات قرآن کریم سے کسی تاویل کے بغیر صاف اور صریح طور پر بھی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے حکم کے ماتحت کچھ اشخاص یا جماعتوں کی طاعت تو حباب ٹر ہے اور عبادت میں اس کا حکم ہی یہ ہے کہ اس میں کسی کو شریک بھی نہ کیا جائے۔

أَمْرًا أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیدیا ہے کہ عبادت بجز اس کے

اور کسی کی نہ کی جائے۔

پس مسئلہ تو اتنا صاف اور واضح ہے جتنا کہ ہو سکتا ہے لیکن تاویل کا دروازہ کب بند ہوا اس کو عبادت غیر اللہ کے مشتاق اور طاعت رسول سے بیزار دونوں جماعتیں کھڑی کھٹکتا رہی ہیں اللہ تعالیٰ دونوں کو صحیح فہم مرحمت فرمائے طاعت رسول کے متعلق ہم حجیت حدیث کے ذیل میں زیادہ بسط کے ساتھ گفتگو کر چکے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

الاشراك بالله تعالى مما لم يفطر عليه الانسان

(۶۰۲) عَنْ عِيَّاضِ بْنِ حِمَارٍ الْجَمَّاشِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَاتَ يَوْمٍ فِي خُطْبَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أَعْلِمَكُمْ مَا جِئْتُكُمْ مِنْهُ وَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ هَذَا كُلُّ مَالٍ تَحْلَتُهُ عَبْدًا حَلَالٌ وَلَا بِي خَلَقْتُ عِبَادِي خُفَاءَ كُلِّهُمْ وَأَعْتَمُ أَتَتْهُمْ الشَّيَاطِينُ فَأَجَعَلْتُ لَهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَمْتُ عَلَيْهِمْ مَا أَخْلَلْتُ لَهُمْ وَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُشِيرُوا بِي مَا لَمْ أَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنَّ اللَّهَ نَظَرَ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَمْرُ بَعْدَهُ وَجَعَلَهُمْ لَا بَقَايَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُكَ لَا بِمِلَّتِكَ وَأَبْنَى بِكَ وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَعَرَّاهُ نَائِمًا وَيَقْظَانِ وَأَنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ

شرک انسان کی فطرت نہیں

(۶۰۲) عیاض بن حمار جماشی سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا میں لو میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو کچھ آج اس نے مجھے بتایا ہے اس میں کوئی حصہ میں تم کو بھی بتا دوں (اس نے فرمایا ہے) کہ جو مال میں نے کسی بندہ کو دیا وہ اس کے لئے حلال ہے اور فرمایا کہ میں نے اپنے تمام بندوں کو دین فطرت پر پیدا کیا ہے پھر ان کے پاس شیطان آئے اور ان کو اپنے دین سے ہٹا کر جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال بنائی تھیں حرام کر دیں اور اس پر ابھارا کہ میرا شریک ٹھہرائیں جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں تاملی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر نظر ڈالی تو عرب و عجم سب کو قابلِ نفرت سمجھا بجز ان چند لوگوں کے جو اہل کتاب میں سے باقی رہ گئے تھے اور فسرایا کہ میں نے تم کو رسول بنا کر اس لئے بھیجا ہے تاکہ تمہاری بھی آزمائش کروں اور تمہارے ذریعہ سود و سروس کی بھی آزمائش کروں لو میں نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی دھو نہیں سکتا، تم سوئے جا گئے ہر وقت اس کو پڑھ سکتے ہو۔ (قرآن حافظ کے سینہ میں ہوتا ہے نہ پانی اسے دھو سکتا ہے نہ اس کے پڑھنے کے لئے آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا بھی حکم دیا کہ

(۶۰۲) عرب بحیرہ اور سابقہ اور وسیلہ تہوں کے نام کے بہت سے جانور اپنے اور حرام کر لیا کرتے تھے حدیث کہتی ہے کہ جو جانور اللہ تعالیٰ نے حلال کئے ہیں ان کو حرام کرنے کا حق کسی کو بھی نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت شرک و کفر سے پاک پیدا فرمائی ہے اس لئے شرک کرنے میں کسی کا کوئی عذر مسوع نہیں ہے۔

أَحْرَقَ قَرْيَتًا فَقُلْتُ رَبِّ إِذَا يُلْغَوْرَ أَيْبَى نِيدَ عَوْهُ خُبْرَةً قَالَ لَا سَخِرَ جُحُومًا
أَخْرَجُولَهُ وَأَهْرَهُمْ نَغْرًا وَأَنْفُوسُ تُسْتَنْفُونَ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا تَهْتُ خَمْسَةً وَمِثْلَهُ
وَقَاتِلْ مَنْ أَطَاعَكَ مِنْ عَصَاكَ. (مرہاد مسلم)

(۶۰۳) عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَامٍ أَنَّ أَبَا سَلَامٍ حَدَّثَهُ أَنَّ الْحَارِثَ الْأَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ يُحْيِي بَنَ زَكْرِيَّا بِأَيِّ مَخْنَسٍ كَلِمَاتٍ
أَنْ يَعْمَلَ بِهَا وَمَا مَرِيئُ إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا وَأَنَّهُ كَاذَانٌ يُبْطِئُ بِهَا قَالَ عَيْنِي

میں قریش کو جلا کر تباہ کر ڈالوں اس پر میں نے عرض کیا وہ تو میرے سر کو کھل ڈالیں گے اور اس کو ایک
روح کی طرح بنا کر رکھ دیں گے فرمایا تم ان کو نکال باہر کرو جب انہوں نے تم کو وطن سے نکالا اور
ان سے جنگ کرو ہم تمہاری مدد کریں گے اور خوب لشکر پر خرچ کرو ہم تمہیں خرچ دیں گے اور ان پر
فتح کٹی کرو ہم ان کی پہچانی اپنی جانب سے اور یحییٰ کے اور اپنے تابعداروں کو ساتھ لیکر ان سے
جنگ کرو جو تمہاری نافرمانی کرے۔ (مسلم شریف)

(۶۰۳) زید بن سلام سے روایت ہے کہ ان سے ابو سلام نے کہا کہ حارث اشعری نے
ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ باتوں
کے متعلق حکم دیا تھا کہ ان پر وہ خود بھی عمل کیا کریں اور بنی اسرائیل سے کہیں کہ وہ بھی ان پر عمل کریں
حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل سے کہنے میں کچھ تاخیر ہونے لگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ کسی کے کہنے پر حلال کو حرام سمجھ لینا بھی خدا کے شریک ٹھہرانے کے ہی مراد ہے اسی کو
شرک فی الطاعة کہا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شرک فی الذوات ہر بانی العبادت یا فی الطاعت یہ سب اولیٰ ان فی فطرت
کے خلاف ہیں ان کا بانی صرف شیطان ہے اور جو اس کی تقلید کر لے وہ بعد رحمن نہیں اسی کا بندہ ہے۔ جب
خارجی اثرات یا والدین کی تعلیم سے فطرت منح ہو جاتی ہے تو پھر عقائد شرک فطرت کا تقاضہ معلوم ہونے لگتے ہیں۔
(۶۰۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ان پانچ باتوں کا امر فرمایا ہے جن کے بغیر پہلی باتوں
پر بھی پورا عمل نہیں ہو سکتا۔ نماز، روزہ اور بالخصوص زکوٰۃ و صدقات یہ مسلمانوں کی صرف انفرادی عبادتیں نہیں
بلکہ ان کی اجتماعی عبادتیں بھی ہیں اور اجتماعی عبادتوں کا نظم و نسق بلا جماعت کے قائم نہیں رہ سکتا اور کوئی
جماعت بلا کسی امام و امیر کے زندہ نہیں رہ سکتی اس لئے آپ نے ان اجزاء پر زیادہ زور دیا ہے جن کے بغیر
اللہ تعالیٰ کی خالص عبادتیں پوری طاقت اور آزادی کے ساتھ ادا نہیں کی جاسکتیں آخری شریعت و حقیقت
پہلی شریعتوں کے لئے مکمل ہے۔

إِنَّ اللَّهَ أَمَرَكَ بِخَمْسٍ كُلَّمَا بَلَغْتَ لَعْمَلٍ بِمَا وَأَمَرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِمَا قَامَا أَنْ
 قَامُوا هُمْ وَمَا أَنْ أَمَرَ هُمْ فَقَالَ بَقِي أَخِي إِنْ سَبَقْتَنِي بِمَا أَنْ يُخَسَفَ بِي أَوْ أَعْدَبَ
 فَجَمَعَ النَّاسُ فِي بَيْتِ الْمُقَدِّسِ قَامِلًا وَقَعْدًا وَعَلَى الشَّرَفِ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ فِي
 خَمْسٍ كُلَّمَا بَلَغْتَ أَنْ أَعْمَلِ بِهَا وَأَمَرَ كُمْ أَنْ تَعْمَلُوا بِهَا وَأَوْفَقْتُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا
 تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَإِنْ مَثَلٌ مِنْ أَشْرَاكَ بِإِسْمِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرَى عَبْدًا مِنْ خَالِصٍ
 مَالِهِ بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ فَقَالَ هَذَا مِنْ دَارِي وَهَذَا عَمَلِي فَأَعْمَلْ وَأَذِئْ فَكَانَ يَعْمَلُ
 وَيُؤَدِّي إِلَى غَيْرِ سَيِّدِهِ فَإِيكُمُ رَضَى أَنْ يَتُونَ عَبْدُهُ كَذَلِكَ وَأَنَّ اللَّهَ أَمَرَ كُمْ بِالصَّلَاةِ
 فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوا فَإِنَّ اللَّهَ يَنْصِبُ وَجْهَهُ لَوَجْهِ عَبْدِهِ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ
 يَلْتَفِتْ وَأَمَرَ كُمْ بِالصِّيَامِ فَإِنْ مَثَلٌ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ فِي عَصَابَةٍ مَعَ صُرْفٍ فِيهَا
 مِسْكٌ وَكُلُّهُمْ يُحِبُّ أَوْ يُحِبُّهُ رِجْلُهَا وَإِنْ رِغِمَ الصَّائِمُ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ باتوں کے متعلق یہ حکم دیا تھا کہ آپ خود بھی ان پر عمل کیا کریں اور بنی اسرائیل
 سے بھی عمل کرنے کے لئے کہیں تو بات تو آپ ہی ان سے کہہ دیجئے یا پھر میں ان سے کہہ دوں۔ حضرت
 یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (چونکہ حکم مجھے ہوا ہے اس لئے) مجھے خطر ہے اگر اس بارے میں آپ نے
 سبقت کی تو کہیں میں زمین میں دھنسانہ دیا جاؤں یا کسی اور عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤں اس کے بعد
 انہوں نے فوراً لوگوں کو بیت مقدس میں جمع کیا جب وہ خوب بھر گیا اور لوگ گیلریوں تک میں بیٹھ
 گئے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں پر خود عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کا کہ میں تم کو بھی
 ان پر عمل کرنے کی تاکید کروں۔ پھلی بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا
 شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ جو شخص کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے اس کی مثال ایسی ہے جیسی اس غلام کی
 جس کو ایک شخص صرف اپنے سونے چاندی کے مال سے بلا شرکت غیرے خریدے اور اس کو یہ بتائے
 کہ دیکھ یہ تو میرا گھر ہے اور میرا کام ہے تو مزدوری کرنا اور اس کی اجرت مجھے دیدیا کرنا۔ یہ غلام
 مزدوری تو کرے مگر اس کی اجرت اپنے آقا کی بجائے کسی اور شخص کو دیدیا کرے بھلا تم میں کون شخص یہ پسند
 کر سکتا ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز کا حکم دیا ہے لہذا
 جب تک نماز میں رہو اور اصرار نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی طرف پورا پورا متوجہ رہتا ہے
 جب تک وہ اصرار نہ کرنا دیکھتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو روزہ کا حکم دیا جو

يُخْرِجُ الْمُسْلِمَ وَأَمْرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَسْرَهُ الْعَدُوَّ وَقَاوَتْهُمَا
يَدَا إِلَى عُنُقِهِ وَقَدْ مَوَّهُ لِيُخْرِجُوهُ اعْتَقَهُ فَقَالَ أَفَأَفْدِيهِ مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَقَدْ أ
نَفْسَهُ مِنْهُمْ وَأَمْرُكُمْ إِنْ تَدْرِكُوا اللَّهَ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوَّ فِي أَفْرِه
يَرَاهُ حَقًّا إِذَا أَتَى عَلَى حِصْنٍ حِصْنَيْنِ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمَا كَذَلِكَ الْعَبْدُ لَا يُخْرِجُ نَفْسَهُ مِنْ
مِنْ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَمْرُكُمْ بِخَمْسِ أَمْرَيْنِ
يَمِينُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْجِهَادِ وَالْهَجْرَةِ وَالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ مَنْ قَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ
رِبْقَتَهُ إِلَّا سَلَامَ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يَرِاجِعَ وَمَنْ ادَّعَى دَعْوَى الْبَاطِلِ فَلَا يَمِينُ مِنْ جَفَى جَهَنَّمَ
فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ فَقَالَ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ فَأَدْعُوا دَعْوَى اللَّهِ
الَّذِي سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِينَ الْمُؤْمِنِينَ عِبَادَ اللَّهِ. (سُأِلَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ مُعْجَمٌ غَرِيبٌ)

روزہ کی مثال ایسی ہے جیسی کسی جماعت میں اس شخص کی جس کے پاس ایک قبیل ہو اس قبیل میں مشک ہو
تو ہر شخص کو اس کی خوشبو اچھی معلوم ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے
بھی زیادہ پیاری ہوتی ہے جو حقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو صدقہ کا حکم دیا ہے اس کی مثال ایسی
ہے جیسی اس شخص کی جس کو دشمن نے قید کر لیا ہو اور اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ دیئے ہوں
اور اس کی گردن مارنے کے لئے اس کو لئے جا رہے ہوں۔ یہ شخص کہے کہ میں اپنی جان کے عوض میں تصوراً
بہت مال (جو کچھ مال میرے پاس ہے) سب دیتا ہوں اور اس طرح فدہ دے کر اپنی جان کو ان سے
چھوڑا لے اور بائچوں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ذکر اللہ کا حکم دیا ہے کیونکہ ذکر کی مثال ایسی ہر
جیسی اس شخص کی جس کے تعاقب میں دشمن تیزی کے ساتھ آ رہا ہو اور یہ دوڑتے دوڑتے کسی مضبوط
قلعہ کے اندر آجائے اور اس میں اگر اپنی جان کو دشمن سے بچالے اسی طرح بندہ بجز ذکر اللہ کے اور
کسی طرح اپنے آپ کو شیطان سے بچا نہیں سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب میں تم کو اُن
پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم خدا تعالیٰ نے مجھ کو دیا ہے۔ اپنے حاکم کا حکم بغور سننا اور بچوشتی ماننا
تجاہد کرنا، ہجرت اور مسلمانوں کی جماعت جو اپنے امام کے ساتھ رہے اسی کے ساتھ تم بھی لگے رہنا کیونکہ
جو امام وقت کی جماعت سے باشت بھر بھی علیحدہ رہا اس نے گویا اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار رکھا
مگر یہ کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائے اور پھر اس کی اطاعت کرنے لگے اور بائچوں بات یہ کہ جس نے
اسلام میں بھڑ مانہ جاہلیت کی آوازیں لگانی شروع کیں وہ شخص دوزخ کے خس و خاشاک میں داخل ہوا وہ

الاشراک باللہ اقمہ الاشیاء عند اللہ

(۶۰۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ شَرْحِبِيلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَعْظَمُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ يَدًا أَوْ تَخْلُقَ لَمْ يَقُلْ أَقَى قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدًا خَشِيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ ثُمَّ قَالَ أَقَى قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ فَأُنْزِلَ تَصْدِيقُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِينَ لَا يَذْهَبُونَ مَعَ اللَّهِ هَٰؤُلَاءِ الْآخَرُونَ (بخاری شریف)

(۶۰۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَى الذَّنْبُ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ يَدًا أَوْ تَخْلُقَ لَمْ يَقُلْ أَقَى قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدًا خَشِيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ ثُمَّ قَالَ أَقَى قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ إِذَا هَٰؤُلَاءِ الْآخَرُونَ مَلَهُمْ فِي طَرِيقِ الْآخِرَةِ فَاتَّكَلَ اللَّهُ عَنْ رَجُلٍ تَصْدِيقُهُمَا وَالَّذِينَ لَا يَذْهَبُونَ مَعَ اللَّهِ هَٰؤُلَاءِ الْآخَرُونَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا

شُرک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب بدتر جرم ہے

(۶۰۴) عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اس خدا کا شریک ٹھہرائے جس نے تجھ کو تنہا بلا شرک پیدا کیا ہے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے جگر گوشہ کو اس خوف سے مار ڈالے کہ کہیں وہ تیرے ساتھ تیرے کھانے میں شریک نہ ہو جائے۔ اس نے کہا پھر اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ آپ کے اس کلام کی تصدیق میں آیت ذیل بھی نازل ہو گئی۔ وَالَّذِينَ لَا يَذْهَبُونَ

(۶۰۵) عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اس کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تجھ کو پیدا اسی نے کیا ہے میں نے کہا بیشک یہ تو بہت بڑا جرم ہے۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خطرہ سے مار ڈالے کہ وہ بڑا ہو کر کھانے میں تیرا شریک ہو گا۔ میں نے عرض کیا پھر؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ صحیح مسلم کے دوسرے طریقے میں ہے کہ آپ کے اس ارشاد کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں نازل فرمائی۔ وَالَّذِينَ لَا يَذْهَبُونَ مَعَ اللَّهِ هَٰؤُلَاءِ الْآخَرُونَ

(۶۰۶) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ لَا تُكْثِرَ بِاللهِ شَيْئًا وَأَنْ تُطْعَمَتْ وَخُرِفَتْ وَلَا تُتْرَكَ صَلَوةٌ مَكْتُوبَةٌ مُتَعَدِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَدِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تُشْرِبُ الخَمْرَ فَإِنَّهَا مُفْتَاحُ كُلِّ مُذْرٍ (مراد ابن ماجہ)

(۶۰۷) عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَعْبُدُ اللهَ وَلَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَيُقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَحْتَنِبُ الْكِبَارَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ فَسَأَلُوهُ مَا الْكِبَارُ قَالَ الْإِمْرَاءُ بِاللهِ وَالْفِرَارُ مِنَ الرَّحْمَتِ وَقَتْلُ النَّفْسِ (رواہ ابوالکلام فی التذکرہ)

(۶۰۸) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ اللهُ تَعَالَى لَيَغْفِرَ لِعَبْدٍ مَا لَمْ يَقْعُرْ الْحِجَابَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْحِجَابُ قَالَ أَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ (رواہ ابویوسف فی کتاب البعث والنشور)

(۶۰۹) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِيَ اللهَ لَا يَعْكِ لَ بِهِ شَيْئًا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ مِثْلُ جَهَنَّمَ دُونَ عَقْرِ اللهِ لَهْ (رواہ ابویوسف)

(۶۰۶) ابوالدرداء سے روایت ہے کہ میرے سب سے بزرگ محبوب نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تمہاری بوٹی بوٹی کر دی جائے اور تم کو جلا کر خاک بھی کر دیا جائے اور دیکھو جان بوجھ کر کوئی فرض نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جو شخص جان کر نماز چھوڑ بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اور شراب کبھی نہ پینا کیونکہ اس سے تمام برائیوں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(۶۰۷) ابوالایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے، نماز اچھی طرح پڑھے زکوٰۃ ادا کرے، کبار سے بچتا رہے مگر وہ ضرور بالضرور رحمت میں جائے گا۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ کبار کی تفصیل کیا ہے فرمایا خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جہاد سے بھاگ جانا اور کسی کو ناحق قتل کرنا یہ سب کبیرہ ہیں۔ (مسند در)

(۶۰۸) ابودرود سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے گناہ برابر بخشا رہتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت (اور اس کے بندہ کے درمیان) پردہ نہیں پڑتا صحابہ نے پوچھا ہر پردہ کیا چیز ہے فرمایا وہ پردہ یہ ہے کہ شرک کے عقیدہ پر کسی کی موت آجائے (کتاب البعث والنشور)

(۶۰۹) ابودرود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھے بغیر مجھے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمادے گا اگرچہ اس کے سر پر پادشاهوں کے برابر بھی گناہ ہوں۔ (رواہ ابویوسف)

(۶۱۰) عَنْ أَبِي الْيُؤُوبِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. (رحمہما احمد والبخاری)

(۶۱۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
مَنْ عَلِمَ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى مَغْفِرَةِ الذُّنُوبِ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَأَمَّا الْبَاطِلُ مَا لَمْ يُشْرِكْ بِي شَيْئًا (رحمہما احمد والبخاری)

(۶۱۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّوَابُ وَالْوَيْلُ ثَلَاثَةٌ
دِيُونٌ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ إِلَّا لَهَا بِاللَّهِ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ اللَّهُ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ -
وَدِيُونٌ لَا يَكْفُرُ اللَّهُ بِهَا ظُلْمَ الْعِبَادِ فِي مَا بَيْنَهُمْ حَتَّى يَقْتَضِيَ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيُونٌ
لَا يَهْمُ اللَّهُ بِهَا ظُلْمَ الْعِبَادِ فِي مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ قَدْ الْعَزَّ الشَّيْءُ عَدَاهُ وَ
إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَرَعْنَهُ. (رحمہما البیہقی فی شعب الایمان)

(۶۱۳) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ قَالَ

(۶۱۰) ابوالیوب انصاری روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے خود
شعبہ جو شخص شرک سے پاک و صاف مر جائے گا وہ ضرور جنتی ہوگا۔ (احمد و شعبین)

(۶۱۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے جو شخص یقین رکھے کہ میں تمام گناہوں کی بخشش پر قدرت رکھتا ہوں میں اس کو بخش دوں گا
بشرطیکہ اس نے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو اور میں بڑا بے نیاز ہوں۔ (شرح السنہ)

(۶۱۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کے دو فترتیں
قسم کے ہیں ایک شرک کا فترت اس کی بخشش کا تو کوئی امکان ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما چکا ہے خدا سبحانی
اس بات کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ دوسرا فترت وہ ہے جس کا انتقام لے بغیر
اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑے گا یہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ تیسرا فترت ان حقوق کا ہے جو اللہ
اور اس کے بندوں کے درمیان ہیں۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے تو ان پر
گرفت فرمائے اور چاہے دگنہ فرمادے۔ (شعب الایمان)

(۶۱۳) معاذ سے روایت ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت
فرمائی ہے آپ نے فرمایا ہے۔ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تمہیں جان سے مار ڈالا
جائے اور جلا کر خاک بھی کر دیا جائے۔ (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ بدی اور مال چھوڑ دے گا

سَقَّ ذَٰلِكَ عَلَىٰ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَيْنَاكَ لَمْ
يُظْلِمَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ ذَٰلِكَ إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ أَكْمَ تَسْمَعُونَ أَوَّلَ
لُعْمَانٍ لَا مِثْلَهُ بَأْسَنِي لَا تَشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ وَفِي مِثَالِهِ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّونَ
إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُعْمَانُ لِابْنِهِ - (متفق عليه)

(۶۱۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَغْتَبَ عَلَيَّ فِي خَلْقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ
فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرَى بَيْنَ عَلَيَّ حَدِيثًا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِلِ الْحَدِيثَ نَعَمْ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقًا (رواه البخاری)

اپنے ایمان میں کسی قسم کا ظلم شامل نہیں کیا ہے) نازل ہوئی تو آپ کے صحابہ کو سخت پریشانی لاحق ہوئی اور
انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کھلا ہم میں ایسا کون شخص ہوگا جس نے کوئی بھی ظلم (گناہ) نہ کیا ہو۔ آپ
نے فرمایا یہاں ظلم سے یہ ظلم مراد نہیں بلکہ (سب سے بڑا ظلم) شرک مراد ہے۔ کیا تم نے لعمان کا وہ قول
نہیں سنا جو انہوں نے بطور وصیت اپنے لڑکے سے فرمایا تھا اے ولد عزیز دیکھو شرک نہ کرنا کیونکہ
بڑا ظلم ہے۔ (متفق علیہ)

(۶۱۸) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی زوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ثابت بن قیس اپنے شوہر کی عادت یا ان کے دین
پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مجھے اسلام میں کفر کرنا گوارا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ان کا وہ باغ جو انہوں
نے تم کو ہیر میں دیا تھا واپس کر سکتی ہو انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے ثابت بن قیس سے فرمایا
میرا مشورہ یہ ہے کہ تم وہ باغ لے لو اور ان کو ایک طلائ دیو۔ (بخاری شریف)

اور علامہ اس کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک بھی بنایا جائے۔ قرآن کریم نے حسب ذیل الفاظ میں ایسے ہی ایمان کا
شکوہ فرمایا ہے۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ الْآدِهْمُ مُشْرِكُونَ۔ ان میں اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے مگر
وہ اس کے ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔ جس کے ایمان میں کسی قسم کا بھی شرک شامل ہوگا وہ نہ تو ہدایت یافتہ
ہے اور نہ آخرت میں امن و اطمینان نصیب ہوگا۔ ایمان اسی وقت نجات بخش ہوتا ہے جبکہ اس میں شرک کا کوئی شائبہ نہ ہو
مگر جس عمل میں شرک محض یعنی ریاکاری بھی موجود ہے آخرت میں کاسم ہو جائے گا۔

(۶۱۸) ثابت بن قیس بہت قدیم ان کی بی بی کا دل ان سے ملتا تھا جب دل نہیں ملتا تو معاشرتی
زندگی میں بے سبب اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ (باقی صفحہ آئندہ)

لا تقبل الشفاعة في المشرك

(۶۱۹) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا نِيَابَةُ مِنْ عِنْدِي تَخْتَرُنِي بَيْنَ أَنْ يَكُنْ حُلٌ يَصِفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَأَخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا. (مرآة الترمذی دابن ماجہ)

(۶۲۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ أَرْسَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَعَلَى وَجْهِهِ زَرْقَرَةٌ وَغَبْرَةٌ يَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْبُدْنِي فَيَقُولُ لَهُ

مشرک کے حق میں شفاعت قبول نہیں

(۶۱۹) عوف بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے پروردگار کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو میری نصف امت جنت میں داخل ہو جائے اور چاہوں تو امت کیلئے شفاعت اختیار کر لوں۔ میں نے شفاعت کو پسند کر لیا ہے اور میرا اس شخص کیلئے ہو کر رہے گی جو اس حالت پر مر جائے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرائے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(۶۲۰) ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عشر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد آزر سے جب اس حالت میں ملاقات ہوگی کہ ان کے چہرہ پر تار کی چھائی ہوگی اور وہ غبار آلود

(بقیہ از صفحہ ۳۰۶) یہ بی بی کنی بھی کنی دانا اور کنی دانتا رقصیں کہ اپنی مقصد براری کیلئے اپنے شوہر کے سر کوئی جھوٹا مقدمہ بنا کر کھڑا نہیں کرتیں۔ ان پر کوئی تہمت لگائی نہیں بلکہ بڑی صفائی سے اپنے قلبی اختلاف کا اظہار کر دیتی ہیں کنی دینا رہیں کہ جدائی کی درخواست اس لئے پیش نہیں کرتیں کہ کوئی دنیوی نفع ان کے پیش نظر ہے بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے اسلام میں کفر کی آرائی آمیزش بھی برداشت نہیں کر سکتیں۔ جس اس وجہت کو ان کا اسلام تقاضا کرتا ہے وہ بصورت موجودہ اس کو ناہم نہیں سکتیں ایک محسن کے ساتھ قلبی کراہت بھی ایک قسم کا کفر ہے جو اسلام خدا تعالیٰ کے ساتھ کفر سے روکتا ہے وہی اپنے شوہر کے ساتھ بھی کفر سے روکتا ہے اسلام کے ساتھ کفر کا کوئی چھوٹے سے جھوٹا شعبہ بھی برتو وہ انسان کے اسلام کو برنا کر دیتا ہے۔ مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے اسلام سے کفر نا افعال کی جڑ بنیاد نکال پیچھے۔ اسی وقت اس کا اسلام سچا اور سچا اسلام کہلانے کا مستحق ہے۔

(۶۱۹) یعنی آپ کی شفاعت کیلئے اور کسی تفصیل کی ضرورت نہیں صرف اتنی بات کافی ہے کہ شرک سے کلیتہً اجتناب رہے کیونکہ شرک آپ کی شفاعت کیلئے بھی حجاب ہو گا۔

(۶۲۰) والد پر زوار کے لئے سفاکش نہیں تھی اس کی ممانعت تو پہلے ہو چکی تھی بلکہ یہ اس وعدہ کی یاد دہانی پر

أَبُوهُ قَالَ لَيْزَمَ لَا أَعْصِيكَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي الْأَخْصِي بَنِي يَوْمَ
يَبْعَثُونَ فَأَيُّ خَزْيٍ أَخْزَى مِنْ أَنِّي لَا أَبْعَدُ فَيَقُولُ اللَّهُ إِنِّي حَرَمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى
الْكَافِرِينَ ثُمَّ يُقَالُ لَا إِبْرَاهِيمَ مَا نَحْتِ رَجُلِكَ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بَيْنَ يَدَيْهِ مُسَلِّحًا فَيُؤْخَذُ
بِعَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ (سورة البقرة)

(۶۲۱) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْتَغْفِرُ لَا يَوِيَّهُ وَهُوَ مُشْرِكٌ قَالَ فَقُلْتُ لَا تَسْتَغْفِرُ
لَا يَوِيَّكَ وَهُوَ مُشْرِكٌ قَالَ أَلَيْسَ قَدْ اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيمُ لَأَبِيهِ وَهُوَ مُشْرِكٌ قَدْ كَرِهَتْهُ

ہوگا تو وہ فرمائیں گے کیا میں نے آپ سے دنیا میں نہیں کہہ دیا تھا کہ میری نافرمانی نہ کیجئے وہ جواب دیں گے
اچھا اب نہیں کروں گا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام (جوشِ محبت میں) دعا فرمائیں گے پروردگار
تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ محشر میں مجھے رسوا نہ کرے گا۔ آج میرے اس رحمت سے دور افتادہ والد کی
حالت سے بڑھ کر میری رسوائی اور کیا ہوگی۔ ارشاد ہوگا میں تو جنت کو کافرین پر حرام کر چکا ہوں۔ اس کے بعد
ان سے کہا جائے گا اچھا ذرا اپنے پیروں کے پاس تو دیکھو کیا چیز ہے وہ دیکھیں گے تو ایک کھجور میں بھری
ہوئی ہنڈی کی مسخ شدہ صورت ان کو نظر آئے گی (یہ مکروہ صورت دیکھ کر تکونی طور پر ان کے قلب سے
شفقت پزیری نکل جائے گی) بھر آرزو کے پیروں کو کپڑا کدو زرخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری شریف)

(۶۲۱) حضرت علیؑ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کرتے
ساتھ میں نے کہا کہ تو ان کیلئے استغفار نہ کر کہو نہ وہ مشرک تھے اس نے کہا کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

جوان کی رسوائی سے حفاظت کے متعلق کیا جاچکا تھا۔ قدرت نے اس کا یوں ایفاء کر دیا کہ اس کی شکل ہی کو مسخ کر دیا تاکہ
پر شناخت ہی نہ ہو سکے کہ یہ کون ہیں اگرچہ اس یاد دہانی میں دوسرے جہاں سے سفارش کی ہو بھی آ رہی تھی مگر یہ ایسا ہی
تھا جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی مشرک است کے حق میں شفاعت سے بچ بچ کر فرمایا اِنْ تَعَذَّلْتُمْ عَنْ آلِهَافِ عِبَادَتِهِ
فَإِنَّ تَعَذُّلَكُمْ لَهُمْ فَإِنَّ تَعَذُّلَكُمْ لَهُمْ فَإِنَّ تَعَذُّلَكُمْ لَهُمْ فَإِنَّ تَعَذُّلَكُمْ لَهُمْ (سورة البقرة)
رشتہ بندی کو یاد دلانا ہوں اب تو چاہے تو اپنے بندے سمجھ کر ان کو عذاب دیدے اور چاہے تو بخشدے اسی طرح یہاں
ابراہیم علیہ السلام براہ راست تو کا فریاد کی سفارش نہیں کرتے مگر یوں فرماتے ہیں کہ پروردگار! ان کی اس حالت کا اثر
آج کچھ تیرے خلیل پر بھی پڑتا ہے ان کو رسوائی سے بچانہ بچا یہ تیری مرضی مگر اپنے خلیل کو تو بچالے اس کے متعلق تو تیرا وعدہ ہے
قدرت نے اپنے وعدوں کو پورے کر دینے کا فرکوتنہا نہیں اور خلیل کو رسوا نہیں کیا۔ ولد اکملی الاولی والآخرة

(۶۲۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ کافر کے لئے دفعہ مغفرت بھی نہ کرنی چاہئے کیونکہ میں نے ہم مغفرت کا
اعلان کر دیا ہے ان اللہ لا یغفران بشرک بہ اس کیلئے مغفرت کی دعا کرنی قرآن کریم کو یا معاصی نہ ہو۔ ابوطاہر کے حق میں آپ کی
سزا شرفِ عذاب کے تخفیف کیلئے نہ تھی اسکو ہی مٹانے آپ کی خصوصیت پر محمول کیا ہے ہر حال مغفرت کا دروازہ کافر کیلئے بند ہے۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَلْتُمْ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ
وَلَوْ كَانُوا أَوْلَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُمْ أَنََّّهُمْ أَصْحَابُ الْحَبْشَةِ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ
لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ
لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ۔ (مترجم: اے حکام! فی التفسیر و صحیح الدہبی ایضاً والحدیث بروی فی الصلاح)

(۶۲۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أَبِيهِ فَبَكَى وَابْكَى مِنْ حَوْلِهِ
فَقَالَ لِمَ تَبْكُنِي فِي مَا اسْتَغْفَرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي وَأَسْتَأْذِنُكَ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي

اپنے باپ کیلئے مغفرت طلب کی تھی حالانکہ وہ بھی مشرک تھے۔ یہ بات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ذکر کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی اور مومنین کے لئے یہ شایان شان نہیں کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار
کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ داری کیوں نہ ہوں بالخصوص جبکہ ان پر یہ واضح ہو چکا ہو کہ مشرکین سب
دوزخی ہیں۔ رہا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کیلئے استغفار کا معاملہ تو وہ صرف ایک وعدہ کی بنا پر تھا
جو انصوں نے پہلے سے کر رکھا تھا لیکن جب ان کو یہ واضح ہو گیا کہ ان کا والد خدا تعالیٰ کا دشمن تھا تو وہ بھی
ان سے الگ ہو گئے (اور سفارش ترک کر دی) ابراہیمؑ مزاج کے نہایت نرم اور بڑے گریہ و زاری کرنے والے نبی تھے۔ (حاکم)
(۶۲۲) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے
اجازت مانگی تھی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کروں تو مجھ کو دیدی اور میں نے اس کی اجازت مانگی کہ ان کی

(۶۲۲) اس قسم کی احادیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شرک کا جرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا ہے کہ اس پر
کے باشندے سب یکساں ناخوہوں گے اب اگر فرض کر لیجئے کہ کسی کی خاطر رحمت کوئی کرشمہ قدرت دکھا دے اور کسی کو ایسی
عالم میں دوبارہ زندہ کر کے ایمان کی توفیق بخش دے تاکہ مشرک کے حق میں اس کا آئین بھی محفوظ رہے اور رعایت کرنے کا
ایک سبب بھی پیدا ہو جائے تو یہ اس کی مرضی کی بات ہے اس میں کون مداخلت کر سکتا ہے لیکن اس قسم کا مصنون صحت
کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا صحیح حدیثوں سے جتنا ثابت ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کے معاملہ میں کسی کے ملحق
بھی نرمی نہیں کی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حافظ ابن تیمیہ نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی اہم خصوصیت پر حسب ذیل الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے۔
واصل ضلال المشرکین انهم ظنوا ان الشفاعة عند الله كالشفاعة عند غيره وهذا اصل
ضلال الضالين ايضاً فمن ظن ان
الشفاعة المعهودة من الخلق للخلق تنفع
عند الله مثل ان يشفع الانسان عند من
يعني مشرکین اور سفارش کی گمراہی کی اصل حقیقت یہی تھی
کہ انصوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کا معاملہ
بھی مخلوق کی سفارش پر قیاس کر رکھا تھا جیسے یہاں ایک
انسان اپنی سفارش کیلئے ایسے شخص کا انتخاب کرتا ہے
جس کے متعلق وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی سفارش کا اثر پڑے گا

وَعِنْدَهُ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ أَيْ عِمٍّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَحَابَّ لَكَ بِمَا عِنْدَ اللَّهِ فَقَالَ
 أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُمَيَّةَ يَا أَبَا حَالِبٍ أَنْتَ عُبُّ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ إِلَّا
 بِكَلِمَاتِهِ حَتَّى قَالَ اخْرُجْ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَا مَسْغُورَ لَكَ مَا لَمْ أَنْعَمْ فَتَزَلْتُ — مَا كَانَ لِلشَّيْءِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغُورُوا
 لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْإِجْحَامِ — وَتَزَلْتُ
 إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ. (سداہ البخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کے پاس ابو جہل بھی موجود تھا،
 آپ نے ان سے کہا چچا جان لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے تاکہ اس کلمہ کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ کی جناب
 میں آپ کے لئے کچھ گنت و شہید کا موقع مل جائے اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ فوراً بولے ابو طالب!
 کیا تم عبد المطلب کا آبائی دین چھوڑ دو گے اور اس سلسلہ میں وہ ابو طالب کو اتنا درغلالتے رہے یہاں تک
 کہ انہوں نے جو سب سے آخری بات اپنی زبان سے کہی وہ یہ تھی کہ میں عبد المطلب ہی کی ملت پر ہوں
 آپ نے فرمایا اس کے باوجود میں آپ کے حق میں استغفار کرتا رہوں گا تا آنکہ مجھے اس سے صاف طور
 پر روک نہ دیا جائے اس پر یہ آیت اتری۔ نبی اور مومنوں کے لئے یہ نامناسب ہے کہ وہ شرکوں کیلئے
 استغفار کریں خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں لہذا اس کے کہ ان پر یہ بات واضح
 ہو چکی ہو کہ مشرک دوزخی جماعت ہیں نیز یہ آیت بھی نازل ہوئی جسے آپ چاہیں اسے ہدایت نہیں
 دیکھتے۔ (بخاری شریف)

(۲) إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّاتِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَهُمْ فِي النَّارٍ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (آل عمران - ۲)

(۳) وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (المائدہ - ۱۰)

(۴) وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَلْهَمُوا يَا شَوْجِدَ آبَائِنَا فِيهِمْ أَهْمٌ لِّمَعْلَمٍ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خَاسِرِينَ (المائدہ - ۷۰)

جو لوگ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے اور اس حق پیغمبر کو قتل کرتے اور نبیوں کو قتل کرتے جو انھیں انصاف کرنے کو کہتے ہیں تو ایسے پیغمبر ایسے لوگوں کو مردہ نکال دے گا۔ کی خوشخبری سنا دیجئے یہی ہیں جن کا سارا کیا دہرا دنیا اور آخرت دونوں میں انکارت ہوا اور خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کا کوئی سودگار نہ ہو گا۔

اور جہان کی (ان باتوں کو) نہ مانے تو اس کا کیا دہرا انکارت ہوا اور آخرت میں بھی وہ نقصان اٹھائے گا۔ اور سلطان (دکھانے کے حال پانوں کو کہ کہیں گے کیا یہی لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے زور سے اللہ تعالیٰ کی قیسیں کھا رہے ہیں کہا کرتے تھے کہ ہم ہمارے ساتھ ہیں (اور اللہ اللہ یہودی تائیدیں کو کشیں کرتے تھے) تو ان کا سارا کیا دہرا انکارت ہوا اور وہ سراسر نقصان میں آگئے۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس طرح کی ہدایت دے اور اگر یہ پیغمبر شرک کرتے تو ان کا سارا کیا دہرا ضائع ہو جاتا۔

اور جن لوگوں نے پہلی آیتوں کو اودا آخرت کی پستی کو نہ مانا ان کا کیا دہرا سب انکارت ہوا یہ مزان کو ان ہی اعمال ہیکہ دی جائیگی جو دنیا میں وہ کرتے تھے۔

مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں اور شرک کے افعال (واقوال) سے اپنے اوپر کفر کی شہادت بھی دیتے جائیں یہی لوگ ہیں جن کا کیا دہرا سب انکارت ہوا اور یہی لوگ ہمیشہ ہمیشہ بددفع میں رہنے والے ہیں۔

(۵) ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَلَوْ لَا اِشْرَٰكُ لَخَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام - ۹)

(۶) وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُخْرَجُونَ اِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الاعراف - ۱۰)

(۷) مَا كَانَ لِلشُّرِكِيْنَ اَنْ يَّعْبُرُوْا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارٍ هُمْ خٰلِدُوْنَ (التوبہ - ۲)

(۸) وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَ

منافق مردوں اور منافق عورتوں اور انکافوں کے حق

میں صاف دوزخ کے آگ کی قرا داد کرتی ہے کہ
لوگ ہمیشہ پیش اس میں رہیں گے اور یہی ان کو ہم کرتی
ہے اور ان کے ان کو ہم کیا دیا ہے اور ان کیسے راہی
دہلیز ہے۔۔۔۔۔ یہی وہ لوگ تھے کہ وہ یہاں آخر
دھڑلے میں ان کیلئے دھڑلے سے گات ہوئے اور یہی
نفسانہ ہی رہی ہے۔

جس کا مطلب دنیا کی زندگی اور دنیاوی مدنی ہوتی ہے
ہم ان کے علوں کا بدلہ میں دنیا میں ان کو پناہ دیتے
ہیں اور وہ ظالم کی طرح گماتے ہیں میں دیتے ہیں
وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت میں دوزخ کے سراو کو نہیں
اور جو نیک عمل انھوں نے دنیا میں کئے وہ آخرت میں سب
کئے گذرے ہوئے اور ان کا جو کام راقاب لخواہ۔

جنہوں نے اپنے ہمدرد کی آہیں کو اور قیامت کے
دن اس کے لئے ہمدردی کا کاروبار کیا ان کے عمل
اکامات میں گناہ اور ہم قیامت کے دن ان کے نیک
اعمال کیلئے کئی صفحہ قائم نہیں کریں گے۔
یہ لوگ یہ ہیں جن کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے
عمل کو جو کم ہی کئے تھے، اکارت کر دیئے۔

اسے غیر بلاشبہ ہماری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو
تم سے پہلے ہوئے وہی بھی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک
کیا تو تمہارے سارے عمل جہنم ہو جائیں گے اور خود تم
گماتے ہیں آجائے گے۔

اور جو لوگ منکرا سلام ہیں ان کے اعمال نہ دھوکے
کی مٹی ہیں جیسے چٹیل میدان میں چلتا ہوا ریت کہہ دیا
اس کو دور سے پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے

الْكَفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا هِيَ
حَسْبُهُمْ وَلَعْنُهُمْ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ
مُعْتِمِدٌ أُولَئِكَ حِطَّتْ
أَعْمَالُهُمْ فِي الْمَوْتِ وَالْآخِرَةِ أُولَئِكَ
هُمُ الْكَافِرُونَ

(التوبة - ۵)

(۹) اُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَنُسِيتُمُ الْآخِرَةَ
لَهُمْ عَمَلُهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يَعْمُدُونَ
أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ
إِلَّا النَّارُ وَحِطَّ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(ہود - ۱)

(۱۰) أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَ
لِقَائِهِمْ حِطَّتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا

(نہف - ۱۱)

(۱۱) أُولَئِكَ كَانُوا مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ
أَعْمَالُهُمْ (الحج - ۱)

(۱۲) وَلَقَدْ أَوْحَى إِلَيْكَ قُلُوبِ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِكَ لَنْ أَشْرَكَتَ لِيَصْطَنَ عَلَيْكَ
وَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

(الزمر - ۱۱)

(۱۳) وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِفِغَةٍ
يَتَخَسِبُهَا النَّاسُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ
لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ

قُوْنَا لَهُ حِسَابًا وَاِنَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ پس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور پیاسا تڑپ تڑپ کر گیا اور دیکھا تو خدا تبتالی نے اس کے اعمال کا حسب پورا پورا حکم دیا۔ (النور - ۳)

(۱۴) كَسَلَكُمُ عَذَابَ الْجَهَنَّمَ الْكُفَّارِ لِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ دنیائی زندگی کی مثال بارش کی مثال ہے کہ اس سے کھیتی بلبانے لگتی ہے اور کاشتکار کھیتی کو دیکھ کر خوشیاں منانے لگتا ہے پھر یک کر خشک ہو جاتی ہے تو اسے مخاطب تو دیگر

کہ پہلی ٹہنی ہے پھر وہ آخر کار ریزندہ آجائی ہو رہی (الصمد - ۲)

ان آیات میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ کافروں کی سب نیکیاں آخرت میں اکارت ہو جائیں گی اور ان کیلئے ہرگز نجات بخش نہ ہوں گی ان کی امیدیں سب غلط ہیں۔ ان کو نقصان ہی نقصان اور خسارہ ہی خسارہ رہے گا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے قابل قبول اعمال کو بے وجہ یونہی رد کر دے گا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کے مارکیٹ میں اس بے قدر متاع کو لانے میں خود انھوں نے غلطی کی ہے۔ سورہ محمد کی آیتوں میں کافروں کے اعمال کے نام قبول ہونے کی ذمہ داری خود ان ہی کے سر ڈالی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ جب کافروں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو نفرت سے دیکھا تو پھر اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو رغبت کی نظر سے کیسے دیکھتا انھوں نے خدا کے احکام سے نفرت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اعمال سے نفرت اختیار کی۔ جب انھوں نے اس کی نارضاکی کو پسند کیا اور اس کی رضا جوئی کو مکروہ سمجھا تو اس نے بھی ان کے اعمال کو مکروہ سمجھا اور ان کا اجر حبط کر دیا۔

ان کے اس معاذنہ رویہ کی سزا تو یہ تھی کہ انھیں اور اٹا عذاب دیا جاتا مگر شانِ رحمت نے ان بے روح اعمال پر بھی علی الحساب دنیوی انعامات دے کر ان کا منہ بند کر دیا ہے تاکہ آخرت میں ان کو ثواب کے مطالبہ کا کوئی حق ہی باقی نہ رہے۔ اب حسب ذیل آیات پڑھئے اس کے بعد اس باب کی حدیث کو مطالعہ فرمائیے۔

(۱۵) الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصْطَدُوا ظِلًّا مِّنْ شَجَرٍ لَّيْسَ بِمُغْنٍ عَنْهُم بِرِّهِمْ وَلَا عَنْ جَهَنَّمَ لِمَا كَانُوا عَمِلُوا جن لوگوں نے دین حق کو نہ مانا اور اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا، خدا نے ان کے کئے کر لئے اعمال اکارت کر دیئے۔

(۱۶) ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا البَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِن دُونِهِ مومن کے اعمال کی قبولیت اور کفار کے اعمال کی ناخیریت اس وجہ سے ہے کہ مومن لوگوں نے دین حق سے انکار کیا وہ غلط

راستے پر چلے اور جہاں لائے وہ اپنے ہمدردگار کے بتائے ہوئے ٹھیک راستے پر چلے۔ (محمد)

(۱۷) وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَاتَّخَذُوا آلَهُمُوًّا صُلًّا
أَعْمَالَهُمْ فِي الْوَالِدِ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا
أَنزَلَ اللَّهُ فَأَخْبَطُوا أَعْمَالَهُمْ۔

(محمد)

(۱۸) فَالَّذِكْ يَا نَعْمُ اتَّبِعُوا مَا آتَاكُمْ اللَّهُ
وَكِرْهُوا رِضْوَانَهُ فَأَخْبَطُوا أَعْمَالَهُمْ۔

(محمد)

(۱۹) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ تَتَّقِلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا
هَلَكُوا وَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ
الْبَيْتِ وَعَدَّ الْوَعْدِ الَّذِينَ كَانُوا

يُؤْذِنُونَ... وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ
كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَا هُنَّ حُلِيِّاتِكُمْ فِي
حَيَاتِكُمْ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِمَا قَالُوا لَكُمْ

فَكُفِّرُوا عَنْ عَذَابِ الْهُدَى وَكُنْتُمْ تَشْكُرُونَ
فِي الْأَرْضِ يُقَرِّبُ إِلَيْهِ وَيَسْأَلُكُمْ
تَعْسُفُونَ۔ (الاحقاف - ۱۰)

اگر کہتے تھے اور اس نے تم کو نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

(۶۲۴) عَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ
مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالٍ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فَرَأَيْتُ قَدْ أَتَى الرِّمَالُ بِجَنَاحِهِمْ مُتَّكِئًا عَلَى
رِيسَادَةٍ مِنْ أَدِيمِ حُتُوها لَيْفٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ فَيُؤَيِّدَنِي عَلَى أَمْرِكَ فَإِنِ

(۶۲۴) حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک
تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے تھے جس میں کھجور کا جال بھرا ہوا تھا اور ایک گھڑے بوریئے پر لیٹے ہوئے تھے
آپ کے جسم مبارک اور بوریئے کے درمیان کوئی کپڑا نہ تھا اسلئے بوریئے کے بناوٹ کے نقش جسم نازک
پر ابھرا آئے تھے۔ یہ سادہ کھجور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ آپ کی امت ہم بھی کچھ

فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وَسَّعَ عَلَيْهِمُوهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ فَقَالَ أَوْ فِي هَذَا أَنْتَ يَا ابْنَ
الْخَطَابِ أُولَئِكَ قَوْمٌ مَخِلْتُ لَهُمْ طَبِيبًا تَهْتَمُّ فِي الْخَيْرَةِ الدُّنْيَا وَفِي رَوَايَةٍ أَمَّا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ
لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ. (متفق عليه)

(۶۲۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ اسْتَسْقَى يَوْمًا عَمْرُؤُا فَمَاءٌ قَدْ شَيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ
إِنَّهُ طَبِيبٌ لِكُنَى اسْمِهِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ نَعَى عَلَى قَوْمٍ تَهْتَمُّوا بِعَمَلِهِمْ فَقَالَ أَذْهَبْتُمْ طَبِيبًا تَكُنُّ فِي خَيْرِكُمْ
الدُّنْيَا وَاسْتَمْعَعْتُمْ بِهَا فَلَخَّافَ أَنْ تَكُونَ حَسَنًا تَخِلْتُ لَنَا فَلَمْ يَشْرَبْ. (مرآۃ ریزین)

(۶۲۶) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَطْلُمُ مَرْءًا
حَسَنَةً يَعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُخْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتٍ فَاغْلِبَ بِهَا
يَتَوَفَّى الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَقْضِيَ إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُخْزَى بِهَا. (مرآۃ مسلم)

وسعت فرمادے۔ دیکھیے تو یہی آخریہ فارس و روم میں تو ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نہیں کرتے وہ کس طرح بھل
بھول رہے ہیں، آپ نے فرمایا ابن الخطاب! اچھا کیا ابھی تک تم اسی چمپدیگی میں بھنس رہے ہو،
ارے بھئی یہ تو وہ قوم ہے جن کی نیکیوں کا بدلہ بیٹگی طور پر دینا ہی میں دیدیگیا ہے۔ دوسری روایت
میں ہے کیا تم اس تقسیم پر خوش نہیں کہ ان کے حصہ میں دنیا ہے اور ہمارے حصہ میں آخرت بخدا کی عبادت
(۶۲۵) زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو
ان کے سامنے شہد کا شربت پیش کیا گیا۔ فرمایا شربت تو بڑا مزے دار ہے لیکن کیا کروں کہ میں اللہ تعالیٰ
کا یہ ارشاد سنتا ہوں کہ اس نے کافروں کی من مانی خواہشات ملنے پر ان کی مذمت فرمائی ہے
اور کہا ہے کہ تم تو ابھی نیکیوں کے مزے دنیا ہی میں اڑا چکے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا
بدلہ مجھ کی جلدی جلدی دنیا ہی میں نہ دیا جا رہا ہو۔ یہ کہہ کر شربت ہرگز نہ پیا۔ (ریزین)

(۶۲۶) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی مومن پر
اس کی کسی نیکی کے بارے میں غلظ نہیں کرتا۔ اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی دیا
جاتا ہے۔ رہا کافر تو جو نیکیاں اس نے اپنی دانست میں خدا تعالیٰ کے واسطے کی تھیں ان کا پورا بدلہ
دنیا ہی میں نہ دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کی کوئی نیکی باقی
نہیں ہوتی جس کا ثواب اس کو وہاں دیا جائے۔

(مسلم شریف)

(۶۲۷) عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ اِنِّي بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قَتِيلٌ مُصْعَبٌ بْنُ عُمَيْرٍ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي كَيْفَنَ فِي بُرْدَةٍ اِنْ عَطِيَ رَاسُهُ بَدَنٌ رَجُلًا وَلَوْ اَنْ عَطِيَ رَجُلًا بَدَأَ رَاسُهُ وَاَرَاهُ قَالَ وَقَتِيلٌ حَمْرَةٌ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ثُمَّ بَسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بَسِطَ اَوْ قَالَ اَعْطَيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اَعْطَيْنَا وَلَقَدْ خَشِينَا اَنْ نَكُونَ حَسَنَاتُنَا نَجَلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ - (سواء البخاری)

(۶۲۸) عَنْ اِبْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا احْسَنَ مِنْ مِثْلٍ وَلَا كَافِرٍ اِلَّا اَنَّا بَشَّاهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ مَا اِنَّا بَشَّاهُ الْكَافِرُ قَالَ اِنْ كَانَ قَدْ وَصَلَ رَحِمًا اَوْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اَوْ عَمَلَ حَسَنَةً اَنَّا بَشَّاهُ اللهُ الْمَالُ وَالْوَلَدُ وَالصِّحَّةُ وَاشْبَاهُ ذَلِكَ قَالَ فَقُلْنَا مَا اِنَّا بَشَّرْنَا فِي الْآخِرَةِ فَقَالَ عَذَابُ اَبَادُونَ الْعَذَابِ قَالَ وَقُرْ

(۶۲۷) سعد بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف کا روزہ تھا جب افطار کے وقت ان کے سامنے نہایت نفیس کھانا رکھا گیا تو فرمانے لگے کہ مصعب بن عمیر شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے مگر ان کو کفن کیلئے صرف ایک چادر نصیب ہوئی وہ بھی اتنی تھی کہ جب ان کا سر ڈھکا جاتا تو دونوں پر کھل جاتے اور جب پر ڈھکے جاتے تو سر نکلتا ہو جاتا تھا (روای کہتا ہے کہ میرے خیال میں حضرت حمزہ کا بھی ذکر فرمایا) کہ وہ بھی شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بدرجہا افضل تھے اس عسرت و تنگی کے دور کے بعد پھر ہمارے لئے دنیا کی جو کچھ فراوانی ہوئی وہ ہوئی۔ ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں نہ نمایا جا رہا ہو، یہ کہہ کر اتنا رونے لگے کہ کھانا (اسی طرح) چھوٹ دیا۔ (بخاری)

(۶۲۸) حضرت ابن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان ہو یا کافر نیک عمل جو بھی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ ضرور دیتا ہے ہم نے پوچھا یا رسول اللہ کافر کے عمل کا بدلہ کیا ہے فرمایا جو کافر اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک کرتا ہے، یا صدقہ دیتا ہے یا اور کوئی بھلا کام کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ مال، اولاد، تندرستی اور اسی قسم کی دنیوی نعمتوں کی شکل میں دیدیتا ہے ہم نے عرض کیا

(۶۲۸) بظاہر آیت سے استدلال کی تقریر ہے کہ جب اس آیت سے فرعونین کا سخت ترین عذاب میں گرفتار ہونا ثابت ہوا تو دوسروں کے حق میں ان کی نسبت سے عذاب کی تخفیف بھی منہم ہونی لازماً ثابت ہوا کہ بعض کفار کو بعض کی نسبت عذاب میں تخفیف ہوگی اس تخفیف کا باعث کچھ ان کی نیکیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْخُلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ - رَاخِبًا لِحَاكِمٍ
فِي التَّفْسِيرِ ۝ وَقَالَ الذَّهَبِيُّ فِيهِ عَنهُ يَقْظَانُ وَاهٍ -

حَسَنَاتُ الْكَافِرِ إِذَا اسْلَمَ

(۶۲۹) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامٍ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ رَسُولِ اللَّهِ
أَرَأَيْتَ أَتُورَا كُنْتُ أَتُحَنُّ بِهَا فِي الْحِجَابِ لَيْتَ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَنَاقِدَةٍ أَوْ صِلَةٍ رَجِمَ
أَفْئِدَتُهَا أَجْرٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْلَمْتُ عَلَى مَا اسْلَمْتُ مِنْ
خَيْرٍ - (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَالْحَاكِمُ فِي مُسْتَدْرَكِ فِي مَنَاقِبِ حَكِيمٍ)

یہ تو دنیا میں بدلا ہوا آخرت میں ان کا بدلہ لیا ہوگا۔ فرمایا عذاب کی تخفیف اس کے بعد آپ نے
یہ آیت پڑھی ادخلوا آل فرعون الخ فرعونوں کو سخت عذاب میں جھونک دو۔ (مسند رک)

اسلام قبول کرنے کے بعد کیا زمانہ کفر کی نیکیاں بھی قبول ہو سکتی ہیں

(۶۲۹) حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ
فرمائیے میرے وہ نیک کام جو میں زمانہ جاہلیت میں کیا کرتا تھا جیسے صدقہ، غلام آزاد کرنا، اور عزیزوں کے
ساتھ سلوک کرنا کیا ان کا بھی مجھ کو ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا تم جتنی نیکیاں پہلے کر چکے ہو، ان
سب کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے ہو۔ (یعنی ان کا بھی ثواب ملے گا) (بخاری، مسلم، مستدرک)

(۶۲۹) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کے نیک عمل اسلام کے بعد مجتہد ہو سکتے ہیں لیکن بحث طلب ہے کہ
کہ اگر وہ مسلمان نہ ہو جب بھی ان کا کوئی نفع ظاہر ہوگا یا نہیں۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو نزکوۃ، حق، ماوراء صمدی
کے مختلف ابواب میں روایت کیا ہے اور ہر جگہ اس پر صدقہ، مشرک اور عقیق مشرک کا عنوان قائم کر کے ثم اسلم (یعنی پھر اسلام
قبول کر لے) کی قید لگا دی ہے۔ یعنی اگر مشرک صدقہ یا غلام آزاد کرے مسلمان ہو جائے تو کیا اس کے یہ اعمال موجب ثواب
ہوں گے؟ حافظ ابن حجرؒ نے غائباً اسی لئے یہ فیصلہ اختیار فرمائی ہے کہ کافر اگر اسلام قبول کر لے جب تو اس کے زمانہ کفر کی
نیکیوں پر اصرار کرے وہ نہ نہیں۔ ہمارے نزدیک امام بخاریؒ نے ان تراجم میں اس مسئلہ کے فیصلہ کی طرف کوئی اشارہ
نہیں فرمایا بلکہ اس کے پیچیدہ اور مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے کسی ایک جانب جزم کرنا خلاف احتیاط سمجھا ہے اور اس لئے
الفاظ حدیث ہی کو عنوان باب بنادیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کافر کے طاعات مجتہد ہونے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے
کہ اس کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو جائے یہی اس کے حق میں بہت بڑی بات ہے اس کے سوا اس کے حق میں
نکاح، ادبی کا کوئی تصویر نہیں ہو سکتا لہذا بحث مغرب آنے والی ہے۔

حسنات الکافر اذا لم یسلم

(۶۳۰) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُغْنِيَتْ عَنْ عَيْتِكَ فَإِنَّهُ كَانَ يَحْطُوكَ وَيَعْصَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِي مَخْضَجٍ مِنْ ثَاوِرٍ وَلَوْ لَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَزِ الْأَسْفَلِ مِنَ الثَّأِرِ (مرآۃ البخاری فی قصۃ ابی طالب)

(۶۳۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ عِنْدَهُ عُمُتًا أَبُو طَالِبٍ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنَفَّعَ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَجْعَلُ فِي مَخْضَجٍ

اگر کافر اسلام نہ لائے تو کیا اسکی نیکیاں سودمند ہیں

(۶۳۰) عباس بن عبدالمطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے اپنے چچا (ابوطالب) کو کیا نفع پہنچایا وہ آپ کی بڑی حمایت کرتے تھے اور آپ کی خاطر دوسروں سے ناراض ہو جایا کرتے تھے۔ فرمایا دوزخ میں ان کو ٹخنوں تک عذاب ہوگا۔ اگر کہیں میری سفارش نہ ہوتی تو ب سے نیچے کے طبقے میں ہوتے۔ (بخاری)

(۶۳۱) ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر آیا تو انھوں نے ان کے متعلق آپ کو یہ فرماتے سنا، قیامت کے دن میری سفارش شاید ان کو کچھ نفع دیدے

(۶۳۱) ان احادیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کافر کی نیکیاں اصولی طور پر بھی تخفیف عذاب کا موجب ہو سکتی ہیں بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ خاص موقع پر کسی سفارش کی وجہ سے اس کے حق میں تخفیف عذاب ہو سکتی ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میری سفارش نہ ہوتی تو ان کے عذاب میں تخفیف بھی نہ کی جاتی۔ مسلم شریف میں اس حدیث پر یہ باب ہے: شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب والغنیف عند سببہ۔ اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ابوطالب کے حق میں جو تخفیف ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کی بدولت ہی ہوئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ کی سفارش میں ان کی اس جان نثاری کا دخل بھی ضرور تھا۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے رسول کی ذات سے متمتع ہونے کی دو صورتیں تحریر فرمائی ہیں۔ الداعی انما ینتقم من وجہیں امام عبد الرحمن بن ابی امام، الداعی بہ و طاعۃ و محبتہ فاذا کان الرسول لم یدعہ لدھولہ و یؤمن بہ لم ینتقم بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم فابوطالب مع کفرہ لما کان یحوظ الہول و ینتقم شفعہ فیہ حتی خفف عنہ العذاب۔ (کتاب الرد علی البکری ص ۱۷۷)

کسی دعا کر نہ لے کہ رسول کی ذات سے صرف دو طرح نفع پہنچ سکتے ہیں یا تو اس کے حق میں خود رسول دعا کرے یا یہ شخص خود اس رسول پر ایمان رکھتا ہو، اس کی اطاعت اور اس سے محبت کرتا ہو پس اگر نہ تو رسول اس کے حق میں دعا کرے اور نہ یہ اس پر ایمان رکھے تو اب رسول کی ذات سے اس کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔

مِنَ الْكَافِرِينَ لَعْنَةُ تَعَالَى مِنْهُمْ وَمَا عَنِہٗ (رحمہ اللہ البخاری)
 (۶۳۲) عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِي قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ يَصِلُ لِمَنْ يَحِبُّ وَيَفْعَلُ فَعَلَهُ لَكَ فِي ذَلِكَ يَغْنِي مِنْ آخِي قَالَ إِنْ أَبَا فَطْلُبَ أَمْرًا فَاصَابَهُ (رحمہ اللہ)
 قَالَ لِهَيْئَتِي دَحَالِقُهَا وَالطَّبْلَانِي فِي الْكَبِيرِ
 (۶۳۳) عَنْ عَائِشَةَ أُمِّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ جُدَّ عَانَ كَانَ يَقْرَى الضَّيْفَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَفْعَلُ وَيَفْعَلُ أَيَنْفَعُ ذَلِكَ قَالَ لَا إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا قَطُّ رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ (رحمہ اللہ مسلم وابن جریر والحاکم وصحیحہ)

اور اس کی وجہ سے وہ قسمتی آگ میں رکھے جائیں جو صرف ان کے ٹخنوں تک رہے لیکن اس عذاب سے بھی ان کا دماغ تک کو لٹا رہے گا۔ (بخاری شریف)

(۶۳۲) عدی بن حاتم طائی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے والد صلہ رحمی کرتے اور سبی بہت اچھے اچھے کام کیا کرتے تھے انھیں کچھ ملے گا؟ راوی کہتا ہے کہ کچھ ان کا ثواب ملے گا آپ نے جواب دیا کہ تمہارے والد کی جو نیت تھی وہ انھیں حاصل ہوگی۔ (یعنی شہرت مقصود تھی وہ اتنی ہوگی کہ دنیا میں ان کی محالوت ضرب المثل ہوگی یہ کمال بلاغت تھی کہ بیٹے کے نہ پرپا کی عدم محنت بیان کرنے سے اعراض فرمایا) (اعمال الطائی)
 (۶۳۳) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ ان جہان بڑی جہان نوازی بڑی صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور سبی بہت اچھے اچھے کام کیا کرتا تھا کیا یہ کام اس کیلئے کچھ سود مند ہوں گے فرمایا نہیں اس نے کسی دن (بھولے سے) بھی نہیں کہا میرے پروردگار قیامت میں میری غطاؤں کو دگندہ کرنا۔ (ابن جریر و حاکم و مسلم)

ابو طالب باوجودیکہ کافر تھے لیکن چونکہ وہ آپ کی حمایت کیا کرتے تھے (امصاب نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی) اس لئے ان کے حق میں آپ کی سفارش کا رگر ہوئی ایمان کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی۔

یہاں ایک مشبہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ احادیث بالا سے کافر کے حق میں بھی شفاعت کا نافع ہوتا ثابت ہے اس کے برخلاف قرآن کی تصریح یہ ہے کہ قَسَمْتُ لَكُمْ شَفَاعَةَ الشَّاافِعِينَ۔ کافروں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سود مند نہ ہوگی۔ ہمارے نزدیک اس کا سب سے بہتر اور بے تکلف جواب امام قرطبی کا ہے وہ فرماتے ہیں۔

الماد بھائی الآية الاخر اج من آیت کی مراد یہ ہے کہ شفاعت کی وجہ سے کسی کافر کو عذاب دفعہ النار فی الحدیث المنفعة سے نجات نہیں مل سکتی اور حدیث میں شفاعت کا جو نفع مذکور ہے اس سے مراد صرف عذاب کی تخفیف ہے نجات نہیں۔

(فتح المبار)

(۶۳۴) عَنْ الرَّهْمِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُو بْنُ الرَّبِيعِ فِي قِصَّةٍ أَنَّ ثَوْبَةَ مَوْلَا
 أَبِي لَهَبٍ وَكَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ
 أَبُو لَهَبٍ أَرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حَبِيبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمَّا لَقِيتُ بَعْدَكُمْ غَيْرَ
 أَنِّي سَقِيتُ فِي هَذِهِ بِمَاءٍ قَبِيٍّ ثَوْبَةَ (سروہ البخاری) وَفِي الْغَمِّ ذَكَرَ السَّهْلِيُّ أَنَّ الْعَبَّاسَ قَالَ لَمَّا
 مَاتَ أَبُو لَهَبٍ رَأَيْتُهُ فِي مَنَامِي بَعْدَ حُلُولِ فِي شَرِّ حَالٍ فَقَالَ مَا لَقِيتَ بَعْدَكُمْ رَاحَةً إِلَّا أَنَّ الْعَذَابَ يَخْفَفُ
 عَنِّي فِي كُلِّ يَوْمٍ اثْنَيْنِ قَالَ وَذَلِكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَكَانَتْ ثَوْبَةُ بَشَرَتْ
 أَبَا لَهَبٍ بِمَوْلَاهُ فَأَعْتَقَهَا

(۶۳۵) عَنْ عُمَرَ وَبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ الْعَاصَ بْنَ دَاوُدَ أَوْصَى أَنْ
 يُعْتَقَ عَنْهُ مَائَةٌ مَرْقُوبَةٍ فَأَعْتَقَ ابْنَهُ هِشَامَ خَمْسِينَ رَقَبَةً فَأَرَادَ ابْنُ عُمَرَ أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ
 الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَوْصَى ابْنِي أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مَائَةٌ مَرْقُوبَةٍ وَكَانَ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِينَ

(۶۳۴) زہری سے روایت ہے کہ عروہ فرماتے تھے ثویبہ ابوالہب کی باندی تھی جسے ابوالہب نے آپ کی
 ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ اس آزاد شدہ باندی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا جب ابوالہب
 مر گیا تو اس کے گھر کے کسی آدمی نے اس کو بہت برے حال میں دیکھا اس سے پوچھا کہ کیا گندری ابوالہب نے
 کہا تم سے جدا ہو کر مجھ کو کوئی راحت نہیں مل سکی بجز اس کے کہ ثویبہ کو چونکہ میں نے آزاد کیا تھا اس نے اس کے
 بدلہ میں مجھ کو تھوڑا سا پانی پلا دیا جاتا ہے۔ فتح الباری میں سیسی سے منقول ہے کہ عباس کہتے ہیں جب ابوالہب
 مر گیا تو میں نے اسے ایک سال بعد بہت خراب حال سے خواب میں دیکھا اس نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے راحت
 کا ذائقہ تک نہیں چکھا۔ صرف پیر کے دن میرے عذاب میں ذرا سی تخفیف کر دی جاتی ہے۔ عباس کہتے ہیں کہ اس
 کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پیری کے دن ہوئی تھی جب ثویبہ نے ابوالہب کو
 آپ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو اس نے خوشی میں اُکراس کو آزاد کر دیا تھا۔ (بخاری شریف)

(۶۳۵) عمرو بن شیبہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن داؤد نے
 مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میری طرف سے سو غلام آزاد کر دیئے جائیں ان کے ایک فرزند ہشام نے
 تو پچاس غلام آزاد کر دیئے تھے دوسرے فرزند عمر نے بقیہ پچاس احاکر نے کا ارادہ کیا تو دل میں کہا کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کئے بغیر مجھے یہ اقدام کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر

وَقِيَّتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقِيبًا فَأَخْبَتْ عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا
فَأَخْفَاكُمْ عَنْهُ أَوْ نَصَدَّكُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَّجَكُمْ عَنْهُ بَلَّغْتُمُ اللَّهَ. (رحمہ ابو داؤد)

(۶۳۶) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ بَرْزِيدٍ الْمُعْتَقِ قَالَ لَانْطَلَقْتُ أَنَا وَآخِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا مَائِكَةً كَأَنَّ نَحْمِلَ الرَّجْمَ وَكُنْزِي الضَّيْفَ وَنَعْمَلُ وَنَعْمَلُ
هَلَكْتَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَمَهَلْ ذَالِكَ نَأْفَعُهَا شَيْئًا قَالَ لَا قَالَ قُلْنَا قَالَتُمَا كَأَنَّ وَأَدْرَتْ لَمُخَا لَمَا فِي لَمُخَا لَمِيَّةِ
فَمَهَلْ ذَالِكَ نَأْفَعُهَا شَيْئًا قَالَ الْوَايِدَةُ وَالْمَوْزُودَةُ فِي النَّكَالِ لَأَنَّ نَذْرَكَ الْوَايِدَةُ الْإِسْلَامَ فَيَعْمُرُ
اللَّهُ عَنْهَا. (رحمہ احمد والطبرانی قال الهيثمي رجال احمد رجال الصميم وفي مشكل الآثار عن سلمة بن زيد
بدل يزيد مكافى اسباب الوتر ۳۲ وفيه مهمل ينفعه هل ان علمناه عنها لم

اور پورے رسول اللہ میرے والد ماجد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت فرمائی تھی پچاس تو میرے بھائی ہشام
نے آزاد کر دیئے ہیں اور پچاس ابھی باقی ہیں اہانت ہو تو ان کی طرف سے وہ میں آزاد کر دوں۔ آپ نے فرمایا
اگر تمہارے والد سلطان ہوتے پھر تم ان کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا کچھ صدقہ دیتے یا حج کرتے تو ان اعمال کا
ثواب بیشک ان کو پہنچتا۔ (ابو داؤد)

(۶۳۶) سلم بن بزید سے روایت ہے کہ میں اور میرا بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے
(حاضر ہو کر) پوچھا یا رسول اللہ ہماری والدہ بلکہ بڑی رنیک اور پارسیابی تھیں) صلہ رحمی کرتیں، جہان لوانی
کرتیں اور بھی بچے اچھے کام کیا کرتی تھیں۔ کفری کے زمانہ میں ان کا انتقال ہو گیا ہے کیا ان کے یہ اعمال نہیں
کچھ سود مند ہوں گے آپ نے فرمایا کچھ نہیں پھر تم نے پوچھا کہ انھوں نے ہماری ایک بہن کو زندہ دگر دے کر دیا تھا
کیا اس معصوم کو رگناہ کی تیز سے پہلے مرجانے سے کوئی فائدہ ہو گا آپ نے فرمایا کہ یہ رسم بداد کرنے والی
اور وہ لڑکی دونوں دوزخ میں ہیں ہاں اگر اس جرم کا ارتکاب کرنے والی اسلام قبول کر لیتی اور
اللہ تعالیٰ اس کا یہ جرم بخش دیتا تو پھر نجات کی صورت ہو سکتی تھی۔ (احمد و طبرانی)

(۶۳۶) یہ حدیث مشکوٰۃ میں بھی موجود ہے مگر اس میں حرف اتنا ذکر نہ کرنا والاۃ والموؤدۃ فی النار اس سے خبر ہوتا ہے
کہ شاید یہ کہیے اور اس وجہ کی اطفال شرک کے مسئلہ میں اشکال پیدا ہو جائے۔ یہاں یہ واضح ہو گیا کہ اس کا شان نزول ایک خاص
واقعہ پر ہذا مسئلہ سے ہی خاص مراد ہو گی۔ ابو داؤد میں حسانہ بن جواسے روایت کرتی ہیں اس میں اس کے خلاف ہے یہ روایتیں فی الجملہ
درستہ ۳۲۷ مسئلہ کی تفصیل کتاب الجنائز میں کی جا چکی آنحضرت میں ہل بیغ جو کہ غضاب دوزخ سے نجات کے واسطے مائیں کے سوال پر آپ مجاز بیغ
کی نفی فرماتے رہے نیز کافروں کے اعمال کے معمولی سے نفع کی بے وجہ تفریح کرنا صاحب خبر کا کہنے ذرا منہ دل ہی تھا۔ آپ دنیا کو فرس کر
نفرت دلائے کیلئے آئے تھے خدا کی رحمت اور اس کی رحمتوں کے کرشموں کے بیان کو نہ کمال حاصل ہے۔

(۶۳۷) عَنْ أَبِي نَعِيمٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ أَوْشَقُهُ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَزَلَّ عَلَى مَنْزِلِي

(۶۳۷) ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص یا ایک بڑا شخص (راوی کو شک ہے)

(۶۳۷) یہ امر تو فریاد شدہ ہے کہ کافر کی نیکیاں اس کے اسلام کے بعد مستبر ہو سکتی ہیں یعنی رحمت ان پر بھی اس کو ثواب دیکتی ہے بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کافر مسلمان نہ ہو تو کیا پھر بھی اس کی نیکیوں کا کوئی ثمرہ آخرت میں ظاہر ہو سکے گا یا نہیں۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہ تعلیم کرنے کے بعد کہ ان کی نیکیاں کس درجہ میں قابل اعتبار ہوں کیا یہ کم ان کی عبادتوں کو بھی شامل ہے یا عبادتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان دونوں مسئلوں میں علماء کا اختلاف ہے۔

پچھلے مسئلہ کے بارے میں محققین کے مختلف اقوال کا خلاصہ یہ ہے۔

وہ ہا بن بطل وغیرہ من المتحققین لی
ان الکافر اذا اسلم ومات علی الاسلام یثاب
علی ما فعل من الخیر فی حال الکفر و استدوا
بحدیث ابی سعید الخدری قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اسلم الکافر
فمن اسلامه کتب اللہ لہ کل حسنہ زلفہا ثم
فکر الدار قطوف فی غریب حدیث مالک
ورویہ عنہ من تسع طرق ثبت فیہا کلمہ
ان الکافر اذا احسن اسلامه ینکب لہ
فی الاسلام کل حسنہ عملہا فی الشرع۔
(المروی ۵/۱۷۷)

قال کما حفظوا الحق انک لا یلزم من کتابۃ الثواب
للمسلم فی حال اسلامه من فضائل اللہ و
احسانا ان یکون من ذلک من عمل الصالحات
فی الکفر مقبولا والحدیث انما انقضت کتابۃ
الثواب ولم یتعرض للقبول و یجمل ان
یکون للقبول یصیر معلقا علی الاسلام
فیقبل وثاب ان اسلم والا غلا و هذا
قوی

قال ابن المنیر المخالف للقرعہ ودعوی
ان ینکب لذلک فی حال کفره و اما ان
للہ ینصف الی حسناتہ فی الاسلام ثواب

ابن منیر کہتے ہیں کہ جرات قواعد شریعت کے خلاف ہے وہ
صرف یہ ہے کہ کافر کی نیکیاں کفر ہی کے زمانہ میں لکھی جائیں
ہیں۔ بات کہ مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں

فَقَالَ مِمِّعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِيَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا لَمْ تُصْرَكْ مَعَهُ خَطِيئَةٌ وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ يُشْرِكُ بِهِ كَمْ تَنْفَعُهُ

آیا اور سروق کے یہاں مہمان ہوا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو کو یہ کہتے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت پر مر جائے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو تو کوئی گناہ اس کو جنت میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتا اور جو شخص شرک کی حالت پر مرے تو کوئی

ماکان صد رملہا ماکان یظنہ خیرا فلا مانع منہ کما لو تفضل علیا ابتداء من غیر عمل وکما تفضل حل العاجز بثواب ماکان یعمل وهو قادر فاذا جاز لسان یکتب لہ ثواب ملکم یعمل التبتہ جاز لہ ان یکتب لہ ثواب ما عملہ غیر موفی الشرط۔

میں ان نیکیوں کے ثواب کا بھی اضافہ فرمادے جن کو وہ عہد کفر میں اچھے عمل سمجھ کر رکھا ہے تو اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے جبکہ اس کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ کسی کو عمل کے بغیر کوئی ابتداء ثواب دیدے یا عجز و مرض کے زمانہ میں اس کی صحت و قدرت کے اعلیٰ کے برابر ثواب بخش دے تو اس کے اسلام کے بعد زیادہ کفر کے کئے ہوئے اعمال پر ثواب دینے کی قدرت کیوں نہیں اگر چنان

کی قبولیت کی شرط اس وقت موجود تھی۔ (یعنی اسلام)۔ (فتح مجیدی)

اس کا حاصل یہ ہے کہ کافر کی نیکیاں اسلام کے بعد تو مستحضر ہو سکتی ہیں لیکن اگر وہ مسلمان نہ ہو تو ہجران کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

دوسرے مسئلہ میں امام نووی کی رائے یہ ہے کہ کافر کی عبادات طاعات اور قربات ہر قسم کی نیکیاں مستحضر ہو سکتی ہیں۔ اس پلان کو یہاں تک اصل ہے کہ وہ فقہاء کے قول میں ہی تاویل کیلئے تیار رہ گئے ہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں لا تصح عبادۃ الکافر ولو اسلم لہ بعد تہما۔

کافر کی عبادت صحیح نہیں ہوتی حتیٰ کہ اگر وہ مسلمان ہی ہو جائے جب بھی اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

شیخ اس کی یہ تاویل فرماتے ہیں:-

مراد ہم اندہ لا یعتد لمبجافی احکام الدنیا ولیس نعرض لثواب الاخرۃ

فقہاء کی مراد یہ ہے کہ احکام دنیائیں ان کا اعتبار نہ ہوگا آخرت کے ثواب کے متعلق ان کے قول میں کوئی حکم منکر نہیں ہوگا اگر اسلام کے بعد کافر کو گذشتہ عبادات کا ثواب آخرت میں مل سکتا ہے

یہاں حضرت استاد مرحوم کا فیصلہ یہ ہے کہ کافر کے نیک کام آخرت میں نفع بخش ہو سکتے ہیں گو اس کی صورت صرف تخفیف عذاب ہو۔ آخر ایک نصف اند ظالم کافر کے عذاب میں فرق یہی ہے۔ اس فرق کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ نصف کافر کا انصاف ہی اس کے حق میں تخفیف عذاب کا موجب ہو ورنہ اہل کفر میں تو دونوں

۱۔ شیخ محمد الدین ندوی امام بیہقیؒ سے نقل فرماتے ہیں۔ (باقی حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

العبادة لغير الله شرك وان اعتقد ان النفع والضرر بيد الله سبحانه

(۶۳۸) عَنْ عِزْرِ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بِي حُصَيْنٍ
كَمْ تَعْبُدُهُ الْيَوْمَ يَا حُصَيْنُ سَبْعَةً سَتَأْتِي الْأَرْضُ وَوَاحِدٌ فِي السَّمَاءِ قَالَ فَأَيُّهُمْ تَعْبُدُ
لِرَحْمَتِكَ وَرَهْبَتِكَ قَالَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ قَالَ يَا حُصَيْنُ أَمَا إِنَّكَ لَوَاسَلْتُمْ عَلَمَتَكَ

غیر اللہ کی عبادت کوئی شرک ہر اگر غیر میں نفع و نقصان کا مالک خدا تعالیٰ کی ذات ہی کو تصور کرتا ہو۔

(۶۳۸) عمران روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد حصین سے پوچھا تم موجودہ
حالات میں کتنے خداؤں کی پوجا کرتے ہو میرے والد نے جواب دیا سات خداؤں کی جن میں حجۃ توزمین میں ہیں
اور ایک آسمان میں۔ آپ نے پوچھا اچھا تو ان میں اپنی محبت اور خوف کے لئے تم نے کس کو بنا رکھا ہے
انھوں نے جواب دیا آسمان والے کو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا حصین! اگر تم اسلام قبول کر لیتے تو

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) ظاہر ہے کہ یہ کام ایک کافر کے ہی اسی طرح اچھے کہلاتے ہیں جیسا کہ مسلمان
کے پس اس قسم کے کام تو کافر کے ہی معتبر ہو سکتے ہیں خواہ وہ اسلام لائے یا نہ لائے۔ ہاں عذاب و دوزخ سے ابہری نجات
صرف اسلام پر موقوف ہوگی۔ اسی طرح تمام عبادتوں کی قبولیت بھی بغیر اسلام کے نصیب نہیں ہو سکتی۔

اس لئے ممکن ہے کہ کافر کے نیک کام آخرت میں عذاب کی تخفیف کا فائدہ دیکھیں مگر یہ بھی مشیت الہیہ کے تابع
ہے جسکی ضابطہ نہیں۔ اب وہ کہیں وہ آیات جن میں کفار کے حق میں تخفیف عذاب کی نفی مذکور ہے مراد یہ ہے کہ
ان کی نیکیوں کی رعایت کو کہ جو عذاب ان کے لئے مقرر کر دیا جائے گا پھر اس میں کوئی تخفیف نہ کی جائے گی اور جو
تخفیف ہم نے یہاں ذکر کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کافر کے پاس حسنات نہ ہوں تو عذاب اس کو اس وقت ہوتا
ان حسنات کے ہونے ہوئے اتنا عذاب نہیں ہوگا۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ عذاب مقدر شروع ہو جائے گا بعد پھر اس میں کسی
قسم کی تخفیف کی جائیگی۔ اس لئے جو تخفیف ہم نے ذکر کی ہے وہ صرف ایک ذہنی امر ہے خارج ہر ماس کا کوئی ثمرہ
نہیں۔ خلاصہ یہ کہ شرک پر جس شدت کے ساتھ مغفرت کے مدوائے بند میں شاید تخفیف عذاب کے مدوائے اس
شدت کے ساتھ بند نہیں۔ کسی کی سفارش یا کثرتِ رحمت کے صدقہ میں عذاب آخرت کے تخفیف کی گنجائش نکل سکتی ہے البتہ
درجی فرائض کو اس کے حق میں بھی ضابطہ کہا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ پر فقہری بحث ترجمان السنہ جلد اول ص ۱۵۷ پر بھی
گذر چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶۳۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مختصر اور سادہ سوال و جواب نے حصین کی مسلم فطرت کو یہ سوچنے پر
مجبور کر دیا تھا کہ جب محبت اور خوف کا علائقہ اس کے نزدیک بھی صرف ایک ہی ذات کے ساتھ وابستہ ہے تو پھر
مفت میں بقیہ چند خداؤں کے آستانہ پر جبرسانی کا فائدہ؟ یہ صوف ہدایت کا ایک معمولی قالب تھا اس میں اعلیٰ
روح بھی چند لمحوں کی وہ کمیہ تر محبت تھی جو حقیقی کی طرح سدا تسنہ قلوب میں در دہایا کرتی تھی ایمان کی آن میں ان کے

(۶۴۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ وَلَكِنْ لِيَعْنِيَمْ وَلِيَعْظِمَ الرَّعْبَةُ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَتَعَاطَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ - (سرواه مسلم)

(۶۴۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَخَذَ بِيَدِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَا أُجِيبُكَ يَا مُعَاذُ فَقُلْتُ وَأَنَا أُجِيبُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَلَا تَدْعُ أَنْ نَقُولَ فِي ذُبُرِكِ صَلَواتُ رَبِّ أَرْغَقَ عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ - (سرواه احمد وابوداؤد والنسائی)

(۶۴۲) عَنْ رُبَيْعَةَ بِنْتِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ أَيْبُتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۶۴۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دعا مانگا کرو تو یوں مت کہا کرو اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ بلا شرط دعا مانگا کرو اور اپنی ہمت بلند رکھا کرو، کیونکہ اللہ کو بڑی سے بڑی چیز دینی بھی کچھ بھاری نہیں ہوتی - (مسلم)

(۶۴۱) معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر فرمایا اے معاذ میں تم سے بہت محبت رکھتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی آپ سے بڑی محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو مجھ پر نازوں کے بعد یہ کلمات پڑھنا چھوڑنا۔ اے اللہ اپنے ذکر و شکر اور اپنی عبادت اچھی طرح کرنے کے لئے میری مدد فرما۔ (نسائی۔ ابوداؤد)

(۶۴۲) ربیعہ بن کعب روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سواٹھا

(۶۴۰) حدیث بالا میں کلمات دعا کے اندر اس شرط لگانے کے (اگر تو چاہے) دوسری مفہوم نکل سکتے ہیں، یا تو حکم اپنی شان بے نیازی کا انہار چاہتا ہے اس لئے وہ غلظت استغفار میں سوال کرتا ہے اور لازمی طور پر اپنی درخواست کی منظوری کی حاجت ظاہر کرتا پسند نہیں کرتا یا مخاطب کی سہولت کی غرض سے ان الفاظ کا اضافہ کرتا ہے گو اس درخواست کی حاجت مخاطب کی سہولت پر چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب میں یہ دونوں باتیں بے عمل اور لغوی ہیں اس کے سامنے نہ تو انہار بے نیازی کا موقع ہے اور نہ اس کے لئے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد کے بخشنے میں کوئی دشواری ہے بھروسہ کے الفاظ میں یہ کلمات شرط بے معنی اور سرسراستی ہی ہوتے۔

(۶۴۲) مطلب یہ تھا کہ بلند مقاصد صرف تمناؤں سے حاصل نہیں ہوا کرتے ان کے لئے مشقت اور عبادت کی جگہوں میں پستائزنا ہے مشہور ہے العطا یا علی تن البلا یا یعنی انعامات سخت ترین آزمائشوں میں گزر کر ہی نصیب ہوتے ہیں۔ کامل دین یہ نہیں سکتا کہ فوری فلاح کا راستہ بے عملی کے ساتھ صرف دعائوں سے طے ہو جائے گا وہ عمل اور صرف عمل سے طے ہوگا۔ کسی شرافتوں اور بزرگوں کے توسل کے بھروسہ پر عمل سے تعادل برتنا اسلامی تعلیم نہیں۔ مکمل و مکمل

فَأَمِينُهُ يَوْضُؤُهُ وَحَاجَّتُهُ فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ
أَوْعِزْدُكَ إِلَهِ قُلْتُ هُوَذَا قَالَ فَأَعِيتِي عَلَى نَفْسِكَ بِكثرة التَّجَوُّدِ - (رحمہ اللہ)

(۶۴۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تَزَلْتُ وَأَنْزِلْتُ رَعِشْتُ رِجْلَكَ الْاَقْرَبَيْنِ دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَرُيْثًا فَاجْتَمَعُوا فَأَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي مُرَّةَ
بْنِ كَعْبِ أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَاذِرٍ
أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي هَاشِمٍ أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ

جب آپ کے وضو کے لئے پانی اور دیگر ضرورت کی اشیاں لیکر حاضر ہوا تو آپ نے (مسرود ہو کر) مجھ سے
فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو میں نے عرض کیا جنت میں آپ کے قرب میں رہنے کا سوال رکھتا ہوں۔ فرمایا یہ کیا
مانگتے ہو کچھ اور مانگو میں نے عرض کیا میرا سوال تو یہی ہے۔ فرمایا تو اس اہم مقصد کے لئے اپنے نفس کے دشمن
بن جاؤ اور خدا کے تعالیٰ کے لئے ناز و دل میں مجھ سے کر کے میری بھی کچھ مدد کرو۔ (مسلم)

(۶۴۳) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب آیۃ دانند و شہیدک الافریہ بن

نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا وہ جمع ہو گئے آپ نے ان کے عام اور خاص
سب قبائل کو پکار پکار کر کہا اے کعب بن لؤی کی اولاد دوزخ کی آگ سے اپنی جانوں کو بچاؤ۔ اے کعب

کہ اس اہل روح کے ساتھ یہاں آپ نے کس خوبی سے اپنی عہدیت و عجز کا اظہار بھی فرمادیا یعنی تمام مراتب قرب کے
باوجود باگاہے نماز میں خلاف آئین ساختن کرنے میں اور سب دینا نہ ہیں۔ اگر مل کا قدم اٹھا کر تم میری مدد کرنا کا وعدہ کرتے ہو
تو ساختن کا قدم اٹھانے کا وعدہ میں کرتا ہوں۔ جس خدمات کے ساتھ اگر باہمی ساختن نہائے تو فوز و فلاح کی امید رکھنا۔
قرآن شریف میں مدد شاد ہے۔ و اجمدا و اقرب۔ سوہرے کر کے آپ ہمارا قرب تلاش کیجئے۔ اس آیت میں قرب خداوندی کا
جو آئین آپ کو بتایا گیا تھا وہی آئین آپ نے یہاں قرب رسول کے اس تلاشی کو بتا دیا اور اس ضمن میں یہاں شاد بھی فرمادیا
کہ جنت میں تمہارے رسول کا مقام تجلیات الہیہ کی سب سے قریب ترین منزل ہے جہاں پہنچنے کے لئے قدوسیوں کے
پر چلنے اور مغربیوں کے ہوش اڑتے ہیں۔ اس کے قرب کی ناکرنا بہت بڑا سوال ہے۔ اب اگر اس سوال کی ہمت رکھتے ہو
تو عمل کی ہمت بھی پیدا کر دو یہی وہ حقیقت تھی جس کا اعلان آپ نے بطریق عرب کو خطاب کرنے کے بعد اپنی سب
سے محبوب ترین صاحبزادی کے سامنے کر دیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ اسلام کی توحید یہ ہے کہ کامیابی و ناکار کا معاملہ صرف
دستی قدرت میں سمجھنا چاہیے۔ عمل کا قدم اٹھانے جاؤ اور رسول کی شفاعت کے بعد اپنے ان بیچ مدد کے اعمال
کے قبولیت کی امید رکھو۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی شریعت کا خلاف کر کے یہ امید رکھنا کہ رسول خدا تعالیٰ
کے ارادہ کے خلاف ہم کو بہرہ دستی بخشا لیں گے۔ رسول کی محبت نہیں اس کی مرعہ مخالفت ہے۔ اسی سفاہت پر
ابو ہریرہؓ کی حدیث میں حنبہ کیا گیا ہے۔

أَنْفُسُكُمْ مِنَ النَّارِ يَا قَالِطَةُ أَنْفُذِي نَفْسَكَ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا غَيْرَ
أَنْ لَكُمْ رَحْمَةً جَاءَتْ بِهَا إِلَهُكُمْ - رحمه الله وهو في المتنق عليه مع بعض تغيير

(۶۴۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ
قَدْ كَرَّ الْعُلُولُ مَعْظَمُهُ وَعَظَمُ أَمْرُهُ ثُمَّ قَالَ لَا الْفَيْئَ أَمَدَ كُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِمْ
بَعِيرٌ لَمْ يُغَاوِ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا الْفَيْئَ
أَحَدَ كُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِمْ قُلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْنِي فَأَقُولُ
لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا الْفَيْئَ أَحَدَ كُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِمْ شَيْئًا
لَهَا ثَغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا الْفَيْئَ

ابن مرو کی اولاد اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ لے عبد شمس کی اولاد اپنی جانوں کو عذاب دوزخ
سے بچاؤ لے عبد المطلب کی اولاد اپنی جانوں کو عذاب دوزخ سے بچاؤ لے تو عام قبال کو دعوت تھی
اس کے بعد بھراپنے خاص قبیلہ کو دعوت دی اسے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی جان کو آتش دوزخ
سے بچا، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ ہاں میرے تہارے مابین جو رشتہ کا تعلق ہے
میں اس کے حقوق ضرور ادا کرتا رہوں گا۔ (مسلم شریف)

(۶۴۴) ابویہ ریثہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے خطبہ دینے
کے لئے کھڑے ہوئے اس میں آپ نے خیانت کے معاملہ پر خاص طور پر زور دیکر فرمایا دیکھو میں ایسا نہ دیکھوں
کہ قیامت کے دن تم میں کوئی شخص اس طرح آئے کہ اس کی گردن پراونٹ لدا ہوا بڑبڑا رہا ہو اور وہ شخص مجھے
آواز دے یا رسول اللہ میری مدد فرمائے تو میں اس کے جواب میں کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں
میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی شخص اس طرح آئے
کہ اس کی گدھی پر گھوڑا لدا ہوا ہو اور وہ ہنہار رہا ہو اور وہ شخص پکار رہا ہو یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے
تو میں اس سے کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف

(۶۴۴) اس حدیث میں ذی روح اور غیر ذی روح قسم کے مال کا ذکر ہے ذی روح کے بولنے اور غیر ذی روح
کی حرکت کے تذکرہ کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اس دن کسی قسم کی خیانت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اول تو کاذب سے پرہیز ہوا مال ہی
کب پوشیدہ رہ سکتا ہے پھر اگر جائیداد خاموش رہے تو یہ ممکن ہے کہ اس طرف کسی کا دھیان نہ جائے لیکن جب جانور یا
بھی رہے تو خواہ مخواہ کے لئے بھی ہر شخص کی نظر ادھر اڑتی ہے یہی حال کپڑے کی حرکت کا ہے۔ بہر حال اس حدیث میں اس پر

أَحَدُكُمْ يَحْيَىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ نَفْسٌ لَهَا حِيَامٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اغْنِنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا الْفَيْنَ أَحَدُكُمْ يَحْيَىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ نَفْسٌ لَهَا حِيَامٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اغْنِنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا الْفَيْنَ أَحَدُكُمْ يَحْيَىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اغْنِنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ - (متفق عليه وهذا الفظ مسلم وهو اتم)

(۶۳۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُحْيِيَ أَحَدٌ أَمْنَكُمْ

کہہ چکا تھا دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر کبوتری لہری ہوئی ہو اور وہ بول رہی ہو اور وہ شخص پکار رہا ہو یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی شخص قیامت کے دن آئے اور اس پر کوئی انسان بیٹھا چنچ رہا ہو اور وہ شخص پکار رہا ہو۔۔۔ یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں ایک شخص قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر کھڑا لدا ہوا ہوا میں اٹھا ہوا اور وہ شخص پکارے یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں بھلا آج میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں ایک شخص قیامت کے دن آئے اور اس کے اوپر سونا چاندی لدا ہوا اور وہ پکار رہا ہو یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں میں آج بھلا تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو دنیا ہی میں تجھ سے سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔

(۶۳۵) البرہرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کسی کو بھی صرف

زور دیا گیا ہے کہ کسی کو محض رشتے نانے کے مجبور نہ رہنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کی قاہر بارگاہ میں اس کے اذن کے بغیر لب کٹائی کی ہمت کسی میں بھی نہیں۔ عمل کئے جاؤ اس کے بعد بھی بخشش کا مجبور صرف اس کی رحمت پر دیکھو مگر دنیا کے وہ عمل صالح اور خدا کی رحمت کو تو فراموش کر چکا ہے احباب محض بزرگوار نسبتوں پر مجبور کئے بیٹھے ہیں یہ اسلامی تعلیم نہیں نہ فوز و فلاح کا یہ راستہ ہے۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن حامی کہ دریں راہ ظلال بن ظلال چیزے نیست

(۶۳۵) رسول بارگاہِ انہدی میں مقرب سے مقرب ہو کر بھی مرتابا آدابِ مجربہ میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں وہ میں عالمِ استغراق میں بھی ایک حرف اپنی زبان پر یا نہیں لاتے جہان کی شانِ عبدیت سے خدا بھی اتھا ہوا ہو۔ دیکھو

عَمَلُهُ قَالُوا لَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَدَّى فِي اللَّهِ بِرَحْمَتِهِ قَسَدًا دُؤَا
وَقَارِبًا وَأَوَاعِدًا وَارْدُودًا وَخَوَاتِمًا مِنَ الدَّجَّةِ وَالْعَصْدِ الْقَصْدِ بَلَقُوا مِنْهُ عِلْمًا بِصِيغَةِ
غَوْهٍ عَنْ عَائِشَةَ فِي الدَّهَوَاتِ الْكَبِيرِ كَمَا فِي بَابِ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ مِنَ الشُّكُوفَةِ.

لیسأل العبد من ربه جميع حاجاته

(۶۴۶) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَلْأَحَدُكُمْ رَبُّهُ
حَاجَتُهُ كُلُّهَا حَتَّى يَسْأَلَ شَيْئًا لِيَسْمَعَ تَعْلِيمًا إِذَا النُّقْطُومُ رَزَاذِي سِرَاوَيْتَهُ عَنْ ثَابِتِ الْبَنَانِيِّ مَوْلَا
حَقِّقْ يَسْأَلُكَ الْإِلَهُ وَحَتَّى يَسْأَلَكَ شَيْئًا لِيَسْمَعَ إِذَا النُّقْطُومُ رَوَاهُ (الترمذی)
(۶۴۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَكْفُلْ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ

اس کا عمل آخرت میں نجات نہیں دیگا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کو بھی فرمایا ہاں
بھلو بھی بجز اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت میں گھیر لے لہذا ایمانہ روی کے ساتھ عمل کرتے
رہو اور زیادہ بلند پروازیاں نہ کرو۔ پس کچھ صبح و شام کچھ شب کی تاریکی میں میانہ رفتار کے ساتھ چلتے رہو
منزل مقصود کو جا پہنچے گے۔ (منفق علیہ)

بندہ کو چاہئے کہ وہ اپنی سب مرادیں اللہ تعالیٰ سے مانگے

(۶۴۶) انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم کو چاہئے کہ اپنی
سب حاجتیں اللہ تعالیٰ ہی سے مانگا کرو۔ یہاں تک کہ اگر چہل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا تعالیٰ
سے مانگو۔ اور ایک روایت میں ثابت بنانی سے مرسل طور پر اتنا اور اضافہ منقول ہے کہ تک بھی اس مانگو تو روز کا
(۶۴۷) ثوبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات کا کہن خاص ہوتا
ہے کہ وہ کسی شخص سے کچھ سوال نہ کیا کرے گا تو میں اس کیلئے جنت کا خاص ہوتا ہوں۔ ثوبان نے

یہاں رحمۃ اللعالمین کے سامنے جب بارگاہ رب العالمین کا ذکر کیا ہے تو وہ اس کی رحمت کی طرف امتیاج میں اپنی ذات کی
کئی استثنائیں فرماتے ہوئے مضطربانہ انداز میں فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تو یہ بھی محتاج ہیں جس کا کائنات رحمۃ اللعالمین بنا یا ہے۔
یہی بیان رحمت غیر علی سرگرمی کو کہہ کام بہنہا ہوا نہ صرف رحمت کا بھرپور کہہ کارآمد ہو سکتا ہے سارے آئینہ رحمت کی طرف
نظر اٹھانے پر تے میانہ روی کے ساتھ قدم بڑھائے چلے وہ اپنی منزل مقصود پر ضرور جا پہنچے گا۔

النَّاسَ شَيْئًا نَأْتِكُمْ لَكُمْ بِالْحَجَّةِ فَقَالَ تَوْبَانُ أَنَا فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدٌ شَيْئًا. (رواه ابو داود والنسائي)
 (۶۲۸) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَشْرُطُ عَلَيَّ أَنْ لَا يَسْأَلَ
 النَّاسَ شَيْئًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَكَ بَلْ سَقَطَ مِنْكَ حَتَّى تَنْزِلَ إِلَيَّ فَنَأْخُذُ (رواه احمد)
 (۶۲۹) عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَكَ أَوْ لَحَاحَ جَرَّ فَلَقَهُ
 النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُرْزُقَ رِزْقًا سَنَةً مِنْ حَلَالٍ. (رواه البيهقي في شعب الايمان)

عرض کیا میں اس کے بعد وہ کسی سے کوئی چیز بھی مانگا نہیں کرتے تھے۔ (ابو داود۔ نسائی)
 (۶۲۸) ابو ذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور مجھ سے یہ شرط کی کہ
 دیکھنا کسی سے کچھ سوال نہ کرنا میں نے کہا قبول ہے آپ نے فرمایا اگر تمہارے ہاتھ سے کوڑا گر پڑے تو
 اپنا کوڑا بھی نہ مانگنا یہاں تک کہ اترا اور اس کو خود اٹھا لینا۔ (احمد)
 (۶۲۹) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بھوک کی
 تکلیف ہو یا اس کو کوئی اور حاجت پیش آجائے پھر وہ اس کو لوگوں سے پوشیدہ رکھے تو اللہ تعالیٰ پرہے ایک
 حق ہوگا کہ اس کو ایک سال کی حلال روزی دیدے۔ (شعب الايمان)

(۶۲۸) یہ تمام مقامات وہ ہیں جہاں اگر کسی انسان سے سوال کر لیا جائے تو اس سے حدود اسلامی پر کوئی ضرب نہیں
 لگتی صرف ادب اسلامی میں فرق آتا ہے لیکن جہاں پہنچ کر حدود اسلامی پر ضرب لگتی ہے وہ مردوں سے یا غائب کو حاضر جان کر سوال
 کرنا ہے چھت ایک خدا کے قدوس کی ہے کہ اس کیلئے شہود بخبریتہ کا کوئی فرق نہیں وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اہل یہ ہے کہ
 جزوات مکان و زمان میں مقید ہے قرب و بعد اور غیبت و شہود کا فرق بھی اسی کے لئے ہے اور جواریتہ کی قید سے منزه و مبرا ہو وہ
 ان فرق سے بھی منزه و مبرا ہے۔ اسی طرح اس کی ذات پاک نیندا و موت کے آثار سے بھی بالاتر ہے پس جو شخص مردوں کو
 زہد کی طرح اور بعد کو قرب کی طرح اور غائب کو حاضر کی طرح پکارا ہے وہ گویا ایک مخلوق میں خالق کی صفات تسلیم
 کرتا ہے اسی حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مِمَّا لَمْ يَخْلُقْ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

اس سے بڑھ کر گویا ممکن ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اس کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کر نہ پہنچے اور ان کی

پکار سے بھی غافل ہو (الاحقاف)

إِنَّ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أَمْثَلُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ زَالِمِينَ

جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں بھلا انھیں پکارو کیونکر چاہئے کہ وہ تمہارے پکارنے کو قبول کریں۔

(۶۲۹) یہ ایک وعدہ ہے اور یہ وعدہ دوسرے وعدہ و وعید کے لئے قیدیں اور شرطیں بنتی ہیں اس کے لئے بھی ہیں۔ بیان

مزدحمی کامیاب نہیں ہوتا اور یقین رکھنے والا کبھی گھٹائے میں نہیں رہتا۔

(۶۵۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْأَلُ بِوَجْهِهِ شَيْءٌ إِلَّا أَجَبْتُهُ (رواه ابو داود)

اسناد اکامور کلاما الی اللہ سبحانہ سراسر التوحید

(۶۵۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُعْطِيَكُمْ وَلَا أَمْنَعُكُمْ إِنَّمَا أَنَا نَسَمٌ أَضْعَفُ حَيْثُ أَهَيْتُ (سواء البخاری)

(۶۵۰) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے روئے انور کے طفیل میں صرف ایک جنت ہی ایسی متاع ہے جو طلب کی جاسکتی ہے۔ (ابوداؤد)

مسلمان کے قلب پر ایک اللہ تعالیٰ کی فاعلیت کا نقش ہو جانا توحید کا سب سے بلند مقام ہے

(۶۵۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو میں تم کو اپنی طرف سے کچھ مال دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں میں تو صرف ایک تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے وہاں شاکر بس اس کو رکھ دیتا ہوں۔ (بخاری شریف)

(۶۵۰) جنت بھی اللہ تعالیٰ کے اسم کے طفیل میں اس لئے مانگی جاسکتی ہے کیونکہ وہ اس کے حیدر کا محل ہے وہ نہ مخلوقات میں یا کسی چیز جس کو خالق کے روئے اللہ کے طفیل میں طلب کیا جائے گی کوئی نہیں ہے
قیمت خود ہر دو عالم گنتی نریخ بالا کن کہ ارزا فانی ہنوز
ان احادیث میں ایک موجد کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ تا اسکان وہ کسی انسان سے سوال کرے کہ خیال بھی اپنے دل سے نکال ڈالے، حتیٰ کہ اگر کوئی ابوہریرہ جیسا زاجر مزاج نظر نہ لگتا تو اس سے یہ ایک شرط ٹھہرائی گئی۔ سوچے کہ جس شریعت میں اللہ تعالیٰ چیز مانگنے کیلئے بھی ایک رب العزت ہی کا مدعا نہ بتایا گیا ہو اس میں غیر اللہ سے ایسی ایسی ملوثیاں مانگنا جن کے پرکار کرنے کا ان میں طاقت بھی نہ ہو کہ گولہ پر مکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مال تقسیم کرنے پر خود فرماتے افغانا فاسم واللہ یعطی۔ دیکھو میں تو صرف ایک تقسیم کرنے والے کی حیثیت رکھتا ہوں دراصل دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۶۵۱) یعنی جیسی رسول کی خود اپنی ہستی بندہ اور اس کے خدا تعالیٰ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہوتی ہے ایسے ہی وہ مال کی تقسیم میں بھی صرف ایک واسطہ ہی رہتی ہے وہ خدا کے دیئے ہوئے مال کو اس کے حکم کے مطابق صرف ایک جگہ سے انشا کر دوسری جگہ رکھ دیتی ہے۔ سبحان اللہ جس جگہ اعطاء و منع کا فعل حقیقت بھی آپ کے ہاتھوں سے ہوتا ہے اس جگہ بھی آپ مسلمان کی نظر کو اندر بند کر کے ایک ایسی عمیق حقیقت کی طرف لیوانا چاہتے ہیں جہاں حقیقت بھی مجاز بن کر رہ جاتی ہے۔ اسلام کی توحید کا یہ بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر قادر مطلق کی فاعلیت و اختیار و کشف ہوتا ہے۔ بقیہ صرف آلات و وسائل کی شکل میں نظر آنے لگتے ہیں۔

(۶۵۲) عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَرِدِ اللَّهَ بِهِ خَيْرًا يُعْفِهِ فِي الدِّينِ وَلَا تَأْتِيْنَا قَائِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي. (متفق عليه)

(۶۵۳) عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيَّةِ اسْتَعْمِلَهُ فَقَالَ وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ قَالَ ثُمَّ لَبِثْنَا مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ نَلْبِثَ ثُمَّ أَتَى يَثْلُبُ زَوْجَ عُمَرَ الذُّرِّيَّ فَحَمَلْنَا عَلَيْهِمَا فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا أَوْ قَالَ بَعْضُنَا وَاللَّهِ لَا يَبَارِكُ لَنَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمِلَهُ فَخَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلْنَا فَأَرْجُوْا بِنَا

(۶۵۲) حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے متعلق بہتری کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی فہم عطا فرماتے ہیں اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا تو وہی ہے۔ (متفق علیہ)

(۶۵۳) ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں اشعریوں کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری مانگنے کیلئے حاضر ہوا آپ نے قسم کھا کر فرمایا میں تم کو سواری نہیں دیکھتا اور نہ اس وقت میرے پاس تم کو دینے کے لئے سواری موجود ہے۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد بھر جتنا وقفہ اس حال پر گذرنا مقدر تھا گذر گیا پھر کہیں سے سفید کوہان والے تین اونٹ آپ کی خدمت میں آگئے آپ نے وہ ہم کو دے دیئے۔ جب یہاں کو لیکر چلے تو ہم نے کہا یا ہم میں سے کسی نے کہا (راوی کو اس بارے میں شک ہے) خدا کی قسم ان میں کبھی ہمارے لئے برکت نہ ہوگی کیونکہ ہم آپ سے سواری مانگنے کے لئے آئے تھے اور

(۶۵۲) مال کی تقسیم سے زیادہ نازک مسئلہ فہم کی تقسیم کا ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ یہ بھی اسی ایک ذات پاک کے ہاتھ میں ہے۔ رسول وحی الہی کی تبلیغ میں اپنی جانب سے کسی کی کوئی تخصیص نہیں رکھتا وہ تو اس کو اپنے سب امتیاز کو براہ رسد دیتا ہے اب اگر مراتب فہم کے اختلاف سے ان کے علم و فضل کے مراتب میں کوئی تفاضل پیدا ہو جائے تو یہ رسول کے اختیار کی بات نہیں خدا کے دین کی بات ہے کسی کو زیادہ فہم دیدی کسی کو کم اس کو حق ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جیسے چاہے افضل اور جیسے چاہے مضبوط بنا دے۔ ورنہ مخلوق مایہ ناز و بختار۔ یعنی صفت خلق پھر اس میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا یہ وہ فعلی صفیں خدا تعالیٰ ہی کی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ رسول کی ذات کو نہ مال کی تقسیم میں متہم سمجھا جائے اور نہ وحی کی تقسیم میں اور یہ سب کچھ اس بنا پر کہ اصل متصرف صرف خدا تعالیٰ کی توانا اقدار مطلق ذات ہے۔ رسول دربان میں صرف ایک سبب واسطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۶۵۳) خطابی فرماتے ہیں کہ آپ کا جملہ مال انا غنمکم (یہ اونٹ میں نے تم کو نہیں دیئے) ایک اخلاقی جملہ تھا اور مقصد یہ تھا کہ اس میں میرا تم پر کوئی احسان نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اس کے حکم سے میں نے تم کو یہ اونٹ دیئے ہیں اور یہی مراد بھی ہو سکتی ہے کہ میرے حلف کا مطلب مطلقاً دینے سے انکار نہیں تھا بلکہ خاص اس وقت دینے سے

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَكَّرُهُ فَأَتَيْنَاهُ فَقَالَ مَا أَنَا حَلَمُكُمْ بَلَى اللَّهُ حَلَمُكُمْ وَلَا فِ
إِشَاءَ اللَّهِ لَا أَخْلِفَ عَلَى يَمِينٍ فَإِنِّي أَخَذْتُهَا خَيْرَ امْتِنَاهَا لَا أَكْفَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَلَا نَبَيْتُ
الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفَرْتُ عَنْ يَمِينِي. (رماء البخاری)

(۶۵۴) عَنِ الْمُخْبِرِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي ذَمِّ كُلِّ
صَلَوَةٍ مَكْتُوبَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. لَكُمُ الْمُلْكُ وَلَكُمُ الْخُدُوعُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُغْنِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُكَ الْجَدُّ وَنُفَا الْجَدُّ (منعق علیہ)

آپ نے مذہب کی قسم کھالی تھی پھر غالباً بھولے سے آپ نے ہم کو یہ اونٹ دیدیے ہیں چلو پھر لوٹ
چلیں تاکہ آپ کو آپ کی قسم کی یاد دہانی کرادیں۔ یہ کہہ کر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ہماری
گفتگو سن کر فرمایا میں نے تو تم کو یہ اونٹ نہیں دیئے یہ تو تم کو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں اور اگر بالفرض میں کسی
ایسی بات پر قسم کھا لوں پھر اس کے خلاف میں بہتری دیکھوں تو میں یقیناً اپنی قسم کا کفارہ دیدوں گا اور
جس بات میں بہتری ہوگی وہ کروں گا یا پہلے وہ کام کر لیں گا اس کے بعد اپنی قسم کا کفارہ ادا کروں گا۔ دروای
کون وہ باتوں کے درمیان صحیح ترتیب یاد نہیں رہی (بخاری شریف)

(۶۵۴) مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد یہ کلمات
بڑھا کرتے تھے۔ مجبور کوئی نہیں مگر صرف ایک اللہ اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے اور تمام تعریفیں
بھی اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اسے اس قدر جو تو دیدیے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور
جو نہ دے اس کا دینے والا کوئی نہیں اور تیرے سامنے کسی صاحب ثروت کی دولت بھی اس کیلئے کچھ سود مند نہیں۔

انکار تھا۔ جب لوفٹ میرے پاس آگئے تو میں نے تم کو دیدیے یہ ہمارے لئے ایک انعام ایزدی ہے۔
(۶۵۴) سبحان اللہ! اسلام کی توجہ بھی کتنی بلند ہے جس میں منہ و اعطاری دو صنعتوں میں بھی شرکت کی کوئی گنجائش
نہیں رکھی گئی۔ ایک مسلمان جو حد اس کا سامد ہے کہ وہ نفی و اثبات کی صورت میں خدا کی ان صفات کو رنج و قہر ادا کرے
یعنی جس طرح لا الہ الا اللہ کی صورت میں وہ مجبوراً ان کی شرکت کی نفی کرتا ہے اسی طرح لا مانتہ لما اعطیت
کی شکل سے وہ اس کی ان دو صنعتوں میں بھی شرکت کی نفی کیا کرے۔ کیونکہ جب ملک اس کا ہے تو حکم بھی اسی کا
چلنا چاہئے، وہی دینے والا ہے اور وہی چھیننے والا۔ پھر اس کی بارگاہ دنیوی بادشاہوں کی طرح نہیں جہاں قرب کا
مرا دولت پر مجبور ہوں صرف اخلاص و عمل کا رآمد ہوگا کسی ثروت دولت کچھ کارآمد نہ ہوگی۔

الاعتقاد بان لغير الله اثر افوق ما اراد منه كفر

(۶۵۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةَ الصُّبْحِ بِأَحَدِ بَنِيهِ عَلَى إِفْرِ السَّمَاءِ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ الْمُنِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَذَرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ يَنْتَوِي كَذَا وَكَذَا أَفَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ - (سرواه البخاری)

(۶۵۶) عَنْ أَبِي قُرَيْبَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَتَرَلُ اللَّهُ مِنْ السَّمَاءِ مِنْ

کسی مخلوق کے متعلق ظاہری سببیت بڑھکر حقیقی تاثیر کا اعتقاد رکھنا کفر ہے

(۶۵۵) زید بن خالد جہنی کہتے ہیں کہ شب کو بانی برس چکا تھا اس کی صبح کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں ہم لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہو چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کچھ جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے سب نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیارہ جلتے والے ہیں۔ آپ نے کہا یہ فرمایا ہے کہ آج صبح میرے بندوں میں (دو فریق ہو گئے) ایک مومن ہو گیا اور ایک کافر ہو گیا۔ جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے پانی برسا وہ ہم پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا، اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارہ کی وجہ سے پانی برسا وہ ہمارا منکر ہو گیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔ (بخاری شریف)

(۶۵۶) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو برکت بھی آسمان سے

(۶۵۶) یہاں قدرت کے فیاض ہاتھوں کو ناشکر انسان۔ یہ شکوہ ہے کہ اس کی فیاضی کا کتنا اثر ناقص رہا ہے،

کہ بارش تو وہ جیسے لہسے اس کو اس کی مخلوق کی طرف نسبت کر دے جس کو اس میں کوئی بھی دخل نہ ہو۔

داخل رہے کہ جہاں کوئی جماعت کسی مخلوق میں حقیقی یا غلط واقع تاثیر کا اعتقاد رکھتی ہے وہاں شریعت اپنا لب و لہجہ سیاق و سباق میں نہایت سخت کر دیتی ہے جیسا کہ زائد جاہلیت میں بتاروں کے متعلق عرب کا اعتقاد تھا وہ بعض اپنے لوہام کی بنا پر ان کو عالم کے بہت سے حوادث میں اسی طرح مؤثر سمجھتے تھے جیسا کہ آج بہت سے ضعیف الاعتقاد مسلمان بزرگوں کو سمجھ لیتے ہیں اور تاثیر بھی ایسی جو محض ان کے دماغوں کی تراشیدہ اور صرف وہی ہوتی۔ شریعت نے عالم اسباب میں اشارہ کے اسباب خود مقرر فرمائے ہیں مگر اس سے روکا ہے کہ غیبی سبب یا سبب کو بڑھا کر مؤثر حقیقی کے برابر بنا دیا جائے اس نے عالم میں ایک غیر مرتبط سلسلہ کا ایک دوسرے کے ساتھ انجھا دیا ہے اور محض اپنی

بَرَکَةِ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِحْتُ مِنَ النَّاسِ بِهَا كَأَفْرَيْنِ يُنْزِلُ اللَّهُ الْغَيْثَ فَيَقُولُونَ بَلْكَوْكَ
كَذَا وَكَذَا۔ (سواہ مسلم)

(۶۵۷) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نازل فرماتا ہے لوگوں میں ایک ایک فرقہ اس کا منکر ہو کر رہتا ہے (کتا ظلم ہے کہ) بارش کو خدا
بجھے اور لوگ یہ کہیں کہ فلاں فلاں ستارہ کی رفتار کی وجہ سے ہوئی ہے۔ (مسلم شریف)
(۶۵۷) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے جو قبیلہ انصاری

قدرت کا نام ہے ایک کا جو دوسرے کے ساتھ وابستہ کر کے اسی کا نام عالم اسباب رکھتا ہے اور بندہ کو یہ فہمائش
کرتی ہے کہ اصل کار فرما اسی کی قدرت کو سمجھتا رہے۔ اسلام کی توحید اس مخلوق کو برداشت نہیں کرتی کہ کوئی
شخص عالم میں ایک ذرہ کی جنبش میں بھی قدرت کے سوا کسی اور کو حقیقتاً شریک سمجھے اس کا ایک ایک ذرہ اسی
کی مخلوق ہے اور اسی کی قدرت سے حرکت کرتا ہے۔

عرب میں انسانی زندگی کے لئے سب سے ضروری چیز بارش تھی اگر اس میں بھی اس کے نزدیک تاثیر متداول
کی رہے تو پھر اس کے قلب میں اپنے حقیقی خالق کی طرف کیا کشش باقی رہ سکتی ہے۔ وہاں خوف و خوف کے دو
بازو بایہ ہیں جو مخلوق کو طوعاً و کرہاً اپنے خالق کی عبادت کی طرف اڑائے لے جاتے ہیں۔ اگر ان دونوں
میں ایک بھی کمزور ہو جائے تو انسان کی وہی جانب مخلوق کی طرف جھکنے لگتی ہے پھر وہ خوف یا طمع سے اس کو
خالق کے ساتھ شریک کرنے پر غور مجبور ہو جاتا ہے اس لئے شریعت نے جا بجا یہ تنبیہ کی ہے کہ حواشی عالم
میں صرف اسی کی ذات مقرر ہے اور اسی کو موثر سمجھنا چاہئے اور اس حقیقت کو امتداد میں نہیں لیا ہو کہ جس سے بعض
دورات کسی کوتاہ اندیش کو یہ شبہ گزرنے لگتا ہے کہ شاید وہ سلسلہ اسباب ہی کی منکر ہے جی ہاں جن مقامات پر
صرف دہم پستی ہو وہاں ایسا ہی ہونا چاہئے اگر شریعت یہاں تعبیرات میں اتنی شدت اختیار نہ کرتی تو جو قوم
مخلوقات ہی کی تاثیر میں الجھ کر رہ گئی تھی وہ موثر حقیقی تک کیسے پہنچتی۔

شیخ نووی فرماتے ہیں کہ اگر بارش کی نسبت سائنس کی طرف نامی اعتقاد کے ساتھ ہی ہے جب تو صریح کفر ہے
اور اگر صرف ایک علامت ہونے کی بنا پر ہے جب بھی ایسے لفظ کے استعمال کی ضرورت کیلئے جو کفر اور غیر کفر دونوں
کا تحمل ہو کتاب الاذکار (۱۵۸) جو لوگ فوقی ایمانی نہیں رکھتے وہ ان نزاکتوں کو بھی نہیں سمجھتے امدان متہود
اسباب پر کسی اعتقاد کا نام روشن خیالی اور علم امد دست قدرت کی اصلی طاقت پر مجبور ہو کر نام جمود اور
جہل رکھ بیٹے ہیں یہ بڑا قصور نظر ہے۔ خدا سب لے انصاف عطا فرمائے۔

(۶۵۷) آفتاب و مہتاب اور ستاروں کے متعلق غلط اعتقادات ہی نے عرب کے قلوب میں ان کی
بیجا عظمت پیدا کر دی تھی اور کسی کے متعلق اس کی حد سے زیادہ اعتقاد و عظمت ہی حقیقت اس کی عبادت کا
پیش خیمہ ہو جاتا ہے اسی لئے قرآن وحدیث نے جگہ جگہ سلسلہ سببیہ کو اتنا بے وقعت بنایا ہے کہ بعض کوتاہ فہم
کو تو یہ شبہ پڑنے لگتا ہے کہ شاید شریعت مرے سے اس سلسلہ ہی کا انکار کرتی ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ کی

مِنَ الْاَنْصَارِ اَتَمُّهُمْ نَبِيًّا هُمْ جُلُوسٌ لَّيْلَةً مَّعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى بِحَجَرٍ وَأَسْفَارَ
فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ
هَذَا قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ كُنَّا نَقُولُ وَلَدُ اللَّيْلَةِ رَجُلٌ عَظِيمٌ مَاتَ رَجُلٌ عَظِيمٌ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهَا لَا يَرْمِي بِهَا الْعَوْتَ أَحَدٌ وَلَا يَحْيُوهُمْ وَلَكِنْ
نَبَأُ لَكُمْ اسْمُهُ إِذَا قَضَى أَمْرًا اسْمُهُ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَمِعَ أَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِينَ يَكُونُ لَهُمْ
حَتَّى يَبْلُغَ السَّبْعِينَ أَهْلُ هَذِهِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا ثُمَّ قَالَ الَّذِينَ يَكُونُ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ
الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَجُلُهُمْ فَيُخْبِرُونَهُمْ مَا قَالَ فَيَسْتَخْبِرُ بَعْضُ أَهْلِ السَّمَوَاتِ بَعْضًا حَتَّى
يَبْلُغَ هَذِهِ السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَيُخْطَفُ الْجَنُّ السَّمْعَ فَيَقْدِفُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ وَهُمْ دُرُومُونَ فَلَمَّا دُفِنَ

میں کا تھا۔ مجھ سے بیان کیا کہ وہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ
ٹوٹا اور دوشن ہو گیا۔ آپ نے ان سے پوچھا جب زمانہ جاہلیت میں اس طرح کوئی ستارہ ٹوٹا کرتا تھا تو
تم لوگ اس کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے تھے؟ پہلے تو انھوں نے بتایا کہ خدا اور اس کا رسول زیادہ عالم ہیں
اس کے بعد کہا کہ ہمارا عقیدہ تھا کہ اس شب میں یا تو کوئی بڑا شخص پیدا ہوا ہے یا اس کی وفات ہوئی ہے۔
آپ نے فرمایا ستارہ نہ تو کسی کی پیدائش کی وجہ سے ٹوٹتا ہے نہ کسی کی موت کی وجہ سے۔ اصل حقیقت یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم صادر فرماتے ہیں تو بارگاہ الہیہ کے ادب کے موافق پہلے عرش کے فرشتے
نسیح پھنسا شروع کر دیتے ہیں پھر ان کی نسیح سن کر ان کے متصل آسمان کے فرشتے نسیح میں مشغول ہو جاتے
ہیں یہاں تک کہ فرشتوں کی نسیح کا یہ سلسلہ اس دنیا کے آسمان تک متصل اور مسلسل ہو جاتا ہے۔ اس کے
بعد جو فرشتے عرش والے فرشتوں کے متصل ہیں ان سے دریافت کرتے ہیں تمہارے پورا دنیا گارنے کیا حکم
صادر فرمایا وہ جو کچھ ارشاد ہوا تھا ان کو بتا دیتے ہیں۔ اس کے بعد ایک آسمان والے دوسرے آسمان والوں
سے اسی طرح پوچھنے چلے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ نوبت اس آسمان والوں تک آ جاتی ہے (یہاں شیاطین ان
خبروں کو سننے کے لئے چھپ کر کھڑے رہتے ہیں) اور ان میں کوئی کوئی بات سن کر اچکھی لے جاتے ہیں پھر

تو میرا اعتقاد صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ ایک ہے بلکہ یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ درحقیقت اسی ایک کا تصرف
ہے۔ بحریث کا معنوں زادل تا آخر بار بار پڑھئے تو آپ کا قلب تمام مخلوق کی عظمت سے خالی ہو کر ایک فساد
علی الاطلاق ہستی کی عظمت سے معمور ہو جائے گا۔

یہ بات کہ شیاطین کا آسمانوں پر جانا اور غیب کی سمجھنے خبریں لے جانا تو جو لوگ شیاطین کے تسخیر کے اعمال

عَلَىٰ وَجْهِهِ فَمَوْحٍ وَلَكِنَّهُ يُعْزِزُ نَفْسَهُ وَيُرِيدُ أَنْ يَنْزِيلَهُ مِنْ سُلَيْمٍ (۲۵۸) عَنِ الثَّعْلَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا مُسْتَعِلاً إِلَى الْمَسْجِدِ وَقَدْ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى حَتَّى اجْتَلَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يَقُولُونَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ إِلَّا لِمَوْتِ عَظِيمٍ مِنْ عِظَمَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ وَإِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا يَحْيِيَانِهِمَا وَلَكِنَّهُمَا خِلْعَتَانِ مِنْ خَلْقِهِ يُجَدُّ

وہی بات اپنے عاملوں کے پاس لے آتے ہیں اس اشار میں ان کو مار بھاگایا جاتا ہے۔ اب جو کلمہ وہ پڑھا پور لے آتے ہیں وہ تو درست نکلے ہے لیکن وہ راہی طرف سے) اس میں بہت کمی بیشی کر دیتے ہیں اور اس کی بہت باتیں غلط نکلتی ہیں) (مسلم)

(۲۵۸) نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی مسجد میں تشریف لائے اس وقت آفتاب کو گہن لگ چکا تھا آپ نے انہی دیر تک نماز پڑھی کہ آفتاب صاف ہو گیا اس کے بعد فرمایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ چاند اور سورج جب گہن ہوتے ہیں تو کسی ایسے شخص کی موت پر گہن ہوتے ہیں جو اس وقت زمین میں سب سے بڑی ہستی ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نہ ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ پیدائش کی وجہ سے، وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی تبدیلی اپنی مخلوق میں پیدا کر دیتا ہے۔ لہذا جب کسی کو گہن لگا کرے تو

کرتے ہیں ان سے آج بھی ہر ایک تصدیق ہو سکتی ہے۔ آپ کا علم تو ایسی ہے کہ جس چیز کا آپ کو علم نہیں درحقیقت وہ جبری نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کہ جس چیز کا دنیا کی زرقی یافتہ اقوام کو علم ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے گو اس کا آپ کو کوئی ادنیٰ سا علم بھی نہ ہو۔ آپ کے اقرار کا کار کے یہ دونوں پہلو آپ کی انتہائی انصافی پر مبنی ہیں۔

(۲۵۸) یہ سلسلہ کا واقعہ ہے۔ صبح مسلم میں ہے کہ اسی دن حضرت ابراہیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ کا انتقال ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس قسم کے موقع پر جو آپ کی شریعت تھی وہ لافراہی اس کے بعد نہایت اہتمام کے ساتھ خضب دیا، بنیاد کوئی شخص زمانہ جاہلیت کے خیال کے مطابق یہ سمجھ بیٹھے کہ آج میری گہن آپ کے صاحبزادہ کے انتقال کی وجہ سے ہو رہی ہے اس لئے آپ نے اس خیال کی تردید کی اور فرمایا کہ یہ بالکل غلط واقعہ بات ہے کسی مخلوق پر کسی مخلوق کی موت و حیزہ سے کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ یہ خدائی تصرفات ہیں وہ اپنی قدرت کے کھر شطر طرح سے دکھایا کرتا ہے قبلہ یہ خیال مخلوق کی تعظیم میں افراط اور خدا تعالیٰ کے تصرفات کی عظمت میں تقریب پر مبنی ہے۔ خدائی تصرفات کو کسی مخلوق کا اثر قرار دینا بھی ایک قسم کا شرک و کفر ہے۔ مخلوق اور اس کے حدود و اختیارات بالکل محدود ہیں اور اللہ تعالیٰ کا تصرفات کے حدود۔ ان دونوں میں خلط کرنا بڑی جالت ہے۔ یہ معلوم رہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اسباب و مسببات کے سلسلہ میں داخل ہے۔ حدیث نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ گہن کا کوئی سبب نہیں ہوتا بلکہ یہ سمجھایا ہے کہ گہن

اللہ فی خلقہ ما شاء فَاَيُّهَا الْمُخْصَفُ فَصَلُّوا حَتَّى يَخْبِيَا أَوْ يُجِدْثَ اللَّهُ أَمْرًا۔ (سواء النسانی)
 (۶۵۹) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى هَذِهِ الْعُجُومَ لِكُلِّ لَابٍ جَعَلَهَا رِيشَةً لِّلشَّمَاءِ
 وَرُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَعَلَامَاتٍ يَهْتَدَى بِهَا قَوْمٌ نَأْوِلُ فِيهَا بَخِيرَ ذَلِكَ أَحْطَا حِ
 أَصْنَاعَ نَصِيبٍ وَتُكَلِّفُ مَا لَا يَعْلَمُ۔ (سواء البخاری تعلیقاً)
 (۶۶۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ إِقْتَسَبَ بَابًا

نازیں پڑھا کر تا آنکہ لاگوں چھوٹ جائے یا اللہ تعالیٰ کوئی دھڑا کرشمہ کھلائے (یعنی قیامت آجائے) (نسائی)
 (۶۵۹) قتلہ بیان کرنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ست دروں کو تین فائدوں کے لئے بنایا ہے۔ آسمان کی
 خوشنماؤں اور زینت کے لئے، غیب کی خبریں سننے والے شیطانوں کو مار بھگنے کیلئے اور (شب میں مسافروں
 کے لئے) راستہ پانے کی علامتیں۔ اب جس شخص نے یہی ان تین فائدوں کے سوا اس میں اور فائدے
 تلاش کئے اس نے غلطی کھائی، اپنا وقت ضائع کیا اور خواہ مخواہ ایسی بات کے درپے ہوا جس کا اس کو علم نہیں (تعلیقاً بخاری)
 (۶۶۰) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نجوم میں ان

خواہ کسی سبب کی بنا پر ہو لیکن قابل عبرت امر ہے کہ ہر حال وہ اسباب بھی اسی کی حکومت کے نیچے ہیں جس کے نیچے
 یہ شمس و قمر وغیرہ ہیں۔ قرآن کریم نے یل و نہار کی گردش کو بھی قدرت کا بہت بڑا نشان قرار دیا ہے کیا اس کے اسباب نہیں
 ہیں یہاں اسباب سے انکار نہیں بلکہ اس کا انکار ہے کہ جہاں سببیت بھی نہ ہو وہاں حقیقی تاثیر کا اعتقاد رکھا جائے۔ یہ
 یاد رہے کہ آپ کی حیات میں قیامت کا اگرچہ کوئی امکان نہ تھا لیکن ایک فاعلِ خوار کی قدرت کا تاثر دیکھنے والے
 کی نظروں میں آئیں و خواہ اب کا استحضار نہیں رہا کرتا اس لئے اس کا خوف غیر اختیاری اور اس کا اضطراب فطری
 ہوتا ہے۔

(۶۶۰) عرب میں عام طور پر غیب دانی کے یہی ہیں اسباب تھے یا عمر جس میں غونا اور اوج خیشہ اور شیطاں سے
 استعانت ہوتی تھی یا نجوم یا کھانت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طور و طریق چونکہ ان تینوں سے جدا تھے اس لئے
 وہ بہت ہو ہو کر کبھی تو آپ کو کہیں کبھی ساحر اور کسی جمن کا کہتے تھے بہت سے ان کو آثانی نہ تھی کہ یہ احوال بھی
 ان کے دماغوں میں آتا۔ قرآن کریم نے ان میں سے ایک ایک کی بڑے دلائل کے ساتھ تردید کی ہے۔
 یہ معلوم رہنا چاہئے کہ غیب دانی کبھی فطری بھی ہوتی ہے قدرت نے انسان کے باطن میں کچھ قوتیں ایسی ودیعت
 فرمائی ہیں جن کی بنا پر اس کو عالم بالا سے ایک قسم کا اتصال میسر آ جاتا ہے اور اس کی استعداد کے بعد کچھ مادی غریب بھی
 اس کے آئینہ فطرت میں منکسر ہونے لگتے ہیں۔ محض ابن خلدون نے اس پر مفصل بحث کی ہے۔

اسلام ان بیکار مشغلوں میں ڈالنا پسند نہیں کرتا کیونکہ اول تو یہ طریقے بے بنیاد اور کلمات کھریں ہوتے ہیں
 دوم انسان کی روحانی ترقیات کے لئے انہماک درجہ صغرت رساں بھی ہیں۔ یہ مشغلاں میں عالمِ قدس کی طرف طیران

مِنْ عِلْمِ الْغُيُومِ لِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ أَقْبَسَ شُعْبَةً مِنَ السَّحَابِ الْمُبِجِّمْ
كَاهِنٌ وَالْكَاهِنُ سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ كَافِرٌ (سرواہ (دین)

الاهلال بحیوان لغیر اللہ کفر

(۶۶۱) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ سُئِلَ عَلَى هَلْ حَصَّكُمُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَا حَصَّنَا
بِشَيْءٍ لَمْ نَعْمُدْ بِهِ النَّاسَ إِلَّا مَا فِي قِرَابِ سَيْفِي هَذَا فَأَخْرَجَ صَوِيغَةً فَبَنَّا لَعَنَ اللَّهُ مَنْ
ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ سَرَقَ مَتَارًا أَلَا رَضِ فِي سِرَاطِيهِ مَنْ غَيْرَ مَتَارِ الْأَسْرِ ص

فائدوں کے سوا جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے کوئی اور شیافانہ ما مل کیا تو بدعت ہے مگر ایک شہر کا امثال کیا
بخوبی کاہن کی طرح غیب کی خبریں بتاتے ہیں اور کاہن ایک قسم کا جادوگر کہتا ہے اور جادوگر کافر ہے۔ (دین)

غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کرنا کفر ہے

(۶۶۱) ابوالطفیل روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت سے علیحدہ کچھ خاص تعلیمات بھی دی ہیں انھوں نے فرمایا (اس
بارے میں آپ نے کوئی فرق نہیں کیا) ہیں کوئی بات ایسی نہیں بتائی جو عام لوگوں کو نہ بتائی ہو بجز ان چند
امور کے جو میری اس تلوار کی میان میں لکھے ہوئے رکھے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ایک تحریر نکالی جن میں
یہ احکام درج تھے۔ خدا تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے قرب کی نیت سے جانور ذبح کرے۔ خدا تعالیٰ
لعنت کرے اس پر جو کسی راستہ کے نشانات چرائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کو ادھر ادھر کر کے۔ خدا تعالیٰ

کی مستعدی حاصل کر دیتا ہے۔ جتنا غیب انسانی نزقات کے لئے درکار تھا اتنا انبیاء علیہم السلام کے واسطے اس کو
بتا دیا گیا ہے اور جو نہیں بتایا وہ نہ تو اس کی حاجت کا تھا اور نہ اس کے دریافت کرنے کا کوئی صحیح راستہ ہے پھر اس میں
پر نا غلط اور اضاغت وقت سوا کوار کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے جنوم میں کچھ اور تفصیلات بھی لکھی ہیں یہ سب
ظنیات اور اجتہاد ہیں اچھی علی کاوشوں کے ثمرات ہیں جنہی بات پر عقیدہ رکھا جاسکتا ہے اور اس کی دعوت دی جاسکتی ہے وہ
صرف وہی امور ہیں جن کی طرف احادیث بالا میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

(۶۶۱) غیر اللہ کے نام کی قربانی کرنی اور غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنے کی رسم قبیح قدیم سے چلی آرہی تھی۔ اسلام نے
آکر دونوں کو ختم کر دیا اور سمجھایا کہ جان صرف جان آفریں کیلئے قربان کی جاسکتی ہے یہ خاص اسی کا حق ہے نہ کسی
کے لئے جان آفریں میں شرکت ہے اور نہ اس کی قربانی میں شرکت ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم نے ایسے جانی و مالی امور کے

(۶۶۳) عَنْ بُيُشَةَ الْهَذَلِي قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّا لَنَا نَعْتَرُ عَيْتَرَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ ادْخُلُوا اللَّهَ عَنْ رَجُلٍ فِي آيَةِ شَهْمٍ كَانَتْ
وَبَرُّ وَابْنُهُ عَنْ رَجُلٍ وَأَطْعَمُوا - (رواه النسائي)

(۶۶۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو بْنَ
نَفِيلٍ يَسْأَلُ بِلَدِّهِمْ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَجْهُ فَقَدِمَتْ إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَفَرُهُ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو لِي لَسْتُ أَكُلُ مِمَّا
تَدْبَحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ وَلَا أَكُلُ إِلَّا مَا كَرِهَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنْ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو كَانَ يَعْجَبُ
عَلَى مُرَيْشٍ ذَبَا حُجْرُهُمْ يَقُولُ الشَّاهُ خَلَقَهَا اللَّهُ وَأَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً وَأَبْنَتْ لَهَا مِنَ

(۶۶۳) نبیشہ ہزلی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ہم کفر کے زمانہ میں
ماورجہ میں تھیں تو ان کے نام کی قربانی کیا کرتے تھے اب اس کے متعلق آپ کا ارشاد کیا ہے۔ فرمایا
ہیں (جب جانور ذبح کرو) تو ایک خدا کے واسطے ذبح کیا کرو خواہ وہ کسی مہینہ میں ہو اور اللہ تعالیٰ ہی
کی فرمانبرداری کیا کرو اور اسی کے نام پر کھانا کھلایا کرو۔ (نسائی)

(۶۶۴) عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ مقام بلدح کی تختانی سمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات ہوئی اس وقت تک آپ پر وحی کا نزول شروع نہیں ہوا تھا آپ
کے سامنے کھانے کا دسترخوان پیش کیا گیا آپ نے اس کو کھانے سے انکار فرمادیا اس کے بعد زید پر لے
جو جانور تم لوگ اپنے بتوں کے سامنے ذبح کرتے ہو میں ان کا گوشت نہیں کھانا میں تو صرف اس جانور
کا گوشت کھاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ زید قریش کے زیدوں پر نکتہ چینی فرمایا کرتے
اور کہا کرتے تھے عجیب بات ہے کہ بکری کو سید اللہ تعالیٰ کرے اور ہی اس کے لئے آسمان سے بارش بھیجے

(۶۶۳) یعنی سب معارف خیر ہیں بشرطیکہ ان میں نیت اللہ تعالیٰ کی ہو۔ اگر نیت بدل جائے تو پھر یہ
اچھے اچھے کام بھی نیکی نہیں رہتے۔ غیر اللہ کے نام پر قربانی کرنی کفر کی ایک قدیم رسم تھی اور اس کی مختلف صورتیں تھیں
شریعت نے یہاں ایک قاعدہ کلیہ بتا کر ان سب کو دیکھا ہے اور یہ قاعدہ یہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے نام کا
جانور ذبح نہ کرنا چاہئے۔

(۶۶۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فعل وحی سے قبل ہی رسم فخر کی رسم پر عمل فرماتے تھے لیکن آپ کے علاوہ خال خال ایسے
لوگ اب بھی موجود تھے جو بت ابراہیمی کا اثر سے افعال شرک سے محروم نہ ہا کرتے تھے ان ہی میں سے ایک یہ زید بن عمرو بھی تھے۔ حضرت مشاہ
عبدالعزیز بن ابی لکھا ہے کہ غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح نہ کرنا بھی مطلب ابراہیم کا ایک حکم تھا۔ (دیکھو ترجمان السنہ ج ۱ ص ۵۴۱)

الْأَرْضِ ثُمَّ تَدْبَحُوهَا عَلَى غَيْرِ اسْمِ اللَّهِ تَكْفِيرًا لِّذَلِكَ وَلَعَلَّكُمْ مَالِكٌ (سراہ البخاری)

(۶۶۵) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُرَضْتُ عَلَى النَّارِ فَرَأَيْتُ فِيهَا امْرَأَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ تُعَذِّبُ فِي هَرَّةٍ لَهَا رِبْطَةٌ مَا فَلَ تَطْجَعُهَا وَلَا تَدْعُهَا نَأَى كُلِّ مِنْ خُتَّاسِ الْأَرْضِ حَتَّى مَاتَتْ جَوْعًا وَرَأَيْتُ عُمَرَو بْنَ عَامِرٍ الْخَزَاعِيَّ يَجُرُّ قَصْبِي فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَابِ - (سراہ مسلم)

الحلف بغير الله كفر من الشرك

(۶۶۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا مَنْ كَانَ حَالِفًا

اور وہی اس کے لئے سبزو اگائے پھر یہ کس قدر ظلم ہے کہ تم اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرو اس تقریر سے زید کا مقصد ان کے اس فعل پر انکار کرنا تھا۔ (بخاری شریف)

(۶۶۵) جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی تو میں نے دیکھا کہ اس میں ایک عورت کو عذاب ہو رہا ہے اس بنا پر کہ اس نے اپنی بیوی کو ماندہ رکھا تھا اور نہ تو وہ اس کو خود کچھ کھائے نہ کو دیتی اور نہ اس کو جھوٹی نمی کہ وہ خود جل پھر کر زمین کے کبڑے کھوڑے کھا لیتی یہاں تک کہ وہ بھوک کے مارے مر گئی اور میں نے اس میں عمرو بن عامر خزاز کو بھی دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی آنتیں کھینچنے کھینچنے پھر رہا ہے یہ پہلا وہ شخص تھا جس نے نبی کے نام پر جانور جھوڑنا ایجاد کئے۔ (مسلم شریف)

غیر اللہ کے نام کی قسم کھانی ایک قسم کا شرک ہے

(۶۶۶) ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سن لو جس کو قسم کھانا ہی ہو صرف ایک اللہ تعالیٰ کے نام ہی کی قسم کھائے۔ قریش کی عادت تھی کہ وہ اپنے باپ

(۶۶۶) اس روایت سے معلوم ہوا کہ قسمیں کھانے کی عادت شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے پس چاہئے کہ بے ضرورت قسمیں نہ کھائی جائیں اور اگر کسی مجبوری سے کھانا ہی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی قسم کھائی جائے باپ دادے یا کسی اور کی قسم نہ کھائی جائے۔ امام بخاری نے (مناقب ہاجرین کے باب سے نقل) ابراہیم غمی سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف نے علی الشہابی والحدود عن صفدر (لکھنؤ میں ہیں) اس بات پر تنبیہ کی جاتی تھی کہ ہم باہمی گفتگو میں شہادت یا عہد وغیرہ کے الفاظ بے حجاب استعمال نہ کریں تاکہ ان کی اہمیت ہمارے ذہنوں سے نہ نکل جائے۔ (ج ۱ ص ۵۱۵)

فَلَا يَحْلِفُ إِلَّا بِاللَّهِ فَكَانَتْ فُرْشُ يَحْيَىٰ بِأَيْمَانِ فَقَالَ لَا تَحْلِفُوا بِأَيْمَانِكُمْ (سواء البخاری وغیرہ)
(۶۶۷) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ
حَلَفَ بِخَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ (سواء الترمذی)

سبب المسلم فسوق و قتال کفر

(۶۶۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَابُ الْمُسْلِمِ
فُسُوقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ (سواء البخاری وغیرہ)
(۶۶۹) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّكَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي

دادوں کی قسمیں کھا پا کرتے تھے آپ نے منع فرمادیا کہ ان کے نام کی قسمیں مت کھایا کرو۔ (بخاری)
(۶۶۷) ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جن
نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (ترمذی)

مسلمان کو سخت دست کہنا فسق کی بات ہے اور اس سے جنگ کی کفر کی حرکت ہے

(۶۶۸) عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو برا بھلا کہنا
فسق کی بات ہے اور اس سے لڑنا تو کفر کی بات ہے۔ (بخاری)
(۶۶۹) ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میرے بعد

(۶۶۷) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہاں حلف بغیر اللہ کو ایسا ہی شرک کہا گیا ہے جیسا دوسری حدیث میں دیا کہ شرک
کہا گیا ہے۔ دونوں حدیثوں کا مطلب شرک کا حقیقہ حکم لگا دینا نہیں ہے بلکہ ان افعال کی اہمیت ذہن نشین کرنا ہے
اس لئے ان کو غلط نظر شرک کہنا گلیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جن کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی غیر معمولی عظمت قلب میں
جاگزیں ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ اس کے قلب میں غیر اللہ کی
عظمت اللہ تعالیٰ کے برابر ہے ہی شرک ہے۔

(۶۶۸) مگر سبب و شتم کی برائی تو کسی حد تک قابل برداشت ہو سکتی ہے لیکن مسلمان سے قتل و قتال کرنا قابل
برداشت نہیں ہو سکتا یہ کفر کی حرکت ہے اور بڑی حد تک رشتہ اسلامی قطع کر دیتی ہے۔

(۶۶۹) ہم بتا چکے ہیں کہ جس طرح اسلام نہ اہل صرف شہادتین کا نام ہے مگر اس کے کچھ مخصوص افعال بھی ہیں جو
اس کی اس شہادت باطنی کے گواہ کہلاتے ہیں۔ ان افعال کو شہادتین کے ساتھ ایسا گہرا تعلق ہے کہ گویا یہ افعال ان کا
ایک قالب ہیں اس لئے ان کا اختیار کر لینا اسلام اہل ان کا ترک کرنا کفر سے موسم ہوتا ہے اسی طرح کفر اگر چہ

كَفَّارًا يُضْرَبُ بِعَصَاكَ رَبَّاقَبْ بَعْضُ - (رحمہ البغاری عن ابن عباس وابی بکرۃ ایضا والحدیث متفق علیہ)

صنع صور الحیوان تشبہ بنحالقہ اللہ تعالیٰ

(۶۵۰) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَاهَوْنَ بِحُلْنِ اللَّهِ. (متفق علیہ)

(۶۵۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ ذَهَبَ بِحُلْنٍ لِيُخْلِقَ فَلْيُخْلَقُوا خَذَرًا أَوْ لِيُخْلَقُوا حَبَّةً أَوْ شَعِيرَةً (متفق علیہ)

(۶۵۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ مُصَوِّرٍ

بھوکا فرول کی سی حرکتیں نہ کرنے لگتا کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

تصویر کشی اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کی نقالی ہر

(۶۵۰) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی خالقیت کی نقالیں اتارنا چاہتے ہیں (یعنی مصور) (متفق علیہ)

(۶۵۱) بلوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلا اس سے بڑھ کر ظالم آدمی کون ہوگا جو (مخلوق ہو کر) میری طرح خالق بننے کا ارادہ رکھتا ہو اچھا تو ایک چیز ہی بنا کر دکھا دے (یہ نہ بھی) ایک دانہ یا ایک جوہی بنا کر دکھا دے۔ (متفق علیہ)

(۶۵۲) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے خود سنا ہے کہ جتنے

اسلامی عقائد کے برخلاف عقائد کا نام ہے لیکن کفر کی زندگی کے بھی کچھ لازم ہیں جو بعض اوقات خود تو کفر نہیں ہوتے مگر انسان کے کافر ہونے کا بنی ثبوت شمار ہوتے ہیں۔ حدیث میں اس قسم کے افعال کو بھی کفر کے افعال کہا گیا ہے اور مومن کے لئے یہ پسند نہیں کیا گیا کہ اس کی زندگی میں یہ افعال کو کفر نظر آئیں۔ اسلام کے بعد اس قسم کے افعال سے کافر نہیں کہا جاسکتا مگر اس کفر نا اسلام کا اسلام کہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ مسلمان کو چاہئے کہ جس طرح وہ شرک و کفر سے بچتا ہے اسی طرح ایسے افعال سے بھی بچتا ہے جن کو کفر کی زندگی کے افعال سے بہت ہی قریبی علامت ہو۔

(۶۵۲) خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کی قدرت کا نامہ کا سب سے بڑا مظہر انسان ہے اسی لئے قرآن کریم نے ناجائز انسان کی پیدائش پر غور و تفکر کی دعوت دی ہے اور اس کو اپنی ہستی کا یقین دلانے کا سب سے آسان راستہ یہ بتایا ہے بہرست پرستی کی ابتداء تصویروں سے ہی شروع ہوئی۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ تصویروں سے تراشیدہ

فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ فِي صُورَةٍ صَوْرَةٌ مَّا نَفْسًا فَيَعْدُ بِمُنَىٰ جَهَنَّمَ قَالَ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ كُنْتُ
لَا بَدَّ قَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَةَ وَمَا لَا رُوحَ لَهُ فِيهِ (متفق عليه)

(۶۷۳) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اذْطَلَقْتُ أَنَا وَالشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي اجْلِسْ
وَصَعِدَ عَلِيٌّ مَنِيَّ فَقَدْ هَبْتُ لَا تَبْقُصُ بِهِ قَرَأَ مَعِيَ ضَعْفًا فَنَزَلَ وَجَلَسَ لِي

مصور ہوں گے ان کی ہر تصویر کے مقابلہ میں جو انھوں نے دنیا میں بنائی ہوگی ایک ایک شخص مقرر کیا
جائے گا جو ان کو دوزخ میں عذاب دیا کرے گا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کے بعد بھی اگر ہمیں تصویر
بنانا ہی ہو تو درخت کی بنا لو اور اسی چیزوں کی بنا لو جو جاندار نہ ہوں۔ (متفق علیہ)

(۶۷۳) حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملے آپ نے (بیت اللہ کے اندر جا کر)
مجھے فرمایا بیٹھ جاؤ اور آپ میرے کانڈھوں پر چڑھ گئے میں آپ کو لے کر کھڑا ہونے لگا تو آپ نے

ہوتے ہیں۔ اور تصویر قلم کی کشیدہ نیز انہرہ قالی کے اسماء حسنی میں اس کا ایک اسم مبارک المصور بھی ہے قدرت کو اپنی
اس صفت پر بڑا نادم ہے اس نے اپنی مصوری کے کارنامے جا بجا پیش کئے ہیں اور اس کا سب سے بڑا شاہکار انسان کی
صورت ہی کو قرار دیتا ہے جو قدرت کے اس شاہکار کی نقل اٹارنا چاہتا ہے قدرت اس کو معاف نہیں کرتی۔ نیز خالقیت
اس کی ایسی صفت ہے جس میں ایک موٹے دماغ کے انسان کے نزدیک بھی شرکت کا احتمال نہیں اسی لئے قرآن کریم نے
توحید فی الہادیت کو مقبول بنانے کے لئے جگہ جگہ اپنی خالقیت کو ہی سامنے رکھا اور یہ مطالب کیا ہے کہ جب کسی چھوٹی
بڑی مخلوق کی پیدائش میں ہمارا کوئی شریک نہیں تو پھر ہمارے خاص حق عبادت میں کوئی شریک کیوں ہو۔ لہذا تصویر کشی
میں انسانی استطاعت کی حد تک خدا کی خالقیت کا ایک قسم کا مقابلہ بھی نظر آتا ہے اور اس میں خدا تعالیٰ کے سب سے
بڑے حق عبادت پر زور بھی پڑتی ہے اس لئے چاہے تو یہ تھا کہ ہر قسم کی تصویر کشی ممنوع ہو جاتی۔ غالباً اسی لئے حضرت
ابن عباسؓ نے درخت وغیرہ کی تصویر بنانے کی اجازت تو دیدی مگر عادل ناخراستہ دی لیکن اسلام کی یہ فراخ حوصلگی ہے
کہ اس نے کسی جگہ بھی سہولت کے دو طراز سے بند نہیں کئے اور ہر باب میں انسانی دماغ کی ترقی اور منافع دینا سے شغ کی
بڑی حد تک اجازت دیدی ہے دیکھئے یہ رسم کو صرف مردوں کے حق میں حرام فرمایا پھر ان کے لئے بھی ایک خاص مقدار تک
اجازت دیدی۔ اسی طرح کھانے اور پینے کی بہت چیزیں حرام کیں لیکن ان سے زیادہ حلال فرمائیں۔ سونے چاندی کے
ظروف ممنوع قرار دیئے مگر عورتوں کے حق میں ان کے زیورات پھر جائز کر دیئے اور مردوں کے کھیل تماشے کے لئے بھی چاندی
کی ایک مخصوص مقدار کی اجازت دیدی۔ تعظیم و تکریم میں اگر ایک سجدہ کی اجازت کی تو اس کے سینکڑوں اور طریقے جائز رکھے
اسی طرح مصوری میں اگر ایک فنی روح کی تصویر سے روکا تو اس کے علاوہ فنی تصویر کی ترقی کیلئے بہت سی صورتیں مباح کر دی
مگر انسان کو جس میں نہیں بلکہ ایک برتری پر قسم کا باقی ہے کہ ان مباحات کی میثار و ستموں سے بھی اس کی نیت نہیں بھرتی آخر وہ ٹھیک حکم
میں قدم رکھ کر ہی دم لیتا ہے۔ قتل کا انسان مالا فہم۔ یہاں مسئلہ تصویر پر بحث کرنا مقصود نہیں صرف ان اعمال کو بتانا مقصود
ہے جن سے اسلام کی مقدس اور نازک توحید کو کہیں دور کے علاقہ سے بھی صدر پہنچ سکتا ہے۔

(۶۷۳) نبوت کے اس جبل عظیم انسان کا بارگاہِ خداوندی جتنا سنہال گئے تعجب خیز تھا آخر اس کی تاب نہ لاسکے

بِئْسَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لِي إِصْعَدْ عَلَيَّ مَنكِبِي فَصَعِدْتُ عَلَى مَنكِبِهِ قَالَ
فَتَهَضَّ بِي فَرَأَيْتُهُ يُجْعِلُ لِي إِلَى آتِي تَوَشَّيْتُ لَوَلْتُ أَوْفَى السَّمَاءِ حَتَّى صَعِدْتُ عَلَى الْبَيْتِ
وَعَلَيْهِ تَقَعَالُ صُفْرًا أَوْ نَحَاسًا أَنَا وَلَهُ عَن يَمِينِهِ وَعَن شِمَالِهِ وَيَمِينُ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ حَتَّى
اسْتَمَلَكْتُ مِنْهُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِضْ بِهِ فَأَلْكَسَ لِي مَنكِبِي
الْقَوَارِيرُ لَمْ تَزَلْ فَأَنْطَلَقْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَبِقُ حَتَّى
تَوَارَيْنَا بِالْبَيْتِ خَشْيَةً أَنْ يَلْقَانَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ - (رواه احمد)

موسس کیا کہ مجھے اٹھنے میں کچھ دشواری ہو رہی ہے یہ دیکھ کر آپ اتر پڑے اور میرے سامنے خود بیٹھ گئے
اور فرمایا اچھا تو تم میرے کانڈھوں پر چڑھ جاؤ۔ میں آپ کے کانڈھوں پر چڑھ گیا۔ یہ فرماتے ہیں۔
آپ مجھ کو لے کر کھڑے ہوئے تو مجھے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان
کو ہاتھ لگا سکتا ہوں۔ اتنا اونچا ہوا کہ بیت اللہ پر پہنچ گیا۔ اس وقت بیت اللہ میں بیستل
یا کنبے کے بت رکھے ہوئے تھے میں ان کو اپنے دائیں، بائیں، سامنے اور پیچھے سے اٹھانے لگا
یہاں تک کہ میں نے سب اٹھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ان کو بھینک دو
میں نے ان کو بھینک دیا اور وہ گر کر شیشے کی طرح چور چور ہو گئے پھر میں اتر آیا اور میں اور
اسحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی گھروں کی دیواروں میں چپختے ہوئے واپس آگئے کہیں
ایسا نہ ہو کہ کفار ہمیں دیکھ جائیں۔ (احمد)

اور بیٹھ گئے پھر جب آپ کے کانڈھوں پر جبکہ مل گئی جن کی رفعت کے سامنے عرض بری بھی تھا تو آسمان کی
بلندیوں کو ہاتھ لگانا ایک تماشہ نظر آنے لگا اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا۔ سلام ہو کہ یہ خاص خاص مناظر ہیں جو خاص
مواقع پر نظر بند ہوتے ہیں۔ بیت اللہ کی دیواروں سے تہوں کے مجھے اتارنے کے وقت ایسے ہی نظارے کی ضرورت تھی چنانچہ
قدرت نے وہی نظارہ حضرت علیؑ کے سامنے کر دیا تھا اس سے قبل جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل
ذبیح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام خاد کعبہ کی بناء فرما رہے تھے تو جس پتھر پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی بنا ہو رہی تھی وہ بھی
جتنی ضرورت ہوتی اونچا ہو جاتا تھا۔ یہاں جو نظارہ نظر آیا اس کا ساکھ اور ہی تھا۔ اس جگہ خاتم الانبیاء علیہم السلام کی
فردوسی بھی قابل دید تھی کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کس طرح اپنے جھوٹوں کے سامنے اپنے نفس کو پیش کر دیا تھا۔

الضرب بکتاب الله بعضه ببعض کفر

(۶۷۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا يَتَذَكَّرُونَ فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَاكُ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ هَذَا ضَرْبُوا كِتَابَ اللَّهِ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ فَلَمَّا نَزَلَ كِتَابُ اللَّهِ بَصَلْتُ بَعْضُهُ بَعْضًا فَلَا تَكُونُوا بَعْضُهُ بِبَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَعُولُوا وَمَا جَحَلْتُمْ فَعُولُوا إِلَى عَالِيهِ (سواء احمد - وابن ماجه)

قرآن کی آیتوں میں باہم اختلاف پیدا کرنا کفر کی بات ہے

(۶۷۴) عمرو بن شعیب اپنے والدہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ کچھ لوگ قرآن کریم میں اس طرح بحث کر رہے ہیں کہ ایک شخص ایک آیت پر صواب دوسرا شخص اس کے مقابلہ میں دوسری آیت پر صواب جو اس کے خیال میں اس کے مخالف مضمون پر مشتمل ہوتی ہے پس سر کر اپنے فرمایا کہ اسی حرکت کی بدولت تم سے پہلی قومیں گمراہ ہوئی اور ہلاک ہوئی ہیں وہ بھی یہی کیا کرتی تھیں کہ خدا کی کتاب کے ایک حصہ کو دوسرے سے ٹکرایا کرتیں حالانکہ اللہ کی تمام کتاب باہم ایک دوسرے کیلئے مصدق ہو کر اتری ہے اس لئے تم اس میں اختلاف پیدا کر کے اس کی تکذیب نہ کرو، اس کا جو حصہ سمجھ لو وہ تو بیان کرو اور جو تم نہ سمجھو اسے اس کے حوالہ کر دو جو اس کا جاننے والا ہے۔ (احمد - ابن ماجه)

(۶۷۴) داری کی ایک طویل حدیث میں ابوالدرداء سے روایت ہے کہ جو چیزیں اسلام کو فاسد کر دینے والی ہیں ان میں ایک بات منافق کا قرآن میں جھگڑا ڈالنا بھی ہے۔ امام احمد اور ابو داؤد اور عالم البیہقی سے روایت کرتے ہیں کہ المرء فی القرآن کفر - (قرآن میں جھگڑنا کفر ہے) ان احادیث میں جدال اور مردار کا مصداق بھی یہی تدار اور قرآنی آیات میں اختلاف پیدا کرنا ہے۔ بسے قرأت جو بظاہر مختلف ہیں ان کے متعلق زہری ارشاد فرماتے ہیں انما فی الامر نکون واحدا لا نختلف فی حلال ولا حرام (ہماری و سلم) یہ تمام قرأتیں صرف الفاظ میں مختلف ہیں ان میں حکم ایک ہی رہتا ہے۔ حلال و حرام کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا پس حدیث کی ہدایت سے کہ قرآن حکیم دوسری سورتی کتاب کی طرح معرکہ بحث نہ بنانا چاہئے۔ خدا کی کتاب کا معاملہ تازک ہوتا ہے بیان جو بات طے شدہ اور سب سے پہلے سلم ہوئی چلتی ہے وہ یہ کہ اس میں کوئی اختلاف و تناقض ممکن نہیں اس کے بعد اگر کہیں بظاہر اختلاف معلوم ہو تو اسے اپنی ہی تصویر علم سمجھنا چاہئے اور اسلوب بحث وہ اختیار کرنا چاہئے جس میں ان آیات کے درمیان توافق پیدا ہو۔ علی نہ خریر کر کے خراہ خواہ آیتوں میں اختلاف پیدا کرنا اپنے لئے کفر اور دوسروں کے دلوں میں تذبذب پیدا کرنے والی بات ہے اسی لئے اس کو ہادیم اسلام قرار دیا ہے۔

الریاء شرک خفی

(۶۷۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا أَغْفِي الشُّرَكَاءَ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكُكَ لِي فِي رِوَايَةٍ فَأَنَا وَمَنْ يَرَى هَؤُلَاءِ نِيَّ عَمَلٍ (سرواہ مسلم)

(۶۷۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِنِ أَبِي فَضَالَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَمَعَ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْيَوْمِ الْآخِرِ لِيَوْمِ لَا رَيْبَ فِيهِ نَادَى مُنَادٍ مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ يَهُوَ أَحَدًا أَفْلِي طَلَبْتُ وَابْنَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ أَغْفِي الشُّرَكَاءَ عَنِ الشِّرْكِ لِي - (سرواہ احمد)

(۶۷۷) عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى بِرَأْيٍ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ بِرَأْيٍ فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِرَأْيٍ فَقَدْ أَشْرَكَ (سرواہ احمد)

ریا کاری بھی ایک قسم کا خفی شرک ہے

(۶۷۵) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمام شرکار میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز میں ہوں جو شخص کوئی عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ کسی غیر کو بھی شریک کر لیتا ہے تو میں اس کو اس شریک ہی کے لئے چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتا ہوں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں ایسے عمل سے بیزار ہوں بس وہ اسی کے لئے رہے جس کے لئے اس نے کیا ہے۔ (مسلم شریف)

(۶۷۶) ابو سعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ قیامت میں سب لوگوں کو جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ایک منادی یہ اعلان کرے گا جس جس نے کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہے پھر اس میں کسی اور کی بھی نیت کی ہو تو اسے چاہئے کہ (آج) اس کا ثواب اسی غیر سے جا کر مانگے کیونکہ تمام شرکیوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز اللہ کی ذات پاک ہے۔ (احمد)

(۶۷۷) عواد بن اوس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جس شخص نے نائش کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا جس نے نائش کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے نائش کے لئے صدقہ دیا اس نے بھی شرک کیا۔ (احمد)

(۶۷۸) وَعَنْهُ أَنَّهُ بَكَى فَقِيلَ لَهُ مَا بَكَيكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْخَوْفُ عَلَى أُمَّتِي الْيَتْرِ وَالشُّكْرَ الْخَوْفِيَّةُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَشْرَكَ أُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ أَمَّا اللَّهُ لَا تَعْبُدُونِ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلَا وَثَنًا وَلَكِنْ يَرَاؤُنَ بِأَعْمَالِهِمْ وَالْخَوْفِيَّةُ أَنْ يُصْبِحَ أَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتَغْرَضَ لَهُ شَهْرَةٌ مِنْ شَهْرَاتِهِ فَيَتْرَكَ صَوْمَهُ (رواه احمد والبيهقى فى شعب الايمان)

(۶۷۹) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنْ أَخَوْفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ الشِّرْكَ الْأَصْغَرَ قَالَُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الشِّرْكَ الْأَصْغَرُ قَالَ الرِّيَاءُ (رواه احمد وزاد البيهقى فى شعب الايمان يقول الله لهم يوم يحازى العباد بأعمالهم ذهبوا الى الذين كنتم تراؤن فى الدنيا فانظروا هل تجدون عندكم جزاء وخيرا)

(۶۷۸) شداد کے متعلق بیان کیا گیا کہ ایک مرتبہ ان پر گریہ طاری ہو گیا لوگوں نے سبب دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے ایک بات یاد آگئی جس کو میں نے آپ کو فرماتے خود سنا تھا اس نے مجھے روئے پر مجبور کر دیا۔ میں نے آپ کو فرماتے سنا تھا کہ مجھے اپنی امت کے متعلق شرکِ خفی اور شہوتِ خفی کا بڑا ڈر ہے وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کے بعد آپ کی امت بھی شرک میں مبتلا ہو جائیگی آپ نے فرمایا سن لو نہ تو وہ آفتاب و مہتاب کی عبادت کر لگی اور نہ کسی پتھر اور بت کی لیکن اپنے اعمال میں ریاہ کاری کا شکار ہو جائے گی (یہ تو شرکِ خفی ہوا) اور شہوتِ خفیہ یہ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے صبح کے وقت روزہ دار ہو پھر اس کے سامنے کوئی ایسی چیز آجائے جو اس کی مرغوب خاطر ہو اور صرف اتنی سی بات مردہ اپنا روزہ توڑ ڈالے۔ (احمد۔ شعب الايمان)

(۶۷۹) محمد بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب یاد رکھو مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ ڈر ہے تو شرکِ اصغر کہ ہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ شرکِ اصغر کیا چیز ہے فرمایا ریاہ اور نمائش۔ (مسند امام احمد) بیہقی نے اس میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیگا اس دن ریاہ کاروں سے کہے گا جاؤ ان کے پاس جاؤ جن کی خاطر تم دنیا میں ریاہ کاری کیا کرتے تھے اور دیکھو کہ کیا ان کے پاس تمہیں اس عمل کا بدلہ اور کچھ ثواب ملتا ہے؟

(۶۸۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
عَنْ شَدِّ الْكُرْمِ الْمِصْمِ الدَّجَالُ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخَوْفُ عَلَيْكُمْ مِنْهُ دُعَى مِنَ الْمِصْمِ
الدَّجَالِ نَقَلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْخُفَى أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ فَيُصَلِّيَ فَيَزِيدُ
صَلَاتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ (سواء ابن ماجہ)

النبی عن الجود لغير الله عز وجل

(۶۸۱) عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ آمَنْتُ الْحَيْرَةَ قَرَأْتُ لَهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَنْ يَنْبَغِي لَهُمْ
فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي آمَنْتُ الْحَيْرَةَ قَرَأْتُ لَهُمْ يَسْجُدُونَ

(۶۸۰) ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے
اس وقت ہم سب دجال کا ذکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کیا میں تم کو وہ فتنے بتاؤں جس کا مجھے تمہارے تعلق
دجال سے بھی زیادہ خوف ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیے فرمایا وہ شرک خفی ہے اور
شرک خفی یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور اپنی نماز کو اس لئے اور بگاڑے
کہ کوئی دوسرا شخص اس کو دیکھ رہا ہے۔ (ابن ماجہ)

غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی ممانعت

(۶۸۱) قیس بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں پہنچا تو میں نے وہاں کے باشندوں کو
دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا، میں مقام حیرہ

(۶۸۰) دجال بلاشبہ بہت بڑا فتنہ ہو گا لیکن اس کا تعلق بہت محدود زمانہ اور محدود افراد کے ساتھ
ہو گا۔ بالخصوص صحابہ کرام کو تو اس فتنہ سے کوئی تعلق ہی نہیں اور شرک خفی کا فتنہ ہزارانہ اور ہر فرد کیلئے ہے اس لئے
جن کی زبانوں پر ایک مستقبل فتنہ کا ذکر کئی شان کے ساتھ آ رہا تھا ان کو آپ نے قید فرما کر ایک ایسے فتنے کی طرف
متوجہ کیا جس کا اندیشہ ہزارانہ میں ہو سکتا ہے اور ان کو بھی ہو سکتا ہے۔ وقتی طور پر متاثر قلوب کو کسی اداہم معاملہ
سے متاثر کرنے کا یہ بھی ایک فطری انداز ہے کہ جو تاثر ان میں پہلے سے موجود ہے اس کا رخ بدل کر اس کو کسی دوسرے
معاملہ کے ساتھ قائم کر دیا جائے۔

(۶۸۱) اسلام سے قبل اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو سجدہ تنظیمی بجالانے کا عام رواج تھا۔ قیصر روم اور
ابرسفیان کے طویل واقعہ کے آخر میں اس کی قوم کا سجدہ کرنا اسی رسم کے ماتحت تھا۔ اسلام نے اس رسم کا تو

لَمَّا زَيَّانَ لَهُمْ فَأَنْتَ لَعُوٌّ بِأَنْ يَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتُ بِقَبْرِى أَكُنْتُ لَسَاجِدًا
فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَلَا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَا مَرَّتِ النِّسَاءُ أَنْ يَسْجُدَ

گیا تھا میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سروا کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ تو اس کے سب سے زیادہ
مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا بتاؤ اگر تم میری قبر پر گزرتے تو کیا اس کو سجدہ
کرتے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا تو پھر اب بھی مت کرو اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو یقیناً عورتوں

استیصال کیا ہی تھا لیکن اسی کے ساتھ اس نفاس کی بھی مانفت کر دی کہ ایک انسان دوسرے انسان کے سامنے
دست بستہ نہ کھڑا رہے یا اپنا سر جھکائے۔ ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام کی
نظروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص بھی محبوب و محترم نہ تھا جب بھی وہ آپ کو دیکھتے تو بے اختیار اپنی
چشم و ابدہ کے بل کھڑا ہونا چاہتے مگر وہ اس کے باوجود کھڑے نہ ہوتے کیونکہ جانتے تھے کہ ان کا قیام آپ کو نا پسند ہے۔
دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم باہم ملاقات کے وقت ایک دوسرے کے سامنے تواضعاً
جھک سکتے ہیں آپ نے اس سے بھی منع فرمایا۔ پس جہاں قیام اور عام ملاقاتوں میں جھکنا بھی پسند نہ کیا گیا ہو
وہاں تعظیمی سجدوں کی بھلا کیا اجازت مل سکتی ہے۔

اسلام کا بڑا کمال یہ ہے کہ اس نے ہر امر میں اعتدال ملحوظ رکھا ہے عبادات تو درکنار مسرت و غم، عداوت و محبت
اور تعظیم و تکریم کی معمولی سی عادتوں میں بھی سجدہ انسان کی اختیار کی تعظیم کی آخری حد ہے اس لئے اسلام نے اس کو
صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص کر دیا ہے وہ توحید کا سب سے بڑا علم پرور ہے اس لئے ہر نقطہ پر اس نے
عبد و معبود کے حقوق متنازع کر دیئے ہیں، خالق کے حقوق مخلوق کے حقوق سے اور مخلوق کے حقوق خالق کے حقوق سے۔
ان حقوق میں علیٰ لحاظ سے خالق کا ایک واضح حق سجدہ بھی ہے اسی لئے قرآن حکیم نے اس حقیقت کا بار بار اعلان کیا ہے
کہ سجدہ کرنا صرف ایک اپنے خالق کو ہی رہا ہے۔ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ مَا يَسْجُدُونَ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ
تو آفتاب کو سجدہ کرو اور نہ ماہتاب کو بلکہ اس کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ پس سجدہ خالق اور صرف خالق
کا حق ہے اس میں مخلوق کے لئے شرکت کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ رعیتیں جو شاید ایک کامل شریعت کے نزول سے پہلے
قابل اغماض نہ ہوں گی۔ اب سب ختم ہو گئیں اب دین ان تمام حقیقتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو چکا ہے جو خالق کی نظر میں
پسندیدہ۔ شمر چکی ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انھوں نے
آپ کو سجدے کرنے کی سنت قائم کی ہو۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض تریمان سے ان یہود نصاریٰ پر
لعنت ثابت ہے جنھوں نے اپنے انبیاء کی توبہ کو مسجد بنادیا تھا۔ مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو
صحابی صرف دوسروں کی تعالیٰ میں آپ کو سجدہ کرنے کے لئے مضطرب تھا آپ کی قبر کو سجدہ کرنا اس کے بھی وہم و گمان
میں نہ تھا۔ — یہاں آپ کے جواب سے ایک لطیف اشارہ حیرۃ النبی کے سلسلہ کی طرف بھی نکل سکتا ہے اور اس طرح
اگر انبیاء علیہم السلام کی موت انسانوں کی موت کی طرح ہوتی تو آپ کا اس سے یہ سوال کرنا کہ اگر تو میری قبر پر گزرتا تو کیا

لَا تَزَوَّجْنِي لِمَا جَعَلَ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَ مِنْ حَتِّ (سواء ابو داؤد و ساء احمد عن معاذ بن جبل)
(۶۸۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنْهُ اَتَى النَّشَامَ فَرَأَى النَّصَارَى تَتَجَدَّدُ لِبَطَارِقَتِهَا وَاَسَافَتِهَا
قَالَ فَقُلْتُ لَا يَحْتَمِي لَصَنَعُونَ قَالُوا هَذَا كَانَ نَحْنُ نَحْيَتُهُ لِلْأَنْبِيَاءِ قَبْلَنَا فَقُلْتُ نَحْنُ أَحَقُّ

کو حکم دیا کہ وہ اپنے شوہروں کو کیا کریں کیونکہ شوہروں کا حق اپنی بیویوں پر بڑا حق ہے۔ (ابو داؤد۔ احمد)
(۶۸۲) معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ وہ شام تشریف لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ نصاریٰ
اپنے بزرگوں کو سجدے کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا تم لوگ یہ سجدے کیوں کرتے ہو
انہوں نے کہا کہ ہم سے پیشتر نبیوں کے سلام کرنے کا طریقہ یہی تھا میں نے کہا تو پھر ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سلام کرنے کے ان سے زیادہ حقدار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ان لوگوں نے اپنے نبیوں کے سر پر جھوٹ اسی طرح لگا دیا ہے جس طرح اپنی آسمانی کتابوں میں

اس کو سجدہ کرنا، چنداں مندرج نہ ہوتا کیونکہ وہ اس پر یہ عند کر سکتا تھا کہ قبر میں تو آپ زینہ نبیوں گے اور
اب تو زینہ موجود ہیں اس لئے اگر قبر پر سجدہ نہ کروں تو اب سجدہ کرنے سے کیا امر مانع ہے لیکن آپ کے سوال
سے کچھ ایسا مترشح ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حیات و وفات کے تغیر سے ان کی حدود تعظیم و تکریم میں شاید کچھ
زیادہ فرق نہیں پڑتا وہ وفات کے بعد بھی زائد حیات ہی کی طرح قائم رہتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کے دور میں
جب کوئی شخص مسجد نبوی میں دروازہ بلند کرتا تو اس کو تنبیہ کی جاتی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ تعظیمی آپ نے اپنی
حیات میں کسی جائز قرار نہیں دیا۔ رہا وفات کے بعد سجدہ کرنا تو یہ کسی کے نزدیک قابل تصور نہیں رہی نہ تھی۔ اس ممانعت
کو آپ سلسلے پر ایسے سے ذہن نشین کیا کہ سجدہ تعظیمی جو قدیم سے کیا جا رہا ہے وہ حقیقت حکومت کے دیباہوں کی
ایک رسم ہے اگر اسلام اس رسم کو برداشت کرتا تو سب سے پہلے زن و شوہر کے مابین برداشت کرتا کیونکہ انسانی
تعلقات میں چنانچہ حاکمیت و محکومیت کا رنگ سب سے زیادہ نمایاں ہے وہی رشتہ ہے۔ والدین اگرچہ بہت بڑا
حق رکھتے ہیں مگر حاکمیت اور محکومیت کا جو رنگ زن و شوہر کے درمیان ہوتا ہے وہ یہاں نہیں ہوتا۔ اسی لئے
سورۃ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو خاوا مضرب سمجھ کر سجدہ کرنا
مذکور ہے۔ بارگاہ نبوت اپنی ساری عظمتوں کے باوجود بارگاہ حکومت نہیں ہوتی بلکہ عہدیت کا ملکہ کا مظہر اتم ہوتی
ہے۔ اس کا سب سے بڑا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ عہد و مہود کے حقوق اور ان کے صحیح امتیازات اس طرح واضح
کروے کہ خدائی کی ساری عظمتیں معبود حقیقی کے لئے مخصوص ہو جائیں اور انسانی تعظیم و تکریم کے آداب بندوں
کے لئے باقی رہ جائیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کی تعظیم کردہ توحید کا نقشہ بھی صرف خیالی رہ جاتے۔ عملاً اس کو شرک
سے کوئی امتیاز باقی نہ رہے پس جو تعظیم سیرت اسلام میں نہیں اسے تو اسلام کے سرمت چمکاؤ اور چنانچہ
تعظیم کی اس نے اجازت دیدی ہے اس کا انکار بھی نہ کرو۔ یہ ہے راہ اعتدال۔

أَنْ نَضْمَرَ رِبِّيْنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَذَّبُوا عَلَيَّ أَنْبِيَائِهِمْ
كَمَا خَرَفُوا الْكَاذِبِينَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَبَدَ لَنَا خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ السَّلَامُ بِحَبِيبَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ رَحِمَاهُ أَهْمُ
(۶۸۳) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَكِنًا عَلَى عَصَا فَقَعَلَهُ
فَقَالَ لَا تَقُومُوا لِمَا تَقُومُوا إِلَّا عَاجِمٌ يُعْظِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا - (رحمہ! ابوداؤد)
(۶۸۴) عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَكَاؤَادًا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْبُدُونَ مِنْ كَرَاهِيَةٍ لِيَذِلَّ لَكَ (رحمہ! الترمذی) وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

تحریف کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر ہم کو سلام کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے اور وہ لفظ السلام (علیکم) ہے۔ یہ طریقہ اہل جنت کے باہم سلام کرنے کا ہے۔ (احمد)
(۶۸۳) ابوامامہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کا سہارا لے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ہم آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے فرمایا اس طرح مت کھڑے ہو اگر وہی طرح غم کے لوگ کھڑے ہو کر بعض بعض کی تعظیم کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)
(۶۸۴) انس کہتے ہیں صحابہ کی نظروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب و محترم نہ تھا۔ اس کے باوجود جب وہ آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ بات آپ کو ناپسند ہوتی ہے۔ (ترمذی)

(۶۸۳) عرب کی محبت بے تکلف اور مخلصانہ ہوتی ہے اس سے اسلام کے اخلاص میں فرق نہیں پڑتا۔
علم کی محبت پر تکلف ہوتی ہے اس میں اسلامی حدود کے ادھر ادھر سہٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے آپ نے ان کو تعظیم کی اسی منزل پر ہدایت دیا جہاں تک محبت بے لوث رہتی ہے اور عبادت کے ہم رنگ ہونے نہیں پائی کسی کے سامنے دست بستہ کھڑا رہنا کھڑے رہنے والوں کی بھی ایک نفسی حقیر ہے اور جس کے لئے تعظیم کی جائے اس کے حدود تعظیم سے بھی زیادہ بات ہے۔
(۶۸۴) سبحان اللہ! صحیح محبت اسی کا نام ہے کہ ارمو صالحہ ویرمہ بھری + فاترک ما ارمہ لما یرمہ
شاعر کہتا ہے کہ میں تو اپنے دل میں اس کے وصل کی ترپ رکھتا ہوں مگر وہ میرے فراق پر تڑپا ہوا ہے اب میری محبت کا فیصلہ یہ ہے کہ میں اس کی آرزو کے سامنے اپنی آرزو خاک میں ملا دوں اور شربت وصل کے بجائے تلخی فراق پیرا صبی ہو جاؤں۔
قیام فی نفسہ جائز ہے مگر جہاں جہاں جذبات محبت میں حدود سے تجاوز کرنے کا خطرہ پیدا ہو سکتا تھا۔ وہاں آپ نے اپنے جاں نثاروں کو ان کے جائز حسرت و ارمان نکال لینے کی اجازت بھی نہیں دی۔ اور ان کو یہ تلخ ٹھوٹھ اس لئے پلا دیئے کہ آئندہ کہیں امت کے نادیہ ہمیں اپنی فرط محبت میں تعظیم کی حدود سے نکل کر عبادت کی سرحد میں نہ کود پڑیں۔

(۶۸۵) عَنْ أَبِي خَزِيمَةَ أَنَّهُ بَرَى فِيمَا بَرَى النَّاسُ أَنَّكَ تَسْجُدُ عَلَى جَهَنَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَخْبَرَهُ فَأَصْطَحَمَ لَمْ يَدَعْ رُؤْيَاكَ تَسْجُدُ عَلَى جَهَنَّمَ بِرَأْيِهِ فِي شَهْرِ السَّنَةِ كَمَا فِي الشُّكْرِ
(۶۸۶) عَنْ عَائِشَةَ رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي نَعْيٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ بَعْدَ تَسْجُدِكَ فَقَالَ أَصْحَابُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ
فَنَحْنُ أَحَقُّ أَنْ تَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ أَعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَأَلْزَمُوا آخِلَاءَكُمْ وَلَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ
تَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْءَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ أَمَرَهَا أَنْ تَقِفَ مِنْ جَبَلٍ أَصْفَرَ

(۶۸۵) ابو خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک خواب میں یہ دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں یہ خواب آپ سے بھی ذکر کیا آپ لیٹ گئے اور فرمایا لو اپنا خواب پورا
کر لو، اس نے آپ کی پیشانی مبارک کے اوپر سجدہ کر لیا۔ (مشکوٰۃ شریف)
(۶۸۶) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہاجرین و انصار کی
ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ اونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا یہ دیکھ کر آپ کے صحابہ نے
کہا، یا رسول اللہ! آپ کو جب جانور اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں تو ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں کیا آپ
کو سجدہ کریں، آپ نے فرمایا اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو، اگر میں کسی کو یہ اجازت
دیتا کہ وہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے تو عورت کو اجازت دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کر لے
اگر اس کا شوہر اسے یہ حکم دے کہ وہ زرد پہاڑ کو سیاہ پہاڑ کی جگہ اور سیاہ کو زرد کی جگہ اٹھا کر رکھ دے

(۶۸۵) کسی کے دل کی حسرت اگر اس طرح پوری ہوتی ہے تو بھلا اس فیاض بارگاہ میں اس سے کیا
نفل ہو سکتا تھا، کتنی فروتنی فرمائی کہ کھڑے سے لیٹ گئے اور اپنے جسم کو بھی اسی خاک پر لٹا دیا جس پر وہ اپنے خدا
کو سجدہ کیا کرتا تھا۔ پھر اس سے کہا کہ اپنے خدا کو سجدہ کر خواہ اس زمین پر ہو یا اس جسم پر گویا سجدہ کا رخ بدلنے نہ
پائے مکان سجدہ خواہ کچھ رہے سہاں اشرہ کیسا خوش نصیب ہو گا جسے آج اپنے بزرگ و بزر خدا کے سجدہ کے لئے
وہ مکان ہاتھ آگیا جو عرض و کرسی سے بھی افضل تھا۔ جواب میں اس طرف اشارہ ہوا ہے کہ یہ صورت بھی صرف
روباہر مومن کی تصدیق کی خاطر گولہ کی گئی ہے حور نے جسے سجدہ کے لئے کوئی وجہ فضیلت نہیں۔ قربان جائے ان
صحابہ پر جنھوں نے یہ سارا باجوا دیکھا اور پھر کسی نے یہ درخواست نہ کی۔ دراصل وہ اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے کہ یہ صرف
ایک امتی کی دلداری ہے شریعت نہیں۔

(۶۸۶) اس حدیث میں آپ نے بڑے ایجاز و بلاغت کے ساتھ یہ بتا دیا کہ اخوت کا حق صرف تعظیم و تکریم
ہے عبادت نہیں۔ یہ صرف ایک ہی کا حق ہے اور اسی کے لئے بلا شرکت ادا کرنا چاہئے۔ ایک غیر مکلف جانور کے
سجدہ کی ایک مکلف انسان کو نفل اتارنا غلط ہے یہ اس کا سجدہ تھا جس سے شریعت کا کوئی خطاب نہیں

إِلَى جَبَلٍ آسُودَ مِنْ جَبَلٍ آسُودَ إِلَى جَبَلٍ أَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَفْعَلَهُ. (رحمہ اللہ)

(۶۸۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ الرَّجُلُ مَاتَ بِلُغَةِ أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَةٍ أَيْقُنَ لَهُ
قَالَ لَا قَالَ أَقْبَلْتُمْ وَتَقْبَلُهُ قَالَ لَا قَالَ أَقْبَلْتُ خَدَّيْهِ وَنَصَاحَتَهُ قَالَ نَعَمْ (رحمہ اللہ)

النہی عن اتخاذ قبور الصالحین مساجد ليقاد السرج علیہا

(۶۸۸) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي

تو اس کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اس کام کے لئے بھی تیار ہو جائے۔ (مسند امام احمد)

(۶۸۷) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہؐ اگر ہم میں ایک شخص اپنے بھائی
یا دوست سے ملے تو کیا اس کی تعظیم کے لئے جھک سکتا ہے فرمایا نہیں۔ انہوں نے کہا اچھا تو کیا اس کو چپ کر دینا
فرمایا اس کی بھی کیا ضرورت ہے پھر انہوں نے پوچھا کیا اس سے ہاتھ ملا کر صاف کر سکتا ہے فرمایا اس میں مضائقہ نہیں (ترمذی)

بزرگوں کی قبروں کو سجدے کرنے اور ان پر چراغ جلانے کی ممانعت

(۶۸۸) عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے خدا یا میری قبر کو

اور یہاں بحث اس کی ہے جس کی ایک ایک جنبش کرنا کاتبین کے قلم کے پیچھے ہے۔ اسوہ صحابہؓ چھوڑ کر اسوہ حیران اختیار
کرنا ان فی عقل کا کام نہیں۔

(۶۸۷) اسلام نے مسرت و غم اور تعظیم و تکریم سب کی حدود مقرر فرمائی ہیں بندگی ان کی پابندی ہی میں
جوان حدود سے جتنا باہر گیا یقین کر لو کہ اس نے اتنے ہی اپنے حدود بندگی توڑ ڈالے۔ اگر وہ اس پر غور ہے
تو یہ اس کی نادانی ہے۔

(۶۸۸) غضب الہی کا مشہور مورد فرقہ یہود ہے حتیٰ کہ مغضوب علیہم ان کا ایک لقب بن گیا ہے پھر نصاریٰ
بھی ان ہی کے نقش قدم پر چل پڑے اور چونکہ انبیاء یہود ان کے نزدیک بھی قابل احترام تھے اس لئے انہوں نے
بھی اس بد عملی میں ان کی نقل اتاری اور جب کبھی ان کے کسی بچے آدمی کا انتقال ہوا تو انہوں نے بھی ان کی قبر کو
مسجد بنانے کا وہی دستور جاری رکھا اسی لئے حدیث میں جب خاص نصاریٰ کی گمراہی کا ذکر آتا ہے تو رجل صالح
کا لفظ آتا ہے اور جب خاص یہود کا ذکر آتا ہے تو صرف انبیاء کا ذکر آتا ہے اور جب ان کی مشرک گمراہی کا حال مذکور ہوتا
ہے تو انبیاء اور صالحین دونوں کا ذکر ہوتا ہے جیسا کہ الفاظ ذیل سے ظاہر ہے اس کے علاوہ راوی کے
توسعات ہیں۔

وَسَيُؤْتِيهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ غَيْرًا (رواہ مالک مسلام)
 (۶۸۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهِ
 كَيْفَ سَقَتْ لَهَا مَارِيَةً وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ أَتَا رِضَ الْخَبَشَةِ فَنَزَلَتْ مِثْلَ
 حَبِيبَةٍ وَتَصَارِفَ فَرَقَمَ رَأْسَهُ فَقَالَ أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ فِيهِمْ الرَّجُلُ الصَّالِحُ نَزَلَ عَلَى قَبْرِهٖ
 مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ أُولَئِكَ شَرُّ رَاحِلَتِي النَّاسِ (متفق عليه)
 (۶۹۰) عَنْ جَدُّكَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْآلُ وَالِدَانِ مَنْ كَانَ

ایک بت نہ بنا دینا کہ اس کی عبادت کی جائے۔ خدا بقا الی کا عرصہ ان لوگوں پر بھڑک اٹھا جنہوں نے
 اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا ڈالا۔ (مالک)
 (۶۸۹) حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے تو آپ کی
 بعض بیویوں نے اس گرجے کا قصہ ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا۔ یہ گرجہ حبشہ میں تھا اور حضرت ام سلمہؓ اور
 حضرت ام حبیبہؓ پہلے وہاں جا چکی تھیں جب انہوں نے اس کے حسن و خوبی اور تصویروں کا حال بیان کیا
 تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا وہ لوگ تھے کہ جب ان میں کسی تک آدمی کا انتقال ہو جاتا تو
 وہ اس کی قبر پر ایک مسجد بنا دیتے اور اس میں ان کی تصویریں دیتے تھے یہی لوگ خدا کی مخلوق میں
 سب سے برتر مخلوق ہیں۔ (متفق علیہ)

(۶۹۰) جذب بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے

(۶۸۹) حضرت ام حبیبہؓ و حضرت ام سلمہؓ اپنے اپنے پہلے شوہروں کے ساتھ کہ مکر سے ہجرت کے حبشہ
 چلی گئی تھیں۔ حضرت ام حبیبہؓ کے شوہر کا تو وہیں انتقال ہو گیا تھا پھر شاہ حبشہ نے ان کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا تھا
 اور ان کا ہر بھی اپنی جانب سے ادا کر کے ان کو آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ کے شوہر کا انتقال
 وہاں سے واپس آکر ہوا ہے اس کے بعد وہ آپ کے مکمل میں آگئیں تھیں۔ اس تقریب سے ان دونوں نے کئی بار یہ
 دیکھا تھا۔ مرنے کی خاطر داری میں عام طور پر متفرق پاؤں کا تذکرہ کیا جا چکا ہے اسی طرح آپ کی منزل میں اس کا ذکر بھی
 آگیا تھا مگر خدا کے مقدس رسول کو جس بات سے سب سے زیادہ دلچسپی تھی وہ خدا تعالیٰ کے بندوں کو شرک سے نجات
 دلانا تھا اس لیے آپ کی زبان اپنی حیلة کے آخری لمحات تک جس امر کے لیے تھیں اختیار نہ کر رہی تھیں وہی خدا کی وحید تھی۔

(۶۹۰) ابتداء میں ان بزرگوں کی نصائح پر گرجوں میں محض خبر کا رکھی جاتی تھی پھر رفتہ رفتہ جاہلوں نے ان کی
 عبادت بھی شروع کر دی اور ان کی قبروں پر اس طرح مسجدیں بنائیں کہ جب سجدہ کوئے تو سجدہ ان کی طرف ہوتا
 تھا۔ پہلی امتوں کے ہر مذہب کا رتبہ دیکھ کر آپ نے اپنی امت کو اپنی حیات کے آخری سال تک تذکرہ بالا
 الفاظ میں اس کی سخت ممانعت فرمائی۔ پھر بعد میں یہ اہتمام کیا گیا کہ آپ کی قبر مبارک کو کھلا ہوا نہیں رکھا گیا۔

قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وُصَايَاهُمْ مَسَاجِدَ ۚ أَلَا فَتَنْخِذُوا الْقُبُورَ
مَسَاجِدَ لِي أَنُفِثَ لَكُمْ عَنْ ذَٰلِكَ ۚ (سورہ مسلم)

(۶۹۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَاوِرَاتِ الْقُبُورِ
وَالْمُتَخَذِينَ عَلَيْهِمَا الْمَسَاجِدَ وَالشُّرُجَ. (رواہ ابو داؤد و الترمذی و النسائی)

النبی عن کسوة الحجارة والطين

(۶۹۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي غَرَامَةٍ فَاخْتَدَتْ مَطَا
سَكْرَتُهُ عَلَى الْبَابِ فَلَمَّا قَدِمَ قَرَأَ الْقُطْعَةَ بِهٖ حَتَّى هَتَكَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَمْ

بنورس لو کہ تم سے بیشتر امتیں اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا کرتے تھے۔ دیکھو تم
قبروں کو مسجدیں نہ بنانا میں تم کو اس حرکت کی سختی سے مانعت کئے جاتا ہوں۔ (مسلم)
(۶۹۱) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہر
جو قبروں پر جاتی ہیں اور حجاج کران کو سجدے کرتی اور چراغ جلاتی ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

گارے اور تھپڑوں کی تعمیر چاروں ڈالنے کی مانعت

(۶۹۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ کے لئے تشریف
لے گئے تھے۔ میں نے آپ کے پیچھے ایک نقشین چادر لیکر دروازہ کے اوپر ڈال دی جب آپ تشریف لائے

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر جاہلوں کی بالغۂ آمیزی کا خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر مبارک کھول دی جاتی پھر
جب مسجد مبارک اور وسیع کی گئی تو یہ احتیاط غلطی کی گئی کہ اس کے ارد گرد مہ اندراج مطہرات کے چھروں کے ایک
چاندیواری بھی کھنچوا دی گئی تاکہ ان کی جانب سجدہ کی کوئی صورت ہی نہ رہے۔ سلف نے تو اتنی احتیاطیں بریں مگر
افسوس کہ امت کے ناخلف افراد نے یہ کمال دکھایا کہ جب تک زیارت کے وقت اس عمارت ہی کی طرف سجدہ نہیں
کر لیتے ابھی حاضری بیکار سمجھتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کل اس رسول عربی کعبہ کیا حجاب دیں گے جس نے جیسے ہی لپٹے لئے
کسی کا کھڑا ہونا بھی پسند نہیں فرمایا اور دھنسا سے چلتے چلتے یہ ہدایت کردی کہ دیکھنا پہلی استر کی طرح تم میری قبر کو
سجدہ نہ کرنا۔ واللہ المستعان علی ما تصفون۔

(۶۹۲) سوچو کہ اگر اپنی جات میں آپ کو اپنے گھر کی درودیلواری کی یہ زینت پسند نہ آئی تو کیا یہ زینت وفات
کے بعد اپنی قبر کی پسند آسکتی ہے پھر آپ نے اس کو بھاڑ ڈالنے پر ہی کفایت نہیں فرمائی بلکہ اس کی نوبت کو اس طرح

يَا مَرْكَأَ أَنْ تَكْسُرَ الْجَارَةَ وَالطَّيْنَ. (متفق علیہ)

(۶۹۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ لَنَا كَحْلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَظْلَمَ عَلَيْنَا مَصْعَبٌ مِنْ غَمٍّ

اور آپ نے وہ چادر پٹی ہوئی دیکھی تو اس کو کھینچ کر بھاڑ ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھر اور گارے کو لباس پہنایا کریں۔ (متفق علیہ)

(۶۹۳) محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث اس شخص نے ذکر کی ہے جس نے خود حضرت علیؑ کو مشاہدہ کیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر آئے تھے اس وقت ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی جس میں چوڑے کا پوند لگ رہا تھا

واضح بھی فرمادیا کہ جو نعمت لباس ہمارے باپ آدم کو ٹہری آہ و زاری کے بعد میرا آئی تھی کیا وہ اس قابل ہے کہ اس کو سب سے ذلیل مخلوق کی خدمت کو دیا جائے یعنی انہوں اور پتھروں کے۔ بالخصوص جبکہ اس میں اس قوم کے ساتھ پوری پوری مشابہت بھی پیدا ہوتی ہو جو اسی طرح جن کو بغرض تعظیم مزین کیا کرتی تھی جہاں عمل شرک کا سوداں شریعت نیتوں کا فرق نہیں کرتی۔ ظاہر ہے کہ یہاں حضرت عائشہؓ کی نیت نہ تو پتھروں کی تعظیم تھی اور نہ ان کی نیت، بلکہ آپ ہی کی تعظیم اور آپ ہی کی خوشنودی مطلوب تھی۔ مگر خدائے تعالیٰ کے رسول ایسی تعظیم سے کبھی خوش نہیں ہوتے جو بے مبنی ہونے کے ساتھ ان کی حدود و تعظیم سے متماثل و امثال شرک سے ملتیں ہوں۔ اس کے بعد اب یہ انصاف تم ہی پر ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے سب سے برگزیدہ نبیؐ اپنے گھر کی دیواروں پر چادریں لٹکا تے پسند نہیں فرمائیں تو کیا اس کی امت کے برگزیدہ افراد اپنی قبر پر بیش قیمت دوشالے پڑے ہوئے دیکھنا پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ انبیاء پر کرام اور اولیاء اللہ کے ساتھ ایسی بجا عقیدت نہ رکھیں جو ان کے لئے موجب تکلیف و ندامت ہو۔

صحیح حدیث میں موجود ہے کہ قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سفارش کرنے کیلئے عرض کیا جائیگا تو وہ ان الفاظ میں معذرت فرمائیں گے: "انی عبادت من دون الله" مجھے تو ایک قوم کی قوم خدا کے سوا معبود بننے کی بھی ہے اس میں غلطی اگر میرا سرا سرائی کی ہے مگر چونکہ وہ ہے میری امت اس لئے ان کی غلطی سے آنکھیں میری نیچی ہیں۔ عیسائی اس خراب میں مبتلا ہیں کہ وہ عیسیٰ پرستی سے اپنی محبت کا حق ادا ان کا تقرب حاصل کر رہے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ وہ سرا سرائی کی حق تلفی اور عیسیٰ علیہ السلام کی ایذا و رسائی کے جرم کے مرتکب ہیں۔ افسوس اس امت پر جو آخر میں اس لئے آتی تھی کہ پہلی امتوں کی گمراہیاں سن سکر ان سے احتراز کرے مگر وہ چانت چھانت کر ان میں ایک ایک کو اختیار کر رہی ہے۔ صدق اللہ و رسولہ لستعین من من قبلکم مشاہد شد و ذرا عا بدلاء۔

(۶۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی پوشش کا دستور آپ کے زمانہ میں بھی تھا اور یہ اسی کی صورت سمجھی جاتی تھی جس طرح خدا تعالیٰ کی ذات پاک کی تعظیم بندوں کی تعظیم سے متماثل تھی اسی طرح اس کے گھر کی تعظیم بھی بندوں کے گھر کی تعظیم سے علیحدہ تھی۔ قبروں کے اور چادریں چڑھانے کا تو وہاں کوئی تخیل ہی نہ تھا آپ نے اپنے اہل بیت سے اپنی محبوب ترین بہنیاں سپرد خاک کیں حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کے متعلق تو یہ فرمایا کہ اگر مجھے ان کی مشیرہ کا خیال

مُوتِ الشَّيَاطِينُ فَلَمَّا رَآهَا كَانَ سَعِيدٌ يَقُولُ لَا أَرَاهَا إِلَّا هَذِهِ الْأَقْقَاصُ الَّتِي يَسْتُرُ
النَّاسُ بِاللِّدَائِبِ كَجِر - (مسند ابوداؤد)

(۶۹۵) عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ الْأَسَدِيِّ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي هَاشِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ تَدْعُ وَمَا لَكَ إِلَّا هَسْتُهُ وَلَا تَقْرَأُ مِثْرًا إِلَّا أَسْوَيْتَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
(۶۹۶) عَنْ أَبِي مُرَّةٍ الْغُبَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْجُسُوا
عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا - (مسند مسلم)

جن کو اس نے خوب فرہ کر رکھا ہے اور ان میں سے کسی ایک پر بھی سوار ہونے کی نوبت نہیں آتی اور اپنے ایک
ایسے خستہ حال بھائی کے پاس سے گذرتے ہیں جس کی سواری ہلاک ہو چکی ہے اور اس غریب کو سواری کیلئے
نہیں دیتا۔ گئے شیاطین کے مکانات وہ میں نے نہیں دیکھے۔ سعید راوی حدیث کہتے تھے میرے خیال
میں ہوں نہ ہوں یہی تجربے سے کجاوہ ہیں جن کو لوگ ریشم ڈال کر فرین کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

(۶۹۵) ابوالہیثم اسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علیؑ نے فرمایا کیا میں تم کو بھی اسی خدمت پر
مأمور کر دوں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مامور فرمایا تھا وہ یہ تھی کہ جس تصویر کو دیکھو اسے شادمانا
اور جس قبر کو اور نہ دیکھو اسے بچا کر دینا۔ (مسلم)

(۶۹۶) ابومرثد غنوی روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دیکھو قبروں پر
نہ تو بیٹھا کرو اور نہ ان کو سامنے کر کے نماز پڑھا کرو۔) (مسلم)

لوگوں کی جرم بھی نہیں ہے مگر ہاں رسوم شرک سے بہت کچھ مشابہت پیدا ہو رہی ہے خوب سن لو اس کی جاہد ہی ہرگز ان بدگوئیوں کو
نہیں ہو سکتی جنہوں نے اپنی ساری زندگی ایک ٹہنی ٹہنی میں گزار دی ہر اس کا جو لبان کو دینا ہے جعفرؑ ان کی وفات کے بعد جعفرؑ فرشتوں کو
فرماتا ہے۔

(۶۹۶) قبروں کے معاملہ میں متوسط تعلیم ہے جو مردوں کی قبریں اور ان کی حد سے متجاوز تعلیم دونوں سے خالی ہے ان میں
ایک خرافہ تو ہے توحید کا تقاضا نہ تو یہ ہے کہ اس کی قبر کی بلا وجہ قبرین کی جانے اور اس میں اتنا عمل قابلِ عمل ہے کہ قبر کی
طرح اس کو بننے رکھ کر اس کی طرف تازی ادا کی جائیں۔ افسوس کہ دنیا میں متوسط تعلیم کو بھی قائم نہ کر سکے کی یا تو اس نے قبروں کو
کھود کر بھینک ڈالا اقتضا توحید سمجھا یا پھر اس کی طرف نہ کر کے تازی پڑھا بھی خلاف توحید نہ جانا بلکہ قبروں کو سجدہ کرنا اور
ان پر عجا کر چراغ جلا نا فخر و واجب کے درجہ پر کھڑا کیا۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ جس کی قبر میں عمل کی روشنی نہ ہو اس کی قبر پر چراغ
کی روشنی کرے کیا مائل کر۔ پہلی حدیث میں قبروں کے بچاؤ کا مطلب۔ تو اگر ان کو سارے دنیا میں کی سنت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی قبر مبارک کو صحابہ کرام جمع زمین سے ایک بالشت اوٹھا لیں رکھتا۔ ابد لوگوں کی روایت میں قاسم بن محمد اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں
کہ میں نے جعفر خرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو جاکر دیکھا تو وہ بالکل زمین کے برابر تھی۔ افراط و تفریط کے دونوں رستے
غلط ہیں۔ مگر قبروں کے متعلق جمہور حکام بیان کئے گئے ہیں ان کی ادائیگی کی صورت کیا رہتی۔

الصلوة حين يعبد الكفار تشب من يعبد غير الله

(۶۹۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الصَّنَائِجِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَ الْشَّمْسُ تَطْلُعُ وَمَعَهَا قَرْنُ الشَّيْطَانِ فَإِذَا ارْتَفَعَتْ فَأَرَقَهَا نَفْثًا أَسْوَدُ فَأَرَقَهَا نَفْثًا فَإِذَا أَرَلَتْ فَأَرَقَهَا نَفْثًا لَلْغُرُوبِ فَإِذَا اشْرَبَتْ فَأَرَقَهَا نَفْثًا وَهِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پڑھنی غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے

(۶۹۷) عبد اللہ صناعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آفتاب نکلے تو اس وقت اس کے ساتھ شیطان ہوجاتا ہے پھر جب آفتاب بلند ہوجاتا ہے تو وہ اس سے علیحدہ ہوجاتا ہے۔ جب آفتاب ٹھیک درمیان میں آجاتا ہے تو پھر وہ اس کے ساتھ ہوجاتا ہے اور جب ڈھل جاتا ہے تو پھر اس سے علیحدہ ہوجاتا ہے۔ جب غروب ہوئے لگتا ہے تو پھر وہ آجاتا ہے اور جب آفتاب غروب ہوجاتا ہے

(۶۹۷) سنت میں قرن کے متعدد معانی مذکور ہیں۔ امام ابن قیمؒ اپنی کتاب تلویل مختلف الحدیث میں لکھتے ہیں کہ یہاں اس کے معنی جانبیں رأس کے ہیں اسی محاورہ کے مطابق وہ حدیث ہے جو مشرق کی مذمت کے بارے میں آئی ہے من مہنا یطلم قرن الشیطان یعنی اس سمت سے شیطان کا سر ظاہر ہوگا۔ (یعنی اس کے فتنہ کا آغاز ہوگا) یہاں بھی قرن کے معنی سینگ کے نہیں بلکہ جانب رأس ہی کے ہیں اور اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے ہم کو اس حقیقت کی اطلاع دی ہے کہ آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت چونکہ کھالاس کو سجدہ کرتے ہیں اس لئے شیطان اس کے ساتھ اس طرح رہتا ہے کہ آفتاب اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہے اس لئے شریعت ہم کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان اوقات میں نماز نہ پڑھا کریں کیونکہ ان اوقات میں کفار آفتاب اور شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ تمام حقیقت ایک غیبی حقیقت ہے اگر عقل کے نزدیک اس میں کوئی امر قابل انکار ہو تو ہم اس کی تائید کر لیتے۔ لیکن جب عقلاً ممکن ہے اور شریعت میں اس کی اطلاع دیتی ہے تو جان اس کے احواد پر اور غیبی حقائق تسلیم کی گئی ہیں یہ حقیقت بھی تسلیم کر لینی چاہئے۔ (ص ۱۵۵ و ۱۵۶)

جس گرجا میں تصویریں ہوں اس میں نمازیں پڑھنے کی ممانعت کے ذیل میں مانتا ہوں تیسرے لکھتے ہیں: قال المصلیٰ فیہا منشاہ لمن یعبد غیر اللہ وان کانت یتیم الصلوۃ کما ان المصلیٰ عند طلوع الشمس وعند غروبها لما لا یبر من یعبد غیر اللہ فی حق ذلك سد الذریعہ۔ (کتاب الحج علی المکرمی ص ۳۰) جو شخص بتصویر گرجا میں نماز پڑھتا ہے وہ اس شخص کے مشابہ ہوجاتا ہے جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اگرچہ اس کی نیت نازی کی کیوں نہ ہو اسی طرح وہ وہ شخص بھی جو آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھتا ہے وہ بھی غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے مشابہ بن جاتا ہے اس لئے مسند لہ کے لئے ان اوقات میں بھی شریعت نے نماز ادا کرنے کی ممانعت فرمادی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ جو قوم بھی کسی غیر اللہ کی عبادت کرتی ہے وہ حقیقت وہ شیطان ہی کی عبادت کرتی ہے چنانچہ مشرکین میں ایک جماعت فرشتوں کی عبادت کی قائل تھی وہ بزم خرویدی سمجھتی تھی کہ وہ فرشتوں کی عبادت کر رہی ہے مگر حقیقت

عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ جِنَّةً يَنْسِفُهَا اللَّهُ فَإِذَا أَقْبَلَ النَّفْسَ فَصَلَّى فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ
مَحْضُورَةٌ حَتَّى تَصِلَ الْعَصْرُ ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ
بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ وَجِنَّةٌ يَنْجُدُ لَهَا الْكَفَّارَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالُوا صَوِّءٌ حَدَّثَنِي
عَنْهُ قَالَ مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يَغْرُبُ وَطُغُوهُ وَيَسْتَفْشِقُ فَيَسْتَفْشِرُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَحِيمٌ
فَفِيهِ وَخِيَا شَيْئِهِ ثُمَّ إِذَا هَسَلُ وَحُجَّهَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَحِيمٌ مِنْ
أَحْرَافِ بَحِيَّتِهِمْ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَسْفَلِهَا
وَالْمَاءُ ثُمَّ يَمْسُحُ رَأْسَهُ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَغْسِلُ
قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَسْفَلِهَا مَعَ الْمَاءِ فَإِنَّ هُوَ

ناز میں خدا تعالیٰ کے فرشتے آتے اور شریک ہوتے ہیں اس کے بعد نماز نہ پڑھو کیونکہ اس وقت
دورخ دہکائی جاتی ہے جب سایہ ڈھسل جائے تو پھر نماز پڑھ سکتے ہو یہاں تک کہ عصر کی
نماز سے فارغ ہو جاؤ کیونکہ اس نماز میں فرشتے آتے اور شریک ہوتے ہیں پھر جب تک آفتاب غروب
نہ ہو جائے نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ آفتاب غروب نہ ہو لے کیونکہ جب وہ غروب ہوتا ہے تو شیطان کے
سر کی دو جانبوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اسی وقت کافراں کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر میں نے
عرض کیا یا نبی اللہ اچھا وضو کے ثواب کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے۔ فرمایا تم میں جو شخص بھی اپنے وضو کے لُٹ
پانی لے کر وضو کرتا اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتا ہے تو اس کے منہ اور اس کے نغصوں کی
ساری کوتاہیاں نکل کر گر جاتی ہیں پھر جب اس کے بعد شریعت کے حکم کے موافق منہ دھوتا ہے تو پانی کے
ساتھ ساتھ اس کے چہرہ کی کوتاہیاں بھی اس کی ڈاڑھی کے کناروں سے ٹپک جاتی ہیں اس کے بعد جب
کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کی انھلیوں کے پوروں سے اس کے ہاتھوں کی
کوتاہیاں بھی نکل جاتی ہیں پھر جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کی کوتاہیاں بھی پانی کے ساتھ اس کے بالوں کے
کناروں سے نکل جاتی ہیں پھر جب وہ اپنے دونوں پیر ٹخنوں تک دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے پیروں کی

دورخ کے دعا سے بند کر دیے جاتے ہیں۔ بندوں کے اعمال نے آسمان پر اٹھنے جلتے ہیں اور فرشتوں کا نزول ہوتا ہے
اسی طرح طاغوتی مظاہروں کے بھی کچھ مخصوص اوقات مقرر ہیں شریعت نے اوقات رحمت کی اطلاع دیکر ان میں عبادت کی ترغیب
دی ہے اور اوقات شیطان میں نمازوں سے روک دیا ہے اس کے برخلاف شرک و مباح میں ٹھیک ان ہی اوقات کی ترغیب دی گئی ہے
جن میں شیاطینی طاقتوں کا هجوم ہوتا ہے اس روحانی اعانت و مدد کی وجہ سے دونوں جگہ پر دھم کے عبادت گزاروں کو اپنی اپنی
عبادتوں میں قرب لطف حاصل ہوتا رہتا ہے اور اپنے اپنے مذاق کے موافق جدا جدا دوپہار سے آفتاب قبولیت سمجھے رہتے ہیں۔

قَامَ فَصَلَّى مُحَمَّدٌ اللَّهُ وَإِثْنِي عَلَيْهِ وَبَعْدَهُ بِاللَّيْلِ هَوَلَهُ أَهْلُهُ وَقَرَعَ قَلْبَهُ
 لِلَّهِ إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ حَظِيئَتِهِ كَيْفَ شِئَ يَوْمَئِذٍ لَدُنَّ أُمَّهُ (سرواہ مسلم)

النهى عن الصلوة الى السترة

(۶۹۹) عَنْ ابْنِ الْمُنَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يُصَلِّيَ إِلَى غُرُودٍ أَوْ عَمُودٍ وَلَا شَجَرَةٍ إِلَّا جَعَلَهُ عَلَى حَاجِبِهِ إِلَّا يَمِينًا أَوْ إِلَّا يَسْرًا
 وَلَا يَضُمَّدُّ لَهُ صَمَدًا ۱- (سرواہ ابوداؤد)

کو تاہیاں اس کے پیر کی انگلیوں کے پروں سے نکل جاتی ہیں اب اگر کہیں وہ کھڑا ہو گیا اور نماز
 بھی پڑھ لی اور سبحانک اللہم پڑھ کر خدا کی حمد و ثنا کی ایسی حمد و ثنا جس کا وہ مستحق ہے اور اپنا
 دل اللہ کے واسطے خالی کر لیا تو جب وہ نماز سے فارغ ہو گا تو گناہوں سے ایسا پاک صاف
 ہو گا جیسا اپنی ماں سے پیدائش کے دن پاک صاف تھا۔ (مسلم)

نماز کی حالت میں سترہ ٹھیک سامنے رکھنے کی ممانعت

(۶۹۹) مقداد بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی لکڑی یا
 ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو ہمیشہ یہی دیکھا کہ آپ اس کو اپنے دائیں یا بائیں جانب
 کر لیا کرتے تھے اور اس کو ٹھیک اپنے سامنے نہ رکھتے۔ (ابوداؤد)

بت کا بھاری گھنٹی بجا بجا کر اس کی آواز میں مست ہے اور ایک معبود حقیقی کا عبارت گذار، مؤذن کی مدائے اللہ اکبر میں
 سرشار ہے۔ انبیاء علیہم السلام اشریف الاکرام اس التماس کو رد کر دیتے ہیں اور خود حقیقی کا ایسا نہ ملادیتے ہیں کہ ہر سولے
 احد احد کے ندل میں کسی کی ساتھی رہتی ہے نہ زبان پر کسی کی گنجائش اکثر مقامات پر طریقت نے صرف امر و نہی پر کفایت کی ہے
 لیکن انسانی معرفت اللہ اس کی علمی ترقی کے لئے جہاں کسی باطنی علت تہذیب فرمائی ہے وہاں ہی نادان انسان اور انجہا گیا ہے۔
 اب سوچو کہ اگر تمہارے خیال کے موافق شریعت ہر جگہ اسباب و علل کو واضح کر جاتی تو تمہاری ضدی طبیعت اعتقاد تسلیم کے
 بجائے جنگ و جدل کے کتنے راستے تلاش کر لیتی۔

(۶۹۹) کسی چیز کو ستر بنا کر سامنے رکھ لینا بھی شرعی مصلحت کی بنا پر ضروری تھا مگر اس سے پہلے یہ ضروری تھا کہ غیر اللہ
 کے لئے سجدہ کرنے کی عادی قوم اسلام میں پھر اس نقشہ کو کہیں نہ دیکھنے نہ پائے اس لئے اس مصلحت کے قائم رکھنے اور اس مضعدہ
 سے بچنے کے لئے یہ صورت جو نزدیک لگی کہ ستر تو ہے مگر اس کو دائیں بائیں کر لیا جائے تاکہ جس جگہ معبود حقیقی کے لئے سجدہ ادا
 کیا جا رہا ہے وہاں اسی کا تصور برآوردہ نہ ہو۔

النهي عن عتق بعض العبد لئلا يكون فيه شركا لله عز وجل

(۷۰۰) عَنْ أَبِي الْمَلِیحِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَخْتَنَ شَقِصًا مِنْ غُلَامٍ فَذَكَرَ ذَلِكَ الْمَلِكُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَيْسَ اللَّهُ بِشَرِّكَكَ فَأَجَازَ عَتَقَهُ - (رواه ابو داؤد)

ترك الصلوة من غير عذر كفر

(۷۰۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْكُفْرِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ (رواه مسلم)

ناتمام غلام آزاد کرنے کی ممانعت کیونکہ اس میں غلام کی مالکیت میں اللہ تعالیٰ کی ساتھ شرک کا شبہ پڑتا ہے

(۷۰۰) ابوالملیح اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کیا اور اس کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کیا آپ نے فرمایا اللہ کا شریک کوئی نہیں یہ کہہ کر اس کے پورے غلام کی آزادی کا حکم دیدیا۔ (ابوداؤد)

کسی عذر کے بغیر نماز قضا کر دینا کفر ہے

(۷۰۱) جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باندہ اور کفر کے درمیان واسطہ صرف نماز چھوڑ بیٹھنا ہے۔ (یعنی ادھر نماز چھوڑی، ادھر کفر کی سرحد میں داخل ہوا) (مسلم)

(۷۰۰) توجید کی منزل جتنی قطع ہوتی جاتی ہے۔ شامہ مسلم کفر و شرک کی بدبو سونگنے میں اتنا ہی ہلو نماز کہ ہوتا چلا ماہیوں تک جتنی کہ اس کی طبعی نفرت کا عالم یہ ہو جاتا ہے کہ کسی امر سے نفرت پھیلانے کے لئے اس کے ماننے فکر کا نام آجانا ہی کافی ہوتا ہے اس مرحلہ پر پہنچ کر اس کے حق میں کسی امر کی نفرت یا رغبت دلانے کا سب سے زیادہ اثر طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو یہ بتا دیا جائے کہ فلاں بات میں شرک کی بو ہے اس فلاں میں نہیں۔ دیکھتے یہاں حدیث مذکور میں چلا شرک کی کیا بات تھی لیکن شریعت کو منظور یہ تھا کہ اس کے ہاتھوں سے اس کا بقیہ ملوک غلام بھی آزاد کرادیا جائے مگر اس طرح آزاد کرادیا جائے کہ اس کی طبیعت پر ذرا میل نہ آنے پائے بلکہ وہ خود ہی اس کے آزاد کرنے کیلئے مضطرب ہو جائے اس لئے جو تعبیر اس کے سامنے اختیار کی گئی وہ یہ تھی کہ تیرے اس عمل میں میرا عجب یہ ہے کہ اب اس کی ملکیت میں تو اور خدا دونوں شریک بن گئے۔ اودھا تیرا اودھا اس کا۔ کہا تیری غیرت توجید اپنے لئے یہ شرکت بدداشت کر گئی کہ اس کو یہ کالطف آپ اس وقت تک ہرگز نہیں اٹھا سکتے جب تک آپ کی نظر میں معظرات شرعیہ مکروہات طبعیہ جگہ نہ آجائیں۔

ذوق اس بادہ نہ دانی بخدا تاناہ چشی

(۷۰۲) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ لَا تَشْرَبَ إِلَّا بِاللهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعَتْ وَخَرَجْتَ وَلَا تَنْتَرِفَ صَلَوةً مَكْتُوبَةً مُتَعِدًّا أَتَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعِدًّا أَفَقَدْ بَرِئْتَ مِنْهُ الِذِي مَتَّهٌ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ - (رواه ابن ماجة)

(۷۰۳) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَيْبَةَ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرُونَ شَيْئًا مِنْ الْأَعْمَالِ تَرَكُهُ كَفَرًا غَيْرَ الصَّلَوةِ - (رواه الترمذی)

(۷۰۴) عَنْ بَرِيدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَوةُ مِمَّنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ - (رواه احمد والترمذی - والنسائی وابن ماجة)

(۷۰۲) ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب زیادہ محبوب ہستی نے مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ دیکھ خدا تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تیری بوٹی بوٹی اڑا دی جائے یا تجھے جلا کر خاک بھی کر دیا جائے اور کوئی فرض نماز جان بوجھ کر ترک نہ کرنا کیونکہ جو قصد نماز قضا کرے اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اور ایک بات یہ نہ بھولنا کہ شراب ہرگز نہ پینا کیونکہ وہ تمام گناہوں کی کنجی ہے۔ (ابن ماجہ)

(۷۰۳) عبد اللہ بن شعیق بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پھر نماز کے کسی اور چیز کو ایسا نہیں سمجھتے تھے جس کا چھوڑ دینا کفر ہو۔ (ترمذی)

(۷۰۴) بریدہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوردان کے درمیان جس چیز کی بنا پر عہد ہے وہ نماز ہے تو جس نے نماز چھوڑ دی اب (اس سے عہد باقی نہیں رہا) وہ کافر ہو گیا۔ (نسائی)

(۷۰۴) اس حدیث میں شرب خمر اور ترکِ صلوٰۃ کو ایک ہی جگہ ذکر کیا گیا ہے شراب تمام برائیوں کی کنجی ہے اور نماز تمام برائیوں پر قفل ہے جس نے نماز پابندی کے ساتھ شروع کر دی اس نے گویا برائیوں کے دروازوں پر قفل ڈال دیا۔ آیت ذیل میں تانکی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے ان الصلوٰۃ تنهى عن الفحشاء والمنکر۔ اس کے برخلاف شراب کی خاصیت ہے اس بیان سے ان دونوں کے درمیان مناسبت بھی ظاہر ہو گئی۔

(۷۰۴) بعض علماء کا خیال ہے کہ یہاں ضمیر کا مرجع منافقین ہیں جو کہ یہ جماعت دراصل کافر تھے مگر مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں شریک بھی رہتی تھی اس لئے اس بدشغل کے بعد ان کو کھلا کافر کہنا آئین اسلام کے تحت نہ آ سکتا تھا، جب ان سے یہ عمل چھوٹ جائے تو اب ان کے کافر کہنے میں کوئی امر مانع نہیں رہتا۔ عقیدہ کے لحاظ سے تو وہ پہلے ہی کافر تھے اب عمل کے لحاظ سے بھی کافر ہو گئے لہذا اب ان کے جان و مال کے احترام کا جو عہد تھا وہ ختم ہو جاتا ہے اور ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جو ایک کافر کے ساتھ ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا جو نقشہ ہے اس کے مطابق تو ان حدیثوں میں کوئی اشکال ہی نہیں اس میں دوسری قسم کی جامعیت نظر آتی ہیں جتنی مومن یا کافر کافر کو نماز سے تعلق ہی کیا ہو سکتا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صلوٰۃ آئندہ)

النهی عن اطراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طراء النصارى بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۷۰۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَطْرُؤُنِي كَمَا أَطْرَتْ
النَّصَارَى ابْنُ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ - (متفق علیہ)

(۷۰۶) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّيْخِ قَالَ لَانْطَلَقْتُ فِي وَفْدٍ بَنِي عَامِرٍ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا أَمْتٌ سَيِّدٌ نَأْتِيكَ الشَّيْءُ اللَّهُ فَقُلْنَا وَأَفَضَلْنَا أَفْضَلًا وَ
أَعْظَمْنَا أَهْلًا فَقَالَ قُولُوا أَتُوكُمُ أَوْ تَبْعُضُ قَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَحْجِرُ بَيْنَكُمْ الشَّيْءُ (رواه احمد ابو داود)
(۷۰۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں ایسی باتیں کرنے کی ممانعت تھی جس نے حضرت عیسیٰ کی شان میں کیں

(۷۰۵) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اتنی زیادہ بالاتر تیرے
تشریفوں کی کہ اگر وہ جتنی نصاریٰ نے ابن مریم کی شان میں کیں، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا
ایک رسول ہوں لہذا مجھ کو عبد اللہ اور رسول اللہ کہا کرو۔ (متفق علیہ)

(۷۰۶) مطرف بن عبد اللہ بن الشیخ روایت کرتے ہیں کہ میں وفد بنی عامر کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ
کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ہمارے سید و آقا ہیں آپ نے فرمایا اور اہل
سید و آقا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ہم نے عرض کیا اچھا تو سب میں افضل اور سب سے بزرگ ہیں اس پر
آپ نے فرمایا ہاں یہ کلمہ کہہ سکتے ہو یا اس سے بھی کچھ اور مختصر اور دیکھو کہیں شیطان نہیں زیادہ جری اور
بہادر نہ بنا دے۔ (مسند احمد۔ ابو داود)

(۷۰۷) انس بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اس نقشے کے مطابق کافر کی سب سے کھلی ہوئی علامت ترک صلوٰۃ ہی تھی
دوران انقلاب و اضطراب نے اب درمیان میں ایک طبقہ ایسا پیدا کر دیا ہے جو مومن ہونے کے ساتھ تارک صلوٰۃ بھی ہے
اس نے ان حدیثوں میں اشکال پیدا کر دیا اور ان اشکال پیدا کر دیا کہ بعض علماء کے نزدیک صلوٰۃ اسلام کا ایک ایسا
لازمی جز بن گیا ہے کہ اس کے ترک سے کفر کا اطلاق کسی تامل کے بغیر بھی جائز سمجھا گیا ہے اگرچہ اگرچہ رحمان اس کی
تاویل ہی کی طرف ہے۔ بہر حال نماز کو شریعت میں اتنی اہمیت حاصل ہے جتنی کسی دوسرے عمل کو نہیں کہ اس کی تاویل و
معم تاویل کی بحث سے علیحدہ ہو کر مومن کا یہ تو بہر حال فرض ہو چکا ہے۔ کہ وہ ایسے عمل سے دور رہے جس پر
حدیثوں میں کفر کا اطلاق آچکا ہو۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَالِ الْاِثْرَاهِيْمُ - (سواء مسلم)

(۷۰۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَلَقَّى عَيْسَى مَجْتَنُو لَقَاءَهُ اللَّهُ فِي قَوْلِهِ يَا عَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ أَمَنْتَ لِلنَّاسِ اخْذْ ذُنُوبِي وَإِنِّي الْهَيْبُ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاءَهُ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّكَ الْآيَة - (سواء الترمذی)

اس نے آپ کو یوں خطاب کیا، اے مخلوق میں سب سے بہتر مری آپ نے (ازراہ کسری) فرمایا یہ کلمہ تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں شان ہے۔ (مسلم)

(۷۰۸) ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب معشر میں سوال ہوگا کہ انت قلت ثم کیا لوگوں سے تم نے کہا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود ٹھہراؤ تو اس کا جواب ان کو حق تعالیٰ ہی کی جانب سے یہ تعلیم ہوگا کہ تیری ذات پاک ہے میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی بات زبان سے نکال سکتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ (ترمذی شریف)

(۷۰۸) دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان عقیدہ مندوں نے بات کہاں سے کہاں پہنچادی آخر یوم حساب میں جب ان جاہلوں نے ادعا الوہیت کی تہمت اس معصوم رسول کے سر پہ دی تو انصاف الہی کا تقاضا یہاں کہ مدعی علیہ سے کم از کم اس کی صفائی تو طلب کر لی لی جائے پھر جواب دی کا معاملہ جنہوی عدالتوں میں بھی کیسا کشمکش ہو جاتا ہے۔ تو حکم الہامین کی بارگاہی کس کے من میں زبان بھی کہ جواب دیتا۔ آخر جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو کلمات توبہ کی تلقین فرمائی اور حضرت یونس علیہ السلام کو بھیلی کے حکم میں تسبیح کی تلقین فرمائی تھی۔ اسی نے آج حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی رہنمائی فرمائی اور انھوں نے بڑے ادب و نیاز کے ساتھ سب سے پہلے خدائے تعالیٰ کی تمام عیب سے پاکی بیان فرما کر عرض کیا کہ ایسی بات میں جلاکب منہ سے نکال سکتا تھا جس کا مجھے کوئی حق ہی نہیں پہنچتا۔ اس کے بعد اپنے جواب میں بڑی تفصیل فرمائی جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اور اس میں اس عجیب انداز میں اپنی برہوت کے ساتھ اپنی اس تاہل امت کی سفارش کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ یہ کلمات خاتم الانبیاء علیہم السلام کو ایسے پیارے معلوم ہوئے کہ ایک مرتبہ آپ نے ساری شب ان ہی کلمات کے تکرار میں گزار دی اور اتنا بالآخر فرمایا کہ رکوع میں جاتے تو یہی کلمات زبان پر ہوتے اور جب سجدے میں جاتے تو بھی وہی زبان پر ہوتے۔

یہ معلوم رہے کہ معشر میں حق تعالیٰ نے اپنے علم ازیل پر فیصلے صادر فرمانے کا وعدہ نہیں فرمایا بلکہ اس دن کے لئے نبوت اور جواب دہی کا آئین مقرر فرمایا ہے اور اپنا لقب اعلم العالمین رکھا ہے۔ اس لئے اس دن رسول کو بھی جواب دہی کرنی ہوگی خواہ دنیا ان کو خدا کے برابر یا اس کی انیت کا کوئی لقب بھی دیا کرے (العیاذ باللہ)

(۷۰۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطَانَ فِي جَنْبَيْهِ بِأَصْبَعَيْهِ حِينَ يُولَدُ غَيْرَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ فَطَعَنَ فِي الرَّجَاءِ (متفق عليه)

(۷۱۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا أَعْلَى الْعَالَمِينَ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى

(۷۰۹) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی جتنی اولاد ہے پیدائش کے ساتھ ہر ایک کے پہلوؤں میں شیطان اپنی انگلیاں مارتا ہے بجز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ اس نے یہاں بھی اس کا ارادہ کیا تھا تو اس کے اودان کے درمیان قدرت نے ایک حجاب ڈال دیا جس کی وجہ سے اس کی انگلیاں اس حجاب میں رہ گئیں اودان کا اثر ان کی ذات تک نہ پہنچ سکا۔ (متفق علیہ)

(۷۱۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اودا ایک یہودی میں باہم کچھ تیز نزواتیں ہو گئیں مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری مخلوق پر فضیلت بخشی اودا یہودی بولا اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساری مخلوق پر فضیلت بخشی۔ یہ سننا تھا کہ مسلمان

(۷۰۹) عام انسانوں کی پیدائش کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی اس خصوصیت کا اس لئے خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے حق میں حسب ذیل دعا پوری ہو گئی اودا اس طرح پوری ہوئی۔
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا كَلِيمُ وَذُرِّيَّتُكَ تَحَارُونَ
میں اس کو اودا اس کی اولاد کو شیطان بھکاریہ ہوتے سے
الشَّيْطَانُ الرَّجِيمُ۔ تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں نہ تو کمال یہ ہے کہ سرے سے ان کی خصوصی امتیازات ہی کا انکار کر دیا جائے اور نہ یہ کہ جو کمال ان کی ذات کے لئے کوئی کمال نہ ہو اس کو محض اپنی خوش عقیدگی کی راہ سے زبردستی ان کے سر تعویذ دیا جائے۔ دیکھیے جن حدیثوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بندگی کا اقرار ایمان کی شرط اول قرار دیا گیا ہے ان ہی میں ان کے اس خاص کمال کا بھی بڑا اظہار کیا گیا ہے انبیاء علیہم السلام کی شانوں میں ذرا سا باغداد اور دوسری گستاخی دھڑوں بڑی خطرناک غلطیاں ہیں یہ وہاں صراط ہے جس کی دونوں ہی طرف آتش و دوزخ ہے۔

(۷۱۰) انبیاء علیہم السلام کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس ساری جماعت میں اول سے لیکر آخر تک ایک فریبی ایسا نظر نہیں آتا جس کی تسلیم میں اصولاً کوئی ادنیٰ اختلاف ہو اور نہ ان میں کوئی ایسا ملتا ہے جو ایک دوسرے کے احترام کے منہل ادنیٰ فکر میں برداشت کر سکا ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب ایک ہی صداقت کی کڑیاں ہیں ورنہ

عَلَى الْعَالَمِينَ قَرَّمَ الْمُسْلِمِينَ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهُ وَأَمْرَ الْمُسْلِمِينَ فَذَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْمُسْلِمَةَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَرُونِي عَلَى مَوْسَى
فَوَاتِ النَّاسَ يُصَعَّفُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْنَعُوا مَعَهُمْ مَا كُنْتُمْ أَوَّلَ مَنْ يُفْعِلُونَ فَلَا إِذَا
مَوْسَى بِطَاطِسٍ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَذْرَى كَانَ فَيَقْنُ صَبْرًا فَكَانَ قَبْلِي أَوْ كَانَ فَيَقْنُ شَيْئًا اللَّهُ رَضِيَ

فوز ایک تھراٹھا کر اس کے منہ پر سید کر دیا یہودی چلا اور اس نے آکر اپنا اور اس کا سارا قصہ آپ کی خدمت
میں عرض کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو بلایا اور اس معاملہ کی تحقیق کی، اس نے جو
بات سچی صاف کہی۔ آپ نے سن کر فرمایا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تم مجھے اس طرح فضیلت
مست دو، کیونکہ قیامت میں ایک وقت آئے گا کہ تمام لوگ بیہوش ہو جائیں گے میں بھی ان میں ہونگا پھر رب
پہلے ہوش مجھے آئے گا کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش عظیم کا پایہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں
اب میں نہیں جانتا کہ وہ بیہوش ہوئے تھے یا مجھ سے پہلے ہوشیار ہو چکے تھے، یا ان میں
داخل تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس بیہوشی سے مستثنیٰ قرار دیدیا تھا۔ (متفق علیہ)

جن کے باہم ہزاروں سال کی مدت مائل ہو۔ کہے مکس ہے کہ ان کے اصول میں ہر موعی کوئی اختلاف نہ ہو سکے یا ان میں کا
افضل سے افضل تعصب سے متاثر خالی ہو کہ اپنے کسی فرد کے متعلق کوئی ادنیٰ کلمہ سننا بھی برداشت نہ کر سکے۔ ان کے علاوہ
آپ میں جماعت کو دیکھیں گے ان میں آپ کو یہ یک رنگی نظر نہ آئے گی، حتیٰ کہ مرفیاء و کرام کی جماعت جن کی پوری زندگی مجاہدہ و ایثار
کا جسم مرقعہ ہوتی ہے ان کی تعلیمات میں بھی بڑا اختلاف نظر آتا ہے بلکہ تعلیم سے آگے چل کر ان کے مابین خردان کی شخصیات کی
مقبولیت اور نامقبولیت کے بارے میں بھی بڑا اختلاف ظاہر ہوتا ہے۔ ان جماعتوں سے علیحدہ ہو کر کبھی حال ان خلافتوں
کا ہے جو دنیوی علوم کی سرچ میں عربی کہا گئے ہیں۔ یہ ایک اور صرف ایک ہی جماعت ہے جس کا پہلا انسان امداد آخری
انسان نہ اپنی تعلیم میں کوئی اختلاف رکھتا ہے اور نہ اپنی جماعت میں کسی کے احترام کے خلاف کوئی ادنیٰ کلمہ برداشت کر سکتا
ہے۔ دیکھتے خاتم الانبیاء علیہم السلام کو اس کلی فضیلت کے باوجود جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرحمت فرمائی تھی۔ برداشت
نہ ہر سکا کچھ ہر سکا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اس درجہ پامال کی جائے کہ ان کی شان میں کوئی بابت
کرنے والا اعتقاد رکھانے کا مستحق سمجھا جائے۔

بلاشبہ یہاں آپ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بڑی فضیلت بیان فرمائی مگر فضیلت کلیہ تو اسی کیلئے
لکھی جا چکی ہے جو عرش پر حسین رحمان میں جلوہ افروز ہوگا۔ یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ان سارے فضائل کے ہوتے ہوئے
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس واقعہ میں آپ کو اپنی لاعلمی کے اظہار کرنے میں کوتاہی نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ خوب
جانتے تھے کہ جن علوم کا احاطہ خالق کے لئے کمال ہو۔ اگر وہ کسی افضل سے افضل مخلوق کے دامن میں نہ ہوں تو یہ
اس کے لئے کسی ادنیٰ نقصان کا بھی موجب نہیں ہو سکتا۔

(۷۱۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ بَعِي وَجْهَالُ الذَّهَبِ جَاءَنِي مَلَكٌ وَإِنْ تُحْزَنُ لَتَسَاوَى الْكَعْبَةُ فَقَالَ لَنْ رِيكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَيَقُولُ لَنْ شِئْتُ نَبِيًّا عَبْدًا أَدُلُّنْ شِئْتُ نَبِيًّا أَمَلِكًا فَتَطْرُقُ إِلَى جَبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَسْأَلُنِي أَنْ ضَعُ نَفْسَكَ فِي رَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَالتَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَبْرِئِيلَ كَأَلَسْتُمْ بِرُكُنَاكَ رَجَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنْ تَوَاضَعُ فَقُلْتُ نَبِيًّا عَبْدًا أَقَالَتْ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ لَا يَأْكُلُ شَيْئًا يَقُولُ أَكُلْ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ وَاجْلِسْ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ (سروا في شرح السنن)

(۷۱۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَسْبِقُنِي الْعَبْدُ

(۷۱۱) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلا کرتے میرے پاس ایک فرشتہ آیا تھا اس کے تہ بند باندھنے کی جگہ کعبہ کی برابر بلند تھی اس نے کہا آپ کا پیرہن دگا آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کیا پسند کرتے ہو نبوت کے ساتھ بندگی یا نبوت کے ساتھ بادشاہی (جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام) میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انھوں نے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کیجئے۔ ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف اس طرح دیکھا جب اس کوئی مشورہ لینے والا دیکھا کرتا ہے انھوں نے اپنے ہاتھ کا اشارہ کر کے فرمایا کہ تواضع اختیار کیجئے۔ میں نے جواب میں عرض کر دیا کہ میں نبوت کے ساتھ بندگی چاہتا ہوں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا بھی سہارا لگا کر نہ کھاتے اور فرمایا کرتے تھے کم میں اسی طرح کھاتا ہوں جیسے ایک بندہ کھایا کرتا ہے اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جطرح ایک بندہ بیٹھا کرتا ہو (بخاری)

(۷۱۲) ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ کے لئے یہ مناسب

(۷۱۳) حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بشری ضعف اور اس پر عتاب الہی کا ذکر خود تشریح کریم میں موجود ہے لیکن یہ بارگاہ نبوت کی شان کے مناسب خالق السموات والارضین کے مواخذہ کی باتیں ہیں۔ افضل الرسل نے اپنی امت کو یہاں سکھایا کہ ان مواخذوں کو دیکھ کر کسی امتی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے ذہن میں ان کے متعلق کثرت کا کوئی ادنیٰ تصور بھی لائے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت میں اس کے رہبانہ جذبات اس کو کسی تعصب کی طرف رجحان نہیں ہے اس لئے کہ بنیاد علیہم السلام کی جتنی جماعت تھی ہے اس میں افضل و فضول تو ضرور ہیں مگر کثرت کوئی نہیں مادان میں باہم تعصب پیدا کرنے والے کے لئے بھی کوئی گناہ نہیں۔ یہ سب ایک ہی صداقت کے مظہر تھے ہیں۔ جن میں تواضع اور تواضع ہے مگر گناہ کوئی بھی نہیں۔ ہیں اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے اجماعی حقیقت سے کوئی حاضر نہیں ہے اس

اَنْ يَقُولَ اِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُوْسُفَ بْنِ مَتَّى - (متفق علیہ)
 (۷۱۳) عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى النَّاسَ اَكْرَمُ
 قَالَ اَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ اَتْعَاهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا اَسْأَلُكَ قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ
 بْنُ اِسْحٰقَ بْنِ نَبِيِّ اللَّهِ بْنِ نَبِيِّ اللَّهِ بْنِ خَلِيلِ اللَّهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا اَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ
 مَعَاذِ الْعَرَبِ نَأْتُوْنِي قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَيَا زَكَمُ فَيَا لُجَيْلَةَ زَكَمُ فَيَا اِسْلَامَ اِذَا فَعَقُوا (متفق علیہ)

نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ (متفق علیہ)
 (۷۱۳) ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا لوگوں میں
 بزرگ ترستی کس کی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بزرگ تر وہ ہے جو سب میں زیادہ
 متقی ہو انھوں نے عرض کیا اس سوال سے ہمارا یہ منشا نہیں آپ نے فرمایا تو پھر بزرگ ترستی حضرت یوسف
 علیہ السلام کی ہے جو خود نبی اور ان کی چار پشتیں نبی اور ان کی چوتھی پشت خلیل اللہ ہیں۔ انھوں نے عرض کیا
 ہم یہ بھی نہیں پوچھتے آپ نے فرمایا اچھا تو قبائل عرب کے متعلق پوچھتے ہو، انھوں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا
 جو تم میں کفر کے زمانہ میں بہتر تھا وہی اسلام میں بہتر ہے بشرطیکہ دین کی سمجھ حاصل کرے۔ (متفق علیہ)

قمر کی مثنیٰ حدیث میں ان سب کا تعلق ایسی فضیلت اور تمجید سے ہے جو دوسری جانب میں کسی نقصان کا شبہ گزرنے کی
 گنجائش ہو سکتی ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصے کے بیان سے آپ کو اس خیال کی مزید تصدیق ہو گئی ہوگی۔
 بہر حال نبی کا ذہن ہمیشہ افراط و تفریط سے خالی رہتا ہے وہ نہ کسی نبی کے متعلق اطوار کا کوئی کلمہ سن سکتا ہے اور نہ اپنے
 نفس کے متعلق کوئی ادنیٰ مبالغہ آفرینی برداشت کر سکتا ہے اتنی احتیاطوں کے باوجود انصاف سے دیکھئے تو آپ کو معلوم
 ہو جائے گا کہ امت کے بہت سے افراد ہیں جنھوں نے رسول کے صحیح مقام کو نہیں پہچانا یا ان کو خالق کی جانب میں اتنا بلند کیا
 کہ پیر دوستی کا تصور بھی ان کے نزدیک کلمہ کفر بن گیا اور یا عوام بشر میں ان کو اتنا ملایا کہ مقام رسالت بھی معنی سے خالی ہو کر
 رہ گیا۔ ماشاء اللہ الحق و ربہ مدی السبیل۔

(۷۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض مرتبہ نبی کا ذہن خاص اپنے ماحول سے بھی اتنا لاعلم ہوتا ہے کہ اس کو اپنے
 مخاطب سے اس کے سوال کی کمی نہیں کرائی پڑتی ہے۔ ہمیشہ اور ہر جزئی کا علم ماحول ہوتا تو علیحدہ بات ہے یہاں یہ بات
 بھی خاص طور پر قابلِ ملاحظہ ہے کہ انسانی ظرف کے متن نبی کا تحمل کتنا بلند ہو بلکہ کہ وہ صرف شخصی شرف کو شرف ہی نہیں
 گنتا اس کے نزدیک کسی انسان کی شرافت کا معیار اس کے کمالات اور اس کی ذاتی صفات ہوتی ہیں اور ان ہی کی بناء پر
 اس کی نظریں انسانوں کی تقسیم ہوتی ہے۔ جب یہاں مخاطبین نے آپ پر اور زور دیا تب بھی ان کے جواب میں آپ نے
 اپنے نفس نفیس کو پیش نہیں کیا جو لحاظ جلد کمالات سب سے زیادہ جامع تھا بلکہ خدائے تعالیٰ کے ایک امدہ رسول کا ذکر
 فرمایا جن میں انسان کے اور ظاہری کمالات کے سوا یہ خصوصیت بھی تھی (باقی حاشیہ بر صفحہ ۷۱۴)

(۷۱۴) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا لَيْلًا قَالَتْ فَهَزَنَتْ عَلَيْهِ فَجَاءَ قَرَأَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَائِشَةُ أَفَرَبْتِ فَقُلْتُ وَمَا لِي لَا يَخَارُ مِثْلِي عَلَى مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَاءَ لِي شَيْطَانُكَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَعْنِي شَيْطَانٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ وَلَكِنْ أَعَانَنِي اللَّهُ عَلَيْهِ

(۷۱۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سے کہیں تشریف لے گئے مجھے آپ پر غیبت آئی (اور اس خیال میں پڑ گئی کہ آپ کہیں کسی دوسری بی بی کے یہاں تشریف نہ لے گئے ہوں) اتنے میں آپ تشریف لے آئے اور آپ نے میری پریشانی کا حال دیکھا تو فرمایا اے عائشہ! ایسی پریشان کیوں ہو کیا تم کو مجھ پر غیبت آگئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ جیسی بی بی آپ جیسے شہر پر بھلا غیبت کیسے نہ کرتی آپ نے فرمایا تمہارے دل میں یہ دوسو ساں شیطان نے ڈال دیا ہے جو تمہارے (ادھر انسان کے ساتھ ایک ایک) رہتا ہے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میرے ساتھ کوئی شیطان ہوا ہے فرمایا جی ہاں۔ پھر میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا میرے ساتھ بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ

کہ اس کی چار پستوں میں خدا کے مقدس رسول گزرے تھے اس پر بھی جب غافلین کا سوال مل رہا تو پھر آپ نے قبائل عرب کے متعلق جواب دیا مگر یہاں بھی اسی میار کو سامنے رکھا جو انبیاء علیہم السلام کا معیار ہونا چاہیے یعنی وہی خد فی الدین اور تقویٰ اس کے بعد آپ نے ان کے فطری جذبات کو بھی پامال نہیں فرمایا اور انہیں مطمئن کیا کہ تمہارا قدیم شرف بھی ضرور ملحوظ ہے مگر وہ اسی شرط کے ساتھ ہے جبکہ شرافتوں کا اہل مرکز باقی رہے۔ انصاف کیجئے کہ سامنے انسانی کمالات و فضائل کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس کتنا مقدس ہو گا جس کو تین مرتبہ میں اپنی زندگی بیان کرنے کا ایک بار بھی خیال نہ آیا۔ ہاں خدا نے تعالیٰ کی اس بخشی ہوئی نعمت کو تحدیث بالمعنی کے طریق پر ضرور ذکر فرمایا ہے مگر وہ بھی صرف بیان واقعہ کی حد تک اپنی درجہ سرائی کی غرض سے نہیں۔ کیا اس مقدس رسول کی بزرگی اور صداقت جانچنے کے لئے اس کی ہی ایک صفت کافی نہیں ہے۔

(۷۱۴) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اور انسانوں کی پیدائش کے ساتھ ساتھ خیر و شر کا جذبہ ابھارنے والی دو خارجی قوتیں پیدا کی جاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام عام انسانوں سے اپنی خلقت میں جدا نہیں ہوتے البتہ عصمت میں جدا ہوتے ہیں۔ خدائی مدد اس طرح ان کے شامل حال ہوتی ہے کہ گمراہی کی قوتیں ان پر کبھی غالب نہیں آ سکتیں۔ دیکھئے انبیاء علیہم السلام میں سب سے مقدس نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر یہاں بھی بار بار شوق صدکائے شہادت ملتا ہے اور اس طرح شر کی طرف رجحان سے بید سے بید رکھتے اور خیر کی طرف میلان کی قریب سے قریب استعداد پیدا کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی ذات ہمیشہ سے ربانی تربیت کے تحت رہی ہے۔ پس ان کا کمال یہ نہیں کہ وہ انسان نہیں ہوتے

حَتَّى اسَلَّمَ - (سرواہ مسلم)

(۷۱۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَسِيرٍ
لَمْ يَهْرُتْ عَنْهُ مَعَ النِّسْوَةِ قَدْ هَبَ قِجَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ الْأَسِيرُ
قَالَ لَمْ يَهْرُتْ عَنْهُ مَعَ النِّسْوَةِ فَهَرَجَ فَقَالَ مَا لَكَ قَطَعَ اللَّهُ يَدَيْكَ أَوْ يَدِيكَ فَهَرَجَ فَأَذَنَ
بِهِ النَّاسُ فَطَلَبُوهُ فَجِئَ بِهِ قَالَتْ فَدَخَلَ عَلَيَّ وَأَنَا أَقْلِبُ يَدِي فَقَالَ أَجِئْتِ قُلْتُ
دَعَوْتُ وَأَنَا أَقْلِبُ يَدِي أَنْظُرْ أَيُّهُمَا نَقَطَعَا فَعَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ
مَدًّا وَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي بَشَرٌ أَعْصَبُ لَمَّا يَعْصِبُ الْبَشَرُ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَوْ مُؤْمِنَةٍ

اس کے مقابلہ میں ہمیشہ میری مدد فرماتا ہے تو میں اس کے مکروہ فریب سے ہمیشہ محفوظ رہتا ہوں (مسلم شریف)
(۷۱۵) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قیدی لے کر میرے
گھر تشریف لائے۔ میں عورتوں کے ساتھ بات چیت میں اس قیدی کی طرف سے ذرا غافل ہو گئی تو وہ
جلد یا آپ تشریف لائے تو آپ نے پوچھا وہ قیدی کدھر گیا۔ میں نے صاف عرض کر دیا کہ عورتوں
کے ساتھ بات چیت میں مجھ سے غفلت ہو گئی اور وہ نکل بھاگا آپ نے فرمایا تم نے یہ غفلت کیوں کی
اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں کو قطع کرے۔ یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو اطلاع دی وہ
تلاش کر کے اس کو کپڑے لائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس کے بعد آپ اندر تشریف لائے تو میں اپنے ہاتھوں
کو لوٹ پلٹ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ کیا بے عقلی کی حرکت کر رہی ہو۔ میں نے عرض کیا جب سے کہ آپ کی

یہ اگر کمال ہوتا تو خدا کے وہ فرشتے جو خلیفہ کے وجہ سے پہلے موجود تھے اس کمال کے لئے کافی تھے وہ شرعاً لے بیٹھے
کہ ان کے غیر یہی میں شرکی کوئی استعداد موجود نہیں۔ لایعصون اللہ ما امرهم ولفعلون بالامر۔
لیکن اگر وہ شرکی استعداد نہ رکھتے ہوتے شرکی طرف کوئی رجحان نہیں رکھتے تو یہ کمال کیا ہے وہ اگر خدائے تعالیٰ کی
صحت کوئی بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے بلکہ چاہ بھی نہیں سکتے۔ کمال اس ضعیف انسان کا ہے جو ساری استعدادوں کا مالک
ہر شرکی طرف اقدام سے اپنے نفس کو روکتا ہے پھر ان کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کچھ ایسے نفوس بھی پیدا فرماتا ہے
جو ان لوگوں کی طرح مخلوق ہو مگر خدائی ترکیب کے ماتحت اس طرح تربیت پاتے ہیں کہ ملائکہ اللہ بھی ان کی صحبت سے
نقد پس کے منازل طے کرنے لگتے ہیں۔ پس نبیوں کی انسانیت اور بشریت کا انکار درحقیقت آنکھوں سے نظر آنی والی
حقیقت کا انکار ہی نہیں بلکہ ان کے اصل کمال کا بھی انکار ہے۔

(۷۱۵) دیکھئے فخر المسلمین اپنے ان دعائیہ کلمات کی معذرت میں خدائے تعالیٰ کے سامنے اپنی بشریت کا تذکرہ
فرماتے ہوئے صرف نادانستہ طور پر حضرت عائشہؓ کے حق میں ہی دعائیں فرماتے بلکہ فرط محبت میں اپنی ساری امت کو
یاد دہا لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اگر ان مقبول ہونٹوں سے کسی اور کے حق میں بھی کوئی کلمہ نکل گیا ہو تو آج جس برکت میں

دَحُوْتُ عَلَيْهِ فَاَجْعَلْهُ لَكَ زَكَاةً وَظَهْرًا۔ (رواہ احمد)

لَا عِبْرَةَ الْمَشِيَةِ الْعَبْدُ بِجَنْبِ مَشِيَةِ اللَّهِ تَعَالَى

(۷۱۶) عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ فُلَانٌ قُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ (رواہ احمد) ۲۷۱۰ و ۲۷۱۱ (۲) فی شرح السنۃ منقطعاً کما فی مشکوٰۃ فی باب الاسامی لا تقولوا ما شاء الله وشاء محمد وقولوا ما شاء الله وحده

زبان سے بددعا کے کلمات نکلے ہیں میں اپنے ہاتھوں کو اسی طرح کر رہی ہوں دیکھتی ہوں کہ ان دونوں میں کون سا قطع ہوتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اپنے دونوں ہاتھ دعا کیلئے پھیلا دیئے اور فرمایا اے اللہ میں ایک آدمی ہی ہوں اور جس طرح آدمی کو غصہ آتا ہے مجھے بھی غصہ آتا ہے تو جس کی مومن مرد یا عورت کے متعلق میری زبان و بددعا کے کلمات نکل گئے ہوں اس کے حق میں ان کو پاکی اور صفائی کا موجب بنا دو (راحم)

اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے بندہ کی مشیت کچھ نہیں

(۷۱۶) حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں مت کہا کرو کہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور فلاں نے (یعنی مثلاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم) چاہا بلکہ یوں کہو کہ پہلے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس کے بعد جو فلاں نے چاہا (یعنی ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے برابر کسی کا ذکر بھی نہ آئے۔ پہلے ہر چیز کی نسبت اس کے نام کی طرف ہو پھر کسی اور کی طرف ہو) (مسند احمد)

آپ کی یہ اہل بیت شریک ہوں وہ بھی شریک ہو جائے یہ بات بڑی اہمیت کی رکھتی ہے کہ وہاں میں استجاب دعائے کلمات کے تابع رہتی ہے خواہ ان میں نیت کچھ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں قطع اللہ تک ہے آپ کا مشاہدہ مبارک یہ تو بر نہیں ملتا کہ حقیقت حضرت عائشہ کو کوئی گزرتہ پہنچ جائے مگر رسول کی قبول زبان سے جو کلمات نکل گئے تھے وہ اپنا اثر رکھتے بغیر بیان بھی نہیں رہے ہیں اس بارے میں بڑی احتیاط لازم ہے کہ کبھی کسی کے حق میں خراب کلمات نہ سن سکے جائیں ممکن ہے کہ اگر کوئی زبان زیادہ مقدس نہ ہو تو وہ وقت استجاب تھا کا اگیا ہو اور ان کا اظہار ہو جائے اسی بنا پر قدیم دسترخوان کچوں کو غصہ بھی ہو کر سامنے جاتا تھا اب بھی اس طریق کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

(۷۱۶) زبانیک مومن کی زبان کو شرک کے مومن کلمات کی بھی احتراز کرنا چاہیے اہل اس کے قلب زبان پر صرف ایک شرک کی غایت نقش ہونا چاہیے۔ خطائی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسلامی آداب کے متعلق ہر عقائد سے نہیں چونکہ داعی زبان میں جمع اللہ شکر کیلئے آتا ہے اور ہم ترتیب کیلئے اس کو اپنے بنایا کہ اللہ کی مشیت کے ساتھ کسی اور کی مشیت کو حرف واد کے ساتھ جمع نہ کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت جیسا کہ ہم شیخ پر مقدم ہے اسی طرح اس کی تعظیم ہم حرف ترتیب کے ساتھ ظاہر بھی کرنا چاہیے۔ رکنا بلا ذکر یا مثلاً حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کا ایک عمل ادبی بیان کیا ہے۔ دیکھ کر بلا علی البکری ۱۱۹۔ یہاں ترجمان السنۃ ص ۱۲۰ کا نوٹ بھی ملاحظہ کیا جائے۔

(۷۷) عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ سَرِيعٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي مُدَحِّثُ اللَّهَ بِمُدْحَاةٍ وَمُدْحَاةٍ
بِاخْرَإِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاتِي وَأَبْدِ أُمِدْحَاةَ اللَّهِ تَعَالَى (رواه احمد كافي الرحمة المهداة)
(۷۸) عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ سَرِيعٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي بِأَسِيرٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي

(۷۷) اسود بن سریع روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ایک مدحیہ قصیدہ تو
اللہ تعالیٰ کی شان میں لکھا ہے اور دوسرا آپ کی شان میں۔ آپ نے فرمایا اچھا لاؤ (سنائو) لیکن پہلے وہ
قصیدہ شروع کرو جو اللہ تعالیٰ کی شان میں ہے۔ (مسند احمد)

(۷۸) اسود بن سریع روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قیدی

(۷۷) اگرچہ رسول کی تعریف میں ہی اصل تعریف خدا تعالیٰ ہی کی ذات کی نکلتی ہے مگر جہاں دونوں تعریفیں
جمع ہو جائیں وہاں آپ نے خدا تعالیٰ کی بلا واسطہ تعریف کو مقدم کرنا طریقہ ادب سمجھا۔ اب بھی دعا کا ادب یہ ہے کہ پہلے
خدا تعالیٰ کی شہادت کی جگہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جائے اس کے بعد اپنی حاجت کے لئے دعا کیجئے۔
(۷۸) حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ توبہ۔ حلف و نذر و سجود و طواف بیت کی طرح خاص اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے
اس میں کسی غیر اللہ کے شرکت کی گنجائش نہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے اس توجہ بھرے
کلمہ کی داد دی۔ (دیکھو الجواب الکافی ص ۱۸۱)

حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اسی کے قریب قریب وہ کلمات ہیں جو حضرت عائشہؓ کی زبان مبارک سے قصہ
افک میں نکلے تھے جبکہ قرآن کریم میں ان کی براءت نازل ہو گئی اور ان کی والدہ ماجدہ نے فرط مسرت میں آکر فرمایا قومی
الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عائشہؓ اس خوشی میں کھڑی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو تو انھوں
نے ناگہاری و ناز کے مابین عالم میں یہ جواب دیا واللہ لا اقوم الیہ ولا احمدہ ولا یا اباکم لقد سمعتم فلا انکرتم ولا
غیرکم لا احمد الا اللہ الذی انزل براءتی۔ میں آپ کی یا اپنے والدین کی اس معاملہ میں کیا تعریف کروں آپ
لوگوں نے توجہ اس پر نہ تو کچھ انکار کیا نہ اس کے ازالہ کی کوئی فکر کی۔ میں تو اپنے اس خدا عزوجل کی تعریف کروں گی جس
نے آسمان سے میری براءت نازل فرمائی۔ (بخاری شریف)

امام بیہقیؒ نے حضرت عائشہؓ کے ان کلمات نازک کے متعلق جو جواب حضرت عبداللہ بن المبارک سے باسناد نقل کیلئے
وہ ٹھیک ہی ہے جو اس وقت آپ کے سامنے لسان نبوت سے موجود ہے یعنی تعریف دراصل ایک حق سبحانہ تعالیٰ کا ہی حق
اس بیرون از قیاس و گمان انعام پر حضرت عائشہؓ کی زبان سے تعریف کا کلمہ بیان اختہ اسی ذات کے لئے نکلا جو حقیقت
تعریف کی مستحق تھی اور اس وقت انھیں اس میں کسی کیلئے شرکت کی گنجائش نظر نہ آئی۔ (کتاب الرد علی البکری)

اس سلسلہ میں حافظ ابن جریرؒ نے ایک مبلغ تحقیق ذکر فرمائی ہے اس کا ملحوظ خاطر رکھنا ایمان و کفر میں امتیاز کا ایک اہم ترین
نکتہ ہے۔ رسول کی تعظیم اور خدا کی توحید دونوں اسلامی رکن ہیں مگر یہاں بھی نا فہموں نے ایک جباری تشکیک پیدا کر دی ہے
بعض موجدین تو یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک رسول کی شان رفیع میں گستاخانہ کلمات نہ سے نہ نکلے جائیں اس وقت تک
گویا خدا نے تعالیٰ کی توحید کا حق ادا ہی نہیں ہوتا اور محبت رسول کے مقام کے دم بھرنے والے بعض جاہل یا سچو بیٹھے ہیں کہ

اَتُوبُ إِلَيْكَ وَلَا اَتُوبُ إِلَى الْخَلْقِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَ الْحَقُّ لَا اَهْلًا -
 (رواہ ہاسمہ کما فی الرحمة المہدلة ورواہ ابو عبیدہ فی الاموال عن عبد الرحمن بن مہدی عن سلم)

حاضر کیا گیا اس نے کہا اے اللہ میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: اس شخص نے توبہ جس کا حق تھا اس کو پہچان لیا۔ (مسند احمد)

توحید خداوندی کی زیادہ توضیح کرنے سے بھی رسول کی عظمت شان کو گویا نہیں ملتی ہے وہ اگر انہی زبان سے ایک مرتبہ یا اللہ کہہ دیتے ہیں تو جب تک سو مرتبہ یا رسول اللہ نہیں کہہ لیتے ان کو چمن نہیں پڑتا حتیٰ کہ جن مزارات پر جا کر دیکھو تو تم کو محسوس ہوگا کہ اس فضا میں جہاں کبھی صرف ایک اللہ ہی کا نام پاک گو بجاتا تھا آج یا اللہ کہنا سب سے بڑا کفر بنا ہوا ہے۔ یہ دونوں دلائل افراط و تفریط کی راہیں ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے یہاں بہت بسیط بحث کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ تقسیم کے مواضع کیا ہیں اور تنقیص کے مواضع کیا اور اس کی بڑی تفصیل کی ہے۔ بعض مرتبہ نیت کے بدل جانے سے کلمہ آرتنقیص تنقیص نہیں رہتا جیسے دراعنا۔ یہود جب اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرتے تو چونکہ ان کی نیت فاسد ہوتی تھی اس لئے ان کی زبان سے کلمہ تنقیص تھا لیکن چونکہ مسلمانوں کی نیت نہ تھی اس لئے ان کی زبان سے یہی کلمہ ادنیٰ تنقیص کا موجب بھی نہ تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ یہود چونکہ اس کو غلط طور پر استعمال کرتے تھے اس لئے مسلمانوں کو بھی اس کے استعمال سے روک دیا گیا تھا۔

اسی طرح جبکہ گفتگو بیان توحید میں ہو تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی خصوصیات کو خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے سلب کرنا موجب کسر شان شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ بلند بارگاہ ہے کہ جہاں وہ کر وہاں کوئی نہیں اس لئے اس کی ذاتی خصوصیات سلب کرنے میں کسی کی کوئی کسر شان نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر یہ کہاجائے کہ رسول مکتا ہیں کی منفرت نہیں کرتا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مکتا ہیں کی منفرت کر سکتی ہے۔ (ہاں رسولی حضرت کی سفارش کر سکتا ہے اور حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ میں رسول کی سفارش کبھی خالی نہیں جاتی) تو اس میں رسول کی کوئی کسر شان نہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں جس صفت کو رسول کی ذات سے سلب کیا گیا ہے درحقیقت وہ اس کے لئے ثابت ہی نہیں تھی وہ خاص خدائے تعالیٰ کی صفت ہے۔

ہاں بے حاجت ان صفات کی نفی کا مشغلہ لگائے رکھنا بھی سودا بے گستاخی اور انتہا درجہ خطرناک ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصاریٰ نے خدا بنایا تو ان کی ذات سے خدائی صفات کی نفی کرنی عین حکمت ہے۔ لیکن جن انبیاء علیہم السلام کے حق میں نہ کسی کا اس قسم کا عقیدہ ہو نہ اس کا اللہ بیشہ تو ان کے حق میں اس قسم کی عبادتیں توہین کی حد میں بھی داخل ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں جو اسلوب بیان حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں اختیار کیا ہے وہ اور رسولوں کے لئے اختیار نہیں کیا حالانکہ جب شکم خود اللہ تعالیٰ ہو اور رسالہ رسولوں کا آہائے تو وہاں توہین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پس بے وجہ رسولوں کی ذات سے خدائی صفات کی نفی کا مشغلہ بھی توحید کا اعتقاد نہیں اور نہ توحید کو گنہہ کار رسول کی کوئی عظمت کی بات ہے۔

(کتاب الرد علی البکری)

(۷۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ ثَلَاثَةَ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصٌ وَأَقْرَعٌ وَأَعْمَى فَأَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَسْلِبَهُمْ مَقْبَعَتِ الْيَهُودِ مَلَكًا فَاتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ لَوْ نُحْسِنُ وَجِلْدُ حَسَنٌ وَبَدَنُ حَسَنٌ وَالَّذِي قَدْ قَدَّرَنِي النَّاسُ قَالَ فَتَمَحَّضْ فَذَهَبَ عَنْهُ قَدْرُهُ وَأُعْطِيَ لَوْثًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا قَالَ فَاتَى الْمَالَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْإِبِلُ أَوِ الْبَقَرُ شَكَرْتُ لِمَنْ عَلَّمَنِي أَنَّ الْأَبْرَصَ وَالْأَقْرَعُ قَالَ أَحَدُهُمَا الْإِبِلَ وَقَالَ الْآخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَاعْطِيَ ثَاقَةً عَشْرَاءُ فَقَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَاتَى الْأَقْرَعُ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَبَدَنٌ حَسَنٌ هَذَا الَّذِي قَدْ قَدَّرَنِي النَّاسُ قَالَ فَتَمَحَّضْ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَاتَى الْمَالَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ فَاعْطِيَ بَقْرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَاتَى الْأَعْمَى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ أَنْ يَرُدَّ اللَّهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَابْصُرَ بِهِ النَّاسُ قَالَ فَتَمَحَّضْ

(۷۹) ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک مبرص، ایک گنجا اور ایک اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ پہلے وہ مبرص کے پاس گیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کی سب سے بڑی تنگدلی کیا ہے اس نے کہا خوبصورت رنگت اور خوبصورت کھال اور یہ بات کہ جس بنا رنگ کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں یہ جاتا رہے۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور وہ ساری بدنما ختم ہو گئی اس کا رنگ اور کھال دونوں خوش نما ہو گئے۔ اس کے بعد پوچھا کہ آپ کو مال کونسا پسند ہے اس نے اونٹ بتائے یا گائے۔ راوی حدیث اٹھ کر اس بارے میں شک ہے لیکن یہ یقینی ہے کہ ابرص اور گنچے میں ایک نے اونٹ بتائے تھے تو دوسرے نے گائے۔ غرض اس کو ایک ایسی اونٹنی مل گئی جس کے حل کی دس ماہ کی مدت پوری ہو گئی تھی اور وہ بیانے والی تھی اس کے بعد اس فرشتے نے یہ دعا دی۔ جائے اللہ تعالیٰ آپ کی اونٹنی میں برکت دے۔ اس کے بعد وہ گنچے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا آپ کو کیا چیز سب سے زیادہ پیاری ہے اس نے کہا خوبصورت بال اور یہ بات کہ جس بیماری کی وجہ سے لوگ مجھے گندہ سمجھتے ہیں یہ بیماری جاتی رہے۔ اس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ ساری بیماری جاتی رہی اور اس کے بال نہایت خوبصورت ہو گئے۔ اس کے بعد پوچھا کہ آپ کو مال کونسا پسند ہے اس نے کہا گائے، اسے بھی ایک حاملہ گائے مل گئی۔ فرشتے نے اس کو بھی دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی

قَالَ اللَّهُ لِيَلْبَسُوا قَالُوا فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَأَمْلَحُوا شَاةً وَلَدًا فَأَنْجَحُوا
هَذَا بَنٌ وَوَلَدَ هَذَا أَفْكَانٌ لَهَذَا أَوَادٌ مِنَ الْإِبِلِ وَلَهَذَا أَوَادٌ مِنَ الْبَقَرِ وَلَهَذَا أَوَادٌ مِنَ الْغَنَمِ
قَالَ ثُمَّ لَنَأْتِي الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مُسْكِينٌ قَدْ انْقَطَعَتْ رِي
الْحَبْلُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِي الْيَوْمَ إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ بَكَى أَسْأَلُكَ يَا لَدُنِّي أَعْطَاكَ اللَّهُ الْوَنَ الْخَسَنَ
وَالْجَلَدَ الْخَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَبْلُغُ بِهِ فِي سَفَرِي فَقَالَ الْحَقُّوْكَ كَثِيرَةً فَقَالَ إِنَّهُ كَانَ فِي
أَعْرَافِكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ بَعْدَ زِلْكَ النَّاسُ فَوَيْحًا فَأَعْطَاكَ اللهُ مَا لَمْ يَقَالَ لَنَا وَتَرِثُ هَذَا
الْمَالُ كَمَا يَرِثُ عَنْ كَلْبٍ فَقَالَ إِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَصَيِّرْكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتُ قَالُوا فَأَيُّ الْأَقْرَبِ فِي
صُورَتِهِ فَقَالَ لَكُمْ مِثْلُ مَا قَالَ لِهَذَا أَوْ رَدَّ عَلَيْهِ مِثْلُ مَا رَدَّ عَلَى هَذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتُ كَاذِبًا
فَصَيِّرْكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتُ قَالُوا وَآتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مُسْكِينٌ

گائے میں برکت دے۔ اس کے بعد نابینا کے پاس آیا اور اس سے بھی پوچھا کہ مجھے صاحب آپ کو سب سے
زیادہ کیا بات پسند ہے اس نے کہا، یہ کہ اللہ تعالیٰ میری بنائی بھر سے لوٹے اور میں لوگوں کو دیکھنے
لگوں، فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پیرا اور اس کی بنائی لوٹ آئی اس کے بعد پوچھا آپ کو کونا
مال مرغوب ہے وہ جواب دیا کہ میرا سب سے بھی ایک حقے والی تیار کیری مل گئی کچھ دنوں بعد ہی وہ اونٹنی اٹھ گئے
یہ گائیں اور اس کیری کے بھی بچہ پیدا ہو گیا (اور ایسی برکت ہوئی) کہ ابرص کے پاس ایک وادی بھر کے
اونٹ ہو گئے اور گننے کے پاس ایک وادی بھر کر گائیں اور اس نابینا کے پاس بھی ایک وادی بھر کر بکریاں
ہو گئیں۔ اس کے بعد وہی فرشتہ اپنی اسی شکل میں میرٹھ کے پاس پہنچا اور بولا میں ایک مسکین ہوں مگر
کی حالت میں جتنے اسباب و ذرائع تھے سب ختم ہو چکے ہیں اب منزل مقصود تک رسائی کا ذریعہ کوئی نہیں
بہا، سوائے اللہ تعالیٰ کے یا پھر بظاہر اسباب آپ کی ذات کے۔ میں آپ سے اس خدا کا واسطہ دیکھا ایک
اونٹ مانگتا ہوں جس نے آپ کو یہ خوشنارنگ اور یہ خوشنما کھال مرحمت فرمائی۔ اس نے کہا میری
زمرہ داریاں بہت ہیں اس نے کہا مجھے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کو پہچانتا بھی ہوں۔ کہنے لگا آپ
میرٹھ نہ تھے لوگ آپ سے نفرت کرتے تھے مقلح تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سارا مال و دولت بخشا
اس نے کہا یہ مال تو میرے باپ دادے سے مجھے وراثت میں پہنچا ہے۔ اس نے کہا بہت اچھا اگر تو جھوٹا ہو
تو خدا تجھ کو پھر ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا اس کے بعد وہ اپنی پہلی ہی شکل میں گئے کے پاس پہنچا اور
اور وہی سوال اس سے بھی کیا اس نے بھی وہی جواب دیا اس پر فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ

وَابْنُ سَبِيلٍ انْقَطَعَتْ فِي الْجَبَالِ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاعَ لِي الْيَوْمَ إِلَّا بِاللهِ تُعَذِّبُكَ أَسْأَلُكَ
بِاللهِ وَدَعَيْتُكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبْلُغُ بِهَا فِي سَفَرِي فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أَعْنِي قَرَدًا إِنَّهُ إِلَى بَصَرِي
فَعَدَّ مَا شِئْتُ وَدَعَّ مَا شِئْتُ وَاللهُ لَا أَجْهَدُ الْيَوْمَ شَيْئًا أَخَذْتُ تَرْبِيَتَهُ فَقَالَ أَمْسِكْ مَا لَكَ
فَوَئِمَّا أَتَيْتُكُمْ فَقَدْ رُحِنَ عَنَّا وَنُحِطَ عَلَيَّ صَاحِبِيكَ - رَمَضَقَ عَلَيْهِ

(۷۲۰) عَنْ حَدِيثِهِ نَبِيٍّ لَيْسَ أَنْ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَأَى فِي التَّوْبَةِ أَنْ يَكُنِيَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابَةِ
فَقَالَ نِعْمَ الْقَوْمُ أَنْتُمْ لَوْلَا أَنْكُمْ لَمْ تَكُونُوا تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَكَرِهْتَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ
فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ إِنْ لَمْ تَكُنْ لَمْ تَكُنْ تَقُولُوا مَا شَاءَ اللهُ لَمْ تَكُنْ تَقُولُوا مَا شَاءَ مُحَمَّدٌ رِجَالُ ابْنِ مَرْثَدَةَ وَابْنِ مَرْثَدَةَ وَابْنِ مَرْثَدَةَ
كَانَ فِي تَرْجَمَانِ ابْنِ مَرْثَدَةَ (۱۵)

نصحو کیا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا اس کے بعد وہ اپنی اسی صورت میں نابینا کے پاس پہنچا اور بولایا میں ایک
مسکین مسافروں سفر کی حالت میں میرا کوئی وسیلہ باقی نہیں رہا۔ اب بجز اللہ تعالیٰ کے منزل مقصود تک
پہنچنے کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا یا بظاہر اسباب بھر آپ کی ذات ہے۔ میں اس خدا کا واسطہ دے کر
جس نے آپ کو مینائی عطایا ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنے اس سفر کی ضروریات پوری کر لوں
اس نے کہا بیشک میں نابینا تھا اور بیشک اللہ ہی نے مجھے بھر سے مینائی بخشی، جا تو ان بکریوں میں سے مینا چاہے
لے لو مینا چاہے چھوڑ دے آج جتنی بکریاں تو اللہ کے نام کی لئے لی گئیں تھے بلا کسی مشقت کے بڑی خوشی سے
دیدوں گا فرشتے نے کہا اباہی بکریاں اپنے پاس رکھ مل واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا امتحان منظور
تھا تجھ سے تو خدا نے تعالیٰ راضی ہو گیا اور تیرے ساتھ دو شخص اور تھیں ان سے ناراض ہو گیا۔ (مصدق علیہ)

(۷۲۰) حدیث ابن بیان سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسلمانوں میں سے خواب میں دیکھا کہ کسی اہل کتاب
سے اس کی ملاقات ہوئی اس نے کہا تم لوگ بہت اچھے تھے اگر کہیں تم شرک نہ کرتے تم یوں کہتے ہو جو اللہ تعالیٰ
نے چاہا اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا (وہ ہوا) اس خواب کا ذکر انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں کیا آپ نے فرمایا بخدا تمہاری اس فروگزاشت کو میں بھی محسوس کر رہا تھا لہذا آئندہ اب
میرا تذکرہ (ایسی عبارت کے ساتھ کیا کرو جس میں لفظی شرکت کا بھی اہتمام نہ رہے) اور وشار محمد
کی بجائے ثم شار محمد کہا کرو۔ (ابن ماجہ)

(۷۱۹) اس حدیث میں فرشتے کی زبان سے وہی عظمت و ادب سے مبرا اور اکمل خطاب جو پہلی حدیثوں میں آپ کو بتایا گیا
تھا یعنی اس نے بے انتہار خوشامد کے مرقعہ پر بھی اللہ کے نام کے ساتھ کسی کی اسی مساوات برداشت نہ کی اور یہی کہا
کہ میری اہل محفل کائنات اس کی ذات ہے اہل ظاہری اسباب میں آپ کا سہارا بھی ہے۔

(۷۲۱) عَنْ قَتِيلَةَ امْرَأَةٍ مِنْ جُهَيْنَةَ أَنَّ يَهُودِيًّا آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكُمْ تَسْتَدْحُونَ وَلَا تَكْتُمُ ثَمَرَكُمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتُمْ وَتَقُولُونَ وَالْكَعْبَةِ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارَادُوا أَنْ يَخْلَعُوا أَنْ يَقُولُوا رَبِّ الْكَعْبَةِ وَيَقُولُوا أَحَدٌ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شِئْتُمْ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۵۱۵ وَاخْرَجَاهُ مِنْ سَعْدِ الْبَطْنِ مِنْ هَذَا الْمَكَامِ الدَّرِ الْمَشْهُورِ ۵۱۶ تَحْتَ قَوْلِهِ تَعَالَى فَلَا تَجْعَلُوا لِهَذَا

(۷۲۲) عَنْ طَفِيلِ بْنِ سَجَرَةَ أَنَّهُ رَأَى فِي مَا يَرَى النَّاسُ كَانَتْ مَرَّ يَرْهَطُ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ أَنْتُمْ نِعْمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنْكُمْ تَزْعُمُونَ أَنَّ عِزْرَ بْنَ اللَّهِ فَقَالُوا وَأَنْتُمْ نِعْمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنْتُمْ تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ ثُمَّ مَرَّ يَرْهَطُ مِنَ النَّصَارَى فَقَالَ أَنْتُمْ نِعْمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنْكُمْ تَقُولُونَ الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ قَالُوا وَأَنْتُمْ نِعْمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنْكُمْ تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُطِبَ فَقَالَ إِنَّ طَفِيلًا رَأَى رُؤْيَا وَأَنْتُمْ تَقُولُونَ كَلِمَةً كَانَ يَمْنَعُنِي الْعِبَادُ مِنْكُمْ فَلَا تَقُولُوا هَذَا وَلَكِنْ قُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ

(۷۲۱) قبیلہ جہینہ کی ایک بی بی مسامہ قتیلہ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا تم خدا تعالیٰ کا ہمسرہ تجویز کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو، ایک تو تم یوں کہتے ہو ما شا را اللہ و شئت (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشیت اور اللہ کی مشیت برابر برابر ذکر کرتے ہو) اور دوسرے کعبہ کی قسم کھاتے ہو (حالانکہ کعبہ مخلوق ہے) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیدیا کہ آئندہ جب قسم کھانے کا ارادہ کریں تو رب کعبہ کی قسم کھایا کریں اور آپ کی مشیت کا تذکرہ خدا کی مشیت کے ساتھ ہرگز نہ کیا کریں بلکہ خدا کی مشیت کے بعد اس کا ذکر ہم نہیں کریں۔ (۷۲۲) طفیل بن سجرہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ان کا ایک یہودی جماعت کے پاس سے گزر رہا انھوں نے اس سے کہا اگر تم لوگ حضرت عمر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہ سمجھتے تو کیا اچھے لوگ ہوتے وہ بولے اگر تم مسلمان بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مشیت کا ایک ساتھ ذکر نہ کیا کرتے تو تم بھی بہت اچھے لوگ ہوتے۔ جب صبح ہوئی تو انھوں نے اس خواب کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا۔ اس پر آپ نے خطبہ دے کر فرمایا کہ طفیل نے ایک خواب دیکھا ہے تم ایک ناموزوں کلمہ کہا کرتے ہو مجھے تم کو اس سے روکنے میں ذرا لحاظ مانع آتا رہا۔ اب آئندہ یہ کلمہ نہ کہا کرو بلکہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر

لَا شَرِيكَ لَهُ۔ (اخرجه احمد وابن ماجه والبيهقي كما في الدر المنثور۔ ۲۵)

الجمع بين الله ورسوله في ضمير واحد ينحالف الادب الاسلامي

(۷۲۳) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ خَطِيْبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يُطِيعُ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَالَ قُمَا وَقَالَ اِذْهَبْ فَيُسَّ الْحَطِيْبُ اَنْتَ (رواه ابو داود وكتاب الادب كتاب الجمع) وفي رواية للمسلم ومن يعصهما فقد غر على فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بئس الخطيب انت قل ومن يعص الله ورسوله۔

کیا کرو جس کا کوئی شریک نہیں۔ (احمد۔ ابن ماجہ۔ بیہقی)

خدا اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا اسلامی ادب کے خلاف ہے

(۷۲۳) عدی بن حاتم سے روایت ہر ایک خطیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ یا اور اثناء خطبہ میں یوں کہا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ راہِ راست پر رہا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی۔ اس پر آپ نے فرمایا کھڑا ہو جا یا بھلا جا (راوی کو اہل لفظ میں شک ہے) تو لائق خطیب ہے۔ (ابوداؤد) مسلم کی روایت میں یہ معنوں اس طرح ہے کہ خطیب نے یوں کہا کہ جو ان کی نافرمانی کرے وہ یقیناً گمراہ ہو گیا اس پر آپ نے فرمایا تو نالائق خطیب ہے تجھے یوں کہنا چاہئے تھا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔

(۷۲۳) یعنی لائق خطیب وہ ہے کہ جب وہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت اور مہیت کا ذکر کرے تو دونوں کے ناموں کو بھی علیحدہ علیحدہ ذکر کرے صرف ایک ضمیر میں جمع نہ کرے۔ یہاں اس خطیب نے اطاعت کے ذیل میں تو خدا اور رسول کا نام علیحدہ علیحدہ ذکر کیا تھا لیکن جب ان کی نافرمانی کے ذکر پر پہنچا تو اس نے ان کو ایک ہی ضمیر ہی جوڑ دیا اس میں ایک قسم کی مساوات کی پوٹائی ہے۔ اسلام کی توحید اتنی ہی مساوات کی بھی دوا دہ نہیں۔ کبھی قابل اور کبھی غائبین کے حالات کے لحاظ سے ذرا سی فروگزاشت اہمیت اختیار کر لیتی ہے جب تک کسی کو توحید پر قائم رہنے کا قلب و زبان میں خدا سے تعالیٰ اور اس کے رسول کی عظمت کا امتیاز پورے طور پر قائم نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی معصیٰ فروگزاشت پر بھی سخت الفاظ میں ٹوکتا ضروری ہوتا ہے ہاں جب توحید کا نقش اپنی اہل صورت پر قائم ہو جائے تو اب ضمیر کی شرکت قابل اغماض ہو سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں اہم طحاوی کا جواب بہت لطیف تھا اگر وہ ابوداؤد کے الفاظ میں تو چل سکتا ہے صحیح مسلم کے ایک لفظ میں اس کی گنجائش نہیں ہے اس لئے ہم نے اس کو اختیار نہیں کیا۔

نہی المولیٰ عن قولہ فی غلامہ عبدی

(۷۲۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَآمَنِي كُلُّكُمْ عَبْدُ اللَّهِ وَكُلُّ نِسْلٍ كُنْهَاءُ اللَّهِ وَلَكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِي وَجَارِيَّتِي وَقَتَايَ وَقَتَايَ وَلَا يَقُلْ الْعَبْدُ رَبِّي وَلَكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِي وَفِي سَهَابٍ لَا يَقُلْ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهِ مَوْلَايَ فَإِنَّ مَوْلَاكُمْ اللَّهُ - (رحمہ اللہ) مسلم وروعنہ البخاری والی داؤد وغیرہما الاضا
(۷۲۵) عَنْ أَبِي رَمَثَةَ قَالَ آمَنِيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَبِي قُرَآيٍ

آقا کو اپنے غلام کو عبد کہنے کی ممانعت

(۷۲۴) البوریرۃ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص یوں نہ بولا کرے "میرا بندہ" "میری باندی" کیونکہ تم میں جتنے مرد ہیں درحقیقت وہ سب عبد خدا کے ہیں اسی طرح جتنی عورتیں ہیں وہ باندیاں اسی کی ہیں ہاں اس کے بجائے "میرا غلام" اور "میری لونڈی" کا لفظ بول سکتے ہو اسی طرح کسی غلام کو اپنے آقا کے حق میں رب کا لفظ استعمال نہ کرنا چاہئے ہاں سردار اور آقا کہہ سکتا ہے۔ ایک روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ غلام کو اپنے آقا کو میرا مولیٰ نہ کہنا چاہئے کیونکہ تم سب کا مولیٰ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (مسلم شریف)
(۷۲۵) البورثہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

(۷۲۴) یہ حدیث بھی عقائد کے باب کی حدیث نہیں صرف ادب و تہذیب کے باب کی حدیث ہے یہاں بھی مقصود ہے کہ عبدیت کی جو نسبت بڑی برسی ہے اس کو محل و محل استعمال کر کے بے سنی نہ بنا دینا چاہئے وہ جتنی طور پر ایک ہی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس لئے اس کا استعمال بھی اسی کے ساتھ قائم رہنا چاہئے گو مجازی طور پر اس میں شرکت کی گنجائش بھی مگر چونکہ اس میں اصل حقیقت سے غفلت کا اندیشہ ہو سکتا ہے اس لئے اس مجاز و استعارہ سے بھی احتراز کرنا مناسب ہے۔ فیض الباری شروح صحیح بخاری میں ہم نے اس حدیث کی اور زیادہ تشریح کی ہے۔

(۷۲۵) مہربنوت پر مرض کے اس گمان کرنے والے کے جواب میں کسی ادنیٰ ناگہمی کے بجائے آپ نے اس سے ایسے بعیرت افروز کلمات فرمائے کہ خود اس طبیب کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ سمجھ گیا کہ انسان ہی خواہی کی حد بہت سے بہت ظاہری مہربدی اور رفاقت تک ہو سکتی ہے اس لئے اس کی حیثیت بھی ایک رفیق کی حیثیت سے زیادہ نہیں ہو سکتی شفاء و مرض کا اہل رشتہ خدا تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے اس لئے طبیب کا اہل لعاب ہونے کیلئے اسی کی ذات پاک منہول ہے وہ بھلا طبیب ہونے کا کیا دعویٰ کر سکتا ہے جس کو مرض اور شفاء کے درمیان بھی تفریق نہ ہو۔
عرفی نظریں گو کسی انسان کو طبیب کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن آپ نے تفریق فرمائی کہ ایک مومن کے قلب میں

الَّتِي يَظْهَرُ فِيهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا عَاجِلُهَا فَإِنِّي طَبِيبٌ قَالَ أَنْتَ رَفِيقٌ وَاللَّهِ
الطَّبِيبُ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى أَنَّ عَلَى كَتِفِهِ مِثْلُ الثَّغَاةِ قَالَ أَنَّى إِنِّي طَبِيبٌ أَلَا لَهَا لَكَ

حاضر ہوا انھوں نے آپ کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیجی تو عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے تو میں اس کا
علاج کروں گی کہ تم میں طیب ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو رفیق ہو، طیب حقیقی تو دراصل اللہ تعالیٰ کی
ذات ہے۔ دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح مذکور ہے کہ میں نے آپ کے بازو مبارک کی جانب
سیب کی طرح ابھری ہوئی ایک چیز دیجی (یعنی مہر نبوت) تو میرے والد نے عرض کیا میں طیب ہوں! ارشاد فرمایا

تو یہ کائنات اسی گہرا ہونا چاہئے کہ اس کی نظر میں ایک قابل سے قابل طیب کی حیثیت بھی ایک ضعیف رفیق کی رہ جائے
اور طیب کا لقب صرف اس ذات کے ساتھ مخصوص نظر آئے جو شفاء و مرض کا سر رشتہ ہے۔

طیب مدفین کا یہ فرق صرف وقتی اور نسبی تھا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص صحابہ کی رگ و پے میں
اس طرح سرایت کر گیا تھا کہ جب ان میں کسی کی سے بیماری میں طیب کی طرف مراجعت کیلئے کہا جاتا تو تمام طیبوں سے بے نیاز
ہو کر وہ صرف ایک طیب حقیقی ہی کو یاد کرتا۔ چنانچہ شمس اللامہ کردی امام اعظم کے نائب میں لکھتے ہیں کہ جب صدیق اکبر کی علالت
میں کسی طیب کے بلانے گئے ان سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے یہ فرما کر روک دیا کہ الطیب امروضی (نائب امام اعظم چھٹے)
طیب (حقیقی) ہی نے توجہ بیاڑ ڈالا ہے حافظ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اس واقعہ کی حسب ذیل تفصیل کے ساتھ
نقل کیا ہے۔

واخرہ ابن سعد وابن ابی الدینار عن ابی السفر قال دخلوا علی ابی بکر فی مرضہ فقالوا یا خلیفۃ
رسول اللہ الا ندعولک طیباً یبطلک قال لا قد نظر الی فقالوا ما قال لک قال ا فی
فعالہا یرید۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۰)

ابن سعد وابن ابی الدینار نے ابی السفر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی دوران علالت میں صحابہ کرام ان کی
عیادت کیلئے حاضر ہوئے اور عرض کیا اے خلیفہ! ارشاد ہو تو ہم کسی طیب کو بلا کر آپ کو دکھا دیں آپ نے
فرمایا نہیں، طیب حقیقی مجھے دیکھ چکا ہے انھوں نے پوچھا تو پھر اس نے دیکھ کر کیا کہا۔ فرمایا یہ کہلے کہ جارا وہ ہم
کر لیتے ہیں پھر وہی کوکے رہتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت ابن مسعودؓ کا نقل کیا ہے۔

وقد شهد ابن مسعود بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مواقف کثیرۃ منها الیوموک وغیرہا وکان قد ہم
من العراق حاجاً فمر بالریذۃ فشهد ووافاة ابی درود فہتم قدم الی المذبحۃ فہض بھا فجاءہ عثمان
عائلاً فہوی انہ قال لہ ما تشکی قال ذنوبی قال فانشق قال رحمتی قال الا امرک بطیب
فقال الطیب امروضی فقال الا امرک ببطانک وکان قد ترکہ سنین فقال لا حاجت لی فیہ فقال
یکون لبناک بعدک قال تعشی علی بناتی الفقہانی امرت بناتی ان یتقن کل لیلۃ سورۃ الواقعة فانی
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قرأ الواقعة کل لیلۃ لم تصعب فاقدا ابداً۔ (الایمان ص ۶۳)

فَقَالَ طَبِيبُهَا الَّذِي خَلَقَهَا: (رحمہ اللہ) اور خراج صاحب المَشْكُوۃ فی باب القصاص

الغی عن التسمیۃ بملک الاملاک

(۷۳۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَفُّ الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ اللَّهِ وَرَجُلٌ يُسَمَّى مَلِكَ الْأَمَلَاكِ - رواه البخاری فی ثریاتہ مسلم قال أَعْيِظُ

میں اس کا علاج کروں آپ نے فرمایا اس کا طبیب تو وہی ہے جس نے اس کو پیدا فرمایا ہے۔ (احمد)

شہنشاہ نام رکھنے کی ممانعت

(۷۳۶) ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ شرم وہ شخص ہوگا جس کا نام ملک الاملاک ہو (شہنشاہ) (بخاری شریف) اور مسلم کی ایک روایت میں یوں آئے ہیں قیامت میں جس شخص پر اللہ تعالیٰ کو سخت غصہ آئے گا اور وہ سب سے

حضرت ابن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی بہت سے غزوات میں شریک ہوئے ہیں ان میں سے ایک غزوہ یرموک بھی تھا۔ یہ جگہ عراق کے وسط میں آج کے جب قدامتہ روزہ ہوگئے تو دن کو معلوم ہوا کہ اللہ اس جہان فانی سے گنہگار ہیں۔ بیان کی وفات میں شریک ہوئے امدان کو دن کر کے پھر مدینہ طیبہ آئے اور یہاں اگر چہ اپنے حضرت عثمان غنیؓ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ان سے چچا آپ کو کیا تکلیف ہے فرمایا اپنے گناہوں کی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا اپنے بہرہ روزگار کی رحمت حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کیلئے کسی طبیب کو نہ بلائیں انھوں نے جواب دیا کہ طبیب ہی نے مجھے بیمار ڈالا ہے پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کا طبیب نہ جاری کروں یہ دو سال سے سرکاری وظیفہ چھوڑ چکے تھے فرمایا مجھے اسی کی کوئی ضرورت نہیں گا حضرت عثمانؓ نے فرمایا تو آپ کی لڑکیوں کے کام آجائے گا۔ فرمایا کیا آپ کو میری لڑکیوں کے متعلق احتیاج کا خطرہ ہے دس لکھ (ایس) ان سے تاکید کر رکھا ہوں کہ وہ ہر شب سورۃ الواقعة پڑھ لیا کریں اسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود شاہ کے ہر شب سورۃ الواقعة پڑھتا رہے گا اس کو بھی فائدہ نہ ہوگا (ابو داؤد و ترمذی)

ان اولوالعزم ائمہ متقیین کے بعد جب امت کے دورے جائے تو رسول کا دور شروع ہوا تو انھوں نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں دنیا کے تمام طبیبوں سے بے نیاز ہو کر طبیبِ حقیقی ہی کو ان العاقلین یاد کیا ہے۔

لے طبیب جملہ علتہا سے ما ۛ اے تو افلاطون بحالیہ یوسس ما

یہ تمام تاثرات جواب تک آپ نے ملاحظہ فرمائے قرآن کی اس ایک آیت کی تفسیر میں۔ ۛ ولذا اعمیٰ صُنْتُ فَهَوُ ۛ یُفْهِمُ ۛ (جب میں بیمار ہوا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔

(۷۳۶) ہمارے دوسری اسرار میں کوئی تاثیر ہی نہیں سمجھی جاتی مگر شریعت یہ کہتی ہے کہ ان کو بھی نفس کی اصلاح و ترقی ہو

رَجُلٍ عَلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَخْبَثَهُ رَجُلٌ كَانَ يُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلاكِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

النهي عن التكني بابي الحكم

(۷۲۷) عَنْ شَرِيحِ بْنِ هَانِي عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ لَمَّا وَقَدَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ وَهُمْ يَتَكُونُونَ بَابِي الْحَكَمِ فَقَدَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ وَاللَّهُ الْحَكْمُ فَلْيَكُنِي أَبَا الْحَكَمِ قَالَ إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَعُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَحَنِي كَلَّا الْفَرِيقَيْنِ يَحْكُمُنِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْسَنَ هَذَا

برتر ہوگا وہ شخص جس کا نام شاہان شاہ رکھا جائے۔ حالانکہ وہ مل شاہی صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔

ابو الحكم کینت رکھنے کی ممانعت

(۷۲۷) شرح بن ہانی اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سنا کہ وہ لوگ ان کو ابو الحكم کی کینت سے بلاتے تھے آپ نے ان کو بلایا اور فرمایا (دیکھو) ابو الحكم تو اس کا نام ہے اور اس لئے ہے کہ تمام جہان کا مقتد فیصلہ کرنے والا وہی ہوگا۔ تم کہو تمہاری کینت ابو الحكم کیسے پڑی انھوں نے عرض کیا کہ قصہ یہ ہے کہ میری قوم کے لوگ جب کبھی کسی معاملہ میں اپنا جھگڑالے کر میرے پاس آجاتے تو میں ان کے باہم ایسا فیصلہ کر دیتا کہ دونوں فریق اس سے خوش ہو جاتے (اس لئے میری کینت ابو الحكم پڑ گئی) آپ نے فرمایا یہ بات تو

بہت بڑا دخل ہے انسان کو ایسے نام رکھنے چاہئیں جو اس کے ضعف و نقصان پر شاہد ہیں۔ ان کے ہر وقت استعمال سے ہر وقت آپ کے نفس پر نقص و نقص ہونے کا اثر پڑ رہے اس کے برخلاف ایسے اسماء جو کمالات میں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ کمالات کے معنی پر مشتمل ہوں اس کے لئے موزوں نہیں کہ نہ پہلے تو وہ اس کی ناقص ہونے کا صحیح ثبوت نہیں بن سکتے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ خالق کے اسماء مبارکہ کے ساتھ ٹکرا جاتے ہیں ایک ذلیل مخلوق کے لئے یہ کتنا نامناسب ہے کہ وہ اس عزیز و جبار ہستی کے ناموں میں اپنا حصہ جارتے جو اس کی خالق ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو اسماء خالق کے لئے معروف ہو چکے ہیں ان کا استعمال مخلوقات کے دائرہ میں موزع ہے اور اسی طرح جو اسماء مخلوق کے دائرہ میں معروف ہو چکے ہیں ان کا اطلاق بارگاہے بنیاد میں موزع ہے۔ یہاں صرف نقلی صلاحیت کافی نہیں کچھ ادب بھی ملحوظ رہنا چاہئے اور اس طرح مخلوق و خالق کے مابین جہاں ذاتی اور صفاتی شرکت نہیں وہاں اسکی شرکت بھی ختم ہو جانی چاہئے۔

فَمَّا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ لِي شَرْيْحٌ وَمُسْتَمِرٌّ وَعَبْدُ اللَّهِ قَالَ فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ قَالَ قُلْتُ شَرْيْحٌ
قَالَ فَانْتِ أَبُو شَرْيْحٍ (رواه ابو داود والنسائي)

نیبغی للمؤمن ان یجتنب اسم الجاهلیہ ان لم تکن کفرا

(۷۲۸) عَنْ الْمَعْرُورِ قَالَ لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غَلَامِهِ حُلَّةٌ مَبْلُتَةٌ
عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنِّي سَأَيْتُ رَجُلًا فَعَزَّزْتُ بِنِيَامِهِ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا أَبَا ذَرٍّ عَزَّزْتَهُ بِأَمْرٍ نَكَرَ لَكَ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ حَوَلَكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ

بہت اچھی ہے (مگر اس پر بھی مخلوق کو اپنے خالق کے نام کی کنیت رکھنا بڑی نازیبا حرکت ہے) یہ بناؤ کہ
تمہارے کتنے بچے ہیں، یہ بولے تین ہیں، شریح، مسلم، عبد اللہ۔ آپ نے پوچھا ان میں سب سے بڑا کن ہے
یہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا شریح، فرمایا اچھا جاؤ تو تمہاری کنیت ابو شریح ہے۔ (کہ یہ درست
بھی ہے اور عرب کے دستور کے مطابق بھی) (ابوداؤد و نسائی)

مومن کو چاہئے کہ وہ زمانہ کفر کی عادتوں کو دور ہے اگرچہ وہ کفر کی حد تک ہوں

(۷۲۸) معروڑ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ذرؓ سے مقام ربذہ میں ملاقات کی۔ وہ اور ان کا غلام ایک ہی قسم کا
حُلہ پہنے ہوئے تھے (حُلہ ایسی چادر اور لنگی کو کہتے ہیں جو ایک ہی قسم کی ہوں) میں نے ان سے اس یک رنگی
کا سبب پوچھا، اس پر انھوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے غلام کو کچھ سخت و سست کہا
اور اس سلسلہ میں اس کو ماں کی عار دلائی (یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی) تو آپ نے فرمایا ابو ذر!
کیا تم نے اس کو اس کی ماں کی عار دلائی ہے ابھی تک تم میں جاہلیت کی خوب بواقی ہے تمہارے غلام دراصل
تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے (صرف کفر کی پاداش میں) انھیں تمہارا زیر دست بنا دیا ہے تو جس شخص کا

(۷۲۸) ابو ذرؓ کے اس واقعہ کو امام بخاریؒ نے کتاب الادب میں ذرا تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں اتنا اور
مذکور ہے کہ کان مینہ و مین رجل کلام و کانت امہ اعجمیہ قتل منها مینی میرے ارادہ ایک شخص کے درمیان کچھ تفریق
باتیں ہو گئیں اس کی والدہ عجمی عورت تھی میں نے عرب کے خیال کے موافق اس کی نسبت کو ازراہ توقیر ادا کیا اس پر آپ نے فرمایا
اللہ امرؤ فیک جاہلیتہ ابو ذرؓ تجھ میں ابھی تک وہی زمانہ جاہلیت کی خوب بواقی جاتی ہے میں نے عرض کیا علی ساقی ہذا
من کبر السن قال نعم۔ کیا اب تک جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا جی ہاں ابھی تک۔
ماں کی عار دلانا اگرچہ کفر تو نہیں مگر اسلامی اخلاق کی بات بھی نہیں۔ اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک مسلمان کو کفر تو کفر

اَيُّكُمْ كَانَ آخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطِيعْهُ مِمَّا بَيْنَ كُلِّ وَابِلَيْسَ وَلَا تَكْفُرْهُمْ
مِمَّا يُغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَفْتُمْوَهُمْ فَأَعْيِنُوهُمْ۔ (بخاری)

(۷۲۹) عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَنْحَرَّ أَبْلًا يَبْعَانَةً فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَلْ كَانَ فِيهَا دَنْ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوا لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيهَا عَيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ
قَالُوا لَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرِي مَخْصِيَةً

بھائی اس کے قبضہ میں ہوا ہے چاہئے کہ جو خود کھائے اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے وہی اس کو بھی پہنائے
(اس لئے میں نے وہی حلہ اس کو پہنایا ہے جو خود پہنا ہے) اور دیکھو اپنے غلاموں سے وہ کام نہ لو جو (ان کی
طاقت سے زیادہ ہو اور) انھیں عاجز کر دے اور اگر کوئی ایسا کام لو تو خود بھی ان کا ہاتھ بناؤ۔ (بخاری شریف)

(۷۲۹) ثابت بن ضحاک روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ
نذر کی تھی کہ وہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ کی قربانی کرے گا۔ وہ آپ کے پاس آیا اور اپنی نذر کا قصہ بیان کیا آپ نے
پوچھا کیا اس مقام پر زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت رکھا تھا جس کی پوجا کی جاتی ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں
پھر آپ نے پوچھا اچھا وہاں کافر کوئی عید منایا کرتے تھے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو (جاؤ) اپنی نذر ادا

عادات کفر سے بھی علیمہ رہنا ہے۔ اسلام و کفر صرف آچھے یا برے عقائد ہی کا نام نہیں بلکہ ان عقائد کے ساتھ کچھ مخصوص
افعال و شعائر کا نام بھی ہے جو ان عقائد کے لازمی اثرات ہوتے ہیں مثلاً جس کے قلب و دماغ میں توحید کا نقش قائم ہو چکا
ہے ضروری ہے کہ اس کے افعال میں بھی اس نقش کے اثرات نمایاں ہوں وہ اپنی عبادات میں ایک ہی خدا کا تصور رکھے
مصیبتوں میں اسی کو پکارے امدادی کے سامنے خیر و اگسار کا سر جھکائے۔ اس کے برخلاف جس کا نفس تجاست کفر و شرک سے
آلودہ ہو چکا ہے اس کے افعال میں بھی اس آلودگی کے نشانات پائے جانے ضروری ہیں۔ حدیث مذکور کہتی ہے کہ وہ اسلام
کچھ خوشنما اسلام نہیں جس کے ساتھ رسوم جاہلیت اور زمانہ کفر کی بدعات بدستور قائم رہیں اب اسے چاہئے کہ ان تمام
رسوم کو کلیۃً ترک کر دے اور کفر کا کوئی تسک نہ رکھے۔ آپ نے یہاں ابوذر کو یہ تنبیہ فرمائی کہ اب زبائش اسلام کے بعد
کفر کے دور کی خامیاں تم پر زیب نہیں دیتیں۔

(۷۲۹) اس شخص نے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے قربانی کی نذر کی تھی مگر صرف اس لئے کہ عہد جاہلیت ابھی بہت
قریب گزر رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ نذر اسلامی کی ادائیگی میں زمانہ جاہلیت کے ساتھ کوئی مشابہت پیدا ہو جائے اس لئے
آپ نے تحقیق کے بغیر اس جگہ نذر اسلامی ادا کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اوقات مکروہہ میں نماز کی مانعیت بھی ممانعت
سے اجتناب پر مبنی ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ یہ کفار کی عبادت کا وقت ہوتا ہے لہذا تم اس وقت عبادت مت کرو ابیام حج
میں کفار کا یہ دستور تھا کہ مردانہ طہور آفتاب کے بعد روانہ ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی مخالفت کرو

اشو ولا ینملا لیک اینہا دم۔ رحمہ ابو داؤد و ترمذی و ابن خوزیمہ قصۃ امیۃ۔

(۷۳۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ لَكَ الشَّرِکَیْنِ کَاؤَالَا یُضْرَوْنَ مِنْ جَمِیعٍ حَتَّى تَشْرِقَ عَلَى شَیْءٍ فَالْقَوْمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَنَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ (رواہ البخاری و ترمذی)

(۷۳۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَتْ عُمَاظٌ وَجِجَةٌ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِیَّةِ فَلَمَّا کَانَ الْإِسْلَامُ تَأْتَمُّوا مِنْ الْجَعَارَةِ فَبَیْنَمَا قَا نَزَلَ اللَّهُ لَیْسَ عَلَیْکُمْ حُرَّاسٌ فِي مَوَاسِجِ النَّحْلِ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ کَذَا۔ (رواہ البخاری)

کردہ کہ جو کہ جہنم را شد تعالیٰ کی نافرمانی کے لئے ہو وہ پوری نہیں کرنی چاہئے اور نہ وہ جس کا ابن آدم خود مالک ہو۔

(۷۳۰) عمرو بن ميمون کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا مشرکین مزدلفہ سے اس وقت تک واپس نہیں ہوتے تھے جب تک کہ آفتاب شیربہاڑ پر چلنے نہ لگتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے طریقے کی مخالفت کی اور آپ آفتاب طلوع ہونے سے قبل مزدلفہ سے روانہ ہو گئے۔ (بخاری)

(۷۳۱) ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ، ججۃ اور ذوالمجاز میں بازار لگا کرتے تھے جب اسلام کا زمانہ آیا تو صحابہ نے ان بازاروں میں تجارت کرنا نہ سمجھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہو گئی۔

اگر تم ان بازاروں میں تجارت کرو، تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے یعنی حج کے ایام میں۔ ابن عباسؓ اس لفظ کو (بطور تفسیر) پڑھ دیا کرتے تھے۔ (بخاری)

اور طلوع آفتاب سے قبل ہی روانہ ہو جا کر ویک اس مخالفت کی مدد وہاں تک ہیں یہ بہت اہم مسئلہ ہے مخالفت معرفت اور نامستول امور میں کی جائے گی نہ کہ مشروع اور مستول باتوں میں بھی۔

(۷۳۱) زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ حج کے موسم میں مقام عکاظ میں ایک بازار کم ذبیحہ کو لگتا۔ جس دن کے بعد پھر یکم ذی الحجہ تک وہ بازار مقام جمنہ میں لگتا اس کے بعد ہر ذی الحجہ تک ذوالمجاز میں لگتا اس کے بعد لوگ مٹی جا یا کرتے تھے۔ ان بازاروں میں عرب اپنے آبار و اجداد کے مغا ربیان کیا کرتے تھے اس لئے یہ بازار زمانہ کفر کی ایک یادگار بن گئے تھے۔

فصلانی لکھتے ہیں کہ یہ بازار خوارج کے زمانہ تک لگتے رہے۔ مسئلہ میں سب سے پہلے عکاظ کا بازار اکھڑا پھر جمنہ کا بازار اکھڑا اور آخر میں ذوالمجاز کا بازار بھی اکھڑ گیا۔

جب اسلام کا دور آیا تو ایام حج میں پھر ان ہی بازاروں میں تجارت کرنا صحابہ کو تشبہ بالکفار معلوم ہو نہ لگا۔

قرآن کریم نے یہ فیصلہ کیا کہ تجارت ایک معاشی چیز ہے عبادات سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس لئے یہاں اپنے معاش کا سامان کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں اور نہ تشبہ کے مسئلہ سے اس کا کچھ تعلق ہے۔

(۷۳۲) عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِ الْحَارِثِ فَقَالَ لَهَا زَيْنُ بْنُ
فَرَّاهٍ لَكُمْ قَالُوا اجْتَمَعَتْ مَحْبَبَةٌ فَقَالَ لَهَا تَكَلَّمِي فَإِنَّ هَذَا الْإِجْمَاعَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ
فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ مَنْ أَنْتَ قَالَ لِمَرْأَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ قَالَتْ أَيْ الْمُهَاجِرِينَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ
قَالَتْ مِنْ أَيْ قُرَيْشٍ أَنْتَ قَالَ إِنْكَ لَسَوْءٌ أَنْأَبُ نَكْرٍ قَالَتْ مَا بَقَاؤُكَ عَلَى هَذَا الْأَمْرِ الصَّالِحِ
الَّذِي جَاءَ اللَّهُ بِهِ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ بَقَاءُ لَكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ أَيْمَنَتُمْ قَالَتْ
وَمَا الْأَيْمَنَةُ قَالَ أَمَا كَانَ يُقِيمُكَ رَسُولٌ وَأَشْرَافٌ يَا مُرُودُ نَهْمُ فَيُطِيعُوهُمْ قَالَتْ
بَلَى قَالَ فَهَهُمَا وَلَيْتَ عَلَى النَّاسِ - (سرواہ البخاری)

(۷۳۲) قیس بن ابی حازم روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر قبیلہ احمس کی ایک عورت کی طرف گزرے
اس کو زینب کہتے تھے دیکھا تو اس نے بات چیت کرنا بند کر رکھا تھا لوگوں نے کہا کہ اس نے خاموش رہ کر
حج کرنے کا ارادہ کیا ہے آپ نے اس سے کہا بی بی بولو یہ خاموشی ناجائز خاموشی ہے یہ جاہلیت کی حرکت ہے
اس نے بولنا شروع کر دیا ابو بکر سے پوچھا آپ کون ہیں انھوں نے فرمایا ایک مہاجر آدمی ہوں وہ بولی جاہلیت
میں کس قبیلہ کے ہیں فرمایا قبیلہ قریش کا اس نے کہا آخر قریش میں آپ کون ہیں فرمایا تو تو بری سوال کرنے والی عورت
معلوم ہوئی ہے (سن) میں ہل ابو بکر اس کے بعد اس نے پوچھا فرمائیے ہم لوگ اس عہد دین پر جو جاہلیت کے
بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں مرحمت فرمایا ہے کب تک قائم رہیں گے فرمایا جب تک تمہارے امام تمہیں سید سے سید
لے چلے جائیں گے اس نے پوچھا اماموں سے آپ کی کون لوگ مر لیں۔ فرمایا کیا تیری قوم میں پہلے ایسے سردار
نہ ہوتے تھے جو لوگوں کو حکم دیتے ہوں اور لوگ ان کے احکام مانتے ہوں اس نے کہا بیشک ہوتے تھے فرمایا
تو پھر اماموں سے ہی حاکم لوگ مراد ہیں۔ (بخاری شریف)

(۷۳۲) اس عورت کی یہ حیات آمیز گفتگو دیکھئے اور حضرت ابو بکر کا عاجزانہ جواب ملاحظہ فرمائیے تو یہ بخوبی واضح
ہو جائے گا کہ طرکیت اور اسلامی خلافت میں کتنا تفاوت ہے۔ یہاں خلیفہ اول کو اپنے متفقین و سوسہ بھی نہیں گذرتا
کہ وہ امام مسلمانوں سے کوئی منفرد امتیازی شان بھی رکھتا ہے وہ ایک عورت کے سوال کرنے پر اپنا تعارف عام سے عام صورت میں
پیش کرتا ہے اور جب بہت مجبور ہو جائے تو صرف اپنا نام بنا کر خاموش ہو جاتا ہے۔ طرکیت کا دماغ ان عاجزانہ کلمات سے آشنا نہیں ہوتا۔
پھر ابو بکر کی تقریر سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کی نظر قوموں کے اسباب عروج و ذوال پر کتنی گہری نگاہ تھی انھوں نے اسلام کے
عروج و زوال کے متعلق چند جملوں میں وہ سب کچھ کہہ دیا جزو نامی کی تاریخ کے مفصل مطالعہ کے بعد کہا جاسکتا تھا۔ انھوں نے
اجتماعی اور انفرادی زندگی کی خصوصیات کو بھی خوب سمجھا اور فرمایا کہ مسلمانوں کی حیات اجتماعی کی ترقی ان کے امام کے دم سے وابستہ ہے
جب اماموں کی رفتار گرجائے تو اسلام کے اجتماعی نظام کا بھی خاتمہ سمجھ لینا چاہیے اس کے بعد اگر کوئی خیراتی رہے گی تو وہ ضرور
انفرادی خیر ہوگی۔ انفرادی خیر صرف اس شخص کی ذات تک محدود ہوتی ہے، عمومی حیات سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔
اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام کے غیر مسلمانوں میں اجتماعی حیات پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں۔

(۴۳) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي بَرْزَةَ قَالََا خَرَجَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى قَوْمًا قَدْ طَرَحُوا أَرْدِيَّتَهُمْ مَشْعُونًا فِي قُمْصٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْبُغُلِ الْجَاهِلِيَّةِ تَأْخُذُونَ أَوْ يَضْمِعِ الْجَاهِلِيَّةِ شَهْرُونَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَدْعُو عَلَيْكُمْ دَعْوَةً تَرْجِعُونَنِي فِي غَيْرِ صُورِكُمْ قَالَ فَآخُذُوا أَرْدِيَّتَهُمْ وَلَمْ يُعَوِّذُوا لَكَ رِجَاءَ ابْنِ مَاجٍ (۴۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْحَدَّ وَدَشَّنَ الْجَيُّوبَ وَدَعَى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ - (متفق عليه)

(۴۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَاشِرُ رَايَوْمٍ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ

(۴۳) عمران بن حصین اور ابو بزرہ روایت فرماتے ہیں کہ وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جازو میں شرکت کے لئے نکلے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے اپنی چادریں اتار کر بیکندی ہیں اور صرف قمیصوں میں ننگے (جازو کے ساتھ ساتھ جارہے ہیں آپ نے فرمایا اچھا کیا یہ جاہلیت کے طریقے یکہ رہیں یا جاہلیت کے رنگ و دھنگ سے مشابہت مقصود ہے میرے دل میں آیا تھا کہ میں نہیں ایسی بددعا دوں کہ تمہاری صدقہیں بگڑ جائیں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ یہ سن کر انھوں نے (چپکے سے) اپنی اپنی چادریں بٹھال لیں اور پھر کبھی ایسی حرکت کی حرمت نہ کی۔ (ابن ماجہ)

(۴۴) عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اپنے رخساروں کو پٹے اور گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح جھنجھکیا کی آوازیں نکالے اس کا ہم سے کوئی واسطہ نہیں۔ (متفق علیہ)

(۴۵) حضرت عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش دسویں مہرم کا روزہ رکھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خود اس دن روزہ رکھتے تھے جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے خود

(۴۳) عرب فطرۃ درشت خصلت تھے خود کی رسوم ان کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھیں۔ ناسی فطرت رسول نے چاہا کہ ان کے مزاج کے مناسب ان کو تنبیہ کرے اور ایسی تنبیہ کرے کہ یہ رسوم جاہلیت ان کی مرثیت سے ہمیشہ کے لئے نکل جائیں۔

(۴۴) یہ روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از خود رکھا کرتے تھے اگر کفار کسی اچھے کام میں شریک رہیں تو ان کی مخالفت میں اچھا کام ترک نہیں کیا جائے گا۔ اسی لئے مخالفت اور موافقت کے بعد پہچاننے کے لئے بڑا علم دکا کر دیا۔ نہ ہر کسے ہر شے قلعہ دی دانہ

رَمَضَانَ كَانَ مِنْ شَاءَ صَامُومَنْ شَاءَ لَا يَصُومُ مَنْ رَمَاهُ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ

(۷۳۶) عَنْ أَبِي دَاوُدَ الْبَيْهَقِيِّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا مِنْ مَكَّةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى حَنِينٍ قَالَ وَكَانَ لِلْكَفَّارِ سِدْرَةٌ يَتَكَلَّفُونَ عِنْدَهَا وَتَعْلِقُونَ بِهَا سِلَاحَهُمْ يُقَالُ لَهَا ذَاتُ أَنْوَاجٍ قَالَ قُمْتُ نَائِسِدْرَةَ خَضِرَاءَ عَظِيمَةٍ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاجٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاجٍ فَقَالَ قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى لِمُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمُ إِلَهَةٌ قَالَ أَلَكُمْ قَوْمٌ يَجْهَلُونَ أَنَّ هَؤُلَاءِ مُتَبَرِّئَةٌ مِنْهُمْ فَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (مسند ابن کثیر ۳/ ۲۲۸ و ابن جریر و احمد و ابن ابی حاتم)

(۷۳۷) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ السَّبْتِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ

اس دن کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا لیکن جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہو گئے تو پھر جس نے چاہا یہ روزہ رکھا اور جس نے چاہا نہ رکھا۔ (بخاری شریف)

(۷۳۶) ابوداؤد البیہقی بیان کرتے ہیں کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے حنین کی جانب روانہ ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ کفار نے ایک بیری کا درخت مقرر کر رکھا تھا یہاں آکر وہ ٹھہر گئے اور اس پر اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے اس کو ذاتِ انواط (یعنی ہتھیاروں کے لٹکانے کا درخت) کہا جاتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ جب صحابہ ایک ایک کر کے درخت کے پاس سے گزرے جو بہت بڑا اور سرسبز و شاداب تھا تو پہلے یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک ذاتِ انواط مقرر کر دیجئے جیسا مشرکوں کیلئے ہے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ بات تو تم نے ایسی ہی کہی جیسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے (ایک قوم کو بت پرستی کرتا دیکھ کر) کہی تھی کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دے جیسا ان کا ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ بڑے ہی جاہل ہو۔ . . . (ابن کثیر)

(۷۳۷) ام سلمہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ روزے شنبہ اور کیشنبہ کے

(۷۳۷) ایک دفعہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت کرنا پسند فرمایا کرتے تھے شاید یہ بدعت رسول عربی کے ان اخلاق سے کہ فائدہ اٹھائیں اور اسلام کو اپنے قریب تر دیکھ کر اس کو قبول کر لیں لیکن جب آپ کی ملاحظت نے ان پر کوئی اثر نہ کیا تو پھر آپ نے اس طریقہ کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا جس سے امتیازِ زمین الشرائع کا دوسرا اہل فائدہ پورا ہو جہاں تک یاد ہے حافظ ابن جریر نے اس تفصیل تاریخ فتح کہ تحریر فرمائی ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے کس حد تک سلسلہ ملاحظت جاری رکھا اور آخر تک اگر بالکل آخر میں دوسری راہ اختیار فرمائی۔ حدیثوں میں تصریح ہے کہ آپ کی موافقت کا

أَلَمْ يَأْتِصُومُ مِنَ الْأَيَّامِ وَقَوْلُ أَهْلِ الْيَمَنِ لِلْمُشْرِكِينَ فَأَنَّا لَبِثْنَا أَن أَخْلَعْنَاهُمْ (رمہاء احمد)
(۷۳۸) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَشَرَّدُونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشَرَّدُوا وَتَزَوَّدُوا وَأَخْلَعُوا أَهْلَ الْكِتَابِ (رمہاء احمد)

دن رکھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دو دن مشرکین کے عید منانے کے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں
کہ ان کی مخالفت کیا کروں۔ (احمد)

(۷۳۸) ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ اہل کتاب پا جامہ پہنتے ہیں اور ازار نہیں پہنتے
(ہم کیا کریں) آپ نے فرمایا تم پا جامہ اور ازار دونوں پہنا کر اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ (احمد)

دارہ صرف ان امور تک محدود تھا جن میں آپ کی مخصوص شریعت نازل نہ ہوئی اور جہاں نازل ہو جاتی پھر کسی کی مخالفت
و عدم مخالفت کا کوئی سوال ہی نہ ہوتا۔

(۷۳۸) یہ بات بڑی اہمیت سے یاد رکھنی چاہئے کہ شریعت نے کسی موقع پر بھی کسی قوم کی نفس مخالفت کرنی اپنا نصب
نہیں بتایا بلکہ ہمیشہ اس نے ایک نہایت معتدل اور خوبصورت عمل کی تسلیم دی ہے جس کو اس قوم نے تاقی جھوٹا کھا تھا،
اسی عمل کی اس نے تاکید فرمائی ہاں اس کا عزمان ضرور مخالف رکھا ہے۔ اسی مذکورہ بالا جھوٹی سی جزئی کو لے لیجئے اگر
شریعت کا نصب العین صرف مخالفت ہوتا تو یہاں آپ پا جامہ پہننے کی بھی مخالفت فرمادیتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ
اہل کتاب کا پا جامہ پہننے سے بے وجہ احتراز کرنا جو کہ خدا کی نامسمول حرکت تھی اس لئے آپ نے ازار پا جامہ ہر دو پہننے کی
اجازت دیدی اور اسی کا عزمان مخالفت رکھا۔ اسی طرح اس سے پہلی حدیث میں شنبہ اور یکشنبہ کے دن روزه رکھنے میں مکمل
صرف مخالفت مطلوب نہ تھی بلکہ اس پر تنبیہ کرنی مقصود تھی کہ ہر دو نصاریٰ نے یوم عید کے انتخاب میں ایک اصولی اور
قومی غلطی کما ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوم عید کے انتخاب کرنے میں قوموں کا امتحان لیا گیا خاص سب سے غلطی کھائی
صرف امت محمدیہ کا یہاں رہی۔ درحقیقت وہ دن عید کا دن تھا پھر کسی نے اس کو شنبہ اور کسی نے یکشنبہ بنا لیا۔ اب
سوچئے کہ اس مقصد کے جنی نظر روضہ رکھ کر مخالفت کس درجہ اہم ہوگئی۔ اسی طرح اس باب کی جملہ حدیثوں کو قیاس کر لیجئے
ہر جگہ کسی نہ کسی اہم غلطی کی اصلاح مد نظر رہی ہے۔ مگر اس کا عزمان مخالفت اس لئے رکھا گیا کہ یہ بات پوری وضاحت سے
ثابت ہو جائے کہ اب وہ کتاب آچکی ہے جو جلد اریان کی تاریخ ہے اگر اصول میں وہ پہلی کتابوں کی مصدق ہے تو فردع میں
ان کے لئے تاریخ ہونے کا بھی حق رکھتی ہے اور اس کے ان ہر دو پہلوں میں اس کے کمال ہی کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ حکم ہے کہیں مخالفت
اور کہیں مخالفت :- دونوں اس کے حق ہیں۔ بہر حال مخالفت صرف عزمان میں ہے ضد و مل مخالفت کے مرکب وہ لوگ
ہیں جنہوں نے ایک معمول طریقہ کو چھوڑ کر غیر معمول طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
دونوں کی تعمیل شریعت کیلئے لازم ہیں اسی طرح حق کی مخالفت اور باحق کی مخالفت کرنی دونوں احقاق کیلئے ضروری ہیں مخالفت
کے صرف عزمان سے بیکر نہیں چاہئے بلکہ اس پر غور کرنا چاہئے کہ جہاں مخالفت کا امر آیا ہے وہ مقام درحقیقت مخالفت کا
عمل ہے بھی یا نہیں پھر جہاں مخالفت کی حکمت آپ کی فہم میں نہ آئے اس کو اہل علم سے دریافت کر لیجئے صرف اپنی عقلی
نارسا اور علم ناقام پر قبضہ کر ڈالنا بھی انصاف نہیں و فوق کل ذی علم علیم۔

(۷۳۹) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَفُوا الْمُسْلِمِينَ
أَوْفَى وَاللَّيْ وَآخَفُوا الشَّوَارِبَ. (متفق عليه)

(۷۴۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفُجُورُ نَقَالُ اِخْتِمُوتُهُمْ
بِأَلْفِهِمْ وَيَحْلِفُونَ لِحَاظِهِمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْتَقْرِضُ سَبْلَهُمْ فَجَزَاهُمَا كَجَزَاءِ الشَّافَةِ. (رواه ابن أبي عمير)

(۷۴۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى
لَا يَصْبِغُونَ فَنَحْلِفُ لَهُمْ. (متفق عليه)

(۷۴۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُوا الشَّيْبَ
وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ. (رواه الترمذی ورواه النسائی عن ابن عمر والزبیدی)

(۷۳۹) ابن عمر روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی معاشرت اور طور،
طریق میں مشرکین سے جدا رہو، اپنی ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مویں ترشواؤ۔ (متفق علیہ)

(۷۴۰) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ اپنی
مویں کے دو طرفہ بال بے بے رکھتے ہیں اور اپنی ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں اسی لئے ابن عمر اپنی مویں
اس طرح باریک کر دیتے تھے جیسے بکری کے بال باریک کرادیئے جاتے ہیں۔ (الرحمۃ المہدیۃ)

(۷۴۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ خضاب
نہیں کوٹے اس لئے تم اپنی ہیئت ان سے جدا رکھو اور خضاب کیا کرو۔ (متفق علیہ)

(۷۴۲) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود کے ساتھ مشابہت
پیدا نہ کرو اور بڑھاپے کی سفیدی ذرا خضاب لگا کر بدل لیا کرو۔ (ترمذی۔ نسائی)

(۷۴۰) اس ہیئت کا حکم بھی صرف مخالفت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ دراصل یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی ایک سنت تھی تمام عرب ان ہی کا تبع تھا اور دین محمدی کی زمین بھی یہی ملت ابراہیمی ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ ملت ابراہیمی
کو دین فطرت کہا گیا ہے اس لئے ان امور کا اختیار کرنا فطرت کے مطابق اور ان کا ترک فطرت کی مخالفت پر مبنی
قرار دیا گیا ہے۔ اگر فرض کر لیں کہ وہی امور اور کردار جن میں کوئی عفت نہ تھا وہی قوم سماویہ کے ماننے
والوں میں اسوۂ ابراہیمی کی اتباع میں اس سے زیادہ عفت نہ تھا تب اب جس کو جس کی طرف انتساب کا شوق ہو وہ جلنے
اگر کسی بد نصیب مسلمان کو کسی وحشی انگریز کی اتباع میں اپنی شان و فخر آتی ہو تو اس کا علاج مناظرہ نہیں دعا ہے۔
دوسری قوموں کی نقالی کتنا نسیانہ بات ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی اور فسق بیان کیا جائے۔

(۷۴۲) اگر شریعت کسی کمزور شکل کے بدلے اور کسی منقول صورت کے اختیار کر لیا تو اس کا نام مخالفت کہتی ہو تو کیا صرف لفظ مخالفت
کو وجہ اس پر آپ کو برا بھلا نہیں دیا جاتا ہے بلکہ منقول اور مخالفت ہی مخالفت مذہب کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

(۴۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مَوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فَمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْتَدِلُّونَ أَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يُفَرِّقُونَ رُؤُسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهُ ثُمَّ فَرَّقَ لَعُدَّ. (متفق عليه)

(۴۴) عَنْ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَدَّيْنَا الْمُغِيرَةَ قَالَتْ رَأَيْتَ يَوْمَئِذٍ عُلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ أَوْ قُصْبَتَانِ نَسَمَحُ رَأْسَكَ وَبِرَأْسِكَ عَلِيكَ وَقَالَ إِخْلِفُوا هَذَيْنِ أَوْ قُصُّوهمَا فَإِنَّ هَذَا رَأْيُ الْيَهُودِ. (سواء ابوداؤد)

(۴۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَانَ مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهِ فَلَيْسَ مِنَّا (سواء احمد والترمذی)

(۴۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصُ أَوْ يَأْخُذُ مِنْ شَارِبِهِ وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ رِصَلَاتِ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ يَفْعَلُهُ. (سواء الترمذی)

(۴۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ثَوْبَيْنِ مُعَصَّرَيْنِ فَقَالَ إِنَّ هَذَيْنِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبِسَهُمَا وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى لَهَا قَالَ

(۴۸) ابْنِ عَبَّاسٍ سے روایت ہے کہ جن باتوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نازل ہوئی اس میں آپ مشرکین کی بنیست اہل کتاب کی موافقت کنی زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اہل کتاب کا دستور یہ تھا کہ وہ پٹیاں کے بال سامنے نکالتے اور مشرکین حج سے مانگ نکالتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی اصول کے ماتحت پہلے اپنے بال پٹیاں پر لٹکے پھر بعد میں مانگ نکالتا شروع کر دی۔ (متفق علیہ)

(۴۹) حجاج بن حسان کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس گئے اس وقت میری ہمیشہ مغیرہ نے فرمایا کہ تم اس وقت کچھ تھے اور تمہارے سر پر بالوں کے دو گچھے تھے۔ انھوں نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا برکت فرمائی اور فرمایا یا تو ان دونوں کو منڈا دو یا کٹوا دو کیونکہ یہ طریقہ تو یہود کا ہے۔ (ابوداؤد)

(۵۰) زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی مچھوٹوں کے بال نہ ترشوائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (احمد-ترمذی)

(۵۱) ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مچھوٹوں کے بال ترشویا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ترمذی)

(۵۲) عبد اللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم پر دو

بَلْ اِخْرٰهُمُهَا۔ (رواہ مسلم)

(۴۸) عَنْ عَكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا اَعْلَمُ اِلَّا رَفَعَ الْحَدِيثَ اَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ

بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ وَقَالَ مَنْ تَرَكَهُنَّ خُسِيَتْ فُلُكُهُ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواہ فی شرح السنہ)

(۴۹) عَنْ ابْنِ مُرَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَأَلْنَاهُمْ مِنْذُ

حَارَبْنَا هُمْ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُمْ خَفِيَ فُلُكُوسُ مِنَّا۔ (رواہ ابوداؤد)

(۵۰) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْتُلُوا الْحَيَّاتِ

كُلَّهِنَّ فَمَنْ خَافَ ثَارَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّي۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

(۵۱) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَّ

عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواہ مسلم)

نزد رنگ کے مصفر میں رنگے ہوئے کپڑے دیکھے تو فرمایا یہ کفار کا لباس ہے ان کو مت پہنو۔ ایک روایت

میں ہے میں نے عرض کیا ان کو دھلو الوں فرمایا بلکہ جلادو۔ (مسلم)

(۴۸) عکر مابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں جہاں تک میرا گمان ہے انہوں نے

یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہی نقل کیا تھا کہ آپ سانپوں کے مارنے کا حکم دیتے تھے

اور فرماتے تھے کہ جو انکے انتقام کے ڈر سے انہیں مارنا چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (شرح السنہ)

(۴۹) ابوسریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (سانپوں کی ہماری جنگ غریبی)

جنگ کے بعد سے کبھی پہلے صلح نہیں کی جو ڈر کے مارے انہیں مارنا چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں) (ابوداؤد)

(۵۰) ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قسم کے سانپوں کو مار دیا کو

جوان کے بدلہ کے خوف سے ڈر جائے وہ ہمارے مشرب کا آدمی نہیں) (ابوداؤد والنسائی)

(۵۱) سلمہ بن اکوع روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں پر

تلوار نکال لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم)

(۵۰) جس طرح کسی کی حد سے زیادہ تعلیم اس کی عبادت کا ذریعہ بن جاتی ہے اسی طرح حد سے زیادہ خوف بھی

عبادت کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اہل نبوت کی جماعت سانپوں کو بھی دیتا آتی ہے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک

مسلمان کے دل میں خدا کی محبت اور اس کا خوف اتنا غالب ہو جانا چاہیے کہ اس کے سامنے ساری محبتیں اور

سارے خوف دل سے نکل جائیں۔ شرک صرف یہ نہیں کہ ذات و صفات ہی میں شرکت کا اعتقاد رکھا جائے بلکہ

حقوق الوہیت میں شرکت بھی شرک ہے۔

(۷۵۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَأَبْنِ مَرْثُورَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَلَا يَرْوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَزَادَ مُسْلِمٌ مِنْ هُنَا فَلَيْسَ مِنَّا
(۷۵۳) عَنْ ابْنِ مَرْثُورَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَلَ لِمَوْلَاهُ عَلَى زَوْجَتِهِ أَوْ عَبْدًا أَوْ غُلَامًا سَيِّدًا ۲- (رواه ابوداؤد)
(۷۵۴) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُنْتَقِبِ قَطْعٌ وَ مَنْ انْتَقَبَ مُتَّعِبَةً مَشْهُورَةً فَلَيْسَ مِنَّا. (رواه ابوداؤد)
(۷۵۵) عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَمَلَ إِلَى عَصِيْبَةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصِيْبَةً. (رواه ابوداؤد)
(۷۵۶) عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسَدِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْعَصِيْبَةُ قَالَ كَانَتْ تُعِينُ وَكِيفَ عَلَى الظُّلُمِ. (رواه ابوداؤد)

(۷۵۲) ابن عمرؓ ابوبھررہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو مسلمانوں پر تلوار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں (بخاری شریف) مسلم شریف میں اس پر اتنا اضافہ ہے کہ جو بین حوکنہ سے بھی ہم میں نہیں۔
(۷۵۳) ابوبھررہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر یا کسی غلام کو اس کے آقا کی طرف سے بھڑکائے۔ (ابوداؤد)
(۷۵۴) جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوٹ مار کرنے والے کے ہاتھ نہ کاٹنے جائیں اور جو بدن دہارے یہ جرم کرے گا وہ ہم میں سے نہیں (اگرچہ اس پر ساری کا اطلاق نہ ہونے کی وجہ سے حد سرقہ قائم نہ ہو سکے) (ابوداؤد)
(۷۵۵) جبیر بن مطعمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صرف قوی عصبيت کی دعوت دے اور صرف عصبيت کی بنا پر جنگ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد)
(۷۵۶) عائشہ بن اسحقؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ عصبيت کی کیا تعریف ہے فرمایا یہ کہ تو ظلم پر بھی اپنی قوم کی مدد پر اڑا رہے۔ (ابوداؤد)

(۷۵۳) یعنی جو شخص معاشرتی زندگی کو گندہ کرنے کے وجہ پر وہ اسلام کے لئے ایک بد نادر غے اسلام میں تدری اور معاشرتی زندگی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اسی لئے وہ شخص جو اسلام کی اجتماعی وحدت میں خلل انداز ہو مسلمانوں میں شمار ہونے کے قابل نہیں ہوتا۔

(۷۵۷) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيرِ الَّذِي أُزْدِيَ فَهُوَ يَنْزِعُ بِذَنبِهِ. (رواه ابوداؤد)

(۷۵۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرَةَ الشَّامِيِّ مِنْ أَهْلِ فَلَسْطِينَ عَنْ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهَا نَسِيلَةٌ أَمَّا قَالَتْ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِنَ الْعَصِيَّةُ أَنْ يَجِبَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ قَالَ لَا وَلَكِنْ مِنَ الْعَصِيَّةِ أَنْ يَنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ (رواه احمد ابن ماجه)

(۷۵۹) عَنْ سُرَّاقَةَ بْنِ مَالِكٍ بْنِ جُعْتَمٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُكُمْ الْمَدِافِعُ عَنْ عَشِيرَتِهِ مَا لَمْ يَأْتُمْ. (رواه ابوداؤد)

(۷۶۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَبَنَتَيْنِ أَقْوَامٌ يَفْقَهُونَ بَابَايَهُمُ الَّذِينَ مَاتُوا تَامَهُمْ فَعَمَّ مِنْ جَهَنَّمَ أَوْ لَيْكُونَنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِي يَدْعُوهُ الْخَرَاءُ بِأَنفِهِمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْهُمْ عُيْبَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَحَّرَهَا بِالْأَبَاءِ إِنَّمَا هُمْ مَوْتُونَ نَحْيٌ أَوْ قَاجِرُونَ

(۷۵۷) ابن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے جو شخص حق کے خلاف میں بھی اپنی قوم کی مدد پر اٹھتا ہے اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کہیں لو نہ دھاگہ لگ جائے پھر اس کو دم پکڑ کر نکالنا چاہیں (ادودہ نکل نہ سکے) (ابوداؤد)

(۷۵۸) عبادة بن کثیر شامی فلسطین کے باشندے اپنی قبیلہ کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں جس کا نام فیلہ تھا وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے خود اپنے باپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا اپنی قوم سے محبت کرنی بھی عصیت میں داخل ہے فرمایا قطعاً نہیں۔ عصیت یہ ہے کہ اپنی قوم کی ظلم پر بھی مدد کرے۔ (احمد۔ ابن ماجہ)

(۷۵۹) سراقہ بن مالک بن جعتم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ تم میں وہ شخص سب سے اچھا ہے جو اپنے قبیلہ کی طرف سے جواب دی کرے جب تک کہ اس میں گناہ نہ ہو۔ (ابوداؤد)

(۷۶۰) ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ یا تو لوگ اپنے ان باپ دادوں پر فخر کرنے سے باز آجائیں جو مرچکے ہیں اور دوزخ میں حل کر دین چکے ہیں نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کبر سے بڑھ کر ذلیل ہو کر رہیں گے جو اپنی ناک سے پاخانہ ہٹا ہٹا کر چلتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے تم کو جاہلیت کے باپ دادوں پر فخر کرنے سے روک دیا ہے۔ اب (قومیت کی تعظیم نہیں ہے) صرف دو قسم ہیں یا متقی مومن

شَقِيَ النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ وَأَدَمُ مِنْ تَرَابٍ. (مرہاہ الترمذی و ابوداؤد)
 (۷۶۱) عَنْ أَبِي عُقْبَةَ وَكَانَ مَوْتِي مِنْ أَهْلِ فَارِسَ قَالَ سَمِعْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
 أَحَدًا أَفْضَرْتُ رَجُلًا مِنْ الْمُشْرِكِينَ فَقُلْتُ خُذْ هَامِيَّتِي وَأَنَا الْغَلَامُ الْفَارِسِيُّ فَالْتَقَتِ إِلَيَّ
 فَقَالَ هَلَا قُلْتُ خُذْ هَامِيَّتِي وَأَنَا الْغَلَامُ الْفَارِسِيُّ (مرہاہ ابوداؤد)

یا شقی فاجر۔ سب لوگ ایک آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان کی حقیقت یہ تھی کہ وہ مٹی سے بنائے
 گئے تھے۔ (بھیرہ نقصان سب ہی میں ہے اب ہم فخر کرنے کی بات کیا رہی) (ترمذی۔ ابوداؤد)
 (۷۶۱) ابوعقبہ فارس کے غلام تھے یہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد
 میں شریک ہوا ہوں۔ میں نے ایک مشرک کے تلوار ماری اودھ کہا کہ میں فارسی بچہ ہوں یہ ضرب میری جانب کر
 لیتا جا۔ آپ فوراً میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا تو نے اس کے بچلے یہ کیوں نہ کہا کہ میں انصاری
 بچہ ہوں یہ ضرب میری جانب سے لیتا جا۔ (ابوداؤد)

(۷۶۱) مذکورہ بالا حدیثوں میں جہاں جہاں نہیں مناد ہم سے نہیں) کا کلمہ آگیا ہے علامہ نے اس کی
 مختلف مرادیں تحریر فرمائی ہیں یہاں سب سے اچھی شرح امام طحاویؒ کی معلوم ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہی کلمہ
 قرآن کریم میں دو جگہ استعمال ہوا ہے۔
 (۱) فَتَنَ شَرِيبٌ مِنْهُ ثَلَاثِينَ سِنِينَ وَمِنْ لَمَّ
 يَطْعَمُهُ فَإِنَّهُ صَبِيٌّ
 جس نے اس نہر کو پانی پیادہ ہارا نہیں اور جس نے اُس کو
 نہ چکھا تو وہ بیشک ہمارا ہے۔
 (۲) فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي
 فَإِنَّكَ غَافِرٌ رَحِيمٌ
 جس نے میرا اتباع کیا وہ ہمارا ہے اور جس نے نافرمانی کی تو
 بیشک تو بڑا بخشنے والا اور رحم فرماتے والا ہے۔
 ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص نبی کے حکم اور اس کی شریعت کا تبع ہوتا ہے وہ اس کا اور اس کی جماعت
 کا فرد شمار ہوتا ہے اور جو اس کا تبع نہیں ہوتا وہ اس کا جماعتی آدمی نہیں سمجھا جاتا۔ پس بعض افعال ایسے ہوتے ہیں
 کہ ان کو اسلامی شریعت سے کسی ایسے بیچ کا علاقہ ہوتا ہے کہ اس سے علیحدگی گویا اسلامی معاشرت سے علیحدگی
 تصور کی جاتی ہے ایسے موقع پر حدیث اس کلمہ کا اطلاق کر دیتی ہے۔ اگر یہ علیحدگی اور برہ جائے تو کفر کی حد
 تک بھی پہنچ سکتی ہے اور اسی معنی سے حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کے متعلق ارشاد ہوا۔
 إِنَّ لَكَ مِنْ أَهْلِكَ
 وہ تہارے گھر کا آدمی نہیں
 لہذا اس قبیلہ سے بہت ہشیار رہنا چاہیے کیونکہ وہ صرف کسی بے عنوانی تک جا کر نہیں ٹھہرتی۔ بلکہ بعض مرتبہ
 اس سے آگے بھی تجاوز کر سکتی ہے۔

(۷۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا وَلَا تَنَبَّهُوا بِالْهُودِيِّ وَلَا النَّصَارَى فَإِنَّ سَلِيمَ الْيَهُودِيَّ إِشَارَةً بِالْأَصَابِعِ وَتَسْلِيْمَ النَّصَارَى إِشَارَةً بِالْأَلْفِ. (رواه الترمذی وقال اسنادہ ضعیف قال علی القاری فی المرقاة وعل وجہانہ من عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وفیہ خلاف وقد اسندہ السیوطی فی المجامع الصغیر الی ابن عمر۔ فارفعہم التزام۔)

(۷۲) عمرو بن شعیب اپنے والدہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دوسروں کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اس لئے تم سلام کرنے میں نہ تو یہودی کی مشابہت اختیار کرو نہ نصاریٰ کی۔ یہود تو سلام کے لئے انگی کا اشارہ کرتے ہیں اور نصاریٰ اپنی پتیلی کا۔ (تم صرف لفظ السلام علیکم پر کفایت کیا کرو۔ ضرورت ہو تو دوسری بات ہے)۔ (ترمذی ضریف)

(۷۲) حافظ ابن قیم کی کتاب اقتضاء العباد المستقیم سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ بالکفار کا تعلق منہجی یا ان اختیاری افعال کے ساتھ نہیں ہے جو انسان کے فطری تقاضے سے مندرجہ ہوتے ہیں بلکہ یا تو صرف عبادات کے ساتھ ہے یا اگر وہ عادات اور معاشرت سے متعلق ہیں تو پھر ان کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ افعال ایسے ہیں جو خود قبیح ہیں جیسے ٹخنوں سے نیچا یا ریشیں کھینچنا یا کوئی ایسا حرکت جس سے باطل مجبور کی کوئی عظمت ظاہر ہوتی ہو اس قسم کے امور تو فی نفس ہی منوع ہوں گے اسیان میں تشبہ بالکفار ان کے لئے دوسری وجہ ممانعت رہیگی۔ اور اگر وہ ایسے ہیں جن میں فی نفس کوئی قباحیت نہ ہو تو اگر وہ کسی قوم کا شعار ہیں جیسے کسی قوم کے ساتھ اس طرح مخصوص ہو چکے ہوں کہ ان کا اختیار کرنے والا بطور اسی قوم کا فرد معلوم ہوتا ہو تو ان میں بھی تشبہ منوع ہوگا اور اگر وہ امر مباح ہیں اور کسی کا شعار نہیں تو پھر اگر مباح ہے پس ان کا بدل ہو جو ہے تو پھر بھی ان کا ترک کر دینا اولیٰ لا نسب ہوگا کہ یہی اسلامی غیرت کا تقاضا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے ہاتھ میں ایک فارسی طرز کی کمان دیکھی تو فرمایا اپنے ہاتھ میں یہ کیا لئے ہوئے ہے ایسی عربی طرز کی کمان رکھہ میں میری ہاتھ میں ہے جس کے دیر سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں فتوحات نصیب فرمائی ہیں اور اگر وہ اشیاء ایسی ہیں جن کا ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں جیسا جدید معجزات تو ان کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ان میں تشبہ کی نیت نہ ہو اور اگر ان کے استعمال میں کفار کے ساتھ تشبہ ہی کی نیت ہو تو وہ بھی منوع ہوں گے۔ قال فی البحر اعلم ان التشبه باهل الكتاب لا يكره في كل شيء فلما فاكل ونشره بکما يفعلون انما الکلام التشبه فيما کان مذموماً وفيما يقصد به التشبه - ام اس باب کی اصل درج ہے: نہ کہ تو کوئی خاصۃ اودان کا ذہن جبہ خشرک ہو جاتا ہے تو پھر اس کی سرحدیں بہت جلد مذہب اور دین سے بھی ٹکرانے لگتی ہیں کیونکہ اسلام کا دائرہ ایسا وسیع ہے جس سے ہمارے تمدن بھی خارج نہیں ہے اس لئے معاشرت کے عام شعبوں میں تشبہ بالکفار سے بھی اسلامی معاشرت کے ساتھ ٹکراؤ پیدا ہوتا ناگزیر ہو جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ یہ ٹکراؤات کی حدود میں بھی ہونے لگتی ہے اور شدہ شدہ دین اسلام کی صورت ہی سخت ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

(۶۳) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ نَقُولُ اُنْعَمَ اللهُ بِكَ عَيْمَانُ اُنْعِمَ صَبَاحًا فَلَئِمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ مِثْمَا عَنْ ذَلِكَ - (رواه ابو داؤد)

(۶۴) عَنْ عَقِيلِ بْنِ ابْنِ طَالِبٍ قَالَ اَدَّكَ تَزْوِجَ اِمْرَاةٍ مِنْ بَنِي جُثَيْمٍ فَقَالُوا يَا اَبَا قُتَيْبٍ وَالْبَيْنَيْنِ فَقَالُوا لَا تَقُولُوا هَكَذَا وَلَكِنْ قُولُوا لِمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ

(۶۳) عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم سلام کے موقعہ پر یوں کہا کرتے کہ خدا تعالیٰ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے اور اطمینان و آرام کے ساتھ ہمیں مع نصیب ہو۔ جب اسلام کا وعدہ آیا تو اس نے ہم کو اس طریقہ سے روک دیا۔ (اداس کے بجائے سلام علیکم کا لفظ تعلیم کیا) (الوداؤد)

(۶۴) عقیل بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انھوں نے قبیلہ بنی جثیم کی ایک عورت سے نکاح کیا تو لوگوں نے ان کو مبارکبادی دینے کے لئے وہی الفاظ کہے جو اس موقعہ پر زمانہ جاہلیت میں کہے جاتے تھے یعنی نکاح مبارک ہو۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) یہی حکمت ہے کہ شریعت نے ان امور سے بھی احتراز کرنا لازمی قرار دیا ہے جو کسی پہلو سے شبہ الحکم میں خواہ مخواہ میں کفار کے ساتھ کوئی تشبیہ نہ پایا جائے۔ پس مسئلہ تشبیہ کی بنیاد صرف کفار کے ساتھ مخالفت پر نہیں بلکہ دلائل دینی کی حدود کے مختلف پر بھی وجہ ہے کہ ایک عورت کو کفار کے ساتھ ایک مرد کو عورت کے ساتھ تشبیہ کی بھی مخالفت فرمائی گئی ہے اگرچہ وہ دونوں مسلمان ہوں اسی طرح اس کی بنیاد کی تنگ نظری پر بھی نہیں ہو بلکہ اگر کوئی حقیقت اپنی کوئی صورت فی انفس پاؤں ہے تو جب تک اس کے حدود و ممانعت و تمیز نہ ہیں معدوم کی حقیقت سے متاثر بھی نہیں سکتی۔ چنانچہ ظہری و شمار کا باہم امتزاج بھی ان کے حدود کے تحت ہی پر موقوف ہے۔ ایک ملک دوسرے ملک سے ایک مرد دوسرے مرد سے ایک عورت دوسرے عورت سے اور ایک عورت دوسرے عورت کی اپنی مخالفت کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنی اپنی حقیقت کے تحت کی بنیاد پر ہی۔ اسی طرح دین و دنیا میں کسی شخص پر نہیں بلکہ صرف اپنی حقیقتی شکل و صورت کے تحت پر مبنی ہے اور اگر بالفرض اسلام کہنے کے لئے تشبیہ کوئی وجہ قرار پیدا کر لی جائے تو پھر ان حدود پر کہ ایک عورت کہنے کیلئے کوئی وجہ مخالفت نہیں رکھ سکتی۔ اہل مسئلہ تشبیہ کی مخالفت نہ تو کسی دلیل پر مبنی ہے اور نہ کسی عینی یا سنت پر بلکہ صرف اسی حقیقت کے عقے سے ناواقف ہی ہے جس سے اس سے ادیان کا امتیاز قائم نہ ہو سکتا ہے چنانچہ مجھے خیال آتا ہے محقق ابن خلدون نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جب کسی قوم سے قویٰ نصیب نکل جاتا ہے تو وہ بہت جلد فاجر ہو جاتی ہے لیکن اسلام نے مصیبت سے تو روک رکھا ہے مگر تشبیہ بالکفار کی بھی امانت نہیں دی مصیبت اور تشبیہ کافر کو آپ اس باب کی احادیث کے متن میں معلوم کر لیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۶۳) عرب کا طریقہ تھا کہ جب وہ کہیں غارت گری کرتے تو صحیح ہی کے وقت کرتے اس لئے ان کے مذاق کے مطابق وہ لفظ دعا عافیت کے مراد تھے اسلام نے ان الفاظ سے روک کر لکھ دیا اس میں ایک بری رسم کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ آج کل انگریزی زبان میں سلام کے موقعہ پر جو الفاظ مستعمل ہوتے ہیں وہ بھی اسی کے ہم سن ہیں۔ اب اگلے فیصلہ خود آپ ہی فرمایا ہے کہ جب یہ معنوں عربی زبان میں پسندیدہ نہیں تو کیا انگریزی زبان میں پسندیدہ ہوگا۔

بَارِكْ لَهُمْ وَيَا رِافِعُ عَلَيْهِمُ۔ (سواء النساء ابن ماجہ واحمد بمعناه)

(۷۵) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ الْيَوْمَانِ الْيَوْمَانِ قَالَ لَنَا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَبَدَ اللَّهُ إِلَهُكُمْ اللَّهُ يَخِيَرُ أَمْرَهُمَا يَوْمًا الْأَصْحَى وَيَوْمًا الْفَيْضَ (۷۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرْعَ وَلَا عَتِيرَةَ قَالَ وَالْفَرْعُ أَوَّلُ كَانَ يُسْتَحَبُّ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ يَخُونُونَ لَطَوِغَاتِهِمْ وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ (متفق عليه) (۷۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الَّذِينَ ظَاهَرُوا

اور باہم انس و محبت اور اولاد از سر نہ نصیب ہو اس پر دوسرے لوگوں نے کہا یوں مت کہو بلکہ وہ کلمات کہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں اسے اللہ ان کے نکاح میں برکت دے اور خود ان کے اوپر بھی برکت نازل فرما۔ (نسائی۔ ابن ماجہ۔ احمد)

(۷۵) انس ثیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت ان کے یہاں (سال میں) دو دن مقرر تھے جن میں وہ خوشی منایا کرتے تھے آپ نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں انھوں نے جواب دیا ہم ان میں زمانہ جاہلیت سے خوشی مناتے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اب اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تمہاری خوشی منانے کے لئے اس کے بہتر دو دن مقرر فرمادیئے ہیں ایک عید قربان کا دوم عید فطر کا۔ (ابوداؤد) (۷۶) ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ فروع اور عتیرہ اسلام میں کوئی چیز نہیں (فروع) جانور کے اس پہلے بچہ کو کہتے ہیں جو بچوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا اور عتیرہ وہ ہوتا تھا جو رجب میں بتوں کے نام پر ذبح ہوتا تھا۔ (متفق علیہ)

(۷۷) ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک لوگ افطار کرنے میں

(۷۵) اہل اسلام کے ایام عید ان کی خاص خاص عبادتوں کی یاد گاریں ہیں ان میں مسرت اور خوشی شام صرف ایک چیز ہے ان کی اصل حقیقت عبادت ہے۔ پس کفار کے ایام عید کو ان ایام سے کہا نسبت ہو سکتی ہے ان کی حقیقت آخرت سے غفلت اور لہو و لعب ہے اور ان ایام کی حقیقت کبیرات اور ذکر اللہ سوچو کہ جس قوم کی مسرت و خوشی میں بھی عبادت کی حقیقت نہاں ہو اس کی عبادت کی حقیقت کیا ہوگی۔ یہ قیاس کن زحمتا بن من بہار مرا۔

یہ بہت بڑی غفلت اور جہالت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے ایام عید کو بھی دوسرے مذاہب کی طرح ایک تہوار سمجھ لیا ہے۔ تہوار ان ایام میں خوشی منانے کی اصل روح یہ ہے کہ تمہارے ان ایام میں ایک بڑے شرعی پروگرام کی تکمیل کی ہے اس لئے اس خوشی میں بھی ذکر و عبادت کی شان غالب ہونی چاہئے نہ کہ لہو و لعب کی۔

مَا عَجَلَ النَّاسُ الْفُطْرَ لَكَ يَا يَهُودُ وَالنَّصَارَى يُوحِشُونَ - (رمزہ اد ابوداؤد وابن ماجہ)
(۷۶۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتَنَانِي فِي النَّاسِ هُمَا
يَهْمُكَفْرُ الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ - (رواه مسلم)

الرجمة عن الألباء وابق العبد عن مواليه كفر

(۷۶۹) عَنْ عِزِّ بْنِ قَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَا تَرْجُؤْ عَنِّ أَبَايَكُمْ تَفْتَنَ رَغَبٌ عَنْ إِيْسِهِ فَمَنْ كَفَرَ - (رمزہ اد مسلم)

دیر نہ کریں گے دین اسلام برابر غالب رہے گا کیونکہ یہود و نصاریٰ دیر سے افطار کرتے ہیں۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)
(۷۶۸) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں
نسب میں طعن کرنا اور مردوں پر نوحہ کرنا۔ (مسلم شریف)

اپنے والد کے باپ ہونیے انکار کرنا اور غلام کا اپنے آقا کے پاس کجھاگ جانا کفر کے ہم پلہ ہے
(۷۶۹) عراک بن مالک کہتے ہیں کہ انھوں نے ابوہریرہ کو بیان کرتے سنبے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اپنے والد کی طرف انساب سے نفرت نہ کیا کرو حتیٰ شخص نے (صرف فخر و جہالت کے لئے) اپنے
والد سے رشتہ توڑا (اور کسی مشہور شخصیت سے جوڑا) تو یہ بھی ایک کفر کی بات ہے۔ (مسلم شریف)

(۷۶۷) اسلام میں مخالفت حدود کی بڑی تاکید کی گئی کہ خواہ وہ ایام ہوں یا ایام ہیں ماعات کو کجوب تو میں کسی اجنبی تمدن اجنبی میں شریعت
باندھی اثرات کا نفاذ ہوتی ہیں تو سب سے پہلے اس کا اثر ان حدود کی کے اندر ظاہر ہوتا ہے پہلے یہ حدود ہی تھی ہیں اور جب یہ درمیانی حدود سے
گنتی ہیں تو پھر قوموں کے جملہ حدود طریق اس طرح خلط ملط ہوجاتے ہیں کہ ان میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا جس قوم کی یہ حدود پہلے تھیں
سمجھ لو کہ اس کی مغنویت کا آغاز ہو گیا ہو تو میں فطر ہی ان حدود کی ایک کڑی ہے۔ جن گوشوں سے نصرا نیز اسلام میں داخل ہوسکتی ہو
ان میں سے ایک یہ بھی ہے عبادات میں روزہ ایک ہم عبادت ہے جس سے اس میں بھی اپنی حدود سے تجاوز کرنا اس امر کی دلیل ہے
کہ دوسرے گوشوں میں بھی خاصا قائل ہونا چاہیے۔

(۷۶۸) اس قسم کی احادیث کا مشاہیر کہ مسلمانوں کو ان عادات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ عرب کے خاندان میں چونکہ نسب بھی مثال
خاص لئے دوسروں کے نسبوں پر طعن کرنا بھی ان کی مفروضہ شان کا ایک جزو ہیں یا محاذ و حرمی ان کے نزدیک انسانی شرف و
بزرگی کی نشانی کا ایک خاص طریق تھا یہ عارضی نشانیں اسلامی مزاج کے موافق نہیں آتیں۔

(۷۶۹) سب سے بڑا کفر یہ کہ انسان اپنا رشتہ خونیہ خالق سے توڑ کر غیر خالق جوڑے اور دوسرے بڑا کفر یہ کہ کہن ٹھکان کی میت (رشتہ نسبت
اندر الہ کے جملے فیوالد کیلئے قائم کرے) اسکی قربت غلام پر جواب آقا مالک کو چھو کر جگ جلیے یا رشتہ ماہر نہ لے لے کے برا بیٹھ لے کہ نہ قائم کرے۔

(۷۷) عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ابْنُ الْعَهْدِ كَرِهَ تَقَبُّلَ لَهْ صَلَوةً وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ ابْنُ الْعَهْدِ الْيَتِيمُ فَقَدْ بَرِئْتُ مِنْهُ الدَّيْمَةُ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ ابْنُ الْعَهْدِ الْيَتِيمُ مِنْ مَوْلَاهُ فَقَدْ كَفَرْتُ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ (رواه مسلم)

لا ينبغي للمؤمن ان يقول انا بريء من الاسلام

(۷۸) عَنْ بَرِّئَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ اَنَا بَرِيءٌ مِنَ الْإِسْلَامِ فَإِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا (رمعہ النسائی و ابو داؤد و ابن ماجہ)

(۷۷) حریر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کا غلام اپنے آقا و بھائی کے چلا جائے تو اس کی کوئی ناز قبول نہیں ہوتی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہری الذمہ ہو جلتبہ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے جب تک کہ اس کے پاس پھر وہاں نہ آجائے (مسلم شریف)

یوں کہتا مومن کی شان کے خلاف ہے کہ اگر فلاں کام نہ کروں تو میں مسلمان نہیں

(۷۸) بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص یوں کہے کہ میں اسلام سے بیزا ہوں تو اگر اس نے یہ جھوٹ کہا تو صاحب تودہ و حقیقت مسلمان نہیں رہا اور اگر سچ کہا تو صاحب بھی اس کا اسلام صحیح و سالم نہیں بچتا (کچھ نہ کچھ زخمی ہو جاتا ہے) - (ابو داؤد نسائی - ابن ماجہ)

(۷۹) مذکور بالا مسئلہ کی صورت میں بیان کی گئی ہے کہ اگر کسی شخص نے زید سے بات کی پھر یہ کہا کہ اگر میں نے زید سے بات کی ہر تو میں مسلمان نہیں تو اگر اس نے یہ جھوٹ دانستہ بولا ہے تو اس قسم کا مطلب یہی ہے کہ اس کے نزدیک اپنے اسلام کی کوئی قدر قیمت نہیں اور گویہ پچا تھا اور حقیقت اس نے زید سے بات نہ کی تھی پھر بھی اس کے ذہن نہ خیر و خیر کا یہ ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک اسلام کسی نہ کسی صورت میں قابل ترک فرض کیا جاسکتا ہے۔ ایمان کی نزاکت بے حلقی کی اتنی ہمیں بھی برداشت نہیں کرتی۔ اسی طرح یوں قسم کھانا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہوا ایسا کروں تو مجھے مرتے دم ایمان نصیب ہو بہت بجا سخاوت ہے اسلام سے محرومی کسی صورت میں بھی قابل برداشت نہ ہوتی جائے کامل مسلمان وہ ہے جو اپنی زندگی میں ہر بات کا تصور کر سکتا ہے مگر ترک ایمان کا تصور کسی نہیں کر سکتا۔ ولا تموت الا وانتم مسلمون میں اسی عزیمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ اسلام پر حوت کس کے پس کی بات ہے۔ اسلام انبیاء و اطاعت کے صرف چند کلمات کا نام ہے اسی لئے اس کے خلاف چند کلمات کہنے سے مجروح بھی ہو جاتا ہے۔

من رجا حاکم المسلم بالفسوق او الکفر ارتد علیه

(۷۷۲) عَنْ أَبِي ذَهَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرَى رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ وَلَا يُعَصِّرُ بِالْكَفْرِ إِلَّا ارْتَدَّ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبًا لَكَ الْإِثْمِ. (رواه البخاری وغیرہ)

(۷۷۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لَا أُخَيِّرُ بَيْنَ الْكَافِرِ فَقَدْ بَاوَيْتُ بِهَا أَحَدًا هُمَا. (رواه البخاری وغیرہ)

جو مسلمان بھائی پر بے بات فسق و کفر کی تہمت لگاتا ہو وہ لوٹ کر اسی پر آپڑتی ہے

(۷۷۲) ابو ذہب بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کوئی شخص کسی پر فسق یا کفر کی تہمت نہیں لگاتا مگر وہ لوٹ کر اسی کے اوپر آپڑتی ہے اگر وہ شخص جس کے سر پر تہمت رکھی گئی ہے اس کا اہل نہیں ہوتا۔ (بخاری)

(۷۷۳) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو او کا کفر کہتا ہے تو دونوں میں سے ایک نہ ایک پر یہ کلمہ چپاں ہو کر رہتا ہے۔ (بخاری)

(۷۷۳) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ نہ سے نکلتا ہے وہ کبھی فارغ نہیں ہوتا ظاہر میں سمجھتا ہے کہ وہ صرف ایک سیال صورت تھی جو نہ سے نکلی اور فضا، عالم میں معدوم ہو گئی۔ لیکن حدیث یہ کہتی ہے کہ ایک ایک کلمہ جو کسی کے منہ سے نکلتا ہے وہ سب بدستور محفوظ رہتا ہے صرف کراٹا کا تین کے درختوں میں نہیں بلکہ فضا، عالم میں بھی۔ ابوہریرہ میں حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے تو یہ کلمہ سب سے پہلے آسمان کی طرف جاتا ہے جب اسے رحمت کی سمت جگہ نہیں ملتی تو زمین کی طرف آتا ہے پھر دائیں بائیں گھومتا ہے جب یہاں بھی جگہ نہیں ملتی تو اب خاص اس شخص کی طرف بڑھتا ہے جس پر لعنت کی گئی تھی اگر وہ بھی اس کا اہل نہیں ہوتا تو آخر لوٹ کر خود لعنت کرنے والے کی طرف آ جاتا ہے۔

کوئی خیال کرتا ہے کہ اس کے اقوال و افعال حیوانات کی طرح کسی حساب میں نہیں حدیث بھائی ہے کہ وہ مسک اشرف نور ہے اس کو اپنے ایک ایک حرف کا حساب دینا ہوگا۔ فقہانے اس حقیقت کو خوب سمجھا ہے اور اسی لئے کسی عاقل بالغ شخص کے کسی کلام کو اتنا امکان بیکار جانے نہیں دیتے کوئی نہ کوئی توجہ نکال کر اس پر کوئی نہ کوئی حکم لگا ہی دیتے ہیں۔ کسی کو کافر کہنا کچھ نہیں مذاق نہیں بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ یہ کلمہ سبلی بول چال میں بھی زبان پر لانے کے قابل نہیں۔ یا کافر صرف ایک مذاق کلمہ ہے کوئی فتویٰ نہیں ہے لیکن بے عمل اس کلمہ کا استعمال بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا۔

من کفر متاولا وجاهلا لم یکفر

(۷۷۴) حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ بَاتِيَ قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهَمْ صَلَوةً فَقَرَأَ بِهِمُ الْبَقْرَةَ قَالَ فَتَجَوَّزَ رَجُلٌ فَصَلَّى صَلَوةً خَفِيفَةً فَلَمَّ ذَلِكَ مُعَاذٌ فَقَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ فَلَمَّ ذَلِكَ الرَّجُلُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا قَوْمٌ نَعْمَلُ بِأَيْدِينَا وَنُسَبِّحُ بِزَوَاجِعِنَا وَإِنْ مُعَاذٌ أَصَلَّى بِنَا الْبَارِحَةَ فَقَرَأَ الْبَقْرَةَ فَتَجَوَّزَتْ ثُمَّ عَمَّا أَتَى مُنَافِقٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ أَفَتَأْتَانِ أَمْتُ ثَلَاثًا إِمْرًا وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا وَسَمِعَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى - (سرواه البخاری وغیره)

تاویل یا ناواقفی سے کسی کو کافر کہنا کفر نہیں

(۷۷۴) جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ معاذ بن جبلؓ کی یہ عادت تھی کہ وہ رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھتے اس کے بعد واپس آکر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ایک دن انھوں نے سورہ بقرہ پڑھی (ان کی اس لمبی قرأت کی وجہ سے) ایک شخص نے علیحدہ ہو کر ہلکی سی نماز پڑھ لی معاذ کو بھی یہ خبر لگی تو فرمایا وہ منافق ہے یہ بات اس شخص کو معلوم ہو گئی یہ آپؐ کی خدمت میں جا پہنچا اور عرض کی یا رسول اللہؐ ہم کاروباری لوگ ہیں اپنے ہاتھوں سے مزدوری کرتے ہیں اور اونٹوں کے ذریعہ سے پانی بھرتے ہیں آج شب معاذؓ نے ہمیں نماز پڑھائی اور اس میں سورہ بقرہ شروع کر دی اس لئے میں نے اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی اس پر معاذ خیال کرتے ہیں کہ میں منافق ہوں، آپؐ نے فرمایا معاذ کیا فتنہ برپا کرو گے تین بار فرمایا صرف والشمس وضحاہ اور سبح اسم ربک الاعلیٰ جیسی سورتیں پڑھ لیا کرو۔ (بخاری شریف)

(۷۷۴) عہد ہجرت میں جماعت میں شریک نہ ہونا نفاق کی کھلی علامت تھی یہاں اس شخص نے ایک مقولہ عندک بنا پر جماعت میں شرکت نہ کی مگر قوت عمل کے زمانہ میں منافقوں کی طرف کس کا خیال اس لئے معاذؓ نے حسب ضابطہ اس کو بھی منافق کہہ دیا۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سُن کر تطویل قرأت پر تو خاص طو پر تنبیہ کی مگر منافق کہنے پر اپنی تنبیہ نہیں کی جیسا کہ حاطب بن ابی یثمہ کے واقعہ میں بھی ان کے متعلق حضرت عمرؓ کے منافق فرمانے پر بھی کوئی تنبیہ نہیں فرمائی کہ نہ کہ ان مقامات پر منافق کہنا کو غلط تھا تاہم کچھ تاویل کی بنا پر قضا اگر تاویل قابل نماز ہر قائل پر سخت گیری نہیں کی جاتی۔

ادمان الخمر يشبه عبادة الوثن

(۷۷۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدُّ مِنْ الْخَمْرِ
إِنْ مَاتَ لَقِيَ اللَّهَ كَعَابِدٍ وَثْنٍ. (رواه احمد وروى ابن ماجه عن ابى هريرة والبيهقي في شعب الایمان
عن محمد بن عبد الله عن ابيه وقال ذكر البخاری فی التاریخ عن محمد بن عبد الله عن ابيه)
(۷۷۶) عَنْ أَبِي مُوسَى (الْأَشْعَرِيِّ) أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَا أَبَالِي شَرِبْتُ الْخَمْرَ أَوْ عَبَدْتُ
هَذَا وَالسَّارِيَةَ دُونَ اللَّهِ. (رواه النسائي)

لا يغفر لمشارك ولا لقاتل المؤمن عمداً

(۷۷۷) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ذَنْبٍ
عَنِ اللَّهِ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا أَوْ مَنْ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا -
(رواه ابوداؤد ودری النسائی عن معاوية)

شراب نوشی کی عادت بت پرستی کی بلای ہے

(۷۷۵) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرابی آدمی اگر مرے
تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بت پرست کی طرح حاضر ہوگا۔ (احمد)
(۷۷۶) ابوموسیٰ فرمایا کرتے تھے کہ شراب پی لوں یا خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اس ستون کی عبادت کر لوں
میں تو ان دونوں باتوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ (نسائی)

مشرک اور مسلمان کے ناحق قاتل کی مغفرت نہ ہوگی

(۷۷۷) ابودرداء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ
اللہ تعالیٰ شاید ہر گناہ کو بخشدے مگر جو شرک کی حالت میں مر جائے یا جان بوجھ کر کسی مسلمان کو
ناحق قتل کر دے اس کی مغفرت کی کوئی توقع نہیں۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

نہی المؤمن عن تکثیر سواد المشرکین

(۷۷۸) عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَعْنٌ فَأَلْتَمِثْتُ فِيهِ فَلَقِيتُ
عُكْرَمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرْتُهُ فَتَهَانَنِي عَنْ ذَلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ
أَنَّ ثَلَاثًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا مَعَ الْمُشْرِكِينَ يَكْفُرُونَ سَوَادَ الْمُشْرِكِينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي السُّفَهَاءُ فَيُرِي بِهِمْ فَيُصِيبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُونَهُ أَوْ يُضْرِبُ فَيَقْتُلُ
فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ يَتَوَقَّعُونَ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِينَ أَلْهَيْتُمْ هُمْ إِلَاٰهَ - (مرواه البخاری)

مومن کی شان کی یہ عیسٰی کہ وہ مشرکین کی جماعت میں شامل کران کی کثرت اور تقویت کا باعث بنے

(۷۷۸) عبد الرحمن ابوالاسود نے بیان کیا کہ اہل مدینہ نے اہل شام سے جنگ کیلئے ایک لشکر تیار کیا
اس میں میرا نام بھی لکھا گیا میں نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام عکرمہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے
شدت سے منع فرمایا اور یہ قصہ بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں کچھ مسلمان مشرکوں کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے اور ان کی وجہ سے جنگ کے موقع پر مشرکین کی
جماعت کی تعداد میں اضافہ ہوتا تھا (اگرچہ ان کی دلی منشا لڑنے کی نہیں تھی) ان میں ایک شخص کے
تیرا کر لگتا اور وہ ختم ہو جاتا یا انکار سے زخمی ہوتا اور مر جاتا ان کے متعلق یہ آیت نازل ہو گئی إِنَّ الَّذِينَ
تَوَقَّعُوا الْمَلَائِكَةَ هُمْ ذُو لُجْجٍ جُنَّ مِنْهُمْ وَكَانَ مِنْهُمْ مَنْ يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالَّذِينَ
يَتَوَقَّعُونَ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِينَ أَلْهَيْتُمْ هُمْ إِلَاٰهَ - (مرواه البخاری)

(۷۷۸) اس واقعہ کے نقل کرنے سے عکرمہ کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کیلئے یہ ہدایت نہیں فرمائی کہ وہ کسی باطل
جماعت کے ساتھ شریک رہیں تو یہی وجہ جنگ میں ہماری شرکت پسند نہیں کرتا کیونکہ میرے نزدیک یہ جلدی سبیل اللہ نہیں ہے
مگر تم ان کے ساتھ ہو گے تو ہماری وجہ سے کم از کم ان کو جاتی شرکت تو حاصل ہوگی یہ بھی باطل کی اعانت میں شامل ہے -
خلاصہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے اختیار سے اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دی کہ مسلمان کفر کے زیراقتدار رہنا بخوشی برداشت
کرسے اس کے لئے موت دہا سنے میں یا ہجرت کر جائے اور یا بدجہ میویری کفر کے اقتدار سے آزادی کے لئے ہر قوت
مرد و جد کرتا رہے۔ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے۔ (صحیح)

(۷۷۹) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَهُ
الْمُشْرِكِينَ وَسَكَنَ مَعَهُمْ وَمُتْلَهُ - (رواه ابوداؤد)

(۷۸۰) عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابَا بَكْرٍ
وَعُمَرُ كَانُوا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَا تَحْتَمِلُهُمُ الشُّرُكُوكَ وَكَانَ مِنَ الْأَنْصَارِ فَهَاجَرُوا لَنَا لِأَنَّ لِلدِّيْنِ مَنَاتًا
فَازْشَرْنَا فَمَآذَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ - (رواه النسائي)

(۷۸۱) عَنْ جَمْرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَاتِّبَاعِ
الرَّكْعَةِ وَالشُّعْرِ لِكُلِّ سَبِيلٍ وَعَلَى خِرَافَةِ الْمُشْرِكِ وَفِي لَفْظِهِ عَلَى أَنْ تُقَالِيَ الْمُشْرِكِينَ - (رواه النسائي)

(۷۷۹) سمون جناب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا رہنا ہمساروں کے
ساتھ ہے وہ ان ہی کی مثل ہے۔ (ابوداؤد)

(۷۸۰) جابر بن زید سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
ابو بکر و عمرؓ تو اس لئے ہاجر کہلائے کیونکہ انھوں نے مشرکین کو چھوڑ دیا تھا لیکن انصار میں بھی کچھ لوگ ہاجر
تھے کیونکہ ابتداء میں مدینہ بھی دارشُرک تھا۔ جب کچھ لوگ ان مشرکین کو چھوڑ کر لیلۃ العقبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس چلے آئے (تو اس لحاظ سے وہ بھی ہاجر کہلائے)۔ (نسائی شریف)

(۷۸۱) جبر شہنہ ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امویہ ذیل پوجیت کی تھی۔ مزار قائم کرنا، نیکو قیام کرنا
ہر مسلمان کی خیر خواہی کا رتا اور مشرکوں سے علیحدہ رہنا۔ (نسائی شریف)

(۷۸۰) ہجرت بظاہر ترک وطن کا نام ہے مگر ترک وطن کوئی مطلب جبر نہیں۔ بلکہ کہ وہ جیسا وطن ایسا وطن نہ تھا جس کو
بخوشی کوئی ترک کر سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت مشرکوں کو کہہ کر کہ ہجرت بھری نظروں سے دیکھتے جاتے اور فرماتے جاتے
اے مشرک اگر میری قوم ہی تمھو کو تھ سے نزدیکی نکالتی تو میں ہرگز اپنے اختیار سے تم سے سوا کسی اور نہ پابند کرتا اس لئے ہجرت
کی مدح ترک وطن نہیں بلکہ شرک اور مشرک سے علیحدہ رہنا ہے جہاں شرک کا اقتدار ہو وہاں اسلامی حیات ہرگز نشوونما نہیں پا سکتی
اس حالت میں اسلام کی حفاظت صرف ہجرت سے ہو سکتی ہے۔ مرنے کے بعد مسلح جہاد کا فیصلہ مسلمانین میں سے ہونا چاہیے
(۷۸۱) اسلام کے ابتدائی عہد میں ہر کہ تمام اقتدار کفر کے ہاتھ میں تھا مشرکوں کو علیحدہ رہنا بھی جیت کا ایک ہی جزو
قرار دیا گیا تھا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا برہد نے جب اپنی قوم کے زشت افعال کے ماحولہاں سے منارکت
اختیار نہ کی امدان ہی کے ساتھ ہم نوالہ وہم پر پالہ بنے رہے تو اس مراہمت کی وجہ سے بے دینی کے جواہر میں ان ہی
مراہمت کو گئے امداد خواہ وہ بھی لغت کے تحت آگئے۔ دوسروں نے اسی غلطی کے تحت جہوت کا مسئلہ ایجاد کیا تھا
انوس کہ انھوں نے تو ایک غلط قدم کو دین سمجھا اور ہم نے دین کی ایک غلطی دیکھ کر تعصب سمجھ کر ترک کر دیا۔
بیان ترجمان السنہ ج ۲ ص ۱۵۲ و ۱۵۳ بھی ملاحظہ کر لینا چاہئے۔

التطير وتصديق الكاهن ونحوهما نوع من الشرك

(۷۸۲) عَنْ أُمِّ كُرَيْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَقْرَبُ مَا
الطَّيْرُ عَلَى مَكَائِنَهَا. (سرواه ابوداؤد والترمذی)

(۷۸۳) عَنْ قَبِيصَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيَّافَةُ وَالطَّرْنُ وَالطَّيْرَةُ
مِنَ الْجَبَبِ. (سرواه ابوداؤد)

(۷۸۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَطَائِرُ
شِرْكٍ قَالَ لَهُ ثَلَاثًا. (سرواه ابوداؤد والترمذی)

(۷۸۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَى كَاهِنًا
فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ أَوْ آتَى إِسْرَءَنَةً حَائِضًا أَوْ آتَى إِفْرَءَنَةً فِي ذُبُرِهَا فَقَدْ بَرِئَ مِنَّمَا
أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ (صلى الله عليه وسلم) (سرواه احمد وابوداؤد)

بدفالی کا عقیدہ رکھنا اور کاهن کی تصدیق کرنا ایک قسم کا شرک ہے

(۷۸۲) ام کرز روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہر
کہ پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں بیٹھا رہنے دو اور انہیں اڑا کر اچھی یا بری سال
نہ لیا کرو۔ (ابوداؤد - ترمذی)

(۷۸۳) قبیسہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پرندوں کو اڑا کر عرب کے
طریقے پر نیک فال لینا یا رمل کا عمل کرنا یا بدفالی یہ سب شرک کے عمل ہیں۔ (ابوداؤد)

(۷۸۴) عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدفالی ایک قسم کا شرک
ہے۔ تاکید تین بار یہی فرمایا۔ (ابوداؤد - ترمذی)

(۷۸۵) ابوریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاهن کے غیب کی
خبری بتانے والا پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے یا ایام حیض میں اپنی بی بی سے محبت کرے یا
اس محل میں محبت کرے جس میں محبت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اس کو منع کیا ہے تو جو قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر
نازل ہوا تھا وہ اس سے منجھد ہو چکا۔ (احمد - ابوداؤد)

(۷۸۶) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْرًا لَنَا نَصْنَعُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ - كُنَّا فِي الْكُفَّانِ قَالَ فَلَا تَأْكُلُوا الْكُفَّانَ قَالَ لَنَا نَتَطَيَّرُ قَالَ ذَلِكَ شَيْءٌ يُحَدِّثُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ فَلَا يَصُدُّ نَفْسَهُ قَالَ قُلْتُ وَمِنْ أَرْجَالٍ يَخْطُونَ خَطًّا قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخْطُ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَلِكَ (مرہاء مسلم)

(۷۸۷) عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هَامَّةٌ وَلَا هَدْيٌ

(۷۸۶) معاویہ بن حکم بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کچھ باتیں ہم کفر کے زمانہ میں کیا کرتے تھے (اب ان کا کیا حکم ہے) ہم کا ہنوں کے پاس جا کر (غیب کی خبریں دریافت کیا کرتے تھے) فرمایا اب ان کے پاس مت جاؤ، انھوں نے عرض کیا کہ دوسری بات یہ ہے کہ ہم پرندے اگر کرنیک و بد فال کے بھی قائل تھے فرمایا جلی ایک ایسی چیز ہے جس کے تم سدا سے عادی چلے آتے ہو اس لئے تمہارے دلوں میں اس کا اثر ہو گا لیکن تم کو چاہئے کہ اس کی وجہ سے اپنے کام سے نہ روکیں نے عرض کیا ہمارے کچھ لوگ خطوط کھینچ کر غیب کی خبریں معلوم کر لیا کرتے تھے فرمایا خدا کے نبیوں میں ایک نبی ضرور اس علم کے مالک تھے۔ اب اگر کسی کا خط ان کے ساتھ مطابقت کر جاتا ہو گا تو وہ بھی درست ہو جاتا ہو گا۔ (مگر خبر کیسے ہو)۔ (مسلم شریف)

(۷۸۷) سعد بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہامہ اور ہدی اور نحوٹ

(۷۸۷) انسانی معیشت کا بڑا تعلق یا اپنے گھر سے ہوتا ہے یا اپنے گھوڑے سے یا اپنی بی بی سے آج دوسری قسم کی سواریاں ایجاد ہو جانے کی وجہ سے اگرچہ گھوڑے کا تعلق ہماری سمجھ میں نہیں آتا مگر کل تک عرب میں گھوڑا ضروریات زندگی کا سب سے اہم جز سمجھا جاتا تھا نحوٹ کا اگر کوئی وجود ہوتا تو ان چکروں میں اس کا قائل ہونا ایک الجھل ایک معقول بات تھی لیکن انسان کو ان سے ہر وقت کا واسطہ پڑتا ہے کسی پر معاملہ میں پرندوں کو اڑا کر نحوٹ یا سادات کے نصورات جمانا یہ کسی طرح بھی معقول بات نہیں کسی جانور کا تجربہ سے اچھا برا ثابت ہو جانا کسی مکان کا حسب منشا آرام دہ ہونا یا اس کی آب و ہوا درست ہونا اسی طرح کسی عورت کا بدمزاج یا غیر منظم ہونا یہ سب اپنی اپنی جگہ حقائق ہیں۔ ان کو نحوٹ کے غلط نظریہ سے کیوں قہر کیا جائے خود خدوئوں میں بہت سے گھوڑے قابل پسند سمجھے گئے ہیں اور بہت سے بھی اور خراب قرار دیئے گئے ہیں۔ لیکن کسی جوان کے داغ، دھبہ یا کسی عورت کے صرف شکل و شمائل یا کسی مکان کی ساخت سے ڈر کر اس کو نحوٹ سمجھ لینا مسلمان تو مسلمان ایک ادنیٰ ہر مسند انسان کا بھی کام نہیں لیکن کیا کیا جالے کہ جیسا انسان غلط یا صحیح طریقہ پر کسی عقیدہ کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کی نظریں دنیا بھر کے تمام حوادث اسی کے زاویہ خیال کے مطابق ڈھلنے چلے جاتے ہیں اسدہ ہر بات کو اپنے دہم کی ایک دلیل سمجھتا چلا جاتا ہے عربی میں ایک قول مشہور ہے۔ ان الوہم خلاق۔ در حقیقت یہ تمام کار فرمائی اس کے دہم کی غنایت کردہ ہوتی ہو اور بس۔ غیر اللہ سے لٹنا خوف اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی تصرف سے اتنا ذہول کہ شرک ہے مدد اس کا پیش خیمہ کو مزید دہے۔

وَلَا طِبْرَةَ قُلَانٍ تَكُنِي الطَّبْرَةُ فِي شَيْءٍ فِي الدَّارِ وَالْغُرْبِ وَالْمَرْأَةِ. (رواہ ابو داؤد)
(۷۸۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَذْوَى وَلَا حَامَةَ وَلَا نَوَ
وَلَا صَفْرَةَ. (رواہ مسلم)

(۷۸۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا عَذْوَى وَلَا

یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اگر کسی چیز میں خوشمت ہوتی تو میں چیزوں میں ہوتی مگر مگھوڑا، زمین۔ (ابو داؤد)
(۷۸۸) ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مرض کا لگ جانا، آنکھوں
نختر، منفریہ سب وہم پرستی کی باتیں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مسلم شریف)
(۷۸۹) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود منہ کہ مرض لگ جانا،

(۷۸۸) مرض اگر نہیں لگتا جیسا اکثر اہل ہند کا عقیدہ ہے جہاں سببیت قطعی طور پر دریافت ہو جائے وہ علیمہ
بات ہے۔ اہل یہ ہے کہ جب انسان کی قوتِ ابائی یا آپ کی زبان میں قوتِ ارادی اور قوتِ غریزہ کمزور پڑ جاتی ہے
تو اس کے دل میں عدوی کا عقیدہ جم جاتا ہے اور جہاں مرض نہیں لگتا اس کے لئے وہ عذر تراشنے لگتا ہے۔
اس قبیحہ تعریض فرماتے ہیں کہ مریض کے ساتھ بروقت کی غفلت و محالست اس کے ساتھ خود نوش میں
بے احتیاطی اور اس کے جسمانی ربطات سے احتراز نہ کرنے کی وجہ سے دوسرا شخص بیمار ہو سکتا ہے مگر یہاں اس کے اسباب
بھی موجود ہیں۔ یہ عدوی جاہلیت نہیں۔ عدوی جاہلیت یہ ہے کہ ایک شہر میں طاعون آئے اور آبادی اس شہر ہی کو چھوڑ کر
بھاگ جائے۔ ناسخ بے احتیاطی شریعت کی تعلیم ہے نہ اتنی احتیاط۔ ہندوستان کے قدیم ہندو اسی دوسری قسم کے
عدوی کے قائل ہیں (تاریخ مختلف الحدیث، ص ۱۲۰۔ وزاد المعاد)

اسادہ صفر کے متعلق اختلاف ہے ان کی حقیقت کیا تھی کوئی کہتا تھا کہ جس منزل کا قصاص نہ لیا جانا اس
کی روح ہم کی شکل میں بجاتی پھرتی کہ میرا قصاص لیا جائے میں پاس ہوں۔ اور صفر ایک جانور ہے جس کے کاٹنے سے
انسان کو بھوک محسوس ہوتی ہے۔ اس کے سوا اور بھی اسی قسم کے غلط تصورات ہیں۔ شریعت ان سب کو بے اہل قرار
دیتی ہے اور انسانی شرافت اور اس کے اعتقادات کے لائق نہیں سمجھتی۔

(۷۸۹) قول صرف وہ انسانی خیالات ہیں جو حالتِ خوف میں شکل ہو کر اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتے
ہیں۔ ایک جماعت تو ان کے وجود کو حقیقی وجود تسلیم کرتی ہے اور دوسری جماعت جنات کے حقیقی وجود سے بھی
انکار کرتی ہے اس عالم میں جہاں دیکھو افراط و تفریط ہی کا تاثر دیکھو گے۔

صَغْرًا وَلَا غَوْلَ - (سواء مسلم)

(۷۹۰) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ذُكِرَتْ الطَّيْرَةُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْسَنُهَا الْفَالُ وَلَا تُرْدُّ سُلَيْمًا فَاذْأَرَأَى أَحَدَكُمْ مَا يَكُونُ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ - (رماء ابو داؤد)

صغرا وغول بیابانی سب خیالات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مسلم شریف)

(۷۹۰) عروہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدفالی کا ذکر آگیا آپ نے فرمایا کہ یہ اس حد تک تو درست ہے کہ کسی کا نام اچھا سنا اور اس سے خوش ہو جانا لیکن فال کسی مسلمان کو اپنے کام سے رکھتی نہیں۔ (کہونکہ فال کا مقصد یہ کوئی اثر نہیں پڑتا) لہذا اگر تم میں کوئی شخص ایسی بات دیکھے جس کی وجہ سے اس کے دل میں بدفالی پیدا ہو تو اسے چاہئے کہ یہ کلمات پڑھے اللہم لایاتی الخ اے اللہ تو ہی بھلائی پہنچاتا ہے اور تو ہی ہلاؤں سے حفاظت کرتا ہے اور بھلائی کے حاصل کرنے اور برائی کو بچنے کی طاقت بھی تو ہی عنایت فرماتا ہے۔ (ابو داؤد)

(۷۹۰) امام ابن قتیبہ مکر سے ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ابن عباس کی خدمت میں بیٹھ ہوئے تھے اس طرف سے کہیں ایک ہندہ جینا ہوا نکلا حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا جولو خیر ہے۔ ابن عباس نے فرمایا نہ خیر ہے نہ شر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو صرف اتنی بات ثابت ہے کہ آپ اچھا نام اور نیک فال پسند فرماتے تھے۔ اسی سے منقول ہے کہ انہوں نے ابن عون سے فال کے معنی پوچھے انہوں نے فرمایا کہ نیک فال یہ ہے کہ کوئی مریض جیسا سالم کی آواز سے اور اپنی تصدیق کی بشارت پر محمول کرے یا کسی کا مال گم ہو گیا ہو اور وہ یا واجب کا لفظ سنے اور اسے اپنے مال کے ملنے کی خوشخبری سمجھے۔ امام ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ صرف اتنی بات کہ عرب کی فال اور بدفالی سے کوئی علاقہ نہیں یا انسان کی فطرت ہے کہ اُسے اچھی بات اچھی اور بری بات بری لگتی ہے۔ مثلاً بیلر کے پاس جا کر صحت کے کلمات اور پریشان شخص کے سامنے بشارت کے کلمات کہنا ہر شخص کو پسند ہوتا ہے حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ یہاں کہنے والے اور سننے والے دونوں کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ اس کے ان کلمات سے تقدیرات الہیہ بدلتی ہیں اسی طرح اچھی صورت سے سرت اور بری صورت سے انتہا بھی انسان کی فطرت ہے۔ پھولوں سے ہلکا ہوا چمن اور پتہا ہوا پانی ہر شخص کو پیارا معلوم ہوتا ہے اور اس کے برعکاس صورتیں ہر شخص کو فطرتاً نا پسند ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اچھے نام سے خوش ہونا اور بدنام سے ناخوش ہونا اسی فطرت کے ماتحت تھا۔

روایتیں مختلف الحدیث ص ۱۲۱۳ - ۱۲ - عرب جو قدیم سے بدفالی کا شکار رہتا چلا آیا تھا جب اس نے اسلامی دہریں قدم رکھا تو پہلی قدم ہلاس کو ان سب خیالات کو چھوڑنا پڑا۔ یہ بہت ممکن تھا کہ اپنی قدیم عادت کی وجہ سے کسی بدفالی کے موقع ہلاس کے دل میں فریضی لہریں ناثرات پیدا ہوتے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (باقی برصغیر آئندہ)

رقی الجاہلیۃ من عمل الشیطان

(۷۹۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّشْرَةِ فَقَالَ هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ - (رواہ ابوداؤد)

(۷۹۲) عَنْ عِيْسَى بْنِ حُمْزَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَكِيمٍ وَبِهِ حُمْزَةٌ فَقُلْتُ أَلَا تَعْلَمُ

کافروں کی جھوٹے شیطان کی کام میں

(۷۹۱) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرۃ کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ ایک شیطان کی کام ہے۔ (ابوداؤد)

(۷۹۲) عیسیٰ بن حمزہ فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن حکیم کے پاس گیا انھیں سرخ بادہ کی تکلیف تھی میں نے کہا کہ اس کے لئے آپ مجھے میں شکے کیوں نہیں لکھا لیتے انھوں نے فرمایا کہ میں ان باتوں سے اللہ تعالیٰ سے

(ترجمہ از صفحہ گذشتہ) ایسے وقت کے لئے چند مقدس کلمات تعلیم فرمادیئے جن کی برکت سے یہ تمام باطل تاثرات اعتماد باشر اور توکل سے بدل جائیں گے۔ اللہم لا یأتی بالחסنات ثم

اسلامی توحید کا یہ وہ بلند تصور ہے کہ جس کے دل میں یہ تصور قائم ہو گیا پھر اس کے قلب میں غیر اللہ کا کوئی خوف ہراس باقی نہیں رہتا اور اس کا قبلہ توجہ ایک ہی ذات پاک رہ جاتی ہے و حقیقت یہی توحید کی اصل روح ہے جب عقیدہ توحید میں یہ روح باقی نہیں رہتی تو پھر اس میں شرک کے وہ تمام شعبے پھوٹتے گئے ہیں جو آپ عرب کے نقشہ زندگی میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

(۷۹۱) نہایت یہ ہے کہ جس شخص کو یہ دم ہو جاتا تھا کہ اس پر جن کا اثر ہو گیا ہے وہ اس منتر سے اپنا علاج کر لیا کرتا تھا۔ عرب کو گمان تھا کہ اس منتر کی جنات کے اثرات کے ازالہ میں بالذات تاثیر ہے۔

(۷۹۲) نہایت یہ ہے کہ عرب چند منکے لیکر اپنے بچوں کے گلوں میں نظر گذر کے خیال سے ڈال دیا کرتے تھے ان کا گمان تھا کہ اس عمل سے نظر نہیں لگتی۔ اسلام چونکہ وہم پرستی کی ریخ و بنیاد نکھارنے آیا تھا اس لئے اس نے اس خیال کی بھی تردید کی اور بتایا کہ ایک مخلوق کو دوسری مخلوق میں بالذات کوئی تاثیر نہیں۔ تمام کائنات میں حقیقی مؤثر صرف خالق کا ارادہ ہی چند منکے اور خمرات گھسے میں لٹکا کر یہ عقیدہ قائم کر لیا کہ یہ خوبصورت پتھر کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں صرف ایک جاہلانہ وہم پرستی ہے۔ تو کہہ بھی اسی کی دوسری شکل تھی وہ اس جادو کو تو لکھا کرتے تھے جس کے ذریعہ زن دشوہ کے مابین محبت پیدا ہو جاتی تھی ان کا خیال تھا کہ اس عمل سے تقدیر الٰہی تک پلٹ جاتی ہے جس طرح ان بے بنیاد جہاز پھونک کا قائل ہونا وہم پرستی ہے۔ اسی طرح اسرار الٰہیہ اور کلام الٰہی کی برکات کا انکار بھی حقائق کا انکار ہے۔ خدا کے کلام پاک اور اس کے اسرار کے معجز العقول اثرات و برکات سے احادیث نبویہ بھری پڑی ہیں لیکن انسان کی فطرت میں توازن مفقود ہے۔

قَمِيمَةً فَقَالَ تَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا
وَكَلَّ الْيَبْرَ - (ابوداؤد)

(۹۳) عَنْ زَيْبِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَأَى فِي عُنُقِ خِطَاةٍ فَقَالَ

بِئْرَاهُ مَا لَنَا هَؤُلَاءِ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اپنے گلے میں اس قسم کی چیزیں لٹکائے
اس کی جان کی حفاظت خود اسی کے حوالہ کر دی جاتی ہے - (ابوداؤد)

(۹۳) عبد اللہ بن مسعود کی بی بی بیان کرتی ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود نے میری گردن میں ایک
دھاگا بندھا ہوا دیکھا تو چھاپہ دھاگا کیسا ہے - میں نے کہا پڑھا ہوا گندھا ہے - وہ کہتی ہیں کہ ابن مسعود نے

اسی لئے قرآن نے اس کا لقب "طالع" اور "منوع" رکھا ہے: خلق الانسان هلوًا اخا متاستا لشر جن وعادوا لاسر
الخبير صوعاً "انسان کی خلقت تبہ کہ جب اس پر مصیبت آتی ہے تو بے صبر ہو جاتا ہے اور جب اس پر فراغت کا دور آتا ہے
تو بے توجہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ اگر تلبہ تو دم پرستی پھارتا ہے اور اگر تلبہ تو انکا رفاق سے بھی باگ نہیں کرتا۔ خلیق کے
کلام اس کے اسرار اس کے رسول کے کلمات، بلکہ اس کے رسول کے متصل بانی اولیاء کے متصل کپڑوں میں بڑی برکتیں ہیں
مگر یہ سب برکتیں خدا ہی کے نام کی ہیں۔ سمندر ان سون پیدا کرتا ہے سورج ضوئاً ثانی میں مشغول ہے۔ ابرو باد بارش لاسے
ہیں مگر نہ ان میں حقیقت کوئی تاثیر و فاعلیت ہے اور نہ مقدرات الہیہ کے خلاف حرکت کرنے کی تاب و طاقت ہے۔ لا الشمس
تنبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار: آفتاب اپنی میل و نہار کے درمیں کبھی چاند کو بکرا سکتا ہے اور نہ رات
دن کے خاتمہ سے پہلے آسکتی ہے۔ سب ایک ارادہ الہی کے سلسلے سرنگوں ہیں اسی طرح تمام برکتیں اور تمام تبرکات نہ تو جتنی
ہیں اور نہ مقدرات کو طے کتے ہیں۔ نہاء جاہلیت میں یہ دونوں عقیدے موجود تھے اور جن چیزوں کے متعلق ان کا گمان تھا کہ
ان کو قلب و خالق یا قلب مقدرات میں تاثیر ہے۔ ان سب میں معمولی بسببیت بھی موجود تھی اس لئے اسلام نے اس کو صرف
ایک دویم پرستی قرار دیا اور اس کی بجائے اس کو صحیح عقائد کے ساتھ تبرک بالاسرار اور تبرک بالاعمال الصالحین کا صحیح راستہ بتا دیا ہے
اس تبرک کی بھی حدود ہیں ان حدود سے تجاوز کرنا چاہئے وہ بھروسہ بھی رسوم جاہلیت میں داخل ہو جائے گا۔

(۹۳) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسانی احسام میں اس قسم کے تصرفات بھی کر سکتا ہے۔ آخر جب
انسان کی نظر لگ سکتی ہے اور اس کے دست و پا سے دوسرے انسانوں کو ایذا پہنچ سکتی ہے تو شیطاں کی ایذا رسانی کو
انکار کیا وجہ ہے وہ تو اس سے کہیں زیادہ قوی مخلوق ہے۔ احادیث سے شیطاں کے بہت سے تصرفات ثابت ہیں۔ استخافہ
کو شیطاں کا اثر کہا گیا ہے۔ میرے خرافوں میں ان کا دخل تسلیم کیا گیا ہے۔ نماز اور وضو میں رساوس ڈالنا، مال چاکر لیٹنا حتیٰ کہ
خاتم الانبیاء علیہم السلام کی طرف ایک آگ کا شعلہ لیکر بڑھنا اور کچھ کی پیدائش کے وقت اس کا چھڑنا یہ سب کچھ
حدیثوں میں آچکے ہیں گو علماء نے کہیں کہیں اس کی تاویلات بھی کی ہیں مگر بھروسہ ان میں قدرے مشرک شیطانی تصرفات ایک
ناقابل انکار حقیقت ثابت ہوتی ہے اور اسی حقیقت کی بنا پر شریعت نے اس کی مضرّوں سے حفاظت کے معنی طریقے تعلیم
فرمادیے ہیں۔ مادی نظریہ ان کی مضرّوں سے آتش میں اور نہ ان سے حفاظت کے طریقے جانتی ہیں اس لئے وہ ان

مَا هَذَا أَفَقُلْتُ خِيَطُ رُقِيٍّ لِي فِيهِ قَالَتْ فَأَخَذَتْهُ فَفَقَطَعَتْهُ قَالَتْ أَنْتُمْ أَلَا عَمِلَ اللَّهُ لَا غِنَاءَ
عَنِ الشِّرْكِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الرُّقِيَّ وَالْقَائِمَ وَالنَّوْلَةَ
شِرْكٌ قُلْتُ لِمَ يَقُولُ هَكَذَا فَقَدْ كَانَتْ عَيْنِي تَعْدِفُ وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى مُلَانِ

اسے لے کر توڑ پھینکا اور فرمایا ابن مسعود کے گھر والو! تمہیں تو شرک کی باتوں سے بے نیاز رہنا چاہیے۔ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ حجاز بھونک، نظر کے لئے منکے اور زوجین کے
لئے محبت کے جادوئے سب باتیں شرک ہیں میں نے کہا آپ ایسی بات کیسے فرماتے ہیں۔ اس سے پیشتر جب
کبھی میری آنکھ دکھتی تو میں فلاں یہودی کے پاس چلی جایا کرتی تھی وہ اس کو حجاز دیا کرتا تھا اور فوراً

کلمات اور تعویذات کا تحفہ ادا دیتی ہیں جو اس سلسلہ میں شریعت نے تعلیم کئے ہیں جب ان کے نزدیک شیطان اور اس کے
تصرفات کی کوئی حقیقت ہی نہیں تو یہ کلمات تعویذ اور ادعیہ کا سارا باب بھی مضی ایک وہم پرستی نہ ہو تو اور کیا ہو سیکن
جن کے نزدیک ان کی ہستی پھر انسانی معیشت میں ان کی طرح طرح ظل اندازی اور دست درازی دونوں پایہ ثبوت کو
پہنچ چکی ہیں ان کے نزدیک ان کلمات تعویذ کی اہمیت بھی اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اسباب ظاہری کے تعلق کے قائل ہیں اور ہر باری و اخطال مزاجی کا سبب ان معنوی
اسباب ہی میں منہم سمجھتے ہیں یہ تو بدہمت کا انکار ہو گا بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ جس طرح علوم کائنات نظریہ و تافیر اسباب ظاہری
میں بھی دینی تر اسباب کی طرف راہنمائی کرتی جا رہی ہے حتیٰ کہ موجودہ زمانہ میں اکثر باریوں کا سبب ایسے جراثیم ثابت ہو گئے
ہیں جو ان آنکھوں سے نظر بھی نہیں آسکتے تو اگر شرعی تحقیق سے کچھ ایسے اسباب بھی دریافت ہو جائیں جو ہماری اس خود دین
کے دست رس سے باہر ہوں تو اس کے انکار کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر
فتح العزیز میں لکھا ہے کہ شریعت اسباب ظاہری کی منکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور اسباب باطنی کی بھی اطلاع دیتی ہے
جو ان اسباب ظاہری کے پس پردہ متور ہوتے ہیں اور اس حقیقت کو بہت مشروح بیان فرمایا کہ جو قابلِ دید ہے (دیکھو تفسیر
مذکورہ ص ۱۱۵) — اس حدیث سے ایک اور اہم بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ گمراہی کا سبب جس طرح شیطانی وسوسے ہوتے

ہیں اسی طرح بعض مرتبہ اس قسم کے شیطانی تصرفات بھی ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے حضرت عبدالعزیز بن مسعود کی یہی یہاں یہ
سیجے بیٹھی تھیں کہ ان کی آنکھ کو کواہن کی شرک آمیز چھڑ بھونک سے شہا ہو جاتی ہے اور معلوم یہ ہوا کہ اس میں شیطان کا
تصرف شامل تھا۔ اس نے ایسی صورت پیدا کر رکھی تھی کہ ان کے دماغ میں خود بخود یہ گمراہی پیدا ہو جائے بعض ضعیف لاعلم
مسلمان آج بھی اسی قسم کی گمراہی میں مبتلا نظر آتے ہیں جب ان کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس ہینہ میں ہم
فلاں بزدل کی خند ہار تھیں کی تھی اس لئے ہم کہ یہ نقصان پہنچ گیا اور سنا نہیں سوچتے کہ جن بندگان نے اپنی تمام عمریں مخلوق
کی اینٹیں برداشت کرنے میں صرف کی ہوں اور اسی کو اپنا میاں زندگی سمجھا ہوا کسی غریب کے نیاز نہ دلائے پر اس کو کب
کوئی ایذا دیکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ محبوب الہی کے حسب ذیل شعر سے فراغ لانا دیکھئے کہ جو لوگ ان کے درپے آتا رہتے
ان کے حق میں ان کا جہنم بیکار تھا ہے

الْیَهُودِیُّ فَاِذَا رَآهَا سَكَنتَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّیْطَانِ كَانَ
بِفُتْحِهَا بِیَدِهِ فَاِذَا رَآیْكَ لَفَّ عَنْهَا اِنَّمَا یُكَلِّفُكَ اَنْ تُغْوٰی لِمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

آرام ہو جایا کرتا تھا بعد ازاں نے فرمایا یہ شیطان کی حرکت تھی وہ آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے کرید کرتا تھا جب
وہ جھاری جاتی تھی تو کریدنا بند کر دیتا تھا (تم کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ سکون جھالکا اثر ہے) نہیں یہ بات کافی ہے
جو کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے وہی تم پڑھ لیا کرو اذہب الباس النہ۔ اے لوگوں کے

ہر کہ مار رنج ساز دیا اور ارباب ربا د ہر گھلے کو باغ عرش بشکند بے خار باد
کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس آئین کے تحت ساری دنیا کو نفع و نقصان پہنچے ہیں اسی آئین کے تحت اس کو بھی یہ نقصان پہنچا ہو
اور کیا یہ ممکن نہیں کہ جس طرح شاپین انسانوں کے عقائد کو سد کرنے کے لئے اس قسم کے کچھ تلشے دکھایا کرتے ہیں یہ تماشہ
بھی اسی قسم کا ایک تصرف ہو۔ بزرگوں کی طرف اس کی نسبت کرنے کی ضرورت کیا ہے کفار بھی اپنے معبودوں کے متعلق اسی
قسم کی فکر ہیں یہی جلتے جلتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا کہ تم ہمارے معبودوں کو بوجھلا کہتے ہو کہیں ایسا
نہ ہو کہ وہ تم کو باگل بنادیں (معاذ اللہ) تو انھوں نے جواب دیا وہ یہ تھا۔ وَلَا اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ یُشَکُّوْنَ رَبِّیْ
یعنی میں ان سے بھلا کیا ڈر جاؤں گے جبکہ میں خود اپنا نفع و نقصان بھی نہ ہو بوجھلا دراحت سب اللہ تعالیٰ ہی کے دست
قدرت میں ہے وہ جس کو چاہے اس کا سبب بنادے یہاں حضرت شاہ عبدالقادر کے قواعد قابل مراجعت ہیں۔

حضرت ہرود علیہ السلام کی قوم نے بھی ان کو یہی دھکی دی تھی اِنْ قَوْلُ الْاَعْرَابِ اِلَّا بَعْضُ الَّذِیْنَ یَسُوْهُ۔ ہمارے
خیال میں تو ہمارے کسی معبود نے تجھے تارکھا ہے۔ ان کے جواب میں انھوں نے فرمایا اِنِّیْ وَ کَلَّمْتُ عَلٰی اَشْرَیْ وَ تَرٰکُمُ مِّنْ بَیْنِ
اَلْاَعْرَابِ وَ اِنِّیْ نَاصِیْتُہُمْ۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے جو چیز بھی زمین پر چلتی ہے
سب اسی کے تصرف میں ہے۔

حافظ ابن تیمیہ شیطانی تصرفات کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فکثیر من ہول الامور الذین یعظمون القبور
والمشائخ ویستغنیون عہم ویطلبون حوائجہم منہم یطیعہم ما لشیاطین بسبب ذلک فی بعض الامور وذلک
من جنس السحر والشعوذ۔۔۔۔۔ واما تفکر فی الشیاطین وحق مسلمائہ من الکفر والزندقہ وذنوب الفسوق
والعصیان۔۔۔۔۔ وانا اعرف من ہولاء عد واکثر ابائہم واصر واجہ زوائجہم واما الجہنم ویرقہ والعراق وخراسان
والروم فیہا من ہذا الجنس اکثر ما بالشام وغیرہا (الرحلی انکی مشدہ) جو لوگ تہذیب و تمدن کی حد سے زیادہ تعظیم
کرتے ہیں ان سے فریاد کی جاتی ہے اور اپنی ضروریات میں عقدہ کشائی طلب کرتے ہیں کسی کسی شیطان اس اعتقاد کو بوجھل کرنے
کیلئے ان کے سمجھ بوجھ جاتے ہیں درحقیقت یہ ایک قسم کا سحر اور شرک ہوتا ہے اسی کفر زندقہ اور فسق کی وجہ سے شیطان ان کے درگاہ
بن جلتے ہیں۔ میں نے اس قسم کے لوگ نام وصر اور حجاز وین میں بہت دیکھے ہیں اور جزیرہ عراق وخراسان اور روم میں تو اس قسم
کے لوگ اور بھی زیادہ موجود ہیں۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ والذین یسجدون للشمس والقمر والکواکب ویدعونہا تنزل علیہم اور احسن الجن
وتغنی لہم کثیرا من حوائجہم ویسعونہا روحانیۃ خلک الکوکب وهو شیطان۔ ومن الشیاطین من یطیر بصاحبہ

يَقُولُ أَذِيبَ الْبَاسِ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ وَشِفَاءُ
لَا يُعَادِرُ سَقَمًا۔ (سواء ابوداؤد)

بدوردگار بیماری دور کر دے اور شفا بخش دے کیونکہ شافی صرف تو ہے۔ درحقیقت شفا تیری ہی طرف
سے ہے ایسی شفا سے کہ پھر بیماری کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ (ابوداؤد)

من الانس في الهوام ويضع على رأس الجبل ويدخل النار فيصنع حرها۔ (الرد على البكري مکتب) مینی جو لوگ کتاب
ماہتاب اور ستاروں کو مجھ کر کے اور مصیبتوں میں ان کو بکارتے ہیں ان کی املا کیلئے جنات کی ارواح آتی ہیں ایمان کی بہت سی ضروریات
پہلے کر دیتی ہیں یہ لوگ حقیقت سے قوتاً نہیں ہوتے ایمان کو ان کی روحانیت سمجھتے ہیں حالانکہ یہاں ان ستاروں کی روحانیت کو نہیں
ہم کو یہ صوفی شیطان ہوتے ہیں پھر بعض شیطان ایسے تصرفات بھی کرتے ہیں کہ ایک انسان کو ان کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر
حرکہ دیتے ہیں اور بھی اس کو آگ میں پھلتے ہیں اور آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔

حافظ نے اس قسم کے بہت سے واقعات اپنے ہی زمانہ کے تحریر فرمائے ہیں اور تصنیف مذکور میں بہت سے معاملات
پراس قسم کے جناتی تصرفات کا ذکر کیا ہے۔ اس حدیث سے بھی ان کی تصدیق ہوتی ہے۔

فرض اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو نفع و نقصان انسان کو اسباب کے ساتھ پہنچتا ہے اس میں بھی اہل مؤثر خدا تعالیٰ
ہی کی قدرت کو سمجھنا چاہئے اسباب ظاہری بعض اس کے ادادہ کے مظاہر ہیں خود ان میں کوئی تاثیر نہیں۔ اگر فرض کر لو کہ کوئی
خبیث مدح یا سرکش جن ہماری توحید کو گنہہ کرنے کیلئے کوئی صورت اختیار کر لے تو ہم کو چاہئے کہ ان کلمات سے اس کا
مقابلہ کریں جو اس کیلئے شریعت نے ہم کو بتائے ہیں اگر اس کو ایذا کی قدرت دی گئی ہے تو ہم کو اس سے حفاظت کی تدبیر بھی
بتادی گئی ہے ہم کو چاہئے کہ ہم جنگ میں اپنے دشمن پر غالب آنے کی کوشش کریں نہ یہ کہ اسی کو خدا بنا بیٹھیں والہماذا ہنر
اگر مومن کی قوت ایمانی بڑے طور پر مستحکم ہو جائے تو بہت سے نقصانات جو اس کی قوت و اہم کی بدولت اس کو پہنچتے ہیں صرف
اس کی قوت عزیمت سے ٹل سکتے ہیں۔ عرب کی قوم تو ضعیف اعتقاد میں یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اس کی معیشت کی تمام بنیاد
فال اللہ تعالیٰ پر قائم تھی یہ سب خدا تعالیٰ کی ذات پر ہی اعتقاد ہی اور اسے اودام پر اعتماد کرنے کے نتائج تھے۔ کسی بچہ کی
اتفاقاً حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی انہوں نے اس بچے سے خوش ہو کر فرمایا بیٹا مانگ کیا مانگتا ہے وہ بچہ غامض
مہاجب ان کا اصرار بہت بڑھا تو اس نے کہا اچھا مجھے وہ دیر بچے جو میری تقدیر میں نہ ہو کیونکہ جو مقدر ہو چکے وہ تو مجھے
ٹل کر ہی رہے گا خواہ کسی ذریعہ اور واسطے ہو۔ سبحان اللہ یہ بچہ بھی کیسا مستحکم العقیدہ بچہ تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام اس کا
یہ جواب سن کر بہت مسرور ہوئے اور اس کو بڑی دعائیں دیں۔

اس مقام پر حافظ ابن تیمیہ کی ایک اور اہم تحقیق بھی قابل یادداشت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن اسباب کے ارتکاب کی شریعت
مانعت فرماتی ہے ان کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ وہی یا غیر مؤثر ہی ہوں بلکہ جن اسباب کی تاخیر واقعی ثابت ہو جائے
اگر ان میں کوئی اسلامی مضرت موجود ہو تو بھی ان سے مانعت کی جائے گی۔ مثلاً جادو (جس کی حقیقت شرک اور شیطان کے
ساتھ تلبس ہے) اگر اس کی تاثیر حتمی طریقہ پر ثابت بھی ہو جائے تو بھی ممنوع رہے گا خواہ اس کا مقصد کسی کافر اور دشمن اسلام
کا ہلاک کرنا ہی کیوں نہ ہو۔ (کتاب الرد علی البکری ص ۱۷۱) (باقی برصغیر آئندہ)

(۹۴)، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ كُنَّا نَرَى فِي الْحِجَابِ قُلُوبَنَا بِأَرْسُولِ اللَّهِ كَيْفَ

(۹۴)، عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں منتر پڑھ کر جہازِ نبوک کیا کرتے تھے

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) جو لوگ محرک بے حقیقت سمجھتے یا اس کی تاثیر کے منکر ہیں اس وقت ہمارا ان سے خطاب نہیں ہے بلکہ جن کے نزدیک محرک تاثیر ثابت ہے ان کو اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ تولد، عروج اور طیرہ وغیرہ کی مانعت دیکھ کر ان کے ذہن میں پیکر نہ بنیہ جانا چاہیے کہ شریعت کے نزدیک اسباب کے ارتکاب کی اصل بنیاد صرف ان کا دینی اور بے حقیقت ہونا ہے اس لئے جہاں اسباب کی تاثیر میں توثیق ثابت ہو جائے وہاں شریعت علی الاطلاق اجازت دیدیگی بلکہ ان کی واقعیت کے بعد بھی یہ دیکھنا لازم ہوگا کہ ان میں فی نفسہ کوئی شرعی عطل تو نہیں ہے۔ پس اگر شرعی عطل موجود ہے تو بھی وہ مانعت ہی کے تحت رہیں گے۔ اس بنا پر اگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی کی آنکھ کی شفا میں شیطانی تصرف کو تسلیم نہ بھی کیا جائے جب بھی کاہن کے پاس جاکر کھانا شرک کے ذریعہ سے استشفاء ممنوع رہے گا۔ بلکہ دہل بھی مانعت کی اہل وجہ ہے۔

اس مقام پر ایک اہم نکتہ بھی یاد رکھنا چاہئے وہ یہ کہ شریعت بعض اوقات امر دینی کے سلسلہ میں ایسے اسباب کا ذکر بھی کر دیتی ہے جو محض غیبی ہوتے ہیں اس کی وجہ مومنین متقین کے سامنے اس غیبی حقیقت کا واضح گف کرنا اور اس امر دینی کے متقینی پر پورے جذبات کے ساتھ عمل کرنے کی اپہرٹ پیدا کرنی ہوتی ہے۔ ایسے اسباب کو شرعی حکمت تو کہا جاسکتا ہے فقہی علت نہیں کہا جاسکتا جب ان اسباب کا وجود ہی ہمارے ادراک سے بالاتر ہے تو ہم کو ان پر احکام دائر کرنے کا مکلف کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ مثلاً سنت یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ پیادہ پا جانا چاہئے اس کی فقہی علت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس ملے ہے لیکن اس عمل کی حکمت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ سوار ہو اور خدا کے فرشتے پیادہ پا چاہے ہیں۔ یہ تعلیل ان کے لئے تو مناسب ہو سکتی ہے جن کی نظروں نے یہ مشاہدہ کر لیا ہو مگر ہمارے نزدیک پیادہ جانے کی اہل علت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہی ہوگا۔ ہاں حکمت کے درجہ میں ہم یہ بات بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح مسجد میں قصدِ احداث کرنا، محروم میں تصویریں لٹکانا اور کئے پانا وغیرہ ان تمام مقامات پر مانعت کی اہل علت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوگا اس کے بعد جو کچھ اس جگہ حدیثوں میں مذکور ہے ہمارے حق میں وہ حکمتیں کہلاتی ہیں دیکھو خدا تعالیٰ کی تعظیم کرنا ہمہ وقت فرض ہے، تلاوتِ قرآن ہمہ وقت عبادت ہے اور روزہ بھی اسلام کی محبوب ترین خصلت ہے مگر ان کی عام حکمتوں کے پیش نظر کیا ان کو علی الاطلاق ادا کیا جاسکتا ہے یا بطور ع و غروب کے وقت نماز ممنوع رہے گی، مکہ و مسجد میں تلاوتِ قرآن اور ایامِ تشریق میں روزہ ممنوع رہے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت روزہ شریف عبادت ہوگی اور قیام بے سنی ہوگا اور بچل تو آپ کی شانِ مبارک میں ایک بڑی گستاخی ہوگی کہ یہ سمجھ لیا جاتا کہ ہر ہر عقیدہ شخص جب چاہے جہاں چاہے آپ کی ذات کو حاضر کر سکتا ہے۔ یہاں شریعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جو یا رسول کا اس وقت ہم کو وہ کرنا ہے جس کا ہم کو حکم ملا ہے اور پس۔

(۹۴)، معلوم ہوا کہ رقیہ احد تعویذات ایک حد تک جائز ہیں جب اپنی حد سے تجاوز کر جائیں اور بعدِ شرک میں داخل ہو جائیں تو پھر ناجائز ہیں۔ اسلام، معدوم میں رہ کر رقیہ وغیرہ کی اجازت دیتا ہے اور جب شرک یا دہم پرستی کی حدود میں داخل ہو جائیں تو اس کی مانعت کرتا ہے۔ یہاں اگرچہ تقاضائے مصلحت تو یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت کے ہر قسم کی جہازِ نبوک کو

تَرَىٰ فِي ذَٰلِكَ مَقَالًا عَمْرُؤًا عَلِيًّا زَكَامًا لَا بَأْسَ بِالرَّثَىٰ مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ (رواه مسلم)
 (۹۵) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تُؤْتِي بِالصَّبِيَّانِ إِذَا أُولَدَا وَافْتَدَعُوَالَهُ بِالْبَرَكَهَةِ
 فَأَتَيْتُ بِصَبِيٍّ نَذَّهَبَتْ وَسَادَتْهُ فَرَاذًا حَتَّ وَسَادَتْهُ مُوسَىٰ نَسَأُ لَهُمْ عَنِ الْمَوْسَىٰ فَقَالُوا
 نَجْعَلُهَا مِنْ الْحَبْنِ فَلَخَذَتِ الْمَوْسَىٰ فَرَمَتْ بِهَا وَهَتَّهْمُ عَنْهَا وَقَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 كَانَ يَكْرَهُ الطَّيْرَةَ وَيُبْغِضُهَا وَكَانَتْ عَائِشَةُ تُنْهَى عَنْهَا (رواه البخاری فی الادب المفرد)
 (۹۶) عَنْ أَبِي شَيْبَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے اب ان مترول کے مطلق آپ کا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا ان کو میرے
 سامنے پیش کرو۔ اگر ان میں شرک کی کوئی بات نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (مسلم)
 (۹۵) حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ یہ دستور تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ان کی خدمت میں
 پیش کیا جاتا اور وہ اس کے لئے برکت کی دعا فرمادیتیں۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے ایک بچہ پیش کیا گیا وہ اس کا
 تکیہ رکھنے لگیں کیا دیکھتی ہیں کہ اس کے نیچے ایک استرا رکھا ہوا ہے۔ حضرت عائشہ نے ان لوگوں سے اس
 استرے کا سبب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا ہم یہ جنات کے خیال سے رکھ دیتے ہیں۔ انھوں نے استرا اٹھا کر
 پھینک دیا اور اس حرکت سے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان ٹونگوں کو سخت
 ناپسند فرماتے تھے اور ان سے نہایت نفرت رکھتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عائشہؓ بھی اس قسم کے
 ٹونگوں کی مانعت فرماتی تھیں۔ (الادب المفرد)
 (۹۶) ابوبشر انصاری بیان فرماتے ہیں کہ وہ کسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے

مانعت کر دی جاتی مگر قانون بسر کا تعنا ہوا کہ جس چیز کا نفع تجربہ میں آچکا ہو اور قوم میں اس کی عام عادت بھی ہو
 اس سے اغراض کر لیا جائے۔ بشرطیکہ اس میں شریعت کے خلاف کوئی بات موجود نہ ہو۔ شریعت حنفیہ کی تمام تر بنیاد
 بسر پر قائم ہے۔ الدین بسر کی شرح کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ اس پر بحث گذر چکی ہے۔ ترجمان السنہ جلد اول
 میں ملاحظہ کریں۔
 (۹۶) آپ اس حکم کے مختلف اسباب بیان کئے گئے ہیں مگر لایم مالک کی جو رائے ان کی کتاب موطائے ظاہر ہوئی ہے
 وہ یہ ہے کہ عرب نظر گند کے خیال سے حیوانات کی گردوں میں تانت وغیرہ کا گند اذالدا کرتے تھے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس
 عمل سے نظر گندے سے حفاظت رہتی ہے۔ شریعت نے اس قسم کے تمام اودام کو باطل قرار دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جو ایک خدا کر
 نہیں دے تا اس کو ہر ادنیٰ ہی مخلوق سے ڈرنا پڑتا ہے اور جس کا عقیدہ یہ ہو گیا کہ نفع و نقصان سوائے ایک خالق کے
 ادنیٰ کے ہاتھ میں نہیں رہتا تمام مخلوق کے ڈر سے آزاد ہو گیا۔

أَسْفَارِهِ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا لَا تَبْعَيْنَ فِي رَقَبَةٍ بَعِيرٍ وَلَا دَلَّةٍ
مِنْ دَرَّاءٍ وَلَا دَلَّةٍ إِلَّا قَطَعَتْ - (متفق عليه)

(۷۹۷) عَنْ أَبِي وَهَبٍ الْجَنْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْطُوا الْخَبِيلَ
وَأَسْخُوا بَنِي لُحْيَةٍ فَأَوَّجَارَهَا أَوْ قَالَ أَكَلَهَا وَقِلْدُهَا وَهَارُهَا لَا تَقْلُدُهَا وَلَا وَنَارَ (ربما) ابوداود والنسائي

لامقدار لعلم النبی بحسب علم الله تعالیٰ

(۷۹۸) عَنْ إِبْنِ عَبَّاسٍ فِي قِصَّةِ الْخَضِرِ وَمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ الْخَضِرَ قَالَ يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى
عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ - وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ عَلَّمَكَ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَقِئْتُ فِي

آپ نے ایک قاصد یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا قلابہ یا کوئی قلابہ
(رہلوی کو شک ہے) ایسا باقی نہ رہے جو کاٹ نہ ڈالا جائے۔ (متفق علیہ)

(۷۹۷) ابوہب جندی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے ہالا کرو (کہ
یہ آلہ جہاد ہے) اداں کی میٹانیوں اور بچوں پر ماتہ پھیرا اداں کے گلوں میں کوئی پٹہ ڈال دیا کرو
مگر تانت کا پٹہ نہ ڈالا کرو (کہ یہ دورِ جاہلیت کا طریقہ ہے) ابوداود - نسائی

نبی کے علم کو خدا تعالیٰ کے غیر متا ہی علم سے کوئی نسبت نہیں ہوتی

(۷۹۸) حضرت خضر اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام
نے فرمایا اے موسیٰ جو علم اللہ نے مجھے دیا ہے وہ تم نہیں جانتے اور جو تمہیں دیا ہے وہ میں نہیں جانتا (اس لئے
تم میرے ساتھ چل نہیں سکو گے) انھوں نے فرمایا آپ مجھے انشاء اللہ تعالیٰ نہایت صابر بنائیں گے۔ میں کسی

(۷۹۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بالاتفاق ایک اولوالعزم رسول ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کو زیر اختلاف ہے
مگر میری بڑی ہمتی ہے۔ ان دونوں میں کوئی جزئیات کا علم شاید حضرت خضر علیہ السلام کو زیادہ مرحمت ہوا تھا اور تشریف جزیات
کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زیادہ۔ مگر ان دونوں کے علوم کو بتل ان کے ضابطہ تعالیٰ کے غیر متا ہی علوم کے مقابلہ میں وہ
نسبت بھی نہ تھی۔ قطرہ کو دریا سے ہوتی ہے۔ علم الہی کے متعلق ان دو حضرات کا عقیدہ تو یہ تھا آخر میں سب سے بزرگ ترین
رسول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی سن لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں کاش موسیٰ علیہ السلام کچھ اور صبر کر لیتے تو ہمیں
کائنات کے عجائبات کا علم کچھ اور حاصل ہر جاتا۔ معلوم ہوا کہ کائنات الہی کے تمام واقعات کا علم تو درگزر آپ کو ان چند واقعات
کے علوم پہنچ پورا احاطہ حاصل نہ تھا جو ان دو بزرگوں کے ماہرین بہت ہی محدود زمانہ میں ہمیں آئے۔ علم الہی کے متعلق ان تین

لَنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَاثْلُقَا فَيَسْمِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهَا سَيْفِينَةٌ
فَمَرَّتْ بِهِمَا سَيْفِينَتَانِ فَكَلَّمَا هُمَا أَنْ يَخْلُوَا مِمَّا تَعْبَرَتِ الْخَصِرُ فَعَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ رِثَالٍ جَاءَ عَصْفُورٌ وَقَفَ
عَلَى حَرْبِ السَّيْفَيْنِ فَقَرَأَ نَفْرَةً أَوْ نَفْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَصِرُ يَا مُوسَى مَا لِقَصَصَ عَلَيَّ وَعِلْمُكَ
مِنْ هَلُمِ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا كَقَرَأَةِ هَذِهِ الْعَصْفُورِ فِي الْبَحْرِ غَمَرْدَ قَصَصَهَا وَفِي أَسْرَهَا قَالَ لَيْسَ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَرْكُمُ اللَّهُ مُوسَى لَوْ دَرَدَا لَوْ صَدَّ حَتَّى نَقَصَ عَلَيْنَا مِنْ كَرَمِهِمَا - (رواه البخاری فی کتاب العلم)

معاہد میں بھی آپ کے حکم سے باہر نہیں جاؤں گا۔ اس عہد و معاہدہ کے بعد دونوں نے سفر شروع کیا چلتے چلتے سمنہ
کے کنارہ پہنچے تو وہاں کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ اتفاقاً ایک کشتی اُدھر سے گزری تو انھوں نے کشتی والوں سے بات چیت
شروع کی کہ انھیں سوار کر کے دریا پار تار دیں تو کیا لیں گے اس درمیان میں حضرت خضر علیہ السلام کو کسی نے پہچان
لیا اور کہہ لے بغیر ان کو کشتی میں بٹھالیا (راستہ میں) ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر آ بیٹھی۔ اس نے سمنہ میں
ایک دو چوچیں ماریں تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ ہمارے اور تمہارے دونوں کے غلوں نے ملکر
بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں اتنی کی نہیں کی جتنی سمنہ کے بانی میں اس چڑیا کی ایک دو چوچوں نے۔ اس کے بعد
راوی نے ان کے سفر کا تمام واقعہ نقل کر کے آخر میں بیان کیا کہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے واقعات سن کر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مراتب علیا عطا فرمائے ہیں قرآن ہی کہ موسیٰ علیہ السلام
اگر کچھ ممبر فرماتے تو ان دونوں کے کچھ اور واقعات بھی ہمارے سامنے بیان میں آجاتے۔ (بخاری شریف)

مقدس ہستیوں کا عقیدہ تو یہ ہے اب جو عقیدہ آپ کا ہو وہ آپ جانیں ہندو کا کمال یہ نہیں کہ وہ اپنے حدود بندگی سے باہر بجائے
بلکہ کمال بندگی، بندگی کا مل ہے کسی مخلوق کی صفات کا موازنہ مخلوقات ہی کے دائرہ میں کرنا چاہیے نہ کہ خالق کے دائرہ میں
مخلوق کی کوئی صفت خالق کی ہمسری نہیں کر سکتی ان دونوں میں اگر کوئی شرکت ہو سکتی ہے تو صرف اسم کی شرکت ہو سکتی۔ ہندو کو
خدا تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں۔

صحیح بخاری کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ سارا ساتھ سفر صرف ان کے اس کلمہ کا
نتیجہ تھا جو ایک سائل کے جواب میں ان کی زبان سے اپنے آپ پر اعلم اطلاق کر کے نکل گیا تھا۔ کوئی شبہ نہیں کہ کئی وقت اپنی امت
میں سب سے زیادہ عالم ہر تہے ادا اس کا طے ان کا یہ قول یقیناً صحیح اور واقع کے مطابق تھا مگر صفت علم کے بارے میں
علم مطلق کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ اطلاق بھی ناپسند نہ اور آخر ان کو ایک ایسے بندے کی ملاقات کی طرف دعوت
دی گئی جس کے علم کی حقیقت میں سے ان کو ایک جہتی کا بھی علم حاصل نہ تھا بلکہ اس کی نوعیت علم ہی ایسی تھی جس کے ایک سبق کو
بھی ان کو صبر کے ساتھ پڑھنا مشکل تھا۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی جو خاص خاص صفات ہیں جیسے احیاء و ممات یا غیب کا علم وغیرہ ان میں
عموم و اطلاق کا دعویٰ کرنا بڑی بے احتیاطی ہے یہاں صحیح اور مستدل راہ یہ ہے کہ ان صفات کو علی الاطلاق تو صرف صانع

الغی عن اسناد علم الغیب الی حد

(۷۹۹) عَنْ الرَّبِيعِ بْنِ مَعُوذٍ قَالَ: دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً بَنِي عَلَى فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِهِ كَتَجْلِيسِكَ مِنِّي وَجَوَّيْتُكَ بِأَلَدٍ وَتَبَدُّدُنْ مِنْ قِتْلٍ مِنْ أَبَائِي يَوْمَئِذٍ حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ: وَفِينَا بَنِي يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

کسی کی طرف غیب دانی کی نسبت نہیں کرنی چاہیے

(۷۹۹) ربیع دختر معوذ بیان کرتی ہیں کہ شب زفاف کی صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جیسے تم بیٹھے ہو۔ کچھ لڑکیاں دف بجاکر میرے ان باپ و اہل کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں جو مدین میں مقتول ہو چکے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان میں ایک لڑکی نے یہ کہا کہ ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جو کل کی باتیں جانتے ہیں۔ تو آپ نے فوراً منع فرمادیا اور

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) حقیقی کے لئے تسلیم کیا جائے اور مخلوق کے دائرہ میں جتنا جس کے حق میں قطعی طور پر ثابت ہو جائے صرف اس کا اقرار کر لیا جائے۔ یہاں بہم الفاظ یا محض ظنی دلائل یا جذبات محبت کی بنا پر کسی اور قطعی علم لگایا قطعاً مناسب نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ان کا تذکرہ آپ کے جان ثاروں کی زبانی حرف بحرف منقول ہے اگر مجمع حقیقت کا پتہ چلانا ہے تو ان سادہ کلمات کو خالی الذہن ہو کر پڑھتے چلے جائیے اور آخر میں جس نتیجہ پر آپ کا ذہن پہنچے اسی کو منزل مقصود سمجھیے اسی مقصد کے پیش نظر ہم بہت محدود اور بہت محدود واقعات آپ کے سامنے رکھتے ہیں جن کو صرف شے نمونہ از خروارے کہا جا سکتا ہے آپ ان کو اپنے دل و گوشت پر صاف کر کے پڑھ جائیے پھر آپ کا ضمیر جو فیصلہ دے وہی اپنا عقیدہ رکھے۔

(۷۹۹) نبی کا غصہ اور مسرت بلکہ انداز غصہ و مسرت بھی بڑا پُر اسرار اور معنی خیز ہوتا ہے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضیت تو فرمائی مگر زیادہ شدت سے نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو یہ ایک محض مسرت تھی، نہ کہ مجلس تعلیم و تعلم (جہاں مقصود ہی تعلیم عقائد ہوا کرتی ہے) پھر یہ ایک شاعرانہ نظم تھی نہ کہ ایک شین عبارت، پڑھنے والی بھی کچھ تو عمر لڑکیاں تھیں نہ کہ فہیم اور سن رسیدہ عورتیں اور جو کلمہ اپنی زبانوں سے کہہ رہی تھیں وہ بھی ایک حد تک صحیح تھا اگرچہ اس کی کلیت میں کلام ہو لیکن صاحب نبوت اپنی موجودگی میں ایسی موم عبارت بھی برداشت نہ فرما سکے جو قرآن کریم کی ظاہر آیت سے ذرا بھی ٹکرائے۔ سوہ لقان ہر مذکر کہ پانچ بائیں محتاج غیب میں داخل ہی انہیں کوئی نہیں جانتا منجملہ ان کے ایک کل کی بات کا علم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کی بہت سی خبریں دیں مگر غیب دانی کے دعوے کی بنا پر نہیں بلکہ علم الہی کے سامنے اپنی بے باکی کے اعتراف کا سر جھکا کر۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیر متناہی خزانہ غیب سے کچھ عطا فرمادیتا ہے اس سے وہ غیب داں نہیں کہلاتے بلکہ غیب داں کے پیغمبر کہلانے لگتے ہیں۔

لَا تَقُولِي هَكَذَا أَوْ قُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ - (۱۲۷۱ البخاری)

(۸۰۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَاتِيْعُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ - إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَآذَ أَتُكْسَبُ عَدُوٌّ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ - (انفراد باخراج البخاری)

کہا یوں مت کہو، بس وہی کہے جاؤ جو پہلے کہہ رہی تھیں۔ (بخاری شریف)

(۸۰۰) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفاتیح غیب پانچ ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور وہی مینہ برساتا ہے (اس کا صحیح علم بھی کسی کو نہیں) اور یہ بات بھی وہی جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے اور یہ بھی کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا اور نہ یہ جانتا ہے کہ کس جگہ مرے گا بیشک اللہ ہی ان سب باتوں کا جاننے والا اور ان سے باخبر ہے۔ (بخاری شریف)

دنیا اس صداقت کے بجائے خود انھیں ہی غیب داں کہنے لگتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مگروں کے معاملات بتا دیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے لیکن اس کے باوجود عالم الغیب نہیں بنے مگر عیسائی نہ مانے آخر انھیں غیب داں خطاب کم از کم اس کا بیٹا ٹھہرا کر ہی چھوڑا۔ (نور اللہ شاہین ذلک)

(۸۰۰) قرآن کی اصطلاح میں علم وہ ہے جو خود واقعہ سے حاصل ہوا اور کسی واقعہ کے متعلق جو لینی جانب سے تخمینہ کیا جائے وہ ظن کہلاتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں علامات کے ذریعہ بعض ان باتوں کا علم بھی ہو جاتا ہے جو حدیث میں مذکور ہیں لیکن ان کا براہ راست علم اب تک بھی کسی کو نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے وہ صرف استدلال اور علامات کی بنا پر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت خود بتائیں مگر اس کے باوجود قیامت کے معاملہ میں ہمیشہ اپنی لاعلمی ہی کا اظہار کیا۔ اہل علم نے حل کے مذکور و مؤث ہونے کی شناختیں لگی ہیں اسی طرح ہمارے دوسری فضائی اثرات سے موسم کا اندازہ بھی کر لیا جاتا ہے مگر یہ سب ظن کے مرتبہ سے سبباً نہیں۔ یہ علم استدلالی تو ہے لیکن براہ راست واقعہ کا علم نہیں۔ واقعات کا براہ راست علم اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔ ہم حوادث کے غائب رکیز ذریعہ استدلال ان کو معلوم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ خود حاضر و ناظر ہو کر ان کا علم رکھتی ہے۔ واللہ علی کل شیء شہید کا یہی مطلب ہے۔ اس حدیث کے متعلق حدیث جبریل علیہ السلام کا تفصیلی نوٹ بھی ملاحظہ کریجئے۔ اور اسی کے ساتھ حدیث۔ بی بی مرثیہ مذکورہ ترجمان السنۃ ج ۱ ص ۵۵۹ بھی ملاحظہ کیجئے۔

(۸۰۱) عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ بِنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ اِمْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُمْ اِفْتَسَمُوا الْمُهَاجِرِينَ قُرْعَةً قَالَتْ نَظَرْنَا عُمَانُ بْنُ مَطْعُونٍ وَانْزَلْنَاهُ فِي آبِيَانَا فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِي تَوَفَّى فِيهِ فَلَمَّا تَوَفَّى غَسِلَ وَكُفِنَ فِي أَثَرِهِ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَقُلْتُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَهَذَا فِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَرَمَكَ اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَذْرُؤُكَ أَنْ اللَّهَ أَرَمَهُ فَقُلْتُ يَا أَبِی أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا هُوَ قَوْلُ اللَّهِ لَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ وَاللَّهُ إِنِّي لَا رَجُؤَ لِمَا كُنْخِصَ وَوَاللَّهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَاذَا يَفْعَلُ فِي قَالَتْ وَاللَّهِ لَا أَتِي بَعْدَهُ لَكُنَّا أَبَدًا -
(رواه البخاری فی فضائل)

(۸۰۱) خارجیہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ ام علاء ایک انصاری بی بی تھیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی وہ کہتی ہیں کہ انصار نے ہاجرین کی تقسیم قرعہ اندازی کے ذریعہ سے کی تو ہمارے حصہ میں عثمان بن مظعون نکلے ہم نے انہیں اپنے گھروں میں بطور مہمان ٹھہرایا۔ اتفاقاً وہ ایسے بیمار پڑے کہ اس سے جان بر نہ ہو سکے۔ وفات کے بعد جب انہیں غسل دیا گیا اور ان کے کپڑوں میں انہیں کفن پنادیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ام علاء کہتی ہیں میں نے کہا ابوالسائب (ان کی کنیت ہے) تم پر خدا کی رحمت میں تمہارے حق میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور تمہیں اپنی رحمت سے نوازا ہو گا آپ نے فرمایا بھلا تمہیں یہ تہ کیسے چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رحمت سے ضرور نوازا ہو گا میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو بھی رحمت سے نوازے تو اور کس کو نوازے گا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ان کی تو وفات ہو گئی اور مجھے بھی ان کے حق میں مغفرت کی بڑی امید ہے مگر تفصیلی طور پر تو میں اپنے متعلق بھی نہیں بتا سکتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ یہ سن کر ام علاء نے کہا خدا کی قسم آج کے بعد آئندہ میں کسی کی اس طرح حتی طور پر تعریف نہ کروں گی۔ (بخاری شریف)

(۸۰۱) حدیث مذکور میں قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَايِنِ الرَّسُولِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ فِي وَلَا يَكُنْ - (احاف)

(۸۰۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنْ الْأَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ طُوبَى لِهَذَا عَصْفُورٍ مِنْ عَصَائِفِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السَّوَاءَ وَلَمْ

(۸۰۳) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری بچہ کے جنازہ کی نماز کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا۔ اس بچہ کے متعلق میری زبان سے کہیں یہ نکل گیا کہ یہ بچہ کیسا خوش نصیب تھا یہ تو جنت کی چڑیوں میں ایک چڑیا تھی۔ اس نے کوئی گناہ کیا نہ اتنی عمر پائی کہ گناہ کرتا یہ نہ کہ آپ نے فوراً فرمایا تم تو

(۸۰۴) خلاصہ یہ کہ بخشش و مواخذہ کا معاملہ تمام تر عالم غیب سے متعلق ہے اس میں کسی انسان کو لئے زنی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ مغفرت و عدم مغفرت کے مختلف آئین ہیں کسی کو کیا معلوم کہ قادر مطلق نے کہاں کس آئین کے نافذ کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ ہیں اس حدیث میں بھی کسی مقامی غلطی کی اصلاح منظور نہیں۔ بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کی اصلاح منظور ہے خواہ مقامی اعتبار سے وہ کتنا ہی صحیح ہو۔ مثل شہور ہے کہ خطا اگر راست آید تاہم خطا است۔ قرآن کریم نے علم غیب کو جا بجا خدائی خصوصیات میں شمار کیا ہے اور کسی استثنائے غیر عالم الغیب کا لقب صرف اپنی ذات کے لئے مخصوص قرار دیا ہے۔ اسی لئے حدیثوں میں بھی اس معاملہ میں احتیاط برتنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ غیب کے امور میں جرم و ملوثی کے ساتھ کوئی ادنیٰ دخل اغلازی کرے حتیٰ کہ اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے نفس نفیس کو شامل کر کے ارشاد فرمایا کہ تم کی آنکھوں سے شب و روز میں نہ معلوم کتنے غیب سے ہم سے اٹھائے جاتے ہیں اپنی مغفرت کی تفصیلات کے بارے میں پورے پورے علم کا وہ بھی مدعی نہیں بنتا۔

قرآن کریم کی کھلی کھلی آیات احادیث رسول کے بیشمار ذخائر اور صحابہ کرام کے عشق نبوی سے لبریز کلمات کے انبار آپ کے سامنے ہیں۔ ان سے کہیں پتہ نہیں چلتا کہ رسول کو عالم الغیب کتنا کبھی اسلامی عقیدہ سمجھا گیا ہو۔ مذہب اسلام کی سب سے واضح خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خدائیتالی اور بندوں کی صفات اتنی واضح بتائی گئی ہیں کہ ان میں کسی موقع پر بھی التباس پیدا نہیں ہوتا۔ صفت علم حقیقہ تعالیٰ کی ایک نمایاں ترہی صفت ہے اس کے مظاہرے کے لئے ازل میں ملائکہ اللہ کا وہ محرکہ الآراء واقعہ پیش آیا تھا جس میں انیس انی اعلموا ولا تعلمون کا غلبہ آمیز فقرہ سننا ہر اہل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف ایک کلمہ انا اعلم کی بدولت کتنا حیران و پریشان ہوتا تھا اور سب سے آخر میں وہ رسول بھی آگیا جس کو علم الاولین والآخرین کا مجموعہ بنا کر بھیجا گیا تھا مگر خالق السموات والارضین کے علم کے سامنے وہ بھی ہمیشہ اپنے فقرہ نیاز کا سر جھکائے رہا۔ اور رب زدنی علما کی ہی دعائیں مانگتا کیا اللہ کسی نے کبھی شاعرانہ رنگ میں بھی اگر اس کے متعلق عموم و اطلاق کے ساتھ علم غیب کی نسبت کر دی تو اس نے وہی اس کو رد کر دیا۔ یہاں بالذات اللہ بالواسطہ کا فرق پیدا کرنا ایک مضحکہ خیز خیال ہے۔ بندہ میں خدائیتالی کی کوئی صفت نہ بالذات سمجھتا ہے نہ بالعرض خدائے تعالیٰ الہا یکتا و یحییٰ ہے کہ نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں سے کسی صفت میں کوئی شریک ہے نہ اس کا احتمال ہو سکتا ہے۔

پس جس جگہ تک میری رسائی ہے اس کے بس اس طرف تیری خدائی ہے

اسی طرح کائنات ہستی کے جیسے ماکان اور مایکین کا علم بھی کسی کے حق میں تسلیم کرنا اسلامی عقیدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے داماد اگرچہ بشمار علوم اور بھی ہیں مگر وہ انسانی دماغ کے تصور سے باہر ہیں انسانی دماغ صرف ان ہی علوم کا تصور کر سکتا ہے جو کائنات میں

يُذَكِّرُكَ فَقَالَ أَوْغَيْرَ ذَلِكَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ
أَبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ - (سرواہ مسلم)

یغین کے ساتھ یہ حکم لگا رہی ہو، کیا خبر ہے کہیں معاملہ کچھ اور ہو۔ اسے عائشہ (جنت و دوزخ کا فیصلہ کچھ ظاہری اعمال پر ہی منحصر نہیں) اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق جنت کے لئے بنائی ہے اور اس کو اسی وقت جنتی بنادیا تھا جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشت ہی میں تھی اور اسی طرح ایک مخلوق دوزخ کیلئے بنائی ہے اور ان کو بھی اسی وقت دوزخی بنادیا تھا جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشت میں موجود تھی۔ (مسلم شریف)

اس کو نظر آئے ہیں پس اگر ان علوم میں خالق اور مخلوق مادی ہوں تو پھر مصنفیت علم کے بارے میں وہ خالق کی ہنری کا کوئی تصور کر ہی نہیں سکتا حالانکہ اسلام میں خالق کی ہنری کا تصور اتنا اعلیٰ سکھایا گیا ہے کہ اس کے نام کے برابر بھی کسی مخلوق کا نام لینا اس کی ہنری کے خلاف سمجھا گیا ہے پھر ذرا یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کائنات ہستی میں ایسی اشیاء بھی بیشمار موجود ہیں جن کا علم خالق کے لئے تو ضرور واجب کمال ہے مگر انسان کے لئے کوئی کمال نہیں۔ مثلاً کسی میدان کے ریت کے ذرات یا کسی درخت کی شاخوں کے پتے یا اسی قسم کے اور علوم جو انسانیت کی تکمیل کے لئے غیر ضروری بلکہ اور محل میں سب جب عام انسانوں کے حق میں کوئی کمال نہیں سمجھے جلتے تو ان میں جو سب سے بزرگ تر ہستیاں ہوں ان کے لئے کیا موجب کمال ہو سکتے ہیں۔ چھٹے جابلانہ خوش عقیدگی ہے جس کو شرف انسانی سے کوئی تعلق نہیں۔ چہ جائے کہ ان کو اسلامی عقیدہ کہا جائے۔ خدا کے مقدس رسولوں کے علم کے متعلق اس کی ضرورت یہی کیا ہے کہ اس کے لیے پورے دوزخ کرنے کی کوشش کی جائے کیا اتنا کہنا کافی نہیں ہو سکتا کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ ان مباحث میں ہر کربے وجہ اپنے ایمان کو زخمی نہ کیجئے رسولوں کی پوری عظمت سے دل مسدود رکھئے اور ان میں خاتم المرسل کی امتیازی شان کو اپنا دین ایمان سمجھئے پس یہی ماہ سیدی ہے فاتحہ

یہ یاد رہے کہ اسلامی عقائد اور اس کے مذاق کا اندازہ صرف قرآن حکیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات قدسیہ سے لگنا چاہئے۔ عشاق کے ہراز جذبات کلمات یا شاعروں کے باغداد آمیز بیانوں سے نہیں۔ علمائے یہ تصریح کی کہ جو الفاظ مقام مذمت یا مقام مرح کے ذیل میں آجاتے ہیں ان سے کسی مسئلہ کا استنباط کرنا صحیح نہیں وہ صرف منکمل کے جذبات احترام یا اس کے جذبات توہین کے ترجمان ہوتے ہیں ان کا مقصد مخاطب کے ذہن میں کسی کی محبت یا کسی سے نفرت قائم کرنا ہوتا ہے کسی عقیدہ کی تعلیم دینا نہیں ہوتا۔

دیکھو قرآن حکیم نے بغیس کے شاہی ساز و سامان کی فراوانی کے متعلق دَاوُودَ مَیْمَنَ مَیْمَنَ مَیْمَنَ مَیْمَنَ (اس کو تمام چیزیں عطا ہوئی تھیں) کا کتنا عام لفظ استعمال فرمایا مگر کیا اس فصیح و بلیغ انداز بیان سے کوئی شخص یہ عقیدہ رکھنے کا مجاز ہو سکتا ہے کہ اس کو حقیقہ تمام اشیاء عطا کر دی گئی تھیں حتیٰ کہ تمام غیوب کا علم بھی۔ یا یہ صرف اس کی شانِ ملوکیت کی عظمت کا ایک لینے انداز بیان تھا۔ یاد رکھو کہ مصائب الہیہ میں مصیبت علم ایک بڑی متاز صفت ہے اس میں کسی بندہ کو اس طرح شریک کر دینا کہ خدا اور بندہ کے درمیان اس میں کوئی التباس پڑنے لگے یہ فحش مشرک نہ رہے۔ (بانی برصغور آئندہ)

(۸۰۳) عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُونَةَ فَأَتَى بِصَبِيٍّ يَحْمِلُ ذِي الْقُرْبَى الْكَبِيرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدِهِ فَقَالَ لِعَبْنِ النَّسَوِيِّ أَخْبِرْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ فَقَالَ هُوَ صَبِيٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَرَمَ يَدَهُ فَقُلْتُ أَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ قَالَ خَالِدٌ فَأَجَرْتُهُ فَأَكَلَتْهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ. (رواه البخاري)

(۸۰۳) خالد بن ولید بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت میمونہؓ کے گھر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بچی ہوئی گوہ پیش کی گئی۔ آپ نے اس کی طرف اپنا دست مبارک بڑھایا۔ اس پر آپ کی بیبیوں میں سے کسی نے کہا جس چیز کے تناول فرمانے کا آپ ارادہ فرما رہے ہیں آپ کو اس کی اطلاع دیدو۔ اس پر انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ گوہ ہے یہ سن کر آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ جانور حرام ہے؟ فرمایا نہیں تو لیکن ہمارے ملک میں نہیں ہوتا اس لئے مجھے اس سے نفرت ہے خالد کہتے ہیں میں نے اس کو کھینچ کر اپنی طرف بڑھایا اور آپ کے سامنے اس کو کھانا دیا۔ (بخاری شریف)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) مشرکین عرب بھی اپنے بتوں کو خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت میں شریک ٹھہراتے اور جب ان پر مسامحت اور شرک کا احترام کیا جاتا تو اسی طرح مختلف قسم کے چٹا پھانے بنا دیتے۔ کبھی یہ کہتے کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم کو ذرا قریب کر دیں اور کبھی ان کی شفاعت کا بہانہ کر دیتے ان تمام تاویلوں کے باوجود ان کا سر نہ اٹھکتا تو ان بتوں ہی کے سامنے جھکتا اور جب کبھی ان کے سامنے خدائے وحدہ لاشریک کا ذکر آ جاتا تو وہ ہمیشہ اڑ جاتے۔ خوب سن لیجئے کہ مذہب اسلام میں کسی ایسے عقیدہ کی کوئی گنجائش ہے اور نہ کسی مشرک کا عمل کے لئے وہ ذہنی اور عملی ہر لحاظ سے کفر سے اتنا متاثر ہے جتنا ان بتوں سے۔ واللہ ولی الامور۔ اب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مشن نورانیہ کے چند مہم کے وہ واقعات ملاحظہ فرمائیے جن سے آپ کو صحیح معنی میں اعجاز ہوجائے گا کہ جس کے سینہ میں علوم ہدایت کے سمندر بادیئے حق نے دنیا کے غیر ضروری امور میں اس کا حال کیا تھا۔

(۸۰۴) = مہم زدہ کا ایک ساتھ واقعہ ہے دیکھیے یہاں حاضرین مجلس حتیٰ کہ اہل بیت المؤمنین صبی خاص بہتوں میں سے کسی ایک کے ذہن میں بھی یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کا اس طرح احاطہ حاصل تھا کہ عالم کا کوئی ذرہ آپ کے علم سے باہر نہ تھا وہ کس صفائی سے ایک معمولی سی کمانے کی چیز کے متعلق آپ کو لوگ دیتی ہیں اور آپ بھی فوراً متنبہ ہو کر اس کے تحلیل فرمانے سے دست کش ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں فرماتے کہ تو میں خود بھی جانتا تھا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ حضرت سیدہ سے عقد کے بعد کا واقعہ ہے۔ جو آپ کی بہت آخراً ہوا ہے۔

(۸۰۴) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِلَيْكُمْ نَتَخَفَتُمُوهُ إِلَى وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ الْخَيْرَ مِنْجَنَّتِهِمْ مِنْ بَعْضٍ فَأَفْضَى لَهُ عَلَى عَوْمٍ مَا أَمْتَمَرُ مِنْهُ

(۸۰۴) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ایک انسان ہی ہوں اور تم لوگ اپنے جھگڑے لے لے کر میرے پاس آتے رہتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم میں ایک آدمی اپنے دلائل بنا سنوار کر بیان کرنے میں دوسرے شخص سے زیادہ ماہر ہو اور میں (اس کے بیان سے متاثر ہو کر) جیسا اس کا بیان سنوں اسی کے مطابق فیصلہ صادر کر دوں تو اگر میں کسی کے کھائی کے حق کا فیصلہ اس کے حق میں

(۸۰۴) شرح معانی الآثار میں اس حدیث کے الفاظ اس طرح منقول ہیں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَلَا اُحْدَى بِالْحَقِّ مَا تَخَفْتُمُوهُ فَيَعْتَدِي وَتَخْضَعُونَ فَمَلِكِي طَائِفًا اَفْضَى مِنْكُمْ عَلَى ظَاهِرِهَا تَقُولُونَ يَسْنَى فِي بَيْنِ بَيْنِ اِنَّا بَرٌّ اَوْ جِنِّ مَحَلَّاتٍ كَيْ فَيُفْضَلُ تَمَّ مَرَّةً بِاسْمِ لَے كَاتَمَ هَوَانِ كِي حَقِيقَتِ كَوْنِ جَانَتَانِ هُنَّ مِيں نُوْجِيَا تَمَّ مَجْزِي بَانِ كُرَدَتِ هَوَا كِي كَ مَطَابِقِ فَيُفْضَلُ كُرَدِيَا هَوْنِ اَمَّ كَمَارِي لَے بَابِ اَثَمِ مِّنْ خَامِ فِي بَاطِلِ دَوْبِلِ (م ۳۳) مِيں اِسْ حَدِیْثِ كُوْزِ كَرِيَا هِے اِدَا سِ مِيں يَهْ لَفْظِ رَوَايَتِ كَے هِيں فَعْلَلُ بَعْضُكُمْ اِنْ يَكُونُ اَبْلَغُ مِنْ بَعْضٍ فَاحْصِبْ اَنْقَدَ صَدَقَ . يَهْ هُوْ سَكْتَا هِے كَ تَمَّ مِيں كُوْنِي دُوسَرِے سَے زِيَاَدَ لِسَانِ هُوْ اَوْ اِسْ بِنَا پَرِ مِيں يَهْ خِيَالِ كِرُوْنِ كَ حَوَاثِ اِسْ نَے كِي هِے وَهْ كِي كِي هِے . عَلَامَ قَطْلَانِي اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ كِي وَجْهَرِ مِيں لَكْتِے هِيں . لَا نَدَ حَصْرُ خَاصِ اِيْ بِاعْتِبَارِ عُلَمَاءِ الْبَوَاهِنِ وَبِسْمِ عُنْدَ عُلَمَاءِ الْبَيَانِ قَصْرُ الْقَلْبِ لَا مَقَافِي يَهْ عَلَى الْمَرَدِّ عَلَى مَن زَمَّ اَنْ مِّنْ كَانِ رِوَايَا يَطْلُو الْعَيْبَ فَيُظْلِمُ عَلَى الْبَوَاهِنِ وَلَا يَغْنِي عَنِ الْمَظْلُومِ وَفَوْضَلُكَ فَاشْأَلْهُ اِنْ الْوَضْعُ الْبَشَرِي يَقْتَضِي اَنْ لَا يَدْرِي مَنَ الْاَمْرُ وَلَا يَطْوَاهُ رَحْمَةً فَانْزِلْ خَلْقًا اِلَّا بِسْمِ مَن قَضَا بِاَفْجَحِهِ عَن حَذَائِزِ الْاَشْيَاءِ فَاذْ اَتْرَدَ عَلَى مَا جَبَلَ عَلَيْهِ مِنَ الْقَضَايَا بَشَرِيَّةً وَبِوَيْدِ بِالْوَسْطِ الْمَحَارِي طَرِ اَعْلِيَا بِطَرِ اَعْلَى سَاوَرِ الْبَشَرِ . (۲۱۲ ص ۲۵۵) يَٰ مَعْنَى بِيَانِ اَبِّ نَے اَبْنِي بَشَرِيَّتِ كُوْ بَصِيْطُ حَصْرِ اِسْ لَے ذِكْرِ كَرِيَا هِے حَالَا كَمَّ اَبِّ بِيَّتِ سَے اَوْصَافِ مِيں عَامِ بَشَرِيَّتِ سَے كِيں بِالَا وَتَرْتِے تَے تَا كَ اِنْ لَوْگُوْنِ كِي تَوْبِدِ بَہَا جَے تَوْبِدِ مَگَانِ كُوتِے هِيں كَ جَبِ رَسُوْلِ كَے پَاسِ غِيْبِ كِي خَبَرِ آ كِي هِيں تَوَا سِ پَرِ ہر سَالِہِ كِي حَقِيقَتِ هِيں شَيْكِ شَيْكِ طَرِ بَدُوْشِ ہُو جَا تِي ہُو كِي اَدُوْہِ يَهْ جَانِ لِيَا ہُو گَا كَ فَرِيقِيْنِ مِيں مَظْلُوْمِ كُوْنِ هِے اَدْلَاظِمُ كُوْنِ . اِسْ خِيَالِ كِي تَوْبِيْكِ لَے اَبِّ نَے فَرَمَا يَا كَ بَشَرِي سَاخْتِ هِي اَشْرَ قَلْبِي لَے اِيْیِ بَنَا تِي هِے كَ بَشَرِ مَرُوفِ ظَاہِرِي حَالَتِ هِي كَا اَدَا كَ كَر سَكْتَا هِے اِدَا سِ كُوْ رَا بَے حَالَاتِ ہِيْشِ اَتَے اَغْبِرْ جَا وَا نَہِيں ہُو تَا جَوَا سِ كَے لَے اَشْيَا كِي حَقِيقَتِ كَے اَدَا كَ سَے مَانِخِ اَجَا تِيں ہِيں جَبِ تَكِ قَدْرَتِ اِسْ كُوْ اَبْنِي فُطْرَتِ كَے خِلَافِ نَہْ چَلَا تَے اَوْ اَسْمَانِي دُجِي سَے اِسْ كِي تَا مَيْدَ نَہْ فَرَا تَے اِسْ بَدُوْیِ حَالَاتِ طَارِي ہُو تَے هِيں جُو دُوسَرِے اَنَاوْنِ رَوَا رِي ہُو كُوتِے هِيں . عَلَامَ قَطْلَانِي كَے بِيَانِ سَے يَهْ حَقِيقَتِ خُوبِ وَاضِحِ مَہْمِي كَ اَغْيَاہِ عَلِيْمِ السَّلَامِ عَالِمِ الْغَيْبِ كِيوں نَہِيں ہُو تَے اَدَا وَہْ يَكِ اِنْسَانِ كِي بَشَرِي سَاخْتِ هِي مِيں اِسْ كِي حِلَاہِيَّتِ نَہِيں . اَشْرَ قَالِي نَے اِسْ كُوْ رَا بَے حَالَاتِ دَاوَاہَاتِ كَے سَاوَمِ پِيَا فَرَمَا يَهْ جِنِّ كِي وَجْہِ سَے اِسْ كُوْ فَا جَا تِ كَا بَلَا مَاسَطِ عِلْمِ ہُو يَهْ نَہِيں سَكْتَا اَدْجِنِّ بَاتِلِ كَا اِسْ كُوْ عِلْمِ ہُو تَا ہِے يَهْ اِسْ كِي فُطْرَتِ كَا تَقَا نَہْ نَہِيں بَلَكُ مَرُوفِ حَقِّ قَالِي كِي وَتَقِي اَطْلَاعِ سَے حَاصِلِ ہُو تَا ہِے اِسْ لَے اِسْ مِيں اَطْلَاقِ دَعْوَمِ كَہَاں اِسْ كَے بَعْدِ عَلَامَ مَوْصُوفِ اِسْ كِي حَكْمَتِ هِي لَكْتِے هِيں كَ رَسُوْلِ كُوْ اَبَے مَقْدَرَاتِ كَے مُتَعَلِقِ غِيْبِ كَا عِلْمِ كِيوں نَہِيں دَا .

فَمَنْ قَضَيْتُ لَكَ بَنِيَّ مِنْ حَتَّىٰ آخِرَةٍ فَلَا يَأْخُذَنَّ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ (متفق علیہ)

اس طرح دیدوں تو اسے چاہئے کہ وہ میرے اس طرح کے فیصلے پر غور و فکر کے اس کا مال دبانے اور یہ سمجھنے کہ جو مال اس کو اس فیصلے سے ملا ہے وہ حقیقت میں آگ کا ایک انگارہ ہے۔ (متفق علیہ)

تاکہ شاہد حق کا قصہ ہی ختم ہو جائے اور رسول اپنے یقین کی بنا پر جس طرح اور احکام شریعت بیان کیا کرتا ہے اسی طرح مقدمات کے فیصلے ہی صادر کر دیا کرتا۔ ولہ یطلعہ اللہ تعالیٰ علیٰ حقیقۃ الامر فی ذلک حتیٰ لا یحتاج الی بینۃ و بین تعلیم انتقدی بامانتہ فانلو حکم فی القضاء یا یقینہ بالحاصل من الغیب لما أمکن الحکم لا متہ من بعدہ (رق ۱ ص ۳۰) اور خود ہی لکھتے ہیں لیکن لما اعرأ اللہ اشتہا بمتابعہ اجمری لہ حکمہ فی عدم الاطلاق علی باطن الاور لیکن حکم الاکامۃ فی ذلک حکم فاجہری اللہ تعالیٰ احکامہ علی انظارہ لانی یستوی فیہ ہو وغیرہ لیعمم الاکامۃ بدو تنظیم نفوس العباد للاقتیاد للاحکام الظاہی من غیر نظر الی الباطن واللہ تعالیٰ اعلم (ج ۲ ص ۴۲)

علامہ قسطلانی اور امام نووی کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو تمام مقدمات میں صحیح حالات کی اطلاع دیدیگا تو تاکہ وہ صرف اپنے علم کی بنا پر مقدمات کے فیصلے صادر کر دے کہ تو ان کی امت اس بارے میں کیسے ان کی اتباع کر سکتی اس لئے اس نے واقعات اور معاملات کی اطلاع دینے کے بجائے تغیش و اجتہاد کرنا اور مدعی سے ثبوت اور مدعی سے قیصر فیضان کے لئے آئین مقرر کیا اور تمام امت کو حکم دیا کہ وہ بھی اسی طرح معاملات کے فیصلے کیا کریں۔ البتہ مدعی کو یہ اخلاقی نہایت بھی کر دی کہ اس شرعی آئین سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور یقین رکھے کہ اگر وہ اپنی جرب زبانی کی بدولت ظاہری آئین سے فائدہ اٹھائے گا تو باطنی آئین کی گرفت سے باہر نہیں جاسکا اگر کوئی مال اس نے ناجائز شہادت سے حاصل کر لیا ہے تو قیامت میں وہ اس کیلئے آتش دوزخ کی شکل میں نظر آئے گا مدعی علیہ اگر بیان کی آئینی مجبوری سے ناکام ہو گیا ہو تو وہ احکم الحاکمین کی عدالت میں ناکام نہیں ہوگا کچھ اسی جگہ نہیں بلکہ اسلام میں ظاہری آئین کی روح ہر جگہ ہی تعلیم کی گئی ہے اگر ظاہری آئین کی پشت پر عالم باطن کی گرفت کا خوف نہ ہو تو پھر صرف ظاہری آئین نظم و نسق کے جال میں غور و خفا کا موجب بھی ہو سکتا ہے۔ رہا واقعات کی پوری اطلاع کے بعد پھر یہی وہ واقعات کے خلاف فیصلے دینے کا حکم تو یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ یہاں صرف یہی دورا ہی تھیں ایک یہ کہ اگر ظاہری آئین پر فیصلے کا آئین مقرر کیا جائے تو تمام واقعات کی صحیح اطلاع دینا آئین نہ ہو اور اگر صحیح اطلاع کی اطلاع دینا آئین ضروری تو پھر شہادت اور قیصر پر فیصلہ کرنا آئین محدود ہو بھی سکتی ہے کہ حضرت علی الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عمر بن الخطاب علیہ السلام کو ظاہر شریعت کا سکھنا بتایا گیا تھا تو حقائق کے چوں سے کتاب کمالی کان سے مقرر نہ ہو نہیں کیا گیا بعد از حضرت خضر علیہ السلام پر پہلی کتابت کسے گئے تھے تو پھر یقین ظاہر شریعت کا سکھنا بھی نہیں بتایا گیا کہ انکشاف حقائق جگہ جگہ ظاہری آئین کے خلاف کا متنازعہ نہ کہ وہ اسی طرح ظاہری آئین و احکام کے تسلسل میں عقل اخلاقی نہ ہو وہ نظر قدرت میں ہر طرح کے محدود نہ ہو گئے ہوتے ہی اسی طرح ظاہر و باطن ہوتے چلا جائیں اور آئین شریعت ہر طرح پابند و تابع رہے۔ وہی اسی طرح ناظر ہر تاجل ہوتے تو وہ واقعات کے حقائق کا انتقا کچھ بھی ہو اگر ارباب کیا جاتا تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا لہذا لغیرہ رسول حضرت خضر علیہ السلام کی اتباع مبرکوں کے ساتھ نہ کر سکتا تو یہ جبر امت اللہ رسول کی ابتداء سے کیا کر سکتی۔

یہاں پر اعتراض ہے کہ میںوں مخالفت نہ کی کہ حقیقت حال پر مشابہ کر دیا جائے مگر یہ اجماع کے طور پر نہ کہ آئین کے طور پر۔

(۸۰۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا لَمْ يُصَرِّفْ وَ
 أَوْبَى إِلَيْهِمْ أَنْ لَمَّا أَنْتُمْ ثُمَّ خَرَجَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ وَرَأْسُهُ يَطْرُقُ فَصَلَّى بِحَيْثُ قَلَّمَا صَلَّى قَالَ
 لَاقِي كُنْتُ جُبَّاقَيْنِيْتُ أَنْ أَعْتَمِلَ - (رواه احمد ورمي مالك عن عطاء بن يسار مرسلاً)
 (۸۰۶) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ لَمَعَنَ
 قَلَمُهُ ثُمَّ قَامَ مُرَعًا فَتَحَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ مَجْرِي نَسَائِهِ فَقَرَعَ النَّاسُ مِنْ مُرَعَتِهِ
 فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ قَرَأَ أَيْ أَهْمَهُ قَدْ عَجِبُوا مِنْ مُرَعَتِهِ قَالَ ذِكْرْتُ شَيْئًا مِنْ تَبَرُّعِي عِنْدَ نَافِكِكُمْ كُنْتُ
 أَنْ يَحْسِبُنِي فَأَمَرْتُ بِتَمَتُّهِ - (رواه البخاري)

(۸۰۵) ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے باہر تشریف لائے۔ قریب تھا
 کہ تکبیر کہنے کے فوراً آپ واپس تشریف لے گئے اور لوگوں کو اشارہ کیا کہ جس طرح تم اب ہو اسی طرح رہنا
 غسل کر کے پھر باہر تشریف لائے اور آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ نے نماز پڑھائی اور فارغ
 ہو کر فرمایا میں جنابت کی حالت میں تھا اور غسل کرنا بھول گیا تھا۔ (احمد۔ مالک)

(۸۰۶) عقبة بن حارث بیان کرتے ہیں کہ میں نے مرید طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے عمر کی
 نماز پڑھی۔ آپ سلام پھیر کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے جلدی جلدی کسی بی بی صاحبہ کے گھر تشریف
 لے گئے۔ لوگ آپ کی یہ عجالت دیکھ کر گھبرا گئے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ آپ کی اس عجالت
 پر حیران ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنے گھر میں سونے کی ایک ٹلی رکھی ہوئی یاد آئی تھی۔ مجھے یہ بات ناپسند
 ہوئی کہ عبادہ میرے تعلق خاطر کا باعث بنے۔ اس لئے میں اس کو تقسیم کرنے کیلئے کہہ آیا ہوں۔ (بخاری شریف)

(۸۰۶) سچ کہا ہے علامہ قسطلانی نے کہ قدرت نے انسان کو پیدا ہی ایسی وضع پر کیا ہے کہ غیب کے علوم کا احاطہ
 تو نہ کرنا اس کو حاصل شدہ علوم کا دائمی استحضار رہنا بھی مشکل ہے۔ ایک وقت انسان کی کئی قوت عروج کرتی ہے تو وہ
 عرش کی غریب دینے لگتا ہے اور ایک وقت اس پر بشریت کا دباؤ ہے تو وہ خدا ہی صلیبات بھی فراموش کر بیٹھتا ہے اسی
 معجزہ میں انسانی ترقی کا راز مضمر ہے۔ خطا و نسیان انسان کے لئے عیب نہیں۔ غیر محدود اختیار اور عزیمات و کلیات
 غیب کا احاطہ اس کی نوع کا کمال نہیں۔ قدرت نے اس کی قدرت ایسی ہی ضعف و ناتوانی کے اندر بنائی ہے کہ وہ خطا
 بھی کرے گا اور جھوٹے بھی گمراہ کا یہ فطری سمت اس کے لئے موجب نقصان نہ ہوگا بلکہ اہم موجب کمال ہوگا۔ ایک
 روایت میں ہے انما انسی لا متن یعنی لوگ تو خود جھوٹے ہیں مگر تجدید قدرت انسان ڈالا جاتا ہے تاکہ نبی آدم نسیان
 کے احکام سیکھیں۔ پس جس طرح نبی کے نسیان سے مقصد نسیان کی سنت بتائی ہے اسی طرح واقعات و حوادث
 کی حقیقت سے بے خبر نہ کہ صرف ان کی سطح پر نبی کو فیصلہ صادر فرمانے کے حکم سے مقصد مقدمات میں فیصلہ کرنے کا
 آئین لکھا ہے۔

(۸۰۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَىَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَىَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ. (رواه البيهقي في شعب الایمان)

(۸۰۸) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ إِنَّ جِبْرِيلَ الْيَهُودِيَّ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْبِقَاعِ خَيْرٌ مُسَكَّتٍ عِنْدَ وَقَالَ أَشْكْتُ حَتَّى يَخِي جِبْرِيلُ مُسَكَّتٌ وَجَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَ فَقَالَ مَا لَسْتُ أَسْأَلُ عَنْهَا بِأَعْلَمُ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ أَسْأَلُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى ثُمَّ قَالَ جِبْرِيلُ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي دُرْتُ مِنَ الشُّهُدَاءِ أَمَّا دُرْتُ مِنْهُ فَطَقْتُ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ يَا جِبْرِيلُ قَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ حِجَابٍ مِنْ ثَوْبٍ فَقَالَ شَرُّ الْبِقَاعِ أَسْوَأُ أَهْلِهَا

(۸۰۷) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آکر محمد پر ہود بھیجتا ہے اسے تو میں خود سننا ہوں اور جو مجھ پر ہود سے دوسرا بھیجتا ہے اسے فرشتے میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ (شعب الایمان)

(۸۰۸) ابوامامہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا فرمائیے سب سے بہتر جگہ کونسی ہے۔ آپ یہ کہہ کر خاموش ہو رہے کہ میں نذا جبریل کے آنے تک خاموش رہتا ہوں اس کے بعد جبریل علیہ السلام آگئے، آپ نے ان سے یہ سوال کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ جس سے آپ پوچھ رہے ہیں اس کو بھی سائل سے زیادہ اس کا علم نہیں۔ لیکن دیکھئے میں اپنے پروردگار سے جا کر پوچھتا ہوں اس کے بعد انھوں نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج مجھے اللہ تعالیٰ سے اتنا قرب نصیب ہوا کہ اس سے قبل کبھی نصیب نہیں ہوا تھا آپ نے پوچھا اے جبریل آخر کتنا قرب نصیب ہو گیا؟ عرض کیا کہ

(۸۰۷) یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کی وفات عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی وہ جس طرح اپنے بعضیات کے احکام میں متاثر ہوتے ہیں اسی طرح بعض وفات کے احکام میں بھی متاثر ہوتے ہیں۔ ان کی بیرونی تقسیم نہیں ہوتی، ان کی ازواج مطہرات کو نکاح حرام ہوتا ہے البتہ قریب و دہیہ باتوں کے سنے اور جاننے کا جو آئین ان کی زندگی میں تھا وہی آئین ان کی وفات کے بعد بھی قائم رہتا ہے یعنی جس طرح اپنی حیات میں وہ قریب کی بات خود نہ کرتے تھے اسی طرح وفات کے بعد قریب کی حدود شریف بنشی نفیس خودی سنے ہیں اور جس طرح پہلے دھڑکی باتوں کا علم ان کو کسی قاصد یا خطوط کی معرفت ہوا کرتا تھا اسی طرح وہ دوشرف کے حوالے ہی دی نظم و نسق قائم رہتا ہے بقیہ معاملات کا نظم کس طرح ہے اس کا ذکر اس حدیث میں نہیں۔ یہی جس نے دعویٰ کیا کہ حیات یا وفات میں ہمہ وقت رسول کو ہر ہر جزئی و کلی کا علم ہوتا ہو یہ بھی بے دلیل دعویٰ ہے اور جس نے رسول کے متعلق عام انسانوں جیسا عقیدہ رکھا وہ بھی مقام رسالت سے قطعاً نا آشنا و نا بلند ہے۔

وَحَبِيبُ الْبَقَاعِ مَسَاجِدُهَا. (رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن عمر وحدث البغض البقاع
طاحب البقاع مروی عن ابی ہریرۃ عند مسلم ولكن بدون تلك القصة)

(۸۰۹) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْإِيمَانَ بِاللَّهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ
إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَكْفُرُ عَنِّي خَطَايَايَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ
إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْتَ صَاحِبُ مَحْتَسِبٍ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَكْفُرُ عَنِّي
خَطَايَايَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَنْتَ صَاحِبُ مَحْتَسِبٍ مُقْبِلٌ غَيْرُ
مُدْبِرٍ إِلَّا الَّذِينَ قَالُوا جَنَّةٌ مِثْلُ قَالَ لِي ذَاكَ. (رواہ مسلم)

(۸۱۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ مِمَّا

میرے اور اس کے درمیان نور کے ستر ہزار حجاب قائم تھے (ان حجابات کے اندر سے ارشاد فرمایا)
کہ سب سے بدتر مقامات بازار ہیں اور سب سے بہتر مسجد ہیں۔ (ابن جان)

(۸۰۹) ابو قتادہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تقریر
فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے، اس میں آپ نے فرمایا کہ اللہ کے لئے جہاد کرنا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا بہت
بہتر عمل ہے اس پر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا یا رسول اللہ فرمائیے اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو
کیا میری سب خطائیں بخشتی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا جی ہاں بشرطیکہ تو صبر اور نیک نیتی کے ساتھ آگے
بڑھتا ہوا مارا جائے اور تیرا قدم پیچھے نہ ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا، اچھا پھر پوچھا کیا پوچھتا تھا اس نے
پھر پوچھا کہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میری سب خطائیں بخشتی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا
بیشک بشرطیکہ تو نیک نیتی اور صبر کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا مارا جائے اور تیرا قدم پیچھے نہ ہوئے پلئے۔ مگر نیک
حق کی معافی پھر بھی نہ ہوگی اور وہ قرض ہے۔ جبریل علیہ السلام نے اہی اہی اگر تجھے کہا ہے۔ (مسلم)

(۸۱۰) ابو سعید خدری روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن باتوں کا
مجھے تہا ہے متعلق اندیشہ ہے ان میں سے دنیا کی وہ دولتیں اور اس کی وہ فتوحات ہیں جو میرے بعد تم کو

(۸۱۰) حدیث میں ایسی مثالیں کثرت ملتی ہیں جسے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جن باتوں کا
علم نہ ہوتا ان کے جواب کیلئے کبھی تو جبریل علیہ السلام ان خود تشریف لے آتے اور کبھی آپ ان کی آمر کا انتظار فرماتے اور

أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَرَبِّهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 أَوْ يَأْتِي الْخَيْزُ بِالْثَمَرِ فَسُكَّتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ نِزْلٌ عَلَيْهِ قَالَ قَسَمَ عَنَّا الرَّحْمَنُ وَقَالَ آيُنَ
 السَّيْلِ وَكَأَنَّهُ حَمْدُهُ فَقَالَ لِمَ لَا يَأْتِي الْخَيْزُ بِالْثَمَرِ وَإِنْ مِمَّا يُنْبِتُ الرِّيحُ عَايِقُ لُحْطًا
 أَوْ يَلْمُ لَا أَكَلَةَ الْخَيْزِ أَكَلْتُ حَتَّى أَمْتَدْتُ خَاصِرَ كَاهِلِ اسْتَقْبَلْتُ عَيْنَ الشَّمْسِ فَتَلَطَّعْتُ
 وَبَالَثْتُ لَمَعًا حَادِثًا فَأَكَلْتُ وَلَنْ هَذَا الْمَالُ خَيْزُهُ حُلُوهُ فَمَنْ أَخَذَهُ وَحَقَّقَهُ وَوَضَعَهُ
 فِي حَوْثِهِ فَتَعَمَّ الْمَعُونَةُ هُوَ مَنْ أَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَتَكُونُ
 شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (متفق عليه)

نصیب ہوں گی۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ (یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہوگی) بھلا
 کیا نعمت بھی کسی خطرہ کا سبب بن سکتی ہے اس پر آپ اس طرح خاموش ہو گئے جس سے ہم یہ سمجھ گئے کہ
 آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حسب دستور آپ نے اپنے روئے اور سے پسینہ پوچھا
 (جو بوقت نزول وحی آجایا کرتا تھا) اور فرمایا وہ سوال کرنے والا کہھر گیا (آپ نے اس طرح پوچھا) گویا
 اس کے سوال کی تعریف کی اور فرمایا بھی نعمت تو کسی نقصان کا موجب نہیں بنتی (البتہ اس کا بے جا
 استعمال نقصان کا موجب بن جاتا ہے) آخر موسم بہار سبزا لگاتا ہے اور دعویٰ سبز کبھی جانور کی موت کا باعث
 بھی بن جاتا ہے یا اس کو موت کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ ہاں ایک وہ جانور جس نے خوب کھایا اور جب اس
 کی دونوں کوکھیں تن گئیں تو دھوپ میں جا بیٹھا پھر چھرا اور بیٹاب کیا، اس کے بعد پھر گیا اور پھر سبز کھایا۔
 اسی طرح مال دولت کی حالت ہے وہ بھی دیکھنے میں خوشنما اور ذائقہ میں شیریں چیز ہے جو شخص اسے جائز طور پر
 حاصل کرتا ہے اور اس کو بر محل صرف کرتا ہے اس کا تو کیا کہنا وہ تو انسان کے لئے ایک عمدہ سہارا ہے لیکن جو اس کو
 ناجائز طور پر حاصل کرتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھائے چلا جائے مگر اس کا پیٹ نہ بھرے
 (کا سہ چشم حریصاں ہر نہ رشد) اور یہ قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دے گا (متفق علیہ)

آپ کے جواب میں اگر کوئی اجمال نہ جانتا تو جبریل علیہ السلام فطاس کی ضرورت تفصیل کر دیتے۔ حقیقت یہ نبی کا بہت
 بڑا کمال ہے لہذا اس کی صداقت کی سب سے واضح دلیل ہے کہ وہ دین کے بارے میں ایک حرف کی اپنی جانب سے نہیں
 کہتا جس طرح نبی کی فتح و شکست اس کے صداقت کی دہنیں ہوتی ہیں اسی طرح اس کا لفظ و سکوت بھی اس کی صداقت
 کا ایک حکم ثبوت ہوتا ہے۔ بیان بے علم پیکس اس کو نقصان کا موجب گردان لیتا ہے۔ مذکورہ بالا سوال ہی کو دیکھتے
 اگر یہ ہم سے کہا جاتا تو ہم اپنی عقل سے بھی اس کا کوئی نہ کوئی جواب تلاش دیتے مگر نبی اجتہاد کے لئے بھی پہلے وحی کا انتظار
 کرتا ہے اسی لئے اس کا لفظ و سکوت دونوں وحی سمجھے جاتے ہیں۔ اسی لئے یہ بیس سال تک جو کو بھی آپ سے کہا جاتا تھا

(۸۱۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ الْقَوَائِمَ عَلَيْهِمْ فَلَمَّا فَحَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوَتَهُ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى الْقَائِمِ عَلَيْكُمْ قَالُوا أَرَأَيْتَ إِنْ كُنَّا لَنَنْتَفِعُ فَالْقَيْنَا لَعَنَّا فَهَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَانْجِبُ لَنَا حَبْرًا أَمْ لَا فَاخْبَرْنِي أَنْ يَكُنَّ مِنْهُمَا قَدِيرًا إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى قَدِيرًا فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا۔ (رواه ابو داؤد)

(۸۱۲) عَنْ عَائِشَةَ ؓ أَتَتْهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا رَجْعَ مَضَيْنَ

(۸۱۱) ابوسعید خدری بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے کہ رفتہ آپ نے نعلین مبارک تار کر اپنی بائیں جانب رکھ لئے۔ یہ دیکھنا تھا کہ صحابہ کرام نے بھی اپنے اپنے چپل اتار ڈالے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پوری فرما چکے تو ان سے پوچھا تم لوگوں نے اپنے چپل کیوں اتار دیئے۔ انھوں نے عرض کیا ہم نے آپ کو چپل اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار ڈالے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تو جبریل علیہ السلام آئے تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ (آپ کے) چپلوں میں کچھ گندگی لگی ہوئی ہے۔ تم جب مسجد میں آیا کرو تو پہلے اپنے چپل دیکھ لیا کرو۔ اگر ان میں کوئی گندگی نظر آئے تو اس کو صاف کر کے پھر ان سے نماز پڑھ لیا کرو۔ (ابوداؤد)

(۸۱۲) حضرت عائشہ ؓ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قصہ میں نقل کرتی ہیں) کہ آپ جو تھی پانچویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے جب میرے پاس تشریف لائے تو اس وقت آپ پر غصہ کے آثار

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) سارا کا سارا غیب ہی کا علم تو تھا ہی کیا اس میں کسی مسلمان کو کلام ہو سکتا ہے کہ قدرت نے آپ کے سینے میں بے شمار غیب کے سمندر بہا دیئے تھے مگر جو بات تو عرف اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ات کی طرح کیا عالم کی ہر ہر جزئی کا ہر وقت بھی آپ کو علم حاصل تھا؟ اس طرح کے علم کا ثبوت حدیثوں سے ہم کو تو نہیں مل سکا۔ اگر کسی ایک حدیث میں کوئی لفظ ہم ملا بھی تو یہی حدیثوں میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کی تشریح بھی مل گئی۔ پھر کیا صاف صاف تشریحات کو جو بزرگ ہم الفاظ کو غیبہ بانیوں کو دین کی بات ہوگی۔

(۸۱۲) مکہ مکرمہ میں پہنچ کر آپ نے ایک دینی مصلحت کی وجہ سے لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ سب اپنے اپنے احوال کھول ڈالیں اور حج کے بجائے عمرہ ادا کر لیں پھر جس جگہ کا وقت آئے تو حج کا احرام باندھ کر حج کر لیں۔ یہ نیت کی شکل ہر جاہلی لیکن جو لوگ حج کا احرام باندھ چکے تھے ان کو حج کی ادائیگی سے پہلے اپنا احرام کھول دینا بہت شان گذار اور مخصوص جبکہ انھوں نے آپ کو دیکھا تو آپ نے بھی اپنا احرام نہ کھولا۔ آپ چونکہ اپنے ہمراہ ہی لائے تھے اس لئے بدی کی موجودگی

وَنَزَى الرَّحْمَةُ اَوْ تَحْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهُوَ غَضَبَانُ فَقُلْتُ مَنْ اَعْضَبَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
اَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ قَالَ اَوْ مَا شَعَرْتَ اَنِّي اَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُونَ وَلَوْ
إِنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سَفَّتُ الْهَذَى مَعِيَ حَتَّى أَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَحِلَّ لَكُمْ لَحُلُوكُمْ وَرَأَى سَلَمَ
(۸۱۳) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَرَّحْتُكُمْ عَلَى الْخَوْرِ
مَنْ قَرَّحَ عَلَى شَرِبٍ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَطْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَى آقْوَامٍ أَعْرَفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِي ثُمَّ
يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَاَقُولُ إِنَّهُمْ مِنِّي فَيَقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحَدُكُمُ ابْعَدُكَ فَاَقُولُ

نمایاں تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کو کس نے خفا کیا، خدا تعالیٰ اس کا برا کرے۔ آپ نے فرمایا تجھ کو یہ خبر نہیں
کہ میں لوگوں کو ایک بات کا حکم دیتا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس پر عمل کرنے کے بجائے اس میں اور ہل
جٹ کر پڑ جاتے ہیں۔ کاش اگر میں اس کو پہلے سے جانتا تو میں بھی اپنے ہمراہ ہری کا جانور نہ لاتا اور یہاں سے ہی خرید لیتا اور
اپنا احرام بھی اسی طرح کھولتا تا جس طرح ادو لوگوں نے کھولا۔ (مسلم)

(۸۱۳) سہل بن سعد روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض کوثر پر تیار ہوا ہوں
ہوں، تہا سے لئے پانی پینے کا بندوبست کرونگا جو شخص میرے حوض پر آئے گا وہ اس کا پانی پئے گا اور جو اس کا
پانی پی لے گا پھر کبھی پیسا نہ ہوگا۔ میرے حوض پر کچھ لوگ میرے شناسا بھی آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا
اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر ان کے اور میرے درمیان ایک حجاب ڈال دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے
تابعین ہیں مجھے جواب ملے گا آپ کو یہ علم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا نئی نئی باتیں پیدا کر ڈالی تھیں اس وقت

میں احرام کھول کر آپ کے لئے دست نہ تھا۔ یہ حالت دیکھ کر آپ نے فرمایا اگر مجھے پہلے یہ خبر ہوتی کہ اس بنا پر لوگ اپنے
احراموں کے کھولنے میں تردد کریں گے تو میں بھی اپنے ہمراہ ہری نہ لاتا اور ان کے ساتھ ہی احرام کھول دیتا۔ یہ حجۃ الودع کا
واقعہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس بے لطفی کا باعث کل یہ ہوا کہ رسول کو ہمیشہ ہر بات کا علم نہیں ہوا کرتا۔ ورنہ آپ اپنے ہمراہ
ہری ہی نہ لاتے۔ اب اس جان سے گذر کر کچھ محشر کا حال سنئے۔

(۸۱۴) بعض روایات میں اسمائی اسمائی کا لفظ بصیغۃ تصغیر ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ جماعت بہت مختصر سی
جماعت ہوگی۔ علمائے لکھا ہے کہ یہ وہ منافقین کی جماعت ہوگی جو چاہوں میں مجبوری آپ کے ساتھ لگی رہا کرتی تھی اور
در اصل کافر تھے دیکھو کتاب تامل مختلف الحدیث لابن قتیبہ ص ۱۶۶۔ قرآن کریم میں ہے۔ دَمْنٌ حَوْكَمٌ مِنَ الْاَعْلَابِ مَنَافِقُونَ
وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى الْمُغَلَقِ لَا تَعْلَمُهُمْ خَيْرٌ نَعْلَمُهُمْ۔

کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ وہ مختصر سا فرقہ ہے جو عہدِ حدیث میں مرتد ہو گیا تھا۔ بہر حال مختصر سا ملائکہ اللہ کی شہادت کو
یہ اثر ثابت ہوتا ہے کہ اس جماعت کے ارتداد کا آپ کو کچھ علم نہ ہوگا اسی طرح آئندہ حدیث بھی منسخر کی ہے اس میں بھی سامعین

مُخَصَّصًا مَعًا لِمَنْ يُخَيَّرُ بَعْدَهُ . وَفِي كِتَابِ الْخُصُوصِ يُقَالُ إِنَّكَ لَا تَعْلَمُ لَكَ بِالْحَدِّ وَالْعَدْلِ (متفق علیہ)

(۸۱۴) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالشُّجُورِ يَوْمَ الْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَإِنِّي نَظَرْتُ إِلَى يَدَيَّ فَأَعْرِضْتُ أَمْنِيَّ مِنْ بَيْنِ الْأَظْفَارِ وَمِنْ خِلْفِي مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ عَمِيْنِي مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ شِمَالِي مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَعْرِضُ أَفَتَعْرِضُ مِنْ بَيْنِ الْأَظْفَارِ فَيَنَابِتُ وَنُحِرَ إِلَى أَمْنِكَ قَالَ هُمْ غُرٌّ فَجَنَّبُونِ مِنْ أَثَرِ الْوَضُوءِ كَيْسَ أَحَدٌ كَذَلِكَ إِلَّا عَزَمَهُمْ وَأَعْرَضَهُمْ فَأَمَّا أَنَا فَيُؤْذَنُ لِي لِيُحِبُّهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَعْرَضَهُمْ نَسْنَعِي بَيْنَ يَدَيْهِمْ ذُنُوبَهُمْ . (علاء احمد دعدد مسلم عن ابی ہریرہ وغوہ)

میں کہوں گا جس نے میرے بعد میرے دین میں نئی باتیں ایجاد کیں وہ مجھ سے دودھ پی دوڑ رہے۔ (متفق علیہ)
(۸۱۴) ابوالدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب سے پہلا شخص ہو گا جس کو یہ سب سجدہ کرنے اور سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی میں اپنے سامنے دیکھوں تو اورتانہ امتوں میں اپنی امت کو پہچان لوں گا میری امت اتنی ہی کثرت کے ساتھ میری بھلی جانب ہوگی اور اتنی ہی دائیں اور بائیں جانب ہوگی۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ اتنی امتوں میں جو نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک ہوں گی آپ اپنی امت کو کس طرح شناخت کریں گے آپ نے فرمایا وضو کے پانی کے نشاںوں سے ان کے چہرہ روشن اور ہاتھ پیر چمکدار ہوں گے ان کے سوا اور کوئی امت ایسی نہ ہوگی اور میں اس بات سے بھی ان کو شناخت کروں گا کہ ان کے اعمال ان کے دائیں ہاتھوں میں ہوں گے اور اس بات سے کہ ان کی اولاد ان کے آگے آگے دوڑ رہی ہوگی (راحمد)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز خطاب سے ہی واضح ہوتا ہے کہ کسی کے ذہن میں بھی آپ کے متعلق عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں تھا بلکہ جس طرح کسی انبوہ کثیر میں کسی مختصر جماعت کی معرفت عام طور پر مشکل ہوتی ہے اسی طرح آپ کے حق میں بھی مشکل سمجھی گئی پھر جو جواب آپ نے دیا وہ یہ نہیں تھا کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اس بنا پر مجھے اپنی امت کی معرفت ہر وقت حاصل ہے بلکہ ایک ایسی کھلی علامت بیان فرمائی جس کے بعد اس کے امتیاز میں کسی کے لئے بھی دشواری کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔

(۸۱۴) اس قسم کی حدیثوں کو بڑے غور سے پڑھا جائے جن میں ضمنی طور سے یہ امر بہت نمایاں ہوتا ہے کہ یہاں حکم و مطالب کے ذہنوں میں علم عطا کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے وہ بڑی سادگی سے سوال و جواب کرتے ہیں اور نہ تو سائلین آپ کے متعلق کسی علم کی نسبت قطع کرنے میں جھجکتے اور نہ آپ اس غلطی پر ان کو تنبیہ کرتے نظر آتے ہیں بلکہ جواب دیتے ہیں اس سے اور ان کے عقیدہ کی تائید ہی ہوتی ہے۔

(۸۱۵) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ قَرَأْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَأَنَا أُمِّي سَبَلْتُكُمْ مَلِكًا مَا زَوَى لِي مِنْهَا وَأَعْطَيْتُ الْكَذِبَ الْأَسْحَرُ وَالْأَبْيَضَ وَرَأَيْتُ سَأَلْتُ رَبِّي لَا يَقُوقُ أَنْ لَا يَهْلِكُمْ بِسِنَةِ عَامَةٍ وَأَنْ لَا يَسْلُطَ عَلَيْهِمْ عَدُوٌّ مِنْ سِوَايَ أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَهُمْ بَيْضَتَهُمْ وَأَنْ رَبِّي قَالَ بِالْعَمْدِ إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءَ قَوْمٍ لَا يَرْضَوْنِي أَعْطَيْتُكَ لَا مَمْلُوكَ أَنْ لَا أَهْلِكَهُمْ بِسِنَةِ عَامَةٍ وَأَنْ لَا أَسْلُطَ عَلَيْهِمْ عَدُوٌّ مِنْ سِوَايَ أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَهُمْ بَيْضَتَهُمْ وَلَوْ أَجَعْتُمْ عَلَيْهِمْ مِنْ بَأْسِ طَارِيهَا حَتَّى يَكُونُ بَعْضُهُمْ يَهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا. (رواه مسلم)

(۸۱۵) ثوبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام روئے زمین کو سکیر دیا تو میں نے مشرق و مغرب سب دیکھا اور یقیناً میری امت کا ملک ان گوشوں تک پہنچ کر رہے گا جو حصہ زمین میرے سامنے سکیر کر دکھا دیا گیا ہے۔ مجھے دو خزانے بھی مرحمت کئے گئے ایک سرخ لود ایک سفید (یعنی سونا اور چاندی) اور میں نے اپنی امت کے لئے یہ دعا کی کہ اس کو عام قحط میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کیا جائے اور یہ بھی کہ کسی غیر دشمن کو ان پر اس طرح مسلط نہ کیا جائے کہ وہ ان کے ہڈے بچے تک سب تباہ کر ڈالے میرے پروردگار نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا اے محمد جب میں کسی بات کا فیصلہ کر چکتا ہوں تو وہ اٹل ہوتا ہے تمہاری امت کے بارے میں یہ بات تو میں نے منظور کی کہ ان کو عام قحط سے ہلاک نہ کروں گا اور ان پر کسی غیر دشمن کو اس طرح مسلط نہیں کروں گا کہ وہ ان کا ختم و مٹاؤ اس وقت تک کہ وہ خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کرنے اور قید کرنے کے درپے نہ ہو جائیں۔ (مسلم شریف)

(۸۱۵) بارگاہ رب العزت نے اپنے حبیب کو نہ معلوم کن کن خصوصیتوں سے نوازا ہر گان کی تخیل تو ہی جانے لیکن یہاں ایک عجیب نظارہ کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے کبھی کبھی آپ کو جنت و جہنم جیسی وسیع مخلوق کا نقشہ کسی دیوار پر دکھا دیا گیا ہے ویسے ہی ہایک بار سارا کرہ زمین اس طرح سمیٹ کر آپ کو دکھلا دیا گیا جیسا کسی بڑی چیز کے ذریعہ جو ہر کار کے دکھایا جاتا ہے اسی قسم کا ایک نظارہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بھی دکھایا گیا تھا وکن الذی ابراہیم ملکوت السموات الارض لیکن غور کرنا تو یہ ہے کہ کیا اس نظارہ کو علم سے تعبیر کر سکتے ہیں ایک انسان پیادہ کی چوٹی پر چڑھ کر سطح زمین کی بڑی سے بڑی آبادی کا مشاہدہ کر لیتا ہے بڑے بڑے دریا اس کو تانگے کی طرح بہتے ہوئے نظر آ جاتے ہیں اور بڑی بڑی عمارات اس کی آنکھوں کے سامنے غطیوں کی شکل میں نمایاں ہوتی ہیں مگر کیا اس کو اپنے اس وسیع مشاہدہ میں ہر فرد کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ ذرا انصاف کیجئے کہ اگر وہ اپنے اس غیر معمولی نظارہ کو بیان کرے تو کن الفاظ سے بیان کرے گا۔ اس کے الفاظ میں کتنا عزم ہو گا لیکن پھر بھی اس مشاہدہ میں اس کو علم کتنے حصہ کا ہو گا اگر آپ ان حسی واقعات سے اس غیبی حقیقت کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ بسہولت یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

(۸۱۶) عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمَّا كَذَّبَ بَنِي قُرَيْشٍ مُتُّ فِي الْحَجِّ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ فَسَأَلَنِي عَنْ أَشْيَاءَ لَمْ أَثْبِتْهَا فَاذْكُرْتُ كَرَامًا كَرُمْتُ وَمِثْلُهَا فَبَيَّنَّا اللَّهُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ نَطَقْتُ أَخْبَرَهُمْ عَنْ آيَاتِهِمْ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ مَرَّ فَعَدَّ اللَّهُ لِي أَنْظُرَ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَمَّا تُنْهَدُ.

(۸۱۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غَضَبَانُ فَخَصَّبَ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ الْيَوْمَ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِمْ وَهَمَّ فَنَزَلَ أَنْ جَبَدَ مِثْلَ مَعَهُ.

(۸۱۶) جابر روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں اس وقت حمزہؓ کھڑا ہوا تھا اور سلم شریف میں ہے کہ قریش نے مجھ کو بیت المقدس کے متعلق ایسے ایسے سوالات کرنے شروع کئے جن کا مجھے اچھی طرح دھیان بھی نہ رہا تھا اس وقت مجھے ایسی سخت کوفت ہوئی کہ اس سے قبل کبھی نہ ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت بیت المقدس میری آنکھوں کے سامنے کر دیا اور میں دیکھ دیکھ کر ان تمام باتوں کے جوابات ان کو دیتا رہا اور صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے اس طرح اٹھا کر رکھ دیا کہ میں اس کو دیکھنے لگا اور جس بات کو وہ مجھ سے دریافت کرتے فوراً دیکھ کر ان کو بتا دیتا۔

(۸۱۷) انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور اس وقت آپ پر غصہ کے آثار تھے آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دے کر فرمایا آج تم مجھ سے جو جو

(۸۱۶) صحیح مسلم کی اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو کمالیہ بیداری ان آنکھوں سے دیکھا تھا۔ (۲) اس کی بہت ہی چشم دیر باتیں آپ کے حافظہ سے محفل گئی تھیں بلکہ اس وقت آپ نے شاہان کو ضرور دیکھا بھی نہیں تھا۔ (۳) کسی چیز کے مشاہدہ سے اس کا دل بڑا ابداء علم حاصل ہونا ضروری نہیں۔ (۴) مشاہدہ سے جتنا علم حاصل ہوتا ہے اس کا عائد و مدعا بھی ضروری نہیں۔ (۵) عقلی علم تفصیلی علم کو مستلزم نہیں۔ (۶) تفصیلی علم کو مستلزم نہیں۔ ان امور سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیبی مشاہدات کی نوعیت اگرچہ دی تھی جو عالم بیداری کے مشاہدات کی ہوتی ہے لیکن جس طرح کسی چیز کے خود دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے ہر گوشہ کا علم حاصل ہو جائے اسی طرح اس کی جملہ سے بھی اس کا تفصیلی علم حاصل ہونا ضروری نہیں ہوتا بلکہ جو اجلی انکشاف ہوا ہے اس مشاہدہ کے بعد اس کا تہذیب بھی ضروری نہیں ہوتا۔ اس قسم کے علم کے افانہ کا مقصد نفس انسانی میں کمال کی استعداد پیدا کرنی یا صرف ایک اکرام اور تشریف ہوتی ہے جس طرح علوم و رسم کی تعلیم کا مقصد بھی صرف ایک ملکہ پیدا کرنا ہوتا ہے خود ان علوم کا استحضار نہیں۔

(۸۱۷) یہ روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے اور علم انبی کے زیرِ عزمان و رجا ان السہ جلد اول میں بھی گزر چکی ہے

قلت فذكر الحديث الى ان قال فقال عمر يا رسول الله انك انما جئتني بخبر عظيم فلا
 تُبد عليّ سؤالا فاعف عفا الله عنك - (رواه ابو يعلى قال الهيثمي في رجاله رجال الصحيح)
 (۸۱۸) عَنْ حَدِيثَةٍ قَالَتْ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَاتَرَهُ شَيْئًا
 يَكُونُ إِلَى رَيْكُمُ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حِفْظُهُ مِنْ حِفْظِهِ وَنَسِيَتْهُ مَنْ نَسِيَ قَدْ عَلِمَهُ أَحْصَانِي
 هُوَ كَمَا وَأَنْتَ لِيَكُونُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيَتْهُ فَأَرَاهُ فَأَذْكُرُهُ فَلَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ
 إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَأَاهُ عَرَفَهُ (متفق عليه)
 وعندنا داود عن أبي سعيد الخدري قال قال قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سوالات کرو گے میں تم کو جوابات دوں گا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ اس وقت حضرت
 جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا یہاں تک
 کہ آخر میں حضرت عمرؓ کا یہ قول ذکر کیا یا رسول اللہ! ہم لوگ ایسے ہیں کہ ہمارا کفر کا دورا بھی قریب ہی گزرا ہے
 آپ ہماری غلطیوں اور عیوب پر سخت گیری نہ فرمائیں اور ان سے درگزر فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کے
 رجب بلند فرمائے۔ (ابو یعلیٰ)

(۸۱۸) حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے
 کے لئے کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو جو واقعات بھی رونما ہونے والے تھے آپ نے سب ہی بیان
 کر ڈالے۔ جس نے یاد رکھے، یاد رکھے اور جس نے بھلا دیئے، بھلا دیئے۔ یہ بات میرے پیٹ پر رفا رہی جانتے
 ہیں اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ مجھے کوئی بات فراموش ہو جاتی ہے لیکن جب وہ میری آنکھوں کے سامنے
 آتی ہے تو پھر مجھ کو اسی طرح یاد آ جاتی ہے جیسا ایک آدمی کہیں غائب ہو جائے پھر وہ اس کا چہرہ
 سوچتا رہے اور جب اس کو دیکھ پائے تو فوراً پہچان لے۔ (متفق علیہ)

ابو داؤد میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار
 عصر کے بعد خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور جو جو حوادث قیامت تک ظہور میں آنے والے تھے وہ سب

مکہ میں اسناد ابو یعلیٰ کی روایت میں صحابہ کے ان الفاظ کی زیادتی اور ہے دغنی نری ثم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کے
 نزدیک آپ کے فرمان تم مجھے جو سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا کی بنیاد یہ نہ تھی کہ نبی کو ہر وقت ہر بات کا علم
 حاصل ہوتا ہے بلکہ اس قسم کے اوقات میں حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہوتے ہیں اور بذریعہ وحی اسی وقت
 آپ کو سائلین کے سوالات کے جوابات کی اطلاع دینی جاتی ہے۔

خَطِيبًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ يَدْعُ شَيْئًا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَ حِفْظَهُ مِنْ حِفْظٍ
وَنَيْيَةِ مَنْ نَيْيَةٍ - (الحديث)

(۸۱۹) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ وَاشْهَ مَا أَدْرَى أَيْقَا أَصْحَابِي أَمْ تَنَاسَوْا وَاشْهَ مَا شَرَكَا

آپ نے ذکر کر دیئے جس نے یاد رکھے یاد رکھے اور جس نے بھلا دیئے بھلا دیئے ام۔

(۸۱۹) حدیث بیان فرماتے ہیں، خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ میرے رفقاء فی الواقع بھول چکے ہیں یا وہ تجاہل عارفانہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے خاتمہ تک فتنوں کا کوئی ایسا سرخسہ نہیں

(۸۱۹) پہلی حدیث میں بزرگ مشائخ کے لفظ میں اگرچہ بہت عموم ہے لیکن یہ عموم ایسا ہی ہے جیسا وادعت من کل غی میں کسی کلام کے معنی سمجھنے کے لئے مشکل و مخاطب کے مفروضات اور ماحول کے اقتدار سے قطع نظر نہ کرنی چاہئے سوچو کہ اگر یہاں آپ نے تمام واقعات پر سے استیجاب کے ساتھ بیان کر ڈالے تھے حتیٰ کہ ریت کے ذرات اور بارش کے قطرات بھی تو اول تو صحابہؓ کے سامنے اس قسم کے علم بیان کرنے سے نبوت کے کس باب کی تکمیل ہوتی تھی؟ پھر کیا اس کے بعد تمام صحابہؓ کو بھی عالم الغیب کہنا صحیح تھا۔ اور اگر انسان کے بعد عالم الغیب نہیں رہے تھے تو پھر رت کے لئے ان کو عالم الغیب بنانے سے کیا فائدہ تصور تھا پھر کیا اس کا کوئی قطعی ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی بنیاد طاری ہی نہیں ہوا تھا۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ اس مجلس میں آپ نے فتنہ حقانہ میں فتنہ کے متعلق کوئی بسیط بیان نہ فرمایا تھا اور اس سلسلہ میں اس درجہ تفصیل فرمائی تھی کہ سننے والوں کا تخمینہ یہ تھا کہ آپ نے اب کوئی اہم نکتہ اٹھا نہیں دیکھا جس کو اس وقت ذکر نہ کر دیا ہو۔ اسی اہم نکتہ کو مدنیؒ کی دوسری حدیث میں کھول دیا گیا ہے جس امت میں فتنوں کی کثرت مقرر تھی اس کے نبی کے لئے یہ باب کتنا اہم تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں پوری پوری توضیح و تفسیر سے کام لیا ہے اس علم کے سب سے ذیلہ صحیح مخاطب حضرت رسالت کی نگاہ میں غالباً مدنیہ میں گئے اسی لئے اس نوع کی اکثر حدیثیں انھیں سے مروی ہیں ان کے تتبع سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہاں الفاظ حدیث کا تمام رُخ اسی قسم کے واقعات کی طرف ہے۔ دنیا کے غیر متعلق حوادث سے ان کا کوئی تعلق نہیں یہ کتنا مضحکہ خیز خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مجلس میں کمپیوں اور خشرات الارض تک کے اعداد و شمار پیش کئے ہوں اور اسی قسم کے ایسے غیر متناہی امور کا تذکرہ فرمایا جو جن سے امت کی ہدایت کا ذرہ برابر بھی تعلق نہ ہو اس قسم کی خوش عیندی سے مقام رسالت کی جہد کی صرف اپنے ہی ذہن میں ثابت ہو تو ہو مگر کوئی دانشمندان اس کو اہمیت نہیں دیکھتا۔ قال اللہ اشکى۔

اس جگہ ایک اہم نکتہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ علم حصولی کی جو قسم بھی ہے اس پر بنیاد طاری ہو سکتا ہے یہاں جب اس شی کی صورت دیکھ کر انسانی سے غائب ہوجاتی ہے تو اس کا علم ہی غائب ہوجاتا ہے۔ علم کی دوسری قسم حدیث کو علم حضوری کہا جاتا ہے صورت کے واسطے سے نہیں ہوتا بلکہ یا تو خود وہ شیء عالم کا عین ہوتی ہے یا اس کا معلول ہوتی ہے یا اس کی صفت ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں ذہل ممکن نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو غیب کا جتنا علم بھی ہوتا ہے وہ سب

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدٍ فَتَنَزَّلَ إِلَيْهِ أَنْ تَقْضَى الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَعَهُ مَلَكًا
فَصَاعِدًا إِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهِ وَلَا سَمِيَ إِلَّا بِسَمِيٍّ قَبْلَهُمْ - (مراہ ابوداؤد)

چھوڑا جس کی جماعت میں سویا اس سے اوپر تک پہنچی ہو مگر اس کا اور بس کے باپ اور قبیلہ کا
نام لے لے کر ہم کو بتا دیا ہے۔ (ابوداؤد)

علم حصول کی صورت میں ہوتا ہے یعنی حق تعالیٰ ان پر ان علوم کا اس طرح افاضہ فرمادیتا ہے کہ ان کی صورت ان
کے ذہن میں منتقل ہوجاتی ہے۔ مثلاً کئی نبی کے ذہن میں یہ افادہ فرمادیتا ہے کہ فلاں شخص کے باپ کا نام یہ ہے یا
فلاں واقعہ اس طرح ہوگا گو تعلیم کی جو صورت عام انسانوں میں علم و تعلم کے میدان معروف ہے اسی نوع کی کوئی صورت
حق تعالیٰ اپنے اہل رسول کے در بیان پیدا فرمادیتا ہے سب وہ خواہ ملک کے ذریعہ سے ہو یا بلا واسطہ ملک ہو لیکن
خود حق تعالیٰ کے علم کی نوعیت اس طرح نہیں اس کے سامنے سارا عالم خود حاضر ہے اسی لئے اس کی جناب میں غیب و
شہد کی کوئی تقسیم نہیں یہ تقسیم صرف ہمارے کا ذمہ ہے۔ اسی لئے جن لوگوں نے رسول کے متعلق کلی علم غیب کا دعویٰ
کیا ہے ان کو انبیاء علیہم السلام کے متعلق حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ بھی کرنا پڑا ہے گو یا کائنات کے ایک ایک ذرہ کے
ساتھ جس نوعیت سے ہر فرد کا عالم کی محبت ہے۔ اسی نوعیت کی محبت انبیاء علیہم السلام کی بھی تسلیم کی ہے۔
پس یہاں صرف یہ غور کرنا نہیں ہے کہ عالم کی تمام جزئیات کا علم انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے یا نہیں بلکہ ان کے
حاضر و ناظر ہونے کا مسئلہ بھی اسی کے ساتھ پیش ہوا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا قرآن کریم سے ان کے علوم کی بھی
نوعیت ثابت ہوتی ہے اور کیا تمام جہان میں حق تعالیٰ کی طرح ان کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے (امام ابو داؤد)
و واضح رہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو کبھی کائنات کا علم علم حضوری ہے تو پھر بھی کیا فرمایا
کہ تمام کائنات ان کی معلول ہیں اور وہ ان کی علت ہیں اسی لئے جس جماعت نے رسولوں کے عالم انبیاء پر کیا
دعویٰ کیا ہے اس نے تو صاف لفظوں میں آپ کو عالم کی علت تو نہیں کہا مگر متصرف اور کار ساز ہونا تسلیم کر لیا ہو
یہ ہلکا نہ لفظوں میں یہ بھی اقرار کر لیا ہے کہ احمد واحد میں صرف ایک حرف بیم ہی کا ہر وہ تھا جو شب و صبح
میں اٹھ گیا تھا کیا اس تعلیم کو رضائی کے عقائد سے کوئی ادنیٰ امتیاز حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجداد
موتی اور گھروں کے واقعات کی خبریں بتانے سے ان کی قوم کے مخالفہ لگا کہ یہ خدائی اوصاف میں ایذا
ہوں نہ ہوں! وہ خدا ہیں نہیں تو پھر اس سے کوئی ایسی نسبت ضرور رکھتے ہیں جس میں اثنینیت کے ساتھ اتحاد
کی بھی گنجائش ہے۔ اگر اسلام کی وحید بھی یہی ہے تو سوچو کہ اس کو انجیل کی توحید سے کیا امتیاز ہوگا اس قسم کے
عقائد سے شان رسالت کی عظمت تو ثابت نہیں ہو سکتی ہاں شان ربوبیت کی توحید ضرور ہوتی ہو انصاف مطلوب

اللہم ادرنا الحق حقا والباطل باطلا

الطاعة فيما خالف الشرع من الشرك

(۸۲۰) عَنْ عَبْدِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ آمَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي غَنَاقِي صَلَيبٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ يَا عَبْدُ اللَّهِ إِطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الْوَشَنَ وَصِفْعَتَهُ يَفْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءٍ وَأَتَّخِذْ ذُرَا
أَجَارَهُمْ وَرَهْبَانَهُمْ أَرَبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ أَمَا أَتَقْتُلُهُمْ يَكُونُوا يُعْبَدُونَ وَهُمْ دَلِيلُهُمْ كَانُوا
إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحْلَوْهُ وَإِذَا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ - (رحمہ اللہ) دینی و قال هذا حديث غريب
لا نعرفه الا من حديث عبد السلام بن حرب - وانخرج السيوطي في اللبس في طرق (۲۳۵) (۲۴۰)

(۸۲۱) عَنْ الثَّوْرِيِّ بْنِ جَعْفَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ
لِخَلْقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَلْقِ - (رواه في شرح السنن)

خلاف شرع امور میں غیر اللہ کی اطاعت کرنی بھی شرک کی ایک قسم ہے

(۸۲۰) عدی بن حاتم روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت
میرے گمے میں سونے کی صلیب لٹکی ہوئی تھی آپ نے فرمایا اے عدی اپنی گردن سے اس بت کو نکال
پھینک۔ اس وقت میں نے آپ سے سورہ براءت کی یہ آیت بھی سنی۔ اَتَّخِذُوا اِجَارِمَ الْفِرَ...
اس کی تفسیر میں آپ نے فرمایا خوب سن لو کہ وہ لوگ ان اجارہ ور بہان کی صریح عبادت تو نہیں کرتے تھے
لیکن جس چیز کو وہ حلال بتا دیتے اس کو وہ حلال سمجھ لیتے اور جس کو حرام کر دیتے تھے اس کو حرام سمجھ لیتے
(اسی کو قرآن کریم نے رب ٹھہرانے سے تعبیر کیا ہے۔ (تہذیب شریف)

(۸۲۱) نور بن سیمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خُذُوا عَالِیَ
اِحْکَامِ الْخِلَافِ وَدَنَى مِنْ کُلِّ مَخْلُوقٍ کِی اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ (شرح السنن)

(۸۲۰) شرک کے اقسام کے عنوان کے تحت اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز نے
خلاف شرع اور جس کسی کی اطاعت کرنا بھی شرک کی ایک قسم قرار دیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شرک ٹھہرا
شرک ہے اسی طرح غیر انہی نا واجب اطاعت بھی شرک ہے۔

(۸۲۲) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْمَعُوا لَهُ وَيَطِيعُوهُ فَأَعْصَبُوهُ فِي شَيْءٍ فَقَالَ اجْعَلُوا لِي حَطْبًا فَجَمَعُوا لَهُ ثُمَّ قَالَ أَوْقِدُوا نَارًا فَأَوْقَدُوا ثُمَّ قَالَ أَلَمْ يَأْمُرَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَسْمَعُوا لِي وَيَطِيعُوا قَالُوا بَلَى قَالَ فَادْخُلُوهَا فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ وَقَالُوا إِنَّمَا فُرِزْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ كَمَا تَوَالَّدَ الْإِنْسُ حَتَّى سَكَنَ عَصَبُ فَنُفِثَتِ النَّارُ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِلرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوهَا فَأَخْرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا وَقَالَ لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ - (متفق عليه)

عنایت السلف بسد مداخل الشرک

(۸۲۳) عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ بَلَغَهُ أَنَّ قَوْمًا يَأْتُونَ الشَّجَرَةَ فَيُصَلُّونَ عِنْدَهَا فَنَزَعَهُمْ

(۸۲۲) حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا شکر مرتب فرمایا اور اس پر ایک انصاری شخص کو امیر مقرر فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ اس کی بات سنیں اور اس کا حکم مانیں۔ ان لوگوں نے کسی معاملہ میں اس کو خفا کر دیا اس نے غصہ میں آکر حکم دیدیا کہ آگ جلانے کی لکڑیاں جمع کرو انھوں نے جمع کر دیں اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ان کو دھکا کر ان کے اگلے بٹاؤ انھوں نے بنادیئے پھر کہا کیا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اس کا حکم نہیں دیا تھا کہ جو میں تم کو حکم دوں اس کو سنا اور مانا۔ انھوں نے جواب دیا جی ہاں حکم تو دیا ہے اس نے کہا تو پھر اس آگ میں داخل ہو جاؤ یہ سن کر وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور بولے کہ آگ سے بچنے کی خاطر تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھاگ کر آئے تھے (اب اسی میں پھر کیسے داخل ہو جائیں) وہ اسی بحث میں تھے کہ اتنی دیر میں اس کا غصہ ہو گیا اور آگ بھی گل ہو گئی۔ جب یہ لوگ واپس ہوئے تو انھوں نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا آپ نے فرمایا اگر کہیں یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر اس سے کبھی نہ بچتے۔ پھر فرمایا اطاعت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں ہوا کرتی۔ اطاعت جائز باتوں میں ہوا کرتی ہے۔ (متفق علیہ)

استیصال شرک کے متعلق سلف کا اہتمام

(۸۲۳) نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو یہ خبر ملی کہ لوگ اس درخت کے پاس آکر نازیں بڑھتے ہیں

(۸۲۳) صحیح بخاری میں تصریح موجود ہے کہ یہاں درخت کچھ دنوں بعد ہی اکڑ سحابہ کے زہنوں سے فراش ہو چکا تھا مگر

ثُمَّ أَمَرَ يَقْطَعُهَا - (رواہ ابن سعد کافی الضحلائی)

(۸۲۴) عَنْ عَائِشِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ يَقْبِلُ الْحَجْرَ وَيَقُولُ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِلُ مَا قَبَّلْتُكَ (متفق علیہ)

جس کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ سے بیعت لی تھی اس پر انھوں نے ان کو ڈانٹا اور درخت کے کاٹنے کا حکم دیدیا چنانچہ حسب احکم وہ کاٹ دیا گیا۔ (ابن سعد)

(۸۲۴) عائشہ بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے دیکھا وہ بوسہ دیتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے نہ نفع دیکھتا ہے نہ نقصان اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ (متفق علیہ)

اس کے باوجود لوگ یونہی غیبی طور پر کسی درخت کے پاس اگر تبرکات نازیں پڑھنے لگے تھے حضرت عمرؓ کی شان حرم و احتیاطتہ بروقت اس طرف توجہ کی دہ جانتے تھے کہ بعض مرتبہ تبرکات کی حد سے زیادہ تعظیم آئندہ چل کر ان کی عبادت کا پیش خیمہ ہوجاتی ہے ان حالات میں ایک مشکوک تبرک کے قائم رکھنے سے یہ بدرجہا بہتر تھا کہ اس مغضہ شرک کو جڑ سے ختم ہی کر دیا جاتا۔ اس حدیث سے تبرک آثار العاصمیر کے خلاف شک کرنا بھی زیادتی ہے۔ مستند تبرکات اگر اپنی پُر رکھے جائیں تو بلاشبہ تبرکات کا موجب ہیں ان کا استعمال بھی بے اعتدالی ہے اور فرضی تبرکات کو عوام کے سامنے ایک تاشہ بنائے رکھنا بھی ایک فتنہ کا دوازا کھولتا ہے۔

(۸۲۴) یہ پتھر کتنا ہی تبرک بھر سہی، جنت سے آیا، زمین میں ہیں اللہ کرکھلایا نہ معلوم کتنے انبیاء علیہم السلام اور علما و اہل کرام نے اس کو بوسہ دیئے، اور نہ معلوم کیسے کیسے خواص کا وہ حال بھی ہے۔ مگر ان سب اوصاف کے باوجود وہ نبی عربی (رضاء اللہ علیہ) کے ایک زیر تربیت صحابی کی نظر میں ایک پتھر کی راہ۔ دیکھو یہ وہی حضرت عمرؓ ہیں جو غیر مستند تبرک کی توجہ کاٹ دیتے ہیں اور اس کے ساتھ کوئی ایسا یا سادہ کرنا بند نہیں فرماتے جو بڑھ کر آئندہ کسی ادنیٰ فتنہ کا موجب ہو سکے اور پھر یہی وہ ہیں جو ایک مستند پتھر کے سب سے بڑے محافظ بنے ہوئے ہیں۔ یہ اس کو بوسہ تو دیتے ہیں مگر اس کی بجائے تعظیم کے جذبہ میں نہیں بلکہ رسول عربی کے والہانہ اتباع کے جذبہ میں اور اپنے اسی جہانہ انداز میں اپنی زبان سے ایسے توحید الہی سے لبریز کلمات بھی ادا فرماتے جاتے ہیں جن کے بعد امت کے کسی بوسہ دینے والے کی نظر میں اس پتھر میں اتباع رسول کے سوا اور کوئی کشش ہی باقی نہیں رہتی۔

پھر ایک بار پہلے بھی تنبیہ کر آئے ہیں کہ مناسب انداز میں کسی حقیقت کا انہار تو ہم شمار نہیں ہوتی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حجر اسود ایک بہت بڑا تبرک پتھر ہے، اس کی تقبیل بڑی سعادت اور اس کا مس کرنا نبی آدم کی خطاؤں کے لئے جہاد ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس میں نفع و ضرر رسائی کی کوئی ادنیٰ طاقت بھی نہیں ہے۔ اس لئے اس کی ذات سے ان اوصاف کا سلب کرنا ہرگز اس کی حق میں شمار نہیں ہو سکتی۔ ان ان کلمات کا بلا داعیہ اور بلا سبب یونہی مشغلہ لگائے رکھنا بھی فعلی عبث ہوگا لیکن یہی اگر اپنے گرد و پیش کی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے ہوں تو بیشک بر عمل اور ضروری بھی ہیں۔

الفاق واقسامہ

اسلام کی تاریخ میں ایک گروہ اہتیار درجہ خطرناک گذرا ہے جس کو منافق کہا جاتا تھا۔ کفار تو اسلام کی دشمنی کھلم کھلا کر کے اپنے دلوں کی بھڑاس نکال لیا کرتے تھے اور یہ مارا ستین بن کر اندھ ہی اندھ اس کی جڑ کاٹنے کی فکر میں لگے رہتے۔ بظاہر تو وہ سب کچھ کرنے کو تیار نظر آتے جو خلیفین صحابہ کرتے، مگر باطن اسلام کی تیغ کشی میں کھلے کافروں سے بھی دس قدم آگے رہتے۔ حافظ ابن تیمیہ (کتاب الاپان میں) لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں کفار چونکہ پورے اقتدار و طاقت کے مالک تھے اس لئے یہاں تو انھیں اسلام کی بڑا دشمنی سے کوئی امر ملنے نہ تھا۔ لیکن مدینہ طیبہ میں اگر جب اسلام کو کمی طاقت و شوکت میسر نہ آئی تو اب پہلے کی طرح علی الاعلان دشمنی کرنے کا ان کو حوصلہ نہ رہا اس لئے اب عداوت کی شکل بدل دینی پڑی اور یہیں سے ففاق کی بنیاد قائم ہو گئی۔ یعنی بظاہر مسلمانوں کے ساتھ رہنا اور اندرونی طور پر کافروں کا ہمنوا ہونا جب مسلمانوں میں آجیٹا تو ان کی سی باتیں بنادینا اور جب کافروں میں جانا تو اپنا قلبی رجحان ان کے ساتھ ظاہر کرنا۔ اس جماعت کی اتنی اہمیت محسوس کی گئی کہ ان کے نام پر مستقل ایک سیرت "المنافقین" تامل فرمادی گئی اور اس کے علاوہ بھی قرآن کریم میں ان کی وسیع کاربوں سے مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا۔

عجب ہے کہ اتنی تفصیلات کے باوجود اس جماعت کی صحیح تشخیص و تشخیص میں کیسی غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں کسی نے تو یہ خیال کر لیا کہ یہ جماعت مسلمانوں ہی کی ایک جماعت تھی اور اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھتی تھی البتہ ان کے اباؤں میں کامل مومنین کا سا جذبہ نہ تھا اور کسی نے یہ سمجھ لیا کہ یہ کافروں کی کوئی جماعت تھی جو کہیں سے اگر مسلمانوں کے بھیس میں جاسوسی کی خدمت انجام دیا کرتی تھی۔ یہ دونوں باتیں ایک واضح حقیقت کے معنی رو جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ کافروں کی جماعت تھی جو اپنے فطری جھن لود بزدلی کی وجہ سے نہ کھلم کھلا مقابلہ کی طاقت رکھتی تھی اور نہ اپنے قلبی کفر کے باعث کشادہ دلی و اسلام قبول کرنے کی عوا دار تھی اس کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ اپنے آپ کو حقیقۃً مسلمان سمجھتی تھی منافقین کی اس تاریخ کو جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے قطعاً بدل دینے کے مراد ف ہے یہ، درست ہے کہ ان کی اولاد میں خالص مومن بھی تھے مگر کیا کافروں کی اولاد میں کوئی خالص مومن نہ تھا پھر مگر کے کسی فرد کے خالص مومن ہو جانے سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جس کو منافق کہا گیا تھا وہ بھی مسلمان تھا اور اپنے نفس کو مسلمان ہی تصور کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ منافقین نے کبھی دل سے اسلام قبول نہیں کیا۔

اور ہمیشہ حقیقت کا وہ اپنی محفلوں میں اعلان کرتے رہے۔ اگر بالفرض وہ ایسا کر لیتے تو وہ کھلے ہوئے کفریات جو شب و صبح انسان کی زندگی کا شعلہ بنے ہوئے تھے کہو نگران سے سرزد ہو سکتے اس لئے سمجھنا غلط ہے کہ نفاق کی حقیقت کفر و ایمان کے درمیان ہے جس کی انتہا کفر تک بھی ہو سکتی ہے بلکہ وہ ایسے بعض ایمانی کا نام ہے جو ایسے زشت اعمال کا شمار ہو کہ اگر وہ اعمال کسی مومن سے بھی سرزد ہو جائیں تو اس پر نفاق کی تہمت لگ جائے پس نفاق کی حقیقت ایمان و کفر کے درمیان نہیں بلکہ کفر سے بھی بالاتر ہے اور اسی وجہ سے قرآن کریم نے ان کا مقام مدغذخ میں کافروں سے بھی نیچے بیان فرمایا ہے اور اسی لئے ان کی تفصیل میں بڑا اہتمام فرمایا ہے۔ تصدیق و اقرار ایمان کے دور کن ہیں۔ اور ان کے لحاظ سے یہاں عقلی طور پر بھی تین قسمیں پیدا ہو جاتی ہیں اگر وہوں موجود ہوں تو وہ مومن ہے اگر وہوں نہ ہوں تو کھلا کافر ہے۔ اگر صرف اقرار ہو اور تصدیق نہ ہو تو یہ منافق ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کی تفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صورت صرف اسلام کی طاق و شوکت کا تجویز تھی۔ وہی کفر جو کہ کرم میں علی الاعلان مقابل تھا اسلامی شوکت کے بعد اب اس صورت میں بدل گیا تھا۔ لہذا یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ یہ کافروں کا گروہ ملاوٹ میں کہیں باہر سے جاسوس بن کر آگیا تھا بلکہ ان ہی کافروں کا یہ ایک بدنصیب گروہ تھا جو اپنے دیگر بھائیوں کی طرح اسلام کو قبول نہ کر سکا بلکہ برعکس کفر کے اسی قعر مذلت میں پڑا رہا جیسا کہ صحابہ کا دوسرا گروہ بھی کہیں باہر سے نہیں آیا تھا ان ہی میں سے پیدا ہوا تھا مگر یہ خوش نصیب جماعت تھی جو قلبے قالب کے ساتھ آپ کی جاں نثاری اور آخر مشرف صحابیت سے مشرف ہو گئی مگر جس کا ایمان صرف زبان تک رہا اور اس کا قلب بدستور کفر میں ڈوبا رہا وہ بدنصیب کافروں ہی کی صف میں گھر ڈال رہا جس نے خود ہی اپنے نفس کو کافروں میں شامل رکھنا پسند کیا ہوا اس کو اسلام اپنے وفاداروں کی فہرست میں کیونکر شمار کرتا۔ پس نہ تو منافقوں کی جماعت کہیں باہر سے جاسوس بن کر آئی تھی اور نہ صحابہ کی جماعت کہیں باہر سے آپ کی ہمدرد بن کر آئی تھی بلکہ یہ دونوں جماعتیں اپنے اپنے جذبات اطاعت و وفاداری کے فرق سے ان ہی کافروں میں بن گئی تھیں جنہوں نے کسی قسم کی کوئی حرکت بھی نہ کی تھی وہ اب بھی اسی جگہ تھے جہاں آپ کی بعثت سے قبل کھڑے تھے ہاں آفتاب رسالت کے طلوع کے بعد ان کی ناحق شناسی کا جرم اب اور زیادہ قابل مواخذہ بن گیا۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب کبھی کوئی اصلاحی تحریک پیدا ہوئی ہے تو اس فضا میں یہ فیوضِ قوم کے گروہ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ ایک اس کو پوری طرح تسلیم کرنے والا دوسرا پورا مد مقابل اور تیسرا وہ گروہ جو اندرونی طور پر اپنے خیالات کا حامل نہ کر صرف ظاہر میں شامل ہونے والا۔ یہ تیسرا گروہ ہمیشہ دوسرے کے

اس آیت میں یہ بات خوب واضح کر دی گئی ہے کہ منافقین ظاہر ہیں جتنے کٹر مسلمان بنے ہیں اللہ اس کی شہادت دیتا ہے کہ وہ باطن میں اتنے ہی کٹر کافر ہیں اگرچہ ان کا دوسرا رخ یعنی جسم کتنا ہی تندرست نظر آئے۔

فَلَا ذَارَآئِهِمْ دُجِبْتَكَ أَجْمَعُهُمْ
وَلَنْ يَقُولُوا أَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ كَأَقْمَرٍ
خُشْبٌ مِّنْ سَنَدٍ يَّخْتَبُونَ كُلَّ
صَيْعَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوِّ فَاحْذَرُوهُمْ
فَأَنذَرْتُكُمْ اللَّهَ إِنِّي يَوْمَ فُكُلُونَ
(المنافقون)

(اے پیغمبر) اگر آپ ان کو دیکھیں تو ان کے ظاہری ڈیل ڈول آپ کی نظروں میں گھپ جائیں اور بات کریں تو اس فصاحت و کتاب پڑے ذوق و شوق سے اس کو سنیں آپ کے سامنے اس طرح ٹیک لگا لگا کر بیٹھے ہیں گو ان کے لکڑیوں کے کندے ہیں جو دیواروں کے سہارے لگے رکھے ہیں۔ ہر ایک زور کی آواز کو سمجھتے ہیں کہ ان ہی پر بلا آئی (آپ کے جانی دشمن ہی ہیں تو آپ ان سے بچتے رہئے) ان کو خدا کی ازکر مر کے چلے جا رہے ہیں۔

آیت مذکورہ میں ہم العدو و فاحذروہم (آپ کے دشمن ہی ہیں ان سے بچتے رہئے) کے الفاظ ان کا باطنی نقشہ سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ سورہ توبہ میں یہ بات اور صاف کر دی گئی ہے کہ یہ گروہ ہرگز مسلمان نہ تھا صرف خوفِ لہر ڈر کی وجہ سے مسلمانوں کے سامنے باتیں بنا دیتا تھا۔

وَيَخْلِفُونَ بِأَنفِهِمْ إِنْهُمْ لَيْسَ لَهُمْ
مَّا هُمْ مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ
يَفْقَهُونَ - (التوبة)

خدا تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی ہیں کہیں حالاکہ تم میں نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں (اس لئے ایسی باتیں بنا دیتے ہیں)

پھر اسی سورت میں ارشاد ہے۔

يَخْلِفُونَ بِأَنفِهِمْ لَكُمْ لَيْسَ مِنْكُمْ وَاللَّهُ
وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرَئَوْهُمْ إِنْ
كَانُوا مُؤْمِنِينَ - (التوبة)

تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ کہیں راضی کر لیں حالاکہ اگر یہ واقعی مومن ہوتے تو سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ مقدمہ ہے کہ اسے راضی رکھیں۔

سورہ بقرہ اور سورہ نساء میں یہ تصریح ہے کہ منافقوں کا یہ سیاسی ایمان بھی محض حذاع اور مسلمانوں کے ساتھ ایک قسم کا فریب تھا۔ سورہ منافقون میں بھی ان کی جھوٹی قسموں کا یہی منشا بیان فرمایا گیا ہے اخذوا ایمانہم جنتہ۔ انہوں نے اپنی جھوٹی قسموں کو اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے صرف ایک ڈھال بنایا ہے پھر ان کے کہو فریب کا یہ دائرہ صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھا بلکہ ان سے تجاوز کر کے خدائے تعالیٰ کی ذات عالم الغیب والسر ان تک بھی چلا جاتا تھا بلکہ اس جہاں سے گذر کر محشر تک رہے گا۔

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ يُرَآؤْنَ النَّاسَ - (النساء)
 منافق لوگ اللہ تعالیٰ سے دغا بازی کرتے ہیں اور وہی ان کو دغا کا بدلہ دے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو الٹے ہوئے صوف لوگوں کے دکھانے کیلئے۔
 وَهُمْ يَحْتَفِظُونَ لَكُمْ وَيُحْتَفِظُونَ لَكُمْ كَمَا يَحْتَفِظُونَ لَكُمْ - (میدہ)
 جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو قیامت میں پھانسلے گا تو اس دن بھی وہ اس کے سامنے قیس کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے قیس کھاتے ہیں۔

اب رہے ان کے ظاہری اعمال تو ان کی بنیاد بھی ایمان و اذعان پر نہ تھی بلکہ اپنے ظاہری نقاب کی صرف ایک پاسداری تھی۔

وَمَا اسْتَعْمَلُوا مِنْ قَبْلُ مِنْهُمْ نَفَقًا فَمِنْ هُمْ
 ان کی خیرات قبول ہونے کی کوئی اور وجہ نہیں بجز اس کے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور نماز کو اتنے ہی تو بس الٹے ہوئے اور ادا خدا میں خرچہ کرتے ہیں تو بس مجبور ہو کر بے دلی سے۔

اس آیت میں اس امر کی پوری وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان کی ظاہری نماز اور ان کے ظاہری صدقات کی طرف نظر نہ کرنی چاہئے وہ محض بے روح ہیں وہ نمازوں میں تمہارے ساتھ چلے تو ضرورتاً تم میں مگر طوع و رغبت سے نہیں بلکہ صرف نمائش کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ جن نمازوں میں کھسک سکتے ہیں کھسک جاتے ہیں جیسے عشاء و فجر ہے وہ صدقے بھی ضرور دیتے ہیں مگر محض بہ جبران کی نمازیں جو اسلام کا سبک بڑا عمل ہیں تو ان کی روح سے قطعاً معمری ہوتی ہیں۔ ان میں ذکر اللہ کا صرف اتنا ہی حصہ ہوتا ہے جتنا تم کو ان کے ظاہری رکوع و سجود میں نظر آتا ہے مگر ان کے باطن میں کوئی روح نہیں ہوتی اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔ ان کے اس کفر کو حسب ذیل آیت میں اور زیادہ شد و حد سے اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

اسْتَغْفِرُ لَهُمْ وَلَا يَشْتَعِفُونَ لَهُمْ لَأَنَّهُمْ كَفَرُوا
 آپ ان کے حق میں مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں دونوں برابر ہی کرے گا اگر آپ ان کیلئے ستر بار بھی مغفرت کی دعا کریں جب بھی خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخئے گا یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے لہذا
 فَاسْتَغْفِرُوا لَهُمْ لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا
 فاسق قوم کو اللہ تعالیٰ ہر بات نصیب نہیں کیا کرتا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا
وَلَا تُقُمْ عَلَى قَبَرِهِمْ اَعْمَدُوا بَنِيكُمْ
رُسُلَهُمْ وَمَا تَوَدَّاهُمْ فَاسْمِعُونَ

ان میں سے کوئی مردے کو آپ بھی اس کے جانے پر نواز نہ فرمائیے
اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے
ساتھ کفر کیا ہے اور حق کی حالت میں مرے ہیں۔

ان آیات میں ان کا قلبی کفر و کج دھن تکید کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اس سے زیادہ اور کیا ممکن ہے حتیٰ کہ آپ کی اس پیغمبرانہ دلسوزی کو جہان کے ساتھ رہ رہ کر پیدا ہوتی تھی اس طرح ختم کیا گیا ہے۔

تَخْلِفُونَ لَكُمْ لِذُرِّيَّتِهِمْ فَأَنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْعَوْمِ الْقَاسِيَيْنِ۔

آپ کے سامنے قصیں کہاتے ہیں تاکہ آپ ان سے راضی ہو جائیں تو اگر آپ ان سے راضی ہی ہو جائیں جب ہی امت مسلمہ یقیناً فاسق قوم سے راضی نہیں ہوگا۔

سودہ قویہ میں ان کے صدر کی کمونات اور جلی خصال کی اور زیادہ تفصیل کی گئی ہے اور ان کی علامات خوب کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔ جہاد کے موقعہ پر ہر پھر کرنا ناممکن اس میں شریک نہ ہونا اور اگر شرکت کی نوبت آئی جلسے قواس کا مقصد مسلمانوں میں تفرق اندازی اور فتنہ پر داری کے سوا، کچھ نہ ہوتا۔ نمازوں میں سست اور اعتراض کرنے میں بڑے حسرت۔ نہ مسلمانوں کو جھوٹیں نہ خدا کے مقدس رسول کو بخشنیں، بڑے باتون، دو طرفہ باتیں ملانے والے، پرلے درجہ کے جھوٹے اور وعدہ خلاف انتہاء پرکے نرول اور مد پوک ان کے دلوں کو دیکھو تو ان میں ہمہ وقت تردید و شک کی کھٹک، مگر کفر پر اسی طرح اثر ملی۔ اس تمام سورت میں جو چیز ان کی زیادہ تر مدعوں کی گئی ہے وہ ان کا اندوہی کفر اور غلو رسول اور جماعت اسلام کے ساتھ ان کا انقبض و عداوت ہے۔ یہ کچھ ایسے امور تھے جن کو قرآن کریم نے ان کے سر الزام کے طور پر لگا یا ہو بلکہ اپنی اس پالیسی کو خود بھی اچھی طرح محسوس کرتے تھے اور اسی لئے براہِ بردار کرتے تھے کہ کہیں اس پالیسی کا راز فاش نہ ہو جائے۔

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ اِنْ سُئِلَ عَلَيْهِمْ
سُورَةٌ مِنْهُمْ يَتَّبِعُ قُلُوبُهُمْ قُلْ
اَسْتَهْزِئُ بِاللّٰهِ وَرِجَالِهِ مِمَّا
يَحْذَرُونَ۔

بلاخر کو ان کا یہ خوف سائے آگیا اور سورہ توبہ میں ان کے قلبی کفر و عناد کی قلعی کھول کر رکھ دی گئی اس کے بعد ان کے جتنے جیلے پہلے تھے سب مردود قرار پائے۔ اسی لئے اس سورت کا ایک نام فاضلہ بھی رکھا گیا ہے۔

قُلْ لَا تَعْدُوا زُرَّاءَكُمْ مِنْكُمْ قَدْ
تَبَيَّنَا اللَّهُ مِنْ أَجْبَارِكُمْ۔
آپ کہہ دیجئے معذرت کی باتیں نہ بناؤ اب ہم تمہارا اعتبار کرنے
والے نہیں اور تعالیٰ نے بھی تمہارے حالات سے پوری طرح
آگاہ کر دیا ہے۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ منافقین اور کافروں کو ایک ہی صف میں شامل رکھا ہے۔ اس سے بھی یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے
کہ باطنی لحاظ سے یہ کوئی جدا گروہ نہ تھا بلکہ یہ وہی کافر تھے جو اپنی دورخی پالیسی نبھانے اور دوطرفہ فتنے حاصل
کرنے کے لئے بظاہر مسلمانوں کے ساتھ بھی لگے رہا کرتے تھے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفْرَ وَالْمُنَافِقِينَ
وَأَعْلَظْ عَلَيْهِمْ وَمَا أَهْمُهُمْ تَحَمُّهُمْ
وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔
اے پیغمبر کافروں اور منافقوں دونوں سے جہاد کیجئے
اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیے ان سب کا ٹھکانا
دورخ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ
فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا۔
اور تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو دورخ میں ایک جگہ
جمع کرے گا۔
بہر خاص منافقین کے حق میں ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَجَةِ الْأَسْفَلِ
مِنَ النَّارِ۔ (نساء)
بیشک منافق دورخ کے سب سے نیچے کے
درجے میں ہیں۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ کہنا کتنا سخت مشکل ہے کہ منافقین کا گروہ کافروں کا گروہ نہ تھا بلکہ ایمان و کفر کے
درمیان کوئی ایسا متوسط گروہ تھا جو تھا تو درحقیقت مسلمان مگر ان کا کچھ رجحان کفر کی طرف تھا ہاں اگر
اس لحاظ سے ان کو متوسط کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے ظاہر و باطن کے لحاظ سے نہ مسلمان کہلانے کے قابل
تھے نہ کافر تو بجا ہو گا کیونکہ ان کے ظاہر کا ایک رخ اگر مسلمانوں کے ساتھ رہتا تھا تو ان کے باطن کا دوسرا
رخ کافروں کے ساتھ رہا کرتا تھا اسی کو قرآن کریم نے ان کے تذبذب سے ادار کیا ہے۔

مَذْبَنٌ بَيْنَ يَدَيْهِ ذِئْبٌ وَلَا إِلَىٰ هُوَ لَا
وَلَا إِلَىٰ هُوَ لَا۔
درمیان میں لٹکے ہوئے ہیں نہ پورے ان کی طرف ہیں
اور نہ ان کی طرف۔

اس آیت میں ان کی عملی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے نہ کہ ان کے اعتقادی پہلو کا اور جبکہ اسی آیت کے شروع
میں یہ مذکور ہے کہ یہ لوگ ضدِ تعالیٰ کو بھی دھوکا دیتے ہیں تو پھر ان کے اعتقاد میں بھلا کیا تذبذب ہو سکتا ہے۔
قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں یہ پوری وضاحت موجود ہے کہ ادعا دار اسلام کو نکالے مطیع نظر اپنی جان و مال کی
حفاظت کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی نکتہ کی بنا پر قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی ان کے حق میں لفظ اسلام کا

اطلاق آیا ہے اس کے ساتھ ہی فوراً ان کا کفر بھی بیان کر دیا گیا ہے تاکہ صرف اس ظاہری اطلاق کی وجہ سے ان کے مسلمان ہونے کا شبہ نہ کر لیا جائے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَخُلِعَ
عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ (منافقون) تو ان کے دلوں پر پھر لگا دی گئی۔

وَكَفَرُوا بِآيَاتِنَا فَخُلِعَ (توبہ) اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد پھر انکار کیا۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ جب منافقین اپنی زبانوں سے کلمہ اسلام پڑھتے تھے، نماز میں بھی شرکت کر لیتے تھے اور زکوٰۃ بھی دیتے تھے تو ان ظاہری اعمال کے لحاظ سے ان کی طرف اسلام کا انتساب بھی صحیح تھا لیکن جب قرآن کریم نے ان کے کفر باطن کی وجہ سے ان کو مشخص اور معین طور پر کافر قرار دیا تو اب ان کے کفر میں کسی کو کیوں تامل ہو۔ لیکن کسی کے باطن کا علم چونکہ ہم کو نہیں ہو سکتا اس لئے ہم کو حق نہیں کہ ہم کسی کے ظاہر کو متہم کریں۔ اسی لئے حضرت حذیفہ فرماتے تھے کہ آئندہ اب کسی پر یہ حکم نہ لگایا جائے نہ رسولِ وحی کا زمانہ بالکل جدا تھا اس وقت وحی الہی جس کے متعلق نفاق کا حکم لگا دیتی تھی لگ سکتا تھا اب معاملہ صرف ظاہر پر ہے گا جو اسلامی احکام ادا کرے گا مسلمان ہو گا اور جو اس سے منحرف ہو گا کافر شمار ہو گا۔ قلبی حالت کا ہم کو علم ہو سکتا ہے نہ اس بنا پر کسی پر کوئی حکم لگایا جائے گا۔ (بخاری شریف)

تعب ہے کہ جس جماعت میں کفار بداندیش کی ساری ہنگامہ آرائیاں نظر آرہی ہوں، اسلام کے برخلاف ان کے منصوبے برابر چلے جا رہے ہوں، خدا اور رسول کے ساتھ استہزاء ان کے ساتھ عداوت اور مسلمانوں میں باہم تفریق پیدا کرنی ان کا اہم پروگرام ٹھہر چکا ہو، ہر نازک مرحلہ پر مسلمانوں کے قدم اکھاڑنا ان کی اسکیم میں داخل ہو، دشمنوں سے ساز باز کرنا ان کا مستقل نصب العین بنا ہوا ہو، راہِ حق کی کسی قربانی میں وہ پورے نہ اترتے ہوں، اور اسلام کے ہر عمل میں ان کے قدم ہمیشہ لڑکھڑاتے ہوں، دینِ حق کے بارے میں ان کی زبانیں جھوٹی ثابت ہو چکی ہوں، عہد شکنی ان کا شعار بن چکا ہو، اور بے بہتے تنبیہوں کے بعد بھی وہ متنبہ نہ ہوتے ہوں تو کیا صرف ایک زبانی کلمہ پڑھ لینے سے ان کے متعلق یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح بن اسلام کو بطور عقیدت قبول کر چکے تھے اور کیا صرف ان نمازوں کی وجہ سے، ان صدقات کی وجہ سے، جس کا منہ صرف نمائش اور اپنی جان و مال کی حفاظت ہو ان کو مسلمان کہا جاسکتا ہے اسی تمام حقیقت کو قرآن کریم نے واضح سے زیادہ واضح طریق پر بیان فرمایا ہے کیا اس کے بعد بھی اس کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ نفاق کی حقیقت صرف ایک قسم کا ایمانی ضعف قرار دی جائے جو ترقی کر کے کفر تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ یوں تو صریح کفر بھی شدت سے اترتے اترتے کبھی اسلام کی صورت قبول کر سکتا ہے

اور بڑھتے بڑھتے شدید ترین سکتا ہے مگر کیا اس لئے کفر کو کوئی درمیانی حالت کہا جاسکتا ہے؟ کسی ایک آیت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منافقین کا ایمان صرف نائش اور کذب و خداع کے سوا رو کوئی حقیقت بھی رکھتا تھا۔ ان کے باطن اور قلب کی وہ رونماد معلوم ہو جانے کے بعد جو قرآن کریم نے ذکر کی ہر ایک لمحہ کے لئے یہ ماننا مشکل ہے کہ وہ اس اسلام کو اپنے خیال میں بھی اسلام تصور کرتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کو پرلے درجہ کا جھوٹا اور دھوکہ باز قرار نہ دیا جاتا۔ کذب و خداع یہ دو خصلتیں آج بھی مسلمانوں میں موجود ہیں مگر منافقین کے کذب و خداع میں بڑی بات باعث شاعت یہی تھی کہ انھوں نے اپنے ایمانوں کی بنیاد ہی ان پر قائم کر دی تھی اب یہ معمولی فریب و کذب نہ رہا تھا جس کا دائرہ باہمی فریب کذب پہنچتا یہ خداع کذب کی وہ صورت تھی جو خدا اور رسول کے ساتھ بھی پیدا کر لی گئی تھی۔ سوچنا چاہئے کہ جو صفات باہم مخلوق میں بھی انتہا درجہ خیس شمار ہوں اگر ان کو خدا اور رسول کے معاملہ میں بھی جائز سمجھ لیا جائے تو ان کی شاعت کس درجہ پر چا پہنچے گی۔ ہمارے اس بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جب نفاق اتنی بڑی قسم کا کفر تھا تو حدیثوں میں اس کی علامات اتنی معمولی کیوں مقرر کی گئی ہیں آئندہ اپنے موقع پر اس سے زیادہ تفصیل آ رہی ہے۔

لیکن یہ واضح رہنا چاہئے کہ جس طرح ایمان و کفر کی قسمیں مختلف تھیں اسی طرح نفاق کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ جس طرح ایک ایمان کامل تھا اور دوسرا ناقص۔ پھر کامل ایمان کے بہت سے شعبوں کو بھی ایمان کہہ دیا گیا ہے یا جیسا کفر ایک وہ تھا جس کی جزاء جہنم میں مخلود ہے پھر بہت سی نافرمانیوں پر بھی کفر کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح نفاق بھی چند قسم پر ہے ایک نفاق اعتقادی ہے اور دوسری حقیقی نفاق ہے جس کا تذکرہ آپ اسی سن چکے ہیں۔ پھر اس جماعت کے جو جو خصائل بدتر تھے ان پر بھی نفاق کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔ چونکہ یہ خصائل انسان کی امانت و دیانت کے بالکل برعکس ہوتے ہیں اس لئے ان کو ایک لمحہ کیلئے بھی ایمان کے آثار نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ اس کی اس غفلت کا نتیجہ ہوتے ہیں جو بڑی یا طمع و نبوی کے وجہ سے اس کے ایمان پر طاری کجانی ہے پھر حسی یہ غفلت غالب آتی جاتی ہے اتنا ہی ان افعال کا مدد بھی بڑھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت وہ آجائے کہ اس کے اعمال کی سطح پر منافقین کے اعمال کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور اس کا نقشہ عمل ٹھیک وہی ہو جاتا ہے جو ایک کھلے منافق کا۔ وہ بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا اور جھگڑے پر آمادہ ہوتا ہے تو حق و باطل میں امتیاز نہیں کرتا یہاں تک کہ اس مسلمان کو اعمال ظاہری کے لحاظ سے منافقین سے کوئی بھی امتیاز باقی نہیں رہتا پھر اس کے کما س کے گوشہ قلب میں خدا اور رسول پر ایمان ہوتا ہے اور منافق کے قلب میں یہ بھی نہیں ہوتا لیکن قلبی شہادت ایسی شے نہیں جو آنکھوں سے نظر آ سکے اس لئے حدیث تو کفر کے اطلاق کی طرح کبھی کبھی

ایسے مسلمان کو منافق کہہ دیتی ہے لیکن فقیہ جس کا موضوع دنیوی احکام ملحوظ رکھتا ہے وہ اگر اس کو مسلمان کہتا ہے تو اس کو اعمال کی شہادت اس کے برخلاف نظر آتی ہے اور اگر منافق کہتا ہے تو اس کا اندرونی ایمان اس کو اس خطاب سے مانع ہوتا ہے اس لئے وہ نفاق کی تعظیم کو نہ پر مجبور ہو جاتا ہے اور ایسے نفاق کو نفاقِ علی کہہ دیتا ہے۔ حدیث اس تفصیل کو پسند نہیں کرتی کہ اس تقسیم سے علی نفاق کی ہیبتِ قلوب سے گھٹتی ہے۔ اشراک بانشر کے باب میں حدیث وفقہ کے اس تعبیری اختلاف کی تفصیل گزر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل نفاق تو وہی نفاقِ اکبر یا نفاقِ اعتقادی تھا لیکن جب دورِ انحطاط میں مسلمانوں کے اندر بھی منافقوں کی خصوصی صفات پیدا ہونے لگیں تو اصحاب اصطلاح نے ان کو علی منافق کہہ دیا۔ پس نفاقِ اکبر تو یہ ہے کہ بظاہر اللہ تعالیٰ کی توحید، رسول کی رسالت فرشتے اور حشر و نشر کا اعتقاد رکھنا مگر قلب میں اس کا پورا پورا انکار و انحراف مضمر ہونا۔ اسی حقیقت کو سورۃ منافقون وغیرہ کی گزشتہ آیات میں ادا کیا گیا ہے اور یہی آپ کے دور کا نفاق تھا اسی کو قرآن کریم نے کفر کہا ہے اور درکِ اسفل کی وعید بھی اسی کے بارے میں آئی ہے۔

رہا نفاقِ علی تو وہ حضرت حسنؑ کے نظروں میں انسان کے ظاہر و باطن کے اختلاف کا نام ہے اس بنا پر جو شخص باطنی طور پر اسلامی عقائد کا معتقد ہو مگر ظاہری اعمال میں مقصر ہو اس کو علی منافق کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا ظاہر بھی اس کے باطن کے برخلاف ہے ہاں تنبیہ کے یاق میں اس کو صاف منافق کہا جائے گا البتہ تحقیق کے موقع پر اس کے نفاق کو علی نفاق سے تعبیر کیا جائے گا پھر جو تارکِ صلوة پر کفر کے اطلاق سے مقصد تھا وہی مقصد اس کے منافق کہنے سے رہے گا۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ اس تعبیر کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی یہ صرف مصلحت ہی مصلحت پر مبنی ہوتی ہے یقیناً اس کی بھی بڑی حقیقت ہے اور اس کا منشا یہ ہے کہ نفاقِ علی کبھی کبھی نفاقِ حقیقی کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات معصیتوں کا ارتکاب کرتے کرتے کفر حقیقی کی نوبت بھی آسکتی ہے۔ آخر شجرۂ ایمانی اعمالِ ایمانی کی بجائے اعمالِ کفر کی آبیاری کے ساتھ ساتھ کب تک شاداب رہ سکتا ہے اس میں نفاق کی بیماری پیدا ہو سکتی ہے۔

نعت کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ نفاق ایک قسم کے فریب و خداع کا نام ہے منافق کی پوری کی پوری زندگی چونکہ اسی مذموم صفت کا مرقع ہوتی ہے اسی لئے اس کو منافق کہا جاتا ہے نفاقِ اکبر ہو یا نفاقِ اصغر نعت کی یہ حقیقت دونوں جگہ ٹھیک موجود رہتی ہے لیکن جب انسان فریب و مکر کی یہ چال خدا اور اس کے رسول کے ساتھ بھی چلنے لگتا ہے تو اس کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے اور اب یہ جرم ناقابلِ برداشت بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ عہدِ سلف میں جب کبھی کسی کے متعلق فسادِ باطن کا شبہ

پڑ گیا ہے تو اب اس کو ناقابلِ عفو مجرم سمجھ لیا گیا ہے۔ آخر صاحب بن ابی مہنفہ کے بدری صحابی ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ نے ایک زلے سے شبہ پران کے حق میں دعویٰ حاضر بنائی۔ ہذا المنافی (مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں) کے سخت کلمات فرمایا دیئے۔ اب اندازہ کیجئے کہ ان کی نظروں میں نفاق کا جرم کس درجہ کا سمجھا گیا ہو گا۔ اگر درحقیقت نفاق ان کی طرف کی طرف کسی کمزوری کا نام ہوتا تو کیا مسلمان کے حق میں ان کی یہ تعبیری شدت گوارا کر لی جاتی۔ جنگ کے میدانوں میں جب کبھی مقابلہ شدید سے شدید ہمت کے موقعہ پہنچی مکملہ اسلام پڑھ لیتے یا علی طور پر صرف کوئی اسلامی علامت ظاہر کر دیتے تھے تو بارگاہِ نبوت سے اسی وقت سر پر کھچی ہوئی تلوار کو بچ کر دینے کا حکم صادر ہو جاتا تھا اور اگر کسی فرد نے کسی لاعلمی میں اس طرزِ عمل کے خلاف کیا بھی تو اس کا کوئی عذر ہرگز مسوع نہ ہوتا تھا۔ ضعیف الاسلام افراد کے ساتھ جو طرزِ عمل عہدِ نبوت میں ثابت ہوتا ہے وہ تالیفِ قلوب کا ہے نہ کہ منافق کہہ کر ان کو دشمن کی صف میں شمار کر کے۔ پس منافقین کے معاملہ میں یہ سمجھ لینا کتنی جھلک غلط فہمی ہے کہ یہ جماعت مسلمانوں کی جماعت تھی لیکن ایمان ان کے حلق کے نیچے نہیں اترتا تھا۔ اگر ان کا یہ ایمان اس درجہ پر آپکا تھا کہ اس کو خدا اور رسول بھی ایمان کہہ دیں تو پھر اسی وقت سے ان کے ساتھ طرزِ خطاب بدل جاتا ہے وہ اسلامی آغوش میں آجانے کے بعد اب ہرگز اس قابل نہیں رہ سکتے کہ ان کو کافروں کے ساتھ ساتھ مخاطب بنایا جائے اور اگر ان کا ایمان اس قابل نہ تھا تو اس کا نام کفر رکھ دینے میں پس و پیش کیا ہے اور کیوں۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں منافق کی تلاوتِ قرآن کو نازبو کے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی خوشبو بڑی خوشگوار ہوتی ہے مگر نازبو نازگوار ہوتا ہے۔ اس تشبیہ میں یہ تشبیہ کرنی مقصود ہے کہ جس طرح نازبو کی ظاہری خوشبو اور مہک عمدہ ہوتی ہے مگر اس کا اندرونی ذائقہ سخت تلخ ہوتا ہے اسی طرح منافق کی تلاوت کا رخ تو بڑا خوشنما نظر آتا ہے مگر اس کے باطن کا دوسرا رخ نازبو کی طرح سخت تلخ ہوتا ہے کسی پھل کی خوبی صرف اس کی خوشبو میں نہیں جب تک کہ اس کا ذائقہ بھی عمدہ نہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل خوبی صرف ظاہری اعمال سے نہیں بلکہ باطن اور قلب کی سلامتی سے حاصل ہوتی ہے اگر قلب بیمار ہو تو ظاہر کی سلامتی بیکار ہے۔

کبھی کبھی حدیثوں میں اولوا العزم صحابی کی زبانوں سے اپنے نفسوں پر بھی نفاق کے خطرہ کے الفاظ نظر آتے ہیں حالانکہ یہاں نفاق کے کسی قسم کا شبہ بھی نہیں ہوتا بلکہ یہ انسان کے کمالِ ایمانی اور اپنے اعمال کے پورے پورے محاسبہ کا ثمرہ ہوتا ہے جب ایک کامل مومن اپنے نفس کا محاسبہ شدت سے شروع کرتا ہو تو اس کو اپنی ہر حرکت و سکون پر یہ شبہ گزرنے لگتا ہے کہ کہیں اس میں سرورِ علانیہ کا کوئی ادنیٰ سا اختلاف تو نہیں ہے اس لئے

وہ اپنی ظاہری و باطنی صلاح و فلاح پر کبھی غور نہیں ہوتا وہ ہر بر عمل میں اپنے نفس کو ہمیشہ متہم کرتا رہتا ہے آخر اس سی سی میں اس کی عمر تمام ہو جاتی ہے اور وہ اپنے معیار کے مطابق ایک سجدے بے ریا کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ دین ضعیف اس کو برداشت ہی نہیں کرتا کہ کسی عبد ضعیف میں دورخ باقی رہیں۔ اس کا بطن کا رُخ کچھ اور ہوا و ظاہر کا کچھ اور وہ اس کو ایک ایسی یک رنگی کی دعوت دیتا ہے جس کے بعد ظاہر و باطن میں سرِ مواخلاف کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسی کو اس احسان کا خلاصہ سمجھنا چاہئے جس کا تذکرہ آپ پہلے حدیث جبرئیل میں پڑھ چکے ہیں۔

جب انسان کے دماغ پر عالم ربوبیت کا یقین عالم شہود کی طرح متولی ہو جاتا ہے تو پھر اپنے اعمال و نیات کو متہم کرنا اس کی فطرت بن جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کو وہ مقام نصیب ہو جاتا ہے جہاں پہنچ کر وہ نماز جس کے عجز و نیاز میں کوئی ادنیٰ خامی رہ جائے ایک منافق کی نماز معلوم ہونے لگتی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے خثوم النفاق ان تری الحمد خاشعاً و القلب لیس بخاصم۔ پس انسان کا ایمانی کمال جس کو حدیث جبرئیل میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے ظاہر و باطن کی کامل یک رنگی کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے جب اس میں یہ یک رنگی پیدا ہو جاتی ہے تو اب جتنا اس کا ظاہر عجز و نیاز میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے اس کا باطن اس سے زیادہ اس میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ یہی وہ حقیقت تھی جو حضرت خظلہؓ کی حدیث میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جب انہوں نے دیکھا کہ اپنے اہل و عیال میں جا کر ان کے قلب کا وہ رنگ نہیں رہتا جو آپ کی محفلِ تکریم میں رہتا تھا تو ان کی نظر خثیمت میں اتنا سا اختلاف بھی شکلِ نفاق کیلئے لگا امدان کو اس غیر اختیاری اختلاف کا شکوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرتبہ احسان میں جتنا جتنا کمال میسر آتا جاتا ہے اسی کے بقدر یک رنگی کے شرائط بھی سخت تر ہوتے جاتے ہیں حتیٰ کہ عمر ختم ہو جاتی ہے اور جس درجہ اخلاص و یک رنگی کی طبیعت تلاشی ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لئے حضرت حسنؓ نے قسم کھا کر فرمایا ما مضی مؤمن قط الا وھومن النفاق غیر امن و ما مضی منافق قط ولا یبقی الا وھومن النفاق امن۔ کوئی مومن جو پہلے گند گیا یا اب موجود ہے ایسا نہیں جس کے دل میں اپنے نفس کے متعلق نفاق کا خطرہ نہ گذر رہا ہو اور کوئی منافق جو گذر گیا یا اب موجود ہے ایسا نہیں جو نفاق سے بے خطر نہ ہو۔ (جامع العلوم)

ایک شخص نے دیکھا کہ ابو الدرداء نماز سے فارغ ہو کر نفاق سے پناہ کی دعا مانگ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا بھلا آپ کو نفاق کا کیا خطرہ ہے انہوں نے قسم فرمایا کہ آدمی اچھا خاصا مومن ہوتا ہے پھر کسی فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ان کی آن میں اس کا دل پلٹ جاتا ہے اور وہ نفاق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (جامع العلوم)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کو اپنے نفس کے متعلق ہمیشہ نفاق کا خطرہ لگا رہا تھا۔ امام احمد اعلیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو یہ خطرہ نفاق اصغر سے تھا۔ یہ بات دوسری ہے کہ نفاق اصغر پر اصرار سے نفاق اکبر بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری میں ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ تیس صحابہ سے میری ملاقات ہوئی ہے سب کو اپنے نفس پر نفاق کا خطرہ لگا رہا تھا، ان میں کوئی یہ نہ کہتا تھا کہ ہمارا ایمان حضرت جبریلؑ کے میکائیلؑ کے ایمانوں کی طرح خطرہ نفاق سے مامون ہے۔ ابراہیم تمیمیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے قول و عمل کو ملاتا تو ہمیشہ مجھ کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں میں جھوٹا نہ قرار پاؤں۔ امام احمدؒ سے پوچھا گیا جس شخص کو اپنے متعلق نفاق کا خطرہ بھی نہ گذرتا ہو اس کے متعلق آپ کا ارشاد کیا ہے انھوں نے تعجب سے فرمایا ایسا کون مومن ہو سکتا ہے جس کو اپنے متعلق یہ خطرہ بھی نہ آتا ہو۔ (جامع العلوم)

ان جملہ اکابر کے پیش نظر یا تو تمیقات امد اعمال کی وہ باریکیاں ہیں جن میں سرمو اختلاف سے اپنے سے اچھا عمل ایک منافق کا سا عمل بن سکتا ہے یا قادی مطلق کی وہ طاقت تھی جس کے سامنے ایک مخلص کا قلبی منافق بن جانا کوئی دشوار نہیں ہوتا۔ بہر حال یہاں ان سب خطرات کا منشا رکالہ ایمانی تھا۔ نفاق کی کسی قسم کا یہاں کوئی عمل نہ تھا۔ امام غزالیؒ نے انا مومن انا مفسد کے ضمن میں اس کی بڑی تفصیل فرمائی ہے (دیکھو ایضاً العلوم ص ۹۲ و ۹۳)۔

واضح رہے کہ نفاق علی نفاق کی کوئی علیحدہ قسم نہیں بلکہ جب منافقین کے اعمال مسلمانوں سے بھی سرزد ہونے لگے تو اچار علماء کو نفاق کی تقسیم کر دینی پڑی۔ وہی اعمال جو نفاق اعتقادی کے اثرات کہلاتے ہیں اگر تصدیقی قلبی کے ساتھ بھی نظر آنے لگیں تو اسی کا نام نفاق علی رکھ دیا جاتا ہے۔ پس اگر نفاق اعتقادی نہ ہوتا تو نفاق علی کی یہ تعبیر ہی پیدا نہ ہوتی جیسا کہ اگر شرک و کفر حقیقی معنوں کے لحاظ سے نہ ہوتے تو یہاں و ترک مصلوۃ کو بھی شرک و کفر نہ کہا جاتا۔

پس جس طرح کفر کی اہلی حقیقت کفر بائد ہے اور کسی معصیت پر کفر کا اطلاق آجانے سے یہ حقیقت نہیں بدلی۔ اسی طرح اہلی نفاق اسی فساد باطن کا نام ہے اور چند مخصوص معاصی پر نفاق کے اطلاق سے اس کی حقیقت بھی نہیں بدلی چونکہ نفاق حقیقی انسان کی ایک باطنی حالت کا نام ہے اس لئے حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ عہد نبوۃ کے بعد اب کسی کو کسی کے باطن پر حکم لگانے کا کوئی حق نہیں رہا اس لئے یہ حکم لگانا عہد نبوت پر ختم ہو گیا ہاں نفاق علی عمل کا محاسبہ ہمیشہ جاری رہنے والی چیز ہے۔

المنافقون فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۸۲۵) حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهَبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حَنْبَلَةَ فَقَالَ مَا بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ هَذِهِ الْأَيَّةِ (قَاتِلُوا أُمَّةَ الْكُفْرِ) إِلَّا ثَلَاثَةٌ وَلَا مِنَ الْمَنَافِقِينَ إِلَّا أَرْبَعَةٌ فَقَالَ أَهْلُ الرَّايِ أَنْكُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدٌ وَالْأَنْدَرِيُّ قَالُوا بَالُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَنْفَرُونَ بِمَوْتَانَا وَيَسْمَعُونَ أَعْلَانَنَا قَالَ أُولَئِكَ الْفُسَّاقُ أَجَلُ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ أَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيرٌ كَثُرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ الْبَارِدُ لَمْ يَجِدْ بَرْدَهُ - (سرواہ البخاری فی التفسیر)

(۸۲۶) عَنْ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَلَّارٍ أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ فِي أَمْرِ عَلِيٍّ أَمَّا يَا أَرْأَيْتُمْ أَوْ شَيْئًا عَمِدَهُ الْيَكْمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَمِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَلَكِنْ حَنْبَلَةَ أَخْبَرَنِي عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَابِي إِثْنَا عَشَرَ مَنَافِقًا فِيهِمْ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے منافقوں کا کچھ تذکرہ

(۸۲۵) زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ کی خدمت میں حاضر تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اس آیت کے مصداق میں سے بہترین اشخاص کے اور کوئی تذکرہ نہیں رہا قَاتِلُوا أُمَّةَ الْكُفْرِ (کفر کے سرواہل کو قتل کرو) اور اسی طرح منافقین میں سے بھی چار آدمیوں کے سوا اور کوئی نہیں رہا۔ اس پر ایک بادہ نشین شخص بولا آپ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں ہم سے ایسی باتیں بیان فرماتے ہیں جن کو ہم تو کچھ سمجھ نہیں سکتے (اچھا اگر منافقوں میں صرف چار اشخاص ہی بچے ہیں) تو یہ ہمارے گھروں میں فتنہ زنی کرنے والے اور ہمارے قیمتی مال چوری کر کے بھانسنے والے لوگ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ تو فاسق لوگ ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ منافقوں میں سے تو صرف چار آدمی ہی بچے ہیں ان میں ایک تو اتنا بوڑھا ہو گیا ہے کہ اگر شندا بانی پئے تو اس کو اس کی ٹھنڈک کا احساس بھی نہ ہو۔ (بخاری شریف)

(۸۲۶) قیس کہتے ہیں کہ میں نے عمارؓ سے پوچھا فرمائیے حضرت علیؓ کے معاملہ میں جو روش آپ نے اختیار کی یہ آپ کی ذاتی رائے تھی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے پاس کوئی حکم تھا۔ انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کوئی بات ایسی نہیں فرمائی جو عام مسلمانوں سے نہ کہی ہو۔ لیکن حذیفہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے میری امت میں بارہ منافق ہوں گے۔ آٹھ

ثَمَانِيَةً لَّا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخَيْلِ طَمَانِيَةً مِنْهُمْ تَلْفِيهِمْ الدُّبَيْلَةُ
وَأَرْبَعَةٌ لَّمْ يَحْفَظْ مَا قَالَتْ شُعْبَةُ فِيهِمْ - (سرواہ مسلم)

(۸۲۷) عَنْ حَدِيثَةٍ قَالَتْ كُنْتُ إِحْدًا إِعْطَاكَ نَاقَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْدُ
بِهِ وَعَمَّا رَسُوْنِي النَّاقَةَ وَأَنَا سَوْفٌ وَعَمَّا رَسُوْدُهُ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْعَقْبَةِ فَإِذَا أَنَا بِأُتَى عَشْرًا
رَاكِبًا قَدْ اعْتَرَضُوهُ فِيهَا قَالَتْ فَاتَّبَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ نَصَرَ خَرَجَ بِهِمْ
فَوَلَّوْهُمُ دَبْرَيْنَ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ عَرَفْتُمْ الْقَوْمَ قُلْنَا لَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانُوا أَمْلَثَ ثَمِينٍ وَلَكِنَّا قَدْ عَرَفْنَا الزَّيْرَ كَابَ قَالَ هَؤُلَاءِ الْمَنَافِقُونَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ
وَهَلْ تَذْكُرُونَ مَا أَرَادُوا قُلْنَا لَا قَالَ أَرَادُوا أَنْ يُزَاجِرُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ان میں ایسے کثر ہیں کہ جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ان کے
بشت پر ایک سی پھوڑا نکلے گا اور وہی ان کے لئے کافی ہو جائے گا۔ (ان کے شر سے حفاظت کے لئے
ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہ ہوگی یعنی اس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو جائے گی) اور چار کے متعلق
مجھے یاد نہیں رہا شعبہ (راوی حدیث) نے کیا کہا تھا۔ (مسلم شریف)

(۸۲۷) ضریفہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی ہمارے پہلے ہوئے اس کو
آگے سے کھینچ رہا تھا اور عمار اس کے پیچھے پیچھے تھے یا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے
جب ہم گھاٹی پہنچے تو دفعہ کیا دیکھتے ہیں کہ بارہ اشخاص اونٹوں پر سوار سامنے سے آ رہے ہیں۔ میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد سے متنبہ کیا آپ نے ان کو زور سے آواز دیا تو وہ بشت پھیر کر بھاگ

(۸۲۷) طبرانی نے مسند ضریفہ میں ان اصحاب عقبہ کے نام پر ایک عنوان قائم کیا ہے اور ان منافقین کے حسب ذیل
نام روایت فرمائے ہیں۔ متعب بن قشیر۔ ودیعہ بن ثابت۔ جابر بن عبد اللہ۔ عمار بن یزید۔ اوس بن قیظی۔ عمار بن
سویہ۔ سعد بن زرارہ۔ قیس بن ہمد۔ سوید۔ داعس۔ قیس بن عمرو۔ زید بن العصیت۔ سلاقہ بن اطم۔ (تفسیر ابن کثیر)
حافظ ابن کثیر دوسری حوالہ میں انہوں نے تفسیر کے ذیل میں لکھے ہیں۔ و هذا تخصیص لا یقتضی انما اطم
علی اسماء محمد و اعیانہ کلہم (۲۷۷) اس تخصیص کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ آپ نے ان کو جتنے منافقین
بھی تھے سب ہی کے اسماء اور اشخاص بتا دیئے تھے۔

واضح رہے کہ جن روایات میں منافقین کی تعداد بارہ آتی ہے وہ خاص اس واقعہ میں شریک ہونے والے
منافقین تھے جیسا کہ اس روایت میں موجود ہے۔ تعجب ہے کہ بعض مفسرین نے یہ کیسے سمجھ لیا ہے کہ یہ تعداد کل
بڑے منافقوں کی تھی۔

فِي الْعَقَبَةِ مَلْفُؤُهُ مِنْهَا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكَلَا نَبَعْتُ إِلَى عَشَائِرِهِمْ حَتَّى يَبْعَثَ إِلَيْكَ كُلُّ قَوْمٍ
رَأْسَ صَاحِبِهِمْ قَالَ لَا أَلَا كَرَاهٍ أَنْ تَقْعُدَ الْعَرَبُ بَيْنَهُمَا أَنْ يَحْتَدَّ أَقَاتِلَ بِقَوْمٍ حَتَّى إِذَا
أَظْهَرَهُ اللَّهُ بِهِمْ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ يَقْتُلُهُمْ ثُمَّ قَالَ - اللَّهُمَّ ارْزُقْهُمْ بِالْذَّيْلَةِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَمَا الذَّيْلَةُ؟ قَالَ شِهَابٌ مِنْ نَارٍ نَقَعُ عَلَى رِجَالِ قَلْبِ أَحَدِهِمْ فَيَهْلِكُ - (سواء البیهقی فی
کتاب دلائل النبوة واخرجا بن کثیر فی تفسیر سورة البقرة)

(۸۲۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِنْ سَفَرٍ قَلَمَا كَانَ قُرْبُ
الْمَدِينَةِ هَاجَتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَكَادَ أَنْ تُدْفِنَ الرَّاكِبَ مِنْهُمْ أَنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ بُوِئْتُ هَذِهِ الرِّيحُ لِمَوْتِ مَنْفَعَةٍ قَلَمَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَكَادَ امْنَأَقُ عَظِيمٌ مِنَ الْمَنَافِعِ
قَدْ مَاتَ - (سواء مسلم)

کھڑے ہوئے اس کے بعد آپ نے فرمایا تم نے ان کو کچھ بچایا؟ میں نے عرض کیا جی نہیں یہ لوگ اپنے منہ پر ڈھلے
باندھے ہوئے تھے لیکن ان کے اذخوں کو بچان لیلہ فرمایا یہ منافقین تھے جو ہمیشہ منافق ہی رہیں گے اور تم کو
کچھ یہ بھی معلوم ہے کہ ان کا ارادہ کیا تھا ہم نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے رسول کو اس
گھائی میں گر دینا چاہتے تھے۔ ہم نے عرض کیا آپ ان سب کے قبائل کی طرف کھلا بھیجے تاکہ وہ ان میں جو
اس شرارت میں شریک تھا اس کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا میں اب انہیں کروٹھا
مجھے پسند نہیں کہ میرے متعلق عرب یہ چہ میگوئیاں کریں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک قوم سے جنگ کی
اور جب ان کو اللہ تعالیٰ نے ان پر غالب کر دیا تو پھر وہ ان کو قتل کرنے لگا اس کے بعد آپ نے بد دعا فرمائی
خدا یا! ان کو دسبلہ میں مبتلا فرما۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ کہ بلیہ کیا چیز ہے فرمایا وہ ایک
زہر بلا پھوٹا ہے جو شعلہ کی طرح دل کی رگوں کو پھونک دیتا ہے اور موت کا باعث
ہوتا ہے۔ (دلائل النبوة)

(۸۲۸) جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس آ رہے تھے کہ
اتنی تیز ہوا چلی کہ سوار کو بھی مٹی میں دفن کر دے۔ راوی کا گمان ہے کہ اس پر آپ نے فرمایا یہ ہوا ایک
منافق کی موت کے لئے چلی ہے جب آپ مدینہ شریف تشریف لے آئے تو معلوم ہوا کہ منافقوں
میں ایک بڑا منافق مر گیا ہے۔ (مسلم شریف)

(۸۲۹) حَدَّثَنَا يَاسُ حَذَّثَنِي أَبِي قَالَ قَالَ عَبْدُ نَاصِرٍ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرَّوْكًَا وَصَنَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللَّهِ مَا أَرَأَيْتُمْ كَالْيَوْمِ رَجُلًا أَشَدَّ حَرًّا أَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَخْبِرَكُمْ بِأَشَدَّ حَرًّا مِنْهُ يَوْمَ الْيَاقَمَةِ هَذَيْنِكَ الرَّجُلَيْنِ الرَّأْيَيْنِ الْمُتَقَيَّنَّ لِرَجُلَيْنِ جَنَّتَيْنِ مِنْ أَصْحَابِي (مسند ابی حنیفہ)

(۸۳۰) عَنْ زَيْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ لَمَّا تَوَفَّى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهِ فَلَمَّا وَقَفَ عَلَيْهِ بُرِّدَ الصَّلَاةُ تَحَوَّلَتْ حَتَّى قُتِلَتْ فِي صَدْرِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْلَى عَدُوِّ اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْقَاسِمِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا الْكَذَّاءُ وَكَذَا بَعْدُ أَيْلَاصُ قَالَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُهُ حَتَّى إِذَا اكْتَرَتْ عَلَيْهِ قَالَ آخِرُ عَنِّي يَا عُمَرُ إِنِّي قَدْ خَيْرْتُ فَأَخَّرْتُ قَدْ قِيلَ لِي اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ لَوْ أَعْلَمَ إِنِّي لَوَزِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ عِغْرًا لَهَزِدْتُ

(۸۲۹) یاس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک تپ زرد شخص کی عیادت کی۔ میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو کہا خدا کی قسم تمہاری اتنا جلنا ہوا شخص جتنا آج میں نے دیکھا ہے اتنا کبھی نہیں دیکھا آپ نے فرمایا کیا میں تم کو وہ شخص نہ بتا دوں جو روزِ محشر اس سے بھی زیادہ جلنا ہوا ہو گا پھر آپ نے اپنے ہمراہوں میں سے دو شخصوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ یہ دو منافق ہیں جو گھوڑے پر سوار اپنا منہ پھیرے کھڑے ہیں۔ (مسلم شریف)

(۸۳۰) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرمانے خود سنا ہے کہ جب عبد اللہؓ ابی منافق کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے بلایا گیا آپ تشریف لے چلے جب نماز کے ارادہ سے کھڑے ہوئے تو میں آپ کے سامنے آگیا اور میں نے عرض کیا کیا اس عبد اللہؓ ابن ابی خدا کے دشمن پر بھی آپ نماز پڑھائیں گے جس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کلمات منہ سے نکالے تھے حضرت عمرؓ نے اس کے گدشتہ ایام کے کفریات سب گن گن کر بتائے) راوی کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ملتے رہے اور سر کلاتے رہے حتیٰ کہ جب میں نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا عمرؓ اے جانے بھی دو جب مجھے دو باتوں میں اختیار دیا

(۸۳۰) علماء کو یہاں بہ سخت اشکال گذرے۔ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی کھلی ہوئی حقیت کیسے پڑیدہ ہو سکتی ہے بیعتِ قاضی ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی صحت ہی سے انکار کر دیا ہے امام الحرمینؒ نے یہ کہہ بیٹھیں کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے نہیں۔ امام فرائی اعداد اوردی جیسے علماء نے یہ تصریح کوئی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں لیکن ان جیسے مقامات کا

ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فَقَامَ عَلَى قَبْرِهِ حَتَّى فُرِعَ مِنْهُ قَالَ فَجَعَلَ بِي دُخْرُوتِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْهُدُ مَوْلَاهُ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ مَا كَانَ إِلَّا يَسِيرُ أَحَقُّ تَرَكْتُ هَاسَاتِ الْأَيْتَانِ وَلَا نُصَلِّي عَلَى أَحَدٍ مَاتَ أَبَدًا وَلَا نَقَمُ عَلَى قَبْرِهِ إِلَّا خَرُّوا إِلَى الْأَيَةِ قَالَ فَكَأَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ عَلَى مَنَافِقٍ وَلَا قَامَ عَلَى قَبْرِهِ حَتَّى قُبِضَ اللَّهُ . (رواه الترمذی، بہی السمعین ایضاً)

(۸۳۱) عَنْ أَبِي ثَمَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافٍ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ مَاتَ الْأَيُّهُ فَقَالَ أَعْطَانِي فِيمَصْرِكَ أَكْفَنُهُ فِينَهُ وَصَلَّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُ لَهُ فَاَعْطَاهُ فِيمَصْرَهُ وَقَالَ إِذَا فَرَعْتُمْ فَأَذِّنُونَنِي فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ جَذَبَهُ عُمَرُو قَالَ أَلَيْسَ قَدْ فَعَى اللَّهُ أَنْ يُصَلِّيَ

کیا ہے تو جو میرے لئے ان میں مناسب تھی وہ میں نے اختیار کر لی ہے زنج سے کہا گیلہ کے کہ آپ خواہ ان کے حق میں استغفار کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ ستر بار ان کے لئے استغفار فرمائیں گے تو بھی اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو نہ بخشے گا اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی تو ضرور اس سے زیادہ استغفار کروں گا یہ کہہ کر آپ نے اس کی ناز پڑھادی اور اس کے جنازہ کے ساتھ ساتھ بھی تشریف لے گئے اور اس وقت تک برابر قبر پر کھڑے رہے جب تک اس سے فراغت نہ ہو گئی۔ بخدا ابھی زندہ سا وقفہ ہی گزرا ہو گا کہ یہ دعا ستر بار نازل ہو گئیں۔ وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ الْآیۃ

اس کے بعد آخری دم تک پھر نہ تو آپ نے کسی منافق کی ناز پڑھائی نہ کسی کی قبر پر جا کر کھڑے ہوئے نہ مدفون (۸۳۱) ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے اپنے والد کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ اپنی قمیص مرحمت فرمادیں تو میں اپنے باپ کو اس کا کفن دے دوں اور اس کی ناز بھی پڑھائیں اور اس کے حق میں دعا و غفران بھی فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

دعائیں نہ فرمائی جیسا شخص ہو سکتا ہے علماء کلام یہاں اپنی علمی وقوف میں ہی الجھ رہا کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ انہوں نے آپ سے زیادہ کچھ والا اور کثرت ہو سکتا ہے لیکن اس انتہائی دلہیزی کی بنا جس کا جوئی نہ کی سیر میں جوتا ہے بنی مقصد الفاظ کی ظاہری گنجائشوں سے فائدہ اٹھا لینا چاہتا ہے وہ اپنی امت کے معاملہ میں دوسرے خلاف پہلو کو تا مسکان زمین میں لانا ہی نہیں جب تک کہ الفاظ میں اس کے لئے آخری گنجائش بھی ختم نہ کر دی جائے ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ایک ہمدرد کبیلہ میں کی دستوں سے آخری حد تک فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اس سے کہیں اور بڑھ کر جتنا پھر اسی واقعہ میں جب مرحمت سے مانت آگئی تو پھر کی واقعہ میں آپ کی ناز ثابت نہیں ہوئی۔

(۸۳۱) شارحین بخاری شریف نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر اس منافق کو دی غرضی مگر اس کے ساتھ یہی فرما دیا تھا و ما یغنی عنہ قمیصی و صلواتی من اللہ و اللہ انی کنت ارجوان یسلم بد الف من

عَلَى الْمَنَافِقِينَ فَقَالَ أَنَا بَيْنَ خَيْرَتَيْنِ اسْتَغْفِرُ لَهُمَا أَوْ لَا اسْتَغْفِرُ لَهُمَا فَصَلَّى عَلَيْهِمَا فَانزَلَ اللَّهُ
وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ فَذَكَرَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِمْ - (رحمہم اللہ تعالیٰ)
وقال هذا حديث حسن صحيح

(۸۳۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا فِي غَزَاةٍ قَالَ سَفِيَانُ بَرْنِ
أَخَا غَزْوَةَ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَمَكَسَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنْ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لِكُلِّهَا جِرْنِ
وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا لِكُلِّ أَنْصَارٍ فَمَتَمَّ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعَاؤِي

اسی وقت اپنا قمیص دیدیا اور فرمایا جب اس کے غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دیدینا جب آپ
اس کی نماز پڑھالے گئے کھڑے ہوئے تو عمرؓ نے آپ کو کھینچ لیا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ممانعت نہیں
فرمائی کہ آپ منافقین کی نماز پڑھائیں، آپ نے فرمایا مجھے دونوں باتوں میں اختیار ملا ہے خواہ ان کے حق میں
استغفار کر دوں یا نہ کر دوں یہ کہہ کر اس کی نماز پڑھادی اس کے بعد فوراً یہ آیت نازل ہوگئی وَلَا تَصَلُّ عَلَى أَحَدٍ مِنْ
بَیِّنَآپ نے منافقین پر ناز ترک فرمادی۔

(۸۳۲) عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے جابر بن عبد اللہ کو پھر ملے خود سنا ہے کہ ہم ایک غزوہ
میں تھے (سفیان کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ غزوہ غزوہ فتنی اصطلاح تھا) کہ ایک ہاجر نے ایک انصاری
کے کلات ملادی اس پر ہاجر نے دوسرے ہاجر کو جھگڑنے کی دعوت دی اور انصاری نے دوسرے انصار کو

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کو پھر ملے اور وہ بتلوا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے
اور نماز اس کو کیا فائدہ دیکھتی ہے مجھے تو یہ امید تھی کہ اس عل سے شاید اس کی قوم کے ایک ہزار افراد اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ
معاہدات میں ہے کہ جب اس کی قوم نے آپ کی شفقت و رحمت کا یہ علم دیکھا تو ہزار افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ ان نصیر کلمات سے
یہ صاف سمجھ میں آ جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سارا عمل کس جذبہ کے ماتحت تھا۔ آپ اس کی قوم کے اسلام کی اس کوشش
پیش تھے یا یہ کہ درحقیقت اس کی مغفرت کے خیال میں تھے حضرت عمرؓ کے اصرار پر آپ کا فائز رخ چلے جاتا ہوا آخر میں مسکرا دینا
کیا اسی کی غمازی نہیں کر رہا تھا کہ آپ یہاں ایک اہم مقصد کے پیش نظر تھے آئینی دستور سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ غرض اپنی طبعی
طاووت کی وجہ سے جس طرف مائل ہوتے ان کو اسی طرف مائل ہوتا چاہئے تھا لیکن وہ اس میں حکمت تک کہاں پہنچ سکتے تھے جس کا نظریہ
پھر میں برادر جس کی بدولت ایک جماعت اسلام کے حلقہ گروہ ہوگئی اسی کے قریب جگہ میں حضرت ابو بکرؓ کا واقعہ ہے وہ بھی آنحضرت
کی حد سے بڑھتی ہوئی اصلاح فزاری سے دردمند ہو کر اندر زیادہ اصلاح فزاری سے آپ کو روک رہے ہیں اور تہل دے رہے ہیں مگر یہی اصل مسئلہ
تھے کہ اپنے ہمدردوں کے سامنے اتنے بے اختیار ہوئے چلے جاتے تھے کہ آپ کی مصلحت بابرک بھی آپ کے شانوں سے گری جا رہی تھی
مقام نبوت والے ہی اس انتظار کو یا اس واقعہ میں اتنے سکون کو پہچان سکتے ہیں۔

(۸۳۲) امام بخاری نے ابواب المناقب کے باب ما نبی عنہ من دعوی المجاہلین کے ضمن میں بھی اس حدیث کو

الْمُهَاجِرِينَ قَالُوا رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَسَبَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَقُّوهُمَا فَإِنَّهُمَا مَنِينَةٌ فَنِمِمَ ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي إِيَّازٍ سَلُولُ فَقَالَ أَوْ قَدْ فَعَلُوهُمَا لَيْتَ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِكُفْرِ جَنِّ الْأَقْرَبِ مِنْهَا الْأَذَلُ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعْنِي أَخْبِرْتُ عَنْكَ هَذَا الْمُنَافِقُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لَا يَتَّخِذُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ وَ قَالَ عُمَرُ فَقَالَ لَيْتَ بَنُو عَبْدِ اللَّهِ بَنُو عَبْدِ اللَّهِ وَاللَّهِ لَا تَقْلِبُ حَتَّى يُقْرَأَ أَنَّكَ الدَّارِيلُ وَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَزِيزُ فَعَفَلَ . (رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح)

آپ نے یہ فعل شورنا تو فرمایا یہ کیا نازِ جاہلیت کی سی آوازیں آرہی ہیں۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ایک مہاجر شخص نے کسی انصاری کے لات مار دی ہے (اس پر کچھ ہنگامہ برپا ہو گیا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ناشائستہ کلمات کو چھوڑ دو۔ یہ قصہ کہیں عبداللہ بن ابی بنی سُن پایا اس نے کہا اچھا کیا مہاجر نے یہ فعل کیا ہے چلو فدا دینے چلیں تو جو باعزت فریق ہے وہ ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ اس پر عرض فرمایا کیا رسول اللہ آپ اجازت دیں تو میں اس منافق کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا رہے دو۔ کہیں لوگ یہ مشہور نہ کر دیں کہ میں اپنے لوگوں کو بھی قتل کر دیتا ہوں۔ عمرو بن دینار کے علاوہ بعض اور راویوں نے اس قصہ میں اتنا اور فعل کیلئے کہ ابن ابی کے اس گستاخانہ فقرہ پر اس کے بیٹے عبداللہ نے کہا خدا کی قسم تو مدینہ طیبہ میں اس وقت تک گھس نہیں سکتا جب تک اپنے منہ سے اس کا اقرار نہ کر لے کہ تو ہی ذلیل ہے اور معزز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر اس نے اس کا اقرار کر لیا۔

روایت کیا ہے اس میں اس مہاجر شخص کے متعلق یہ لفظ مدیت کئے ہیں وکان من المهاجرین رجل لعاب شامین نے اس کے مدعی لکھے ہیں ایک یہ کہ اس شخص کے مزاج میں خوش طبعی اور رازداری کا معنوں تھا اور کسی نے لکھا ہے کہ یہ نیزہ گھمانا خوب جانتا تھا۔ حافظ ابن کثیر نے اس کا نام جہاد بن قیس لکھا ہے۔ عمرؓ کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی تشریح کرتے ہوئے امام خطابیؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے ان مختصر کلمات سے دینی سیاست کا ایک اہم باب کھل جاتا ہے اور وہ ہے کہ کسی شخص کا قلبی ایمان کا ذہان معلوم کرنے کے لئے اس کے سوا مادہ کیا صورت نکل سکتی ہے کہ اس کے کسی ظاہری عمل ہی کو اس کا معیار مقرر کیا جائے اب اگر منافقوں کے صرف باطنی کفر پر مروج کفر کے سے احکام لگا دیئے جاتے تو دشمنانِ دین کو یہ بطنی پھیلانے کا موقع مل جاتا کہ مسلمان اسلام کے حلقہ گروہوں کو بھی کفر باطن کا پھانہ لیکر جب چاہتے ہیں قتل کر ڈالتے ہیں اس لئے اسلام کی مروجہ حلقہ گروہی کے بعد بھی جان و مال کے محفوظ ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اس پر ہدایت گشت کو چھوڑنا ثابت نمونے کیلئے یہ صورت اختیار کی گئی کہ جب تک کسی کے ظاہری اعمال سے کفر ثابت نہ ہو جائے صرف اس کے باطنی کفر کی وجہ سے اس کو کافر قرار نہ دیا جائے۔

(۸۳۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَصْعَدُ الثَّمِينَةَ ثَمِينَةً الْمُرَارِقَةَ يَخْطُ عَنْهُ مَا خَطَّ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ فَأَقُولُ مَنْ صَعِدَ مَا خَلْنَا خَيْلُ بَنِي إِسْرَافِيلَ ثُمَّ تَنَامُ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ مُغْفَرُونَ إِلَّا صَاحِبَ الْجَلِّ الْأَسْمَرَ فَإِنَّهُ نَفَلْنَا تَعَالَى يَسْتَغْفِرُ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَاللَّهِ لَئِنْ أَجِدُ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي صَاحِبُكُمْ قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ يَنْشُدُ ضَالَّةً لَهُ - (رمہاء مسلم)

(۸۳۴) عَنْ الْأَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِي حَلَقَةٍ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ ثُمَّ أَحَدُنَا يَفْتِي حَتَّى قَامَ عَلَيْنَا فُسِمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ أُنْزِلَ الْيُنْعَانُ عَلَى قَوْمٍ خَيْرٌ مِنْكُمْ قَالَ الْأَسْوَدُ سُبْحَانَ اللَّهِ يَعْزِلُ إِنْ الْمَنَافِقِينَ فِي الدَّرَزِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ فَنَبِّئْتُمْ عَبْدَ اللَّهِ وَجَلَسَ حَتَّى يَفْتِيَ فِي تَاجِيَةِ الْمَيْعِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ تَفَرَّقَ الْأَصْحَابُ فَرَمَانِي بِالْأَحْصَاءِ ثَمِينَةً فَقَالَ حَتَّى يَفْتِيَ عَجِبْتُ مِنْ خُفْيَتِكُمْ وَقَدْ عَرَفْتُ مَا قُلْتُمْ

(۸۳۳) جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قبیلہ جس کا نام مرارہ ہے پہلے کون چڑھے گا کاس کے گناہ اسی طرح معاف ہو جائیں جیسے بنی اسرائیل کے معاف ہوئے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ہمارے قبیلہ بنی خزیمہ کے گھوڑے اس پر چڑھ گئے اس کے بعد ہر سب لوگ یکے بعد دیگرے چڑھنا شروع ہو گئے تب لے فرمایا مغفرت میں تم سب ہی شریک ہو گئے صرف وہ سرخ اونٹ والا شخص رہ گیا ہم اس کے پاس آئے اور ہم نے اس سے کہا چل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیری بخشش کی بھی دعا کرالیں۔ وہ بولا خدا کی قسم تمہارے اس صاحب کی مغفرت کی دعا سے میں یہ بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں کہ میرا کھویا ہوا جانور مل جائے۔ ماوی کہتا ہے کہ یہ شخص اپنا جانور تلاش کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ (مسلم شریف)

(۸۳۴) اسود بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت حذیفہؓ آکر ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے۔ سلام کیا اس کے بعد فرمایا (مطہن رہنے کا مقام نہیں) نفاق ان لوگوں میں بھی پیدا ہو چکا ہے جو تم سے بہتر تھے کہونکہ وہ عہد صحابہ میں تھے اور تم طبقہ تابعین میں ہو) یہ سن کر اسود نے اترنا و تعجب کہا بھوان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو منافقین کی شان میں فرماتا ہے ان المنافقون ہم وہ دوزخ کے سب سے تمنائی طبقے میں ہوں گے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسکرائے۔ حضرت حذیفہؓ مسجد کے ایک گوشہ میں جا بیٹھے اس کے بعد حضرت عبداللہؓ کی مجلس ختم ہو گئی اور ان کے شاگرد بھی متفرق ہو گئے تو حضرت حذیفہؓ نے ایک کنکری مار کر بلایا اور فرمایا مجھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مسکراہٹ سے تعجب ہوا وہ میری مراد

(۸۳۳) اس روایت سے بھی یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ منافقین کے بارے میں سلف کا تصور کیا تھا۔

لَقَدْ أُنْزِلَ الْبَقَاءُ عَلَى قَوْمٍ كَانُوا خَيْرًا مِنْكُمْ ثُمَّ تَابُوا فَأَتَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ رِوَاهُ الْبُخَارِيُّ
 (فی التفسیر)

(۸۳۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى أَحَدٍ فَرَجَعَ نَاسٌ
 مِنْ كَانٍ مَعَهُ فَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ فَرَمَتَيْنِ قَالَ بَعْضُهُمْ نَقَلْنَاهُمْ
 وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا فَتَرَكْتُ فَمَا لَكُمْ فِي الْمَافِقَيْنِ وَفَتَيْنِ (رواه مسلم)

(۸۳۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمَافِقَيْنِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 كَانَ إِذَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَزَا وَخَلَعُوا عَنْهُ وَفَرَّحُوا بِمَقْعِدِهِمْ خِلَافَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَدُوا إِلَيْهِ وَخَلَعُوا
 أَحِبُّوَانِ يُحَدِّثَانِ مَا لَمْ يَفْعَلُوا فَتَرَكْتُ لَا أَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا كَانُوا يُحَدِّثُونَ أَنَّ مُحَمَّدًا يَأْتِي
 يَفْعَلُوا فَلَا أَحْسِبَنَّ هَؤُلَاءِ مِنَ الْعَذَابِ (رواه مسلم)

سمجھ گئے تھے۔ بیشک ایک زمانہ میں تم سے بہتر لوگوں میں نفاق پیدا ہو گیا تھا لیکن آخر انھوں نے توبہ کی اور
 مخلصین صحابہ میں سے بن گئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی توبہ قبول فرمائی۔ (پہلے حضرت حذیفہؓ نے بغرض تنبیہ
 صرف ان کے ابتدائی حال کو ذکر فرمایا تھا بعد میں ان کی توبہ اور اخلاص کو ذکر فرمادیا تو پھر کوئی اشکال
 نہ رہا۔ (بخاری شریف)

(۸۳۵) زید بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ احد کے لئے نکلے تو
 بعض منافقین جو آپ کے ساتھ آگئے تھے واپس لوٹ گئے۔ ان لوگوں کے معاملہ میں صحابہ کرام کی دو جماعتیں
 ہو گئیں ایک نے کہا ہم ان کو قتل کریں گے دوسری نے کہا نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہو گئی۔ تم کو کیا ہو گیا کہ
 منافقین کے بارے میں قہاری دو جماعتیں ہو گئیں۔ (مسلم شریف)

(۸۳۶) ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین کا یہ دستور تھا کہ
 جب آپ کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو یہ لوگ پیچھے رہ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف
 بیٹھ کر خوش ہوا کرتے پھر جب آپ واپس تشریف لے آتے تو آپ کے سامنے اس کا کوئی نہ کوئی عندیہ تراش دیتے
 اور قسمیں کھا جاتے اور یہ چاہتے کہ جو کام وہ نہیں کر سکے اس پر بھی ان کی تعریف کی جائے اس پر یہ آیت نازل
 ہو گئی۔ جو لوگ اپنی کارستانیوں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کام وہ نہیں کرتے اس پر ان کی تعریف ہو
 آپ یہ گمان نہ فرمائیں کہ وہ عذاب کی گرفت سے باہر ہیں۔ (مسلم شریف)

النفاق العَمَلی

(۸۳۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَدُّونَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ذَا الرَّحْمَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هُوَ لَآءٌ يَوْجِبُهُ وَهُوَ لَآءٌ يَوْجِبُهُ. (متفق عليه)

(۸۳۸) عَنْ عَمْرِو بْنِ قَامٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَا رَحْمَتَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ. (رواه الدارمی)

(۸۳۹) عَنْ أَبِي عُمَرَ أَمْرٍ قِيلَ لَهُ إِنْ أَتَاكَ دَخْلٌ عَلَى سُلْطَانِنَا فَتَقُولُ لَهُ بِخِلَافِ مَا سَمِعْتَهُ مِنْ أَخَا

عَمَلِ نِفَاقٍ

(۸۳۷) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں سب سے بدتر شخص تمہارے کو باؤ گے جو دھڑا خا ہر ان کے پاس آئے تو ان کی سی باتیں بنادے اور ان کے پاس جائے تو ان کی سی باتیں بنادے۔ (متفق علیہ)

(۸۳۸) عمار شذیبت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں دو مٹھی باتیں بنائے گا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبائیں ہوں گی۔ (دارمی)

(۸۳۹) ابن عمر سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا ہم لوگ جب اپنے بادشاہ کے دربار میں جاتے ہیں تو ان سے اور قسم کی باتیں بناتے ہیں اور جب ان کی مجلس سے باہر نکل آتے ہیں تو دوسری قسم کی باتیں کرتے ہیں

(۸۳۸) امام غزالی تحریر فرماتے ہیں۔ وانفقوا علی ان ملاقات الاثنین بوجہین نفاق۔ یہ متفق علیہ بات ہے کہ دو طرفہ باتیں بنانا نفاق کی خصلت ہے پھر اس کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ خصلت چٹھواری سے بدتر ہے کیونکہ چٹھواری تو صرف ایک دشمن کی بات دوسرے کے سامنے نقل کرنے کا نام ہے اور یہاں دو طرفہ ایک کی مخالف بات دوسرے کے سامنے نقل کرتی ہو جاتی ہے۔ اگر اس نے دو دشمنوں کے کلمات نقل تو نہیں کئے مگر ان کے مخالف کلمات کو جس میں کہ دونوں ہی کی تصدیق کرتا رہا اور دونوں کی باتیں ہاں ملاتا رہا۔ یا ہر ایک کے سامنے ان کی باہم دشمنی پر تعریف کرتا رہا۔ یا ان میں سے ہر ایک کی مدد کا وعدہ کرتا رہا تو ان سب صورتوں میں اس کو دوا لوجہین اور دوا السامعین کہا جائے گا اسے چاہئے یا تو بیب حد ری خاموش رہے یا ان میں سے جو حق پر جو اس کی تعریف کرے اس کے سامنے بھی، پس پشت بھی اور اس کے دشمن کے بد روی بھی۔ (رجار العلوم ج ۲ ص ۱۱۰)

(۸۳۹) امام بخاری نے کتاب الاقسام میں حدیث مذکور کو کسی قصداً تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جاننا ظاہر ہے کہ اس نے سنہام احمد سے روایت حدیث بھی معمر بن ان النفاق میں نقل کیا ہے انہم متکلمون کلاماً ان کما اتعده علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النفاق وہی رفاۃ قال ان کان الرجل لیتکلم بالکلمۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصیر ما نفاً وانی لا سمعھا من احدکم فی الیوم اور المجلس عشر مرات۔ تم آج ایسی باتیں

حَرْجًا مِنْ عِنْدِهِ قَالَ لَنَا نَعْدُ هَذَا نِعَاً - (رسولہ البخاری)
 (۸۴۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَخَافُ عَلَى هَذِهِ
 الْأُمَّةِ كُلِّ مَنَافِي يَتَكَلَّمُ بِالْحِكْمَةِ وَيَعْمَلُ بِالْجَوْدِ (رواه البيهقي في شعب الایمان)

(اس اختلاف بیانی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں) انھوں نے فرمایا اس حرکت کو ہم ایک قسم کا نفاق
 شمار کیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

(۸۴۰) عفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس امت پر اگر خطرہ ہے
 تو صرف اس منافق کا ہے جو باتیں بڑی پر حکمت بنائے مگر اس کے کارنامے سب ظلم کے ہوں۔ (شعب الایمان)

مذہبے نکالتے ہو جن کو ہم عہد نبوت میں نفاق شمار کیا کرتے تھے ایک روایت میں یہی مضمون اس طرح ہے کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جس کلمہ کو زبان سے نکالتے ہر آدمی منافقوں میں شمار ہوتا تھا آج وہ دن ہے کہ اسی کلمہ
 کو ہم ایک مجلس میں تہائی زبانوں سے دس دس بار سن پتے ہیں۔ (جامع العلوم) الخلیفہ کئی جلدی زندہ کہاں سے کہاں چاہیچا
 حوالت کل تک نفاق مئی جاری تھی آج وہ زبانوں پر بے محابا آ رہی ہے۔ لیکن واضح رہنا چاہیے کہ یہاں نفاق سے وہی ظاہر
 باطن کا اختلاف مراد ہے پھر جس کا تقویٰ جتنا زیادہ تھا اس کی گرفت بھی اسی قدر باریک تھی سلف کے حالات کو اپنے حال پر
 قیاس نہ کرتا چاہئے — اہم غزالی فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کے سامنے جا کر اس قسم کی باتیں بتانا اس وقت نفاق شمار ہوتا ہے جبکہ
 ان کے پاس جانے کی ایسا شوق ہو کہ کوئی کلمہ نہ بولے۔ اب اس شخص کا جہاں ان کی تعریفیں کرنا اور باہر کرنا مقصد نہ ہو بلکہ حاجت
 ہے اور نفاق ہے۔ کیونکہ اس نے محض حب جاہ و مال کے لئے اپنے ضمیر کے خلاف تعریف کی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہے کہ جب مال و جاہ قلب میں نفاق کی اس طرح نمودار ہوئے کہ میں جیسا پانی بڑھو کی۔ یعنی یہ جو خصلتیں انسان کو اس پر اجارہ داری
 ہیں کہ وہ بادشاہوں کی خدمت میں جا کر اپنے ضمیر کے خلاف باتیں بنائے اور نفاق میں گرفتار ہو۔ لیکن اگر ان کے دماغ میں جلنے
 بیگز نہ ہو انسان کی تعریف کے بغیر کوئی جاہ نہ ہو تو اب دفع شر کے قصد سے جو تعریف ہوگی وہ نفاق شمار نہ ہوگی۔ حضرت ابوہریرہؓ
 فرماتے ہیں کہ میں بعض مرتبہ ایسے لوگوں کے سامنے بھی دعوت نکال دیتے پڑتے ہیں جن پر ہمارا دل حسرت کرتا ہے۔ سلف میں جہاں اس
 قسم کی شائیں ملتی ہیں ان کا دائرہ صرف ظاہری توجہ، مسکایا ہوا کٹناہ دہائی کے اندر محدود ہے۔ مزید جھوٹ اور مزید تصدیق
 پھر کئی مکروہ عمل ہے۔ (ایضاً ج ۳ ص ۱۱۰)

(۸۴۰) حافظ ابن ربیع نے اسی مضمون کو حضرت عفر سے الفاظ ذیل موقوفاً نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے منبر پر فرمایا تمہارا
 متعلق مجھے سب سے زیادہ خطرہ اس شخص کا ہے جو منافق علم بزرگوں نے پرچا منافی ہو کر پھر اس کو علیم ہی کہا جائے۔ کیسے ہو سکتا
 ہے؟ فرمایا اس کی باتیں بڑی پر حکمت ہوں گی مگر اس کا عمل حق کے خلاف ہوگا۔ حضرت حدیفہؓ سے منافق کی تعریف میں سنو! پر
 الذی یصفت الایمان ولا یصل بہ۔ بلال بن سعد فرماتے ہیں المنافق یقول ما یعرف ویعمل ما ینکر (جامع العلوم و التکرم)
 یہ سب باتیں ایک ہی مضمون کی مختلف تعبیرات ہیں ان سب میں جزلی الفاظ حضرت عمرؓ ہی کے ہیں اور یہاں نفاق سے ان
 کی مراد نفاق علی ہے۔

(۸۴۱) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ لَدَا الْمَنَافِقِينَ الْيَوْمَ مَثْرًا مِنْهُمْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَأَنَّهُ يَوْمَ مَيْمُونٍ يُسْرِدُونَ وَالْيَوْمَ يَجْهَرُونَ. (رواه البخاری فی الفتن)

(۸۴۲) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ إِنَّمَا كَانَ التَّفَاقُّ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْيَوْمَ
فَأَنَّهُمْ هَوَّ الْكَفْرَ بَعْدَ الْإِيمَانِ. (رواه البخاری)

شعب النفاق

(۸۴۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْرُؤْ
وَلَمْ يَحْدِثْ بِهٖ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ تَفَاقٍ. (رواه مسلم)

(۸۴۱) حذیفہ فرماتے ہیں کہ آج کے منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے منافقوں سے زیادہ بھیاں
ہیں۔ اس وقت کے منافق تو اپنا نفاق چھپاتے پھرتے تھے اور آج تو بے دھڑک ظاہر کرتے پھرتے ہیں
(اور جنگ میں مقابلہ پر نکل آتے ہیں)۔ (بخاری شریف)

(۸۴۲) حذیفہ فرماتے ہیں کہ نفاق کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پر ختم ہو گیا اب ہم اس کو
ایمان کے بعد کفر یعنی ارتداد شمار کریں گے۔ (بخاری شریف)

نفاق کے شعبے

(۸۴۳) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مر گیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے
راستہ میں نہ کبھی جنگ کی اور نہ اس کے دل میں اس کا خطرہ گذر تو وہ اپنے ساتھ نفاق کا ایک شعبہ لے کر مرا۔ (مسلم شریف)

(۸۴۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غزوات ہی سے مومن نفاق کے درمیان پورا امتیاز ہوا کرتا تھا۔
جو مومن تھے وہ تو ہر وقت دارِ آتشِ جنگ میں کود پڑتے تھے اور جو منافق تھے وہ دم چڑا جاتے تھے۔ درحقیقت ایک مومن کی شان
یہی ہوتی تھی کہ وہ خدا اور اس کے رسول کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے بے چین نظر آئے اور یہی اس کا ثبوت ہوگا
کہ خدا اور اس کے رسول کی محبت اس کے قلب میں تمام محبتوں پر غالب آچکی ہے۔ اگر بالفرض کوئی ایسا نادروقتہ اس کے ہاتھ
نہ آئے تو کم از کم اس قاتلِ مومن کا دل ہمیشہ تڑپت رہتا رہے گا۔ اگر ایسا بھی نہیں تو یہ اس کی علامت ہوگی کہ اس کا دعویٰ
ایمان صرف زبانی ہی زیادتی ہے اس کا قلب جذباتِ محبت سے بیکسر خالی ہے۔ یہی ظاہر و باطن میں ایک قسم کا اختلاف ہے
اس لئے اس کو بھی نفاق کا شعبہ کہا جائے گا۔

(۸۳۴) عَنْ أَبِي أَسَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ وَالْبَدَأُ وَالْيَأْنُ شُعْبَتَانِ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْبَدَأُ وَالْيَأْنُ شُعْبَتَانِ مِنَ الْإِيمَانِ - (رداء الترمذی)

(۸۳۵) ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرم و کم غنی اور جھک ایمان کے دو شعبے ہیں اور بد زمانی اور زبان آوری نفاق کے دو شعبے۔ (ترمذی شریف)

(۸۳۵) یعنی (جھکنے) سے یہاں مراد وہ نہیں جو زبان میں کسی عیب کی وجہ سے پیدا ہو جائے بلکہ وہ ایک مغفّت ہے جس کی وجہ سے غصہ بے خوفی اور بے باکی سے بات نہیں کرتا وہ اپنے ہر لفظ کو گڑا کا تین کے قلم کے تحت تصور کرتا ہے اور ایک ایک کلمہ سے خدائی محاسبہ کا خوف رکھتا ہے وہ جمع پر اپنے نقد بیان سے چھا جاتا نہیں چاہے اس کے تیار نگینہ میں قاضی، القاضی، سادگی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے۔ غرض جب گفتگو کرتا ہے تو کسی تعصب کے بغیر قصور و حاجت گفتگو کرتا ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ اس کے کلام میں فصاحت نہیں ہوتی اس کا بیان غیر مرتب اور بے مغز ہوتا ہے اور اس میں کوئی موفقی و جاذبیت نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی ساری زیبائش و آرائش کے باوجود انتہاء درجہ مؤثر و نہایت پر شوکت اور زور پی ہوتا ہے اس کے خلاف وہ بیان ہے جس کا مقصد انہار علم اور افہام ختم ہو، حق کو باطل اور باطل کو حق کر کے دکھانا ہو اور اپنے الفاظ کے طعرات سے مخاطب کو صرف مرعوب کر دینا ہو اسی کو حدیثوں میں منطع اور تشقی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

= بیان سراسر تعصب اور تکلف ہی تکلف ہوتا ہے۔ قلوب میں اس کا فردی اثر ہو جاتا ہے اور با اوقات اس کے ذریعہ سے بڑے بڑے اضطرابات می رونما ہو جاتے ہیں مگر ان سب کا وجود اسلام کی نظریں وہ نفاق کا ایک شعبہ ہی رہتا ہے۔ وہ بیان نہیں جس کو سورۃ الرحمن میں وَعَلَّمَ الْإِيمَانَ میں بطریق اعتقان فرمایا گیا ہے بلکہ وہ بیان ہے جس کی طرف غائبان وان من الیمان لخصراً میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اسی لئے حدیث مذکور میں بیان کے ساتھ بدئاً کا لفظ اور عقی کے ساتھ حیاء کا لفظ رکھا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہاں بیان سے وہ بیان مراد ہے جو انسان کی بے باکی کو بد زمانی کا اثر ہوتا ہے اسی طرح عقی سے وہ کم سختی مراد ہے جو انسان کی ایمانی حیاء کا اثر ہوتی ہے۔ خلاصہ کہ مومن چونکہ خرمیلا ہوتا ہے اس لئے تراخ و تراخ باتیں نہیں کرتا اور منافق چونکہ بے باک ہوتا ہے اس لئے بڑے بڑے کڑے سے بین ہو جکتا۔۔۔ امام ابن قیمین ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نے حضرت ابو بکر سے ان کے زیادہ ابتلا میں کچھ عرض کیا تو حضرت ابو بکر علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ کیا تجھے خبر ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کو صرف اس کے خوف نے مراکز صامت بنا رکھا ہے، نہ گوشتیں، نہ ان کی زبانوں میں کوئی عیب ہے بلکہ بڑے فاضل، بڑے بولنے والے بڑے بیع و بیع ہیں اور اللہ اور اس کی کریمہ سالنوں کے بڑے عارف ہیں لیکن جب ان کے سامنے خدائی عظمت کا نقشہ آجاتا ہے تو مارے خوف کے ان کے دلوں کے گوشے اڑ جاتے ہیں ان کی زبانیں گونگی ہو جاتی ہیں اور ان کی عقلیں حیران ہو جاتی ہیں۔ (تاویل مختلف الامم، ص ۲۸۲)

ہیں نہ یہاں نفاق کا شعبہ ہے اور نہ ہر کم سختی ایمان کا شعبہ۔ مراد صحت اور عار و ذم کو سمجھنا بعض الفاظ سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس کیلئے کیفیات نفسانیہ اور مختلف حالات کا ہمیشہ نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ نہ ہر کم ستر اثر قلندری دانہ۔ حدیث کے مطالب پر غور و فحس کو لئے کیلئے آپ ہر جگہ اس دقیقہ پر نظر رکھئے۔

(دیکھو تاویل الاحادیث لابن قیمین۔ ص ۲۸۲)

(۸۴۵) عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْعَفَاةَ وَالْبِقَاعَ لَأَعْيُ الْبَشَرَ وَالْقَلْبَ وَالْفَقْرَ مِنَ الْإِيمَانِ وَهُنَّ ثَمَانِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ وَيَقْصُرْنَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا يَزِدُنَّ فِي الْآخِرَةِ أَكْثَرُ وَأَنَّ الْبَدَأَ وَالْجَمْعَ وَالشُّمَّ مِنَ الْبِقَاعِ وَهُنَّ ثَمَانِيَةٌ فِي الدُّنْيَا وَيَقْصُرْنَ فِي الْآخِرَةِ وَمَا يَقْصُرْنَ فِي الْآخِرَةِ أَكْثَرُ (رواه احمد)

صفات المنافق

(۸۴۶) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَمَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تَغْنَمُهَا الرِّبَاةُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعِدُّ لَهَا أُخْرَى حَتَّى يَأْتِيَ أَجَلُهَا وَمَثَلُ

(۸۴۵) عون بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی وساطت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بلاشبہ شرم، پاکبازی، کم سخنی اور سچے سب ایمان کی باتیں ہیں اور کم سخنی سے عداوت سانی اور زبان کی طعنائی کا ترک کر دینا سب سے قیمتی باتیں ہیں (یعنی وہ کم سخنی نہیں جو ناجہجی کی وجہ سے پیدا ہو اور یہ تمام باتیں اخروی ترقیات کا موجب ہیں اور دنیوی نقصان کا اور ان کا اخروی نفع ان کے دنیوی نقصان سے زیادہ ہے۔ اسی طرح بیزبانی اور شدت مزاجی اور بخل غنا کی باتیں ہیں اور یہ چیزیں دنیوی ترقیات کا موجب ہیں اور اخروی نقصان کا اور ان کا اخروی نقصان ان کے دنیوی نفع سے زیادہ ہے۔ (احمد)

منافق کی صفات

(۸۴۶) کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد مومن کی مثال گہوڑوں کی اس تیلی اور نازک شلخ کی سی ہے جس کو تو ایں اور مرد ہر گز راتی رہتی ہیں اس طرف کی ہوا چلی تو ادھر دے بچھا اداس طرف کی ہوا چلی تو بھروس کو سیدھا کھڑا کر دیا اس کی روش پوٹھی رہا کرتی ہے یہاں تک کہ اس کی

(۸۴۶) اس حدیث میں مومن و منافق کی کچھ حقیقیات مذکور ہیں اور ان کے اعتبار سے مفید مومن کی تسلی اور منافق کو احتیاء ہر مومن ساری دنیا کو خدا کا پیام سنانا ہے اور سارے جہان کو اپنا دشمن بنالیتا ہے ہر رحمت اس کی غلی کو تاہیوں کی طرح طرح سے مکافات کرتی رہتی ہے اس لئے ہر طرف سے حوادث کی آماجگاہ بن جانتا ہے منافق کو نہ دینا سنا ہی ہے نہ رحمت کے انتہاء کا اہل ہے اس کے لئے استدرج و اہمال کا قانون ہے وہ ایک باغی کی طرح جب گرفتار ہوتا ہے تو ایک ہی مزا یعنی سزا موت پالیتا ہے سبحان اللہ کہتے مختصر کلمات ہیں مگر حقیقت سے کہنے لبریز اور عبرت سے کہنے بھرے ہوئے۔

الْمُتَّاقِينَ كَمَثَلِ الْأَرْضِ الْمُجْدِبَةِ الَّتِي لَا يُصِيبُهَا شَيْءٌ حَتَّى يَكُونُ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَلِحْدَةٌ (متفق علیہ)
(۸۴۷) عَنْ ابْنِ جُمَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُتَّاقِينَ كَالثَّاءِ وَالْعَائِزَةِ
بَيْنَ الْعَمَمَيْنِ لَوْ عَلِمَ إِلَى هَذِهِ مَرَّةً وَإِلَى هَذِهِ مَرَّةً - (سواء مسلم)

(۸۴۸) عَنْ عَامِرِ الرَّامِ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ فَقَالَ إِنَّ
الْمُؤْمِنِينَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْهُ كَانَ لَعَارُ فَمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِمْ وَ
مَوْعِظَةٍ لَهُ فِيمَا يَسْتَقِيلُ وَإِنَّ الْمُتَّاقِينَ إِذَا مَرَضُوا ثُمَّ عُوِيَ كَانَ كَالْبُعِيرِ عَقْلَهُ أَهْلُهُ ثُمَّ أُرْسِلُوهُ
فَلَمْ يَذْرِ لَهُمْ عَقْلُوهُ وَلَمَّا أُرْسِلُوهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْأَسْقَامُ وَاللَّهُ مَا مَرَضْتُ

موت آجاتی ہے اور منافق آدمی کی مثال اس مضبوط اور جھپٹے چبڑے کے درخت کی سی ہے جس پر کوئی
آفت نہیں آتی پھر جب اکھڑتا ہے تو ایک دم جڑ سے اکھڑ کر جا پڑتا ہے (متفق علیہ)
(۸۴۷) ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے
جو زر کی تلاش میں دو گلوں کے درمیان کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف ماری ماری پھرتی ہے۔ (مسلم شریف)
(۸۴۸) عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاریوں کے ثواب کا تذکرہ فرمایا اس سلسلہ میں بھی
فرمایا کہ کامل مومن جب بیمار پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیدیتا ہے تو اس کی بیماری اس کے گزشتہ
گناہوں کے لئے تو کفارہ بن جاتی ہے اور آئندہ اس کے لئے نصیحت کا باعث بن جاتی ہے لیکن جب
منافق بیمار پڑتا اور شفا یاب ہو جاتا ہے تو وہ اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جس کو اس کے مالک نے باندھا اور
پھر کھول دیا مگر نہ وہ یہ سمجھا کہ کیوں تو اس کو باندھا اور کیوں کھولا تھا۔ حاضرین مجلس میں ایک شخص بولا میں تو

(۸۴۷) منافق ذلیل کی مثال اس بکری سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی جو زر کی تلاش میں بکری بکری پھرتی ہے اسی طرح منافق
بزدل جماعت کبھی اپنے نفس کی خاطر مسلمانوں میں اور کبھی کافروں میں ماہے ماہے پھرتے ہیں ان کا سارا نقطہ نظر صرف
دنیا کا مال اور جان کی حفاظت ہے تا کہ وہ دنیا کی طرح مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتے اور دوسروں کی طرح دوسروں کی آغوش میں حمایت
کے متلاشی رہتے ہیں۔ اس مرض سے نفرت پیدا کرنے کیلئے اس سے زیادہ مؤثر تشبیہ اور کیا ہوگی۔

(۸۴۸) اس حدیث کا مضمون بھی تقریباً وہی ہے جو اس باب کی پہلی حدیث کتب میں مالک کا تھا اس میں بھی یہی سمجھا گیا تھا
کہ منافق کو نہ تو صحابہ کی آغوش میں نہیں گنتی۔ باطنی اسباب کے علاوہ میان کچھ ظاہری اسباب بھی اس کے میں ہو جاتے ہیں۔ اور وہ
یہ کہ شرعی قیودات اور اخوت کا غم مومن کے لئے ایسا بار بن جاتا ہے جو اس کو ابھرنے نہیں دیتے۔ منافق ان تمام غموں سے
آزاد ہوتا ہے اس لئے اول تو بیماری کہ بڑا تلہ ہے اور اگر بڑا تلہ تو عبرت نہیری کی اس میں کوئی مدوح نہیں ہوتی۔

یہاں اس شخص نے بڑی گستاخی کی کہ ایسے نازک مرحلہ پر جبکہ آپ کی محفل میں مومن و منافق کے امتیازات بیان
ہو رہے تھے اپنے نفس میں غرور و نفین کی صفت بیان کر دی مگر لسان نبوت سے پھر بھی یہ ارشاد نہیں ہوا کہ جاؤ منافق ہر

قَطُّ فَقَالَ قُمْ عَنَّا فَلَسْتُ مِنَّا۔ (سواء ابو داؤد)

(۸۴۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُنْتَرَعَاتُ وَالْمَحْلَعَاتُ مِنْ الْمَنَافِعَاتِ۔ (سواء النسائی)

(۸۵۰) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيُّ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ وَعَمَلُ الْمُنَافِقِ خَيْرٌ مِنْ نَبِيِّهِ وَكُلُّ يَحْمِلُ عَلَى نَبِيِّهِ فَإِذَا عَمِلَ الْمُؤْمِنُ عَمَلًا قَارَنِي قَلْبِهِ لَوْ رَوَاهُ فِي الْحَبِيبِ

یہی نہیں جانتا کہ بیماری ہے کیا چیز خدا کی قسم میں تو کبھی بیمار نہیں پڑا۔ اس پر آپ نے فرمایا جاؤ میں تم کو نہیں (ابو داؤد)
(۸۴۹) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورتیں اپنے نفسوں کو اپنے شوہروں سے خلع کر کے علیحدہ کر لیتی ہیں یہ بھی منافق ہیں۔ (نسائی)

(۸۵۰) سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر رہتی ہے اور منافق کا عمل اس کی نیت سے زیادہ خوشنما نظر آتا ہے اور ہر شخص کا عمل اس کی نیت کے تابع رہتا ہے۔ جب مومن کوئی عمل کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے قلب میں ایک نور چمک اٹھتا ہے۔ (منافق کی نیت چونکا بھی نہیں ہوتی اس لئے اس کا عمل بے نور ہوتا ہے) (حلیہ)

صرف اپنی غلطی کی وجہ سے اتنا ضرور ہوا کہ اس محفل میں شمار نہ ہو سکا اب اگر یہ شخص کوئی منافق ہی تھا جب تو بات ظاہر ہے روزِ پھر بھی بڑی محرومی رہی۔

(۸۴۹) جو عورتیں نکاح کے بعد بے وجہ خلع کرنے پر تیار رہتی ہیں ان کا ظاہر و باطن بھی یکساں نہیں ہوتا۔ اگر وہ دل میں رضامند نہیں تو انب خلع کیوں کرتیں۔ یہی خصلت منافق کی ہے یہاں اس عمل کی خدمت ذہن نہیں کرنے کے لئے غفلت کرنا مافات کا لقب دیدیا گیا ہے۔ مالک علی الاطلاق کے ساتھ قریب کوٹنے والا بھی منافق ہوتا ہے اور جو اپنے شوہر کے ساتھ یہ چال چلے وہ بھی اسی زمیں شمار ہے۔ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ شوہر کو شریعت میں کچھ مالکانہ حقوق دیئے گئے ہیں اب یہی عوام میں شوہر کو مالک سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی تناسب سے شوہر کی حق ناشتاسی کو حدیثوں میں کفر سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔

(۸۵۰) حدیث مذکور سند کے لحاظ سے گو کوئی بڑا پایہ نہ رکھتی ہو مگر ملحوظ معنوں بہت جزیل ہے اور اس کے ہم معنی اعلیٰ درجہ کی اور حدیثیں ملتی ہیں مستبر علیانے بھی اس کی شرح میں کافی دلچسپی لی ہے۔

انام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کی عبادات و طاعات کا تمام کارخانہ اس کے دعوں سے مل کر بنتا ہے۔ عمل جوارح اذنیہ۔ یہ دعوں اس کے عمل ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ نیت قلب کا عمل ہے اور ظاہری عمل اعضا ظاہری کا۔ اس کے بعد دلوں میں اپنی اپنی حد پر وجوبِ اجر ہوتے ہیں اس لئے دلوں ہی بہتر شمار ہوں گے لیکن اگر سوال ان دعوں میں افضل کے متعلق ہو تو حدیث کا فیصلہ یہ ہے کہ نیت اس کے عمل جوارح سے بہتر رہے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ عبارت کا

علامات النفاق

(۸۵۰) عَنْ أَبِي مُرَّةٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلنَّافِقِينَ عِلَامَاتٍ لَا يَخْفَوْنَ بِهَا يَخْتَفَتُهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَطَعَامُهُمْ هَبْهَةٌ وَغَنِيمَتُهُمْ غُلُولٌ وَلَا يَقْرَبُونَ الْمَسَاجِدَ إِلَّا

نفاق کی نشانیاں

(۸۵۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں کی چند علامتیں ہیں جن کے ذریعہ سے وہ شناخت کئے جاسکتے ہیں۔ سلام کی بجائے ان کی زبانوں پر لعنت کا لفظ رہتا ہے۔ لوٹ کا مال ان کی خوراک ہوتی ہے، خیانت کا مال ان کا مالی غنیمت ہوتا ہے، مسجد کے قریب نہیں آتے مگر بہرہ ورہ

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) جو اصل مقصد ہے اس میں معنی تاثیر نیت کی کہنی ہے اتنی ظاہری عمل کی نہیں ہوتی مثلاً نماز کا اصل مقصد اپنے رب کے سامنے تواضع اور اظہارِ غرور و نیاز ہے ظاہری یا مکان اس کیلئے صرف ملک وسیلہ ہے اللہ تعالیٰ نے قلب و جوارح میں ایسا حکم ملا دیا کہ جب قلب پر کوئی خوفِ خدا نہ ہو تو ظاہری اعضا بھی قورازہ کرنے لگتے ہیں اسی طرح جب کسی قییم و یکس کے سر پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے تو فوراً قلب میں رقت و نرمی کا اثر پیدا ہونے لگتا ہے۔ دُعا و حمد کا مقصد بھی صرف ان اعضا کو جھکا کر نیاز میں پھیرنا نہیں بلکہ قلب میں خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا کرنی ہے پس ہر کوئی شخص دُعا و نیکیوں میں گرفتار ہو کر سجدہ میں جا پڑتا ہے اور اپنا مقصد پیش نظر نہیں رکھتا تو ظاہر ہے کہ اس عمل سے اس کے قلب میں تواضع و نیاز کا کوئی اثر پیدا نہیں ہو سکتا پھر جب اس کا کوئی نفع نہ ہو تو کیا یہ کہ ہمچ نہ ہو گا کہ یہ عبادت ہی باطل ہے کیونکہ اس کا کرنا نہ کرنا دونوں برابر برے سمجھے گئے اگر کہیں اس نے کسی کی نائش دیا کی نیت کرتی تو اب معاملہ اور سخت ہو جاتا ہے اور یہی بطلان کے عملِ غیرِ حقیقت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ نوس کے عمل سے اس کی نیت کا مرتبہ بلند ہو گیا کیونکہ عملِ خیر کی خیریت بھی نیت کی خیریت پر موقوف ہے۔ (اجالہ العلوم ج ۲ ص ۲۳۳)

امام غزالیؒ کی اس شرح سے حدیث کے دوسرے جملہ کی شرح خود بخود روشن ہو جاتی ہے معنی منافق انسان جو عملِ خیر میں کرتا ہے اس کی روح میں اتنی ہی ہوتی ہے جو ظاہر میں نظر آ رہی ہے لیکن اس کا عمل باطن معنی نیت وہ بالکل بے روح ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے اس عمل کا اس پر کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کے برعکاس جو اس کے عمل سے اس کا قلب منفرد ہو جاتا ہے جیسا کہ ابھی امام غزالیؒ کے کلام سے معلوم ہوا۔

(۸۵۱) معلوم رہے کہ بعض منافقین کے کافر ہونے کے باوجود حدیثوں میں جب ان کی علامات ذکر کی گئی ہیں تو وہ صرف چند عامی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منافق کی ظاہری سطح ہمیشہ مسلمانوں ہی کے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ اگر اس کا کفر بالکل عیاں ہو جائے تو اس کو منافق ہی کہیں گے کہ جیسے اس لئے اس کی علامات بھی اُنہی عامی ہی ہوسکتی ہیں غرض اتنا ہے کہ یہ عامی مسلمان سے واقف قاصر نہ رہے ہیں اور منافق کی سرشت میں داخل ہوتے ہیں۔ ان عامی کا خلاصہ۔ بد اخلاقی، مطلب پرستی، خیانت اور دین سے بیزاری ہے جب انسانی اخلاق بگڑ جاتے ہیں تو اس کی زبان گندی اور اس کی حرکات خفیف ہو جاتی ہیں

مُحَمَّدًا وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا ذُبُرًا مَسْكُورِينَ لَا يَأْتُونَ وَلَا يُؤْتُونَ خُشْبًا بِاللَّيْلِ
صَحْبًا بِالنَّهَارِ (سواء احمد واخرجه الحفاظ ابن كثير في تفسير سورة المنافين)

کہو اس کرتے ہوئے، اور نماز میں شریک نہیں ہوتے مگر سب سے آخر میں۔ اترتے ہوئے، نہ خود کسی سے الفت رکھتے ہیں۔ نہ ان سے کوئی الفت رکھتا ہے، شب میں ہنسی کی طرح بستر پر پڑے رہتے ہیں اور دن میں خود بچاتے بچتے ہیں۔

جب اس میں امانت کا سمنون نہیں رہتا تو لوٹ کا مال اس کو مال طیب نظر آنے لگتا ہے اور خیانت کرنا اس کی نظر میں بالیٰ غنیمت کی طرح مجرب بن جاتا ہے جب اس میں مطلب پرستی کی خصلت سراپت کر جاتی ہے تو اس کے پیش نظر بجز اپنے مطلب کے اور کچھ نہیں رہتا، اس کے دل میں کسی سے الفت نہیں رہتی اور اس لئے دوسرے لوگوں کے قلوب سے بھی اس کی الفت نکل جاتی ہے۔ خود غرض انسان کا ہمیشہ ہی حشر ہوتا ہے اور جب قلب میں دین سے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے تو نماز میں جیستی باقی نہیں رکھتی۔ منافقین کی معاشی اور عادی زندگی کا یہ اتنا سچا نقشہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کا اس سے زیادہ نقشہ کھینچتا ہے تو نہیں کھینچ سکتا۔ ان میں سے ایک ایک عمل قاتل مانیائی کے برخلاف ہے۔ ایہ ان اور امانت سے مشتق ہے وہ خیانت، خود غرضی اور ابدی آزمائی کو برداشت نہیں کرتا۔ رہ نماز کا معاملہ تو اس کا ایسا عمل ہے کہ قرآن کریم میں اس کو ٹھیک ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وَاَكَاَنَ اللّٰهُ لِيُضَيِّعَ اِيْمَانَكُمْ۔ اس میں سستی بھلاؤں سے کہے ممکن ہے لیکن جس طرح خارجی اسباب کی بنا پر بھی کبھی ایک یون سے بھی ٹھکر کے اعمال سرزد ہو جاتے ہیں اسی طرح کبھی کبھی اس سے نفاق کے اعمال بھی سرزد ہو جاتے ہیں۔ ایسا مسلمان جو اپنی عملی زندگی میں کچھ منافق سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا حدیث کے الفاظ میں منافق کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور جبکہ اس کا نقشہ عمل ٹھکر منافقوں کی طرح ہو۔ تو وہ اسی کا سنی ہے لیکن باطنی تصدیق رکھتا ہے اس لئے بلحاظ احکام اس کو اس منافق کی بلندی نہیں رکھا جاسکتا جس کا باطن تصدیق سے خالی ہے اس لئے فقہی تعبیرات یہاں مختلف ہو گئی ہیں۔ کسی نے اس کا نام نفاق علی عمل رکھا اور کسی نے اس کو نفاق اصغر کہہ دیا ہے۔

یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کسی کلام کا مفہوم سمجھنے کیلئے اس کے ماحول کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے اس لئے ان احادیث کو بھی اسی ماحول میں پڑھے جبکہ ایک طرف منافقین کی جماعت تھی جو ان مذہب مخالفوں میں از سر تا پا غرق تھی۔ دوسری طرف مسلمانوں کی وہ جماعت تھی جو ان کو انتہائی نفرت کی نظر سے دیکھتی تھی۔ تو سلم یا غیر محبت یافتہ جماعت زیر بحث ابھی نہیں سکتی، طبعہ کچھ عرصہ بعد یا تو مذہب و مرتب ہو کر قدیم العہد مسلمانوں کی طرح بن چکا تھا۔ اگر اسلام ان کے عقوم کے نیچے نہیں اترا تو وہ اپنا راستہ اختیار کر چکا تھا یہ حال مسلمانوں کا وہ گروہ جس کو اسلامی جماعت کہا جاتا تھا ان زشت اعمال سے اسی درجہ بیزار تھیں کہ ان کو ہونا چاہیے ان حالات میں ان احادیث میں کسی کی بحث کی ضرورت ہی نہ تھی لیکن ہمارے دورِ انحطاط میں جب ایک قدیم العہد مسلمان میں بھی یہ خصائل موجود نظر آنے لگے تو بلاشبہ اب معاملہ قابل بحث بن گیا اور نفاق اعلیٰ اور علی کی تفہیم کرنی پڑی۔ اس سے غرض یہ نہیں کہ یہ تقسیم پہلے موجود تھی بلکہ یہ مقصد ہے کہ سلف کی نظروں میں علی نفاق بھی اعلیٰ نفاق کی برابر نظر آتا تھا اس لئے وہ اس تقسیم کے قابل نہ تھے وہ اسلام کے خلاف اعمال میں ایسی تاویلات سوچا ہی پسند نہیں کرتے تھے جن کی بنا پر ان اعمال کی اسلام میں کوئی گنہائش نکل سکے۔ ان کے نزدیک اسلام کے ساتھ بس اسی کے اجزاء ہونے پڑیں اگر نفاق کی کوئی خصلت وہ کسی مسلمان میں دیکھ لیتے تو یہ ان کے نزدیک ایک غیر معقول صورت تھی اور

(۸۵۲) عَنْ ابْنِ مَرْزُوقَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَآذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَآذَا أَتَمَّنَّ خَانَ - (رواه البخاری)

(۸۵۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مَنْ لَمْ يَنْفِرْ

(۸۵۲) ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (بخاری شریف)

(۸۵۳) عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ چاروں

(یعنی سارے صفحہ گذشتہ) صفت ملتی ہیں وہ ایک مسلمان میں وہی اعمال نظر آئے گا ایسے میں کا اسلام تقاضا کرتا ہو اس سے اس میں ایسا کوئی نفاق نہیں ہے کوئی تقسیم نہیں ہے یہ وہ اسلام کے جوئے اہل کو اسلام کہتے تھے اور کفر و نفاق کی ایک ایک فصلت سے انتہا درجہ بیزاری تھے تقسیم اور تاویس کرنا ان کے ملحدانہ خیالات کی چیزیں تھیں۔ اس قسم کی حدیثوں کا اصل منشا یہ تفسیر کرنے ہے کہ مسلمان کے لئے یہ ہرگز دریا نہیں کہ وہ اپنی زبان سے تو اسلام دیا جان کا دعویٰ کرتا رہے مگر اس میں کلمہ ہوئے منافق کی علامتیں باقی جائیں۔ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ نفاق کی ایک ایک فصلت سے بیزار ہو اگر وہ اسلام کا دعویٰ ہے تو اپنے ظاہر و باطن میں پوری یک جہتی پیدا کرے اور اپنے نعتہ عمل کو اتنا بدناما ہوئے سے کہائے جسے دیکھ کر حکم لگانا درست ہو کہ یہ ٹھیک ایک منافق کا نعتہ عمل ہے۔

(۸۵۴) حافظ ابن رجب حنبلی تحریر فرماتے ہیں کہ نفاق علی اگرچہ صوف انسان کے ظاہر و باطن کے اختلاف کا نام ہے جس کی بہت فصلیں نکل سکتی ہیں مگر ان کے اصول صرف پانچ ہیں۔ (۱) جھوٹ بولنا۔ (۲) امانت میں خیانت۔ (۳) وعدہ خلافی (۴) غصہ میں آکر بے قابو ہو جانا۔ (۵) عہد کو ترک کرنا۔ (جامع العلوم)

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین نے یہ تمام چالیس جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ بھی چلیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیامت تک کیلئے انکی قلوب میں نفاق کا روگ پھیل گیا۔ فَغَشَّاهُمْ نِفَاقَاتُهُمْ فِي ظُلُمٍ أَلْیٍ یَوْمَ یَلْقَوْنَ رَبَّهُمْ لَنَبْلُوَنَّ شَرْبَاتِہُمَا أَخْلَعُوا اللَّهُ مَا وَعَدُوا رَبَّهُمْ وَأَلْبَنُوا یَوْمَئِذٍ۔ پس اس بات کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کے دلوں میں نفاق کا روگ اس وقت تک کے لئے بیٹھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے طیس رہیں اب دور ہونے والا نہیں) اور یہ اس لئے کہ انھوں نے جو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا اسے جان بوجھ کر ادا نہیں کیا اور اس لئے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے رہے۔

آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ وعدہ خلافی اور رسول کی کافرہ نفاق ہو سکتا ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان جرائم میں زیادہ شدت اس لئے پیدا ہوگئی تھی کہ انھوں نے خدا اور رسول کے معاملہ میں بھی ان کا ارتکاب جائز رکھا بلکہ اپنی حالت بنایا اسی طرح ان کی بقیہ براہوں میں بھی خدا اور رسول کے ساتھ رہی جیسا کہ سہۃ برارہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ اس سے یہ بات بھی خوب روشن ہوگئی کہ ہر جرم جن کی اہمیت بظاہر ہر اتنی ہوتی چاہئے تھی اتنی اہم کہوں میں نہیں۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ نفاق کی حیثیت یہ کہ وہ ایک اور غریب کا کسی اور غریب و باطن کا اختلاف ہے ان ضرائف میں سے ہر ایک فصلت میں۔ دونوں باتیں موجود ہیں

اَوْثَمَنَ حَانَ وَاِذَا اَحَدٌ كَذَبَ وَاِذَا عَاٰ هَدَّ عَدَّ رَا وَاِذَا اَخَا حَمَّ فُجِّرَ. (متفق علیہ)

خصلت پیدا ہو گئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے، جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو توڑ ڈالے اور جب جھگڑا کرے تو بے قابو ہو جائے۔ (متفق علیہ)

وَنَقَّبَ قُلُوبًا سَوَادًا يَابَسَةً وَذَمَّوْلًا
كُنْتُمْ مُتَشَكِّمِينَ
۹) اَللّٰهُ يَغْفِرُكَ وَالْمَوْتُ يَغْفِرُكَ مِنْ
نَحْسٍ يَأْتِيكَ بِالْكَرِّ وَغَيْرِهِ
الْمَعْرُوفِ وَغَيْرِهِ اَيْلُو يَحْمَدُ
۱۰) وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَنْ لَا يَكُونُوا
مُضِلِّهٖ لَصَدَقَ وَكَذٰلِكَ مِنْ
الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهِ غٰلَوْا
۱۱) وَلَقَدْ اَوْفَوْا بِعَهْدِهِمْ
لَكِنِّي نَجَّيْتُكَ مِنَ الْمَطْرُوعِيْنَ مِنْ
الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ
لَا يَحْمِلُوْنَ اَكْبَادَهُمْ يَتَفَرَّقُونَ

میں کہیں ہم نے تفریق اور مذاق کے لیے بات کی تھی تمہیں سے کہو کیا تم
اشک کا ساتھ اس کی آئین کے ساتھ اس کے سول کے ساتھ مذاق کرتے تھے۔
مذاق مولانا قی غور میں سب یا ہم ایک ہیں۔ برائی کرنے کا اور
اچھی باتوں سے بچنے کا حکم دیتے ہیں اسلئے خدا ہی غریب کرنے
سے اپنے ہاتھ کیچنے ہیں۔
اور ان میں کہہ لوگ ایسے ہی ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ
پنا فضل (مال و دولت) عطا فرمادے تو ہم ضرور غیبت کریں گے
اور ضرور نکال میں شامل ہونے کی سعی کریں گے پھر جب خدا تعالیٰ نے انہیں
پنا فضل (مال و عطا فرمایا تو انہیں گمراہی کرنے لگے اور اپنے عہد سے بھر گئے۔
اس معاملہ جو لوگ خوشی سے غیبت کرتے ہوئے مومنوں پر نکلتے ہیں
اور جن مومنوں کو اپنی محنت شفقت کی کمائی کے سوا مادہ کہہ سیر نہیں
ان پر سخر کرتے ہیں۔

آیت باہر سے جو منہ جارتا جی برآمر ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

- ۱ - چار کے موقع پر جمعہ کی قسمیں کھا کر جان بچا لینا۔
- ۲ - اور اگر شریک ہوں تو ان میں فتنہ پرداز کی فکر رکھنا۔
- ۳ - مسلمانوں کی خوشی میں ناخوش ہونا اور ان کی ناخوشی میں خوش ہونا۔
- ۴ - خانہ دل میں کامی سے شریک ہونا اور جب خرچ کرنا تو بے دلی سے مجبور ہو کر۔
- ۵ - اپنی اس دودھی پالیسی کی وجہ سے ہر وقت دے دے رہنا اور اگر تہذیب میں پڑے رہنا کہ فرخ و نصرت کے جوہر
دعوت مسلمانوں سے گئے ہیں کہیں وہ پورے ہی نہ ہو جائیں جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے۔
- ۱۱ - مسلمانوں اور خدا کے رسول پر نکلتے جینی کرنا پھر غرض کے لیے بندے کہ ان کی خوشی و ناخوشی کا اور صرف ملکہ دنیوی ہوتا۔
- ۸ - خدا اور رسول کے ساتھ استہزاء اور جب تحقیق کی جائے تو مذاق و تفریق کا یہاں نہ بنادینا۔
- ۹ - ان کا اصل رشتہ تعلق منافقوں کے ساتھ ہونا امر بالمعروف کے بجائے بری باتوں کا حکم دینا اور سبیل باتوں سے روکنا۔
- ۱۰ - خدا کے ساتھ جھگڑ کر کے توڑ دینا۔

جب آپ ان خصال پر غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ ٹھیک وہی خصال ہیں جو منہ نام احمد اور خنق علیہ
حدیث میں پہلے آپ کی نظر سے گذر چکے ہیں۔ وہی دودھ خلائی، وہی خود غرضی، وہی ملامتاتی اور وہی خیانت
کی باتیں جو آپ نے صحابہ میں پڑھیں۔ ان آیات میں ان کی تفصیلات موجود ہیں۔ یہی خصلتیں اگر صرف انسانوں ہی کے
درمیان ہوں تو کیا کم ہیں۔ ہم جانتے کہ بندہ اور اس کے مددگار کے درمیان ہوں تو جھوٹی قسمیں کھائے، خدا تعالیٰ سے

الکذب

(۸۵۴) عَنْ جَعْفَرِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَيْلٌ لِمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُطْهَرَ بِهِ الْعَوْمُ وَدَيْلٌ لَهُ (رحمہ اللہ احمد والترمذی و ابوداؤد والدارقطنی)

(۸۵۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَا عَدُوُّهُ الْمَلِكُ صَلَاحٌ مِنْ نَفْسٍ مَا جَاءَ بِهِ (رحمہ اللہ ترمذی)

دروغ گوئی

(۸۵۴) بہن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص پر افسوس صد افسوس جو صرف اتنی بات کے لئے جھوٹ بولتا ہے کہ لوگوں کو خوش کرے اور ان کو ذرا ہنس دے۔ (احمد ترمذی و ابوداؤد و دارقطنی)

(۸۵۵) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو خدا کا فرشتہ اس کلمہ کی بدولت ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ (ترمذی)

رہنما صفحہ گذشتہ) وعدے کرے کہ اگر توبہ کو غنی کرے تو میں تیری راہ میں سخاوت سے خرچ کروں پھر اس وعدہ کو پورا نہ کرے اس پر خود غریب ہو جائے گے کسراف مال اس کی خوشی ناخوشی کا غریب بن جائے عام مسلمانوں کی خوشی و ناخوشی سے کوئی واسطہ ہی نہ دے اخلاق کی بددستی کی یہ نوبت آجائے کہ خدا کے مقدس رسول اور اس کی مخصوص جماعت پر نکتہ چینی اور ان پر تہزاد و مذاق کی عادت پڑ جائے عبادت بندہ و مالیت سے اتنی بے اتفاقی کہ نہ پیدا ہو سکیں نہ وہ مکر و فریب کا یہ عالم کہ ہر بانی کے توحید پر جان چھڑانے کیلئے بیان بنائے اور اگر بچھا جائے چھوٹے تو پھر مسلمانوں کو جا کر طرح طرح کا نا۔ منافقین کے یہ تمام خصال خدا اور رسول اور عامہ مومنین کی خاصی زندگی میں اس طرح پھیلے رہے کہ پھر ان میں سے ایک ایک خصلت فحاشی کی ایک ایک علامت بن گئی۔ پہلے یہ تفصیلات کیا کی جاسکتی تھیں کہ کس کا تعلق براہ راست خدا تعالیٰ کے ساتھ اور کس کا مخلوق کے ساتھ تھے تو صرف نیت اور باطن کی بات تھی اس لئے صرف خصال کو فحاشی کی علامت قرار دیا گیا اور جس میں یہ سب خصلتیں جمع ہو جائیں اس کو تنبیہ کر دی گئی کہ اب اس کا نقشہ زندگی ٹیک ٹیک ٹیک کی براہ ہو گیا ہے اگر وہ مدعی ایمان ہے تو یہ نقشہ اس کیلئے مناسب نہیں۔

(۸۵۴) امراء اور نبیوں کو لوگوں کے مدد و مدد میں کچھ لوگ ظریف تھے ضرور کرتے تھے جن کے بہرہ و صوفی خدمت ہوتی تھی کہ وہ جھوٹ یا کج بل کر ان کی محض کو گرم کیا کریں۔ اسلام نے اس کو صرف ایک کذب ہی کا مرتبہ نہیں بلکہ انسانیت اور اخلاق سے گری ہوئی بت قرار دی ہے کہ ایک انسان صرف اپنے جیسے انسان کی خاطر ایسی خیف حرکات پر آمادہ ہو جائے۔

(۸۵۵) تنبیہ و تنبیہ کی طرح خوشبو اور دیر بوی رحانیات کے عالم میں عموماً اس سے ہیں ان کو مجازاً اور استعارات پر عمل نہ کرنا چاہئے بلکہ بہت جلد کر کے قدم اٹھانا چاہئے جہاں حاشہ شادہ کوہ قوت بسر آجائے کہ صدق و کذب کی خوشبو اور دیر بوی عام خوشبو اور دیر بوی کی طرح محسوس ہونے لگے۔

(۸۵۸) مَنْ جَاثِرًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلِفُ أَحَدٌ عِنْدَ مَنْبَرِي هَذَا عَلَيَّ يَمِينًا ثُمَّ وَعَلَى سِوَالِهِ أَخْضَرَ لَا تَبْرَأُ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ لَوْ جَبَّتْ لَهُ النَّارُ (رواه مالك ابو داود ابن ماجه)
 (۸۵۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ خُلُقِي ابْغَضَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكُذْبِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُكْذِبُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَذِبَةَ فَمَا يَزَالُ فِي نَفْسِهِ عَلَيْهِ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهُ قَدْ أَخَذَ بِهَا تَوْبَةً - (رواه احمد)

(۸۶۰) عَنْ صَفْوَانَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُذْبُ إِمْرًا أَرْنِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا خَيْرَ فِي الْكُذْبِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعِدْهَا وَقُولْ لَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا جَانَةَ عَلَيْكَ - (رواه مالك)

۸۵۸) جاثری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی میرے منبر کے پاس آکر جھوٹی قسم کھائے اگرچہ وہ ایک منبر سواک کے معاملہ میں ہو اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں کر لیا یا اس کے لئے دوزخ کا عذاب واجب ہو گیا (ماوی کو شک ہے)۔ (مالک۔ ابو داود۔ ابن ماجہ)

(۸۵۹) حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جھوٹ سے زیادہ اور کوئی عادت قابل نفرت نہ تھی کوئی شخص آپ کے سامنے جھوٹ بولتا جب تک وہ اس سے توبہ نہ کر لیتا آپ کے قلب مبارک میں اس کی طرف سے ناگواری کا اثر برابر محسوس ہوا کرتا۔ (احمد)

(۸۶۰) صفوان سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میں اپنی بی بی سے جھوٹ بول سکتا ہوں؟ فرمایا جھوٹ میں تو کوئی بھلائی نہیں، اس نے عرض کیا اچھا تو پھر اس سے وعدہ کر لوں۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (احمد)

۸۵۸) ہنوز یہ ہے کہ جھوٹ کی انواع جتنی سخت ہوتی جائیں گی اس کا عذاب بھی اتنی ہی سخت ہوتا چلا جائیگا جھوٹی شہادت اور جھوٹی قسم سے جان ایک گناہ کبیرہ لازم آتا ہے اسی کے ساتھ نظام عالم بھی برباد ہوتے ہیں، ہر مصلحت انسان کی فاسد ہے اور نظام کی تباہی کا سبب انسانوں سے غرضیت میں حقوق العباد کو حقوق اللہ پر اس لئے جا بجا اہمیت دی گئی ہے کہ حقوق العباد کے متعلق انسانوں کے حق ہیں اور حقوق اللہ ایک سہ نیاز کا۔

(۸۶۰) زن و شرہر کے تعلقات کو شریعت میں بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اگر بی بی کی رضامندی کے لئے شرہر کوئی نسلی آئینہ کھائی زبان سے نکال دے تو خاص اس موقع کے لئے اس کو وصیت دی گئی ہے صدق کی بحث میں آپ اس کی تفصیلات پڑھ چکے ہیں۔

(۸۶۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْكُذْبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ حُجْنٌ بُنِيَ لَهُ فِي وَسْطِ الْجَنَّةِ وَمَنْ حَسَنَ خُلُقَهُ بُنِيَ لَهُ فِي أَعْلَاهَا. (رواه الترمذی)

(۸۶۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا لَمَدَّ الظَّنَّ ذِيانَ الظَّنِّ أَكْذَابُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحْتَسِبُوا وَلَا تَحْسَبُوا وَلَا تَتَجَسَّسُوا وَلَا تَتَجَسَّسُوا وَلَا تَخَاسِدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَنَادُّوا وَلَا تَنَادُّوا وَلَا تَتَوَاعَبُوا إِلَّا خَوَانًا. (رواه البخاری)

(۸۶۱) انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا حالانکہ وہ بری اور بیکار بات ہے اس کا صحی جنت میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑا کرنا چھوڑا حالانکہ وہ حق پر تھا اس کے لئے وسط جنت میں مکان بنے گا۔ اور جس نے اپنے اخلاق درست کر لئے اس کے لئے جنت کے اعلیٰ طبقہ میں مکان بنایا جائے گا۔ (ترمذی)

(۸۶۲) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو خبردار بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی ایک بدترین جھوٹ ہے اور لوگوں کے عیوب تلاش کرنے کی فکر میں نہ رہو دھوکا بازی مت کرو۔ باہم ایک دوسرے پر حد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، غصہ کے ساتھ ایک دوسرے سے منہ نہ پھرو اور سب اللہ کے بندے بھائی بھائی کی طرح بن جاؤ۔ (بخاری شریف)

(۸۶۱) جھوٹ بولنا اور جھگڑا کرنا دونوں نفاق کی خصلتیں ہیں جس میں جھگڑا کرنا جھوٹ سے زیادہ سخت ہے جھوٹ باطل ہو کر چھوڑنے کی چیز ہے اور جھگڑنا بچے معاملہ میں بھی پسندیدہ نہیں۔ عداوتی چاہ ہوئی جدا چیز ہے جس کو عرف میں جھگڑا کہتے ہیں وہ بچے معاملات میں بھی اعلیٰ اخلاق سے گری ہوئی بات ہے اسی لئے فرمایا کہ جس نے اپنے اخلاق سنھار لئے اس نے تو جنت کے اعلیٰ طبقہ کا سامان کر لیا۔

(۸۶۲) اس حدیث میں یہ نیکی لگی ہے کہ ایک دوسرے کی صدق و صفات کی منزل صرف اسی کے نطق پر جا کر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اس سے گزر کر اس کے ظنون اور خیالات تک بھی پہنچتی ہے یعنی خلاف واقع بات نہ کہ مکان اللہ کی کے متعلق واقع کے خلاف بدگمانی کرنا دونوں جھوٹ ہیں اور دونوں میں بڑھ کر جھوٹ ہے دوسرا جھوٹ ہے کبھی سوامی کا سب سے بڑا عیب یہ ہوتا ہے کہ اس میں باہم ایک دوسرے کے عیوب کی چھان بین کی جائے اس عداوت بد سے باہم مافرت پہنچتی ہے اور نفسیاتی لحاظ سے جو محب پہلے نہ ہوں ان کے بھی جرائم پیدا ہونے لگتے ہیں اس کے برخلاف حسن ظن سے اس نوعیت کی خفا پیدا ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے نفس میں شرافت و کرم کے آثار نمایاں ہوتے لگتے ہیں۔ پھر مسلمانوں کے اس عام حسن ظن کی بنا پر محبت خداوندی بھی ان کے ساتھ ان کے ظن کے مطابق حاصل کرتی ہے۔ معاملات کو اتنا امکان ظاہر کے تابع رکھنا اور بلاوجہ درجہ تجسس نہ کرنا اجتماعی جہاد کا ایک اہم اصول ہے۔ حسن عورت میں آیت ولا تجسسوا میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

(۸۶۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَمِلَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كَلِيفَ
 أَنْ يَتَقَدَّ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَكِنْ يَفْعَلُ وَمَنْ اسْتَقَمَّ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ
 يَفُورُونَ مِنْ مَشْصَبٍ فِي أَذُنِهِ الْآنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَنْ حُورٍ صَوْرَةٌ عَذِيبٌ وَكَلِيفَ أَنْ
 يَنْقُحَ فِيهَا وَلَيْسَ بِسَائِغٍ. (رواه البخاری)

(۸۶۴) عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ آخِرَ الْفِرَافِ
 أَنْ يَرَى عَيْنِيهِ مَا لَمْ تَرِيَا. (رواه البخاری)

(۸۶۳) ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہے جو شخص
 جھوٹا خواب بنائے (قیامت میں) اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ دو جگہ دانوں میں گرہ لگائے (جیسا
 اس نے دنیا میں گرہ بندی کی تھی) اور ظاہر ہے کہ یہ ہرگز اس کی قدرت میں نہ ہوگا (اور جو شخص لوگوں
 کی باتیں کان لگا کر سنے گا اس حال میں کہ وہ اس کو ناپسند کرنے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں (راوی
 کو شک ہے) تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ بگھلا کر ڈالا جائے گا اور جو شخص کسی جاندار کی
 صورت بنائے، اس سے کہا جائے گا کہ اس میں روح یعنی ڈال اور ظاہر ہے کہ وہ روح ڈال نہیں
 سکے گا (بالآخر اس کو بھی عذاب ہوگا)۔ (بخاری شریف)

(۸۶۴) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بدنامہتان یہ ہے کہ
 آدمی اپنی آنکھوں کے متعلق ایسی چیز کا دیکھنا بیان کرے جو انہوں نے نہیں دیکھی یعنی (جھوٹا
 خواب بنائے)۔ (بخاری شریف)

(۸۶۴) ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ صدق و حقا کا احاطہ صرف حالت بیداری تک ختم نہیں ہوتا،
 بلکہ حالت نوم تک بھی پہنچتا ہے۔ اگر کوئی شخص حالت خواب کے متعلق بھی کوئی جھوٹا کلمہ کہے تو وہ بھی سخت مجرم ہو
 بلکہ اس کا جرم دوسرے مجرموں سے زیادہ ہے کیونکہ نومن کا خواب نبوت کا چالیسواں جزو ہوتا ہے اور
 یہ اسے بھی گندہ کرتا ہے۔

غرض اس باب میں کذب کی جتنی صورتیں گزر چکی ہیں ان سب سے احتراز کرنے کے بعد آپ منزل صدق کو
 حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ تمام صورتیں نفاق کا شعبہ ہیں۔ ان میں سے چھوٹا یا بڑا کوئی بھی شعبہ اگر کسی مومن کے اندر
 موجود ہے تو اس میں نفاق کا ایک شعبہ موجود ہے وہ مومن صادق نہیں پھر یہ تو کسی کسی کے نصیب ہیں کہ مومن
 صدیق کی فہرست میں داخل ہو جائے جس کے سرور صدیق اکبر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یا اھذا الذین امنوا اتقوا
 اللہ وکونوا مع الصادقین۔

الخلف فی الوعد

(۸۶۵) عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ بَيْنِهِ أَنْ يَفْعَلَ فَعَلَهُ فَلَمْ يَفْعَلْ وَلَمْ يَخَفْ لِيْلَيْعَادِ فَلَا تُؤْمَرْ عَلَيْهِ (ابو داؤد وترمذی قال ابن سناہ بالمری وروی عنہ) (۸۶۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَارِ أَخَاكَ وَلَا تَمَارِجُهُ وَلَا تُعَدُّهُ مَوْعِدًا فَتُخْلَفَ. (سواء الترمذی وقال هذا حديث غریب)

(۸۶۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي الْحَمَاءِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ وَبَيْعَتْ لِي بَعِيَّةٌ فَوَعَدْتُ أَنْ أَتِيَنِي فِي مَكَانِهِ فَتَسِيْتُ فَنُكِرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَأَذَاهُونِي فِي مَكَانِهِ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتُ عَلَى أَنَا هَهُنَا مِنْ ثَلَاثٍ أَشْطَرُ لَكَ. (سواء ابو داؤد)

الخصومة والجدال

(۸۶۸) عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ

وعده خلافی

(۸۶۵) زہرا بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب انسان وعدہ کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ اس کو پورا کرے گا مگر اتفاقاً پورا نہ کر سکے اور وقت مقرر پر نہ آ سکے تو اب اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (ابو داؤد - ترمذی)

(۸۶۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی سے جھگڑا بھی نہ کرو اور نہ اس سے زیادہ مذاق کرو اور نہ بے وجہ اس سے وعدہ کرو کہیں پھر وعدہ خلافی کی نوبت آجائے (ترمذی) (۸۶۷) عبد اللہ بن ابی الحماۃ سے روایت ہے کہ میں نے نبی سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا مجھے آپ کو کچھ دینا رہ گیا تھا اس لئے میں نے وعدہ کیا کہ میں آپ کو اسی مقام پر لا کر دیتا ہوں پھر مجھے یہ بات یاد نہ رہی اور تین دن کے بعد یاد آئی۔ آکر کیا دیکھتا ہوں کہ آپ برابر اسی جگہ موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے بڑی تکلیف دی میں تین دن سے تمہارے انتظار میں بہاں موجود ہوں۔ (ابو داؤد)

لڑائی اور جھگڑا

(۸۶۸) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر

يَعْلَمُ لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللَّهِ حَتَّى يَنْزِعَ - (رماء ابو داؤد)
 (۸۶۹) عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهُ قَالَ ابْغَضَ الرَّجَالِ إِلَى اللَّهِ الْاَلَدُ الْخَصِمُ - (رواهما عثمان)
 (۸۷۰) عَنْ زَيْدِ بْنِ حُدَيْرٍ قَالَ قَالَ لِي عُمَرُ مَا تَعْرِفُ مَا يَهْدِمُ الْاِسْلَامَ قَالَ قُلْتُ لَا
 قَالَ يَهْدِمُهُ مَنْزِلَةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْاُيُمَّةِ الْمُضِلِّينَ - (رماء الدارمی)

اضاعة الصلوات

(۸۷۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ مَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ الْاُمَنَافِقُ قَدْ عَلِمَ
 نِفَاقَهُ وَمَرِيضٌ لَمْ يَكُنْ الْمَرِيضُ لِيَمْنِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلَاةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
 عَلِمَ سُنَّ الْهَدْيِ وَانْ مِنْ سُنَنِ الْهَدْيِ الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَدُّنَ فِيهِ - (رماء مسلم)

جب ملے معاملہ میں جھگڑا کرے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے تحت رہتا ہے تا اگلا اس کو ترک نہ کرے۔ (ابو داؤد)
 (۸۶۹) حضرت عائشہ فرموا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک
 انسانوں میں سب سے زیادہ بغض و دشمنی ہے جو بوجہ قسم کا جھگڑا ہو۔ (بخاری شریف)
 (۸۷۰) زید بن حدر بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمرؓ نے پوچھا جانتے ہو اسلام کو ضائع کرنے والی چیزیں
 کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا ایک تو عالم کی لغزش، دوم منافق کا کتاب اللہ میں بے بات جھگڑے
 نکالنا، سوم گمراہ حاکموں کے ظالمانہ اور جاہلانہ فیصلے۔ (دارمی)

نمازوں میں کاہلی اورستی

(۸۷۱) ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم دیکھتے تھے کہ جماعت سے بس دو ہی شخص پیچھے رہتے تھے یا
 کھلا ہوا منافق یا مریض اور مریض بھی دو شخصوں کا سہارا لے کر مسجد میں آبی جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت کے راستے بتادیئے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ اس مسجد میں
 اگر نماز ادا کی جائے جہاں بخیر وقتہ اذان دیکھائی ہو۔ (مسلم)

(۸۷۰) منافق کی جتنی خصلتیں ہیں ان سب کا رشتہ کہیں نہ کہیں جاکر خدا اور اس کے رسول کی ناراضی کے ساتھ لگتا ہے۔
 یہاں بھی اس کے جہاد کا رُخ نکالنا بدیہہ ہے۔ خصلتوں کا علی جب راس ہو جاتے ہیں تو خدا اور رسول کے معاملہ
 میں بھی ظاہر ہو یا شروع ہو جاتے ہیں اور آخر اس کا ثمرہ نفاق کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

(۸۶۲) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلَوةُ الْمَنَافِي عَجِبْتُ
بِرُفْبِ الْقَمَرِ حَتَّى إِذَا أَصْفَرَتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنِي الشَّيْطَانِ قَامَ فَتَقَرَّرَ بَعْدَ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا۔ (رواه مسلم)

(۸۶۳) عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّبِيِّ فَلَمَّا
سَلَّمَ قَالَ أَشَاهِدُ فَلَمَّا قَالَ الْإِقَالُ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَوَتَيْنِ أَهْلُ الصَّلَوَتِ عَلَى الْمَنَافِي وَ
لَوْ تَعْمَلُونَ مَا فِيهِمَا إِلَّا تَقْبَلُوا وَلَوْ جُوعًا عَلَى الرَّكْبِ وَلَئِنْ الصَّفَّ الْأَوَّلُ عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ
وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فِيهِمَا لَتَبَدَّدْتُمْ زَمَنَهُمَا فَإِنَّ صَلَوةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكَى مِنْ صَلَوةِهِ وَخُذْهُ وَصَلَاتُهُ
مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكَى مِنْ صَلَوةِهِ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا لَكُمْ فَمَنْ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ۔ (رواه أبو داود والنسائي)

(۸۶۲) انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نماز تو منافق کی نماز ہے کہ آقا کے
دکھتا ہے (لو اس میں اتنی تاثیر کرے) کہ جب وہ زبردست ہوئے لگے اور شیطان کی عبادت کا وقت آجائے تو اب
لے (عبدی جلدی) چار چوتھ مارے کہ ذکر اللہ (جو نماز کا اصل مقصد ہے) اس میں بس بونی نہ جائے۔ (مسلم)
(۸۶۳) ابی بربزہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی جب
سلام پھر کے تو فرمایا کیا ظلال شخص جماعت میں آتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا منافقین پر یہ دو نمازیں
سب نمازوں سے زیادہ بارگزدنی ہیں کاش جو ابران میں ہے اگر تم لوگ جانتے تو گھٹ گھٹ کر گھٹوں کے
بل بھی آیا کرتے خوب سن لو کہ تمہاری پہلی صف ایسی افضل ہوتی ہے جسی فرشتوں میں پہلی صف، کاش تم
اس کی فضیلت جانتے تو لپک لپک کرتے اور یہ بھی سن لو کہ آدمی کی وہ نماز جو ایک شخص کے ساتھ ہو وہ
اس کی تنہا نماز سے افضل ہوتی ہے اور جو دو شخصوں کے ساتھ ہو وہ ایک شخص کی جماعت سے افضل ہے اس کے
بعد جماعت جتنی بڑھتی جائے گی اس کی فضیلت بھی اسی قدر بڑھتی جائے گی۔ (ابو داؤد۔ نسائی)

(۸۶۲) منافق کی نماز کا نقشہ ہے جس کا دل اول تو نماز پڑھنا چاہتا ہے نہیں اور اگر بہر حال رکھتا ہے تو
اس وقت پڑھتا ہے جبکہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہونے لگتا ہے پھر ایسی بے دلی سے پڑھتا ہے کہ اس کے بعد کی
نیعت صرف پڑھنے کے چوچ مارنے کے برابر رہ جاتی ہے اور چونکہ تعدیل امکان بھی نہیں کرتا اس لئے اس کے دو جہد
گوا ایک چھک مارنے کے برابر ہوتے ہیں۔ پھر وہ نماز جس کو دل کی اللہ اکبر فرمایا گیا ہے اس ہی طرح ادا کرتا ہے کہ اس میں
ذکر کی مدد بس اتنی ہی رہ جاتی ہے جتنی اس کے ظاہری رکوع و سجود میں نظر آتی ہے۔
(۸۶۳) پہلے آپ کا نام لیکر دریافت فرماتا ہے کہ منافقین کا علم آپ کو کھلکھل کون ہیں۔

(۸۷۴) عَنْ عُمَانَ بْنِ عُمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدْرَكَكَ الْإِذَاكَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَهُوَ لَا يُرِيدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ - (سرواہ ابن ماجہ)
 (۸۷۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُصْلَتَانِ لَا يَجْعَلَانِ فِي مُنَافِقٍ حَسَنٌ سَمِعْتُ وَلَا نَفَقَةٌ فِي الدِّينِ - (سرواہ الترمذی)
 (۸۷۶) عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَعَ مَخْمِي مَوْضِعًا مِنْ مُنَافِقٍ

(۸۷۴) حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے اس کے باوجود وہ بے ضرورت مسجد سے باہر چلا جائے اور اس کا ارادہ واپسی کا نہ ہو تو یہ شخص منافق ہے۔ (ابن ماجہ)
 (۸۷۵) ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو باتیں کسی منافق میں یک جا جمع نہیں ہوتیں اچھا طریقہ اور دین کی سمجھ۔ (ترمذی شریف)

(۸۷۶) معاذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو کسی منافق کی غیبت سے بچا لیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرے گا جو اس کے گوشت کو دوزخ

(۸۷۵) پہلی حدیث میں قرآنی مسائل کا ذکر کیا گیا تھا جن کے موجود ہونے سے ایک مومن پر بھی خالص منافق ہونے کا گمان ہو سکتا ہے اسپان ان فضائل کا ذکر کیا گیا ہے جن کے بعد اس پر منافق ہونے کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ پہلی حدیثوں کا شانہ یہ تھا کہ کوئی مسلمان ایسا نہ ہونا چاہے کہ اس میں ان خصلتوں میں سے ایک خصلت بھی نظر آئے اور اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ کوئی مسلمان ایسا بالی نہ رہنا چاہے جس میں یہ فضائل بیک وقت موجود نظر نہ آئیں خلاصہ یہ کہ ایک مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ جملہ فضائل ایمانی سے مزین ہو اور نفاق کی ایک ایک خصلت سے منزہ ہو۔

دین کی فہم کے ساتھ اگر کوئی اپنے ظاہری افعال کو بھی حسین و خوبصورت بنالیتا ہے تو اس کے مسمیٰ ہے جس کے اس کا ظاہر و باطن درست ہو چکا اب اس میں نفاق کی کوئی مجال نہیں رہی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے ظاہری حالات بہت اچھے نظر آئیں مگر اس کا باطن فہم دین کی رعائی سے خالی ہو۔ انسان ظاہر پرست انسان ہے یہ خود بھی دھوکے میں مبتلا ہے اور اپنے حسن ظاہر سے دوسروں کو بھی حسن باطن کا دھوکا دینا چاہتا ہے اسی طرح جو کچھ نہ کچھ دین کی فہم تو رکھتا ہے مگر اس کے متفقا کے مطابق اپنے ظاہر کو درست نہیں کرتا یہ بھی محروم نعمت ہے اور نفاق کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان صرف باطن کی اصلاح کا نام نہیں، اپنی ظاہری شکل و صورت اور کردار و سکنات کا خوبصورت بنانا بھی اس کا ایک جزو اہم ہے اس کی توفیق کامل مسلمان ہی کو میرا سکتی ہے۔ جو فقر و صوفی اصلاح باطن کے دوجہ ہے اور اصلاح ظاہر سے غافل ہے وہ بھی اسلام کی اصل تعلیم سے ناواقف ہے اور جو صرف ظاہری بناؤ ستوار میں لگ رہا ہے اور دین کی اصل فہم کی نظر نہیں کرتا وہ بھی جہل مرکب کا شکار رہ رہا ہے۔

(۸۷۶) بیان غیبت کرنے والے شخص کو منافق کہا گیا ہے اس سے کچھ لینا چاہئے کہ حدیث کی اصطلاح میں منافق کا اطلاق کن مسلمانوں پر آیا ہے۔ غیبت کرنے والے کا ظاہر و باطن بھی مختلف ہوتا ہے وہ بھی ذوالوجہین ہوتا ہے غیبت کی عادت بڑی اور بظلمتی

بَعَثَ اللَّهُ مَلَكًا يُخَيِّطُ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَأَى مُسْلِمًا يَتَّبِعِي يُرِيدُ بِهِ شَيْئًا
حَسَنًا اللَّهُ عَلَى جَبْرِ هَاجَمْتُمْ حَتَّى تَخْرُجُوا مَا قَالَ (رواه ابوداؤد)

اسباب النفاق

(۸۷۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغِنَاءُ يُبَيِّتُ النِّفَاقَ
فِي الْقَلْبِ لَمَّْا يُبَيِّتُ الْمَاءُ الرَّزْخَ - (رواه البيهقي في شعب الایمان)
(۸۷۸) عَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي طَرِيقٍ فَمَعَنَا رَاؤُفٌ وَصَعْبٌ قَالَا أَذْنِبُ
وَتَأْتِي الْعَمَلَيْنِ إِلَى الْجَنَائِبِ الْأُخْرَى ثُمَّ قَالَ لِي بَعْدَ أَنْ بَعْدَ بَانَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قُلْتُ لَا مَرَقَمَ
لِاصْبَغٍ مِنْ أَذْنِبِي قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِمَّ صَوْتُ يَرَاهُ كَصَمِّ مِثْلٍ
مَا صَنَعْتُ قُلْتُ نَافِعُ وَكُنْتُ إِذْ ذَاكَ صَغِيرًا - (رواه احمد و ابوداؤد)

کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کے سراپسی بات لگائی جس کا قصد اس کو عیب لگانا ہو
اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پہلے پہلو کے رکھے گا یہاں تک کہ وہ اس کی سزا بھگت کر فارغ نہ ہوئے۔ (ابوداؤد)

نفاق کے چند اسباب

(۸۷۷) جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گنا قلب میں نفاق کو اس
طرح اگاتا ہے جس طرح پانی گھنٹی کو۔ (شعب الایمان)
(۸۷۸) نافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک راستہ پر جا رہا تھا کہ انھوں نے
بانسری کی آواز سنی فوراً دونوں کانوں میں انگلیاں دے لیں اور راستہ سے دوسری جانب ہٹ کر چلنے لگے
پھر جب دور چل گئے تو مجھ سے کہا اے نافع کچھ آواز سن رہے ہیں نہ کہا نہیں یہ سن کر اپنی انگلیاں کانوں سے کھلایا
پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا آپ نے بانسری کی آواز سنی تو یہی عمل کیا جو میں نے اب تیرے
سے کیا تھا۔ نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت کچھ تھا (اس لئے میں کان کھولے رہا)۔ (ابوداؤد)

کاغذ پر غبت کے مقاصد ہی ہوتے ہیں جو نفاق کے لئے یہاں ایسے شخص کو منافق سے تیر کیا گیا ہے۔ یہ مائل غبت کی عادی
نفرت طائفے کچھ سب سے زیادہ موثر تفسیر ہے اور حقیقت کی ترجمانی کے لئے سب سے قریب ہی۔
(۸۷۷) صرف خوش آوازی سے نہیں سزا مردود کے ساتھ کا منوع ہے۔

(۸۷۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا وَلَا يَنْبَغِي وَلَا يُجَدَّلُ - وَفِي بَعْضِ الرِّهَابِيَّاتِ ثَلَاثًا - (سرواۃ الشافعی کافی مشکوۃ)

البراءة من المنافق

(۸۸۰) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى شِعَارَ بَعِثَيْنِ يَوْمًا فِي حَاجَةٍ يُدْرِكُ الْمَغْنَمَةَ الْأُولَى كُتِبَ لَهُ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ الرِّفَاقِ - (سرواۃ الترمذی صحیح و قد)

اکرام المنافق

(۸۸۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولَنَّ لِلْمُنافِقِ سَيِّدًا كَلِمَةً لَمْ يَكُنْ فَقَدْ أَخْطَأْتَ مَرْكَبَهُ - (سرواۃ ابوداؤد)

(۸۷۹) ابن عباس فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کسی عذر کے بغیر جمعہ ترک کیا اس کا نام ایسے دفتر میں منافق لکھ دیا جائے گا جس میں کوئی ترمیم و تہمت نہیں کی جاتی - (مشکوۃ شریف)

نفاق سے علیحدہ ہونا

(۸۸۰) انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چالیس دن ہر جمعہ کے ساتھ اس طرح نماز پڑھتا رہے کہ اس کی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حق میں دوا توں سے برکت لکھی جاتی ہے - عذاب دوزخ سے اور مرض نفاق سے - (ترمذی شریف)

منافق کی تعظیم کرنا

(۸۸۱) عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کو ہرگز سید اور سردار کا لفظ نہ کہنا کیونکہ اگر درحقیقت وہ سردار ہو بھی پھر بھی تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کرنے کا سامان کر لیا - (ابوداؤد)

(۸۸۰) چالیس کے عدد کی کوئی ایسی خاص برکت یہاں ہے کہ اس کا ترکہ آپ کی ہر ایک مخلوق تک میں ملتا ہے حضرت موسیٰ نے جس چھان کو لہا کا وہ بھی قرآن کریم میں چالیس مرتبہ بتائی ہیں جو خوں میں اہمیت رکھتی ہیں اس خاص عدد کا ذکر ایسے صوفیاء و کلام نے اس کا نام ہی چڑھ رکھا ہے - اب آپ یوں سمجھیے کہ جو شخص ایک جگہ یا جماعت نماز پڑھے اس کے بعد پانچ نعیم پڑھ جائے یا اپنے دل کو تین تہی دے پچھ کر ایک بار تائبی دہ کرے گا جس کی نصیب میں یہ دوسا دی گئی ہوگی چاہے جس سے گئے تو تین دسارات درمیان آگندہ مانو کہ یہاں دینی آید و ملان راجہ شد - (۸۸۱) جسی اگر کوئی قسمت سے منافق مولد میں جلتے جب بھی اس کے حق میں تعلیمی کلمہ کہنا ربا لغز کی ناراضی کا موجب ہے یاد رکھئے جس طرح اکرام مومنین اسلام کا ایک شہادۃت الفزت کی رضامندی کلمات ہے اسی طرح اکرام منافق اکی ناراضگی کا سبب ہے -

التعوذ من النفاق

(۸۸۲) عَنْ أُمِّ مَعْبُدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي مِنَ النِّفَاقِ وَهَيِّئْ لِي الرِّبَاءَ وَلَا تَكُنْ لِي مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِي مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (رواه البيهقي في الدعوات الكبير)

(۸۸۳) عَنْ عُمَرَ قَالَ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ سَمْعِي خَيْرًا مِنْ عِلَاقَتِي وَاجْعَلْ عِلَاقَتِي صَلَاحَةً اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ صَلَاحِ مَا لَوْ فِي النَّاسِ مِنَ الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَيْرِ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ (رواه الترمذی)

نفاق سے پناہ مانگنے کی چند دعائیں

(۸۸۲) ام مہد رعایت فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے خود سنا ہے، خدایا! میرے قلب کو نفاق سے، میرے عمل کو ربا سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک و صاف کر دے۔ تو خوب جانتا ہے کہ خیانت کرنے والی آنکھ کون ہے اور ان باتوں کو بھی خوب جانتا ہے جو دلوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

(۸۸۳) عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ دعا تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ یوں دعا کیا کرو خدایا! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنائے اور میرے ظاہر کو بھی بہتر بنا دے خدایا! میں تجھ سے وہ تمام اچھی اچھی چیزیں مانگتا ہوں جو لوگوں کو عطا فرما لے، نیک بنی، حلال مال اور نیک اولاد جو نہ خود گمراہ ہو نہ دوسروں کو گمراہ کرنے والی ہو۔ (ترمذی شریف)

(۸۸۲) قلب کا مرض نفاق ہے عمل کا نالیش، زبان کا مدھنکونی اور آنکھوں کا نظریں جو اگر حرمت کو دیکھتا، سنا یا خبر قائم لاینباء صلی اللہ علیہ وسلم کے دھائی کلمات کہنے جزیل ہیں کہ ان مختصر کلمات میں ان تمام خاص خاص مباحث سے نجات کی دعا رکھائی۔ جو ان قیمتی اعضاء کو فاسد نہ کھنٹے۔

(۸۸۳) نفاق یہ ہے کہ انسان کا باطن اس کے ظاہر سے بڑھ کر اس لئے آپ نے اس دعا کی تعلیم دی کہ انسان کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہو جائے پھر اس دعا کی تکمیل کے لئے ارشاد فرمایا کہ ظاہر بھی بہتر فرما دے گے انسان کا کمال یہ ہے کہ اس کا ظاہر و باطن دونوں ہی بہتر ہوں مگر باطن کا حسن ظاہر کے حسن پر مقدم ہے اگر کسی کا ظاہر اس کے باطن سے زیادہ حسین ہے تو وہ بھی خسار میں ہے کیاب وہ ہے جس کے مدخل رخ حسین ہوں اور اس کا باطنی رخ ظاہر سے بھی حسین تر ہو۔ منافق حسن باطن سے بے نصیب ہے۔ وہ نفاق حققی یا نفاق علی سے متعفن ہوتا ہے۔

(۸۸۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ لِيْ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوءِ الْإِخْلَاقِ - (رواه ابو داؤد و الترمذی)

(۸۸۴) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرمایا کرتے تھے خدایا میں تیری پناہ لیتا ہوں اختلاف، نفاق اور بُرے اخلاق سے۔

(۸۸۴) شقاق اور بخلی، نفاق کے لازم میں سے ہیں اس حدیث میں گویا نفاق اور اس کے لازم سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس قسم کے دعائیہ کلمات سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شرعی نظریں نفاق کی اہمیت کیا ہے اور طلب میں اس مرض کے پیدا ہونے کا کتنا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ گذشتہ احادیث میں آپ صحت کلام کے خوف و خشیت کا حال بڑھ چکے ہیں۔ جو اعمال نفاق آپ نے گذشتہ اوقات میں پڑے ہر شخص کی زندگی میں بھی نہ کبھی پیش آہی جاتے ہیں کسی موقع پر انسانی لغزش سے جھوٹ بھی سرزد ہو جاتا ہے وعدہ خلافی بھی ہو جاتی ہے کبھی رہتا بشریتہ انسان جھگڑا بھی کر لیتا ہے پھر خیانت کی کوئی جزئی گئی پیش آہی جاتی ہے۔ پھر ہر شخص کے صحابیوں کے مطابق بعض مرتبہ ان اسما کا اطلاق لیے اعمال پر ہو جاتا ہے جو حقیقت اس کے مصداق نہیں ہوتے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ذات گرامی کو ملاحظہ کیجئے انھوں نے کسی کسی جی باتوں کو بھی اپنی شان رفیع کے مطابق کذب بجا اودان سے اتنا متاثر ہوئے کہ مشرعی نظر نہ اٹھائیں گے۔

مکتوباتِ امام ربّانی

مُجَدِّدِ الْفِثَانِی حضرت شیخ احمد سرسندی قدس اللہ سرہ العزیز
کے اسرارِ شریعت اور معارفِ طریقت کے پُر نور گرانقدر مُجَدِّدِ انہ مکاتیب کا

مُسْتَنْدِ اُردو ترجمہ



اِحَادَةُ اِسْلَامِيَّتِكَ اَللّٰهُمَّ

اعجازِ عیسویؑ

تألیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ

تحریر بائبل اور اس میں موجود تضادات پر ناو محقق کی نادر علمی تحریر
اردو کے سنی پیر میں — تردیدِ عیسائیت پر حوالہ کی مشہور کتاب

تسلیل و تحقیق و تشریح و حواشی

حضرت مولانا حبش محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

جناب مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا حسین احمد نجیب

الذی ارہ الاسلام

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (القرآن)

نَيْلُ الْأَمْنِ

شرح اُردو

مَخْضَرُ الْمَعْنَى

یعنی

علم معانی، بیانِ بلیغ پر مشور عربی و سری کتابِ مخضر المعانی کی مکمل اور بہترین اُردو شرح

متن تلخیص المفتاح : قاضی القضاة علامہ خطیب قزوینی (۵۷۳۹ھ)

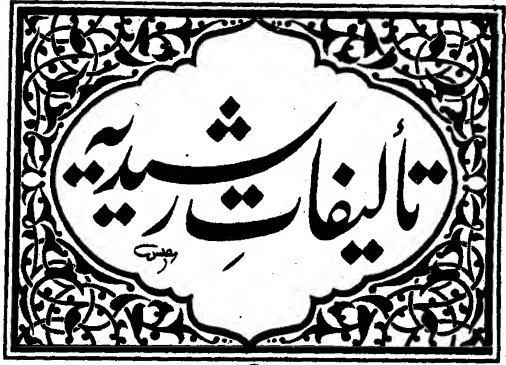
شرح مخضر المعانی : علامہ سعد الدین تفتازانی (۵۷۹۲ھ)



اُردو ترجمہ و تشریح فرمادے

حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی فاضل دارالعلوم دیوبند

شکل احادیث اسلامیت ۱۹۰۰ - اندر کلی لاہور



مع
فتاویٰ رشیدیہ، مکمل مجموعہ

فقیر لکھنؤ قطب الارشاد

امام ربانی حضرت مولانا رشید محمد گنگوہی قدس سرہ

کے فتاویٰ، رسائل اور تصانیف کا مجموعہ

۷۰۰ سے زائد صفحات - بڑا سائز ۲۰ x ۳۰ - عمدہ کتابت و طباعت

اطلا کاغذ مضبوط ڈائیدار دو رنگ جلد جلد قیمت ۱۲۰/- روپے صرف

- فتاویٰ رشیدیہ، مکمل مجموعہ
- سبیل الرشاد
- ہدایۃ الشیعہ
- زبدۃ الناسک
- فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب دار الاسلام
- لطائف رشیدیہ
- ہدایۃ المقتدی فی قرآنہ المقتدی
- القنوط الدلانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ
- الحق الصریح فی اثبات التراوح
- فتویٰ مولد شریف
- ردُّ الباطنیان فی اوقاف القرآن
- تعداد رکعات تراویح
- اوثق العری فی تحقیق الجملۃ فی القرۃ
- فتویٰ احتیاط الظہر

تذکرۃ الشیخ

سوانح قدوة العلماء زبدۃ العلماء و آخر المحدثین قلب العالم
حضرت مولانا الحاج الحاج رشید محمد گنگوہی قدس سرہ

تالیف

حضرت مولانا محمد عاشق الی صاحب مدظلہ العالی نور اللہ علیہ

حضرت گنگوہی قدس سرہ کی یہ سوانح صرف تاریخ کا
ایک اہم ذخیرہ ہی نہیں بلکہ قرآن و حدیث، فقہ و تصوف
کے قیمتی مضامین کا گنجینہ بھی ہے۔ ہم نے یہ ایڈیشن حضرت
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے مضمون کے اضافہ
کے ساتھ شائع کیا ہے۔ کتابت و طباعت گذشتہ
سب ایڈیشنوں سے بہتر۔ اطلا کاغذ مضبوط دو رنگ
ڈائی دار جلد۔ جلد قیمت صرف ۵/- روپے

طلب فرمائیے: ادارۃ اسلامیات ۱۹۰-انارکلی لاہور